تفسیرِ عثمانی

ترجمہ: شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ

تفسیر: شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

اضافۂ عنوانات وتشکیلِ جدید

جناب محمد ولی رازی صاحب

ولد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

دار الاشاعت

اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی پاکستان 2213768

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ

تفسیرِ عثمانی

جلد سوم

پارہ ۲۱ تا ۳۰

ترجمہ: شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ

تفسیر: شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

اضافۂ عنوانات وتشکیل جدید

جناب محمد ولی رازی صاحب ولد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

دارالاشاعت

اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی پاکستان 2213768

نام کتاب : تفسیر عثمانی مع اضافہ تفسیری عنوانات

تالیف : علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ

عنوانات جدیدہ : جناب مولانا محمد ولی رازی ابن مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ

باہتمام اوّل : حافظ فضل الرحیم

باہتمام ثانی : خلیل اشرف عثمانی

تعداد اشاعت : ۵۰۰

سن اشاعت : محرم ۱۴۲۸ ہجری فروری ۲۰۰۷ء

مطبع : اطہر پریس

ناشر : دارالاشاعت کراچی

فہرست عنوانات

تفسیر عثمانی جلد سوم

القرآن الكريم

اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ۭ اِنَّ

تو پڑھ جو اتری ❘ تیری طرف ❘ کتاب ❶ ❘ اور قائم رکھ نماز ❘ بے شک

الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ

نماز روکتی ہے ❘ بے حیائی ❘ اور بری بات سے ❷ ❘ اور اللہ کی یاد ہے

اَكْبَرُ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۝۴۵ وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ

سب سے بڑی ❸ ❘ اور اللہ کو خبر ہے جو تم کرتے ہو ❹ ❘ اور جھگڑا نہ کرو

الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِىَ اَحْسَنُ ڰ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا

اہل کتاب سے ❘ مگر اس طرح پر جو بہتر ہو ❘ مگر جو ان میں

مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ

بے انصاف ہیں ❺ ❘ اور یوں کہو کہ ہم مانتے ہیں ❘ جو اترا ہم کو (ہمارے لئے) ❘ اور اترا تم کو (تمہارے لئے) ❻

وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝۴۶ وَ

اور بندگی ہماری ❘ اور تمہاری ایک ہی کو ہے ❘ اور ہم اسی کے حکم پر چلتے ہیں ❼ ❘ اور

كَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ

ویسی ہی ❘ ہم نے اتاری ❘ تجھ پر کتاب ❽ ❘ سو جن کو ہم نے کتاب دی ہے

يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ۭ وَمَا يَجْحَدُ

وہ اس کو مانتے ہیں ❘ اور ان مکہ والوں میں بھی بعضے ہیں ❘ کہ اس کو مانتے ہیں ❘ اور منکر وہی ہیں

بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ۝۴۷ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ

ہماری باتوں سے ❘ جو نافرمان ہیں ❾ ❘ اور تو پڑھتا نہ تھا ❘ اس سے پہلے

تلاوت قرآن کا حکم یعنی قرآن کی تلاوت کرتے رہیے تا دل مضبوط اور قوی رہے، تلاوت کا اجر وثواب الگ حاصل ہو۔ اس کے معارف وحقائق کا انکشاف بیش از بیش ترقی کرے۔ دوسرے لوگ بھی سن کر اس کے مواعظ اور علوم وبرکات سے منتفع ہوں، جو نہ مانیں ان پر خدا کی حجت تمام ہو، اور دعوت واصلاح کا فرض بحسن و خوبی انجام پاتا رہے۔

نماز روحانی بیماریوں کا علاج ہے نماز کا برائیوں سے روکنا دو معنی میں ہو سکتا ہے۔ ایک بطریق تسبب، یعنی نماز میں اللہ تعالیٰ نے خاصیت وتاثیر یہ رکھی ہو کہ نمازی کو گناہوں اور برائیوں سے روک دے جیسے کسی دوا کا استعمال کرنا بخار وغیرہ امراض کو روک دیتا ہے۔ اس صورت میں یاد رکھنا چاہئے کہ دوا کے لئے ضروری نہیں کہ اس کی ایک ہی خوراک بیماری کو روکنے کے لئے کافی ہو جائے۔ بعض دوائیں خاص مقدار میں مدت تک التزام کے ساتھ کھائی جاتی ہیں۔ اس وقت ان کا نمایاں اثر ظاہر ہوتا ہے بشرطیکہ مریض کسی ایسی چیز کا استعمال نہ کرے جو اس دوا کی خاصیت کے منافی ہو۔ پس نماز بھی بلاشبہ بڑی قوی التاثیر دوا ہے جو روحانی بیماریوں کو روکنے میں اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ ہاں ضرورت اس کی ہے کہ ٹھیک مقدار میں اس احتیاط اور بدرقہ کے ساتھ جو اطبائے روحانی نے تجویز کیا ہو خاصی مدت تک اس پر مواظبت کی جائے۔ اس کے بعد مریض خود محسوس کرے گا کہ نماز کس طرح اس کی پرانی بیماریوں اور برسوں کے روگ کو دور کرتی ہے۔ دوسرے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ نماز کا برائیوں سے روکنا بطور اقتضاء ہو یعنی نماز کی ہر ایک ہیئت اور اس کا ہر ایک ذکر مقتضی ہے کہ جو انسان ابھی ابھی بارگاہ الٰہی میں اپنی بندگی، فرمانبرداری، خضوع وتذلل، اور حق تعالیٰ کی ربوبیت، الوہیت اور حکومت وشہنشاہی کا اظہار واقرار کر کے آیا ہے، مسجد سے باہر آ کر بھی بدعہدی اور شرارت نہ کرے اور اس شہنشاہ مطلق کے احکام سے منحرف نہ ہو۔

برائیوں سے روکنے کا دوسرا مفہوم گویا نماز کی ہر ایک ادا مصلی کو پانچ وقت حکم دیتی ہے کہ او بندگی اور غلامی کا دعویٰ کرنے والے واقعی بندوں اور غلاموں کی طرح رہ۔ اور بزبان حال مطالبہ کرتی ہے کہ بے حیائی اور شرارت وسرکشی سے باز آ۔ اب کوئی باز آئے یا نہ آئے مگر نماز بلاشبہ اسے روکتی اور منع کرتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ خود روکتا اور منع فرماتا ہے۔ کما قال تعالیٰ ۔ "اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ" (نحل۔ رکوع ۱۳) پس جو بدبخت اللہ تعالیٰ کے روکنے اور منع کرنے پر برائی سے نہیں رکتے نماز کے روکنے پر بھی ان کا نہ رکنا محل تعجب نہیں۔ ہاں یہ واضح رہے کہ ہر نماز کا روکنا اور منع کرنا اسی درجہ تک ہوگا جہاں تک اس کے ادا کرنے میں خدا کی یاد سے غفلت نہ ہو۔ کیونکہ نماز محض چند مرتبہ اٹھنے بیٹھنے کا نام نہیں۔ سب سے بڑی چیز اس میں خدا کی یاد ہے۔ نمازی ارکان صلوٰۃ ادا کرتے وقت اور قراءت قرآن یا دعاء و تسبیح کی حالت میں جتنا حق تعالیٰ کی عظمت وجلال کو مستحضر اور زبان ودل کو موافق رکھے گا اتنا ہی اس کا دل نماز کے منع کرنے کی آواز کو سنے گا۔ اور اسی قدر اس کی نماز برائیوں کو چھڑانے میں مؤثر ثابت ہوگی۔ ورنہ جو نماز قلب لاہی وغافل سے ادا ہو وہ صلوٰۃ منافق کے مشابہ ٹھہرے گی۔ جس کی نسبت حدیث میں فرمایا۔ لَا یَذْكُرُ اللّٰهَ فِیْهَآ اِلَّا قَلِیْلًا۔" اسی نماز کی نسبت" لَمْ یَزْدَدْ بِهَا مِنَ اللّٰهِ اِلَّا بُعْدًا" کی وعید آئی ہے۔

ذکر اللہ کی فضیلت | یعنی نماز برائی سے کیوں نہ روکے جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کے یاد کرنے کی بہترین صورت ہے۔ کما قال تعالیٰ۔ " وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ " (طٰہٰ رکوع ۱) اور اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے۔ یہ وہ چیز ہے جسے نماز اور جہاد وغیرہ تمام عبادات کی روح کہہ سکتے ہیں۔ یہ نہ ہو تو عبادت کیا، ایک جسد بے روح اور لفظ بے معنی ہے۔ حضرت ابو درداءؓ وغیرہ کی احادیث کو دیکھ کر علماء نے یہ ہی فیصلہ کیا ہے کہ ذکر اللہ (خدا کی یاد) سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں۔ اصلی فضیلت اسی کو ہے۔ یوں عارضی اور وقتی طور پر کوئی عمل ذکر اللہ پر سبقت لے جائے وہ دوسری بات ہے، لیکن غور کیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ اس عمل میں بھی فضیلت اسی ذکر اللہ کی بدولت آئی ہے۔ بہر حال ذکر اللہ تمام اعمال سے افضل ہے اور جب وہ نماز کے ضمن میں ہو تو افضل تر ہوگا۔ پس بندے کو چاہئے کہ کسی وقت خدا کے ذکر سے غافل نہ ہو خصوصاً جس وقت کسی برائی کی طرف میلان ہو فوراً خدا تعالیٰ کی عظمت و جلال کو یاد کر کے اس سے باز آ جائے۔ قرآن و حدیث میں ہے کہ بندہ جب اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو یاد فرماتا ہے۔ بعض سلف نے آیت کا یہ ہی مطلب لیا ہے کہ نماز میں ادھر سے بندہ خدا کو یاد کرتا ہے اس لئے نماز بڑی چیز ہوئی لیکن اس کے جواب میں جو ادھر سے اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو یاد فرماتا ہے۔ یہ سب سے بڑی چیز ہے جس کی انتہائی قدر کرنی چاہئے اور یہ شرف و کرامت محسوس کر کے اور زیادہ ذکر اللہ کی طرف راغب ہونا چاہئے۔ کسی شخص نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ اسلام کے احکام بہت ہیں، مجھے کوئی ایک جامع و مانع چیز بتلا دیجئے، فرمایا " لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ " (تیری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رہنی چاہئے) حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں " جتنی دیر نماز میں لگے اتنا تو ہر گناہ سے بچے، امید ہے آگے بھی بچتا رہے۔ اور اللہ کی یاد کو اس سے زیادہ اثر ہے یعنی گناہ سے بچے اور اعلیٰ درجوں پر چڑھے۔" (موضح) یہ " لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ " کی ایک اور لطیف تفسیر ہوئی۔

یعنی جو آدمی جس قدر خدا کو یاد رکھتا ہے یا نہیں رکھتا خدا تعالیٰ سب کو جانتا ہے۔ لہٰذا ذاکر اور غافل میں سے ہر ایک کے ساتھ اس کا معاملہ بھی جداگانہ ہوگا۔

اہل کتاب سے مناظرہ میں نرمی و متانت | یعنی مشرکوں کا دین جڑ سے غلط ہے اور اہل کتاب کا دین اصل میں سچا تھا، تو ان سے ان کی طرح مت جھگڑو کہ جڑ سے ان کی بات کاٹنے لگو۔ بلکہ نرمی، متانت، خیر خواہی اور صبر و تحمل سے واجبی بات سمجھاؤ۔ البتہ جو ان میں صریح بے انصافی، عناد اور ہٹ دھرمی پر تل جائے اس کے ساتھ مناسب سختی کا برتاؤ کر سکتے ہو اور آگے چل کر ایسوں کو سزا دینی ہے۔ تنبیہ | پہلے قرآن کی تلاوت کا حکم تھا، اغلب ہے کہ منکرین اسے سن کر الجھنے لگیں، تو بتلا دیا کہ بحث کے وقت فریق مقابل کی علمی و دینی حیثیت کا خیال

رکھو۔ جوش مناظرہ میں صداقت و اخلاق کی حد سے نہ نکلو۔ جہاں کہیں جتنی سچائی ہو اس کا اعتراف کرو۔

◆ اہل کتاب سے یہ بات کہو | یعنی ہمارا جیسا کہ قرآن پر ایمان ہے اس پر بھی ایمان ہے کہ اللہ نے تمہاری ہدایت کے لئے حضرت موسیٰ و مسیح علیہما الصلوٰۃ والسلام اور دوسرے انبیاء پر جو کتابیں اتاریں بیشک وہ سچی تھیں۔ ایک حرف ان کا غلط نہ تھا۔ (گو تمہارے ہاتھ میں وہ آسمانی کتابیں اپنی اصلی صورت و حقیقت میں باقی نہ رہیں)

◆ اہل کتاب اور مسلمانوں میں فرق | یعنی اصلی معبود ہمارا تمہارا ایک ہے۔ فرق اتنا ہے کہ ہم تنہا اسی کے حکم پر چلتے ہیں، تم نے اس سے ہٹ کر اوروں کو بھی خدائی کے حقوق و اختیارات دے دیئے۔ مثلاً حضرت مسیح یا حضرت عزیر علیہما السلام کو یا احبار و رہبان کو۔ نیز ہم نے اس کے تمام احکام کو مانا سب پیغمبروں کی تصدیق کی، سب کتابوں کو برحق سمجھا اس کے آخری حکم کے سامنے سر تسلیم جھکا دیا۔ تم نے کچھ مانا کچھ نہ مانا۔ اور آخری صداقت سے منکر ہو گئے۔

◆ یعنی اس کتاب میں آخر تمہاری کتابوں سے کونسی بات کم ہے جو قبول کرنے میں تردد ہے۔ جس طرح انبیائے سابقین پر کتابیں اور صحیفے ایک دوسرے کے بعد اترتے رہے، پیغمبر آخر الزماں پر یہ کتاب لاجواب اتری اس کے ماننے سے اتنا انکار کیوں ہے۔

◆ اہل کتاب اور کفار میں سے قرآن کو ماننے والے | یعنی جن اہل کتاب نے اپنی کتاب ٹھیک سمجھی وہ اس کتاب کو بھی مانیں گے اور انصافاً ماننا چاہیے۔ چنانچہ ان میں کے جو منصف ہیں، وہ اس کی صداقت دل سے تسلیم کرتے ہیں۔ اور نہ صرف اہل کتاب بلکہ عرب کے بعض لوگ بھی جو کتب سابقہ کا کچھ علم نہیں رکھتے اس قرآن کو مانتے جا رہے ہیں۔ حقیقت میں قرآن کریم کی صداقت کے دلائل اس قدر روشن ہیں کہ بجز سخت حق پوش نافرمان کے کوئی ان کی تسلیم سے انکار نہیں کرسکتا۔

مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۴۸﴾

کوئی کتاب اور نہ لکھتا تھا اپنے داہنے ہاتھ سے تب تو البتہ شبہ میں پڑتے یہ جھوٹے ①

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ

بلکہ یہ قرآن تو آیتیں ہیں صاف ان لوگوں کے سینوں میں جن کو ملی ہے سمجھ ②

وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَقَالُوْا لَوْلَآ

اور منکر نہیں ہماری باتوں سے مگر وہی جو بے انصاف ہیں ③ اور کہتے ہیں کیوں نہ

اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ

اتریں اس پر کچھ نشانیاں اس کے رب سے تو کہہ نشانیاں تو ہیں

عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ

اختیار میں اللہ کے اور میں تو بس سنا دینے والا ہوں کھول کر ④ کیا ان کو یہ کافی نہیں کہ ہم نے

اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

تجھ پر اتاری کتاب کہ ان پر پڑھی جاتی ہے بے شک اس میں

لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ ع قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ

رحمت ہے اور سمجھانا ان لوگوں کو جو مانتے ہیں ⑤ تو کہہ کافی ہے اللہ

بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

میرے اور تمہارے بیچ گواہ جانتا ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں ⑥

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ

اور جو لوگ یقین لاتے ہیں جھوٹ پر اور منکر ہوئے ہیں اللہ سے وہی ہیں

۱ **آنحضرت ﷺ کا اُمی ہونا قرآن کی صداقت کی دلیل ہے** نزول قرآن سے پہلے آپ کی عمر کے چالیس سال ان ہی مکہ والوں میں گذرے۔ سب جانتے ہیں کہ اس مدت میں نہ آپ کسی استاد کے پاس بیٹھے نہ کوئی کتاب پڑھی نہ کبھی ہاتھ میں قلم پکڑا، ایسا ہوتا تو ان باطل پرستوں کو شبہ نکالنے کی جگہ رہتی کہ شاید اگلی کتابیں پڑھ کر یہ باتیں نوٹ کر لی ہوں گی، ان ہی کو اب آہستہ آہستہ اپنی عبارت میں ڈھال کر سنا دیتے ہیں۔ گو اس وقت بھی یہ کہنا غلط ہوتا، کیونکہ کوئی پڑھا لکھا انسان بلکہ دنیا کے تمام پڑھے لکھے آدمی مل کر اور کل مخلوق کی طاقت کو اپنے ساتھ ملا کر بھی ایسی بے نظیر کتاب تیار نہیں کر سکتے، تاہم جھوٹوں کو بات بنانے کا ایک موقع ہاتھ لگ جاتا لیکن جب کہ آپ کا امی ہونا مسلمات میں سے ہے تو اس سرسری شبہ کی بھی جڑ کٹ گئی اور یوں ضدی لوگ کہنے کو تو اس پر بھی کہتے تھے۔ "اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۔" (فرقان۔ رکوع ۱)

۲ **حفاظ قرآن کی فضیلت** یعنی پیغمبر نے کسی سے لکھا پڑھا نہیں۔ بلکہ یہ وحی جوان پر آئی ہمیشہ کو بن لکھے سینہ بسینہ جاری رہے گی۔ اللہ کے فضل سے علماء اور حفاظ و قراء کے سینے اس کے الفاظ و معانی کی حفاظت کریں گے اور آسمانی کتابیں حفظ نہ ہوتی تھیں۔ یہ کتاب حفظ ہی سے باقی ہے۔ لکھنا اس پر افزود ہے (موضح باضافۂ یسیر)

۳ یعنی ناانصافی کا کیا علاج۔ ایک شخص یہ ہی ٹھان لے کہ میں کبھی سچی بات نہ مانوں گا۔ وہ روشن سے روشن چیز کا بھی انکار کر دے گا۔

۴ **معجزات دکھلانا میرے اختیار میں نہیں ہے** یعنی میرے قبضہ میں نہیں کہ جو نشان تم طلب کیا کرو وہی دکھلا دیا کروں نہ کسی نبی کی تصدیق اس بات پر موقوف ہو سکتی ہے۔ میرا کام تو یہ ہے کہ بدی کے نتائج سے تم کو صاف لفظوں میں آگاہ کرتا رہوں باقی حق تعالیٰ میری تصدیق کے لئے جو نشان چاہے دکھلا دے، یہ اس کے اختیار میں ہے۔

۵ **قرآن سب سے بڑھ کر معجزہ ہے** یعنی کیا یہ نشان کافی نہیں جو کتاب انہیں دن رات پڑھ کر سنائی جاتی ہے اس سے بڑا نشان کون سا ہوگا۔ دیکھتے نہیں کہ اس کتاب کے ماننے والے کس طرح سمجھ حاصل کرتے جاتے ہیں اور اللہ کی رحمت سے بہرہ ور ہو رہے ہیں۔

۶ **میری صداقت کیلئے اللہ کی گواہی کافی ہے** یعنی خدا کی زمین پر اس کے آسمان کے نیچے میں علانیہ دعویٰ رسالت کر رہا ہوں جسے وہ سنتا اور دیکھتا ہے پھر روز بروز مجھے اور میرے ساتھیوں کو غیر معمولی طریقہ سے بڑھا رہا ہے۔ برابر میرے دعوے کی فعلی تصدیق کرتا ہے۔ میری زبان پر اور ہاتھوں پر قدرت کے وہ خارق عادت نشان ظاہر کئے جاتے ہیں جن کی نظیر پیش کرنے سے تمام جن و انس عاجز ہیں۔ کیا میری صداقت پر اللہ کی یہ گواہی کافی نہیں۔

الْخٰسِرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَلَوْلَا

نقصان پانے والے ﴿۱﴾ ۔ اور جلدی مانگتے ہیں تجھ سے ۔ آفت ﴿۲﴾ ۔ اور اگر نہ ہوتا

اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ؕ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً

ایک وعدہ مقررہ (ٹھہرا ہوا) ۔ تو آ پہنچتی ان پر آفت ۔ اور البتہ آئے گی ان پر اچانک

وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۳﴾ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَاِنَّ

اور ان کو خبر نہ ہوگی ﴿۳﴾ ۔ جلدی مانگتے ہیں تجھ سے عذاب ﴿۴﴾ ۔ اور

جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ

دوزخ گھیر رہی ہے ۔ منکروں کو ﴿۵﴾ ۔ جس دن گھیر لے گا ان کو ۔ عذاب

مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا

ان کے اوپر سے ۔ اور پاؤں کے نیچے سے ۔ اور کہے گا ۔ چکھو

مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۵﴾ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ

جیسا کچھ تم کرتے تھے ﴿۶﴾ ۔ اے بندو میرے ۔ جو یقین لائے ہو

اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ كُلُّ نَفْسٍ

میری زمین کشادہ ہے ۔ سو مجھی کو بندگی کرو ﴿۷﴾ ۔ جو جی ہے

ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۣ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

سو چکھے گا موت ۔ پھر ہماری طرف پھر آؤ گے ﴿۸﴾ ۔ اور جو لوگ یقین لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ

اور کیے بھلے کام ۔ ان کو ہم جگہ دیں گے بہشت میں جھروکے (بالاخانے) ۔ نیچے بہتی ہیں

۱ **گھاٹا پانے والے** آدمی کی بڑی شقاوت اور خسران یہ ہے کہ جھوٹی بات کو خواہ کتنی ہی بدیہی البطلان ہو فوراً قبول کرلے اور سچی بات سے گو کتنی ہی صاف روشن ہو انکار کرتا رہے۔

۲ یعنی اگر باطل پر ہیں تو ہم پر دنیا میں کوئی آفت کیوں نہیں آتی۔

۳ **کفار کیلئے دنیا و آخرت کا عذاب** یعنی ہر چیز اپنے وقت معین پر آتی ہے، گھبراؤ نہیں، وہ آفت بھی آ کر رہے گی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ اس امت کا عذاب یہ ہی تھا مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل ہونا اور پکڑے جانا۔ سو فتح مکہ میں مکہ کے لوگ بے خبر رہے کہ حضرت کا لشکر سر پر آ کھڑا ہوا۔

۴ یہاں عذاب سے شاید آخرت کا عذاب مراد ہو جیسا کہ جواب سے ظاہر ہے۔

۵ یعنی آخرت کا عذاب تو فضول مانگتے ہیں، اس عذاب میں تو پڑے ہی ہیں۔ یہ کفر اور برے کام دوزخ نہیں تو اور کیا ہے جس نے ہر طرف سے انہیں گھیر رکھا ہے۔ موت کے بعد حقیقت کھل جائے گی کہ دوزخ کس طرح جلاتی ہے جب یہ ہی اعمال جہنم کی آگ اور سانپ بچھو بن کر لپٹیں گے۔

۶ یہ اللہ تعالیٰ کہے گا، یا وہ عذاب ہی بولے گا جیسے زکوٰۃ نہ دینے والے کا مال۔ حدیث میں آیا ہے کہ سانپ ہو کر گلے میں پڑے گا، کلے چیرے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں تیرا خزانہ ہوں۔

۷ **مومنین سے خطاب خاص** یعنی یہ مکہ کے کافر اگر تم کو تنگ کرتے ہیں تو خدا کی زمین تنگ نہیں دوسری جگہ جا کر خدا کی عبادت کرو۔

۸ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جب کافروں نے مکہ میں بہت زور باندھا تو مسلمانوں کو ہجرت کا حکم ہوا۔ چنانچہ اسی تراسی گھر حبشہ چلے گئے۔ اس کو فرمایا کوئی دن کی زندگی ہے جہاں بن پڑے وہاں کاٹ دو، پھر ہمارے پاس اکٹھے آؤ گے۔ اس میں مہاجرین کی تسلی کر دی تا وطن چھوڑنا اور حضرت سے جدا ہونا دل پر بھاری نہ گذرے۔ گویا جتلا دیا کہ وطن، خویش و اقارب، رفقاء اور چھوٹے بڑے آج نہیں کل چھوٹیں گے۔ فرض کرو اس وقت مکہ سے ہجرت نہ کی تو ایک روز دنیا سے ہجرت کرنا ضروری ہے مگر وہ بے اختیار ہوگا۔ بندگی اس کا نام ہے کہ اپنی خوشی اور اختیار سے ان چیزوں کو چھوڑ دے جو پروردگار حقیقی کی بندگی میں مزاحم اور خلل انداز ہوتی ہیں۔

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۵۸﴾

ان کے نہریں سدا رہیں ان میں خوب ثواب ملا کام والوں کو

الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَكَاَيِّنْ

جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب پر بھروسہ رکھا ۱ اور کتنے

مِّنْ دَاۗبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ڰ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ڮ

جانور ہیں جو اٹھا نہیں رکھتے اپنی روزی اللہ روزی دیتا ہے ان کو اور تم کو بھی

وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۰﴾ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ

اور وہی ہے سننے والا جاننے والا ۲ اور اگر تو لوگوں سے پوچھے کہ کس نے بنایا ہے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ

آسمان اور زمین کو اور کام میں لگایا سورج اور چاند کو تو کہیں

اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ

اللہ نے پھر کہاں سے الٹ جاتے ہیں ۳ اللہ پھیلاتا ہے (کشادہ کرتا ہے) روزی جس کے واسطے

يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ

چاہے اپنے بندوں میں اور ماپ کر دیتا ہے (تنگ کرتا ہے) جس کو چاہے ۴ بے شک اللہ ہر چیز سے

عَلِيْمٌ ﴿۶۲﴾ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً

خبردار ہے ۵ اور جو تو پوچھے ان سے کس نے اتارا آسمان سے پانی

فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ

پھر زندہ کر دیا اس سے زمین کو اس کے مرجانے کے بعد تو کہیں اللہ نے

۱ **ہجرت کرنے والوں کے لئے انعامات** | یعنی جو صبر و استقلال سے اسلام و ایمان کی راہ پر جمے رہے اور خدا پر بھروسہ کر کے گھر بار چھوڑ کر وطن سے نکل کھڑے ہوئے ان کو اس وطن کے بدلے وہ وطن ملے گا اور یہاں کے گھروں سے بہتر گھر دیئے جائیں گے۔

۲ **جانوروں اور انسانوں کو روزی کا وعدہ** | یہ روزی کی طرف سے خاطر جمع کر دی کہ "اکثر جانوروں کے گھر میں اگلے دن کا قوت نہیں ہوتا۔ نیا دن اور نئی روزی" (موضح) پھر جو خدا جانوروں کو روزی پہنچاتا ہے کیا اپنے وفادار عاشقوں کو نہ پہنچائے گا۔ خوب سمجھ لو رزاق حقیقی وہی ہے جو سب کی باتیں سنتا اور دلوں کے اخلاص کو جانتا ہے۔ ہر ایک کا ظاہر و باطن اس کے سامنے ہے۔ کسی کی محنت وہاں رائگاں نہیں ہو سکتی۔ جو لوگ اس کے راستہ میں وطن چھوڑ کر نکلے ہیں انہیں ضائع نہیں کرے گا۔ سامان معیشت ساتھ لے جانے کی فکر نہ کریں۔ کتنے جانور ہیں جو اپنی روزی اپنی کمر پر لادے نہیں پھرتے، پھر رازق حقیقی ان کو ہر روز رزق پہنچاتا ہے۔

۳ **اللہ کو سب خالق مانتے ہیں** | یعنی رزق کے تمام اسباب (سماویہ و ارضیہ) اسی نے پیدا کئے سب جانتے ہیں، پھر اس پر بھروسہ نہیں کرتے کہ وہی پہنچا بھی دے گا۔ مگر جتنا وہ چاہے نہ جتنا تم چاہو۔ یہ اگلی آیت میں سمجھا دیا ہے (موضح)

۴ ناپ کر دیتا ہے یہ نہیں کہ بالکل نہ دے۔

۵ یعنی یہ خبر اسی کو ہے کہ کس کو کتنا دینا چاہئے۔

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝۶۳ وَمَا

تو کہہ سب خوبی اللہ کو ہے پر بہت لوگ نہیں سمجھتے اور

هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ؕ وَاِنَّ الدَّارَ

یہ دنیا کا جینا تو بس جی بہلانا اور کھیلنا ہے اور پچھلا گھر

الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝۶۴

جو ہے سو وہی ہے زندہ رہنا (زندگانی) اگر ان کو سمجھ ہوتی

فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ

پھر جب سوار ہوئے کشتی میں پکارنے لگے اللہ کو خالص اسی پر رکھ کر

الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ۝۶۵

اعتقاد پھر جب بچا لایا ان کو زمین کی طرف اسی وقت لگے شریک بنانے (شرک کرنے)

لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۚۙ وَلِيَتَمَتَّعُوْا ٭ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝۶۶

تاکہ مکرتے رہیں ہمارے دیئے ہوئے سے اور مزے اڑاتے رہیں سو عنقریب جان لیں گے

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ

کیا نہیں دیکھتے کہ ہم نے رکھ دی ہے پناہ کی جگہ امن کی (امن والی) اور لوگ اچکے جاتے ہیں

مِنْ حَوْلِهِمْ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ

ان کے آس پاس سے کیا جھوٹ پر یقین رکھتے ہیں اور اللہ کا احسان

يَكْفُرُوْنَ ۝۶۷ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ

نہیں مانتے اور اس سے زیادہ بے انصاف کون جو باندھے اللہ پر

یعنی مینہ بھی ہر کسی پر برابر نہیں برستا اور اسی طرح حال بدلتے دیر نہیں لگتی۔ ذرا دیر میں مفلس سے دولتمند کر دے۔

اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے یعنی آدمی کو چاہئے یہاں کی چندروزہ زندگی سے زیادہ آخرت کی فکر کرے کہ اصلی ودائمی زندگی وہ ہی ہے۔ دنیا کے کھیل تماشے میں غرق ہو کر عاقبت کو بھول نہ بیٹھے۔ بلکہ یہاں رہ کر وہاں کی تیاری اور سفر آخرت کے لئے توشہ درست کرے۔

کفار کی ناشکری کا حال یعنی چاہئے تو یہ تھا کہ آدمی دنیا کے مزوں میں پڑ کر خدا کو اور آخرت کو فراموش نہ کرے۔ لیکن لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب کشتی طوفان میں گھر جائے تو بڑی عقیدت مندی سے اللہ کو پکارتے ہیں۔ پھر جہاں آفت سر سے ٹلی اور خشکی پر قدم رکھا، اللہ کے احسانوں سے مکر کر جھوٹے دیوتاؤں کو پکارنا شروع کر دیا۔ گویا غرض یہ ہوئی کہ اللہ کی نعمتوں کا کفران کرتے رہیں اور دنیا کے مزے اڑاتے ہیں۔ خیر بہتر ہے چندروز دل کے ارمان نکال لیں، عنقریب پتہ لگ جائے گا کہ اس بغاوت وشرارت، احسان فراموشی اور ناسپاسی کا نتیجہ کیا ہے۔

کفار مکہ پر اللہ کا انعام مکہ کے لوگ اللہ کے گھر کے طفیل دشمنوں سے پناہ میں تھے۔ حالانکہ سارے ملک عرب میں فساد اور کشت وخون کا بازار گرم تھا۔ بتوں کے جھوٹے احسان مانتے ہیں اللہ کا یہ سچا احسان نہیں مانتے۔

كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ

جھوٹ یا جھٹلائے سچی بات کو جب اس تک پہنچے کیا دوزخ میں

جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۸﴾ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا

بسنے کی جگہ نہیں منکروں کے لیے ① اور جنہوں نے محنت کی ہمارے واسطے

لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۶۹﴾ ع

ہم سجھا دیں گے ان کو اپنی راہیں ② اور بے شک اللہ ساتھ ہے نیکی والوں کے ③

اٰیاتھا ۶۰ (۳۰) سُوْرَةُ الرُّوْمِ مَكِّيَّةٌ (۸۴) رکوعاتھا ۶

سورۂ روم مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ساٹھ آیتیں ہیں اور چھ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓ ﴿۱﴾ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ﴿۲﴾ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ

الٓمّٓ مغلوب ہو گئے ہیں رومی ملتے ہوئے (پاس والے) ملک میں ④ اور وہ

بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ﴿۳﴾ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ؕ لِلّٰهِ

اس مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب ہوں گے چند برسوں میں ⑤ اللہ کے

① یعنی سب سے بڑی ناانصافی یہ ہے کہ اللہ کا شریک کسی کو ٹھہرائے۔ یا اس کی طرف وہ باتیں منسوب کرے جو اس کی شان کے لائق نہیں۔ یا پیغمبر جو سچائی لے کر آئے ہیں اسے سنتے ہی جھٹلانا شروع کر دے۔ کیا ان ظالموں کو معلوم نہیں کہ منکروں کا ٹھکانا دوزخ ہے جو ایسی بیباکی اور بے حیائی سے عقل وانصاف کے گلے پر چھری پھیرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔

② **اللہ کے راستے میں مجاہدہ کرنے والوں کی خاص ہدایت** یعنی جو لوگ اللہ کے واسطے محنت اٹھاتے اور سختیاں جھیلتے ہیں اور طرح طرح کے مجاہدات میں سرگرم رہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ایک خاص نور بصیرت عطا فرماتا اور اپنے قرب ورضا یا جنت کی راہیں سجھاتا ہے۔ جوں جوں وہ ریاضات ومجاہدات میں ترقی کرتے ہیں۔ اسی قدر ان کی معرفت وانکشاف کا درجہ بلند ہوتا جاتا ہے اور وہ باتیں سوجھنے لگتی ہیں کہ دوسروں کو ان کا احساس تک نہیں ہوتا۔

③ یعنی اللہ کی حمایت ونصرت نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (تم سورۃ العنکبوت فللّٰہ الحمد والمنہ)

سورۃ الروم

ادنی الارض کی تفسیر "اَدْنَى الْاَرْضِ" (ملتے ہوئے ملک یا پاس والے ملک) سے مراد "اذرعات" "وبصریٰ" کے درمیان کا خطہ ہے جو "شام" کی سرحد پر "حجاز" سے ملتا ہوا مکہ کے قریب واقع ہوا ہے۔ یا "فلسطین" مراد ہو جو رومیوں کے ملک سے نزدیک تھا۔ یا "جزیرہ ابن عمر" جو فارس سے اقرب ہے۔ ابن حجر نے پہلے قول کی تصحیح کی ہے۔ واللہ اعلم۔

قرآن کی حیرت انگیز پیشینگوئی یعنی نو سال کے اندر اندر رومی غالب ہو جائیں گے۔ کیونکہ لغت میں اور حدیث میں "بضع" کا اطلاق تین سے نو تک ہوا ہے۔ ان آیات میں قرآن نے ایک عجیب و غریب پیشینگوئی کی جو اس کی صداقت کی عظیم الشان دلیل ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس زمانہ کی بڑی بھاری دو سلطنتیں "فارس" (جسے "ایران" کہتے ہیں) اور "روم" مدت دراز سے آپس میں ٹکراتی چلی آتی تھیں۔ ۶۰۲ء سے لے کر ۶۱۴ء کے بعد تک ان کی حریفانہ نبرد آزمائیوں کا سلسلہ جاری رہا کیا، جیسا کہ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کی تصریحات سے ظاہر ہے۔ ۵۷۰ء میں نبی کریم ﷺ کی ولادت شریفہ اور چالیس سال بعد ۶۱۰ء میں آپ کی بعثت ہوئی۔ مکہ والوں میں

روم و فارس کی جنگ جنگ روم و فارس کے متعلق خبریں پہنچتی رہتی تھیں۔ اسی دوران میں نبی کریم ﷺ کے دعوائے نبوت اور اسلامی تحریک نے ان لوگوں کے لئے ان جنگی خبروں میں ایک خاص دلچسپی پیدا کر دی۔ فارس کے آتش پرست مجوس کو مشرکین مکہ مذہباً اپنے سے نزدیک سمجھتے تھے۔ اور روم کے نصاریٰ اہل کتاب ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے بھائی یا کم از کم ان کے قریبی دوست قرار دیئے جاتے تھے۔ جب فارس کے غلبہ کی خبر آتی مشرکین مکہ مسرور ہوتے اور اس سے مسلمانوں کے مقابلہ میں اپنے غلبہ کی فال لیتے اور خوش آئند توقعات باندھتے تھے۔ مسلمانوں کو بھی طبعاً صدمہ ہوتا کہ عیسائی اہل کتاب آتش پرست مجوسیوں سے مغلوب ہوں، ادھر ان کو مشرکین مکہ کی شماتت کا ہدف بننا پڑے

فارس کی روم پر فتح آخر ۶۱۴ء کے بعد (جبکہ ولادت نبوی کو قمری حساب سے تقریباً پینتالیس سال اور بعثت کے پانچ سال گذر چکے) خسرو پرویز (کسریٰ ثانی) کے عہد میں فارس نے روم کو ایک مہلک اور فیصلہ کن شکست دی۔ شام، مصر، ایشیائے کوچک وغیرہ سب ممالک رومیوں کے ہاتھ سے نکل گئے۔ ہرقل قیصر روم کو ایرانی لشکر نے قسطنطنیہ میں پناہ گزین ہونے پر مجبور کر دیا اور رومیوں کا دارالسلطنت بھی خطرہ میں پڑ گیا، بڑے بڑے پادری قتل یا قید ہو گئے۔ بیت المقدس سے عیسائیوں کی سب سے زیادہ مقدس صلیب بھی ایرانی فاتحین لے اڑے۔ قیصر روم کا اقتدار بالکل فنا ہو گیا۔ بظاہر اسباب کوئی صورت روم کے ابھرنے اور فارس کے تسلط سے نکلنے کی باقی نہ رہی۔

مشرکین مکہ کی خوشیاں یہ حالات دیکھ کر مشرکین مکہ نے خوب بغلیں بجائیں۔ مسلمانوں کو چھیڑنا شروع کیا، بڑے بڑے حوصلے اور توقعات قائم کرنے لگے حتیٰ کہ بعض مشرکین نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آج ہمارے بھائی ایرانیوں نے تمہارے بھائی رومیوں کو مٹا دیا ہے کل ہم بھی تمہیں اسی طرح مٹا ڈالیں گے۔ اس وقت قرآن نے سلسلہ اسباب ظاہری کے بالکل خلاف عام اعلان کر دیا کہ بیشک اس وقت رومی فارس سے مغلوب ہو گئے ہیں لیکن نو سال کے اندر اندر وہ پھر غالب و منصور ہوں گے

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی شرط اس پیشینگوئی کی بناء پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بعض مشرکین سے شرط باندھ لی (اس وقت تک ایسی شرط لگانا حرام نہ ہوا تھا) کہ اگر اتنے سال تک رومی غالب نہ ہوئے تو میں سو اونٹ تم کو دوں گا، ورنہ اسی قدر اونٹ تم مجھ کو دو گے۔ شروع میں حضرت ابوبکرؓ نے اپنی رائے سے "بضع سنین" کی میعاد کچھ کم رکھی تھی۔ بعدہٗ نبی کریم ﷺ کے ارشاد سے "بضع" کے لغوی مدلول یعنی نو سال پر معاہدہ ٹھہرا۔ ادھر ہرقل قیصر روم نے اپنے زائل شدہ اقتدار کو واپس لینے کا تہیہ کر لیا اور منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ کو فارس پر فتح دی تو "حمص" سے پیدل چل کر "ایلیا" (بیت المقدس) تک پہنچوں گا۔ خدا کی قدرت دیکھو کہ قرآنی پیشینگوئی کے مطابق ٹھیک نو سال کے اندر یعنی ہجرت کا ایک سال گزرنے پر عین بدر کے دن جبکہ مسلمان اللہ کے فضل سے مشرکین پر نمایاں فتح و نصرت حاصل ہونے کی خوشیاں منا رہے تھے، یہ خبر سن کر اور زیادہ مسرور ہوئے کہ رومی اہل کتاب کو خدا تعالیٰ نے ایران کے مجوسیوں پر غالب فرمایا، اس ضمن میں مشرکین مکہ کو مزید خزلان و خسران نصیب ہوا۔ قرآن کی اس عظیم الشان اور محیر العقول پیشین گوئی کی صداقت کا مشاہدہ کر کے بہت لوگوں نے اسلام قبول کیا اور حضرت ابوبکرؓ نے سو اونٹ مشرکین مکہ سے وصول کئے جن کے متعلق حضور ﷺ نے حکم دیا کہ صدقہ کر دیئے جائیں۔ فللہ الحمد علیٰ نعمآئہ الظاہرۃ و الائہ الباہرۃ۔

الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ ؕ وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ

ہاتھ ہیں سب کام پہلے اور پچھلے ﴿۱﴾ اور اس دن خوش ہوں گے

الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ﴿۴﴾ بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ

مسلمان اللہ کی مدد سے ﴿۲﴾ مدد کرتا ہے جس کی چاہتا ہے اور وہی ہے زبردست

الرَّحِيْمُ ۙ﴿۵﴾ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ

رحم والا ﴿۳﴾ اللہ کا وعدہ ہو چکا خلاف نہ کرے گا اللہ اپنا وعدہ لیکن

اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶﴾ يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ

بہت لوگ نہیں جانتے ﴿۴﴾ جانتے ہیں اوپر اوپر

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚۖ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ﴿۷﴾ اَوَلَمْ

دنیا کے جینے کو اور وہ لوگ آخرت کی خبر نہیں رکھتے ﴿۵﴾ کیا

يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۫ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ

دھیان نہیں کرتے اپنے جی میں کہ اللہ نے جو بنائے آسمان اور

الْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَ

زمین اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے سو ٹھیک سادھ کر اور وعدہ مقرر پر ﴿۶﴾ اور

اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ﴿۸﴾

بہت لوگ اپنے رب کا ملنا نہیں مانتے ﴿۷﴾

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ

کیا انہوں نے سیر نہیں کی ملک کی جو دیکھیں انجام کیسا ہوا

۱ یعنی پہلے فارس کو غالب کرنا، روم کو مغلوب کرنا، اور پیچھے حالات کو الٹ دینا، سب اللہ کے قبضہ میں ہے۔ صرف اتنی بات سے کسی قوم کے مقبول ومردود ہونے کا فیصلہ نہیں ہوسکتا۔ "وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ۔"

۲ **پیشینگوئی کا سچا ہونا** یعنی ایک تو اس دن اپنی فتح کی خوشی اس پر مزید خوشی یہ ہوئی کہ رومی اہل کتاب (جو نسبۃً مسلمانوں سے اقرب تھے) فارس کے مجوسیوں پر غالب آئے۔ قرآن کی پیشینگوئی کے صدق کا لوگوں نے مشاہدہ کرلیا۔ کفار مکہ کو ہر طرح ذلت نصیب ہوئی۔

۳ یعنی جسے مغلوب کرنا چاہے تو کوئی زبردستی کرکے روک نہ سکے اور جس پر مہربانی فرمانا چاہے اسے بے روک ٹوک غالب کرکے رہے۔

۴ **لوگوں کی حقیقت سے لاعلمی** یعنی اکثر لوگ نہیں سمجھتے کہ غالب یا مغلوب کرنے میں اللہ تعالیٰ کی کیا کیا حکمتیں ہیں اور یہ کہ قدرت جب کوئی کام کرنا چاہے تو سب ظاہری رکاوٹیں دور ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اسی لئے اکثر ظاہر بین بغیر اسباب ظاہری خدا پر بھروسہ نہیں رکھتے اور کسی کا عارضی غلبہ دیکھ کر سمجھنے لگتے ہیں کہ یہ ہی اللہ کے ہاں مقبول ہوگا۔

۵ **دُنیوی زندگی کا سطحی علم** یعنی یہ لوگ دنیوی زندگی کی ظاہری سطح کو جانتے ہیں۔ یہاں کی آسائش وآرائش، کھانا، پینا، پہننا اوڑھنا، بونا جوتنا، پیسہ کمانا، مزے اڑانا بس یہ ہی ان کے علم وتحقیق کی انتہائی جولان گاہ ہے۔ اس کی خبر ہی نہیں کہ اس زندگی کی تہ میں ایک دوسری زندگی کا راز چھپا ہوا ہے جہاں پہنچ کر اس دنیوی زندگی کے بھلے برے نتائج سامنے آئیں گے۔ ضروری نہیں کہ جو شخص یہاں خوشحال نظر آتا ہے وہاں بھی خوشحال رہے۔ بھلا آخرت کا معاملہ تو دور ہے، یہیں دیکھ لو کہ ایک شخص یا ایک قوم کبھی دنیا میں عروج حاصل کرلیتی ہے لیکن اس کا آخری انجام ذلت وناکامی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

۶ **کائنات کی تخلیق میں غور وفکر** یعنی عالم کا اتنا زبردست نظام اللہ تعالیٰ نے بیکار نہیں پیدا کیا۔ کچھ اس سے مقصود ضرور ہے وہ آخرت میں نظر آئے گا۔ ہاں یہ سلسلہ ہمیشہ چلتا رہتا تو ایک بات تھی، لیکن اس کے تغیرات واحوال میں غور کرنے سے پتہ لگتا ہے کہ اس کی کوئی حد اور انتہاء ضرور ہے۔ لہٰذا ایک وعدہ مقررہ پر یہ عالم فنا ہوگا اور دوسرا عالم اس کے نتیجہ کے طور پر قائم کیا جائے گا۔

۷ وہ سمجھتے ہیں کہ کبھی خدا کے سامنے جانا ہی نہیں جو حساب وکتاب دینا پڑے۔

عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ط كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً

ان سے پہلوں کا — ان سے زیادہ تھے — زور میں

وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَ

اور جوتا (باہا) انہوں نے زمین کو — اور بسایا اس کو — ان کے بسانے سے زیادہ — اور

جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ط فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ

پہنچے ان کے پاس رسول ان کے — لیکر کھلے حکم ۱ — سو (اور) اللہ نہ تھا — ان پر ظلم کرنے والا

وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝۹ ط ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ

لیکن وہ اپنا آپ برا کرتے تھے ۲ — پھر ہوا — انجام

الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ

برا کرنے والوں کا برا — اس واسطے کہ جھٹلاتے تھے اللہ کی باتیں — اور

كَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۱۰ ع اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ

ع

ان پر ٹھٹھے کرتے تھے ۳ — اللہ بناتا ہے پہلی بار — پھر اس کو دہرائے گا

ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۱۱ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ

پھر اسی کی طرف پھر جاؤ گے — اور جس دن برپا (قائم) ہوگی قیامت — آس توڑ کر رہ جائیں گے

الْمُجْرِمُوْنَ ۝۱۲ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا

گنہگار — اور نہ ہوں گے — ان کے شریکوں میں — کوئی ان کے سفارش کرنے والے

وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝۱۳ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ

اور وہ ہو جائیں گے — اپنے شریکوں سے منکر ۴ — اور جس دن قائم (برپا) ہوگی قیامت

پچھلی قوموں کے حالات سے عبرت یعنی بڑی بڑی طاقتور قومیں (مثلاً عاد وثمود) جنہوں نے زمین کو بوجوت کر لالہ وگلزار بنایا، اسے کھود کر چشمے اور کانیں نکالیں، ان منکرین سے بڑھ کر تمدن کو ترقی دی، لمبی عمریں پائیں اور زمین کو ان سے زیادہ آباد کیا۔ وہ آج کہاں ہیں؟ جب اللہ کے پیغمبر کھلے نشان اور احکام لے کر آئے اور انہوں نے تکذیب کی تو کیا نہیں سنا کہ انجام کیا ہوا۔ کس طرح تباہ و برباد کئے گئے۔ ان کے ویران کھنڈر آج بھی ملک میں چل پھر کر دیکھ سکتے ہیں۔ کیا ان میں ان بے فکروں کے لئے کوئی عبرت نہیں۔

اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں تو ظلم کا امکان نہیں۔ ہاں یہ لوگ خود اپنے ہاتھوں اپنی جڑ پر کلہاڑی مارتے ہیں اور وہ کام کرتے ہیں۔ جن کا نتیجہ بربادی ہو تو یہ اپنی جان پر خود ہی ظلم کرنا ہوا۔ ورنہ اللہ تعالٰی کے عدل ورحم کی کیفیت تو یہ ہے کہ بے رسول بھیجے اور بدون پوری طرح ہشیار کئے کسی کو پکڑتا بھی نہیں۔

تکذیب واستہزاء کا انجام وہ نتیجہ تو دنیا میں دیکھا تھا پھر آخرت میں تکذیب واستہزاء کی جو سزا ہے وہ الگ رہی۔ موجودہ اقوام کو چاہئے کہ گذشتہ قوموں کے احوال سے عبرت پکڑیں کیونکہ ایک قوم کو جن باتوں پر سزا ملی سب کو وہی سزا مل سکتی ہے۔ سب کی فنا بھی ایک کی فنا سے سمجھو اور سب کی سزا بھی ایک کی سزا سے۔

یعنی جن کو اللہ کا شریک بناتے تھے جب وقت پر کام نہ آئیں گے تو منکر ہو کر کہنے لگیں گے کہ "وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ۔" (خدا کی قسم ہم مشرک نہ تھے)

يَوْمَىِٕذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

اس دن لوگ ہوں گے قسم قسم ۞ سو جو لوگ یقین لائے اور کیئے

الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ

بھلے کام سو باغ میں ہوں گے ان کی آؤ بھگت ہوگی ۞ اور جو

كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي

منکر ہوئے اور جھٹلائیں ہماری باتیں اور ملنا پچھلے گھر کا سو وہ

الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَ

عذاب میں پکڑے آئیں گے سو پاک اللہ کی یاد کرو جب شام کرو اور

حِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ

جب صبح کرو اور اسی کی خوبی ہے آسمان میں اور

الْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ يُخْرِجُ الْحَيَّ

زمین میں اور پچھلے وقت اور جب دوپہر ہو ۞ نکالتا ہے زندہ کو

مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ

مردہ سے اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے اور زندہ کرتا ہے

الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ

زمین کو اس کے مرنے کے پیچھے اور اسی طرح تم نکالے جاؤ گے ۞ اور اس کی نشانیوں سے ہے

ع ۲

اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ﴿۲۰﴾

یہ کہ تم کو بنایا مٹی سے پھر اب تم انسان ہو زمین میں پھیلے پڑے ۞

۱ یعنی نیک و بد ہر قسم کے لوگ الگ الگ کر دیئے جائیں گے اور علیحدہ علیحدہ اپنے ٹھکانہ پر پہنچا دیئے جائیں گے۔ جس کی تفصیل اگلی آیت میں ہے۔

۲ یعنی انعام و اکرام سے نوازے جائیں گے اور ہر قسم کی لذت و سرور سے بہرہ اندوز ہوں گے۔ یہ نیکوں کا ٹھکانہ ہوا۔ آگے بدوں کی جگہ بتلائی ہے۔ مطلب یہ ہے، کہ دونوں میں ایسی تفریق اور جدائی کر دی جائے گی جس سے بڑھ کر کوئی جدائی نہیں ہو سکتی۔

۳ **صبح و شام ذکر اللہ کی تاکید** یعنی جنت چاہتے ہو تو اللہ پاک کی یاد کرو جو دل، زبان اور اعضاء و جوارح سب سے ہوتی ہے۔ نماز میں تینوں قسم کی یاد جمع کر دی گئی۔ اور اوقات فرض نماز کے یہ ہی ہیں جو آیت میں بیان ہوئے۔ یعنی صبح، شام (جس میں مغرب وعشاء شامل ہیں) دن کے پچھلے وقت (عصر) اور دو پہر ڈھلنے کے بعد (ظہر) کی نمازیں ہیں ان اوقات میں حق تعالیٰ کی رحمت یا قدرت وعظمت کے آثار بہت زیادہ نمایاں ہوتے ہیں۔ آفتاب عالم اجسام میں سب سے بڑا روشن کرہ ہے۔ جس کے بلاواسطہ یا بالواسطہ فیض و تاثیر سے عالم اسباب میں شاید ہی کوئی مادی مخلوق مستثنیٰ ہو۔

نماز کے اوقات کی حکمت (جیسا کہ ارض القرآن کے مصنف نے بہت شرح وبسط سے اس کو ثابت کیا ہے) اسی بناء پر سیارہ پرستوں نے اسے اپنا معبود اکبر قرار دیا تھا جس کی طرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول "هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ" میں اشارہ ہے۔ اس کے عجز و بیچارگی اور آفتاب پرستوں کی اس کے فیض سے محرومی کا کھلا ہوا مظاہرہ بھی ان ہی پانچ اوقات میں ہوتا ہے۔ صبح کو جب تک طلوع نہیں ہوا اور دو پہر ڈھلنے پر جبکہ اس کے عروج میں کمی آنی شروع ہوئی اور عصر کے وقت جبکہ اس کی حرارت اور روشنی میں نمایاں طور پر ضعف آ گیا اور غروب کے بعد جب اس کی نورانی شعاعوں کے اتصال سے اس کے پجاری محروم ہو گئے۔ پھر عشاء کے وقت جب شفق بھی غائب ہو گئی اور روشنی کے ادنیٰ ترین آثار بھی افق پر باقی نہ رہے۔ ان اوقات میں موحدین کو حکم ہوا کہ خدائے اکبر کی عبادت کریں۔ اور شروع صلوٰۃ ہی میں "اللہ اکبر" کہہ کر اس موحد اعظم (ابراہیم خلیل اللہ) کی اقتداء کرتے رہیں۔ جس نے "هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ" کے بعد فرمایا تھا "اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ" (انعام۔ رکوع ۹) شاید آیت ہذا میں "وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" فرما کر یہ ہی یاد دلایا ہے کہ تسبیح و تنزیہ اور یاد کرنے کے لائق وہ ہی ذات ہو سکتی ہے جس کی خوبی آسمان و زمین کی کل کائنات زبان حال و قال سے بیان کر رہی ہے کوئی مجبور و عاجز مخلوق اس کا استحقاق نہیں رکھتی خواہ وہ دیکھنے میں کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو۔ آگے اسی خدائے اکبر کی بعض شئون عظیمہ اور صفات کاملہ کا بیان ہے تا معبودیت کا استحقاق اور زیادہ واضح ہو جائے اسی ضمن میں بعث بعد الموت کے مسئلہ پر بھی کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔

۴ **مُردہ سے زندہ کو اور زندہ سے مُردہ کو پیدا کرنا** یعنی انسان کو نطفہ سے، نطفہ کو انسان سے، جانور کو بیضہ سے اور بیضہ کو جانور سے، مومن کو کافر سے، کافر کو مومن سے پیدا کرتا ہے اور زمین جب خشک ہو کر مر جاتی ہے تو رحمت کے پانی سے پھر زندہ کر کے سبز و شاداب کر دیتا ہے۔ غرض موت و حیات حقیقی ہو یا مجازی، حسی ہو یا معنوی، سب کی باگ اسی کے ہاتھ میں ہے۔ پھر تم کو زندہ کر کے قبروں سے نکال کھڑا کرنا اس کے نزدیک کیا مشکل ہوگا۔

۵ **اللہ کی بعض نشانیاں** یعنی آدم کو مٹی سے بنایا، پھر دیکھو قدرت نے اسے کتنا پھیلایا کہ ساری زمین پر اس کی ذریت چھا گئی اور زمین میں پھیل کر کیسی کیسی عجیب و غریب ہوشیاریاں اس مٹی کے پتلے نے دکھلائیں۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا

اور اس کی نشانیوں سے ہے — یہ کہ بنا دیے تمہارے واسطے — تمہاری قسم سے جوڑے

لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ

کہ چین سے رہو (پکڑو) ان کے پاس — اور رکھا تمہارے بیچ میں — پیار — اور مہربانی — البتہ

فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۲۱ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ

اس میں بہت پتے کی باتیں ہیں ان کے لیے جو دھیان کرتے ہیں ۞۱ — اور اس کی نشانیوں سے ہے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ۭ

آسمان اور زمین کا بنانا — اور طرح طرح کی بولیاں تمہاری — اور رنگ

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ۝۲۲ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ

اس میں بہت نشانیاں ہیں — سمجھنے (سوچنے) والوں کو ۞۲ — اور اس کی نشانیوں سے ہے — تمہارا سونا

بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاۗؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ

رات اور دن میں — اور تلاش کرنا — اس کے فضل سے ۞۳ — اس میں

ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ۝۲۳ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ

بہت پتے ہیں — ان کو جو سنتے ہیں ۞۴ — اور اس کی نشانیوں سے ہے — یہ کہ دکھلاتا ہے

الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَيُحْيٖ

تم کو بجلی — ڈر اور امید کے لیے ۞۵ — اور اتارتا ہے — آسمان سے پانی — پھر زندہ کرتا ہے

بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

اس سے زمین کو — مر گئے پیچھے — اس میں — بہت پتے ہیں

◆ **مرد وعورت کی تخلیق کی حکمت** یعنی اول مٹی سے ایک آدم کو پیدا کیا پھر اسی کے اندر سے اس کا جوڑا نکالا تا اس سے انس اور چین پکڑے اور پیدائشی طور پر دونوں صنفوں (مرد وعورت) کے درمیان خاص قسم کی محبت اور پیار رکھ دیا۔ تا مقصود از دواج حاصل ہو۔ چنانچہ دونوں کے میل جول سے نسل انسانی دنیا میں پھیل گئی۔ کما قال تعالیٰ ''یٰاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً'' (نساء۔ رکوع ۱)

◆ **رنگ وزبان کا اختلاف** سب انسان ایک ماں باپ سے بنائے، ملا کر بسائے، پھر تمام روئے زمین پر ان کو پھیلا دیا۔ سب کی جدا جدا بولیاں کر دیں۔ ایک ملک کا آدمی دوسرے ملک میں جا کر زبان کے اعتبار سے محض اجنبی ہو گیا۔ پھر دیکھو کہ شروع دنیا سے آج تک کتنے بیشمار آدمی پیدا ہوئے مگر کوئی دو آدمی ایسے نہ ملیں گے جن کا لب ولہجہ، تلفظ، طرز تکلم بالکل یکساں ہو۔ جس طرح ہر آدمی کی شکل وصورت اور رنگت وغیرہ دوسرے سے ممتاز ہے، آواز اور لب ولہجہ بھی بالکل الگ ہے کوئی دو شخص ایسے نہ ملیں گے جن کی آواز اور رنگ، روپ میں کوئی مابہ الامتیاز نہ ہو۔ ابتدائے عالم سے آج تک برابر نئی نئی صورتیں اور بولنے کے نئے نئے طور نکلتے چلے آتے ہیں۔ اس خزانہ میں کبھی ٹوٹا نہیں آیا حقیقت میں یہ کتنا بڑا نشان حق تعالیٰ کی قدرت عظیمہ کا ہے۔

◆ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ انسان کی دو حالتیں بدلتی ہیں، سویا تو بے خبر پتھر کی طرح اور روزی کی تلاش میں لگا تو ایسا ہوشیار کوئی نہیں۔ اصل تو رات ہے سونے کو اور دن تلاش کو، پھر دونوں وقت دونوں کام ہوتے ہیں۔

◆ یعنی جو سن کر محفوظ رکھتے ہیں۔ کما فی تفسیر ابن کثیرؒ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ''اپنے سونے کا احوال نظر نہیں آتا۔ سو لوگوں کی زبانی سنتے ہیں۔'' (موضح) یہ لفظ ''یَسْمَعُوْنَ'' اختیار کرنے کا نکتہ ہوا۔

◆ **بجلی کی چمک اور بارش میں نشانیاں** بجلی کی چمک دیکھ کر لوگ ڈرتے ہیں کہیں کسی پر گر نہ پڑے۔ یا بارش زیادہ نہ ہو جائے جس سے جان ومال تلف ہوں۔ اور امید بھی رکھتے ہیں کہ بارش ہو تو دنیا کا کام چلے۔ مسافر کبھی اندھیرے میں اس کی چمک کو غنیمت سمجھتا ہے کہ کچھ دور تک راستہ نظر آ جائے۔ اور کبھی خوف کھا کر گھبراتا ہے۔

لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَ

ان کے لیے جو سوچتے ہیں ﴿۱﴾ اور اس کی نشانیوں سے یہ ہے کہ کھڑا ہے آسمان اور

الْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ؕ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖ ق مِّنَ

زمین اس کے حکم سے ﴿۲﴾ پھر جب پکارے گا تم کو ایک بار

الْاَرْضِ ۖ ق اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَلَهٗ مَنْ فِي

زمین میں سے اسی وقت تم نکل پڑو گے ﴿۳﴾ اور اسی کا ہے جو کوئی ہے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَهُوَ الَّذِيْ

آسمان اور زمین میں سب اس کے حکم کے تابع ہیں ﴿۴﴾ اور وہی ہے جو

يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ وَلَهُ

پہلی بار بناتا ہے پھر اس کو دہرائے گا اور وہ آسان ہے اس پر ﴿۵﴾ اور اس کی

الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ

شان سب سے اوپر ہے آسمان اور زمین میں اور وہی ہے زبردست

الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾ ع ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ هَلْ لَّكُمْ

حکمتوں والا ﴿۶﴾ بتلائی تم کو ایک مثل تمہارے اندر سے دیکھو

مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ

جو تمہارے ساتھ کے مال ہیں ان میں ہیں کوئی ساجھی تمہارے ہماری دی ہوئی روزی میں

فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ؕ

کہ تم سب اس میں برابر رہو خطرہ رکھو ان کا جیسے خطرہ رکھو اپنوں کا

۱ یعنی اسی سے سمجھ لو کہ مرے پیچھے تمہارا پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔

۲ **زمین و آسمان کا قیام** پہلے آسمان و زمین کا پیدا کرنا مذکور ہوا تھا یہاں ان کے بقاء و قیام کو بتلایا کہ وہ بھی اسی کے حکم سے ہے۔ مجال نہیں کہ کوئی اپنے مرکز ثقل سے ہٹ جائے۔ یا ایک دوسرے پر گر کر نظام کائنات کو درہم برہم کردے۔

۳ یعنی زمین و آسمان جب تک اس کا حکم ہے قائم رہیں گے۔ پھر جس وقت دنیا کی میعاد پوری ہو جائیگی اللہ تعالیٰ کی ایک پکار پر تم سب قبروں سے نکلے چلے آؤ گے میدان حشر کی طرف۔

۴ یعنی آسمان و زمین کے رہنے والے سب اسی کے مملوک بندے اور اسی کی رعیت ہیں، کس کی طاقت ہے کہ اس کے حکم تکوینی سے سرتابی کر سکے۔

۵ **آخرت کی زندگی پر احمقانہ شبہ** یعنی قدرت الٰہی کے سامنے تو سب برابر ہیں لیکن تمہارے محسوسات کے اعتبار سے اول بار پیدا کرنے سے دوسری بار دوہرا دینا آسان ہونا چاہئے پھر یہ عجیب بات ہے کہ اول پیدائش پر اسے قادر مانو اور دوسری مرتبہ پیدا کرنے کو مستبعد سمجھو۔

۶ **اللہ کی شان سب سے اعلیٰ ہے** یعنی اعلیٰ سے اعلیٰ صفات اور اونچی سے اونچی شان اس کی ہے۔ آسمان و زمین کی کوئی چیز اپنے حسن و خوبی میں اس کی شان و صفت سے لگاؤ نہیں کھا سکتی۔ مساوی ہونا تو کجا، وہ تو اس سے بھی بالا و برتر ہے جہاں تک مخلوق اس کے جلال و جمال کا تصور کر سکتی ہے۔ بلکہ جو خوبی کسی جگہ موجود ہے وہ اسی کے کمالات کا ادنیٰ پرتو ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "آسمان کے فرشتے نہ کھائیں نہ پئیں نہ حاجت بشری رکھیں، سوائے بندگی کے کچھ کام نہیں۔ اور زمین کے لوگ سب چیز میں آلودہ۔ پر اللہ کی صفت نہ ان سے ملے نہ ان سے، وہ پاک ذات ہے" (موضح)

ے اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم ۔۔۔ وز ہر چہ گفتہ اند شنیدیم و خواندہ ایم
منزل تمام گشت و بپایاں رسید عمر ۔۔۔ ما ہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم
وللہ درُّ من قال ۔ اے بروں از وہم و قال و قیل من ۔۔۔ خاک بر فرق من و تمثیل من

كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلِ اتَّبَعَ

یوں کھول کر بیان کرتے ہیں ہم نشانیاں (پتے) ان لوگوں کے لیے جو سمجھتے ہیں (سوچتے ہیں) ۱ بلکہ چلتے

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ

ہیں یہ بے انصاف اپنی خواہشوں پر بن سمجھے ۲ سو کون سمجھائے جس کو

اَضَلَّ اللّٰهُ ۭ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقِمْ وَجْهَكَ

اللہ نے بھٹکایا اور کوئی نہیں ان کا مددگار ۳ سو تو سیدھا رکھ اپنا منہ

لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۭ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ

دین پر ایک طرف کا ہو کر ۴ وہی تراش اللہ کی جس پر تراشا لوگوں

عَلَيْهَا ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۤ

کو ۵ بدلنا نہیں اللہ کے بنائے ہوئے کو ۶ یہی ہے دین سیدھا (درست)

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ

ولیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے ۷ سب رجوع ہو کر اس کی طرف ۸

وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۳۱﴾

اور اس سے ڈرتے رہو اور قائم رکھو نماز اور مت ہو شرک کرنے والوں میں

۱ **شرک کی مذمت کی ایک بلیغ مثال** یعنی شرک کا قبح و بطلان سمجھانے کے لئے اللہ تعالیٰ خود تمہارے ہی احوال میں سے ایک مثال نکال کر بیان فرماتا ہے۔ وہ یہ کہ تمہارے ہاتھ کا مال (یعنی لونڈی غلام) جن کے تم محض ظاہری اور مجازی مالک ہو کیا اپنی روزی اور مال و متاع میں جو حق تعالیٰ نے دے رکھی ہے، تم ان کو برابر کا شریک تسلیم کر سکتے ہو جس طرح مشترک اموال و جائیداد میں اپنے بھائی بند حصہ دار ہوتے ہیں اور ہر وقت کھٹکا رہتا ہے کہ مشترک چیز میں تصرف کرنے پر برہم ہو جائیں یا تقسیم کرانے لگیں یا کم از کم سوال کر بیٹھیں کہ ہماری اجازت اور مرضی کے بدون فلاں کام کیوں کیا۔ کیا ایسا ہی کھٹکا ایک آقا کو اپنے غلام یا نوکر کی طرف سے ہوتا ہے۔ اگر نہیں تو سمجھنا چاہیئے کہ جب ایک جھوٹے مالک کا یہ حال ہے تو اس سچے مالک کو اپنے غلام کی کیا پروا ہو سکتی ہے جس کو تم حماقت سے اس کا ساجھی گنتے ہو۔ ایک غلام تو آقا کی ملک میں شریک نہ ہو سکے۔ حالانکہ دونوں خدا کی مخلوق ہیں اور اسی کی دی ہوئی

روزی کھاتے ہیں۔ مگر ایک مخلوق بلکہ مخلوق در مخلوق، خالق کی خدائی میں شریک ہو جائے! ایسی مہمل بات کوئی عقلمند قبول نہیں کر سکتا۔

۲ یعنی یہ بے انصاف لوگ ایسی صاف و واضح باتوں کو کیونکر سمجھیں۔ وہ سمجھنا چاہتے ہی نہیں بلکہ جہالت اور ہوا پرستی سے محض اوہام و خواہشات کی پیروی پر تلے ہوئے ہیں۔

۳ یعنی جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کی بے انصافی جہل اور ہوا پرستی کی بدولت راہ حق پر چلنے اور سمجھنے کی توفیق نہ دی۔ اب کون طاقت ہے جو اسے سمجھا کر راہ حق پر لے آئے یا مدد کر کے گمراہی اور تباہی سے بچالے لہٰذا ایسوں کی طرف سے زیادہ متحسر اور غمگین ہونے کی ضرورت نہیں۔ ان سے قطع نظر کر کے آپ ہمہ تن اپنے پروردگار کی طرف توجہ کیجئے۔ اور دین فطرت پر جمے رہئے۔

۴ یعنی جو گمراہی سے کسی طرح نکلنا نہیں چاہتا اسے شرک کی دلدل میں پڑا رہنے دو اور تم ہر طرف سے منہ موڑ کر ایک خدا کے ہو رہو۔ اور اس کے سچے دین کو پوری توجہ اور یک جہتی سے تھامے رکھو۔

۵ **انسان کی فطرت اسلام ہے** اللہ تعالیٰ نے آدمی کی ساخت اور تراش شروع سے ایسی رکھی ہے کہ اگر وہ حق کو سمجھنا اور قبول کرنا چاہے تو کر سکے اور بدءِ فطرت سے اپنی اجمالی معرفت کی ایک چمک اس کے دل میں بطور تخم ہدایت کے ڈال دی ہے کہ اگر گرد و پیش کے احوال اور ماحول کے خراب اثرات سے متاثر نہ ہو اور اصلی طبیعت پر چھوڑ دیا جائے تو یقیناً دین حق کو اختیار کرے کسی دوسری طرف متوجہ نہ ہو۔ "عہد الست" کے قصہ میں اسی کی طرف اشارہ ہے اور احادیث صحیحہ میں تصریح ہے کہ ہر بچہ فطرۃ (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے بعدہٗ ماں باپ اسے یہودی، نصرانی اور مجوسی بنا دیتے ہیں۔ ایک حدیث قدسی میں ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو "حنفاء" پیدا کیا۔ پھر شیاطین نے اغواء کر کے انہیں سیدھے راستہ سے بھٹکا دیا۔ بہرحال دین حق، دین حنیف اور دین قیم وہ ہے کہ اگر انسان کو اس کی فطرت پر مخلی بالطبع چھوڑ دیا جائے تو اپنی طبیعت سے اسی کی طرف جھکے۔ تمام انسانوں کی فطرت اللہ تعالیٰ نے ایسی ہی بنائی ہے جس میں کوئی تفاوت اور تبدیلی نہیں۔ فرض کرو۔ اگر فرعون یا ابوجہل کی اصلی فطرت میں یہ استعداد اور صلاحیت نہ ہوتی تو ان کو قبول حق کا مکلف بنانا صحیح نہ ہوتا۔ جیسے اینٹ پتھر، یا جانوروں کو شرائع کا مکلف نہیں بنایا۔ فطرت انسانی کی اسی یکسانیت کا یہ اثر ہے کہ دین کے بہت سے اصول مہمہ کو کسی نہ کسی رنگ میں تقریباً سب انسان تسلیم کرتے ہیں گو ان پر ٹھیک ٹھیک قائم نہیں رہتے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی اللہ سب کا مالک حاکم، سب سے نرالا۔ کوئی اس کے برابر نہیں، کسی کا زور اس پر نہیں، یہ باتیں سب جانتے ہیں۔ اس پر چلنا چاہئے۔ ایسے ہی کسی کے جان و مال کو ستانا، ناموس میں عیب لگانا، ہر کوئی برا جانتا ہے۔ ایسے ہی اللہ کو یاد کرنا، غریب پر ترس کھانا، حق پورا دینا، دغا نہ کرنا ہر کوئی اچھا جانتا ہے۔ اس (راستہ) پر چلنا وہی دین سچا ہے (یہ امور فطری تھے مگر) ان کا بندوبست پیغمبروں کی زبان سے اللہ تعالیٰ نے سکھلا دیا۔"

۶ یعنی اصل پیدائش کے اعتبار سے کوئی فرق اور تغیر و تبدل نہیں۔ ہر فرد انسان کی فطرت قبول حق کے لئے مستعد بنائی ہے یا یہ مطلب کہ اللہ نے جس فطرت پر پیدا کیا اس کو تم اپنے اختیار سے بدل کر خراب نہ کرو۔ بیج تم میں ڈال دیا ہے اسے بے توجہی یا بے تمیزی سے ضائع مت ہونے دو۔

۷ **دین قیم** یعنی سیدھا دین یہی فطرت کی آواز ہے۔ پر بہت لوگ اس نکتہ کو سمجھتے نہیں۔

۸ **دین فطرت کے چند اصول** یعنی اصل دین پکڑے رہو، اس کی طرف رجوع ہو کر۔ اگر محض دنیوی مصلحت کے واسطے یہ کام کئے تو دین درست نہ ہوگا۔ آگے دین فطرت کے چند اہم اصول کی طرف توجہ دلائی ہے۔ مثلاً اتقاء (خدا سے ڈرتے رہنا)، نماز قائم رکھنا، شرک جلی و خفی سے بیزار اور مشرکین سے علیحدہ رہنا، اپنے دین میں پھوٹ نہ ڈالنا۔

مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۢ

جنہوں نے کہ پھوٹ ڈالی اپنے دین میں اور ہو گئے ان میں بہت فرقے ہر فرقہ

بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا

جو اس کے پاس ہے اس پر خوش (فریفتہ) ہے ﴿۱﴾ اور جب پہنچے لوگوں کو کچھ سختی تو پکاریں

رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً

اپنے رب کو اس کی طرف رجوع ہو کر پھر جہاں چکھائی ان کو اپنی طرف سے کچھ مہربانی

اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ

اسی وقت ایک جماعت ان میں اپنے رب کا شریک لگی بتانے کہ منکر ہو جائیں

اٰتَيْنٰهُمْ ؕ فَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ اَنْزَلْنَا

ہمارے دیئے ہوئے سے سو مزے اڑا لو (کام چلا لو) اب آگے جان لو گے ﴿۲﴾ کیا ہم نے ان پر

عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۵﴾

اتاری ہے کوئی سند سو وہ بول رہی ہے (بتلاتی ہے) جو یہ شریک بتاتے ہیں ﴿۳﴾

وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ؕ وَاِنْ تُصِبْهُمْ

اور جب چکھائیں ہم لوگوں کو کچھ مہربانی اس پر پھولے نہیں سماتے اور اگر آ پڑے ان پر

سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ﴿۳۶﴾

کچھ برائی اپنے ہاتھوں کے بھیجے ہوئے پر تو آس توڑ بیٹھیں ﴿۴﴾

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ

کیا نہیں دیکھ چکے کہ اللہ پھیلا دیتا ہے روزی کو جس پر چاہے اور ماپ کر دیتا ہے جس کو چاہے

دین میں فرقہ بازی یعنی دین فطرت کے اصول سے علیحدہ ہو کر ان لوگوں نے اپنے مذہب میں پھوٹ ڈالی، بہت سے فرقے بن گئے۔ ہر ایک کا عقیدہ الگ، مذہب و مشرب جدا، جس کسی نے غلط کاری یا ہوا پرستی سے کوئی عقیدہ قائم کر دیا یا کوئی طریقہ ایجاد کر لیا، ایک جماعت اسی کے پیچھے ہو گئی تھوڑے دن بعد وہ ایک فرقہ بن گیا۔ پھر ہر فرقہ اپنے ٹھہرائے ہوئے اصول وعقائد پر خواہ وہ کتنے ہی مہمل کیوں نہ ہوں ایسا فریفتہ اور مفتون ہے کہ اپنی غلطی کا امکان بھی اس کے تصور میں نہیں آتا۔

انسان کی ناشکری یعنی جیسے بھلے کام ہر انسان کی فطرت پہچانتی ہے۔ اللہ کی طرف رجوع ہونا بھی ہر ایک کی فطرت جانتی ہے۔ چنانچہ خوف اور سختی کے وقت اس کا اظہار ہو جاتا ہے۔ بڑے سے بڑا سرکش مصیبت میں گھر کر خدائے واحد کو پکارنے لگتا ہے۔ اس وقت جھوٹے سہارے سب ذہن سے نکل جاتے ہیں۔ وہی سچا مالک یاد رہ جاتا ہے جس کی طرف فطرت انسانی رہنمائی کرتی تھی۔ مگر افسوس کہ انسان اس حالت پر دیر تک قائم نہیں رہتا۔ جہاں خدا کی مہربانی سے مصیبت دور ہوئی، پھر اس کو چھوڑ کر جھوٹے دیوتاؤں کے بھجن گانے لگا۔ گویا اس کے پاس سب کچھ ان ہی کا دیا ہوا ہے! خدا نے کچھ نہیں دیا! (العیاذ باللہ) اچھا چند روز مزے اڑالے، آگے چل کر معلوم ہو جائے گا کہ اس کفر اور ناشکری کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ اگر آدمیت ہوتی تو سمجھتا کہ اس کا ضمیر جس خدا کو سختی اور مصیبت کے وقت پکار رہا تھا وہی اس لائق ہے کہ ہمہ وقت یاد رکھا جائے۔

شرک عقل سلیم اور فطرت کے خلاف ہے یعنی عقل سلیم اور فطرت انسانی کی شہادت شرک کو صاف طور پر رد کرتی ہے تو کیا اس کے خلاف وہ کوئی حجت اور سند رکھتے ہیں، جو بتلاتی ہو کہ خدا کی خدائی میں دوسرے بھی اس کے شریک ہیں (معاذ اللہ) اگر نہیں تو انہیں معبود بننے کا استحقاق کہاں سے ہوا۔

خوشی وغم میں کفار کی حالت یعنی ان لوگوں کی حالت عجیب ہے۔ جب اللہ کی مہربانی اور احسان سے عیش میں ہوں تو پھولے نہ سمائیں ایسے اترانے لگیں اور آپے سے باہر ہو جائیں کہ محسن حقیقی کو بھی یاد نہ رکھیں۔ اور کسی وقت شامت اعمال کی بدولت مصیبت کا کوڑا پڑا تو بالکل آس توڑ کر اور ناامید ہو کر بیٹھ رہیں۔ گویا اب کوئی نہیں جو مصیبت کے دور کرنے پر قادر ہو۔ مومن کا حال اس کے برعکس ہوتا ہے۔ وہ عیش وراحت میں منعم حقیقی کو یاد رکھتا ہے اس کے فضل ورحمت پر خوش ہو کر زبان ودل سے شکر ادا کرتا ہے اور مصیبت میں پھنس جائے تو صبر وتحمل کے ساتھ اللہ سے مدد مانگتا ہے اور امید رکھتا ہے کہ کتنی ہی سخت مصیبت ہو اور ظاہری اسباب کتنے ہی مخالف ہوں اس کے فضل سے سب فضا بدل جائے گی۔ **تنبیہ** ایک آیت پہلے فرمایا تھا کہ "لوگ سختی کے وقت خالص خدا کو پکارنے لگتے ہیں۔" یہاں فرمایا کہ "برائی پہنچتی ہے تو آس توڑ کر بیٹھ رہتے ہیں۔" دونوں میں کچھ اختلاف نہیں۔ پہلی حالت یعنی خدا کو پکارنا، ابتدائی منزل ہے۔ پھر جب مصیبت اور سختی میں امتداد ہوتا ہے تو آخر گھبرا کر ناامید ہو جاتا ہے۔ یا بعض لوگوں کا وہ حال ہو بعض کا یہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٣٧﴾ فَآتِ

اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں ۞ سو تو دے

ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ ۚ ذَٰلِكَ

قرابت والے کو اس کا حق اور محتاج کو اور مسافر کو یہ

خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ

بہتر ہے ان کے لیے جو چاہتے ہیں اللہ کا منہ (کی رضامندی) اور وہی ہیں

الْمُفْلِحُونَ ﴿٣٨﴾ وَمَا آتَيْتُم مِّن رِّبًا لِّيَرْبُوَ فِي أَمْوَالِ

جن کا بھلا ہے ۞ اور جو دیتے ہو بیاج پر کہ بڑھتا رہے لوگوں کے

النَّاسِ فَلَا يَرْبُو عِندَ اللَّهِ ۖ وَمَا آتَيْتُم مِّن زَكَاةٍ

مال میں سو وہ نہیں بڑھتا اللہ کے یہاں اور جو دیتے ہو پاک دل سے

تُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُونَ ﴿٣٩﴾ اللَّهُ

چاہ کر رضامندی اللہ کی سو یہ وہی ہیں جن کے دونے ہوئے ۞ اللہ

الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ۖ

وہی ہے جس نے تم کو بنایا پھر تم کو روزی دی پھر تم کو مارتا ہے پھر تم کو جلائے گا

هَلْ مِن شُرَكَائِكُم مَّن يَفْعَلُ مِن ذَٰلِكُم مِّن

کوئی ہے تمہارے شریکوں میں جو کر سکے ان کاموں میں سے

شَيْءٍ ۚ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٤٠﴾ ظَهَرَ الْفَسَادُ

ایک کام وہ نرالا ہے اور بہت اوپر ہے اس سے کہ شریک بتلاتے ہیں ۞ پھیل پڑی ہے خرابی

ع ۴ ۱۲

روزی میں تنگی اور وسعت کی حکمت یعنی ایمان ویقین والے سمجھتے ہیں کہ دنیا کی سختی نرمی اور روزی کا بڑھانا گھٹانا سب اسی رب قدیر کے ہاتھ میں ہے۔ لہٰذا جو حال آئے بندہ کو صبر وشکر سے رضا بقضا رہنا چاہئے۔ نعمت کے وقت شکر گذار رہے، اور ڈرتا رہے کہیں چھن نہ جائے اور سختی کے وقت صبر کرے اور امید رکھے کہ حق تعالیٰ اپنے فضل وعنایت سے سختیوں کو دور فرما دے گا۔

اقرباء مساکین کا حق یعنی جب فطرت کی شہادت سے ثابت ہو گیا کہ حقیقی مالک ورب وہی اللہ ہے۔ دنیا کی نعمتیں سب اسی کی عطا کی ہوئی ہیں۔ تو جو لوگ اس کی خوشنودی چاہتے ہیں اور اس کی لقاء و دیدار کے آرزومند ہیں چاہئے کہ اس کے دیئے ہوئے میں سے خرچ کریں۔ مسافر محتاج اور غریب رشتہ داروں کی خبر لیں، اہل قرابت کے حقوق درجہ بدرجہ ادا کرتے رہیں۔ ایسے ہی بندوں کو دنیا وآخرت کی بھلائی نصیب ہوگی۔

سود سے مال گھٹتا اور زکوٰۃ سے بڑھتا ہے یعنی سود بیاج سے گو بظاہر مال بڑھتا دکھائی دیتا ہے، لیکن حقیقت میں گھٹ رہا ہے جیسے کسی آدمی کا بدن ورم سے پھول جائے وہ بیماری یا پیام موت ہے اور زکوٰۃ نکالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مال کم ہو گیا فی الحقیقت وہ بڑھتا ہے جیسے کسی مریض کا بدن مسہل وتنقیہ سے گھٹتا دکھائی دے مگر انجام اس کا صحت ہو۔ سود اور زکوٰۃ کا حال بھی انجام کے اعتبار سے ایسا ہی سمجھ لو۔ "یَمۡحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَیُرۡبِی الصَّدَقٰتِ" (بقرہ۔ رکوع ۳۸) حدیث میں ہے کہ ایک کھجور جو مومن صدقہ کرے قیامت کے دن بڑھ کر پہاڑ کے برابر نظر آئے گی۔ **تنبیہ** بعض مفسرین نے "ربا" سے یہاں سود بیاج مراد نہیں لیا۔ بلکہ آیت کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ جو آدمی کسی کو کچھ دے اس غرض سے کہ دوسرا اس سے بڑھ کر احسان کا بدلہ کرے گا تو یہ دینا اللہ کے ہاں موجب برکت وثواب نہیں۔ گو مباح ہو۔ اور پیغمبر علیہ السلام کے حق میں تو مباح بھی نہیں۔ وَلَا تَمۡنُنۡ تَسۡتَکۡثِرُ" (مدثر۔ رکوع ۱) واللہ اعلم۔

یعنی مارنا جلانا، روزی دینا، سب کام تو تنہا اس کے قبضہ میں ہوئے۔ پھر دوسرے شریک کدھر سے آ کر الوہیت کے مستحق بن گئے۔

فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ

جنگل میں اور دریا میں لوگوں کے ہاتھ کی کمائی سے چکھانا چاہیے ان کو

بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝۴۱ قُلْ سِيْرُوْا

کچھ مزہ ان کے کام کا تاکہ وہ پھر آئیں ۱ تو کہہ پھرو

فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ

ملک میں تو دیکھو کیسا ہوا انجام

مِنْ قَبْلُ ۭ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ ۝۴۲ فَاَقِمْ وَجْهَكَ

پہلوں کا ۲ بہت ان میں تھے شرک کرنے والے سو تو سیدھا رکھ اپنا منہ

لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ

سیدھی راہ پر ۳ اس سے پہلے کہ آ پہنچے وہ دن جس کو پھرنا نہیں

مِنَ اللّٰهِ يَوْمَىِٕذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ ۝۴۳ مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ

اللہ کی طرف سے ۴ اس دن لوگ جدا جدا ہوں گے ۵ جو منکر ہوا سو اس پر پڑے

كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ۝۴۴

اس کا منکر ہونا ۶ اور جو کوئی کرے بھلے کام سو وہ اپنی راہ سنوارتے ہیں ۷

لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ

تاکہ وہ بدلہ دے ان کو جو یقین لائے اور کام کئے بھلے اپنے فضل سے ۸

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝۴۵ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ

بے شک اس کو نہیں بھاتے انکار والے ۹ اور اس کی نشانیوں میں ایک یہ ہے کہ چلاتا ہے

۱ **لوگوں کی بدعملی سے بحر و بر میں فساد** یعنی لوگ دین فطرت پر قائم نہ رہے کفر و ظلم دنیا میں پھیل پڑا اور اس کی شامت سے ملکوں اور جزیروں میں خرابی پھیل گئی۔ نہ خشکی میں امن و سکون رہا نہ تری میں، روئے زمین کو فتنہ و فساد نے گھیر لیا بحری لڑائیوں اور جہازوں کی لوٹ مار سے سمندروں میں بھی طوفان برپا ہو گیا۔ یہ سب اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ بندوں کی بداعمالیوں کا تھوڑا سا مزہ دنیا میں بھی چکھا دیا جائے پوری سزا تو آخرت میں ملے گی۔ مگر کچھ نمونہ یہاں بھی دکھلا دیں ممکن ہے بعض لوگ ڈر کر راہ راست پر آ جائیں۔ **تنبیہ** بندوں کی بدکاریوں کی وجہ سے خشکی اور تری میں خرابی پھیلنا گو ہمیشہ ہوتا رہا اور ہوتا رہیگا۔ لیکن جس خوفناک عموم و شمول کے ساتھ بعثت محمدی سے پہلے یہ تاریک گھٹا مشرق و مغرب اور بر و بحر پر چھا گئی تھی، دنیا کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ یورپ کے محققین نے اس زمانہ کی تاریک حالت کا جو نقشہ کھینچا ہے اس کے دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ غیر مسلم مؤرخ بھی اس مشہور و معروف صداقت پر کوئی حرف گیری نہیں کر سکے (دیکھو دائرۃ المعارف فرید وجدی مادہ حمد) شاید اسی عموم فتنہ و فساد کو پیش نظر رکھ کر قتادہ رحمہ اللہ نے آیت کا محمل زمانہ جاہلیت کو قرار دیا ہے۔

۲ یعنی اکثروں کی شامت شرک کی وجہ سے آئی۔ بعضوں پر دوسرے گناہوں کی وجہ سے آئی ہوگی۔

۳ **دُنیا کے فساد کا علاج** یعنی دنیا میں فساد پھیل گیا تو تم دین قیم پر جو دین فطرت ہے ٹھیک ٹھیک قائم رہو۔ سب خرابیوں کا ایک یہی علاج ہے۔

۴ یعنی اللہ کی طرف سے اس دن کا آنا اٹل ہے نہ کوئی طاقت اسے پھیر سکتی ہے نہ خود خدا ملتوی کرے گا۔

۵ یعنی نیک جنت میں اور بد دوزخ میں بھیج دیئے جائینگے۔ "فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ" (شوریٰ۔ رکوع ۱) حضرت شاہ صاحبؒ اس کو دنیا کے احوال پر حمل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "یعنی دین کا غلبہ ہو، سزا پانیوالے الگ ہوں اور اللہ کے مقبول بندے الگ۔"

۶ یعنی انکار کا وبال اسی پر پڑیگا۔

۷ یعنی جنت میں آرام کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔

۸ یعنی کتنا ہی بڑا نیک ہوا سے بھی اللہ کے فضل سے جنت ملے گی۔

۹ جو اس سچے مالک کو نہ بھائے اس کا کہاں ٹھکانا۔

الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَلِتَجْرِيَ

ہوائیں خوش خبری لانے والیاں اور تا کہ چکھائے تم کو کچھ مزہ اپنی مہربانی کا ۱ اور تا کہ چلیں

الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ

جہاز اس کے حکم سے ۲ اور تا کہ تلاش کرو اس کے فضل سے اور تا کہ تم

تَشْكُرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ

حق مانو ۳ اور ہم بھیج چکے ہیں تجھ سے پہلے کتنے رسول اپنی اپنی قوم کے پاس

فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ؕ

سو پہنچے ان کے پاس نشانیاں لیکر پھر بدلہ لیا ہم نے ان سے جو گنہگار تھے

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ

اور حق ہے ہم پر مدد ایمان والوں کی ۴ اللہ ہے

يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ

جو چلاتا ہے ہوائیں پھر وہ اٹھاتی ہیں بادل کو پھر پھیلا دیتا ہے اس کو آسمان میں جس طرح

يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ

چاہے ۵ اور رکھتا ہے اس کو تہ بہ تہ پھر تو دیکھے مینہ کو کہ نکلتا ہے اس کے بیچ

خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ

میں سے پھر جب اس کو پہنچاتا ہے جس کو کہ چاہتا ہے اپنے بندوں میں

اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ

تبھی وہ لگتے ہیں خوشیاں کرنے ۶ اور پہلے سے ہو رہے تھے

◆۱ **قدرت الٰہیہ** | یعنی باران رحمت کی خوشخبری لاتی ہیں۔ پھر خدا کی مہربانی سے مینہ برستا ہے۔

◆۲ یعنی بادبانی جہاز اور کشتیاں ہوا سے چلتی ہیں اور دخانی اسٹیمروں کی رفتار میں بھی باد موافق مدد دیتی ہے۔

◆۳ **نعمت کی بشارت** | یعنی جہازوں کے ذریعہ سے تجارتی مال سمندر پار منتقل کر سکو۔ اور اللہ کے فضل سے خوب نفع کماؤ۔ پھر ان نعمتوں پر خدا کا شکر ادا کرتے رہو۔ تنبیہ | پہلے خشکی تری میں فساد پھیلنے کا ذکر تھا اس کے مقابلہ یہاں بشارت و نعمت الٰہی کا تذکرہ ہوا۔ شاید یہ بھی اشارہ ہو کہ آندھی اور غبار پھیل جانے کے بعد امید رکھو کہ باران رحمت آیا چاہتی ہے۔ ٹھنڈی ہوائیں چل پڑی ہیں جو رحمت و فضل کی خوشخبری سنا رہی ہیں کافروں کو چاہئے کہ شرارت اور کفران نعمت سے باز آجائیں اور خدا کی مہربانیوں کو دیکھ کر شکر گزار بندے بنیں۔

◆۴ **مومنین کی مدد کا وعدہ** | پہلے فرمایا تھا کہ مقبول اور مردود جدا کر دیئے جائیں گے منکروں پر ان کے انکار کا وبال پڑے گا۔ وہ اللہ کو اچھے نہیں لگتے۔ اب بتلاتے ہیں کہ اس کا اظہار دنیا ہی میں ہو کر رہیگا۔ کیونکہ اللہ کی عادت اور وعدہ ہے کہ مجرمین و مکذبین سے انتقام لے اور مومنین کاملین کو اپنی امداد و اعانت سے دشمنوں پر غالب کرے۔ بیچ میں ہوا کا ذکر اس واسطے آیا کہ جیسے باران رحمت کے نزول سے پہلے ہوائیں چلتی ہیں اسی طرح دین کے غلبہ کی نشانیاں روشن ہوتی جاتی ہیں۔

◆۵ یعنی پہلے کسی طرف، پیچھے کسی طرف، اسی طرح دین بھی پھیلائے گا۔ چنانچہ پھیلا دیا۔

◆۶ **بارش اور بادل کا نظام** | اسی طرح جو ایمانی اور روحانی بارش سے منتفع ہوں گے وہ خوشیاں منائیں گے۔

اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَانْظُرْ

اس کے اترنے سے پہلے ہی ناامید ◆۱ سو دیکھ لے

اِلٰۤى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ

اللہ کی مہربانی کی نشانیاں کیونکر زندہ کرتا ہے زمین کو اس کے مر گئے پیچھے (مرنے کے بعد) ◆۲

اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾

بے شک وہی ہے مردوں کو زندہ کرنے والا اور وہ ہر چیز سب کچھ کر سکتا ہے ◆۳

وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ

اور اگر ہم بھیجیں ایک ہوا پھر دیکھیں وہ کھیتی کو کہ زرد پڑ گئی تو لگیں اس کے پیچھے

يَكْفُرُوْنَ ﴿۵۱﴾ فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ

ناشکری کرنے ◆۴ سو تو سنا نہیں سکتا مردوں کو اور نہیں سنا سکتا بہروں کو

الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَمَاۤ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ

پکارنا جبکہ پھریں پیٹھ دے کر (پھیر کر) اور نہ تو راہ سجھانے اندھوں کو

عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا

انکے بھٹکنے سے تو تو سنائے اسی کو جو یقین لائے ہماری باتوں پر

فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۵۳﴾ ع اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ

سو وہ مسلمان ہوتے ہیں ◆۵ اللہ ہے جس نے بنایا تم کو کمزوری سے

ع ۱۴/۵ ۸

◆۱ یعنی پہلے سے لوگ ناامید ہو رہے تھے۔ حتیٰ کہ بارش آنے سے ذرا پہلے تک بھی امید نہ تھی کہ مینہ برس کر ایسی جلک پر لو ہو جائیگی۔ انسان کا حال بھی عجیب ہے۔ ذرا دیر میں ناامید ہو کر بیٹھ جاتا ہے پھر ذرا سی دیر میں خوشی سے کھل پڑتا ہے۔

◆۲ **اللہ کی رحمت کے آثار** یعنی چند گھنٹے پہلے ہر طرف خاک اڑ رہی تھی اور زمین خشک، بے رونق اور مردہ پڑی تھی ناگہاں اللہ کی مہربانی سے زندہ ہو کر لہلہانے لگی۔ بارش نے اس کی پوشیدہ قوتوں کو کتنی جلد ابھار دیا۔ یہ ہی حال روحانی بارش کا سمجھو، اس سے مردہ

دلوں میں جان پڑ گئی اور خدا کی زمین "ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ" والی موت کے بعد دوبارہ زندہ ہو جائیگی۔ ہر طرف رحمت الٰہی کے نشان اور دین کے آثار نظر آئینگے جو قابلیتیں مدت سے مٹی میں مل رہی تھیں، باران رحمت کا ایک چھینٹا ان کو ابھار کر نمایاں کر دیگا چنانچہ حق تعالیٰ نے بعثت محمدی کے ذریعہ سے یہ جلوہ دنیا کو دکھلا دیا۔ ہمارے صوبہ کے شاعر حکیم نے کیا خوب کہا ہے۔

ہے یہ وہ نام خاک کو پاک کرے نکھار کر
ہے یہ وہ نام خار کو پھول کرے سنوار کر
ہے یہ وہ نام ارض کو کر دے سما ابھار کر
اکبر اسی کا ورد تو صدق سے بے شمار کر

صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ

۴ آخرت کی زندگی پر استدلال یعنی یہاں مردہ دلوں کو روحانی زندگی عطا فرمائیگا اور قیامت کے دن مردہ لاشوں میں دوبارہ جان ڈالیگا۔ اس کی قدرت کاملہ کے آگے کوئی چیز مشکل نہیں۔

۵ تنگی میں ناشکری یعنی پہلے ناامید تھے، بارش آئی، زمین جی اٹھی، خوشیاں منانے لگے۔ اب اگر اس کے بعد ہم ایک ہوا چلا دیں جس سے کھیتیاں خشک ہو کر زرد پڑ جائیں تو یہ لوگ فوراً پھر بدل جائیں اور اللہ کے سب احسان فراموش کر کے ناشکری شروع کر دیں۔ غرض ان کا شکر اور ناشکری سب دنیوی اغراض کے تابع ہیں اور یہاں اس پر فرمایا کہ اللہ کی مہربانی سے مراد پا کر بندہ نڈر نہ ہو جائے۔ اس کی قدرت رنگارنگ ہے۔ معلوم نہیں دی ہوئی نعمت کب سلب کر لے۔ اور شاید ادھر بھی اشارہ ہو کہ دین کی کھیتی دنیا میں سرسبز و شاداب ہونے کے بعد پھر باد مخالف کے جھونکوں سے مرجھا کر زرد پڑ جائیگی۔ اس وقت مایوس ہو کر ہمت ہارنی نہیں چاہیے۔

۶ یعنی اللہ کو سب قدرت ہے، مردہ کو زندہ کر دے، تم کو یہ قدرت نہیں کہ مردوں سے اپنی بات منوا سکو یا بہروں کو سنا دو۔ یا اندھوں کو دکھلا دو، خصوصاً جب وہ سننے اور دیکھنے کا ارادہ بھی نہ کریں۔ پس آپ ان کے کفر و ناسپاسی سے ملول و غمگین نہ ہوں۔ آپ صرف دعوت و تبلیغ کے ذمہ دار ہیں کوئی بد بخت نہ مانے تو آپ کا کیا نقصان ہے آپ کی بات وہ ہی سنیں گے جو ہماری باتوں پر یقین کر کے تسلیم و انقیاد کی خو اختیار کرتے ہیں۔ **تنبیہ** اسی قسم کی آیت سورۂ "نمل" کے آخر میں گذر چکی، اس پر ایک نظر ڈال لی جائے۔

سماع موتیٰ کا مسئلہ مفسرین نے اس موقع پر "سماع موتیٰ" کی بحث چھیڑ دی ہے۔ اس مسئلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے عہد سے اختلاف چلا آتا ہے اور دونوں جانب سے نصوص قرآن و حدیث پیش کی گئی ہیں۔ یہاں ایک بات سمجھ لو کہ یوں تو دنیا میں کوئی کام اللہ کی مشیت و ارادہ کے بدون نہیں ہو سکتا مگر آدمی جو کام اسباب عادیہ کے دائرہ میں رہ کر باختیار خود کرے وہ اس کی طرف منسوب ہوتا ہے اور جو عام عادت کے خلاف غیر معمولی طریقہ سے ہو جائے اسے براہ راست حق تعالیٰ کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ مثلاً کسی نے گولی مار کر کسی کو ہلاک کر دیا یہ اس قاتل کا فعل کہلائے گا اور فرض کیجئے ایک مٹھی کنکریاں پھینکیں جس سے لشکر تباہ ہو گیا، اسے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے تباہ کر دیا باوجودیکہ گولی سے ہلاک کرنا بھی اسی کی قدرت کا کام ہے۔ ورنہ اس کی مشیت کے بدون گولی یا گولا کچھ بھی اثر نہیں کر سکتا۔ قرآن کریم میں دوسری جگہ فرمایا "فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى" (انفال۔ رکوع ۲) یہاں خارق عادت ہونے کی وجہ سے پیغمبر اور مسلمانوں سے "قتل" و "رمی" کی نفی کر کے براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کی گئی۔ ٹھیک اسی طرح اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى "کا مطلب سمجھو۔ یعنی تم یہ نہیں کر سکتے کہ کچھ بولو اور اپنی آواز مردے کو سنا دو۔ کیونکہ یہ چیز ظاہری اور عادی اسباب کے خلاف ہے۔ البتہ حق تعالیٰ کی قدرت سے ظاہری اسباب کے خلاف تمہاری کوئی بات مردہ سن لے اس کا انکار کوئی مومن نہیں کر سکتا۔ اب نصوص سے جن باتوں کا اس غیر معمولی طریقہ سے سننا ثابت ہو جائے گا اسی حد تک ہم کو سماع موتیٰ کا قائل ہونا چاہیے۔ محض قیاس کر کے دوسری باتوں کو سماع کے تحت میں نہیں لا سکتے۔ بہر حال آیت میں "اسماع" کی نفی سے مطلقاً سماع کی نفی نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم۔

ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ

پھر دیا　کمزوری کے پیچھے　زور　پھر دے گا

بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَّ شَيْبَةً ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ

زور کے پیچھے　کمزوری　اور سفید بال　بناتا ہے جو کچھ چاہے　اور وہ ہے

الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ﴿۵۴﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ

سب کچھ جانتا کر سکتا ۞۱　اور جس دن قائم ہوگی قیامت　قسمیں کھائیں گے

الْمُجْرِمُوْنَ ۙ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ۭ كَذٰلِكَ كَانُوْا

گنہگار　کہ ہم نہیں رہے تھے　ایک گھڑی سے زیادہ ۞۲　اسی طرح تھے

يُؤْفَكُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ

الٹے جاتے ۞۳　اور کہیں گے　جن کو ملی ہے سمجھ اور یقین　تمہارا

لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ ۡ فَهٰذَا يَوْمُ

ٹھہرنا تھا　اللہ کی کتاب میں　جی اٹھنے کے دن تک　سو یہ ہے جی اٹھنے

الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَيَوْمَئِذٍ

کا دن　پر تم نہیں تھے جانتے ۞۴　سو اس دن

لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۵۷﴾

کام نہ آئے گا　ان گنہگاروں کے　قصور بخشوانا　اور نہ ان سے کوئی منانا چاہے (معذرت کرانا) ۞۵

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۭ

اور ہم نے بتلائی ہے　آدمیوں کے واسطے　اس قرآن میں　ہر ایک طرح کی مثل

ق، حفص بضم الضاد وفتحها في الثلاثة والآخر الكل بالضم عنه ارشاد ۱۲

◆۱ **انسانی زندگی کے مختلف مراحل** یعنی بچہ شروع میں پیدائش کے وقت بیحد کمزور و ناتواں ہوتا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ قوت آنے لگتی ہے حتیٰ کہ جوانی کے وقت اس کا زور انتہاء کو پہنچ جاتا ہے اور تمام قوتیں شباب پر ہوتی ہیں، پھر عمر ڈھلنے لگتی ہے اور زور و قوت کے پیچھے کمزوری کے آثار نمایاں ہونے لگتے ہیں۔ جس کی آخری حد بڑھاپا ہے۔ اس وقت تمام اعضاء ڈھیلے پڑ جاتے اور قویٰ معطل ہونے لگتے ہیں۔ قوت و ضعف کا یہ سب اتار چڑھاؤ اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جس طرح چاہے کسی چیز کو بنائے۔ اور قوت و ضعف کے مختلف ادوار میں سے گذارے۔ اسی کو قدرت حاصل ہے اور وہ ہی جانتا ہے کہ کس چیز کو کس وقت تک کن حالات میں رکھنا مناسب ہے لہٰذا اسی خدا کی اور اس کے پیغمبروں کی باتیں ہمیں سنی چاہئیں۔ شاید اس میں یہ بھی اشارہ کر دیا کہ جس طرح تم کو کمزوری کے بعد زور دیا، مسلمانوں کو بھی ضعف کے بعد قوت عطا کریگا اور جو دین بظاہر اس وقت کمزور نظر آتا ہے کچھ دنوں بعد زور پکڑیگا اور اپنے شباب و عروج کو پہنچے گا۔ اس کے بعد پھر ہو سکتا ہے کہ ایک زمانہ مسلمانوں کے ضعف کا آئے، سو یاد رکھنا چاہئے کہ خدائے قادر و توانا ہر وقت ضعف کو قوت سے تبدیل کر سکتا ہے۔ ہاں ایسا کرنے کی خاص صورتیں اور اسباب ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

◆۲ **آخرت میں دنیا کی زندگی بہت کم معلوم ہوگی** یعنی قبر میں یا دنیا میں رہنا تھوڑا معلوم ہوگا جب مصیبت سر پر کھڑی نظر آئے گی کہیں گے کہ افسوس بڑی جلدی دنیا کی اور برزخ کی زندگی ختم ہوگئی۔ کچھ بھی مہلت نہ ملی جو ذرا سی دیر اور اس عذاب الیم سے بچے رہتے۔ یا دنیا میں کچھ زیادہ مدت ٹھہرنے کا موقع ملتا تو اس دن کے لئے تیاری کرتے یہ تو ایک دم مصیبت کی گھڑی سامنے آگئی۔

◆۳ یعنی جیسے اس وقت یہ کہنا جھوٹ اور غلط ہوگا اسی طرح سمجھ لو کہ دنیا میں بھی یہ لوگ غلط خیالات جماتے اور الٹی باتیں کیا کرتے تھے۔

◆۴ **کفار کو اہل علم کی ملامت** یعنی مومنین اور ملائکہ اس وقت ان کی تردید کرینگے کہ تم جھوٹ بکتے ہو یا دھوکہ میں پڑے ہو جو کہتے ہو کہ قبر میں یا دنیا میں ایک گھڑی سے زیادہ ٹھہرنا نہیں ہوا۔ تم ٹھیک اللہ کے علم اور اس کی خبر اور لوح محفوظ کے نوشتہ کے موافق قیامت کے دن تک ٹھہرے، ایک منٹ کی بھی کمی نہیں ہوئی۔ آج عین وعدہ کے موافق وہ دن آپہنچا۔ اب وہ دیکھ لو جسے تم جانتے اور مانتے نہ تھے۔ اگر پہلے سے اس دن کا یقین کرتے تو تیار ہو کر آتے اور یہاں کی مسرتیں دیکھ کر کہتے کہ اس دن کے آنے میں بہت دیر لگی۔ بڑے انتظار و اشتیاق کے بعد آیا۔ جیسا کہ مومنین سمجھتے ہیں۔

◆۵ یعنی نہ کوئی معقول عذر پیش کر سکیں گے جو کام آئے اور نہ ان سے کہا جائیگا کہ اچھا اب توبہ اور اطاعت سے اپنے پروردگار کو راضی کر لو، کیونکہ اس کا وقت گذر چکا اب تو ہمیشہ کی سزا بھگتنے کے سوا چارہ نہیں۔

وَلَىِٕنْ جِئْتَهُمْ بِاٰیَةٍ لَّیَقُوْلَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ

اور جو تو لائے انکے پاس کوئی آیت — تو ضرور کہیں — وہ منکر تم

اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ۵۸ كَذٰلِكَ یَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى

سب جھوٹ بناتے ہو ۱ — یوں — مہر لگا دیتا ہے اللہ — ان کے

قُلُوْبِ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ۵۹ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ

دلوں پر — جو سمجھ نہیں رکھتے ۲ — سو تو قائم رہ (ہمارہ) — بیشک اللہ کا

اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا یَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِیْنَ لَا یُوْقِنُوْنَ ۶۰ ع

وعدہ ٹھیک ہے — اور اکھاڑ پھسلا نہ دیں تجھ کو وہ لوگ — جو یقین نہیں لاتے ۳

اٰیَاتُهَا ۳۴ (۳۱) سُوْرَةُ لُقْمٰنَ مَكِّیَّةٌ (۵۷) رُكُوْعَاتُهَا ۴

سورہ لقمان مکہ میں نازل ہوئی اس کی چونتیس آیتیں ہیں اور چار رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓ ۱ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِیْمِ ۲ هُدًى وَّ

الٓمّٓ — یہ آیتیں ہیں (باتیں) — پکی کتاب کی — ہدایت ہے — اور

رَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِیْنَ ۳ الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ

مہربانی نیکی کرنے والوں کے لئے ۴ — جو کہ قائم رکھتے ہیں نماز

وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ ۴ ط

اور دیتے ہیں زکوٰۃ — اور وہ ہیں جو آخرت پر ان کو یقین ہے

◆۱ **قرآن کی دلیلیں اور کفار کا انکار** | یعنی اس وقت پچھتائیں گے اور آج خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کا موقع ہے قرآن کریم کیسی عجیب مثالیں اور دلیلیں بیان کر کے طرح طرح سے ان کو سمجھاتا ہے، پر ان کی سمجھ میں کوئی بات نہیں آتی، کیسی ہی آیتیں پڑھ کر سنایئے یا صاف سے صاف معجزے دکھلایئے وہ سن کر اور دیکھ کر یہ ہی کہہ دیتے ہیں کہ تم (پیغمبر اور مسلمان) سب مل کر جھوٹ بنالائے ہو۔ ایک نے چند آیتیں بنالیں دوسروں نے تصدیق کر دی۔ ایک نے جادو دکھلایا دوسرے اس پر ایمان لانے کو تیار ہو گئے۔ اس طرح ملی بھگت کر کے اپنا مذہب پھیلانا چاہتے ہو۔

◆۲ **دلوں پر مُہر** | یعنی جو آدمی نہ سمجھے، نہ سمجھنے کی کوشش کرے اور ضد و عناد سے ہر بات کا انکار کرتا رہے اور اسی طرح شدہ شدہ اس کے دل پر مہر لگ جاتی ہے اور آخر کار ضد و عناد سے دل اتنا سخت ہو جاتا ہے کہ قبول حق کی استعداد بھی ضائع کر بیٹھتا ہے۔ العیاذ باللہ!

◆۳ **آنحضرت ﷺ کو تسلی** | یعنی جب ان بدبختوں کا حال ضد و عناد کے اس درجہ پر پہنچ گیا تو آپ ان کی شرارتوں سے رنجیدہ ہوں۔ بلکہ پیغمبرانہ صبر و تحمل کے ساتھ اپنے دعوت و اصلاح کے کام میں لگے رہیں۔ اللہ نے جو آپ سے فتح و نصرت کا وعدہ کیا ہے یقیناً پورا کر کے رہیگا۔ اس میں رتی برابر تفاوت و تخلف نہیں ہو سکتا۔ آپ اپنے کام پر جمے رہیے۔ یہ بدعقیدہ اور بے یقین لوگ آپ کو ذرا بھی آپ کے مقام سے جنبش نہ دے سکیں گے۔ تم سورۃ الروم وللّٰہ الحمد والمنہ۔

سورۃ لقمان

◆۴ **سورۃ لقمان** | یہ کتاب خاص نیکی اختیار کرنے والوں کے لئے سرمایہ، رحمت و ہدایت ہے۔ کیونکہ وہ ہی لوگ اس سے منتفع ہوتے ہیں۔ ورنہ نفس نصیحت و فہمائش کے لحاظ سے تو تمام جن و انس کے حق میں ہدایت و رحمت بن کر آئی ہے۔

اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ

انہوں نے پائی ہے راہ اپنے رب کی طرف سے اور وہی

الْمُفْلِحُوْنَ ۞ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ

مراد کو پہنچے ۞ اور ایک وہ لوگ ہیں کہ خریدار ہیں کھیل کی

الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ

باتوں کے تاکہ بچلائیں اللہ کی راہ سے بن سمجھے

وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۞

اور ٹھہرائیں اس کو ہنسی وہ جو ہیں ان کو ذلت کا عذاب ہے ۞

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ

اور جب سنائے اس کو ہماری آیتیں پیٹھ دے جائے (پھیر جائے) غرور سے گویا ان کو

يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِىْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ

سنا ہی نہیں گویا اس کے دونوں کان بہرے ہیں سو خوشخبری دے اس کو دردناک

اَلِيْمٍ ۞ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ

عذاب کی ۞ جو لوگ یقین لائے اور کئے بھلے کام ان کے واسطے ہیں

جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ۞ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ

نعمت کے باغ ہمیشہ رہا کریں ان میں وعدہ ہو چکا اللہ کا سچا

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۞ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ

اور زبردست ہے حکمتوں والا ۞ بنائے آسمان بغیر ستونوں کے

مفلحین کا ذکر | "سورۂ بقرہ" کے شروع میں اسی طرح کی آیات گذر چکی ہیں وہاں کے فوائد دیکھ لئے جائیں۔

لہو ولعب میں رہنے والوں پر عذاب | سعدائے مفلحین کے مقابلہ میں یہاں اشقیاء کا ذکر ہے جو اپنی جہالت اور ناعاقبت اندیشی سے قرآن کریم کو چھوڑ کر ناچ رنگ کھیل تماشے، یا دوسری واہیات وخرافات میں مستغرق ہیں چاہتے ہیں، کہ دوسروں کو بھی ان ہی مشاغل وتفریحات میں لگا کر اللہ کے دین اور اس کی یاد سے برگشتہ کردیں اور دین کی باتوں پر خوب ہنسی مذاق اڑائیں۔

لہو الحدیث کی تفسیر | حضرت حسنؒ "لَهْوَ الْحَدِيْثِ" کے متعلق فرماتے ہیں۔ كُلُّ مَا شَغَلَكَ عَنْ عِبَادَةِ اللّٰهِ وَذِكْرِهٖ مِنَ السَّمَرِ وَالْاَضَاحِيْكِ وَالْخُرَافَاتِ وَالْغِنَاءِ وَنَحْوِهَا (روح المعانی) (یعنی "لہو الحدیث" ہر وہ چیز ہے جو اللہ کی عبادت اور یاد سے ہٹانے والی ہو (مثلاً فضول قصہ گوئی، ہنسی مذاق کی باتیں واہیات مشغلے اور گانا بجانا وغیرہ)

نضر بن حارث کی قرآن دشمنی | روایات میں ہے کہ نضر بن حارث جو رؤسائے کفار میں تھا بغرض تجارت فارس جاتا تو وہاں سے شاہان عجم کے قصص وتواریخ خرید کر لاتا اور قریش سے کہتا کہ محمد (ﷺ) تم کو عاد وثمود کے قصے سناتے ہیں آؤ میں تم کو رستم واسفند یار اور شاہان ایران کے قصے سناؤں۔ بعض لوگ ان کو دلچسپ سمجھ کر ادھر متوجہ ہوجاتے۔ نیز اس نے ایک گانے والی لونڈی خرید کی تھی، جس کو دیکھتا کہ دل نرم ہوا اور اسلام کی طرف جھکا، اس کے پاس لے جاتا اور کہہ دیتا کہ اسے کھلا پلا اور گانا سنا، پھر اس شخص کو کہتا کہ دیکھ یہ اس سے بہتر ہے جدھر محمد (ﷺ) بلاتے ہیں کہ نماز پڑھو، روزہ رکھو، اور جان مارو۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ تنبیہ | شان نزول گو خاص ہو مگر عموم الفاظ کی وجہ سے حکم عام رہے گا۔ جو لَهْو (شغل) دین اسلام سے پھر جانے یا پھیر دینے کا موجب ہو حرام بلکہ کفر ہے۔ اور جو احکام شرعیہ ضروریہ سے باز رکھے یا سبب معصیت بنے وہ معصیت ہے۔ ہاں جو لہو کسی امر واجب کا مُفَوِّت (فوت کرنے والا) نہ ہو اور کوئی شرعی غرض ومصلحت بھی اس میں نہ ہو وہ مباح، لیکن لایعنی ہونے کی وجہ سے خلاف اولیٰ ہے۔ گھوڑ دوڑ، یا تیر اندازی اور نشانہ بازی یا زوجین کی ملاعبت (جو حد شریعت میں ہو) چونکہ معتد بہ اغراض ومصالح شرعیہ پر مشتمل ہیں اس لئے لَهْو باطل سے مستثنیٰ قرار دی گئی ہیں۔ رہا غناء وسماع کا مسئلہ اس کی تفصیل کتب فقہ وغیرہ میں دیکھنی چاہئے۔ مزامیر وملاہی کی حرمت پر تو صحیح بخاری میں حدیث موجود ہے۔ البتہ نفس غنا کو ایک درجہ تک مباح لکھتے ہیں اس کی قیود وشروط بھی کتابوں میں دیکھ لی جائیں۔ صاحب روح المعانی نے آیت ہذا کے تحت میں مسئلہ غناء وسماع کی تحقیق نہایت شرح وبسط سے کی ہے۔ فلیراجع۔

یعنی غرور وتکبر سے ہماری آیتیں سننا نہیں چاہتا بالکل بہرا بن جاتا ہے۔

اللہ کا وعدہ ضرور پورا ہوگا | یعنی کوئی قوت اس کو ایفائے وعدہ سے روک نہیں سکتی نہ کسی سے بے موقع وعدہ کرتا ہے۔

تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ

تم اس کو دیکھتے ہو ◈ اور رکھ دیے زمین پر پہاڑ کہ تم کو لیکر جھک نہ پڑے ◈

وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ

اور بکھیر (پھیلا) دیے اس میں سب طرح کے جانور اور اتارا ہم نے آسمان سے

مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۰﴾ هٰذَا خَلْقُ

پانی پھر اگائے زمین میں ہر قسم کے جوڑے خاصے ◈ یہ سب کچھ بنایا ہوا ہے

اللّٰهِ فَاَرُوْنِىْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ

اللہ کا اب دکھلاؤ مجھ کو کیا بنایا ہے اوروں نے جو اس کے سوا ہیں ◈ کچھ نہیں

الظّٰلِمُوْنَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۱﴾ؑ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ

پر بے انصاف صریح بھٹک رہے ہیں ◈ اور ہم نے دی لقمان کو

الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ

عقلمندی ◈ کہ حق مان اللہ کا اور جو کوئی حق مانے اللہ کا تو مانے گا

لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ حَمِيْدٌ ﴿۱۲﴾ وَاِذْ

اپنے بھلے کو اور جو کوئی منکر ہوگا تو اللہ بے پروا ہے سب تعریفوں (خوبیوں) والا ◈ اور جب

قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَىَّ لَا تُشْرِكْ

کہا لقمان نے اپنے بیٹے کو جب اس کو سمجھانے لگا اے بیٹے شریک نہ ٹھہرائیو

بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۳﴾ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ

اللہ کا ◈ بیشک شریک بنانا بھاری بے انصافی ہے ◈ اور ہم نے تاکید کر دی انسان کو

۱ اس لفظ کی تفسیر سورۂ "رعد" کے شروع میں گذر چکی۔

۲ **پہاڑوں کا فائدہ** یعنی سمندر کی موجوں اور سخت ہوا کے جھٹکوں سے یا دوسرے اسباب طبعیہ سے مرتعش ہو کر جھک نہ پڑے۔ اس کا انتظام بڑے بڑے پہاڑ قائم کر کے کر دیا گیا۔ سورۂ "نحل" کے اوائل میں یہ مضمون گذر چکا ہے، باقی پہاڑوں کے پیدا کرنے کی حکمت کچھ اسی میں منحصر نہیں۔ دوسرے فوائد اور حکمتیں ہوں گی جو اللہ کو معلوم ہیں۔

۳ یعنی ہر قسم کے پر رونق، خوش منظر اور نفیس و کار آمد درخت زمین سے اگائے۔ سورۂ شعراء کے شروع میں اسی مضمون کی آیت گذر چکی ہے۔

۴ **شرکاء نے کیا پیدا کیا ہے دکھاؤ؟** جب نہیں دکھلا سکتے تو کس منہ سے ان کو خدائی کا شریک اور معبودیت کا مستحق ٹھہراتے ہو۔ معبود تو وہ ہی ہو سکتا ہے جس کے ہاتھ میں پیدا کرنا اور رزق پہنچانا سب کچھ ہو۔ یہاں ایک ذرہ کے پیدا کرنے کا اختیار نہیں۔

۵ یعنی ان ظالموں کو سوچنے سمجھنے سے کچھ سروکار نہیں۔ اندھیرے میں پڑے بھٹک رہے ہیں۔ آگے شرک و عصیان کی تقبیح کے لئے حضرت لقمان کی نصیحتیں نقل فرماتے ہیں۔ جو انہوں نے اللہ کی طرف سے دانائی پا کر اپنے بیٹے کو کی تھیں۔

۶ **حضرت لقمان کی حکمت** اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ حضرت لقمان پیغمبر نہیں تھے۔ ہاں ایک پاکباز متقی انسان تھے جن کو حق تعالیٰ نے اعلیٰ درجہ کی عقل و فہم اور متانت و دانائی عطا فرمائی تھی۔ انہوں نے عقل کی راہ سے وہ باتیں کہیں، جو پیغمبروں کے احکام و ہدایات کے موافق تھیں۔ ان کی عاقلانہ نصیحتیں اور حکمت کی باتیں لوگوں میں مشہور چلی آتی ہیں۔ رب العزت نے ایک حصہ قرآن میں نقل فرما کر ان کا مرتبہ اور زیادہ بڑھا دیا، شاید مقصود یہ جتلانا ہو کہ شرک وغیرہ کا قبیح ہونا جس طرح فطرت انسانی کی شہادت اور انبیاء کی وحی سے ثابت ہے، دنیا کے منتخب عقلمند بھی اپنی عقل سے اس کی تائید و تصدیق کرتے رہے ہیں۔ پس توحید کو چھوڑ کر شرک اختیار کرنا ضلال مبین نہیں تو اور کیا ہے؟ **تنبیہ**

حضرت لقمان کون تھے حضرت لقمان کہاں کے رہنے والے تھے؟ اور کس زمانہ میں ہوئے؟ اس کی پوری تعیین نہیں ہو سکی، اکثر کا قول ہے کہ حبشی تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد میں ہوئے۔ ان کے بہت سے قصے اور اقوال تفاسیر میں نقل کئے ہیں۔ فاللہ اعلم بصحتہا۔

۷ **شکر کی نصیحت** یعنی اس احسان عظیم اور دوسرے احسانات پر منعم حقیقی کا شکر ادا کرنا اور حق ماننا ضروری ہے، لیکن واضح رہے کہ اس حق شناسی اور شکر گذاری سے خدا کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا جو کچھ فائدہ ہے خود شاکر کا ہے کہ دنیا میں مزید انعام اور آخرت میں اجر و ثواب کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ اگر ناشکری کی تو اپنا نقصان کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کو اس کے شکر یہ کی کیا پروا ہو سکتی ہے۔ اس کی حمد و ثنا تو ساری مخلوق زبان حال سے کر رہی ہے اور بفرض محال کوئی تعریف کرنے والا نہ ہو تب بھی جامع الصفات اور منبع الکمالات ہونے کی بنا پر وہ بذات خود محمود ہے کسی کے حمد و شکر کرنے یا نہ کرنے سے اس کے کمالات میں ذرہ بھر کمی بیشی نہیں ہوتی۔

۸ **بیٹے کو شرک نہ کرنے کی نصیحت** معلوم نہیں بیٹا مشرک تھا؟ سمجھا کر راہ راست پر لانا چاہتے تھے یا موحد تھا؟ اسے توحید پر خوب مضبوط کرنے اور جمائے رکھنے کی غرض سے یہ وصیت فرمائی؟

۹ **شرک ظلم عظیم ہے** اس سے بڑھ کر بے انصافی کیا ہوگی کہ عاجز مخلوق کو خالق مختار کا درجہ دے دیا جائے اور اس سے زیادہ حماقت اور ظلم اپنی جان پر کیا ہوگا، کہ اشرف المخلوقات ہو کر خسیس ترین اشیاء کے آگے سر عبودیت خم کر دے۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ

اس کے ماں باپ کے واسطے پیٹ میں رکھا اس کو اس کی ماں نے تھک تھک کر اور دودھ چھڑانا ہے اس کا

فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ ۖ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ﴿١٤﴾

دو برس میں کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا آخر مجھی تک آنا ہے (۱)

وَإِن جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَن تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ

اور اگر وہ دونوں تجھ سے اڑیں اس بات پر کہ شریک مان میرا اس چیز کو جو تجھ کو

بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۖ وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا ۖ

معلوم نہیں تو ان کا کہنا مت مان (۲) اور ساتھ دے ان کا دنیا میں دستور کے موافق (۳)

وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ۚ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ

اور راہ چل اس کی جو رجوع ہوا میری طرف (۴) پھر میری طرف ہے تم کو پھر آنا

فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٥﴾ يَا بُنَيَّ إِنَّهَا إِن تَكُ

میں جتلا دوں گا تم کو جو کچھ تم کرتے تھے (۵) اے بیٹے اگر کوئی چیز ہو

مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُن فِي صَخْرَةٍ أَوْ

برابر رائی کے دانہ کی پھر وہ ہو کسی پتھر میں یا

فِي السَّمَاوَاتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللَّهُ ۚ إِنَّ

آسمانوں میں یا زمین میں لا حاضر کرے اس کو اللہ بے شک

اللَّهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ ﴿١٦﴾ يَا بُنَيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ

اللہ جانتا ہے چھپی ہوئی چیزوں کو خبردار ہے (۶) اے بیٹے قائم رکھ نماز اور سکھلا

النصف

۱ **ماں کا حق باپ سے زیادہ** یعنی ماں کا حق باپ سے بھی زیادہ ہے۔ وہ مہینوں تک اس کا بوجھ پیٹ میں اٹھائے پھری، پھر وضع حمل کے بعد دو برس تک دودھ پلایا۔ اس دوران میں نہ معلوم کیسی کیسی تکلیفیں اور سختیاں جھیل کر بچے کی تربیت کی۔ اپنے آرام کو اس کے آرام پر قربان کیا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ آدمی اولاً خدا تعالیٰ کا اور ثانیاً اپنے ماں باپ کا، خصوصاً ماں کا حق پہچانے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور ماں باپ کی خدمت واطاعت میں بقدر استطاعت مشغول رہے جہاں تک اللہ کی نافرمانی نہ ہو کیونکہ اس کا حق سب سے مقدم ہے اور اسی کے سامنے سب کو حاضر ہونا ہے۔ انسان دل میں سوچ لے کہ کیا منہ لے کر وہاں جائے گا۔ تنبیہ

دودھ چھڑانے کی مدت دودھ چھڑانے کی مدت جو یہاں دو سال بیان ہوئی باعتبار غالب اور اکثری عادت کے ہے۔ امام ابوحنیفہؒ جو اکثر مدت ڈھائی سال بتاتے ہیں ان کے پاس کوئی اور دلیل ہوگی۔ جمہور کے نزدیک وہی دو سال ہیں۔ واللہ اعلم۔

۲ **شرک میں ماں باپ کی اطاعت نہ کرو** حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "شریک نہ مان جو تجھے معلوم نہیں یعنی شبہ میں بھی نہ مان اور یقین سمجھ کر تو کیوں مانے۔"

۳ یعنی دین کے خلاف ماں باپ کا کہنا نہ مان۔ ہاں دنیوی معاملات میں ان کے ساتھ نیکی اور سلوک کرتا رہ، اسی مضمون کی آیت سورۂ عنکبوت میں گذر چکی وہاں کا فائدہ دیکھ لیا جائے۔

۴ یعنی پیغمبروں اور مخلص بندوں کی راہ پر چل! دین کے خلاف ماں باپ کی تقلید یا اطاعت مت کر۔

۵ یعنی خدا کے ہاں پہنچ کر اولاد اور والدین سب کو پتہ لگ جائے گا کہ کس کی زیادتی یا تقصیر تھی تنبیہ

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ سے یہاں تک حق تعالیٰ کا کلام ہے۔ پہلے لقمان کی وصیت بیٹے کو تھی۔ اور آگے بھی "يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ" الخ سے اسی وصیت کا سلسلہ ہے۔ درمیان میں اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے ایک ضروری تنبیہ فرما دی۔ یعنی شرک اتنی سخت قبیح چیز ہے کہ ماں باپ کے مجبور کرنے پر بھی اختیار نہیں کیا جاسکتا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "لقمان نے بیٹے کو باپ کا حق نہ بتلایا تھا کہ اپنی غرض معلوم ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے توحید کی نصیحت سے پیچھے اور دوسری نصیحتوں سے پہلے ماں باپ کا حق فرما دیا کہ بعد اللہ کے حق کے ماں باپ کا حق ہے۔ باپ نے اللہ کا حق بتایا۔ اللہ نے باپ کا۔ باقی پیغمبر یا مرشد و ہادی کا حق بھی حق اللہ کے ذیل میں سمجھو کہ وہ اسی کے نائب ہوتے ہیں۔" (موضح بتغیر یسیر)

۶ **حضرت لقمان کی دوسری نصیحت** یعنی کوئی چیز یا کوئی خصلت اچھی یا بری اگر رائی کے دانہ کے برابر چھوٹی ہو اور فرض کرو پتھر کی کسی سخت چٹان کے اندر یا آسمانوں کی بلندی پر یا زمین کی تاریک گہرائیوں میں رکھی ہو، وہ بھی اللہ سے مخفی نہیں ہوسکتی۔ جب وقت آئے گا وہیں سے لا حاضر کرے گا۔ اس لئے آدمی کو چاہئے کہ عمل کرتے وقت یہ بات پیش نظر رکھے کہ ہزار پردوں میں بھی جو کام کیا جائے گا، اللہ کے سامنے ہے۔ چنانچہ نیکی یا بدی کیسی ہی چھپ کر کی جائے اس کا اثر ضرور ظاہر ہو کر رہتا ہے جسے اہل نظر بے تکلف محسوس کر لیتے ہیں۔

بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَاۤ

بھلی بات ‏ اور منع کر برائی سے ① اور تحمل کر جو

اَصَابَكَ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۚ﴿۱۷﴾ وَلَا تُصَعِّرْ

تجھ پر پڑے ‏ بے شک یہ ہیں ہمت کے کام ② اور اپنے گال

خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۭ

مت پھلا لوگوں کی طرف ③ اور مت چل زمین پر اتراتا

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۚ﴿۱۸﴾ وَاقْصِدْ

بے شک اللہ کو نہیں بھاتا کوئی اتراتا بڑائیاں کرنے والا (مارتا) ④ اور چل

فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۭ اِنَّ اَنْكَرَ

بیچ کی چال اور نیچی کر آواز اپنی بے شک بری سے

الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ۧ﴿۱۹﴾ اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ

بری آواز گدھے کی آواز ہے ⑤ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے

ع ۲ ۸ ۱۱

سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ

کام میں لگائے تمہارے جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں ⑥

وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ۭ وَمِنَ

اور پوری کر دیں تم پر اپنی نعمتیں کھلی (ظاہر) اور چھپی (مخفی) ⑦ اور

النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى

لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو جھگڑتے ہیں اللہ کی بات میں نہ سمجھ رکھیں نہ سوجھ

یعنی خود اللہ کی توحید اور بندگی پر قائم ہو کر دوسروں کو بھی نصیحت کر کہ بھلی بات سیکھیں اور برائی سے رکیں۔

صبر کی نصیحت یعنی دنیا میں جو سختیاں پیش آئیں جن کا پیش آنا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سلسلہ میں اغلب ہے ان کو تحمل اور اولوالعزمی سے برداشت کر۔ شدائد سے گھبرا کر ہمت ہار دینا حوصلہ مند بہادروں کا کام نہیں۔

غرور نہ کرو یعنی غرور سے مت دیکھ اور لوگوں کو حقیر سمجھ کر متکبروں کی طرح بات نہ کر۔ بلکہ خندہ پیشانی سے مل۔

اکڑ کر چلنے کی ممانعت یعنی اترانے اور شیخیاں مارنے سے آدمی کی کچھ عزت نہیں بڑھتی بلکہ ذلیل وحقیر ہوتا ہے۔ سامنے نہیں تو پیچھے لوگ برا کہتے ہیں۔

بول چال میں اعتدال یعنی تواضع، متانت اور میانہ روی کی چال اختیار کر، بے ضرورت مت بول، کلام کرتے وقت حد سے زیادہ نہ چلّا، اگر اونچی آواز سے بولنا ہی کوئی کمال ہوتا تو گدھے کی آواز پر خیال کرو، وہ بہت زور سے آواز نکالتا ہے مگر کس قدر کریہ وکرخت ہوتی ہے۔ بہت زور سے بولنے میں بسا اوقات آدمی کی آواز بھی ایسی ہی بے ڈھنگی اور بے سری ہو جاتی ہے۔ (ربط) لقمان کا کلام یہاں تک تمام ہوا۔ آگے پھر اصل مضمون کی طرف عود کیا گیا ہے یعنی حق تعالیٰ کی عظمت وجلال اور احسان وانعام یاد دلا کر توحید وغیرہ کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔

مخلوقات پر انسان کی حکومت یعنی آسمان وزمین کی کل مخلوق تمہارے کام میں لگا دی ہے، پھر تم اس کے کام میں کیوں نہیں لگتے۔

کھلی نعمتیں وہ جو حواس سے مدرک ہوں یا بے تکلف سمجھ میں آجائیں چھپی وہ جو عقلی غور وفکر سے دریافت کی جائیں۔ یا ظاہری سے مادی ومعاشی اور باطنی سے روحانی ومعادی نعمتیں مراد ہوں۔ گویا پیغمبر بھیجنا کتاب اتارنا، نیکی کی توفیق دینا، سب باطنی نعمتیں ہوں گی۔ واللہ اعلم۔

وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝٢٠ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ

اور نہ روشن کتاب ۝ اور جب ان کو کہیے چلو اس حکم پر جو

اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ

اتارا اللہ نے کہیں نہیں ہم تو چلیں گے اس پر جس پر پایا ہم نے اپنے

اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ

باپ دادوں کو بھلا اور جو شیطان بلاتا ہو ان کو دوزخ کے عذاب کی طرف

السَّعِيْرِ ۝٢١ وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ

تو بھی ۝ اور جو کوئی تابع کرے اپنا منہ اللہ کی طرف اور وہ

مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ؕ وَاِلَى

ہو نیکی پر سو اس نے پکڑ لیا مضبوط کڑا ۝ اور

اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝٢٢ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ

اللہ کی طرف ہے آخر ہر کام کا ۝ اور جو کوئی منکر ہوا تو تو غم نہ کھا اس کے

كُفْرُهٗ ؕ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ

انکار سے ہماری طرف پھر آنا ہے ان کو پھر ہم جتلا دیں گے ان کو جو انہوں نے کیا ہے البتہ اللہ

عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝٢٣ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ

جانتا ہے جو بات ہے دلوں میں ۝ کام چلا دیں گے ہم ان کا تھوڑے دنوں پھر پکڑ بلائیں گے ان کو

اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝٢٤ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ

گاڑھے (بھاری) عذاب میں ۝ اور اگر تو پوچھے ان سے کس نے بنائے

۱ **اللہ کی بات میں بے علم و ہدایت جھگڑنے والے** یعنی ایسے کھلے ہوئے انعام واحسان کے باوجود بعض لوگ آنکھیں بند کر کے اللہ کی وحدانیت میں یا اس کی شئون وصفات میں یا اس کے احکام وشرائع میں جھگڑتے ہیں اور محض بے سند جھگڑتے ہیں۔ نہ کوئی علمی اور عقلی اصول ان کے پاس ہے نہ کسی ہادی برحق کی ہدایت، نہ کسی مستند اور روشن کتاب کا حوالہ، محض باپ دادوں کی اندھی تقلید ہے جس کا ذکر اگلی آیت میں آتا ہے۔ **تنبیہ** ترجمہ سے یوں مترشح ہوتا ہے کہ غالباً مترجم محقق قدس اللہ روحہٗ نے "علم" سے عقلی طور پر سمجھنا مراد لیا ہے اور "ہدیٰ" سے ایک طرح کی بصیرت مراد لی ہے جو سلامتی ذوق ووجدان اور ممارست عقل وفکر سے ناشی ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ ان لوگوں کو نہ معمولی سمجھ ہے نہ وجدانی بصیرت حاصل ہے نہ روشن کتاب یعنی نقلی دلیل رکھتے ہیں۔ یہ معنی بہت لطیف ہیں۔ ہم نے آیت کی جو تقریر اختیار کی محض تسہیل کی غرض سے کی ہے۔

۲ **آباواجداد کی اندھی تقلید** یعنی اگر شیطان تمہارے باپ دادوں کو دوزخ کی طرف لئے جارہا ہو، تب بھی تم ان کے پیچھے چلو گے؟ اور جہاں وہ گریں گے وہیں گرو گے؟

۳ یعنی جس نے اخلاص کے ساتھ نیکی کا راستہ اختیار کیا اور اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیا، سمجھو کہ اس نے بڑا مضبوط حلقہ ہاتھ میں تھام لیا ہے جب تک یہ کڑا پکڑے رہے گا، گرنے یا چوٹ کھانے کا کوئی اندیشہ نہیں۔

۴ یعنی جس نے یہ کڑا مضبوط تھامے رکھا وہ آخر اس کے سہارے سے اللہ تک پہنچ جائے گا اور خدا اس کا انجام درست کر دے گا۔

۵ **ان کے انکار اور تکذیب کی پروانہ کرو** یعنی تم اپنا علاقہ خدا تعالیٰ سے جوڑے رکھو، کسی کے انکار وتکذیب کی پروانہ کرو۔ منکرین کو بھی بالآخر ہمارے ہاں آنا ہے۔ اس وقت سب کیا دھرا سامنے آجائے گا۔ کسی جرم کو اللہ سے چھپا نہ سکیں گے وہ تو دلوں تک کے راز جانتا ہے۔ سب کھول کر رکھ دے گا۔

۶ یعنی تھوڑے دن کا عیش اور بے فکری ہے۔ مہلت ختم ہونے پر سخت سزا کے نیچے کھنچے چلے آئیں گے۔ مجال ہے کہ چھوٹ کر بھاگ جائیں؟

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ

آسمان اور زمین تو کہیں اللہ نے تو کہہ سب خوبی اللہ کو ہے

بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَ

پر وہ بہت لوگ سمجھ نہیں رکھتے ۱ اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمان اور

الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِىُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ اَنَّ مَا

زمین میں بے شک اللہ وہی ہے بے پرواہ سب خوبیوں والا ۲ اور اگر

فِى الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ

جتنے درخت ہیں زمین میں قلم ہوں اور سمندر ہو اس کی سیاہی

بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ

اس کے پیچھے ہوں سات سمندر نہ تمام (ختم) ہوں باتیں اللہ کی بے شک

اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۷﴾ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا

اللہ زبردست ہے حکمتوں والا ۳ تم سب کا بنانا اور مرے پیچھے جلانا

كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۲۸﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ

ایسا ہی ہے جیسا ایک جی کا ۴ بے شک اللہ سب کچھ سنتا دیکھتا ہے ۵ تو نے نہیں دیکھا کہ

اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيْلِ وَ

اللہ داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں اور

سَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۫ كُلٌّ يَّجْرِىْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى

کام میں لگا دیا ہے سورج اور چاند کو ہر ایک چلتا ہے ایک مقرر وقت تک ۶

❶ **اللہ کی خالقیت کا اعتراف کفار کو بھی ہے** یعنی الحمدللہ اتنا تو زبان سے اعتراف کرتے ہو کہ زمین و آسمان کا پیدا کرنا بجز اللہ کے کسی کا کام نہیں، پھر اب کونسی خوبی رہ گئی جو اس کی ذات میں نہ ہو۔ کیا ان چیزوں کا پیدا کرنا اور ایک خاص محکم نظام پر چلانا بدون اعلیٰ درجہ کے علم و حکمت اور زور وقدرت کے ممکن ہے؟ لامحالہ ''خَالِقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ'' میں تمام کمالات تسلیم کرنے پڑیں گے۔ اور یہ بھی اسی کی قدرت کا ایک نمونہ ہے کہ تم جیسے منکرین سے اپنی عظمت وقدرت کا اقرار کرا دیتا ہے۔ جس کے بعد تم ملزم ٹھہرتے ہو کہ جب تمہارے نزدیک خالق تنہا وہ ہے تو معبود دوسرے کیونکر بن گئے۔ بات تو صاف ہے پر بہت لوگ نہیں سمجھتے اور یہاں پہنچ کر اٹک جاتے ہیں۔

❷ یعنی جس طرح آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا اللہ ہے ایسے ہی آسمان و زمین میں جو چیزیں موجود ہیں سب بلا شرکت غیرے اسی کی مخلوق و مملوک اور اسی کی طرف محتاج ہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں، کیونکہ وجود اور توابع وجود یعنی جملہ صفات کمالیہ کا مخزن و منبع اسی کی ذات ہے۔ اس کا کوئی کمال دوسرے سے مستفاد نہیں۔ وہ بالذات سب عزتوں اور خوبیوں کا مالک ہے۔ پھر اسے کسی کی کیا پرواہ ہوتی؟

❸ **اللہ کے کلمات غیر متناہی ہیں** یعنی اگر تمام دنیا کے درختوں کو تراش کر قلم بنالیں اور موجودہ سمندر کی سیاہی تیار کی جائے، پھر پیچھے سے سات سمندر اور اس کی کمک پر آجائیں اور فرض کرو تمام مخلوق اپنی اپنی بساط کے موافق لکھنا شروع کرے، تب بھی ان باتوں کو لکھ کر تمام نہ کرسکیں گے جو حق تعالیٰ کے کمالات اور عظمت و جلال کو ظاہر کرنے والی ہیں، لکھنے والوں کی عمریں تمام ہو جائیں گی۔ قلم گھس گھس کر ٹوٹ جائیں گے، سیاہی ختم ہو جائے گی پر اللہ کی تعریفیں اور اس کی خوبیاں ختم نہ ہوں گی، بھلا محدود و متناہی قوتوں سے لامحدود اور غیر متناہی کا سرانجام کیونکر ہو۔ ''اَللّٰھُمَّ لَآ اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ۔''

❹ **اللہ کا ارادہ وقدرت** یعنی سارے جہاں کا پیدا کرنا اور ایک آدمی کا پیدا کرنا خدا تعالیٰ کے لئے دونوں برابر ہیں۔ نہ اس میں کچھ وقت نہ اس میں کچھ تعب۔ ایک ''کن'' سے جو چاہے کر ڈالے اور لفظ ''کن'' کہنے پر بھی موقوف نہیں۔ یہ ہم کو سمجھانے کا ایک عنوان ہے بس ادھر ارادہ ہوا ادھر وہ چیز موجود۔

❺ **اللہ تعالیٰ کا سمع وبصر** یعنی جس طرح ایک آواز کا سننا اور بیک وقت تمام جہان کی آوازوں کو سننا، یا ایک چیز کا دیکھنا اور بیک وقت تمام جہان کی چیزوں کو دیکھنا، اس کے لئے برابر ہے۔ ایسے ہی ایک آدمی کا مارنا، جلانا اور سارے جہان کا مارنا جلانا اس کی قدرت کے سامنے یکساں ہے پھر دوبارہ جلانے کے بعد بیک وقت تمام اولین و آخرین کے اگلے پچھلے اعمال کا رتی رتی حساب چکا دینے میں بھی اسے کوئی دقت نہیں ہوسکتی کیونکہ ہمارے تمام اقوال کو سنتا اور تمام افعال کو دیکھتا ہے۔ کوئی چھپی کھلی بات وہاں پوشیدہ نہیں۔

❻ ''مقرر وقت'' سے قیامت مراد ہے یا چاند سورج میں سے ہر ایک کا دورہ۔ کیونکہ ایک دورہ پورا ہونے کے بعد گویا از سر نو چلنا شروع کرتے ہیں۔

وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ

اور یہ کہ اللہ خبر رکھتا ہے اس کی جو تم کرتے ہو ۱ یہ اس لیے کہا کہ اللہ

هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ ۙ وَ

وہی ہے ٹھیک اور جس کسی کو پکارتے ہیں اس کے سوا سو وہی جھوٹ ہے ۲ اور

اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۳۰﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ

ع ۳ ۱۱ ۱۲

اللہ وہی ہے سب سے اوپر بڑا ۳ تو نے نہ دیکھا کہ جہاز

تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ ۭ

چلتے ہیں سمندر میں اللہ کی نعمت (فضل سے) لے کر تا کہ دکھلائے تم کو کچھ اپنی قدرتیں ۴

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا

البتہ اس میں نشانیاں ہیں ہر ایک تحمل کرنے والے احسان ماننے والے کے واسطے ۵ اور جب

غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ

سر پر آئے ان کے موج جیسے بادل پکارنے لگیں اللہ کو خالص کر کر

لَهُ الدِّيْنَ ۥ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۭ

اسی کے لیے بندگی ۶ پھر جب بچا دیا ان کو جنگل کی طرف تو کوئی ہوتا ہے ان میں بیچ کی چال پر ۷

وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۲﴾ يٰٓاَيُّهَا

اور منکر وہی ہوتے ہیں ہماری قدرتوں سے جو قول کے جھوٹے ہیں حق نہ ماننے والے ۸ اے

النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ

لوگو بچتے رہو اپنے رب سے اور ڈرو اس دن سے کہ کام نہ آئے

۱ یعنی جو قوت رات کو دن اور دن کو رات کرتی اور چاند سورج جیسے کرات عظیمہ کو ادنیٰ مزدور کی طرح کام میں لگائے رکھتی ہے۔ اسے تمہارا مرے پیچھے زندہ کر دینا کیا مشکل ہوگا۔ اور جب ہر ایک چھوٹے بڑے عمل سے پوری طرح باخبر ہے تو حساب کتاب میں کیا دشواری ہوگی۔

۲ **معبود ہونے کا اہل صرف اللہ ہے** یعنی حق تعالیٰ کی یہ شئون عظیمہ اور صفات قاہرہ اس لئے ذکر کی گئیں کہ سننے والے سمجھ لیں کہ ایک خدا کو ماننا اور صرف اس کی عبادت کرنا ہی ٹھیک راستہ ہے۔ اس کے خلاف جو کچھ کہا جائے یا کیا جائے باطل اور جھوٹ ہے۔ یا یہ مطلب ہو کہ اللہ تعالیٰ کا موجود بالذات اور واجب الوجود ہونا جو "بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ" سے سمجھ میں آتا ہے اور دوسروں کا باطل و ہالک الذات ہونا اس کو مستلزم ہے کہ اکیلے اسی خدا کے واسطے یہ شئون وصفات ثابت ہوں پھر جس کے لئے یہ شئون وصفات ثابت ہوں گی وہ ہی معبود بننے کا مستحق ہوگا۔

۳ لہٰذا بندہ کی انتہائی پستی اور تذلل (جس کا نام عبادت ہے) اسی کے لئے ہونا چاہئے۔

۴ یعنی جہاز بھاری بھاری سامان اٹھا کر خدا کی قدرت اور فضل ورحمت سے کس طرح سمندر کی موجوں کو چیرتا پھاڑتا ہوا چلا جاتا ہے۔

۵ **بحری سفر میں اللہ کی نشانیاں** یعنی اس بحری سفر کے احوال وحوادث میں غور کرنا انسان کے لئے صبر وشکر کے مواقع بہم پہنچاتا ہے۔ جب طوفان اٹھ رہے ہوں اور جہاز پانی کے تھپیڑوں میں گھرا ہو، اس وقت بڑے صبر وتحمل کا کام ہے اور جب اللہ نے اس کشمکش موت وحیات سے صحیح وسالم نکال دیا تو ضروری ہے کہ اس کا احسان مانے۔

۶ **اللہ کو پکارنا انسانی ضمیر کی آواز ہے** اوپر دلائل وشواہد سے سمجھایا تھا کہ ایک اللہ ہی کا ماننا ٹھیک ہے، اس کے خلاف سب باتیں جھوٹی ہیں۔ یہاں بتلایا کہ طوفانی موجوں میں گھر کر کٹر سے کٹر مشرک بھی بڑی عقیدتمندی اور اخلاص کے ساتھ اللہ کو پکارنے لگتا ہے۔ معلوم ہوا کہ انسانی ضمیر وفطرت کی اصلی آواز یہ ہی ہے۔ باقی سب بناوٹ اور جھوٹے ڈھکوسلے ہیں۔

۷ یعنی جب خدا تعالیٰ طوفان سے نکال کر خشکی پر لے آیا تو تھوڑے نفوس ہیں جو اعتدال وتوسط کی راہ پر قائم رہیں ورنہ اکثر تو دریا سے نکلتے ہی شرارتیں شروع کر دیتے ہیں۔ مترجم رحمہ اللہ نے "فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ" کا ترجمہ کیا "تو کوئی ہوتا ہے ان میں بیچ کی چال پر۔" حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ یعنی جو حال خوف کے وقت تھا وہ تو کسی کا نہیں، مگر بالکل بھول بھی نہ جائے۔ ایسے بھی کم ہیں، نہیں تو اکثر قدرت سے منکر ہوتے ہیں۔ اپنے بچ نکلنے کو تدبیر پر رکھتے ہیں یا کسی ارواح وغیرہ کی مدد پر۔

۸ **قدرت الٰہیہ کا انکار** یعنی ابھی تھوڑی دیر پہلے طوفان میں گھر کر جو قول وقرار اللہ سے کر رہے تھے۔ سب جھوٹے نکلے۔ چند روز بھی اس کے انعام واحسان کا حق نہ مانا اس قدر جلد قدرت کی نشانیوں سے منکر ہوگئے۔

وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ز وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ

کوئی باپ اپنے بیٹے کے بدلے اور نہ کوئی بیٹا ہو جو کام آئے اپنے

وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ط اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ

باپ کی جگہ کچھ بھی ① بے شک اللہ کا وعدہ ٹھیک ہے سو تم کو نہ بہکائے

الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا قف وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۳۳﴾

دنیا کی زندگانی اور نہ دھوکا دے تم کو اللہ کے نام سے وہ دغاباز ②

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ج

بے شک اللہ کے پاس ہے قیامت کی خبر اور اتارتا ہے مینہ

وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ط وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّا

اور جانتا ہے جو کچھ ہے ماں کے پیٹ میں اور کسی جی کو معلوم نہیں کہ

ذَا تَكْسِبُ غَدًا ط وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ

کل کو کیا کرے گا اور کسی جی کو خبر نہیں کہ کس زمین میں

تَمُوْتُ ط اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۳۴﴾ ع

ع ۴ / ۱۲

مرے گا تحقیق اللہ سب کچھ جاننے والا خبردار ہے ③

① **قیامت میں نفسی نفسی** طوفان کے وقت جہاز کے مسافروں میں سخت افراتفری ہوتی ہے ہر ایک اپنی جان بچانے کی فکر میں رہتا ہے۔ تاہم ماں باپ اولاد سے اور اولاد ماں باپ سے بالکل غافل نہیں ہو جاتی۔ ایک دوسرے کے بچانے کی تدبیر کرتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات والدین کی شفقت چاہتی ہے کہ ہو سکے تو بچہ کی مصیبت اپنے سر لے کر اس کو بچا لیں لیکن ایک ہولناک اور ہوش ربا دن آنے والا ہے جب ہر طرف نفسی نفسی ہوگی۔ اولاد اور والدین میں سے کوئی ایثار کر کے دوسرے کی مصیبت اپنے سر لینے کو تیار نہ ہوگا۔ اور تیار بھی ہو تو یہ تجویز چل نہ سکے گی۔ چاہئے کہ آدمی اس دن سے ڈر کر غضب الٰہی سے بچنے کا سامان کرے۔ آج اگر سمندر کے طوفان سے بچ گئے تو کل اس سے کیونکر بچو گے۔

② **قیامت کا وعدہ ضرور پورا ہوگا** یعنی وہ دن یقیناً آ کر رہے گا یہ اللہ کا وعدہ ہے جو ٹل نہیں سکتا۔ لہٰذا دنیا کی چند روزہ بہار اور چہل پہل سے دھوکا نہ کھاؤ کہ ہمیشہ اسی طرح رہے گی۔ اور یہاں آرام سے ہو تو وہاں بھی آرام کرو گے؟ نیز اس دغاباز شیطان کے اغواء سے ہوشیار رہو جو اللہ کا نام لے کر

دھوکا دیتا ہے۔ کہتا ہے میاں اللہ غفور رحیم ہے خوب گناہ سمیٹو، مزے اڑاؤ، بوڑھے ہو کر کبھی توبہ کر لینا۔ اللہ سب بخش دے گا۔ تقدیر میں اگر اس نے جنت لکھ دی ہے تو گناہ کتنے ہی ہوں ضرور پہنچ کر رہو گے اور دوزخ لکھی ہے تو کسی طرح بچ نہیں سکتے پھر کاہے کے لئے دنیا کا مزہ چھوڑا۔

◆ **تقدیر الٰہی اور تدبیر کا تعلق** یعنی قیامت آ کر رہے گی، کب آئے گی؟ اس کا علم خدا کے پاس ہے۔ نہ معلوم کب یہ کارخانہ توڑ پھوڑ کر برابر کر دیا جائے۔ آدمی دنیا کے باغ و بہار اور رونق تر و تازگی پر ریجھتا ہے، کیا نہیں جانتا کہ علاوہ فانی ہونے کے فی الحال بھی یہ چیز اور اس کے اسباب سب خدا کے قبضہ میں ہیں۔ زمین کی ساری رونق اور مادی برکت (جس پر تمہاری خوشحالی کا مدار ہے) آسمانی بارش پر موقوف ہے۔ سال دو سال مینہ نہ برسے تو ہر طرف خاک اڑنے لگے۔ نہ سامان معیشت رہیں نہ اسباب راحت، پھر تعجب ہے کہ انسان دنیا کی زینت اور تر و تازگی پر فریفتہ ہو کر اس ہستی کو بھول جائے جس نے اپنی باران رحمت سے اس کو تر و تازہ اور پر رونق بنا رکھا ہے۔ علاوہ بریں کسی شخص کو کیا معلوم ہے کہ دنیا کے عیش و آرام میں اس کا کتنا حصہ ہے۔ بہت سے لوگ کوشش کر کے اور ایڑیاں رگڑ کر مر جاتے ہیں لیکن زندگی بھر چین نصیب نہیں ہوتا۔ بہت ہیں جنہیں بے محنت دولت مل جاتی ہے۔ یہ دیکھ کر بھی کوئی آدمی جو دین کے معاملہ میں تقدیر الٰہی پر بھروسہ کیے بیٹھا ہو، دنیوی جد و جہد میں تقدیر پر قانع ہو کر ذرہ برابر کمی نہیں کرتا۔ وہ سمجھتا ہے کہ تدبیر کرنی چاہئے۔ کیونکہ اچھی تقدیر عموماً کامیاب تدبیر ہی کے ضمن میں ظاہر ہوتی ہے۔ یہ علم خدا کو ہے کہ فی الواقع ہماری تقدیر کیسی ہو گی اور صحیح تدبیر بن پڑے گی یا نہیں۔ یہی بات اگر ہم دین کے معاملہ میں سمجھ لیں تو شیطان کے دھوکہ میں ہرگز نہ آئیں۔ بیشک جنت دوزخ جو کچھ ملے گی تقدیر سے ملے گی۔ جس کا علم خدا کو ہے مگر عموماً اچھی یا بری تقدیر کا چہرہ اچھی یا بری تدبیر کے آئینہ میں نظر آتا ہے۔ اس لئے تقدیر کا حوالہ دے کر ہم تدبیر کو نہیں چھوڑ سکتے۔ کیونکہ یہ پتہ کسی کو نہیں کہ اللہ کے علم میں وہ سعید ہے یا شقی۔ جنتی ہے یا دوزخی، مفلس ہے یا غنی۔ للہذا ظاہری عمل اور تدبیر ہی وہ چیز ہوئی جس سے عادۃً ہم کو نوعیت تقدیر کا قدرے پتہ چل جاتا ہے۔ ورنہ یہ علم تو حق تعالیٰ ہی کو ہے کہ عورت کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی اور پیدا ہونے کے بعد اس کی عمر کیا ہو۔ روزی کتنی ملے، سعید ہو یا شقی، اسی کی طرف " وَيَعْلَمُ مَا فِى الْاَرْحَامِ " میں اشارہ کیا ہے۔ رہا شیطان کا یہ دھوکا کہ فی الحال تو دنیا کے مزے اڑا لو، پھر توبہ کر کے نیک بن جانا، اس کا جواب " وَمَا تَدْرِىْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا " الخ میں دیا ہے۔ یعنی کسی کو خبر نہیں کہ کل وہ کیا کرے گا؟ اور کچھ کرنے کیلئے زندہ بھی رہے گا؟ کب موت آ جائے گی اور کہاں آئے گی؟ پھر یہ وثوق کیسے ہو کہ آج کی بدی کا تدارک کل نیکی سے ضرور کر لے گا اور توبہ کی توفیق ضرور پائے گا؟ ان چیزوں کی خبر تو اسی علیم و خبیر کو ہے۔ **تنبیہ**

اللہ کا علم غیب اور رسول اللہ کا علم غیب یاد رکھنا چاہئے کہ مغیبات جنس احکام سے ہوں گی یا جنس اکوان سے، پھر اکوان غیبیہ زمانی ہیں یا مکانی ما ورزمانی کی باعتبار ماضی، مستقبل حال کے تین قسمیں کی گئی ہیں۔ ان میں سے احکام غیبیہ کا کلی علم پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمایا گیا فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ الٰى آخر الآیہ (جن۔ رکوع ۲) جس کی جزئیات کی تفصیل و تبویب از کیائے امت نے کی۔ اور اکوان غیبیہ کی کلیات و اصول کا علم حق تعالیٰ نے اپنے ساتھ مختص رکھا ہاں جزئیات منتشرہ پر بہت سے لوگوں کو حسب استعداد اطلاع دی۔ اور نبی کریم ﷺ کو اس سے بھی اتنا وافر اور عظیم الشان حصہ ملا جس کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا۔ تاہم اکوان غیبیہ کا علم کلی رب العزت ہی کے ساتھ مختص رہا۔

مفاتیح الغیب کا کلی علم صرف اللہ کو ہے آیت ہذا میں جو پانچ چیزیں مذکور ہیں احادیث میں ان کو مفاتیح الغیب فرمایا ہے جن کا علم (یعنی علم کلی) بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں۔ فی الحقیقت ان پانچ چیزوں میں کل اکوان غیبیہ کی انواع کی طرف اشارہ ہو گیا۔ " بِاَىِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ " میں غیوب مکانیہ مَا ذَا تَكْسِبُ غَدًا " میں زمانیہ مستقبلہ مَا فِى الْاَرْحَامِ " میں زمانیہ حالیہ اور يُنَزِّلُ الْغَيْثَ " میں غالباً زمانیہ ماضیہ پر تنبیہ ہے۔ یعنی بارش آتی ہوئی معلوم ہوتی ہے لیکن یہ کسی کو معلوم نہیں کہ پہلے سے کیا ایسے اسباب فراہم ہو رہے تھے کہ ٹھیک اسی وقت اسی جگہ اسی مقدار میں بارش ہوئی، ماں بچہ کو پیٹ میں لئے پھرتی ہے پر اسے پتہ نہیں کہ پیٹ میں کیا ہے۔ لڑکا یا لڑکی؟ انسان واقعات آئندہ پر حاوی ہونا چاہتا ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ کل میں خود کیا کام کروں گا؟ میری موت کہاں واقع ہو گی؟ اس جہل و بیچارگی کے باوجود تعجب ہے کہ دنیوی زندگی پر مفتون ہو کر خالق حقیقی کو اور اس دن کو بھول جائے جب پروردگار کی عدالت میں کشاں کشاں حاضر ہونا پڑے گا۔ بہر حال ان پانچ چیزوں کے ذکر سے تمام اکوان غیبیہ کے علم کلی کی طرف اشارہ کرنا ہے حصر مقصود نہیں اور غالباً ذکر میں ان پانچ کی تخصیص اس لئے ہوئی کہ ایک سائل نے سوال انہی پانچ باتوں کی نسبت کیا تھا جس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ کما فی الحدیث۔ پہلے سورۂ انعام اور سورۂ نمل میں بھی ہم علم غیب کے متعلق کچھ لکھ چکے ہیں۔ ایک نظر ڈال لی جائے، تم سورۃ القمان بمنه وکرمه،

آیاتہا ۳۰　(۳۲) سُوْرَۃُ السَّجْدَۃِ مَکِّیَّۃٌ (۷۵)　رکوعاتہا ۳

سورۂ سجدہ مکہ میں نازل ہوئی اس کی تیس آیتیں ہیں اور تین رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ

الٓمّٓ　اتارنا کتاب کا　اس میں کچھ دھوکا نہیں　پروردگار

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ

عالم کی طرف سے ہے ﴿۱﴾ کیا کہتے ہیں کہ یہ جھوٹ باندھ لایا ہے　کوئی نہیں وہ ٹھیک ہے تیرے

رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ

رب کی طرف سے　تاکہ تو ڈر سنائے ان لوگوں کو　جن کے پاس نہیں آیا کوئی ڈرانے والا تجھ سے پہلے

لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۳﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

تاکہ وہ راہ پر آئیں ﴿۲﴾　اللہ ہے　جس نے بنائے آسمان

وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى

اور زمین　اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے　چھ دن کے اندر　پھر قائم ہوا

عَلَى الْعَرْشِ ۭ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا

عرش پر ﴿۳﴾　کوئی نہیں تمہارا اس کے سوائے　حمایتی　اور نہ

شَفِيْعٍ ۭ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴﴾ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ

سفارشی　پھر تم کیا دھیان نہیں کرتے ﴿۴﴾　تدبیر سے اتارتا ہے کام

سورۃ السجدۃ

۱ بلا شبہ یہ کتاب مقدس رب العالمین نے اتاری ہے نہ اس میں کچھ دھوکا ہے نہ شک وشبہ کی گنجائش۔

۲ **قرآن وحی الٰہی ہے اس کے دلائل** یعنی جس کتاب کا معجز اور من اللہ ہونا اس قدر واضح ہے کہ شک وشبہ کی قطعاً گنجائش نہیں، کیا اس کی نسبت کفار کہتے ہیں کہ پیغمبر اپنی طرف سے گھڑ لایا ہے اور معاذ اللہ جھوٹ طوفان خدا کی طرف نسبت کرتا ہے؟ حد ہو گئی جب ایسی روشن چیز میں بھی شبہات پیدا کیے جانے لگے، ذرا غور وانصاف کرتے تو معلوم ہو جاتا کہ یہ کتاب ٹھیک پروردگار عالم کی طرف سے آئی ہے تا اس کے ذریعہ سے آپ اس قوم کو بیدار کرنے اور راہ راست پر لانے کی کوشش کریں جن کے پاس قرنوں سے کوئی بیدار کرنے والا پیغمبر نہیں آیا۔ سوچنے کی بات ہے کہ آدمی اپنی طرف سے وہی چیز بنا کر لاتا ہے یا بنا سکتا ہے، جس کی کوئی نظیر یا زبردست خواہش اس کے ماحول میں پائی جاتی ہو۔ کسی ملک میں ایسی بات دفعۃً منہ سے نکال دینا جوان کی سینکڑوں برس کی مسخ شدہ ذہنیت اور مذاق کے بکسر مخالف ہو اور جس کے قبول کی ادنیٰ ترین استعداد بھی بظاہر نہ پائی جائے، کسی عاقل کا کام نہیں ہو سکتا۔ ہاں اللہ تعالیٰ کی قدرت قاہرہ کسی کو مامور کرے وہ الگ بات ہے پس نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم جن کا اعقل الناس ہونا ان کو بھی تسلیم کرنا پڑا ہے جو آپ کو (معاذ اللہ) مفتری کہتے ہیں، اگر کوئی بات بنا کر لاتے تو یقیناً ایسی لاتے جو عرب کی اس فضا کے مناسب اور عام جذبات کے موافق ہوتی اور جس کا کوئی نمونہ ان کے گرد وپیش پایا جاتا۔ یہی بات ایک انصاف پسند کو یقین دلا سکتی ہے کہ وہ خود اپنی ذاتی خواہش سے کھڑے نہیں ہوئے اور نہ جو پیغام لائے وہ ان کا تصنیف کیا ہوا تھا۔

۳ اس کا بیان سورۂ اعراف میں آٹھویں پارہ کے اختتام کے قریب گذر چکا۔ ملاحظہ کر لیا جائے۔

۴ یعنی دھیان نہیں کرتے کہ اس کے پیغام اور پیغامبر کو جھٹلا کر کہاں جاؤ گے۔ تمام زمین وآسمان میں عرش سے فرش تک اللہ کی حکومت ہے۔ اگر پکڑے گئے تو اس کی اجازت ورضاء کے بدون کوئی حمایت اور سفارش کرنے والا بھی نہ ملے گا۔

السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ

آسمان سے زمین تک پھر چڑھتا ہے وہ کام اس کی طرف ایک دن میں

كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝٥ ذٰلِكَ

جس کا پیمانہ ہزار برس کا ہے تمہاری گنتی میں ۵ یہ ہے

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝٦ الَّذِيْۤ

جاننے والا چھپے (پوشیدہ) اور کھلے (ظاہر) کا زبردست رحم والا ۶ جس نے

اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ

خوب بنائی جو چیز بنائی اور شروع کی انسان کی پیدائش

مِنْ طِيْنٍ ۝٧ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ

ایک گارے سے پھر بنائی اس کی اولاد نچڑے ہوئے بے قدر

مَّهِيْنٍ ۝٨ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ

پانی سے ۷ پھر اس کو برابر کیا ۸ اور پھونکی اس میں اپنی ایک جان ۹ اور بنا دیئے

لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝٩

تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل تم بہت تھوڑا شکر کرتے ہو ۹

وَقَالُوْۤا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ

اور کہتے ہیں کیا جب ہم رل گئے زمین میں کیا ہم کو نیا (نئے سرے سے)

جَدِيْدٍ ۬ بَلْ هُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ۝١٠ قُلْ

بننا ہے کچھ نہیں وہ اپنے رب کی ملاقات سے منکر ہیں ۵ تو کہہ

(۱) **اللہ کی تدبیر امور کا طریقہ** بڑے کام اور اہم انتظامات کے متعلق عرش عظیم سے مقرر ہو کر نیچے حکم اترتا ہے۔ سب اسباب حسی و معنوی، ظاہری و باطنی، آسمان و زمین سے جمع ہو کر اس کے انصرام میں لگ جاتے ہیں۔ آخر وہ کام اور انتظام اللہ کی مشیت و حکمت سے مدتوں جاری رہتا ہے، پھر زمانہ دراز کے بعد اٹھ جاتا ہے۔ اس وقت اللہ کی طرف سے دوسرا رنگ اترتا ہے۔ جیسے بڑے بڑے پیغمبر جن کا اثر قرنوں رہا، یا کسی بڑی قوم میں سرداری جو نسلوں تک چلی۔ وہ ہزار برس اللہ کے ہاں ایک دن ہے (موضح بتغیر یسیر) **ہزار سال کے امور کا حکم اور اسکی تفسیر** مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہزار سال کے انتظامات و تدابیر فرشتوں کو القاء کرتا ہے۔ اور یہ اس کے ہاں ایک دن ہے۔ پھر فرشتے جب (انہیں انجام دے کر) فارغ ہو جاتے ہیں، آئندہ ہزار سال کے انتظامات القاء فرما دیتا ہے۔ یہ ہی سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ بعض مفسرین آیت کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ اللہ کا حکم آسمانوں کے اوپر سے زمین تک آتا ہے، پھر جو کارروائیاں اس کے متعلق یہاں ہوتی ہیں وہ دفتر اعمال میں درج ہونے کے لئے اوپر چڑھتی ہیں جو سمائے دنیا کے محدب پر واقع ہے۔ اور زمین سے وہاں تک کا فاصلہ آدمی کی متوسط رفتار سے ایک ہزار سال کا ہے جو خدا کے ہاں ایک دن قرار دیا گیا۔ مسافت تو اتنی ہے یہ جداگانہ بات ہے کہ فرشتہ ایک گھنٹہ یا اس سے بھی کم میں قطع کر لے۔ بعض مفسرین یوں معنی کرتے ہیں کہ ایک کام اللہ تعالیٰ کو کرنا ہے تو اس کے مبادی و اسباب کا سلسلہ ہزار سال پہلے سے شروع کر دیتے ہیں۔ پھر وہ حکمت بالغہ کے مطابق مختلف ادوار میں گذرتا اور مختلف صورتیں اختیار کرتا ہوا بتدریج اپنے منتہائے کمال کو پہنچتا ہے۔ اس وقت جو نتائج و آثار اس کے ظہور پذیر ہوتے ہیں بارگاہ ربوبیت میں پیش ہونے کے لئے چڑھتے ہیں۔ بعض کے نزدیک "یوم" سے یوم قیامت مراد ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ آسمان سے زمین تک تمام دنیا کا بندوبست کرتا ہے۔ پھر ایک وقت آئے گا جب یہ سارا قصہ ختم ہو کر اللہ کی طرف لوٹ جائے گا اور آخری فیصلہ کے لئے پیش ہوگا۔ اس کو قیامت کہتے ہیں۔ قیامت کا دن ہزار سال کے برابر ہے۔ بہرحال "فِیْ یَوْمٍ" کو بعض نے یُدَبِّرُ کے اور بعض نے یَعْرُجُ کے متعلق کیا ہے اور بعض نے تنازع فعلین مانا ہے۔ واللہ اعلم۔

(۲) یعنی ایسے اعلیٰ اور عظیم الشان انتظام و تدبیر کا قائم کرنا اسی پاک ہستی کا کام ہے جو ہر ایک ظاہر و پوشیدہ کی خبر رکھے، زبردست اور مہربان ہو۔

(۳) **انسانو! اپنی تخلیق میں غور کرو** یعنی نطفہ جو بہت سی غذاؤں کا نچوڑ ہے۔

(۴) یعنی شکل، صورت، اعضاء موزوں و متناسب رکھے۔

(۵) **اللہ کی روح کا مطلب** حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جو مخلوق ہے اسی کا مال ہے مگر جس کی عزت بڑھائی اس کو اپنا کہا جیسے فرمایا" اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ۔ " حالانکہ سب خدا کے بندے ہیں کما قال " اِنْ کُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا۔ " سو انسان کی جان عالم غیب سے آئی ہے مٹی پانی سے نہیں بنی اس کو اپنا کہا۔ ورنہ اللہ کی جان کا اگر وہ مطلب لیا جائے جو مثلاً آدمی کی جان کا لیتے ہیں تو چاہے جان کسی بدن میں ہو، بدن ہوا تو ترکیب آئی، ترکیب آئی تو حدوث آیا، ذات پاک کہاں رہی (موضح بتغییر)

(۶) ان نعمتوں کا شکر یہ تھا کہ آنکھوں سے اس کی آیات تکوینیہ کو بنظر امعان دیکھتے۔ کانوں سے آیات تنزیلیہ کو توجہ و شوق کے ساتھ سنتے۔ دل سے دونوں کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے کی کوشش کرتے، پھر سمجھ کر اس پر عامل ہوتے۔ مگر تم لوگ بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔

(۷) یعنی اس پر غور نہ کیا کہ اللہ نے ان کو اول مٹی سے پیدا کیا ہے۔ الٹے شبہات نکالنے لگے کہ مٹی میں مل جانے کے بعد ہم دوبارہ کس طرح بنائے جائیں گے۔ اور شبہ یا استبعاد ہی نہیں بلکہ صاف طور پر یہ لوگ بعث بعد الموت سے منکر ہو گئے۔

يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ

قبض کر لیتا ہے تم کو فرشتہ موت کا جو تم پر مقرر ہے پھر

اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝۱۱ ع وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ

ع ۱۱ ۱۴

اپنے رب کی طرف پھر جاؤ گے ۱ اور کبھی (تجھ کو تعجب ہو اگر) تو دیکھے جس وقت کہ منکر

نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا

سر ڈالے ہوئے ہوں گے اپنے رب کے سامنے ۲ اے رب ہم نے دیکھ لیا

وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ۝۱۲ وَلَوْ

اور سن لیا اب ہم کو پھر بھیج دے کہ ہم کریں بھلے کام ہم کو یقین آ گیا ۳ اور اگر

شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ

ہم چاہتے تو سمجھا دیتے ہر جی کو اس کی راہ لیکن ٹھیک پڑ چکی (پکی ہو چکی)

الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ

میری کہی بات کہ مجھ کو بھرنی ہے دوزخ جنوں اور آدمیوں سے

اَجْمَعِيْنَ ۝۱۳ فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ

اکٹھے ۴ سو اب چکھو مزہ جیسے تم نے بھلا دیا تھا اس اپنے دن کے ملنے کو

اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ

ہم نے بھی بھلا دیا تم کو ۵ اور چکھو عذاب سدا کا عوض اپنے

تَعْمَلُوْنَ ۝۱۴ اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا

کیے کا ہماری باتوں کو وہی مانتے ہیں کہ جب ان کو سمجھائے

۱ **موت کے بعد آدمی بالکل فنا نہیں ہوتا** حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں یعنی "تم آپ کو محض بدن اور دھڑ سمجھتے ہو کہ خاک میں رل مل کر برابر ہو گئے۔ ایسا نہیں تم حقیقت میں جان ہو جسے فرشتہ لے جاتا ہے بالکل فنا نہیں ہو جاتے۔" (موضح)

۲ یعنی ذلت و ندامت سے محشر میں۔

۳ یعنی ہمارے کان اور آنکھیں کھل گئیں۔ پیغمبر جو باتیں فرمایا کرتے تھے ان کا یقین آ گیا۔ بلکہ آنکھوں سے مشاہدہ کر لیا کہ ایمان اور عمل صالح ہی خدا کے ہاں کام دیتا ہے۔ اب ایک مرتبہ پھر دنیا میں بھیج دیجئے دیکھئے کیسے نیک کام کرتے ہیں۔

۴ دوسری جگہ فرمایا۔ "وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ" (انعام۔ رکوع ۳) یعنی جھوٹے ہیں اگر دنیا کی طرف لوٹائے جائیں پھر وہ ہی شرارتیں کریں۔ ان کی طبیعت ہی افتاد ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ شیطان کے اغواء کو قبول کر لیں اور اللہ کی رحمت سے دور بھاگیں۔ بیشک ہم کو قدرت تھی چاہتے تو ایک طرف سے تمام آدمیوں کو زبردستی اسی راہ ہدایت پر قائم رکھتے جس کی طرف انسان کا دل فطرۃً رہنمائی کرتا ہے۔ لیکن اس طرح سب کو ایک ہی طور و طریق اختیار کرنے کے لئے مضطر کر دینا حکمت کے خلاف تھا جس کا بیان کئی جگہ پہلے ہو چکا ہے۔ لہٰذا وہ بات پوری ہونی تھی جو ابلیس کے دعوے "لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ۔" (ص۔ رکوع ۵) کے جواب میں فرمائی تھی۔ "فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ" (ص۔ رکوع ۵) معلوم ہوا کہ یہاں جن و انس سے مراد وہی شیاطین اور ان کے اتباع ہیں۔

۵ **کفار پر اب کبھی رحمت نہیں ہوگی** ہم نے بھی تم کو بھلا دیا۔ یعنی کبھی رحمت سے یاد نہیں کئے جاؤ گے۔ آگے مجرمین کے مقابلہ میں مومنین کا حال و مآل بیان فرماتے ہیں۔

بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا

ان سے گر پڑیں سجدہ کر کر اور پاک ذات کو یاد کریں اپنے رب کی خوبیوں کے ساتھ اور وہ

يَسْتَكْبِرُوْنَ ۩ ۱۵ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ

بڑائی نہیں کرتے ۱ جدا رہتی ہیں ان کی کروٹیں اپنے سونے کی جگہ سے ۲

يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ز وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۱۶

پکارتے ہیں اپنے رب کو ڈر سے اور لالچ سے ۳ اور ہمارا دیا ہوا کچھ خرچ کرتے ہیں

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ج

سو کسی جی کو معلوم نہیں جو چھپا دھری ہے ان کے واسطے آنکھوں کی ٹھنڈک

جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۱۷ اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا

بدلہ اس کا جو کرتے تھے ۴ بھلا ایک جو ہے ایمان پر

كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ط لَا يَسْتَوٗنَ ۱۸ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

برابر ہے اس کے جو نافرمان ہے نہیں برابر ہوتے ۵ سو وہ لوگ جو یقین لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ز نُزُلًا بِمَا

اور کیے کام بھلے تو ان کے لیے باغ ہیں رہنے کے (مہمانی کے) مہمانی

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۱۹ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ

ان کاموں کی وجہ سے جو کرتے تھے ۶ اور وہ لوگ جو نافرمان ہوئے سو ان کا گھر ہے

النَّارُ ط كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا

آگ جب چاہیں کہ نکل پڑیں اس میں سے الٹا دیے جائیں پھر اسی میں

السجدۃ ۹

وقف غفران

۱ **مومنین کا خوف وخشیت** | یعنی خوف وخشیت اور خشوع وخضوع سے سجدہ میں گر پڑتے ہیں، زبان سے اللہ کی تسبیح وتحمید کرتے ہیں، دل میں کبر وغرور اور بڑائی کی بات نہیں رکھتے جو آیات اللہ کے سامنے جھکنے سے مانع ہو۔

۲ **تہجد پڑھنے والوں کی مدح** | یعنی میٹھی نیند اور نرم بستروں کو چھوڑ کر اللہ کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں۔ مراد تہجد کی نماز ہوئی جیسا کہ حدیث صحیح میں مذکور ہے۔ اور بعض نے صبح کی یا عشاء کی نماز یا مغرب وعشاء کے درمیان کی نوافل مراد لی ہیں۔ گو الفاظ میں اس کی گنجائش ہے لیکن راجح وہی پہلی تفسیر ہے۔ واللہ اعلم۔

۳ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ''اللہ سے لالچ اور ڈر برا نہیں، دنیا کا ہو یا آخرت کا۔ اور اس واسطے بندگی کرے تو قبول ہے۔ ہاں اگر کسی اور کے خوف ورجاء سے بندگی کرے تو ریاء ہے کچھ قبول نہیں۔

۴ **جنت کی خصوصی نعمت** | جس طرح راتوں کی تاریکی میں لوگوں سے چھپ کر انہوں نے بے ریا عبادت کی۔ اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں چھپا رکھی ہیں ان کی پوری کیفیت کسی کو معلوم نہیں۔ جس وقت دیکھیں گے آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔ حدیث میں ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے جنت میں وہ چیز چھپا رکھی ہے جو نہ آنکھوں نے دیکھی نہ کانوں نے سنی نہ کسی بشر کے دل میں گذری۔

تنبیہ | سرسید وغیرہ نے اس حدیث کو لے کر جنت کی نعمائے جسمانی کا انکار کیا ہے میرا ایک مضمون ''ہدیہ سنیہ'' کے نام سے چھپا ہے اس میں جواب دیکھ لیا جائے۔

۵ اگر ایک ایماندار اور بے ایمان کا انجام برابر ہو جائے تو سمجھو خدا کے ہاں بالکل اندھیر ہے (العیاذ باللہ)

۶ یعنی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کے عمل جنت کی مہمانی کا سبب بن جائیں گے۔

وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ

اور کہیں ان کو — چکھو آگ کا عذاب — جس کو تم جھٹلایا

تُكَذِّبُوْنَ ۝۲۰ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى

کرتے تھے ۝ — اور البتہ چکھائیں گے ہم ان کو — تھوڑا عذاب

دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝۲۱ وَمَنْ

ورے اس بڑے عذاب سے — تا کہ وہ پھر آئیں ۝ — اور کون

اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ؕ

بے انصاف زیادہ اس سے — جس کو سمجھایا گیا اس کے رب کی باتوں سے — پھر ان سے منہ موڑ گیا ۝

اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ۝۲۲ ع وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى

ع ۲ / ۱۱ / ۱۵

مقرر ہم کو ان گنہگاروں سے — بدلہ لینا ہے ۝ — اور ہم نے دی ہے موسیٰ

الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ

کو کتاب — سو تو مت رہ — دھوکے میں — اس کے ملنے سے ۝ — اور کیا ہم نے اس کو

هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝۲۳ ج وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً

ہدایت — بنی اسرائیل کے واسطے — اور کیے ہم نے ان میں — پیشوا

يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا

جو راہ چلاتے تھے ہمارے حکم سے — جب وہ صبر کرتے رہے ۝ — اور رہے ہماری باتوں پر

يُوْقِنُوْنَ ۝۲۴ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

یقین کرتے ۝ — تیرا رب جو ہے — وہی فیصلہ کرے گا ان میں — دن قیامت کے

۱ **جہنم میں کفار کی حالت** | کبھی کبھی آگ کے شعلے جہنمیوں کو دروازہ کی طرف پھینکیں گے۔ اس وقت شاید نکلنے کا خیال کریں۔ فرشتے پھر ادھر ہی دھکیل دیں گے کہ جاتے کہاں ہو۔ جس چیز کو جھٹلاتے تھے ذرا اس کا مزہ چکھو (اَللّٰھُمَّ اَعِذْنِیْ مِنَ النَّارِ وَاَجِرْنِیْ مِنْ غَضَبِکَ)

۲ **دنیا میں عذاب کا نمونہ** | یعنی آخرت کے بڑے عذاب سے قبل دنیا میں ذرا کم درجہ کا عذاب بھیجیں گے تا جسے رجوع کی توفیق ہو ڈر کر خدا کی طرف رجوع ہو جائے۔ کم درجہ کا عذاب یہی دنیا کے مصائب، بیماری، قحط، قتل، قید، مال اولاد وغیرہ کی تباہی وغیرہ

۳ یعنی سمجھنے کے بعد پھر گیا۔

۴ جب تمام گنہگاروں اور ظالم مجرموں سے بدلہ لینا ہے تو یہ اظلم کیونکر بچ سکتے ہیں۔ آگے رسول اللہ ﷺ کو تسلی دیتے ہیں کہ آپ ان کے ظلم و اعراض سے دلگیر نہ ہوں۔ پہلے موسیٰ کو ہم نے کتاب دی تھی جس سے بنی اسرائیل کو ہدایت ہوئی۔ اور اس کی پیروی کرنے والوں میں بڑے بڑے دینی پیشوا اور امام ہو گذرے۔ آپ کو بھی بلاشبہ اللہ کی طرف سے عظیم الشان کتاب ملی ہے جس سے بڑی مخلوق ہدایت پائے گی۔ اور بنی اسرائیل سے بڑھ کر آپ کی امت میں امام اور سردار اٹھیں گے۔ رہے منکر، ان کا فیصلہ حق تعالیٰ خود کر دے گا۔

۵ یہ درمیان میں جملہ معترضہ ہے یعنی بے شک وشبہ موسیٰ کو کتاب دی گئی اور آپ کو بھی اسی طرح کی کتاب ملی اس میں کوئی دھوکا اور فریب نہیں۔ یا موسیٰ کے ذکر پر فرما دیا کہ تم جو موسیٰ سے شب معراج میں ملے تھے وہ سچی حقیقت ہے کوئی دھوکا یا نظر بندی نہیں۔

۶ دنیا کے شدائد اور منکرین کے جور و ستم پر۔

۷ یعنی مسلمان اللہ کے وعدوں پر یقین رکھیں اور سختیوں پر صبر کر کے اپنے کام پر جمے رہیں تو ان کے ساتھ بھی خدا کا یہی معاملہ ہوگا۔ چنانچہ ہوا اور خوب ہوا۔

فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝٢٥ أَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ

جس بات میں کہ وہ اختلاف کرتے تھے ◆۱ کیا ان کو راہ نہ سوجھی اس بات سے کہ کتنی

أَهْلَكْنَا مِن قَبْلِهِم مِّنَ الْقُرُونِ يَمْشُونَ فِي

غارت کر ڈالیں ہم نے اس سے پہلے جماعتیں کہ پھرتے ہیں یہ

مَسَاكِنِهِمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ ۚ أَفَلَا يَسْمَعُونَ ۝٢٦

ان کے گھروں میں اس میں بہت نشانیاں ہیں کیا وہ سنتے نہیں ◆۲

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَسُوقُ الْمَاءَ إِلَى الْأَرْضِ الْجُرُزِ

کیا دیکھا نہیں انہوں نے کہ ہم ہانک دیتے ہیں پانی کو ایک زمین چٹیل کی طرف ◆۳

فَنُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا تَأْكُلُ مِنْهُ أَنْعَامُهُمْ وَأَنفُسُهُمْ ۖ

پھر ہم نکالتے ہیں اس سے کھیتی کہ کھاتے ہیں اس میں سے انکے چوپائے اور خود وہ بھی

أَفَلَا يُبْصِرُونَ ۝٢٧ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْفَتْحُ إِن

الثلثة

پھر کیا دیکھتے نہیں ◆۴ اور کہتے ہیں کب ہوگا یہ فیصلہ اگر

كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝٢٨ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنفَعُ الَّذِينَ

تم سچے ہو ◆۵ تو کہہ کہ فیصلہ کے دن کام نہ آئے گا

كَفَرُوا إِيمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ۝٢٩ فَأَعْرِضْ

منکروں کو ان کا ایمان لانا اور نہ ان کو ڈھیل ملے گی ◆۶ سو تو خیال چھوڑ

عَنْهُمْ وَانتَظِرْ إِنَّهُم مُّنتَظِرُونَ ۝٣٠ ع

ع ۳ ۸ ۱۶

ان کا اور منتظر رہ وہ بھی منتظر ہیں ◆۷

۱ **حق و باطل کا اصل فیصلہ قیامت میں ہوگا** یعنی اہل حق اور منکرین کے درمیان دوٹوک اور عملی فیصلہ قیامت کے دن ہوگا۔ ہاں دنیا میں بھی کئی مثالیں ایسی دکھلائی جاچکی ہیں کہ آدمی انہیں دیکھ کر سمجھ اور عبرت حاصل کرسکتا ہے۔ کیا عاد و ثمود کی بستیوں کے تباہ شدہ کھنڈر اور نشان ان منکروں نے نہیں دیکھے؟ جن پر شام وغیرہ کے سفر میں ان کا گذر ہوتا رہتا ہے۔ اور کیا ان کی ہلاکت کی داستانیں نہیں سنیں۔ مقام تعجب ہے کہ وہ چیزیں دیکھنے اور سننے کے بعد بھی ان کو تنبہ نہ ہوا اور نجات و فلاح کا راستہ نظر نہ آیا۔

۲ یعنی نہروں اور دریاؤں کا پانی یا بارش کا۔

۳ **''ارض جرز''** ارض جرز سے ہر ایک خشک زمین جو نباتات سے خالی ہو مراد ہے بعض نے خاص سرزمین مصر کو اس کا مصداق قرار دیا ہے اور'' نَسُوْقُ الْمَآءَ '' سے دریائے نیل کا پانی مراد لیا ہے۔ اس تخصیص کی کوئی ضرورت نہیں۔ کمانبہ علیہ ابن کثیر رحمہ اللہ۔

۴ یعنی ان نشانات کو دیکھ کر چاہیے تھا کہ حق تعالیٰ کی قدرت اور رحمت و حکمت کے قائل ہوتے اور سمجھتے کہ اسی طرح مردہ لاشوں میں دوبارہ جان ڈال دینا بھی اس کے لئے کچھ دشوار نہیں۔ نیز اللہ کی نعمتوں کے جان و دل سے شکر گذار بنتے۔

۵ **قیامت پر کفار کا شبہ اور اصرار** پہلے فرمایا تھا کہ ان کا فیصلہ قیامت کے دن کیا جائے گا۔ اس پر منکرین کہتے ہیں کہ قیامت قیامت کہے جاتے ہو، اگر سچے ہو تو بتاؤ وہ دن کب آ چکے گا۔ مطلب یہ ہے کہ خالی دھمکیاں ہیں قیامت وغیرہ کچھ بھی نہیں۔

۶ یعنی ابھی موقع ہے کہ اللہ و رسول کے کہنے پر یقین کرو اور اس دن سے بچنے کی تیاری کرلو ورنہ اس کے پہنچ جانے پر نہ ایمان لانا کام دے گا نہ سزا میں ڈھیل ہوگی اور نہ مہلت ملے گی کہ آئندہ چال چلن درست کر کے حاضر ہو جاؤ اس وقت کی مہلت کو غنیمت سمجھو۔ استہزاء و تکذیب میں رائگاں مت کرو جو گھڑی آنے والی ہے یقیناً آ کر رہے گی، کسی کے ٹالے نہیں ٹل سکتی۔ پھر یہ کہنا فضول ہے کہ کب آئے گی اور کب فیصلہ ہوگا۔

۷ **کفار سے اعراض** یعنی جو ایسے بے فکرے اور بے حس ہیں کہ باوجود انتہائی مجرم اور مستوجب سزا ہونے کے فیصلہ اور سزا کے دن کا مذاق اڑاتے ہیں، ان کے راہ راست پر آنے کی کیا توقع ہے۔ لہٰذا آپ فرض دعوت و تبلیغ ادا کرنے کے بعد ان کا خیال چھوڑ دیے اور ان کی تباہی کے منتظر رہیے جیسے وہ اپنے زعم میں معاذ اللہ آپ کی تباہی کے منتظر ہیں۔ تم سورۃ السجدۃ وللہ الحمد والمنۃ۔

آیاتها ۷۳ (۳۳) سُوْرَةُ الْاَحْزَابِ مَدَنِيَّةٌ (۹۰) رکوعاتها ۹

سورۂ احزاب مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی تہتر آیتیں ہیں اور نو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ط

اے نبی ڈر اللہ سے اور کہا نہ مان منکروں کا اور دغابازوں کا (منافقوں کا)

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝۱ وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ

مقرر اللہ ہے سب کچھ جاننے والا حکمتوں والا اور چل اسی پر جو حکم آئے (پہنچے) تجھ کو

مِنْ رَّبِّكَ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝۲

تیرے رب کی طرف سے بے شک اللہ تمہارے کام کی خبر رکھتا ہے

وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ط وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝۳ مَا جَعَلَ

اور بھروسہ رکھ اللہ پر اور اللہ کافی ہے کام بنانے والا ۱ اللہ نے رکھے

اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ج وَمَا جَعَلَ

نہیں کسی مرد کے دو دل اس کے اندر اور نہیں کیا (کردیا)

اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓئِيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ج وَمَا

تمہاری جوروؤں کو جن کو ماں کہہ بیٹھے ہو تم (سچ مچ) مائیں تمہاری اور نہیں

جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ط ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ

کیا (کردیا) تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے یہ تمہاری بات ہے

سورۃ الاحزاب

آنحضرت ﷺ کو کامل توکل کی تعلیم یعنی جیسے اب تک معمول رہا ہے آئندہ بھی ہمیشہ ایک اللہ سے ڈرتے رہئے اور کافروں اور منافقوں کا کبھی کہنا مانیے۔ یہ سب مل کر خواہ کتنا ہی بڑا جتھا بنالیں، سازشیں کریں، جھوٹے مطالبات منوانا چاہیں عیارانہ مشورے دیں، اپنی طرف جھکانا چاہیں، آپ اصلاً پروانہ کیجئے اور خدا کے سوا کسی کا ڈر پاس نہ آنے دیجئے۔ اسی اکیلے پروردگار کی بات مانیے اسی کے آگے جھکیے خواہ ساری مخلوق اکٹھی ہو کر آ جائے اس کے خلاف ہرگز کسی کی بات نہ سنیں۔ اللہ تعالیٰ سب احوال کا جاننے والا ہے۔ وہ جس وقت جو حکم دے گا نہایت حکمت اور خبرداری سے دے گا۔ اسی میں تمہاری اصلی بہتری ہوگی۔ جب اس کے حکم پر چلتے رہو گے اور اسی پر بھروسہ رکھو گے تمہارے سب کام اپنی قدرت سے بنا دے گا۔ تنہا اسی کی ذات بھروسہ کرنے کے لائق ہے۔ جو سارے دل سے اس کا ہو رہا دوسری طرف دل نہیں لگا سکتا۔ دوسرا دل ہو تو دوسری طرف جائے لیکن ع سینہ میں کسی شخص کے دو دل نہیں ہوتے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "کافر چاہتے تھے اپنی طرف نرم کرنا اور منافق چاہتے تھے اپنی چال سکھانا اور پیغمبر کو صرف اللہ پر بھروسہ ہے۔ اس سے زیادہ دانا کون۔"

بِاَفْوَاهِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ ۝۴

اپنے منہ کی ۔ اور اللہ کہتا ہے ٹھیک بات ۔ اور وہی سجھاتا ہے راہ ◆۱◆

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ

پکار و لے پالکوں کو ان کے باپ کی طرف نسبت کر کے ۔ یہی پورا انصاف ہے اللہ کے یہاں ◆۲◆ ۔ پھر

لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِى الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ؕ

اگر نہ جانتے ہو ۔ ان کے باپ کو ۔ تو تمہارے بھائی ہیں ۔ دین میں ۔ اور رفیق ہیں ◆۳◆

وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ

اور گناہ نہیں تم پر ۔ جس چیز میں چوک جاؤ ۔ پر

مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا

وہ جو دل سے ارادہ کرو ۔ اور ہے اللہ بخشنے والا

رَّحِيْمًا ۝۵ اَلنَّبِىُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ

مہربان ◆۴◆ ۔ نبی سے لگاؤ ہے ایمان والوں کو زیادہ اپنی جان سے ◆۵◆

◆۱◆ **ظہار اور متبنیٰ کا بیان** یعنی جس طرح ایک آدمی کے سینہ میں دو دل نہیں۔ ایسے ہی ایک شخص کی حقیقۃً دو مائیں یا ایک بیٹے کے دو باپ نہیں ہوتے۔ جاہلیت کے زمانہ میں کوئی بیوی کو ماں کہہ دیتا تو ساری عمر کے لئے اس سے جدا ہو جاتی۔ گویا اس لفظ سے وہ حقیقی ماں بن گئی۔ اور کسی کو منہ بولا بیٹا بنالیتا تو سچ مچ بیٹا سمجھا جاتا تھا اور سب احکام اس پر بیٹے کے جاری ہوتے تھے۔ قرآن کریم نے اس لفظی و مصنوعی تعلق کو حقیقی اور قدرتی تعلق سے جدا کرنے کے لئے اس رسوم و مفروضات کی بڑی شدومد سے تردید فرمائی۔ اس نے بتلایا کہ بیوی کو ماں کہہ دینے سے اگر واقعی وہ ماں بن جاتی ہے تو کیا یہ دو ماؤں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے؟ ایک وہ جس نے اول جنا تھا، اور دوسری یہ جس کو ماں کہہ کر پکارتا ہے۔ اسی طرح کسی نے زید کو بیٹا بنالیا تو ایک باپ تو اس کا پہلے سے موجود تھا جس کے نطفہ سے پیدا ہوا ہے۔ کیا واقعی اب یہ ماننا چاہئے کہ یہ دو باپوں سے الگ الگ پیدا ہوا ہے۔ جب ایسا نہیں تو حقیقی ماں باپ اور اولاد کے احکام ان پر جاری نہیں کئے جاسکتے۔ چنانچہ بیوی کو ماں کہنے کا حکم سورۂ تحریم میں آئے گا۔ اور لے پالک (منہ بولے بیٹے) کا حکم آگے بیان ہوتا ہے۔ ان دو باتوں کے ساتھ تیسری بات (بطور تمہید و تشریح کے) یہ بھی سنا دی کہ ایسی باتیں زبان سے کہنے کی بہتیری ہیں جن کی حقیقت واقع میں وہ نہیں ہوتی جو الفاظ میں ادا کی جاتی ہے جیسے کسی غیر مستقل مزاج یا دوغلے آدمی کو یا کسی توی

الحفظ اور قوی القلب یا ایسے شخص کو جو ایک وقت میں دو مختلف چیزوں کی طرف متوجہ ہو کہہ دیتے ہیں کہ اس کے دو دل ہیں، حالانکہ سینہ چیر کر دیکھا جائے تو ایک ہی دل نکلے گا۔ اسی طرح ماں کے علاوہ کسی کو ماں یا باپ کے سوا کسی کو باپ یا بیٹے کے سوا کسی کو بیٹا کہہ دینے سے واقع میں وہ نسبت ثابت نہیں ہو جاتی جو بدون ہمارے زبان سے کہے قدرت نے قائم کر دی ہے۔ لہٰذا مصنوعی اور حقیقی تعلقات میں خلط ملط نہیں کرنا چاہئے۔

◆ **متبنّٰی کو اصل باپ کے نام سے پکارو** | یعنی ٹھیک انصاف کی بات یہ ہے کہ ہر شخص کی نسبت اس کے حقیقی باپ کی طرف کی جائے کسی نے "لے پالک" بنا لیا تو وہ واقعی باپ نہیں بن گیا یوں شفقت و محبت سے کوئی کسی کو مجازاً بیٹا یا باپ کہہ کر پکار لے وہ دوسری بات ہے۔ غرض یہ ہے کہ نسبی تعلقات اور ان کے احکام میں اشتباہ والتباس واقع نہ ہونے پائے۔ ابتدائے اسلام میں نبی کریم ﷺ نے زید بن حارثہ کو آزاد کر کے متبنّٰی کر لیا تھا۔ چنانچہ دستور کے موافق لوگ انہیں زید بن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ کر پکارنے لگے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی سب زید بن حارثہ کہنے لگے۔

◆ یعنی اگر باپ معلوم نہ ہو تو بہر حال تمہارے دینی بھائی اور رفیق ہیں ان ہی القاب سے یاد کرو۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے زید بن حارثہ کو فرمایا۔ "اَنْتَ اَخُوْنَا وَمَوْلَانَا"

◆ **بھول چوک پر مواخذہ نہیں** | یعنی بھول کر یا نادانستہ اگر غلط کہہ دیا کہ فلاں کا بیٹا فلاں، وہ معاف ہے۔ بھول چوک کا گناہ کسی چیز میں نہیں، ہاں ارادہ کا ہے۔ اس میں بھی اللہ چاہے تو بخش دے۔

◆ **آنحضرت ﷺ کو مومنین جان سے زیادہ چاہتے ہیں** | مومن کا ایمان اگر غور سے دیکھا جائے تو ایک شعاع ہے اس نور اعظم کی جو آفتاب نبوت سے پھیلتا ہے۔ آفتاب نبوت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوئے۔ بنابریں مومن (من حیث ھو مومن) اگر اپنی حقیقت سمجھنے کے لئے حرکت فکری شروع کرے تو اپنی ایمانی ہستی سے پیشتر اس کو پیغمبر علیہ السلام کی معرفت حاصل کرنی پڑے گی۔ اس اعتبار سے کہہ سکتے ہیں کہ نبی کا وجود مسعود خود ہماری ہستی سے بھی زیادہ ہم سے نزدیک ہے اور اگر اس روحانی تعلق کی بناء پر کہہ دیا جائے کہ مومنین کے حق میں نبی بمنزلہ باپ کے بلکہ اس سے بھی بمراتب بڑھ کر ہے تو بالکل بجا ہوگا۔ چنانچہ سنن ابی داؤد میں "اِنَّمَا اَنَا لَکُمْ بِمَنْزِلَۃِ الْوَالِدِ الخ۔" اور ابی بن کعب وغیرہ کی قراءت میں آیت اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ الخ کے ساتھ وَھُوَ اَبٌ لَّھُمْ" کا جملہ اسی حقیقت کو ظاہر کرتا ہے۔ باپ بیٹے کے تعلق میں غور کرو تو اس کا حاصل یہی نکلے گا کہ بیٹے کا جسمانی وجود باپ کے جسم سے نکلا ہے اور باپ کی تربیت و شفقت طبعی اوروں سے بڑھ کر ہے لیکن نبی اور امتی کا تعلق کیا اس سے کم ہے؟ یقیناً امتی کا ایمان و روحانیت وجود نبی کی روحانی کبریٰ کا ایک پرتو اور ظل ہوتا ہے اور جو شفقت و تربیت نبی کی طرف سے ظہور پذیر ہوتی ہے ماں باپ تو کیا تمام مخلوق میں اس کا نمونہ نہیں مل سکتا۔ باپ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو دنیا کی عارضی حیات عطا فرمائی تھی۔ لیکن نبی کے طفیل ابدی اور دائمی حیات ملتی ہے۔ نبی کریم ﷺ ہماری وہ ہمدردی اور خیر خواہانہ شفقت و تربیت فرماتے ہیں جو خود ہمارا نفس بھی اپنی نہیں کر سکتا۔ اسی لئے پیغمبر کو ہماری جان و مال میں تصرف کرنے کا وہ حق پہنچتا ہے جو دنیا میں کسی کو حاصل نہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "نبی نائب ہے اللہ کا، اپنی جان و مال میں اپنا تصرف نہیں چلتا جتنا نبی کا چلتا ہے۔ اپنی جان دہکتی آگ میں ڈالنا روا نہیں اور اگر نبی حکم دے دے تو فرض ہو جائے۔" ان ہی حقائق پر نظر کرتے ہوئے احادیث میں فرمایا کہ تم میں کوئی آدمی مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک باپ، بیٹے اور سب آدمیوں بلکہ اس کی جان سے بھی بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔

وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى

اور اس کی عورتیں ان کی مائیں ہیں ❶ اور قرابت والے ایک دوسرے سے

بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُهٰجِرِیْنَ

لگاؤ رکھتے ہیں اللہ کے حکم میں زیادہ سب ایمان والوں اور ہجرت کرنے والوں سے

اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤى اَوْلِیٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ

مگر یہ کہ کرنا چاہو اپنے رفیقوں سے احسان ❷ یہ ہے

فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝۶ وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ

کتاب میں لکھا ہوا ❸ اور جب لیا ہم نے نبیوں سے

مِیْثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ وَ مِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرٰهِیْمَ وَ مُوْسٰى

ان کا قرار اور تجھ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے

وَ عِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ ۪ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا ۝۷

اور عیسیٰ سے جو بیٹا مریم کا اور لیا ہم نے ان سے گاڑھا (پکا) قرار ❹

لِّیَسْـَٔلَ الصّٰدِقِیْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِیْنَ

تا کہ پوچھے اللہ سچوں سے ان کا سچ اور تیار رکھا ہے منکروں کے لیے

عَذَابًا اَلِیْمًا ۝۸ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ

دردناک عذاب ❺ اے ایمان والو یاد کرو احسان اللہ کا

عَلَیْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا

اپنے اوپر جب چڑھ آئیں تم پر فوجیں پھر ہم نے بھیج دی ان پر ہوا

ع ۸ ۱۷

◆ **ازواج مطہرات مومنین کی مائیں ہیں** | یعنی دینی مائیں ہیں تعظیم و احترام میں اور بعض احکام میں جو ان کے لئے شریعت سے ثابت ہوں۔ کل احکام میں نہیں۔

◆ **اولوالارحام کا حق تمام مومنین سے زیادہ ہے** | حضرت کے ساتھ جنہوں نے وطن چھوڑا، بھائی بندوں سے ٹوٹے، آپ نے ان مہاجرین اور انصار مدینہ میں سے دو دو آدمیوں کو آپس میں بھائی بنا دیا تھا۔ بعدہٗ مہاجرین کے دوسرے قرابتدار مسلمان ہو گئے تب فرمایا کہ قدرتی رشتہ ناطہ اس بھائی چارہ سے مقدم ہے میراث وغیرہ رشتہ ناطے کے موافق تقسیم ہوگی۔ ہاں سلوک احسان ان رفیقوں سے بھی کئے جاؤ۔

◆ یعنی قرآن میں یہ حکم ہمیشہ کو جاری رہا۔ یا تورات میں بھی ہوگا یا "کتاب" سے "لوح محفوظ" مراد ہو۔

◆ **پانچ اولوالعزم پیغمبر** | یعنی یہ قول و قرار کہ ایک دوسرے کی تائید و تصدیق کرے گا۔ اور دین کے قائم کرنے اور حق تعالیٰ کا پیغام پہنچانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھے گا۔ "آل عمران" میں اس میثاق کا ذکر ہو چکا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "اوپر پیغمبر کے حق میں فرمایا تھا کہ مومنین پر ان کی جان سے زیادہ تصرف رکھتا ہے، یہاں اشارہ کر دیا کہ یہ درجہ نبیوں کو اس لئے ملا کہ ان پر محنت (اور ذمہ داری بھی) سب سے زیادہ ہے۔ اکیلے ساری خلق سے مقابل ہونا اور کسی سے خوف و رجاء نہ رکھنا۔" پیغمبروں کے سوا کس کا کام ہو سکتا ہے۔ یہ پانچ پیغمبر جن کے نام یہاں خصوصیت سے لئے اولوالعزم پیغمبر کہلاتے ہیں۔ ان کی ہدایت کا اثر ہزاروں برس رہا اور جب تک دنیا ہے رہے گا۔ ان میں پہلے نام لیا ہمارے نبی کا حالانکہ عالم شہادت میں آپ کا ظہور سب کے بعد ہوا ہے۔ مگر درجہ میں آپؐ سب سے پہلے ہیں، اور وجود بھی آپ کا عالم غیب میں سب سے مقدم ہے۔ کما ثبت فی الحدیث۔

◆ **منکرین کیلئے حجت** | یعنی قول و قرار کے مطابق ان پیغمبروں کی زبانی اپنے احکام خلق کو پہنچائے اور حجت تمام کر دے تب ہر ایک سے پوچھ پاچھ کرے گا، تاکہ سچوں کا سچائی پر قائم رہنا ظاہر ہو اور منکروں کو سچائی سے انکار کرنے پر سزا دی جائے۔ آگے جنگ احزاب کا واقعہ یاد دلاتے ہوئے سچے پیغمبر اور مومنین اور ان کے بالمقابل جھوٹے منافقوں اور منکروں کے کچھ احوال اور ان کے ظاہری ثمرات و نتائج ذکر کیے ہیں۔

وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴿۹﴾

اور وہ فوجیں جو تم نے نہیں دیکھیں ◆۱ اور ہے اللہ جو کچھ کرتے ہو دیکھنے والا (دیکھتا) ◆۲

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ

جب چڑھ آئے تم پر اوپر کی طرف سے اور نیچے سے ◆۳ اور جب

زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ

بدل گئیں (پھر گئیں) آنکھیں ◆۴ اور پہنچے (پہنچ گئے) دل گلوں تک ◆۵ اور اٹکلنے لگے (اٹکل کرنے لگے)

بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ﴿۱۰﴾ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا

تم اللہ پر طرح طرح کی اٹکلیں ◆۶ وہاں جانچے گئے ایمان والے اور جھڑجھڑائے گئے

زِلْزَالًا شَدِيْدًا ﴿۱۱﴾ وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ

زور کا جھڑجھڑانا ◆۷ اور جب کہنے لگے منافق اور جن کے

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ

دلوں میں روگ ہے جو وعدہ کیا تھا ہم سے اللہ نے اور اس کے رسول نے

اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲﴾ وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ

سب فریب تھا ◆۸ اور جب کہنے لگی ایک جماعت ان میں اے

◆۱ **احزاب میں فرشتوں کا نزول** | یعنی فرشتوں کی فوجیں جو کفار کے دلوں میں رعب ڈال رہی تھیں۔

◆۲ **غزوۂ خندق کے اسباب** | ہجرت کے چوتھے پانچویں سال یہود بنی نضیر جو مدینہ سے نکالے گئے تھے (اس کا ذکر سورۂ "حشر" میں آئے گا) ہر قوم میں پھرے۔ اور ابھار اکسا کر قریش مکہ، بنی فزارہ اور غطفان وغیرہ قبائل عرب کی متحدہ طاقت کو مدینہ پر چڑھا لانے میں کامیاب ہوگئے۔ تقریباً بارہ ہزار کا لشکر جرار پورے ساز و سامان سے آراستہ اور طاقت کے نشہ میں چور تھا۔ یہود "بنی قریظہ" جن کا ایک مضبوط قلعہ مدینہ کی شرقی جانب تھا پہلے سے مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کئے ہوئے تھے۔ نضیری یہود کی ترغیب و ترہیب سے آخرکار وہ بھی معاہدات کو بالائے طاق رکھ کر حملہ آوروں کی مدد کے لئے کھڑے ہوگئے۔ مسلمانوں کی جمعیت کل تین ہزار تھی۔ جن میں ایک بڑی تعداد ان دغاباز منافقوں کی تھی جو سختی کا وقت آنے پر جھوٹے حیلے بہانے کر کے میدان جنگ

سے کھسکنے لگے۔ نبی کریم ﷺ نے صحابہ سے مشورہ فرمایا۔ آخر حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورہ سے شہر کے گرد جدھر سے حملہ کا اندیشہ تھا خندق کھودی گئی۔ سخت جاڑے کا موسم تھا غلہ کی گرانی تھی بھوک کی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم اور خود سرور عالم ﷺ کے پیٹ پر پتھر بندھے ہوئے تھے۔ مگر عشق الٰہی کے نشہ میں سرشار سپاہی اور ان کے سالار اعظم اس سنگلاخ زمین کی کھدائی میں حیرت انگیز قوت اور ہمت مردانہ کے ساتھ مشغول تھے۔ مجاہدین پتھریلی زمین پر کدال مارتے، اور کہتے "نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا عَلَی الْجِهَادِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا" ادھر سرکار محمدی سے جواب ملتا۔ "اَللّٰهُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَةِ فَاغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَ الْمُهَاجِرَةِ" خندق تیار ہوگئی تو اسلامی لشکر نے دشمن کے مقابل مورچے جما دیئے۔ تقریباً بیس پچیس روز تک دونوں فوجیں آمنے سامنے پڑی رہیں۔ درمیان میں خندق حائل تھی۔ باوجود کثرت تعداد کے کفار سے بن نہ پڑا کہ شہر پر عام حملہ کر دیتے۔ البتہ دور سے تیر اندازی ہوتی رہی اور گاہ بگاہ فریقین کے خاص خاص افراد میدان مبارزت میں بھی دو دو ہاتھ دکھانے لگتے تھے۔ مشرکین اور یہود بنی قریظہ کے درمیان مسلمانوں کی جمعیت محصورین کی حیثیت رکھتی تھی تاہم انہوں نے سب عورتوں بچوں کو شہر کی مضبوط و محفوظ حویلیوں میں پہنچا کر خود بڑی پامردی اور استقامت کے ساتھ شہر کی حفاظت و مدافعت کا فرض انجام دیا۔ آخر کار نعیم ابن مسعود الاشجعیؓ کی ایک عاقلانہ اور لطیف تدبیر سے مشرکین اور یہود بنی قریظہ میں پھوٹ پڑ گئی، ادھر کفار کے دلوں کو خدا تعالیٰ کا غیر مرئی لشکر مرعوب کر رہا تھا۔ اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ نے ایک رات سخت خوفناک جھکڑ ہوا کا چلا دیا۔ پروا ہوا سے ریت اور سنگریزے اڑ کر کفار کے منہ پر لگتے تھے۔ ان کے چولھے بجھ گئے، دیگچے زمین پر جا پڑے، کھانے پکانے کی کوئی صورت نہ تھی۔ ہوا کے زور سے خیمے اکھڑ گئے گھوڑے چھوٹ کر بھاگ گئے لشکر پریشان ہو گیا سردی اور اندھیری ناقابل برداشت بن گئی۔ آخر ابوسفیان نے جن کے ہاتھ میں تمام لشکروں کی اعلیٰ کمان تھی طبل رحیل بجا دیا۔ ناچار سب اٹھ کر بے نیل و مرام واپس چل دیئے۔ "وَ کَفَی اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ وَ کَانَ اللّٰهُ قَوِیًّا عَزِیْزًا" یہ جنگ "احزاب" کہلاتی ہے اور اسے "جنگ خندق" بھی کہتے ہیں۔ سخت جاڑے کے موسم اور فاقہ کشی کی حالت میں خندق کھودنا اور اتنے دشمنوں کے بیچ میں گھر کر لڑائی لڑنا یہ وہ حالات تھے جن میں منافق دل کی باتیں بولنے لگے اور مومن ثابت قدم رہے۔ اسی جنگ میں حضورؐ نے فرمایا کہ اب آئندہ ہم کفار پر چڑھائی کریں گے وہ ہم پر چڑھ کر نہ آسکیں گے۔ چنانچہ یہ ہی ہوا۔

◆ ۳ یعنی مدینہ کی شرقی جانب سے جو اونچی ہے اور غربی جانب سے جو نیچی ہے۔

◆ ۴ **غزوہ خندق کی سختیاں** یعنی دہشت و حیرت سے آنکھیں پھرنے لگیں اور لوگوں کے تیور بدلنے لگے۔ دوستی جتانے والے لگے آنکھیں چرانے۔

◆ ۵ یعنی خوف و ہراس سے دل دھڑک رہے تھے گویا اپنی جگہ سے اٹھ کر گلے میں آگئے۔

◆ ۶ یعنی کوئی کچھ سمجھتا تھا کوئی کچھ اٹکلیں لڑا رہا تھا۔ مسلمانوں نے سمجھا کہ اس مرتبہ اور سخت آزمائش آئی، دیکھیے کیا صورت پیش آئے۔ کچے ایمان والوں نے خیال کیا کہ بس جی اب کی بار نہیں بچیں گے۔ منافقین کا تو پوچھنا ہی کیا۔ آگے ان کے مقولے آرہے ہیں۔

◆ ۷ **مومنین کی آزمائش** حضرت حذیفہؓ کو آپ نے دشمن کی خبر لانے کے لئے بھیجا تھا۔ اس کا مفصل قصہ حدیث میں پڑھو تو اس جھڑ جھڑانے کی کیفیت کا کچھ اندازہ ہو۔ یہاں ترجمہ کی گنجائش نہیں۔

◆ ۸ **منافقین کا استہزاء** بعض منافق کہنے لگے کہ پیغمبر صاحب کہتے تھے کہ میرا دین مشرق و مغرب میں پھیلے گا اور فارس، روم، صنعاء کے محلات مجھ کو دیئے گئے۔ یہاں تو مسلمان قضائے حاجت کو بھی نہیں نکل سکتے۔ وہ وعدے کہاں ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔ مسلمان کو چاہئے اب بھی ناامیدی کے وقت بے ایمانی کی باتیں نہ بولیں۔

يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ

یثرب والو ◆ تمہارے لیے ٹھکانہ نہیں سو پھر (لوٹ) چلو اور رخصت مانگنے لگا ایک فرقہ

مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَمَا هِيَ

ان میں نبی سے کہنے لگے ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں اور وہ

بِعَوْرَةٍ ۛ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ﴿۱۳﴾ وَلَوْ دُخِلَتْ

کھلے نہیں پڑے ان کی کوئی غرض نہیں مگر بھاگ جانا ◆ اور اگر شہر میں کوئی گھس آئے

عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا

ان پر اس کے کناروں سے پھر ان سے چاہے دین سے بچلنا (نکل جانا، خانہ جنگی)

وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا ﴿۱۴﴾ وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا

اور دیر (ڈھیل) نہ کریں اس میں مگر تھوڑی ◆ اور اقرار کر چکے تھے

اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ۭ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ

اللہ سے پہلے کہ نہ پھیریں گے پیٹھ اور اللہ کے قرار کی

مَسْـُٔوْلًا ﴿۱۵﴾ قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ

پوچھ ہوتی ہے ◆ تو کہہ کچھ کام نہ آئے گا تمہارے یہ بھاگنا اگر بھاگو گے

الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۶﴾

مرنے سے یا مارے جانے سے اور پھر بھی پھل نہ پاؤ گے مگر تھوڑے دنوں ◆

قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ

تو کہہ کون ہے کہ تم کو بچائے اللہ سے اگر چاہے تم پر

مع عند المتقدمین ۱۲

۱ "یثرب" مدینہ طیبہ کا پرانا نام تھا۔ حضورؐ کی تشریف آوری سے "مدینۃ النبی" ہو گیا۔

۲ **منافقین کے حیلے بہانے** یعنی سارے عرب ہمارے دشمن ہوئے تو ہم کو رہنے کا ٹھکانا کہاں۔ سب لشکر سے جدا ہو کر گھر لوٹ چلو۔ اور حضرتؐ لشکر کے ساتھ باہر کھڑے تھے۔ شہر میں مضبوط حویلیوں کے ناکے بند کر کے زنانے ان میں رکھ دیئے تھے۔ یہ بہانہ کرنے لگے کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں کہیں چور گھس کر لوٹ نہ لیں۔ اور یہ محض جھوٹ بات بنائی تھی۔ غرض یہ تھی کہ بہانہ کر کے میدان سے بھاگ جائیں۔ چنانچہ جو اجازت لینے آیا آپ اجازت دیتے رہے کچھ پروا تکثیر سواد کی نہ کی۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف تین سو نفوس قدسیہ آپ کے ساتھ باقی رہ گئے۔

۳ یعنی جھوٹے حیلے بنا رہے ہیں۔ اگر فرض کرو یہ لوگ شہر میں ہوں اور کوئی غنیم ادھر ادھر سے گھس آئے پھر ان سے مطالبہ کرے کہ دین اسلام چھوڑ دو۔ جسے بظاہر یہ لوگ اختیار کیے ہوئے ہیں، یا کہے کہ مسلمانوں سے لڑو اور فتنے فساد برپا کرو۔ اس وقت ان کا جھوٹ صاف کھل جائے، فوراً ان مطالبات کی تائید میں نکل پڑیں۔ نہ گھروں کے کھلے ہونے کا عذر کریں نہ لٹنے کا۔ بس بات چیت کرنے اور ہتھیار اٹھا کر لانے میں جو تھوڑی دیر لگے گی اسے مستثنیٰ کر کے ایک منٹ کا توقف نہ کریں۔ اسلام کے ظاہری دعوے سے دستبردار ہو کر فوراً فتنہ و فساد کی آگ میں کود پڑیں۔

۴ **منافقین کا عہد اور خلاف ورزی** حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "جنگ احد کے بعد انہوں نے اقرار کیا تھا کہ پھر ہم ایسی حرکت نہ کریں گے۔" اس کی پوچھ اللہ کی طرف سے ہوگی کہ وہ قول و قرار کہاں گیا۔

۵ یعنی جس کی قسمت میں موت ہے وہ کہیں بھاگ کر جان نہیں بچا سکتا۔ قضائے الٰہی ہر جگہ پہنچ کر رہے گی اور اگر ابھی موت مقدر نہیں تو میدان سے بھاگنا بے سود ہے۔ کیا میدان جنگ میں سب مارے جاتے ہیں اور فرض کرو بھاگنے سے بچاؤ ہی ہو گیا تو کے دن؟ آخر موت آنی ہے اب نہیں چند روز کے بعد آئے گی اور نہ معلوم کس سختی اور ذلت سے آئے۔

سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۭ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ

برائی ۔ یا چاہے تم پر مہربانی ۔ اور نہ پائیں گے اپنے واسطے

دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۷﴾ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ

اللہ کے سوا کوئی حمایتی ۔ اور نہ مددگار ۔ اللہ کو (خوب) معلوم ہیں

الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَاۗىِٕلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ

جو اٹکانے (روکنے) والے ہیں تم میں ۔ اور کہتے ہیں اپنے بھائیوں کو ۔ چلے آؤ ہمارے پاس اور

وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۸﴾ۙ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ښ

لڑائی میں نہیں آتے ۔ مگر کبھی ۔ دریغ رکھتے ہیں (بخل کرتے ہیں) تم سے

فَاِذَا جَاۗءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ

پھر جب آئے ڈر کا وقت ۔ تو تو دیکھے ان کو کہ تکتے ہیں تیری طرف ۔ پھرتی ہیں (چکراتی)

اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا

آنکھیں ان کی ۔ جیسے کسی پر آئے بے ہوشی ۔ موت کی ۔ پھر جب

ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَي

جا تا رہے ڈر کا وقت ۔ چڑھ چڑھ بولیں تم پر تیز تیز زبانوں سے ۔ جھکے (ٹوٹے گرے) پڑتے ہیں

الْخَيْرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ۭ

مال پر ۔ وہ لوگ یقین نہیں لائے ۔ پھر اکارت کر ڈالے اللہ نے ان کے کیے کام

وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۹﴾ يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ

اور یہ ہے اللہ پر آسان ۔ سمجھتے ہیں کہ فوجیں کفار کی نہیں

◆ **اللہ کا ارادہ پورا ہو کر رہے گا** | یعنی اللہ کے ارادے کو کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ نہ کوئی تدبیر اور حیلہ اس کے مقابلہ میں کام دے سکتا ہے۔ آدمی کو چاہئے کہ اسی پر توکل کرے اور ہر حالت میں اسی کی مرضی کا طلبگار رہے۔ ورنہ دنیا کی برائی بھلائی یا سختی نرمی تو یقیناً پہنچ کر رہے گی۔ پھر اس کے راستہ میں بزدلی کیوں دکھائے اور وقت پر جان کیوں چرائے جو عاقبت خراب ہو اور دنیا کی تکلیف ہٹ نہ سکے۔

◆ یعنی عرب کی مخالفت سے ڈرتے ہو، اگر اللہ حکم دے تو مسلمان اب تم کو قتل کر ڈالیں۔

◆ **منافقین کی منافقت** | یعنی ظاہری وضع داری اور دکھاوے کو شرما شرمی کبھی میدان میں آ کھڑے ہوتے ہیں ورنہ عموماً گھروں میں بیٹھے عیش اڑاتے اور اپنی برادری کے لوگوں کو بھی جو سچے مسلمان ہیں جہاد میں آنے سے روکتے رہتے ہیں۔

◆ یعنی مسلمانوں کا ساتھ دینے سے دریغ رکھتے ہیں اور ہر قسم کی ہمدردی و بہی خواہی سے بخل ہے۔ ہاں غنیمت کا موقع آئے تو حرص کے مارے چاہیں کہ کسی کو کچھ نہ ملے سارا مال ہم ہی سمیٹ کر لے جائیں۔ اسی احتمال پر لڑائی میں قدرے شرکت بھی کر لیتے ہیں۔

◆ **منافقین کی لفاظی** | یعنی آڑے وقت رفاقت سے جی چراتے ہیں، ڈر کے مارے جان نکلتی ہے اور فتح کے بعد آ کر باتیں بناتے اور سب سے زیادہ مردانگی جتاتے ہیں اور مال غنیمت پر مارے حرص کے گرے پڑتے ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے متعلق طعن و تشنیع سے زبان درازی کرتے ہیں۔

◆ **بے ایمان کا عمل** | یعنی جب اللہ و رسول پر ایمان نہیں تو کوئی عمل مقبول نہیں ہو سکتا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جہاں حبط اعمال کا ذکر ہے تو فرمایا کہ یہ اللہ پر آسان ہے۔ یعنی بظاہر اللہ تعالیٰ کے عدل و حکمت کو دیکھتے ہوئے تعجب ہوتا ہے اور یہ بات بھاری معلوم ہوتی ہے کہ وہ کسی کی محنت کو ضائع کر دے۔ لیکن اس لئے بھاری نہیں رہتی کہ خود عمل ہی کے اندر ایسی خرابی چھپی ہوتی ہے جو کسی طرح اس کو درست نہیں ہونے دیتی۔ جیسے بے ایمان کا عمل کہ ایمان شرط اور روح ہے ہر عمل کی، بدون اس کے عمل مردہ ہے پھر قبول کس طرح ہو۔ کافر کتنی ہی محنت کرے سب اکارت ہے۔

يَذْهَبُوا ۚ وَإِن يَأْتِ الْأَحْزَابُ يَوَدُّوا لَوْ أَنَّهُم

پھر گئیں | اور اگر آجائیں وہ فوجیں | تو آرزو کریں کسی طرح ہم

بَادُونَ فِي الْأَعْرَابِ يَسْأَلُونَ عَنْ أَنبَائِكُمْ ۖ وَلَوْ

باہر نکلے ہوئے ہوں گاؤں میں | پوچھ لیا کریں | تمہاری خبریں ۞ | اور اگر

كَانُوا فِيكُم مَّا قَاتَلُوا إِلَّا قَلِيلًا ﴿٢٠﴾ لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ

ع ۱۲ ۱۸

ہوں تم میں | لڑائی نہ کریں مگر بہت تھوڑی ۞ | تمہارے لیے بھلی (مفید) تھی

فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَ

سیکھنی رسول اللہ کی چال | اس کے لیے جو کوئی (کہ) امید رکھتا ہے اللہ کی | اور

الْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ﴿٢١﴾ وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ

پچھلے دن کی | اور یاد کرتا ہے اللہ کو بہت سا ۞ | اور جب دیکھیں مسلمانوں نے

الْأَحْزَابَ قَالُوا هَٰذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَ

فوجیں | بولے | یہ وہی ہے | جو وعدہ دیا تھا ہم کو اللہ نے | اور اس کے رسول نے | اور

صَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ۚ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا

سچ کہا اللہ نے | اور اس کے رسول نے | اور ان کو اور بڑھ گیا یقین

وَتَسْلِيمًا ﴿٢٢﴾ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا

اور اطاعت کرنا ۞ | ایمان والوں میں کتنے مرد ہیں | کہ سچ کر دکھلایا جس بات کا

عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ ۖ فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم

عہد کیا تھا اللہ سے | پھر کوئی تو ان میں پورا کر چکا اپنا ذمہ | اور کوئی ہے ان میں

۱ **منافقین کی بزدلی** یعنی کفار کی فوجیں ناکامیاب واپس جاچکیں لیکن ان ڈرپوک منافقوں کو ان کے چلے جانے کا یقین نہیں آتا۔ اور فرض کیجئے کفار کی فوجیں پھر لوٹ کر حملہ کر دیں تو ان کی تمنا یہ ہوگی کہ اب وہ شہر میں بھی نہ ٹھہریں جب تک لڑائی رہے کسی گاؤں میں رہنے لگیں اور وہیں دور بیٹھے آنے جانے والوں سے پوچھ لیا کریں کہ مسلمانوں کا کیا حال ہے۔ لڑائی کا نقشہ کیسا ہے۔

۲ یعنی باتوں میں تمہاری خیر خواہی جتائیں اور لڑائی میں زیادہ کام نہ دیں۔ محض مجبوری کو برائے نام شرکت کریں۔

۳ **آنحضرت ﷺ کا اُسوہ حسنہ** یعنی پیغمبر کو دیکھو، ان سختیوں میں کیا استقلال رکھتے ہیں۔ حالانکہ سب سے زیادہ اندیشہ اور فکر ان ہی پر ہے۔ مگر مجال ہے پائے استقامت ذرا جنبش کھا جائے۔ جو لوگ اللہ سے ملنے اور آخرت کا ثواب حاصل کرنے کی امید رکھتے ہیں اور کثرت سے خدا کو یاد کرتے ہیں ان کے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات منبع البرکات بہترین نمونہ ہے۔ چاہئے کہ ہر معاملہ، ہر ایک حرکت و سکون اور نشست و برخاست میں ان کے نقش قدم پر چلیں اور ہمت و استقلال وغیرہ میں ان کی چال سیکھیں۔

۴ **صحابہ کرامؓ کا ایمان کامل** یعنی پکے مسلمانوں نے جب دیکھا کہ کفر کی فوجیں اکٹھی ہو کر چاروں طرف سے ٹوٹ پڑی ہیں تو بجائے مذبذب یا پریشان ہونے کے ان کی اطاعت شعاری کا جذبہ اور ان کا یقین اللہ و رسول کے وعدوں پر اور زیادہ بڑھ گیا۔ وہ کہنے لگے کہ یہ تو وہی منظر ہے جس کی خبر اللہ و رسول نے پہلے سے دے رکھی تھی اور جس کے متعلق ان کا وعدہ ہو چکا تھا جیسا کہ سورۂ بقرہ میں فرمایا۔ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا یَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى یَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ (بقرہ۔ رکوع ۲۶) اور سورۂ ص میں جو مکیہ ہے فرمایا تھا۔ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ (ص۔ رکوع ۱)

مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾ لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ

راہ دیکھ رہا ۔ اور بدلا نہیں ایک ذرہ ◆۱ تا کہ بدلے دے اللہ

الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ

سچوں کو ان کے سچ کا اور عذاب کرے (دے) منافقوں پر (کو) اگر چاہے

اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۲۴﴾ۚ

یا توبہ ڈالے ان کے دل پر بے شک اللہ ہے بخشنے والا مہربان ◆۲

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۭ وَ

اور پھیر دیا اللہ نے منکروں کو اپنے غصہ میں بھرے ہوئے ہاتھ نہ لگی کچھ بھلائی ◆۳ اور

كَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ﴿۲۵﴾ۚ

اپنے اوپر لے لی اللہ نے مسلمانوں کی لڑائی اور ہے اللہ زورآور زبردست ◆۴

وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ

اور اتار دیا ان کو جو ان کے پشت پناہ (مددگار) ہوئے تھے اہل کتاب سے ان کے

صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ

قلعوں سے اور ڈال دی ان کے دلوں میں دھاک (ڈر، دہشت) کتنوں کو تم جان سے مارنے لگے

وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ﴿۲۶﴾ۚ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ

اور کتنوں کو قید کر لیا ◆۵ اور تم کو دلائی (ملائی) ان کی زمین اور ان کے گھر

◆۱ **صحابہ کرامؓ کے ایمان وعزم کا بیان** یعنی منافقین نے جو عہد کیا تھا پچھلے رکوع میں گذر چکا۔ "وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ" اسے توڑ کر بے حیائی کے ساتھ میدان جنگ سے ہٹ گئے۔ ان کے برعکس کتنے پکے مسلمان ہیں جنہوں نے اپنا عہد و پیمان سچا کر دکھلایا۔ بڑی بڑی سختیوں کے وقت دین کی حمایت اور پیغمبر کی رفاقت سے ایک قدم پیچھے نہیں ہٹایا۔ اللہ ورسول کو جو زبان دے چکے تھے، پہاڑ کی طرح اس پر جمے رہے۔ ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جو اپنا ذمہ پورا کر چکے یعنی جہاد ہی میں

جان دے دی جیسے شہدائے بدر و احد جن میں سے حضرت انس بن النضر رضی اللہ عنہ کا قصہ بہت مشہور ہے اور بہت مسلمان وہ ہیں جو نہایت اشتیاق کے ساتھ موت فی سبیل اللہ کا انتظار کر رہے ہیں کہ کب کوئی معرکہ پیش آئے جس میں ہمیں بھی شہادت کا مرتبہ نصیب ہو۔ بہر حال دونوں قسم کے مسلمانوں نے (جو اللہ کی راہ میں جان دے چکے، اور جو مشتاق شہادت ہیں) اپنے عہد و پیمان کی پوری حفاظت کی اور اپنی بات سے ذرہ بھر نہیں بدلے۔

حضرت طلحہ کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد | فائدہ | حدیث میں نبی کریم ﷺ نے حضرت طلحہؓ کو فرمایا ھذا ممن قضی نحبہ (یہ ان میں سے ہے جو اپنا ذمہ پورا کر چکے) گویا ان کو اسی زندگی میں شہید قرار دے دیا۔ یہ وہ بزرگ ہیں جو جنگ احد میں رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کے لئے اپنے ہاتھ پر تیر روکتے رہے حتی کہ ہاتھ شل ہو کر رہ گیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ۔

◈ یعنی جو عہد کے پکے اور قول و قرار کے سچے رہے ان کو سچ پر جمے رہنے کا بدلہ ملے اور بدعہد دغا باز منافقوں کو چاہے سزا دے اور چاہے توبہ کی توفیق دے کر معاف فرما دے۔ اس کی مہربانی سے کچھ بعید نہیں

◈ **کفار کی شکست** | یعنی کفار کا لشکر ذلت و ناکامی سے پیچ و تاب کھاتا اور غصہ سے دانت پیستا ہوا میدان چھوڑ کر واپس ہوا، نہ فتح ملی نہ کچھ سامان ہاتھ آیا۔ ہاں عمرو بن عبدود جیسا ان کا نامور سوار جسے لوگ ایک ہزار سواروں کے برابر گنتے تھے اس لڑائی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ سے کھیت رہا۔ مشرکین نے درخواست کی کہ دس ہزار لے کر اس کی لاش ہمیں دے دی جائے۔ آپ نے فرمایا وہ تم لے جاؤ، ہم مردوں کا ثمن کھانے والے نہیں۔

◈ یعنی مسلمانوں کو عام لڑائی لڑنے کی نوبت نہ آنے دی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ہوا کا طوفان اور فرشتوں کا لشکر بھیج کر وہ اثر پیدا کر دیا کہ کفار از خود سراسیمہ اور پریشان حال ہو کر بھاگ گئے۔ اللہ کی زبردست قوت کے سامنے کون ٹھہر سکتا ہے۔

◈ **بنی قریظہ کا بیان** | یہ یہود "بنی قریظہ" ہیں۔ مدینہ کے شرقی جانب ان کا مضبوط قلعہ تھا اور پہلے سے مسلمانوں کے ساتھ صلح کا معاہدہ کئے ہوئے تھے۔ جنگ احزاب کے موقع پر حیی ابن اخطب کے اغواء سے تمام معاہدات بالائے طاق رکھ کر مشرکین کی مدد پر کھڑے ہو گئے۔ ان میں سے بعض نے مسلمان عورتوں پر بزدلانہ حملہ کرنا چاہا جس کا جواب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے بڑی بہادری سے دیا۔ جب کفار قریش وغیرہ عاجز ہو کر چلے گئے تو "بنو قریظہ" اپنے مضبوط قلعوں میں جا گھسے۔ نبی کریم ﷺ جنگ احزاب سے فارغ ہو کر غسل وغیرہ میں مشغول تھے کہ حضرت جبریلؑ تشریف لائے۔ چہرہ پر غبار کا اثر تھا فرمایا۔ یا رسول اللہ! آپ نے ہتھیار اتار دیئے حالانکہ فرشتے ہنوز ہتھیار بند ہیں۔ اللہ کا حکم ہے کہ "بنو قریظہ" پر حملہ کیا جائے۔ فوراً منادی ہو گئی کہ "بنو قریظہ" کے بدعہد یہودیوں پر چڑھائی ہے۔ نہایت سرعت کے ساتھ اسلامی فوج نے ان کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا۔ چوبیس پچیس دن محاصرہ جاری رہا۔ آخر محصورین تاب نہ لا سکے۔ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیام بھیجنے شروع کیے۔

بنی قریظہ کے خلاف حضرت سعدؓ کا فیصلہ | اخیر میں ان کی طرف سے بات اس پر ٹھہری کہ ہم قلعوں سے باہر آتے ہیں اور "اوس" کے سردار حضرت سعدؓ بن معاذ کو حکم ٹھہراتے ہیں (کیونکہ وہ ان کے حلیف تھے) جو فیصلہ ہمارے حق میں حضرت سعدؓ کر دیں گے۔ ہم کو منظور ہوگا۔ آنحضرت ﷺ نے بھی قبول فرما لیا۔ قصہ مختصر سعدؓ تشریف لائے اور بحیثیت ایک مسلم حکم کے فیصلہ کیا کہ بنی قریظہ کے سب جوان قتل کر دیئے جائیں اور عورتیں لڑکے سب قید غلامی میں لائے جائیں اور ان کے اموال و جائیداد کے مالک مہاجرین ہوں خدا اور رسول کی مرضی اور ان کی بدعہدی کی سزا یہی تھی۔ اور یہ فیصلہ ٹھیک ان کی مسلمہ آسمانی کتاب "تورات" کے موافق تھا۔ چنانچہ تورات کتاب استثناء اصحاح ۲۰ آیت ۱۰ میں ہے "جب کسی شہر پر حملہ کرنے کے لئے تو جائے تو پہلے صلح کا پیغام دے اگر وہ صلح تسلیم کر لیں اور تیرے لئے دروازے کھول دیں تو جتنے لوگ وہاں موجود ہوں سب تیرے غلام ہو جائیں گے۔ لیکن اگر صلح نہ کریں تو تو ان کا محاصرہ کر اور جب تیرا خدا تجھ کو ان پر قبضہ دلا دے تو جس قدر مرد ہوں سب کو قتل کر دے۔ باقی بچے، عورتیں جانور اور جو چیزیں شہر میں موجود ہوں سب تیرے لئے مال غنیمت ہوں گے۔" اس فیصلہ کے مطابق کئی سو یہودی جوان قتل کئے گئے اور کئی سو عورتیں لڑکے قید ہوئے اور ان کے املاک و اموال پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا۔

وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ

اور ان کے مال اور ایک زمین کہ جس پر نہیں پھیرے (رکھے) تم نے اپنے قدم اور ہے اللہ سب

شَیْءٍ قَدِیْرًا ﴿۲۷﴾ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ

کچھ کر سکتا ◆۱◆ اے نبی کہہ دے اپنی عورتوں کو اگر

كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ

تم چاہتی ہو دنیا کی زندگانی اور یہاں کی رونق تو آؤ

اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا ﴿۲۸﴾ وَاِنْ كُنْتُنَّ

کچھ فائدہ پہنچادوں تم کو اور رخصت کر دوں بھلی طرح سے رخصت کرنا اور اگر تم

تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ

چاہتی ہو اللہ کو اور اس کے رسول کو اور پچھلے گھر کو تو اللہ نے

اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۲۹﴾ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ

رکھ چھوڑا ہے ان کے لیے جو تم میں نیکی پر ہیں بڑا ثواب ◆۲◆ اے نبی کی عورتو

مَنْ یَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ یُّضٰعَفْ لَهَا

جو کوئی کر لائے تم میں کام بے حیائی کا صریح دونا ہو اس کو

الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا ﴿۳۰﴾

عذاب دوہرا اور ہے یہ اللہ پر آسان ◆۳◆

ع ۳ ۱۹

◆۱◆ **صحابہ کرامؓ کو اموال و آراضی کا عطیہ** یہ زمین جو مدینہ کے قریب ہاتھ لگی حضرت نے مہاجرین پر تقسیم کر دی۔ ان کے گذران کا ٹھکانا ہو گیا اور انصار پر سے ان کا خرچ ہلکا ہوا۔ اور دوسری زمین سے مراد خیبر کی زمین ہے جو اس کے دو برس بعد ہاتھ لگی اس سے حضرت کے سب اصحابؓ

آسودہ ہوگئے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ دوسری زمین مکہ کی ہے بعض نے فارس و روم کی زمینیں مراد لی ہیں جو آپ کے بعد خلفاء کے ہاتھوں سے فتح ہوئیں اور بعض کہتے ہیں کہ قیامت تک جو زمینیں فتح کی جائیں سب اس میں شامل ہیں واللہ اعلم۔

آیت تخییر اور ازواج مطہرات حضرت کی ازواج نے دیکھا کہ لوگ آسودہ ہوگئے چاہا کہ ہم بھی آسودہ ہوں۔ ان میں سے بعض نے آنحضرت ﷺ سے گفتگو کی کہ ہم کو مزید نفقہ اور سامان دیا جائے جس سے عیش و ترفہ کی زندگی بسر کرسکیں حضرت کو یہ باتیں شاق گذریں۔ قسم کھائی کہ ایک مہینہ گھر میں نہ جائیں گے۔ مسجد کے قریب ایک بالا خانہ میں علیحدہ فروکش ہوگئے۔ صحابہؓ مضطرب تھے۔ ابوبکرؓ و عمرؓ اس فکر میں ہوئے کہ کسی طرح یہ گتھی سلجھ جائے۔ انہیں زیادہ فکر اپنی اپنی صاحبزادیوں (عائشہؓ اور حفصہؓ) کی تھی کہ پیغمبر کو ملول کر کے اپنی عاقبت نہ خراب کر بیٹھیں۔ دونوں نے دونوں کو دھمکایا اور سمجھایا۔ پھر حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ انس اور بے تکلفی کی باتیں کیں۔ آپ قدرے منشرح ہوئے ایک ماہ بعد یہ آیت تخییر اتری۔ یعنی اپنی ازواج سے صاف صاف کہہ دو کہ دو راستوں میں سے ایک انتخاب کرلیں۔ اگر دنیا کی عیش و بہار اور امیرانہ ٹھاٹھ چاہتی ہیں تو کہہ دو کہ میرے ساتھ تمہارا نباہ نہیں ہوسکتا۔ آؤ کہ میں کچھ دے دلا کر (یعنی کپڑوں کا جوڑا جو مطلقہ کو دیا جاتا تھا) تم کو خوبصورتی کے ساتھ رخصت کردوں (یعنی شرعی طریقہ سے طلاق دے دوں) اور اگر اللہ رسول کی خوشنودی اور آخرت کے اعلیٰ مراتب کی طلب ہے تو پیغمبر کے پاس رہنے میں اس کی کمی نہیں۔ جو آپ کی خدمت میں صلاحیت سے رہے گی اللہ کے یہاں اس کے لئے بہت بڑا اجر تیار ہے۔ اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ جنت کے سب سے اعلیٰ مقام میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رہیں۔

امہات المومنین کا فیصلہ نزول آیت کے بعد آنحضرت ﷺ گھر میں تشریف لائے اول عائشہؓ کو حکم سنایا۔ انہوں نے اللہ و رسول کی مرضی اختیار کی۔ پھر سب ازواج نے ایسا ہی کیا۔ دنیا کے عیش و عشرت کا تصور دلوں سے نکال ڈالا۔ حضرتؐ کے ہاں ہمیشہ اختیاری فقر و فاقہ رہتا تھا جو آتا شتاب اُٹھا دیتے تھے۔ پھر قرض لینا پڑتا اسی زندگی پر ازواج مطہرات راضی تھیں۔ اور یہ جو فرمایا کہ "جو نیکی پر رہیں اُن کو بڑا ثواب ہے"۔ حضرت کی ازواج سب نیک ہی رہیں۔ اَلطَّیِّبَاتُ لِلطَّیِّبِیْنَ۔ مگر حق تعالیٰ قرآن میں صاف خوشخبری کسی کو نہیں دیتا تا نڈر نہ ہو جائے۔ خاتمہ کا ڈر لگا رہے یہی بہتر ہے۔ آگے ان عورتوں کو خطاب ہے جو نبی کی معیت اختیار کرلیں کہ ان کا درجہ اس نسبت کی وجہ سے بہت بلند ہے چاہئے کہ ان کی اخلاقی اور روحانی زندگی اس معیار پر ہو جو اس مقام رفیع کے مناسب ہے کیونکہ علاوہ ان کی ذاتی بزرگی کے وہ امہات المومنین ہیں۔ مائیں اپنی اولاد کی بڑی حد تک ذمہ دار ہوتی ہیں۔ لازم ہے کہ ان کے اعمال و اخلاق امت کے لئے اسوۂ حسنہ بنیں۔

بڑے کی غلطی بھی بڑی ہوتی ہے۔ اگر بالفرض تم میں کسی سے کوئی بداخلاقی کا کام ہو جائے تو جو سزا اوروں کو اس پر ملتی اس سے دگنی سزا ملے گی۔ اور اللہ پر یہ آسان ہے یعنی تمہاری وجاہت اور نسبت زوجیت سزا دینے سے اللہ کو روک نہیں سکتی۔

وَمَنۡ يَّقۡنُتۡ مِنۡكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَتَعۡمَلۡ صَالِحًا

اور جو کوئی تم میں اطاعت کرے اللہ کی　اور اس کے رسول کی　اور عمل کرے اچھے

نُّؤۡتِهَاۤ اَجۡرَهَا مَرَّتَيۡنِ ۙ وَاَعۡتَدۡنَا لَهَا رِزۡقًا كَرِيۡمًا ﴿۳۱﴾

دیویں ہم اس کو اس کا ثواب دوبار　اور رکھی ہے ہم نے اس کے واسطے　روزی عزت کی ◆۱

يٰنِسَآءَ النَّبِىِّ لَسۡتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيۡتُنَّ

اے نبی کی عورتو! تم نہیں ہو　جیسے ہر کوئی عورتیں ◆۲　اگر تم ڈر رکھو

فَلَا تَخۡضَعۡنَ بِالۡقَوۡلِ فَيَطۡمَعَ الَّذِىۡ فِىۡ قَلۡبِهٖ

سو تم دب کر بات نہ کرو　پھر لالچ کرے کوئی　جس کے دل میں

مَرَضٌ وَّقُلۡنَ قَوۡلًا مَّعۡرُوۡفًا ۚ ﴿۳۲﴾ وَقَرۡنَ فِىۡ بُيُوۡتِكُنَّ

روگ ہے　اور کہو　بات معقول ◆۳　اور قرار پکڑو　اپنے گھروں میں

وَلَا تَبَرَّجۡنَ تَبَرُّجَ الۡجَاهِلِيَّةِ الۡاُوۡلٰى وَاَقِمۡنَ الصَّلٰوةَ

اور دکھلاتی نہ پھرو　جیسا کہ دکھانا دستور تھا پہلے جہالت (جاہلیت) کے وقت میں ◆۴　اور قائم رکھو نماز

وَاٰتِيۡنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيۡدُ

اور دیتی رہو زکوٰۃ　اور اطاعت میں رہو اللہ کی اور اس کے رسول کی ◆۵　اللہ یہی

اللّٰهُ لِيُذۡهِبَ عَنۡكُمُ الرِّجۡسَ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ وَيُطَهِّرَكُمۡ

چاہتا ہے　کہ دور کرے تم سے گندی باتیں　اے نبی کے گھر والو (اس گھر والوں سے) اور ستھرا کرے تم کو

◆۱ **امہات المومنین سے دو گنے اجر کا وعدہ** | یعنی نیکی اور اطاعت پر جتنا اجر دوسروں کو ملے اس سے دوگنا ملے گا۔ اور مزید برآں ایک خاص روزی عزت کی عطا ہوگی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یہ بڑے درجہ کا لازمہ ہے کہ نیکی کا ثواب دونا اور برائی کا عذاب دونا۔" خود پیغمبر علیہ السلام کو فرمایا۔ "اِذًا لَّاَذَقۡنٰكَ ضِعۡفَ الۡحَيٰوةِ وَضِعۡفَ الۡمَمَاتِ" (اسراء۔ رکوع ۸)

﴿۱﴾ **امہات المومنین کا مقام عظمت** یعنی تمہاری حیثیت اور مرتبہ عام عورتوں کی طرح نہیں۔ آخر اللہ تعالیٰ نے تم کو سید المرسلین کی زوجیت کے لئے انتخاب فرمایا اور امہات المومنین بنایا۔ لہٰذا اگر تقویٰ و طہارت کا بہترین نمونہ پیش کرو گی جیسا کہ تم سے متوقع ہے۔ اس کا وزن اللہ کے ہاں بہت زیادہ ہوگا۔ اور بالفرض کوئی بری حرکت سرزد ہو تو اسی نسبت سے وہ بھی بہت زیادہ بھاری اور قبیح سمجھی جائے گی۔ غرض بھلائی کی جانب ہو یا برائی کی عام مومنات سے تمہاری پوزیشن ممتاز رہے گی۔

﴿۲﴾ **عورتوں کیلئے مردوں سے بات کرنے کا ادب** یعنی اگر تقویٰ اور خدا کا ڈر دل میں رکھتی ہو تو غیر مردوں کے ساتھ بات چیت کرتے ہوئے (جس کی ضرورت خصوصاً امہات المومنین کو پیش آتی رہتی ہے) نرم اور دلکش لہجہ میں کلام نہ کرو۔ بلاشبہ عورت کی آواز میں قدرت نے طبعی طور پر ایک نرمی اور نزاکت رکھی ہے۔ لیکن پاکباز عورتوں کی شان یہ ہونی چاہئے کہ حتی المقدور غیر مردوں سے بات کرنے میں بہ تکلف ایسا لب و لہجہ اختیار کریں جس میں قدرے خشونت اور روکھا پن ہو اور کسی بدباطن کے قلبی میلان کو اپنی طرف جذب نہ کرے۔ امہات المومنین کو اس بارہ میں اپنے مقام بلند کے لحاظ سے اور بھی زیادہ احتیاط لازم ہے تا کوئی بیمار اور روگی دل کا آدمی بالکل اپنی عاقبت تباہ نہ کر بیٹھے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "یہ ایک ادب سکھایا کہ کسی مرد سے بات کہو تو اس طرح کہو جیسے ماں کہے بیٹے کو۔ اور بات بھی بھلی اور معقول ہو۔"

﴿۳﴾ **عورتوں کے لئے گھروں میں بیٹھنے کا حکم اور پردے کا بیان** یعنی اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں عورتیں بے پردہ پھرتیں اور اپنے بدن اور لباس کی زیبائش کا علانیہ مظاہرہ کرتی تھیں۔ اس بداخلاقی اور بے حیائی کی روش کو مقدس اسلام کب برداشت کر سکتا ہے اس نے عورتوں کو حکم دیا کہ گھروں میں ٹھہریں اور زمانہ جاہلیت کی طرح باہر نکل کر حسن و جمال کی نمائش کرتی نہ پھریں۔ امہات المومنین کا فرض اس معاملہ میں بھی اوروں سے زیادہ مؤکد ہوگا جیسا کہ "لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ" کے تحت میں گذر چکا۔ باقی کسی شرعی یا طبعی ضرورت کی بناء پر بدون زیب و زینت کے مبتذل اور ناقابل اعتناء لباس میں مستتر ہو کر احیاناً باہر نکلنا بشرطیکہ ماحول کے اعتبار سے فتنہ کا مظنہ نہ ہو، بلاشبہ اس کی اجازت نصوص سے نکلتی ہے اور خاص ازواج مطہرات کے حق میں بھی اس کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ متعدد واقعات سے اس طرح نکلنے کا ثبوت ملتا ہے لیکن شارع کے ارشادات سے یہ بداہۃً ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پسند اسی کو کرتے ہیں کہ ایک مسلمان عورت بہرحال اپنے گھر کی زینت بنے اور باہر نکل کر شیطان کو تاک جھانک کا موقع نہ دے۔ اس کی تفصیل ہمارے رسالہ "حجاب شرعی" میں ہے۔ رہا ستر کا مضمون یعنی عورت کے لیے کن اعضاء کو کن مردوں کے سامنے کھلا رکھنا جائز ہے۔ اس کا بیان سورۂ نور میں گذر چکا۔ تنبیہ جو احکام ان آیات میں بیان کیے گئے تمام عورتوں کے لئے ہیں۔ ازواج مطہرات کے حق میں چونکہ ان کا تاکد و اہتمام زائد تھا اس لئے لفظوں میں خصوصیت کے ساتھ مخاطب ان کو بنایا گیا۔ میرے نزدیک يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ سے لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ تک ان احکام کی تمہید تھی۔ تمہید میں دو شقیں ذکر کی تھیں۔ ایک بیحیائی کی بات کا ارتکاب۔ اس کی روک تمام فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ سے تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى تک کی گئی۔ دوسری اللہ و رسول کی اطاعت اور عمل صالح، آگے وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ سے اَجْرًا عَظِيْمًا تک اس کا سلسلہ چلا گیا ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ برائی کے مواقع سے بچنا اور نیکی کی طرف سبقت کرنا سب کے لئے ضروری ہے مگر ازواج مطہرات کے لئے سب عورتوں سے زیادہ ضروری ہے۔ ان کی ہر ایک بھلائی برائی وزن میں دوگنی قرار دی گئی۔ اس تقریر کے موافق "فَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ" کی تفسیر بھی بے تکلف سمجھ میں آ گئی ہوگی۔

﴿۴﴾ یعنی اوروں سے بڑھ کر ان چیزوں کا اہتمام رکھو۔ کیونکہ تم نبی سے اقرب اور امت کے لئے نمونہ ہو۔

تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ

ایک ستھرائی سے ۱ اور یاد کرو جو پڑھی جاتی ہیں تمہارے گھروں میں اللہ کی

اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ﴿۳۴﴾ ع

باتیں اور عقل مندی کی ۲ مقرر اللہ ہے بھید جاننے والا خبردار ۳

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ

تحقیق مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان دار مرد اور ایمان دار عورتیں

وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَ

اور بندگی کرنے والے مرد اور بندگی کرنے والی عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور

الصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَ

محنت جھیلنے والے مرد اور محنت جھیلنے والی عورتیں ۴ اور دبے رہنے والے مرد اور دبی رہنے والی عورتیں ۵ اور

الْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَ

خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں اور

الْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا

حفاظت کرنے والے مرد اپنی شہوت کی جگہ کو اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور یاد کرنے والے مرد اللہ کو بہت سا

وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۳۵﴾

اور یاد کرنے والی عورتیں رکھی ہے اللہ نے ان کے واسطے معافی اور ثواب بڑا ۶

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ

اور کام نہیں کسی ایماندار مرد کا اور نہ ایمان دار عورت کا جب کہ مقرر کردے اللہ اور اس کا رسول

① **نبیؐ کے گھر والوں کیلئے اللہ کا ارادہ** یعنی اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ نبی کے گھر والوں کو ان احکام پر عمل کرا کر خوب پاک وصاف کر دے اور ان کے رتبہ کے موافق ایسی قلبی صفائی اور اخلاقی ستھرائی عطا فرمائے جو دوسروں سے ممتاز و فائق ہو (جس کی طرف يُطَهِّرَكُمْ کے بعد تَطْهِيْرًا بڑھا کر اشارہ فرمایا ہے) یہ تطہیر واذہاب رجس اس قسم کی نہیں جو آیت وضوء میں وَلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ (مائدہ۔ رکوع۲) سے یا "بدر" کے قصہ میں لِيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ (انفال۔ رکوع۲) سے مراد ہے۔ بلکہ یہاں تطہیر سے مراد تہذیب نفس، تصفیہ قلب اور تزکیہ باطن کا وہ اعلیٰ مرتبہ ہے جو کمل اولیاء اللہ کو حاصل ہوتا ہے اور جس کے حصول کے بعد وہ انبیاء کی طرح معصوم تو نہیں بن جاتے ہاں محفوظ کہلاتے ہیں۔ چنانچہ لفظ يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ الخ فرمانا اور اَرَادَ اللّٰهُ نہ فرمانا خود اس کی دلیل ہے کہ اہل بیت کے لئے عصمت ثابت نہیں **تنبیہ**

لفظ اہل بیت کی تفسیر نظم قرآن میں تدبر کرنے والے کو ایک لمحہ کے لئے اس میں شک و شبہ نہیں ہو سکتا کہ یہاں اہل بیت کے مدلول میں ازواج مطہرات یقیناً داخل ہیں۔ کیونکہ آیت ہذا سے پہلے اور پیچھے پورے رکوع میں تمام تر خطابات ان ہی سے ہوئے ہیں اور "بیوت" کی نسبت بھی پہلے وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ میں اور آگے وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ میں ان کی طرف کی گئی ہے۔ اسکے علاوہ قرآن میں یہ لفظ عموماً اسی سیاق میں مستعمل ہوا ہے۔ حضرت ابراہیم کی بیوی سارہ کو خطاب کرتے ہوئے ملائکہ نے فرمایا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ (ہود۔ رکوع۷) مطلقہ عورت باوجودیکہ نکاح سے نکل چکی مگر عدت منقضی ہونے سے پہلے بیوت کی نسبت اسی کی طرف کی گئی چنانچہ فرمایا۔ "لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ" (طلاق۔ رکوع۱) حضرت یوسف کے قصہ میں "بیت" کو زلیخا کی طرف منسوب کیا۔ "وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا" (یوسف۔ رکوع۳) بہرحال اہل بیت میں اس جگہ ازواج مطہرات کا داخل ہونا یقینی ہے بلکہ آیت کا خطاب اولاً ان ہی سے ہے لیکن چونکہ اولاد و داماد بھی بجائے خود اہل بیت (گھر والوں) میں شامل ہیں بلکہ بعض حیثیات سے وہ اس لفظ کے زیادہ مستحق ہیں۔ جیسا کہ مسند احمد کی ایک روایت میں احق کے لفظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس لئے آپ کا حضرت فاطمہ، علی، حسن، حسین رضی اللہ عنہم کو ایک چادر میں لیکر "اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِيْ" وغیرہ فرمانا یا حضرت فاطمہؓ کے مکان کے قریب گذرتے ہوئے "اَلصَّلٰوةُ اَهْلَ الْبَيْتِ يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ" الخ سے خطاب کرنا اس حقیقت کو ظاہر کرنے کے لئے تھا کہ گو آیت کا نزول بظاہر ازواج کے حق میں ہوا اور ان ہی سے تخاطب ہو رہا ہے مگر یہ حضرات بھی بطریق اولیٰ اس لقب کے مستحق اور فضیلت تطہیر کے اہل ہیں باقی ازواج مطہرات چونکہ خطاب قرآنی کی اولین مخاطب تھیں اس لئے ان کی نسبت اس قسم کے اظہار اور تصریح کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

② یعنی قرآن وسنت میں جو اللہ کے احکام اور دانائی کی باتیں ہیں، انہیں سیکھو، یاد کرو، دوسروں کو سکھاؤ اور اللہ کے احسان عظیم کا شکر ادا کرو کہ تم کو ایسے گھر میں رکھا جو حکمت کا خزانہ اور ہدایت کا سر چشمہ ہے۔

③ اس کی آیتوں میں بڑے باریک بھید اور پتے کی باتیں ہیں اور وہ ہی جانتا ہے کہ کون اس امانت کے اٹھانے کا اہل ہے اس نے اپنے لطف و مہربانی سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے لئے اور تم کو ان کی زوجیت کے لئے چن لیا۔ کیونکہ وہ ہر ایک کے احوال و استعداد کی خبر رکھتا ہے کوئی کام یوں ہی بے جوڑ نہیں کر سکتا۔

④ یعنی تکلیفیں اٹھا کر اور سختیاں جھیل کر احکام شریعت پر قائم رہنے والے۔

⑤ یعنی تواضع و خاکساری اختیار کرنے والے یا نماز خشوع و خضوع سے ادا کرنے والے۔

⑥ **قرآن میں عورتوں کا خصوصی تذکرہ** بعض ازواج مطہرات نے کہا تھا کہ قرآن میں اکثر جگہ مردوں کا ذکر ہے عورتوں کا کہیں نہیں اور بعض نیک بخت عورتوں کو خیال ہوا کہ آیات سابقہ میں ازواج نبی کا ذکر تو آیا عام عورتوں کا کچھ حال بیان نہ ہوا اس پر یہ آیت اتری۔ تاتسلی ہو جائے کہ عورت ہو یا مرد کسی کی محنت اور کمائی اللہ کے یہاں ضائع نہیں جاتی۔ اور جس طرح مردوں کو روحانی اور اخلاقی ترقی کرنے کے ذرائع حاصل ہیں عورتوں کے لئے بھی یہ میدان کشادہ ہے۔ یہ طبقہ اناث کی دلجمعی کے لئے تصریح فرما دی۔ ورنہ جو احکام مردوں کے قرآن میں آئے وہ ہی عموماً عورتوں پر عائد ہوتے ہیں۔ جداگانہ نام لینے کی ضرورت نہیں۔ ہاں خصوصی احکام الگ بتلا دیئے گئے ہیں۔

أَمْرًا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَنْ يَّعْصِ

کوئی کام کہ ان کو رہے اختیار اپنے کام کا اور جس نے نافرمانی کی

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۞۳۶ وَإِذْ

اللہ کی اور اس کے رسول کی سو وہ راہ بھولا صریح چوک کر ۱ اور جب

تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ

تو کہنے لگا اس شخص کو جس پر اللہ نے احسان کیا اور تو نے احسان کیا رہنے دے

عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ

اپنے پاس اپنی جورو کو اور ڈر اللہ سے اور تو چھپاتا تھا اپنے دل میں ایک چیز جس کو

مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشٰىهُ ۗ

اللہ کھولا چاہتا ہے اور ڈرتا تھا لوگوں سے اور اللہ سے زیادہ چاہئے ڈرنا تجھ کو

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ

پھر جب زید تمام کر چکا اس عورت سے اپنی غرض ۲ ہم نے اس کو تیرے نکاح میں دے دیا تا نہ رہے

عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ أَزْوَاجِ أَدْعِيَآئِهِمْ إِذَا قَضَوْا

مسلمانوں پر گناہ نکاح کر لینا جورو میں اپنے لے پالکوں کی جب وہ تمام کریں

مِنْهُنَّ وَطَرًا ۗ وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۞۳۷ مَا كَانَ عَلَى

ان سے اپنی غرض اور ہے اللہ کا حکم بجالانا ۳ نبی پر

۱ **حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ** حضرت زینب رضی اللہ عنہا امیمہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی نبی کریم ﷺ کی پھوپھی زاد بہن اور قریش کے اعلیٰ خاندان سے تھیں آنحضرت ﷺ نے چاہا کہ ان کا نکاح زید بن حارثہ سے کر دیں۔ یہ زیدؓ اصل سے شریف عرب تھے۔ لیکن لڑکپن میں کوئی ظالم ان کو پکڑ لایا اور غلام بنا کر مکہ کے بازار میں بیچ گیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے خرید لیا اور کچھ دنوں بعد آنحضرت ﷺ کو ہبہ کر دیا۔ جب یہ ہشیار ہوئے تو ایک تجارتی سفر کی تقریب سے اپنے وطن کے قریب سے گذرے،

وہاں ان کے اعزہ کو پتہ لگ گیا۔ آخر ان کے والد، چچا اور بھائی حضرت کی خدمت میں پہنچے کہ آپ معاوضہ لے کر ہمارے حوالہ کر دیں، فرمایا کہ معاوضہ کی ضرورت نہیں، اگر تمہارے ساتھ جانا چاہے خوشی سے لے جاؤ۔ انہوں نے حضرت زیدؓ سے دریافت کیا۔ حضرت زیدؓ نے کہا کہ میں حضرت کے پاس سے جانا نہیں چاہتا۔ آپؐ مجھے اولاد سے بڑھ کر عزیز رکھتے ہیں اور ماں باپ سے زیادہ چاہتے ہیں۔ حضرت نے ان کو آزاد کر دیا اور متبنّیٰ بنا لیا۔ چنانچہ لوگ اس زمانہ کے رواج کے مطابق "زید بن محمدؐ" کہہ کر پکارنے لگے تا آنکہ آیت "اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ" نازل ہوئی۔ اس وقت "زید بن محمدؐ" کی جگہ "زیدؓ بن حارثہ" رہ گئے چونکہ قرآن کے حکم کے موافق ان کے نام سے اس نسبت عظیمہ کا شرف جدا کر لیا گیا تھا شاید اس کی تلافی کے لئے تمام صحابہ کے مجمع میں سے صرف ان کو یہ خاص شرف بخشا گیا کہ ان کا نام قرآن میں تصریحاً وارد ہوا جیسا کہ آگے آتا ہے۔ "فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا"

حضرت زید بن حارثہ کے نکاح کا حکم بہر حال حضرت زینبؓ کی خاندانی حیثیت چونکہ بہت بلند تھی اور زید بن حارثہ بظاہر داغ غلامی اٹھا کر آزاد ہوئے تھے اس لئے ان کی نیز ان کے بھائی کی مرضی زیدؓ سے نکاح کرنے کی نہ تھی لیکن اللہ و رسول کو منظور تھا کہ اس طرح کی موہوم تفریقات و امتیازات نکاح کے راستہ میں حائل نہ ہوا کریں۔ اس لئے آپ نے زینبؓ اور انکے بھائی پر زور دیا کہ وہ اس نکاح کو قبول کر لیں۔ اسی وقت یہ آیت اتری اور ان لوگوں نے اپنی مرضی کو اللہ و رسول کی مرضی پر قربان کر دیا اور زینب کا نکاح زیدؓ بن حارثہ سے ہو گیا۔

◆۲◆ یعنی زید نے طلاق دے دی اور عدت بھی گذر گئی۔ زینب سے کچھ غرض مطلب نہ رہا۔

◆۳◆ **آنحضرتؐ اور حضرت زینب کے نکاح کا واقعہ** حضرت زینب زیدؓ کے نکاح میں آئیں تو وہ ان کی آنکھوں میں حقیر لگتا۔ مزاج کی موافقت نہ ہوئی۔ جب آپس میں لڑائی ہوتی تو زید آ کر حضرت سے ان کی شکایت کرتے اور کہتے میں اسے چھوڑتا ہوں حضرت منع فرماتے کہ میری خاطر اور اللہ و رسول کے حکم سے اس نے تجھ کو اپنی منشاء کے خلاف قبول کیا۔ اب چھوڑ دینے کو وہ اور اس کے عزیز دوسری ذلت سمجھیں گے۔ اس لئے خدا سے ڈر اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر بگاڑ مت کر۔ اور جہاں تک ہو سکے نباہ کی کوشش کرتا رہ۔ جب معاملہ کسی طرح نہ سلجھا، اور بار بار جھگڑے قضیے پیش آتے رہے تو ممکن ہے آپ کے دل میں آیا ہو کہ اگر ناچار زیدؓ چھوڑ دے گا تو زینبؓ کی دلجوئی بغیر اس کے ممکن نہیں کہ میں خود اس سے نکاح کر لوں لیکن جاہلوں اور منافق کی بدگوئی سے اندیشہ کیا کہ کہیں گے اپنے بیٹے کی جورو گھر میں رکھ لی۔ حالانکہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ اللہ نے زید کو "لے پالک" کو کسی بات میں حکم بیٹے کا نہیں۔ ادھر اللہ کو یہ منظور تھا کہ اس جاہلانہ خیال کو اپنے پیغمبر کے ذریعہ سے عملی طور پر منہدم کر دے۔ تا مسلمانوں کو آئندہ اس مسئلہ میں کسی قسم کا توحش اور استنکاف باقی نہ رہے اس نے پیغمبر علیہ السلام کو مطلع فرمایا کہ میں زینبؓ کو تیرے نکاح میں دینے والا ہوں۔ کیوں دینے والا ہوں؟

حضرت زینب کا نکاح کرنے کی حکمت اس کو خود قرآن کے الفاظ "لِكَیْ لَا یَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآىِٕهِمْ" صاف صاف ظاہر کر رہے ہیں۔ یعنی آپ کے نکاح میں دینے کی غرض یہی تھی کہ لوگوں سے جاہلیت کے اس خیال باطل کا بالکل قلع قمع کر دیا جائے اور کوئی تنگی اور رکاوٹ آئندہ اس معاملہ میں باقی نہ رہنے پائے۔ اور شاید یہی حکمت ہوگی جو اول زینبؓ کا نکاح زیدؓ سے زور ڈال کر کرایا گیا۔ کیونکہ اللہ کو معلوم تھا کہ یہ نکاح زیادہ مدت تک باقی نہ رہے گا۔ چند مصالح مہمہ تھیں جن کا حصول اس عقد پر معلق تھا۔ الحاصل آنحضرت ﷺ خود اپنے ذاتی خیال اور اس آسمانی پیشین گوئی کے اظہار سے عوام کے طعن و تشنیع کا خیال فرما کر شرماتے تھے اور زیدؓ کو طلاق کا مشورہ دینے میں بھی حیا کرتے تھے لیکن خدا کی خبر سچی ہونی تھی اور اس کا حکم تکوینی و تشریعی ضرور تھا کہ نافذ ہو کر رہے۔ آخر کار زیدؓ نے طلاق دے دی۔ اور عدت گذر جانے پر اللہ نے زینبؓ کا نکاح آنحضرت ﷺ سے باندھ دیا۔ اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ آپ دل میں جو چیز چھپائے ہوئے تھے وہ یہی نکاح کی پیشینگوئی اور اس کا خیال تھا اسی کو بعد میں اللہ نے ظاہر فرما دیا۔ جیسا کہ لفظ "زَوَّجْنٰكَهَا" سے ظاہر ہے اور ڈر اس بات کا تھا کہ بعض لوگ اس بات پر بدگمانی یا بدگوئی کر کے اپنی عاقبت خراب نہ کر بیٹھیں یا گمراہی میں ترقی نہ کریں چونکہ مصالح مہمہ شرعیہ کے مقابلہ میں اس قسم کی جھجک بھی پیغمبر کی شان رفیع سے نازل تھی۔ اس لئے بقاعدہ "حسنات الابرار سیئات المقربین" اس کو عتاب آمیز رنگ میں بھاری کر کے ظاہر فرمایا گیا۔ جیسا کہ عموماً انبیاء علیہم السلام کی زلات کے ذکر میں واقع ہوا ہے۔ تنبیہ: ہم نے جو لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نکاح کی خبر پہلے سے دے دی تھی۔ اس کی روایات فتح الباری سورۂ احزاب کی تفسیر میں موجود ہیں۔ باقی جو لغو اور دور از کار قصے اس مقام پر حاطب اللیل مفسرین و مؤرخین نے درج کر دیئے ہیں ان کی نسبت حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔ "لا ینبغی التشاغل بها" اور ابن کثیرؒ لکھتے ہیں "احببنا ان نضرب عنها صفحا لعدم صحتها فلا نوردها"۔

النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ سُنَّةَ اللّٰهِ

کچھ مضائقہ نہیں — اس بات میں جو مقرر کر دی اللہ نے اس کے واسطے — جیسے دستور رہا ہے اللہ کا

فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا

ان لوگوں میں — جو گذرے پہلے — اور ہے حکم اللہ کا — مقرر

مَّقْدُوْرَا ۨ ﴿۳۸﴾ الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَ

ٹھہر چکا — وہ لوگ جو پہنچاتے ہیں — پیغام اللہ کے — اور

يَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ

ڈرتے ہیں اس سے — اور نہیں ڈرتے کسی سے — سوائے اللہ کے — اور بس ہے اللہ

حَسِيْبًا ﴿۳۹﴾ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ

کفایت کرنے والا ❶ — محمد باپ نہیں کسی کا — تمہارے مردوں میں سے — لیکن

رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ

رسول ہے اللہ کا ❷ — اور مہر سب نبیوں پر ❸ — اور ہے اللہ سب چیزوں کو

عَلِيْمًا ۧ ﴿۴۰﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا

جاننے والا ❹ — اے ایمان والو — یاد کرو اللہ کی

ع ۲

❶ **متبنّٰی کی بیوہ سے نکاح میں کوئی حرج نہیں** | یعنی اللہ کا حکم اٹل ہے جو بات اس کے یہاں طے ہو چکی ضرور ہو کر رہے گی۔ پھر پیغمبر کو ایسا کرنے میں کیا مضائقہ ہے جو شریعت میں روا ہو گیا۔ انبیاء و رسل کو اللہ کے پیغامات پہنچانے میں اس کے سوا کبھی کسی کا ڈر نہیں رہا۔ (چنانچہ آپؐ نے بھی پیغام رسانی میں آج تک کسی چیز کی پروا نہیں کی نہ کسی کے کہنے سننے کے خیال سے کبھی متاثر ہوئے) پھر اس نکاح کے معاملہ میں رکاوٹ کیوں ہو۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی سو بیویاں تھیں۔

اسی طرح سلیمان علیہ السلام کی کثرت ازواج مشہور ہے۔ جو الزام سفہاء آپ کو دے سکتے ہیں انبیاء سابقین کی لائف میں اس سے بڑھ کر نظیریں موجود ہیں۔ لہٰذا اس طرح کی سفیہانہ اور جاہلانہ نکتہ چینیوں پر نظر نہیں کرنا چاہئے آگے بتلایا ہے کہ زید بن حارثہؓ جن کو آپ نے متبنٰی کر لیا تھا آپ کے واقعی بیٹے نہیں بن گئے تھے کہ ان کی مطلقہ سے آپ نکاح نہ کر سکیں۔ اور ایک زید کیا، آپ تو مردوں میں سے کسی کے بھی باپ نہیں۔ کیونکہ آپ کی اولاد میں یا لڑکے ہوئے جو بچپن میں گذر گئے۔ اور بعض اس آیت کے نزول کے وقت پیدا ہی نہیں ہوئے۔ یا بیٹیاں تھیں جن میں سے حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی ذریت دنیا میں پھیلی۔

یعنی کسی کو اس کا بیٹا نہ جانو۔ ہاں اللہ کا رسول ہے اس حساب سے سب اس کے روحانی بیٹے ہیں جیسا کہ ہم ''اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ'' کے حاشیہ میں لکھ چکے ہیں۔

آنحضرتؐ خاتم النبیین ہیں | یعنی آپ کی تشریف آوری سے نبیوں کے سلسلہ پر مہر لگ گئی۔ اب کسی کو نبوت نہیں دی جائے گی، بس جن کو ملنی تھی مل چکی۔ اسی لئے آپ کی نبوت کا دورہ سب نبیوں کے بعد رکھا جو قیامت تک چلتا رہے گا۔ حضرت مسیح علیہ السلام بھی اخیر زمانہ میں بحیثیت آپ کے ایک امتی کے آئیں گے خود ان کی نبوت و رسالت کا عمل اس وقت جاری نہ ہوگا۔ جیسے آج تمام انبیاء اپنے اپنے مقام پر موجود ہیں مگر شش جہت میں عمل صرف نبوت محمدیہ کا جاری و ساری ہے۔ حدیث میں ہے کہ اگر آج موسیٰ علیہ السلام (زمین پر) زندہ ہوتے تو ان کو بھی بجز میرے اتباع کے چارہ نہ تھا۔ بلکہ بعض محققین کے نزدیک تو انبیائے سابقین اپنے اپنے عہد میں بھی خاتم الانبیاء ﷺ کی روحانیت عظمیٰ ہی سے مستفید ہوتے تھے۔ جیسے رات کو چاند اور ستارے سورج کے نور سے مستفید ہوتے ہیں حالانکہ سورج اس وقت دکھائی نہیں دیتا۔ اور جس طرح روشنی کے تمام مراتب عالم اسباب میں آفتاب پر ختم ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح نبوت و رسالت کے تمام مراتب و کمالات کا سلسلہ بھی روح محمدی ﷺ پر ختم ہوتا ہے۔ بدیں لحاظ کہہ سکتے ہیں کہ آپ رتبی اور زمانی ہر حیثیت سے خاتم النبیین ہیں اور جن کو نبوت ملی ہے، آپ ہی کی مہر لگ کر ملی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب تنبیہ | ختم نبوت کے متعلق قرآن، حدیث، اجماع وغیرہ سے سیکڑوں دلائل جمع کر کے بعض علمائے عصر نے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ مطالعہ کے بعد ذرا تردد نہیں رہتا کہ اس عقیدہ کا منکر قطعاً کافر اور ملت اسلام سے خارج ہے۔

یعنی وہ ہی جانتا ہے کہ رسالت یا ختم نبوت کو کس محل میں رکھا جائے۔

كَثِيرًا ﴿٤١﴾ وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴿٤٢﴾ هُوَ الَّذِي

بہت سی یاد | اور پاکی بولتے رہو اس کی | صبح | اور شام ۱ | وہی ہے جو

يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ

رحمت بھیجتا ہے تم پر | اور اس کے فرشتے | تاکہ نکالے تم کو | اندھیروں سے

إِلَى النُّورِ ۚ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا ﴿٤٣﴾ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ

اجالے میں | اور ہے ایمان والوں پر مہربان ۲ | دعا ان کی جس دن

يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ ۚ وَأَعَدَّ لَهُمْ أَجْرًا كَرِيمًا ﴿٤٤﴾ يَا أَيُّهَا

اس سے ملیں گے | سلام ہے | اور تیار رکھا ہے ان کے واسطے | ثواب عزت کا ۳ | اے

النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿٤٥﴾ وَ

نبی | ہم نے تجھ کو بھیجا بتانے والا ۴ | اور خوش خبری سنانے والا | اور ڈرانے والا ۵ | اور

دَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا ﴿٤٦﴾ وَبَشِّرِ

بلانے والا اللہ کی طرف | اس کے حکم سے | اور چمکتا ہوا چراغ ۶ | اور خوش خبری سنا دے

الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُمْ مِنَ اللَّهِ فَضْلًا كَبِيرًا ﴿٤٧﴾ وَلَا

ایمان والوں کو | کہ ان کے لیے ہے | خدا کی طرف سے | بڑی بزرگی ۷ | اور کہا

تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ وَدَعْ أَذَاهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى

مت مان منکروں کا | اور دغابازوں کا ۸ | اور چھوڑ دے ان کا ستانا | اور بھروسہ کر

اللَّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ﴿٤٨﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا

اللہ پر | اور اللہ بس ہے کام بنانے والا ۹ | اے ایمان والو | جب

۱ **آنحضرتؐ کی بعثت کیلئے اللہ کا شکر ادا کرو** یعنی حق تعالیٰ نے اتنا بڑا احسان فرمایا کہ ایسے عظیم الشان پیغمبر اور پیغمبروں کے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہاری ہدایت کے لئے بھیجا۔ اس پر اس کا شکر ادا کرو۔ اور منعم حقیقی کو کبھی نہ بھولو، اٹھتے، بیٹھتے، چلتے پھرتے، رات، دن، صبح، شام، ہمہ اوقات اس کو یاد رکھو۔

۲ **نزول ملائکہ اور نزول رحمت کا وعدہ** یعنی اللہ کو بکثرت یاد کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ اپنی رحمت تم پر نازل کرتا ہے جو فرشتوں کے توسط سے آتی ہے۔ یہی رحمت و برکت ہے جو تمہارا ہاتھ پکڑ کر جہالت وضلالت کی اندھیریوں سے علم وتقویٰ کے اجالے میں لاتی ہے۔ اگر اللہ کی خاص مہربانی ایمان والوں پر نہ ہو تو دولت ایمان کہاں سے ملے اور کیونکر محفوظ رہے۔ اسی کی مہربانی سے مومنین رشد و ہدایت اور ایمان واحسان کی راہوں میں ترقی کرتے ہیں۔ یہ تو دنیا میں ان کا حال ہوا، آخرت کا اعزاز واکرام آگے مذکور ہے۔

۳ یعنی اللہ ان پر سلام بھیجے گا اور فرشتے سلام کرتے ہوئے ان کے پاس آئیں گے۔ اور مومنین کی آپس میں بھی یہ ہی دعا ہوگی جیسا کہ دنیا میں ہے۔

۴ **آنحضرتؐ کے مناقب** یعنی اللہ کی توحید سکھاتے اور اس کا رستہ بتاتے ہیں۔ جو کچھ کہتے ہیں دل سے اور عمل سے اس پر گواہ ہیں اور محشر میں بھی امت کی نسبت گواہی دیں گے کہ خدا کے پیغام کو کس نے کس قدر قبول کیا۔

۵ یعنی نافرمانوں کو ڈراتے اور فرمانبرداروں کو خوشخبری سناتے ہیں۔

۶ **آپ سراج منیر ہیں** پہلے جو فرمایا تھا کہ اللہ کی رحمت مومنین کو اندھیرے سے نکال کر اجالے میں لاتی ہے۔ یہاں بتلا دیا کہ وہ اجالا اس روشن چراغ سے پھیلا ہے۔ شاید چراغ کا لفظ اس جگہ اس معنی میں ہو جو سورہ "نوح" میں فرمایا "وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا۔" (اللہ نے چاند کو نور اور سورج کو چراغ بنایا) یعنی آپ آفتاب نبوت وہدایت ہیں جسکے طلوع ہونے کے بعد کسی دوسری روشنی کی ضرورت نہیں رہی سب روشنیاں اسی نور اعظم میں محو و مدغم ہو گئیں۔

۷ **امت محمدیہؐ کی فضیلت و برتری** یعنی دنیا وآخرت میں اللہ تعالیٰ نے اس امت کو حضرت کے طفیل سب امتوں پر بزرگی اور برتری دی۔

۸ یعنی جب اللہ نے آپ کو ایسے کمالات اور ایسی برگزیدہ جماعت عنایت فرمائی تو آپ حسب معمول فریضہ دعوت و اصلاح کو پوری مستعدی سے ادا کرتے رہیے اور اللہ جو حکم دے اس کے کہنے یا کرنے میں کسی کافر و منافق کی یاوہ گوئی کی پروانہ کیجئے۔

۹ **اللہ آپؐ کا کارساز ہے** یعنی اگر یہ بدبخت زبان اور عمل سے آپ کو ستائیں تو انکا خیال چھوڑ کر اللہ پر بھروسہ رکھئے۔ وہ اپنی قدرت ورحمت سے سب کام بنادے گا۔ منکروں کو راہ پر لے آنا یا سزا دینا سب اسی کے ہاتھ میں ہے، آپ کو اس فکر اور الجھن میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ ان کا تو مطلب ہی یہ ہے کہ آپ طعن وتشنیع وغیرہ سے گھبرا کر اپنا کام چھوڑ بیٹھیں۔ اگر بفرض محال آپ ایسا کریں تو گویا ان کا مطلب پورا کر دیں گے اور ان کا کہا مان لیں گے۔ العیاذ باللہ۔

نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ

تم نکاح میں لاؤ مسلمان عورتوں کو — پھر ان کو چھوڑ دو — پہلے اس سے کہ

تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ج

ان کو ہاتھ لگاؤ — سو ان پر تم کو حق نہیں — عدت میں بٹھلانا — کہ گنتی پوری کراؤ

فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۴۹﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ

سو ان کو دو کچھ فائدہ — اور رخصت کرو — بھلی طرح سے ﴿۱﴾ — اے نبی ہم نے

اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْۤ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ

حلال رکھیں تجھ کو تیری عورتیں — جن کے مہر تو دے چکا ہے — اور جو مال ہو

يَمِيْنُكَ مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ

تیرے ہاتھ کا — جو ہاتھ لگا دے تیرے اللہ ﴿۲﴾ — اور تیرے چچا کی بیٹیاں — اور پھوپیوں کی بیٹیاں

وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ز وَ

اور تیرے ماموں کی بیٹیاں — اور تیری خالاؤں کی بیٹیاں — جنہوں نے وطن چھوڑا تیرے ساتھ — اور

امْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ

جو عورت ہو مسلمان — اگر بخش دے اپنی جان — نبی کو — اگر نبی چاہے

اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ق خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ط

کہ اس کو نکاح میں لائے — یہ خالص ہے تیرے لیے — سوائے سب مسلمانوں کے

قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْۤ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ

ہم کو معلوم ہے — جو مقرر کر دیا ہے ہم نے ان پر — ان کی عورتوں کے حق میں — اور ان کے

۱ **مطلقہ قبل صحبت کی عدت** یعنی جو مرد اپنی عورت کو بغیر صحبت کئے طلاق دے اگر اس کا مہر بندھا تھا تو نصف مہر دینا ہوگا ورنہ کچھ فائدہ پہنچا کر (یعنی عرف اور حیثیت کے موافق ایک جوڑا پوشاک دے کر) خوبصورتی کے ساتھ رخصت کر دے۔ اور عورت اسی وقت چاہے تو نکاح کر لے۔ اس صورت میں عدت نہیں۔ (حنفیہ کے نزدیک خلوت صحیحہ بھی صحبت کے حکم میں ہے تفصیل فقہ میں دیکھ لی جائے) یہ مسئلہ یہاں بیان فرمایا۔ حضرت کی ازواج کے ذکر میں جس کا سلسلہ دور سے چلا آتا تھا۔ درمیان میں چند آیات ضمنی مناسبت سے آگئی تھیں۔ یہاں سے پھر مضمون سابق کی طرف عود کیا گیا ہے۔ روایات میں ہے کہ حضرت نے ایک عورت سے نکاح کیا۔ جب اس کے نزدیک گئے کہنے لگی اللہ تجھ سے پناہ دے، حضرت نے اس کو جواب دیا کہ تو نے بڑے کی پناہ پکڑی۔ اس پر یہ حکم فرمایا اور خطاب فرمایا، ایمان والوں کو تا معلوم ہو کہ پیغمبر کا خاص حکم نہیں، سب مسلمانوں پر یہی حکم ہے۔ اسی کے موافق حضرت نے اس کو جوڑا دے کر رخصت کر دیا۔ پھر وہ ساری عمر اپنی محرومی پر پچھتاتی رہی۔

۲ یعنی لونڈیاں، باندیاں جو غنیمت وغیرہ سے ہاتھ لگی ہوں۔

اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا

ہاتھ کے مال میں تا نہ رہے تجھ پر تنگی اور ہے اللہ بخشنے والا

رَّحِيْمًا ۝۵۰ تُرْجِىْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِىْٓ اِلَيْكَ مَنْ

مہربان ۱ پیچھے رکھ دے تو جس کو چاہے ان میں اور جگہ دے اپنے پاس جس کو

تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ؕ

چاہے اور جس کو جی چاہے تیرا ان میں سے جن کو کنارے کر دیا تھا تو کچھ گناہ نہیں تجھ پر ۲

ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ

اس میں قریب ہے کہ ٹھنڈی رہیں آنکھیں ان کی اور غم نہ کھائیں اور راضی رہیں اس پر

بِمَآ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِىْ قُلُوْبِكُمْ ؕ

جو تو نے دیا ان سب کی سب کو اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے

وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا ۝۵۱ لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ

اور ہے اللہ سب کچھ جاننے والا تحمل والا ۳ حلال نہیں تجھ کو عورتیں اس کے

بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ

بعد اور نہ یہ کہ ان کے بدلے کر لے اور عورتیں اگرچہ خوش لگے تجھ کو

حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ

ان کی صورت ۴ مگر جو مال ہو تیرے ہاتھ کا ۵ اور ہے اللہ ہر

شَىْءٍ رَّقِيْبًا ۝۵۲ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ

چیز پر نگہبان ۶ اے ایمان والو مت جاؤ نبی کے

آنحضرتؐ کیلئے بلا مہر نکاح کی اجازت | تیری عورتیں جن کا مہر دے چکا یعنی جواب تیرے نکاح میں ہیں خواہ قریش سے ہوں اور مہاجر ہوں یا نہ ہوں سب حلال رہیں، ان میں سے کسی کو چھوڑنے کی ضرورت نہیں۔ اور چچا، پھوپھی، ماموں، خالہ کی بیٹیاں یعنی قریش میں کی جو باپ یا ماں کی طرف سے قرابت دار ہوں بشرط ہجرت کے حلال ہیں ان سے نکاح کر سکتے ہو۔ اور جو عورت بخشے نبی کو اپنی جان یعنی بلا مہر کے نکاح میں آنا چاہے وہ بھی حلال ہے اگر آپ اس طرح نکاح میں لانا پسند کریں۔ یہ اجازت خاص پیغمبر کے لئے ہے گو آپ نے کبھی اس پر عمل نہیں کیا (کما فی الفتح) شاید " اِنْ اَرَادَ النَّبِیُّ " کی شرط سے اباحت مرجوحہ سمجھی ہو۔ بہر حال دوسرے مسلمانوں کے لئے وہ ہی حکم ہے جو معلوم ہو چکا " اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِکُمْ " (نساء رکوع ۴) یعنی بلا مہر نکاح نہیں، خواہ عقد کے وقت ذکر آیا خواہ پیچھے ٹھہرالیا یا نہ ٹھہرایا تو مہر مثل (جو اس کی قوم کا مہر ہو) واجب ہوگا۔ پیغمبر پر سے اللہ تعالیٰ نے یہ مہر کی قید اٹھا دی تھی۔ برخلاف مومنین کے کہ ان کو نہ چار سے زائد کی اجازت نہ بدون مہر کے نکاح درست۔

ازواج مطہرات کی تعداد اور اس کی حکمت کا بیان | تنبیہ | آنحضرت ﷺ نے پچیس سال کی عمر تک جو شباب کی امنگوں کے اصلی دن ہوتے ہیں محض تجرد میں گذارے۔ پھر اقرباء کے اصرار اور دوسری جانب کی درخواست پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے (جن کی عمر ڈھل چکی تھی اور دو مرتبہ بیوہ ہو چکی تھیں) آپ نے عقد کیا۔ ترپن سال کی عمر تک پورے سکون و طمانیت سے اسی پاکباز بیوی کے ساتھ زندگی بسر کی۔ یہ ہی زمانہ تھا کہ آپ ساری دنیا سے الگ غاروں اور پہاڑوں میں جا کر خدائے واحد کی عبادت کیا کرتے تھے اور یہ اللہ کی نیک بندی آپؐ کے لیے توشہ تیار کرتی اور عبادت الٰہی اور سکون قلبی کے حصول میں آپؐ کی اعانت و امداد کیا کرتی تھی۔ زندگی کے اس طویل عرصہ میں جو دوسرے لوگوں کے لئے عموماً نفسانی جذبات کی انتہائی ہنگامہ خیزیوں کے اٹھ اٹھ کر ختم ہو جانے کا زمانہ ہوتا ہے، کوئی معاند سے معاند اور کٹر سے کٹر متعصب دشمن بھی ایک حرف ایک نقطہ، ایک شوشہ آپ کی پیغمبرانہ عصمت اور خارق عادت عفاف و پاکبازی کے خلاف نقل نہیں کر سکتا۔ اور واضح رہے کہ یہ اس اکمل البشر کی سیرت کا ذکر ہے جس نے خود اپنی نسبت فرمایا کہ مجھ کو جو جسمانی قوت عطا ہوئی ہے وہ اہل جنت میں سے چالیس مردوں کی برابر ہے جن میں سے ایک مرد کی قوت سو کی برابر ہوگی گویا اس حساب سے دنیا کے چار ہزار مردوں کی برابر قوت حضور کو عطا فرمائی گئی تھی۔ اور بیشک دنیا کے اکمل ترین بشر کی تمام روحانی و جسمانی قوتیں ایسے ہی اعلیٰ اور اکمل پیمانہ پر ہونی چاہئیں۔ اس حساب سے اگر فرض کیجئے چار ہزار بیویاں آپ کے نکاح میں ہوتیں تو آپؐ کی قوت کے اعتبار سے اس درجہ میں شمار کیا جا سکتا تھا جیسے ایک مرد ایک عورت سے نکاح کر لے۔ لیکن اللہ اکبر! اس شدید ریاضت اور ضبط نفس کا کیا ٹھکانہ ہے کہ ترپن سال کی عمر اس تجرد یا زہد کی حالت میں گذار دی۔ پھر حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد اپنے سب سے بڑے جاں نثار وفادار رفیق کی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہؓ سے عقد کیا۔ ان کے سوا آٹھ بیوائیں آپ کے نکاح میں آئیں۔ وفات کے بعد نو موجود تھیں۔ جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ حضرت عائشہ ۱، حضرت حفصہ ۲، حضرت سودہ ۳، حضرت ام سلمہ ۴، حضرت زینب ۵، حضرت ام حبیبہ ۶، حضرت جویریہ ۷، حضرت صفیہ ۸، حضرت میمونہ ۹، رضی اللہ تعالیٰ عنہن وارضاہن

(ان میں پچھلی تین قریشی نہیں) دنیا کا سب سے بڑا بے مثال انسان جو اپنے فطری قویٰ کے لحاظ سے کم از کم چار ہزار بیویوں کا مستحق ہو، کیا نو کا عدد دیکھ کر کوئی انصاف پسند اس پر کثرت ازدواج کا الزام لگا سکتا ہے۔

آنحضرتؐ کی ریاضت ومجاہدہ پھر جب ہم ایک طرف دیکھتے ہیں کہ آپ کی عمر ترپن سال سے متجاوز ہو چکی تھی، باوجود عظیم الشان فتوحات کے ایک دن پیٹ بھر کر کھانا نہ کھاتے تھے۔ جو آتا اللہ کے راستہ میں دے ڈالتے، اختیاری فقروفاقہ سے پیٹ کو پتھر باندھتے، مہینوں ازواج مطہرات کے مکانوں سے دھواں نہ نکلتا، پانی اور کھجور پر گذارہ چلتا۔ روزہ پر روزہ رکھتے، کئی کئی دن افطار نہ کرتے، راتوں کو اللہ کی عبادت میں کھڑے رہنے سے پاؤں پر ورم ہو جاتا، لوگ دیکھ کر رحم کھانے لگتے، عیش وطرب کا سامان تو کجا، تمام بیویوں سے صاف کہہ دیا تھا کہ جسے آخرت کی زندگی پسند ہو۔ ہمارے ساتھ رہے جو دنیا کا عیش چاہے رخصت ہو جائے۔ ان حالات کے باوجود دوسری طرف دیکھا جاتا ہے کہ سب ازواج کے حقوق ایسے اکمل واحسن طریقہ سے ادا فرماتے جس کا تحمل بڑے سے بڑا طاقتور مرد نہیں کر سکتا۔ اور میدان جنگ میں لشکروں کے مقابلہ پر جب بڑے بڑے جوانمرد بہادر دل چھوڑ بیٹھتے تھے آپؐ پہاڑ کی طرح ڈٹے رہتے اور زبان سے فرماتے "اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰہِ! اَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ" اور اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ۔"

تعداد ازواج میں آپؐ کی معجزانہ شان بیویوں کا تعلق فرائض عبودیت ورسالت کی بجا آوری میں ذرہ برابر فرق نہ ڈالتا۔ نہ کسی سخت سے سخت کٹھن کام میں ایک منٹ کے لئے ضعف وتعب لاحق ہوتا۔ کیا یہ خارق عادت احوال اہل بصیرت کے نزدیک معجزہ سے کچھ کم ہیں؟ حقیقت میں جس طرح آپؐ کا بچپن اور آپؐ کی جوانی ایک معجزہ تھی، بڑھاپا بھی ایک معجزہ ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے آپؐ کی پاک زندگی کے ہر ایک دور میں پاک باز متقیوں کے لئے کچھ نمونے رکھ دیئے ہیں جو انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں ان کی عملی رہبری کر سکیں۔ ازواج مطہرات کی جس نام نہاد کثرت پر مخالفین کو اعتراض ہے وہ ہی امت مرحومہ کے لئے اس کا ذریعہ بنی کہ پیغمبر کا اتباع کرنے والے مرد اور عورتیں ان حکموں اور نمونوں سے بے تکلف واقف ہوں جو بالخصوص باطنی احوال اور خانگی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ گویا کثرت ازدواج میں ایک بڑی مصلحت یہ ہوئی کہ خانگی معاشرت اور نسوانی مسائل کے متعلق نبی کے احکام اور اسوہ حسنہ کی اشاعت کافی حد تک بے تکلف ہو سکے۔ نیز مختلف قبائل وطبقات کی عورتوں کے آپ کی خدمت میں رہنے سے ان قبائل اور جماعتوں کو آپکی دامادی کا شرف حاصل ہوا اور اس طرح ان کی وحشت ونفرت بھی کم ہوئی اور اپنے کنبہ کی عورتوں سے آپؐ کی پاکدامنی، خوبی اخلاق، حسن معاملہ اور بے لوث کیرکٹر کو سن کر اسلام کی طرف رغبت بڑھی۔ شیطانی شکوک واوہام کا ازالہ ہوا، اور اس طرح خدا کے عاشقوں، آپؐ کے فداکاروں اور دنیا کے ہادیوں کی وہ عظیم الشان جماعت تیار ہوئی جس سے زیادہ پرہیزگار و پاکباز کوئی جماعت (بجز انبیاء کے) آسمان کے نیچے کبھی نہیں پائی گئی اور جو کسی برے کیرکٹر رکھنے والے کی تربیت میں محال تھا کہ تیار ہو سکے۔

ازواج کے سلسلے میں آپ کیلئے خصوصی احکام یعنی واہبۃ النفس کے متعلق اختیار ہے قبول کرو یا نہ کرو۔ اور موجودہ بیویوں میں سے جس کو چاہو رکھو یا طلاق دے دو۔ نیز جو بیویاں رہیں آپ پر قسم (باری باری سے رہنا) واجب نہیں، جسے چاہیں باری میں آگے پیچھے کر سکتے ہیں۔ اور جسے کنارے کر دیا ہو اسے دوبارہ واپس لینے کا بھی اختیار ہے۔ یہ حقوق و اختیارات آپ کو دیئے گئے تھے، مگر آپ نے مدت العمر ان سے کام نہیں لیا۔ معاملات میں اس قدر عدل و مساوات کی رعایت فرماتے تھے جو بڑے سے بڑا محتاط آدمی نہیں کر سکتا۔ اس پر بھی اگر قلبی میلان کسی کی طرف بے اختیار ہوتا تو فرماتے۔ " اَللّٰھُمَّ ھٰذَا قَسْمِیْ فِیْمَآ اَمْلِکُ فَلَا تَلُمْنِیْ فِیْمَا تَمْلِکُ وَلَا اَمْلِکُ " (اے اللہ! یہ میری تقسیم ہے ان چیزوں میں جو میرے اختیار میں ہیں، جو چیز صرف تیرے قبضہ میں ہے میرے اختیار میں نہیں اس پر ملامت نہ کیجئے) شاید " وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَکَانَ اللّٰہُ عَلِیْمًا حَلِیْمًا " میں اسی طرف اشارہ ہو۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "کسی مرد کے کئی عورتیں ہوں تو اس پر باری سے سب کے پاس برابر رہنا واجب ہے، حضرت پر یہ واجب نہ تھا۔ اس واسطے کہ عورتیں اپنا حق نہ سمجھیں، تو جو دیں راضی ہو کر قبول کریں (ورنہ روز یہی کشمکش اور جھنجھٹ رہا کرتی، مہمات دین میں خلل پڑتا، اور ازواج کی نظر بھی دنیا سے بالکل یکسو ہو کر مقصد اصلی کی طرف نہ رہتی۔ اسی غم و فکر میں مبتلا رہا کرتیں) پر حضرت نے اپنی طرف سے فرق نہیں کیا سب کی باری برابر رکھی۔ ایک حضرت سودہؓ نے (جب عمر زیادہ ہو گئی) اپنی باری حضرت عائشہؓ کو بخش دی تھی۔"

یعنی جتنی قسمیں " اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَکَ اَزْوَاجَکَ الّٰتِیْٓ الخ " میں فرما دیں، اس سے زیادہ حلال نہیں۔ اور جواب موجود ہیں ان کو بدلنا حلال نہیں۔ یعنی یہ کہ ان میں سے کسی کو اس لئے چھوڑ دو کہ دوسری اسکی جگہ کر لاؤ۔ حضرت عائشہؓ اور ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ یہ ممانعت آخر کو موقوف ہو گئی۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ آپؐ نے نہ اس کے بعد کوئی نکاح کیا نہ ان میں سے کسی کو بدلا۔ آپؐ کی وفات کے وقت سب ازواج برابر موجود رہیں۔

آنحضرتؐ کی کنیزیں یعنی لونڈی باندی۔ حضرت کی دو حرم مشہور ہیں۔ ایک ماریہ قبطیہ جن کے شکم سے صاحبزادہ حضرت ابراہیم پیدا ہوئے تھے بچپن میں انتقال کر گئے۔ دوسری ریحانہ، رضی اللہ عنہما۔

یعنی اللہ کی نگاہ میں ہے جو اس کے احکام و حدود کی پابندی کرتے ہیں یا نہیں کرتے، اس کا خیال رکھ کر کام کرنا چاہئے۔

النَّبِیِّ اِلَّآ اَنْ یُّؤْذَنَ لَکُمْ اِلٰی طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ

گھروں میں مگر جو تم کو حکم ہو کھانے کے واسطے نہ راہ دیکھنے والے

اِنٰىهُ ۙ وَلٰکِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ

اس کے پکنے کی لیکن جب تم کو بلائے تب جاؤ ۱ پھر جب کھا چکو

فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِکُمْ کَانَ

تو آپ آپ کو چلے جاؤ اور نہ آپس میں جی لگا کر بیٹھو باتوں میں ۲ اس بات سے تمہاری

یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْکُمْ ۫ وَاللّٰهُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ

تکلیف تھی نبی کو پھر تم سے شرم کرتا ہے اور اللہ شرم نہیں کرتا

الْحَقِّ ؕ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ

ٹھیک بات بتلانے میں ۳ اور جب مانگنے جاؤ بیبیوں سے کچھ چیز کام کی تو مانگ لو پردہ کے

حِجَابٍ ؕ ذٰلِکُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِکُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ؕ وَمَا کَانَ

باہر سے اس میں خوب ستھرائی ہے تمہارے دل کو اور ان کے دل کو ۴ اور تم کو

لَکُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْکِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ

نہیں پہنچتا کہ تکلیف دو اللہ کے رسول کو اور نہ یہ کہ نکاح کرو اس کی عورتوں سے

مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِکُمْ کَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمًا ﴿۵۳﴾

اس کے پیچھے کبھی البتہ یہ تمہاری بات اللہ کے یہاں بڑا گناہ ہے ۵

اِنْ تُبْدُوْا شَیْـًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ کَانَ بِکُلِّ شَیْءٍ

اگر کھول کر کہو تم کسی چیز کو یا اس کو چھپاؤ سو اللہ ہے ہر چیز کو

◆۱◆ **صحابہ کرام کو آداب النبی کی تعلیم** یعنی بدون حکم و اجازت کے دعوت میں مت جاؤ اور جب تک بلائیں نہیں پہلے سے جا کر نہ بیٹھو کہ وہاں بیٹھ کر انتظار کرنا پڑے۔ اور گھر والوں کے کام کاج میں حرج واقع ہو۔

◆۲◆ یعنی کھانے سے فارغ ہو کر اپنے اپنے گھر کا رستہ لینا چاہئے۔ وہاں مجلس جمانے سے میزبان اور دوسرے مکان والوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ یہ باتیں گو نبی کے مکانوں کے متعلق فرمائی ہیں۔ کیونکہ شان نزول کا تعلق ان ہی سے تھا۔ مگر مقصود ایک عام ادب سکھلانا ہے۔ بے دعوت کسی کے یہاں کھانا کھانے کی غرض سے جا بیٹھنا یا طفیلی بن کر جانا، یا کھانے سے قبل یوں ہی مجلس جمانا، یا فارغ ہونے کے بعد گپ شپ لڑانا درست نہیں۔

◆۳◆ **آپکا حلم وحیا** یعنی آپ حیا کی وجہ سے اپنے نفس پر تکلیف برداشت کرتے ہیں۔ لحاظ کی وجہ سے صاف نہیں فرماتے کہ اٹھ جاؤ مجھے کلفت ہوتی ہے یہ تو آپ کے اخلاق اور مروت کی بات ہوئی۔ مگر اللہ تعالیٰ کو تمہاری تادیب و اصلاح میں کیا چیز مانع ہو سکتی ہے۔ اس نے بہرحال پیغمبر ہی کی زبان سے اپنے احکام سنا دیئے۔

◆۴◆ **صحابہ کرام کو پردے کا حکم** حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ادب سکھلائے۔ کبھی کھانے کو حضرت کے گھر میں جمع ہوتے تو پیچھے باتیں کرنے لگ جاتے۔ حضرت کا مکان آرام کا وہی تھا۔ شرم سے نہ فرماتے کہ اٹھ جاؤ۔ ان کے واسطے اللہ نے فرما دیا، اور اس آیت میں حکم ہوا پردہ کا کہ مرد حضرت کی ازواج کے سامنے نہ جائیں کوئی چیز مانگنی ہو تو وہ بھی پردہ کے پیچھے سے مانگیں اس میں جانبین کے دل ستھرے اور صاف رہتے ہیں اور شیطانی وساوس کا استیصال ہو جاتا ہے۔

◆۵◆ **ازواج مطہرات اُمت کی مائیں ہیں** یعنی کافر منافق جو چاہیں بکتے پھریں اور ایذاء رسانی کریں، مؤمنین جو دلائل و براہین کی روشنی میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انتہائی راستبازی اور پاکبازی کو معلوم کر چکے ہیں، انہیں لائق نہیں کہ حضورؐ کی حیات میں یا وفات کے بعد کوئی بات ایسی کہیں یا کریں جو خفیف سے خفیف درجہ میں آپؐ کی ایذاء کا سبب بن جائے۔ لازم ہے کہ مؤمنین اپنے محبوب و مقدس پیغمبر کی عظمت شان کو ہمیشہ مرعی رکھیں۔ مبادا غفلت یا تساہل سے کوئی تکلیف دہ حرکت صادر ہو جائے اور دنیا و آخرت کا خسارہ اٹھانا پڑے۔ ان تکلیف دہ حرکات میں سے ایک بہت سخت اور بڑا بھاری گناہ یہ ہے کہ کوئی شخص ازواج مطہرات سے آپ کے بعد نکاح کرنا چاہے یا ایسے نالائق ارادہ کا حضورؐ کی موجودگی میں اظہار کرے۔ ظاہر ہے کہ ازواج مطہرات کی مخصوص عظمت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تعلق کی وجہ سے قائم ہوئی ہے کہ روحانی حیثیت سے وہ تمام مؤمنین کی محترم مائیں قرار دی گئیں۔ کیا کسی امتی کے عقد نکاح میں آنے کے بعد ان کا یہ احترام کماحقہ ملحوظ رہ سکتا ہے یا آپ کے بعد وہ خانگی بکھیڑوں میں پڑ کر تعلیم و تلقین دین کی اس اعلیٰ غرض کو آزادی کے ساتھ پورا کر سکتی ہیں جس کے لئے ہی فی الحقیقت قدرت نے نبی کی زوجیت کے لئے ان کو چنا تھا۔ اور کیا کوئی پرلے درجہ کا بے حس و بے شعور انسان بھی باور کر سکتا ہے کہ سید البشر امام المتقین اور پیکر خلق عظیم کی خدمت میں عمر گذارنے والی خاتون ایک لحہ کے لئے بھی کسی دوسری جگہ رہ کر قلبی مسرت و سکون حاصل کرنے کی امید رکھ سکے گی۔ خصوصاً جبکہ معلوم ہو چکا ہے کہ یہ وہ منتخب خواتین تھیں جن کے سامنے دنیا و آخرت کے دو راستوں میں سے ایک راستہ انتخاب کے لئے پیش کیا گیا تو انہوں نے بڑی خوشی اور آزادی سے دنیا کے عیش و بہار پر لات مار کر اللہ و رسول کی خوشنودی اور آخرت کا راستہ اختیار کر لینے کا اعلان کر دیا۔ چنانچہ تاریخ بتلاتی ہے کہ حضورؐ کی وفات کے بعد کیسے عدیم النظیر زہد و ورع اور صبر و توکل کے ساتھ ان مقدس خواتین جنت نے عبادت الٰہی میں اپنی زندگیاں گذاریں اور احکام دین کی اشاعت اور اسلام کی خدمات مہمہ کے لئے اپنے کو وقف کئے رکھا۔ ان میں سے کسی ایک کو کبھی بھول کر بھی دنیا کی لذتوں کا خیال نہیں آیا۔ اور کیسے آ سکتا تھا جبکہ پہلے ہی حق تعالیٰ نے "یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَ یُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا۔" فرما کر ان کے تزکیہ و تطہیر کی کفالت فرمائی تھی۔ رضی اللہ عنہن وارضاھن وجعلنا ممن یعظمھن حق تعظیمھن فوق مانعظم امھاتنا التی ولدننا۔ امین اس مسئلہ کی نہایت محققانہ بحث حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ کی کتاب آب حیات میں ہے۔

عَلِیۡمًا ﴿۵۴﴾ لَا جُنَاحَ عَلَیۡہِنَّ فِیۡۤ اٰبَآئِہِنَّ وَ لَاۤ اَبۡنَآئِہِنَّ

جاننے والا ﴿۱﴾ گناہ نہیں ان عورتوں کو سامنے ہونے کا اپنے باپوں سے اور نہ اپنے بیٹوں سے

وَ لَاۤ اِخۡوَانِہِنَّ وَ لَاۤ اَبۡنَآءِ اِخۡوَانِہِنَّ وَ لَاۤ اَبۡنَآءِ

اور نہ اپنے بھائیوں سے اور نہ اپنے بھائی کے بیٹوں سے اور نہ اپنی بہن کے

اَخَوٰتِہِنَّ وَ لَا نِسَآئِہِنَّ وَ لَا مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُہُنَّ ۚ

بیٹوں سے اور نہ اپنی عورتوں سے اور نہ اپنے ہاتھ کے مال سے ﴿۲﴾

وَ اتَّقِیۡنَ اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ شَہِیۡدًا ﴿۵۵﴾

اور ڈرتی رہو اے عورتو! اللہ سے بے شک اللہ کے سامنے ہے ہر چیز ﴿۳﴾

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ

اللہ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں رسول پر اے ایمان

اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَ سَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا ﴿۵۶﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ

والو رحمت بھیجو اس پر اور سلام بھیجو سلام کہہ کر ﴿۴﴾ جو لوگ

یُؤۡذُوۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنۡیَا وَ

ستاتے ہیں اللہ کو اور اس کے رسول کو ان کو پھٹکارا اللہ نے دنیا میں اور

الۡاٰخِرَۃِ وَ اَعَدَّ لَہُمۡ عَذَابًا مُّہِیۡنًا ﴿۵۷﴾ وَ الَّذِیۡنَ

آخرت میں اور تیار رکھا ہے ان کے واسطے ذلت کا عذاب ﴿۵﴾ اور جو لوگ

﴿۱﴾ یعنی زبان سے کہنا تو کجا دل میں بھی ایسا وسوسہ کبھی نہ لانا۔ اللہ کے سامنے ظاہر و باطن سب یکساں ہے دل کا کوئی بھید اس سے پوشیدہ نہیں۔

﴿۲﴾ **محارم کی تفصیل** اوپر ازواج مطہرات کے سامنے مردوں کے جانے کی ممانعت ہوئی تھی۔ اب بتلا دیا کہ محارم کا سامنے جانا منع

نہیں۔ اس بارہ میں جو حکم عام مستورات کا سورۂ ''نور'' میں گذر چکا وہ ہی ازواج مطہرات کا ہے۔ '' وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَامَلَكَتْ اَیْمَانُهُنَّ '' کی تشریح ہم سورۂ ''نور'' میں کر چکے ہیں وہاں مطالعہ کرلیا جائے۔

◈ یعنی پردہ کے جو احکام بیان ہوئے اور جو استثناء کیا گیا پوری طرح ملحوظ رکھو ذرا بھی گڑبڑ نہ ہونے پائے۔ ظاہر و باطن میں حدود اللہ محفوظ رہنی چاہئیں۔ اللہ سے تمہارا کوئی حال چھپا ہوا نہیں۔ '' یَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ۔ ''

◈ **صلوٰۃ علی النبی کا مفہوم** '' صلوٰۃ النبی '' کا مطلب ہے ''نبی کی ثناء و تعظیم رحمت و عطوفت کے ساتھ'' پھر جس کی طرف ''صلوٰۃ'' منسوب ہوگی اسی کی شان و مرتبہ کے لائق ثناء و تعظیم اور رحمت و عطوفت مراد لیں گے، جیسے کہتے ہیں کہ باپ بیٹے پر، بیٹا باپ پر اور بھائی بھائی پر مہربان ہے یا ہر ایک دوسرے سے محبت کرتا ہے تو ظاہر ہے جس طرح کی محبت اور مہربانی باپ کی بیٹے پر ہے اس نوعیت کی بیٹے کی باپ پر نہیں اور بھائی کی بھائی پر ان دونوں سے جداگانہ ہوتی ہے۔ ایسے ہی یہاں سمجھ لو۔ اللہ بھی نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ بھیجتا ہے یعنی رحمت و شفقت کے ساتھ آپ ﷺ کی ثناء اور اعزاز و اکرام کرتا ہے اور فرشتے بھی بھیجتے ہیں، مگر ہر ایک کی صلوٰۃ اور رحمت و تکریم اپنی شان و مرتبہ کے موافق ہوگی۔

آنحضرتؐ پر مومنین کی صلوٰۃ آگے مومنین کو حکم ہے کہ تم بھی صلوٰۃ و رحمت بھیجو۔ اس کی حیثیت ان دونوں سے علیحدہ ہونی چاہئے۔ علماء نے کہا کہ اللہ کی صلوٰۃ رحمت بھیجنا اور فرشتوں کی صلوٰۃ استغفار کرنا اور مومنین کی صلوٰۃ دعا کرنا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جب آیت نازل ہوئی صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ! ''سلام'' کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہو چکا (یعنی نماز کے تشہد میں جو پڑھا جاتا ہے) '' اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ '' ''صلوٰۃ'' کا طریقہ بھی ارشاد فرما دیجئے جو نماز میں پڑھا کریں۔ آپ نے یہ درود شریف تلقین کیا '' اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔'' غرض یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے مومنین کو حکم دیا کہ تم بھی نبی پر صلوٰۃ (رحمت) بھیجو۔ نبی نے بتلا دیا کہ تمہارا بھیجنا یہی ہے کہ اللہ سے درخواست کرو کہ وہ اپنی بیش از بیش رحمتیں ابدالآباد تک نبی پر نازل فرماتا رہے۔ کیونکہ اس کی رحمتوں کی کوئی حد و نہایت نہیں۔ یہ بھی اللہ کی رحمت ہے کہ اس درخواست پر جو مزید رحمتیں نازل فرمائے وہ ہم عاجز و ناچیز بندوں کی طرف منسوب کردی جائیں۔ گویا ہم نے بھیجی ہیں۔ حالانکہ ہر حال میں رحمت بھیجنے والا وہ ہی اکیلا ہے کسی بندہ کی کیا طاقت تھی کہ سید الانبیاء کی بارگاہ میں ان کے رتبہ کے لائق تحفہ پیش کر سکتا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ''اللہ سے رحمت مانگنی اپنے پیغمبر پر اور ان کے ساتھ انکے گھرانے پر بڑی قبولیت رکھتی ہے۔ ان پر ان کے لائق رحمت اترتی ہے، اور ایک دفعہ مانگنے سے دس رحمتیں اترتی ہیں مانگنے والے پر۔ اب جس کا جتنا جی چاہے اتنا حاصل کرلے۔'' **تنبیہ** صلوٰۃ علی النبی کے متعلق مزید تفصیلات ان مختصر فوائد میں نہیں سما سکتیں۔ شروح حدیث میں مطالعہ کی جائیں۔ اور اس بات میں شیخ شمس الدین سخاویؒ کا رسالہ '' القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع '' قابل دید ہے۔ ہم نے شرح صحیح مسلم میں بقدر کفایت لکھ دیا ہے فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

◈ **اللہ اور اس کے رسولؐ کو ستانے والے ملعون ہیں** اوپر مسلمانوں کو حکم تھا کہ نبی کریم ﷺ کی ایذاء کا سبب نہ بنیں بلکہ ان کی انتہائی تعظیم و تکریم کریں جس کی ایک صورت صلوٰۃ و سلام بھیجنا ہے۔ اب بتایا کہ اللہ و رسول کو ایذاء دینے والے دنیا و آخرت میں ملعون و مطرود اور سخت رسوا کن عذاب میں مبتلا ہونگے۔ اللہ کو ستانا یہی ہے کہ اس کے پیغمبروں کو ستائیں یا اس کی جناب میں نالائق باتیں کہیں۔

يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا

تہمت لگاتے ہیں مسلمان مردوں کو | اور مسلمان عورتوں کو | بدون گناہ کئے

فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۸﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ

تو اٹھایا انہوں نے | بوجھ جھوٹ کا | اور صریح گناہ کا ﴿۱﴾ | اے نبی | کہہ دے

لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ

اپنی عورتوں کو | اور اپنی بیٹیوں کو | اور مسلمانوں کی عورتوں کو | نیچے لٹکا لیں اپنے اوپر تھوڑی

جَلَابِيْبِهِنَّ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ

سی اپنی چادریں ﴿۲﴾ | اس میں بہت قریب ہے | کہ پہچانی پڑیں | تو کوئی ان کو نہ ستائے | اور ہے اللہ

غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۹﴾ لَىِٕنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ

بخشنے والا مہربان ﴿۳﴾ | البتہ اگر باز نہ آئے منافق | اور جن کے دل میں

مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا

روگ ہے ﴿۴﴾ | اور جھوٹی خبریں اڑانے والے | مدینہ میں ﴿۵﴾ | تو ہم لگا دیں گے تجھ کو ان کے پیچھے | پھر نہ

يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۰﴾ مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا

رہنے پائیں گے تیرے ساتھ اس شہر میں مگر تھوڑے دنوں | پھٹکارے ہوئے | جہاں پائے گئے | پکڑے گئے

وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ﴿۶۱﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ

اور مارے گئے جان سے ﴿۶﴾ | دستور پڑا ہوا ہے اللہ کا ان لوگوں میں | جو پہلے ہو چکے ہیں | اور تو نہ

تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۶۲﴾ يَسْــَٔـلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۭ قُلْ اِنَّمَا

دیکھے گا اللہ کی چال بدلتی ﴿۷﴾ | لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں | قیامت کو | تو کہہ

منافقین کی ایذاء رسانی | یہ منافق تھے جو پیٹھ پیچھے بدگوئی کرتے رسول کی، آپ کی ازواج طاہرات پر جھوٹ طوفان اٹھاتے جیسا کہ سورۂ "نور" میں گذر چکا۔ آگے بعض ایذاؤں کے انسداد کا بندوبست کیا گیا ہے جو مسلمان عورتوں کو ان کی طرف سے پہنچتی تھیں۔ روایات میں ہے کہ مسلمان مستورات جب ضروریات کے لئے باہر نکلتیں، بدمعاش منافق تاک میں رہتے۔ اور چھیڑ چھاڑ کرتے پھر پکڑے جاتے تو کہتے ہم نے سمجھا نہیں تھا کہ کوئی شریف عورت ہے۔ لونڈی باندی سمجھ کر چھیڑ دیا تھا۔

عورتوں کو پردے کا حکم | یعنی بدن ڈھانپنے کے ساتھ چادر کا کچھ حصہ سر سے نیچے چہرہ پر بھی لٹکا لیویں۔ روایات میں ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے پر مسلمان عورتیں بدن اور چہرہ چھپا کر اس طرح نکلتی تھیں کہ صرف ایک آنکھ دیکھنے کے لئے کھلی رہتی تھی۔ اس سے ثابت ہوا کہ فتنہ کے وقت آزاد عورت کو چہرہ بھی چھپالینا چاہئے۔ لونڈی باندیوں کو ضرورت شدیدہ کی وجہ سے اس کا مکلف نہیں کیا۔ کیونکہ کاروبار میں حرج عظیم واقع ہوتا ہے۔

آزاد عورتوں کا پردہ | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی پہچانی پڑیں کہ لونڈی نہیں بی بی ہے صاحب ناموس، بدذات نہیں نیک بخت ہے، تو بدنیت لوگ اس سے نہ الجھیں۔ گھونگھٹ اس کا نشان رکھ دیا۔ یہ حکم بہتری کا ہے۔ آگے فرمادیا اللہ ہے بخشنے والا مہربان۔" یعنی باوجود اہتمام کے کچھ تقصیر رہ جائے تو اللہ کی مہربانی سے بخشش کی توقع ہے۔ (تکمیل) یہ تو آزاد عورتوں کے متعلق انتظام تھا کہ انہیں پہچان کر ہر ایک کا حوصلہ چھیڑنے کا نہ ہو، اور جھوٹے عذر کرنے کا موقع نہ رہے۔ آگے عام چھیڑ چھاڑ کی نسبت دھمکی دی ہے خواہ بی بی سے ہو یا لونڈی سے۔

یعنی جن کو بدنظری اور شہوت پرستی کا روگ لگا ہوا ہے۔

جھوٹی خبریں اڑانے والے | یہ غالباً یہود ہیں جو اکثر جھوٹی خبریں اڑا کر اسلام کے خلاف پروپیگنڈا کیا کرتے تھے اور ممکن ہے منافق ہی مراد ہوں۔

یہود پر مسلمانوں کے غلبے کی خبر | یعنی اگر اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ہم آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے تاچندروز میں ان کو مدینہ سے نکال باہر کریں، اور جتنے دن رہیں ذلیل و مرعوب ہو کر رہیں چنانچہ یہود نکالے گئے اور منافقوں نے دھمکی سن کر شاید اپنا رویہ بدل دیا ہوگا اس لئے سزا سے بچے رہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "جو لوگ بدنیت تھے مدینہ میں عورتوں کو چھیڑتے، ٹوکتے، اور جھوٹی خبریں اڑاتے، مخالفوں کے زور اور مسلمانوں کے ضعف و شکست کی۔" ان کو یہ فرمایا۔

یعنی عادت اللہ یہی رہی ہے کہ پیغمبر کے مقابلہ میں جنہوں نے شرارتیں کیں اور فتنے فساد پھیلائے اسی طرح ذلیل و خوار، یا ہلاک کئے گئے۔ یا یہ مطلب ہے کہ پہلی کتابوں میں بھی یہ حکم ہوا ہے کہ مفسدوں کو اپنے درمیان سے نکال باہر کرو۔ جیسا کہ حضرت شاہ صاحبؒ "تورات" سے نقل فرماتے ہیں۔

عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ

اس کی خبر ہے اللہ ہی کے پاس اور تو کیا جانے شاید وہ گھڑی

قَرِيْبًا ﴿٦٣﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ﴿٦٤﴾

پاس ہی ہو ﴿١﴾ بے شک اللہ نے پھٹکار دیا ہے منکروں کو اور رکھی ہے ان کے واسطے دہکتی ہوئی آگ ﴿٢﴾

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿٦٥﴾ يَوْمَ

رہا کریں اسی میں ہمیشہ نہ پائیں کوئی حمایتی اور نہ مددگار جس دن

تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ

اوندھے ڈالے جائیں گے ان کے منہ آگ میں ﴿٣﴾ کہیں گے کیا اچھا ہوتا جو ہم نے کہا مانا ہوتا اللہ کا

وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴿٦٦﴾ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا

اور کہا مانا ہوتا رسول کا ﴿٤﴾ اور کہیں گے اے رب ہم نے کہا مانا اپنے سرداروں کا

وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴿٦٧﴾ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ

اور اپنے بڑوں کا پھر انہوں نے بچلا دیا ہم کو راہ سے اے رب ان کو دے دونا

مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴿٦٨﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ

ع ١٠ ٥

عذاب اور پھٹکار ان کو بڑی پھٹکار ﴿٥﴾ اے ایمان والو

اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ

تم مت ہو ان جیسے جنہوں نے ستایا موسیٰ کو پھر بے عیب دکھلا دیا اس کو اللہ نے

مِمَّا قَالُوْا ؕ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ﴿٦٩﴾ يٰۤاَيُّهَا

ان کے کہنے سے اور تھا اللہ کے یہاں آبرو والا ﴿٦﴾ اے

۱ **قیامت کے قرب کی خبر** گو قیامت کے وقت کی ٹھیک تعیین کر کے اللہ نے کسی کو نہیں بتلایا۔ مگر یہاں اس کے قرب کی طرف اشارہ کر دیا۔ حدیث میں ہے کہ آپ نے شہادت کی اور بیچ کی انگلی اٹھا کر فرمایا "اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ" (میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح ہیں) یعنی بیچ کی انگلی جس قدر آگے نکلی ہوئی ہے میں قیامت سے بس اتنا پہلے آ گیا ہوں قیامت بہت قریب لگی چلی آ رہی ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "شاید یہ بھی منافقوں نے ہتھکنڈا پکڑا ہوگا کہ جس چیز کا (دنیا میں کسی کے پاس) جواب نہیں وہ ہی بار بار سوال کریں۔ اس پر یہاں ذکر کر دیا۔" اور ممکن ہے پہلے جو فرمایا تھا "لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا۔" اس پر بطور تکذیب و استہزاء کے کہتے ہونگے کہ وہ قیامت اور آخرت کب آئے گی جس کی دھمکیاں دی جاتی ہیں؟ آخر اس کا کچھ وقت تو بتاؤ۔

۲ **کفار کی سزا** اسی پھٹکار کا اثر ہے کہ لا طائل سوالات کرتے ہیں، انجام کی فکر نہیں کرتے۔

۳ یعنی اوندھے منہ ڈال کر ان کے چہروں کو آگ میں الٹ پلٹ کیا جائیگا۔

۴ اس وقت حسرت کریں گے کہ کاش ہم دنیا میں اللہ و رسول کے کہنے پر چلتے تو یہ دن دیکھنا نہ پڑتا۔

۵ یہ شدت غیظ سے کہیں گے کہ ہمارے ان دنیوی سرداروں اور مذہبی پیشواؤں نے دھوکے دیکر اور جھوٹ فریب کہہ کر اس مصیبت میں پھنسوایا۔ ان ہی کے اغواء پر ہم راہ حق سے بھٹکے رہے۔ اگر ہمیں سزا دی جاتی ہے تو ان کو دوگنی سزا دیجئے۔ اور جو پھٹکار ہم پر ہے اس سے بڑی پھٹکار ان بڑوں پر پڑنی چاہئے۔ گویا ان کو دوگنی سزا دلوا کر اپنا دل ٹھنڈا کرنا چاہیں گے۔ اسی مضمون کی ایک آیت سورۂ "اعراف" کے چوتھے رکوع میں گذر چکی ہے۔ وہیں ان کی اس فریاد کا جواب بھی دیا گیا ہے۔ ملاحظہ کر لیا جائے۔

۶ **آنحضرتؐ کے بارے میں مسلمانوں کو نصیحت** یعنی تم ایسا کوئی کام یا کوئی بات نہ کرنا جس سے تمہارے نبی کو ایذاء پہنچے۔ نبی کا تو کچھ نہیں بگڑے گا، کیونکہ اللہ کے ہاں ان کی بڑی آبرو ہے وہ سب اذیت دہ باتوں کو رد کر دے گا ہاں تمہاری عاقبت خراب ہوگی۔ دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نسبت لوگوں نے کیسی اذیت دہ باتیں کہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی وجاہت و مقبولیت کی وجہ سے سب کا ابطال فرما دیا اور موسیٰ کا بے خطا اور بے داغ ہونا ثابت کر دیا۔ روایات میں ہے کہ بعض مفسد حضرت موسیٰ کو تہمت لگانے لگے کہ حضرت ہارون کو جنگل میں لے جا کر قتل کر آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک خارق عادت طریقہ سے اس کی تردید کر دی۔

حضرت موسیٰ اور پتھر کا واقعہ اور صحیحین میں ہے کہ حضرت موسیٰ حیا کی وجہ سے (ابنائے زمانہ کے دستور کے خلاف) چھپ کر غسل کرتے تھے، لوگوں نے کہا کہ ان کے بدن میں کچھ عیب ہے، برص کا داغ یا خصیہ پھولا ہوا۔ ایک روز حضرت موسیٰ اکیلے نہانے لگے۔ کپڑے اتار کر ایک پتھر پر رکھ دیئے وہ پتھر کپڑے لیکر بھاگا۔ حضرت موسیٰ عصا لیکر اس کے پیچھے دوڑے، جہاں سب لوگ دیکھتے تھے پتھر کھڑا ہو گیا سب نے برہنہ دیکھ کر معلوم کر لیا کہ بے عیب ہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے۔ "پوشانند لباس ہر کرا عیبے دید۔ بے عیباں را لباس عریانی داد۔" بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ قارون نے ایک عورت کو کچھ دے دلا کر مجمع میں کہلا دیا کہ موسیٰ علیہ السلام (العیاذ باللہ) اس کے ساتھ مبتلا ہیں۔ حق تعالیٰ نے آخر کار قارون کو زمین میں دھنسا دیا اور اسی عورت کی زبان سے اس تہمت کی تردید کرائی جیسا کہ سورۂ "قصص" میں گذرا۔ **تنبیہ** موسیٰ علیہ السلام کا پتھر کے تعاقب میں برہنہ چلے جانا مجبوری کی وجہ سے تھا اور شاید یہ خیال بھی نہ ہو کہ پتھر مجمع میں لیجا کر کھڑا کر دے گا۔ رہی پتھر کی یہ حرکت وہ بطور خرق عادت تھی۔ خوارق عادات پر ہم نے ایک مستقل مضمون لکھا ہے اسے پڑھ لینے کے بعد اس قسم کی جزئیات میں الجھنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ بہرحال اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں انبیاء علیہم السلام کو جسمانی اور روحانی عیوب سے پاک ثابت کرنے کا کس قدر اہتمام ہے تا لوگوں کے دلوں میں ان کی طرف سے تنفر اور استخفاف کے جذبات پیدا ہو کر قبول حق میں رکاوٹ نہ ہو۔

يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ﴿۷۰﴾

ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور کہو بات سیدھی

يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ؕ

کہ سنوار دے تمہارے واسطے تمہارے کام اور بخش دے تم کو تمہارے گناہ

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿۷۱﴾

اور جو کوئی کہنے پر چلا اللہ کے اور اس کے رسول کے اس نے پائی بڑی مراد ◆۱◆

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ

ہم نے دکھلائی امانت آسمانوں کو اور زمین کو اور

الْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا

پہاڑوں کو پھر کسی نے قبول نہ کیا کہ اس کو اٹھائیں اور اس سے ڈر گئے

وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ﴿۷۲﴾

اور اٹھالیا اس کو انسان نے یہ ہے بڑا بے ترس نادان ◆۲◆

◆۱◆ **تقویٰ اور قول سدید** | یعنی اللہ سے ڈر کر درست اور سیدھی بات کہنے والے کو بہترین اور مقبول اعمال کی توفیق ملتی ہے اور تقصیرات معاف کی جاتی ہیں حقیقت میں اللہ ورسول کی اطاعت ہی میں حقیقی کامیابی کا راز چھپا ہوا ہے۔ جس نے یہ راستہ اختیار کیا مراد کو پہنچ گیا۔

◆۲◆ **اللہ کی امانت اور انسان** | یعنی ستم کر دیئے، جو بوجھ آسمان، زمین اور پہاڑوں سے نہ اٹھ سکتا تھا اس نادان نے اپنے نازک کندھوں پر اٹھالیا آسماں بار امانت نتوانست کشید قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ''یعنی اپنی جان پر ترس نہ کھایا۔ امانت کیا ہے؟ پرائی چیز رکھنی اپنی خواہش کو روک کر۔ آسمان وزمین وغیرہ میں اپنی خواہش کچھ نہیں، یا ہے تو وہی ہے جس پر قائم ہیں۔ انسان میں خواہش اور ہے اور حکم خلاف اس کے۔ اس پرائی چیز (یعنی حکم) کو برخلاف اپنے جی کے تھامنا بڑا زور چاہتا ہے۔ اس کا انجام یہ ہے کہ منکر کو قصور پر پکڑا جائے اور ماننے والوں کا قصور معاف کیا جائے۔ اب بھی یہی حکم ہے کسی کی امانت کوئی جان کر ضائع کردے تو بدلہ (ضمان) دینا پڑے گا اور بے اختیار ضائع ہو جائے تو بدلہ نہیں۔'' (موضح) اصل یہ ہے کہ حق

تعالیٰ نے اپنی ایک خاص امانت مخلوق کی کسی نوع میں رکھنے کا ارادہ کیا جو اس امانت کو اگر چاہے تو اپنی سعی وکسب اور قوت بازو سے محفوظ رکھ سکے اور ترقی دے سکے۔ تا اس سلسلہ میں اللہ کی ہر قسم کی شئون وصفات کا ظہور ہو مثلاً اس نوع کے جو افراد امانت کو پوری طرح محفوظ رکھیں اور ترقی دیں ان پر انعام واکرام کیا جائے۔ جو غفلت یا شرارت سے ضائع کر دیں ان کو سزا دی جائے اور جو لوگ اس بارہ میں قدرے کوتاہی کریں ان سے عفو ودرگذر کا معاملہ ہو۔

امانت کیا چیز ہے؟ میرے خیال میں یہ امانت ایمان وہدایت کا ایک تخم ہے جو قلوب بنی آدم میں بکھیرا گیا۔ جس کو "ما بہ التکلیف" بھی کہہ سکتے ہیں۔ "لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَۃَ لَہٗ" اسی کی نگہداشت اور تردد کرنے سے ایمان کا درخت اگتا ہے گویا بنی آدم کے قلوب اللہ کی زمینیں ہیں، بیج بھی اسی نے ڈال دیا ہے بارش برسانے کے لئے رحمت کے بادل بھی اس نے بھیجے جن کے سینوں سے وحی الٰہی کی بارش ہوئی۔ آدمی کا فرض یہ ہے کہ ایمان کے اس بیج کو جو امانت الٰہیہ ہے ضائع نہ ہونے دے بلکہ پوری سعی وجہد اور تردد وتفقد سے اس کی پرورش کرے مبادا غلطی یا غفلت سے بجائے درخت اگنے کے بیج بھی سوخت ہو جائے اسی کی طرف اشارہ ہے۔ حذیفہؓ کی اس حدیث میں "اِنَّ الْاَمَانَۃَ نَزَلَتْ مِنَ السَّمَآءِ فِیْ جَذْرِ قُلُوْبِ الرِّجَالِ ثُمَّ عَلِمُوْا مِنَ الْقُرْاٰنِ" (الحدیث) یہ امانت وہی تخم ہدایت ہے جو اللہ کی طرف سے قلوب رجال میں تہ نشین کیا گیا۔ پھر علوم قرآن وسنت کی بارش ہوئی جس سے اگر ٹھیک طور پر انتفاع کیا جائے تو ایمان کا پودا اگے، بڑھے، پھولے، پھلے اور آدمی کو اس کے ثمرہ شیریں سے لذات اندوز ہونے کا موقع ملے۔ اگر انتفاع میں کوتاہی کی جائے تو اسی قدر درخت کے ابھرنے اور پھولنے پھلنے میں نقصان رہے یا بالکل غفلت برتی جائے تو سرے سے تخم بھی برباد ہو جائے۔ یہ امانت تھی جو اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان اور پہاڑوں کو دکھلائی۔ مگر کس میں استعداد تھی جو اس امانت عظیمہ کو اٹھانے کا حوصلہ کرتا۔ ہر ایک نے بلسان حال یا بزبان قال ناقابل برداشت ذمہ داریوں سے ڈر کر انکار کر دیا کہ ہم سے یہ بار نہ اٹھ سکے گا۔ خود سوچ لو کہ بجز انسان کے کونسی مخلوق ہے جو اپنے کسب ومحنت سے اس تخم ایمان کی حفاظت وپرورش کر کے ایمان کا شجر بارآور حاصل کر سکے۔ فی الحقیقت عظیم الشان امانت کا حق ادا کر سکنا اور ایک افتادہ زمین کو جس میں مالک نے تخم ریزی کر دی تھی خون پسینہ ایک کر کے باغ وبہار بنا لینا اسی ظلوم وجہول انسان کا حصہ ہو سکتا ہے جس کے پاس زمین قابل موجود ہے اور محنت وتردد کر کے کسی چیز کو بڑھانے کی قدرت اللہ تعالیٰ نے اس کو عطا فرمائی ہے۔

ظلوم وجہول کی تفسیر "ظلوم" "جہول"۔ "ظالم" "جاہل" کا مبالغہ ہے۔ ظالم وجاہل وہ کہلاتا ہے جو بالفعل عدل اور علم سے خالی ہو مگر استعداد وصلاحیت ان صفات کے حصول کی رکھتا ہو۔ پس جو مخلوق بدء فطرت سے علم وعدل کے ساتھ متصف ہے اور ایک لمحہ کے لئے بھی یہ اوصاف اس سے جدا نہیں ہوئے مثلاً ملائکۃ اللہ یا جو مخلوق ان چیزوں کے حاصل کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتی (مثلاً زمین آسمان پہاڑ وغیرہ) ظاہر ہے کہ دونوں اس امانت الٰہیہ کے حامل نہیں بن سکتے۔ بیشک انسان کے سوا "جن" ایک نوع ہے جس میں فی الجملہ استعداد اس کے تحمل کی پائی جاتی ہے اور اسی لئے "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ" میں دونوں کو جمع کیا گیا۔ لیکن انصاف یہ ہے کہ ادائے حق امانت کی استعداد ان میں اتنی ضعیف تھی کہ حمل امانت کے مقام میں چنداں قابل ذکر اور درخور اعتنا نہیں سمجھے گئے۔ گویا وہ اس معاملہ میں انسان کے تابع قرار دیئے گئے جن کا نام مستقل طور پر لینے کی ضرورت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ

تا کہ عذاب کرے اللہ منافق مردوں کو اور عورتوں کو اور شرک والے مردوں کو

وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ

اور عورتوں کو اور معاف کرے اللہ ایمان دار مردوں کو اور عورتوں کو

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۳﴾ ع

اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان ﴿۱﴾

ع ۵ ۹

آیاتھا ۵۴ (۳۴) سُوْرَةُ سَبَاٍ مَكِّيَّةٌ (۵۸) رکوعاتھا ۶

سورۂ سبا مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں چون آیتیں ہیں اور چھ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَلَهُ

سب خوبی اللہ کی (کو) ہے جس کا ہے جو کچھ کہ ہے آسمان اور زمین میں اور اسی کی

الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۱﴾ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ

تعریف ہے آخرت میں اور وہی ہے حکمتوں والا سب کچھ جاننے والا ﴿۲﴾ جانتا ہے جو کچھ کہ اندر گھستا ہے

فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا

زمین کے اور جو کچھ کہ نکلتا ہے اس سے اور جو اترتا ہے آسمان سے اور جو

يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ ﴿۲﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ

چڑھتا ہے اس میں ﴿۳﴾ اور وہی ہے رحم والا بخشنے والا ﴿۴﴾ اور کہنے لگے

① میرے نزدیک اس جگہ "وَيَتُوبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ الخ" کے معنی معاف کرنے کے نہ لئے جائیں بلکہ ان کے حال پر متوجہ ہونے اور مہربانی فرمانے کے لیں تو بہتر ہے جیسے "لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِيْنَ" میں لئے گئے ہیں۔ یہ تو مومنین کاملین کا بیان ہوا۔ اور "وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا" میں قاصرین ومقصرین کے حال کی طرف اشارہ فرمادیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ نسال اللّٰہ تعالیٰ اَنْ یتوب علینا و یغفرلنا ویثیبنابالفوز العظیم. انہٗ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ غفور رحیم. تم سورۃ الاحزاب وللّٰہ الحمد والمنۃ۔

سورۃ سبا

② **اللہ ہی تمام کائنات کا مالک ہے** یعنی سب خوبیاں اور تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جو اکیلا بلا شرکت غیرے تمام آسمانی وزمینی چیزوں کا مالک وخالق اور نہایت حکمت وخبرداری سے ان کی تدبیر کرتا ہے اس نے یہ سلسلہ بے کار پیدا نہیں کیا۔ ایسے حکیم ودانا کی نسبت یہ گمان نہیں ہوسکتا۔ ضرورت ہے کہ یہ نظام آخر میں کسی اعلیٰ نتیجہ پر منتہی ہو، اسی کو آخرت کہتے ہیں۔ اور جس طرح دنیا میں وہ اکیلا تمام تعریفوں کا مستحق ہے، آخرت میں بھی صرف اسی کی تعریف ہوگی۔ بلکہ یہاں تو بظاہر اور کسی کی بھی تعریف ہو جاتی تھی کیونکہ مخلوق کا فعل خالق کے فعل کا پردہ اور اس کا کمال اس کے کمال حقیقی کا پرتو ہے لیکن وہاں سب وسائط اور پردے اٹھ جائیں گے جو کچھ ہوگا سب دیکھیں گے کہ اسی کی طرف سے ہو رہا ہے۔ اس لئے صورۃً وحقیقۃً ہر حیثیت سے تنہا اسی محمود مطلق کی تعریف رہ جائے گی۔

③ **اللہ کا علم محیط ہے** یعنی آسمان وزمین کی کوئی چھوٹی بڑی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔ جو چیز زمین کے اندر چلی جاتی ہے۔ مثلاً جانور کیڑے مکوڑے نباتات کا بیج، بارش کا پانی، مردہ کی لاش، اور جو اس کے اندر سے نکلتی ہے مثلاً کھیتی، سبزہ، معدنیات وغیرہ اور جو آسمان کی طرف سے اترتی ہے مثلاً بارش وحی، تقدیر، فرشتے وغیرہ اور جو اوپر چڑھتی ہے مثلاً روح، دعاء، عمل اور ملائکہ وغیرہ ان سب انواع وجزئیات پر اللہ کا علم محیط ہے۔

④ یعنی یہ سب بستی اور چہل پہل اس کی رحمت اور بخشش سے ہے ورنہ بندوں کی ناشکری اور حق ناشناسی پر اگر ہاتھوں ہاتھ گرفت ہونے لگے تو ساری رونق ایک لمحہ میں ختم کردی جائے۔ "وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ" (فاطر رکوع ۵)

كَفَرُوا لَا تَأْتِينَا السَّاعَةُ ۖ قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتَأْتِيَنَّكُمْ

منکر نہ آئے گی ہم پر قیامت ۱ تو کہہ کیوں نہیں قسم ہے میرے رب کی البتہ آئے گی تم پر ۲

عَالِمِ الْغَيْبِ ۖ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ

اس عالم (اس رب کی جو جانتا ہے چھپی چیزوں کو) الغیب کی غائب نہیں ہو سکتا اس سے کچھ ذرہ بھر آسمانوں

وَلَا فِي الْأَرْضِ وَلَا أَصْغَرُ مِنْ ذَٰلِكَ وَلَا أَكْبَرُ إِلَّا فِي

اور نہ زمین میں اور کوئی چیز نہیں اس سے چھوٹی اور نہ اس سے بڑی جو نہیں ہے

كِتَابٍ مُبِينٍ ۞ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۚ

کھلی کتاب میں ۳ تاکہ بدلہ دے ان کو جو یقین لائے اور کئے بھلے کام

أُولَٰئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۞ وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي

وہ لوگ جو ہیں ان کے لیے ہے معافی اور عزت کی روزی اور جو لوگ دوڑے

آيَاتِنَا مُعَاجِزِينَ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِنْ رِجْزٍ أَلِيمٌ ۞

ہماری آیتوں کے ہرانے کو ان کو بلا کا عذاب ہے دردناک ۵

وَيَرَى الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ الَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْكَ

اور دیکھ لیں جن کو ملی ہے سمجھ کہ جو تجھ پر اترا

مِنْ رَبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطِ الْعَزِيزِ

تیرے رب سے وہی ٹھیک ہے اور سمجھاتا ہے راہ اس زبردست

الْحَمِيدِ ۞ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلَىٰ

خوبیوں والے کی ۶ اور کہنے لگے منکر ہم بتلائیں تم کو

کیوں نہیں آئے گی۔اس کا منشاء آگے آتا ہے۔" اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ۔"

قیامت ضرور آئے گی یعنی وہ معصوم ومقدس انسان جس کے صدق وامانت کا اقرار سب کو پہلے سے تھا اور اب براہین ساطعہ سے اس کی صداقت پوری طرح روشن ہو چکی، موکد قسم کھا کر اللہ کی طرف سے خبر دیتا ہے کہ قیامت ضرور آئے گی، پھر تسلیم نہ کرنے کی کیا وجہ۔ہاں اگر کوئی محال یا خلاف حکمت بات کہتا تو انکار کی گنجائش ہو سکتی تھی لیکن نہ یہ محال ہے نہ خلاف حکمت۔پھر انکار کرنا ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے۔

کوئی ذرہ اس کے علم سے باہر نہیں یعنی اس عالم الغیب کی قسم جس کے علم محیط سے آسمان وزمین کا کوئی ذرہ یا ذرہ سے چھوٹی بڑی کوئی چیز بھی غائب نہیں۔شاید یہ اس لئے فرمایا کہ قیامت کے وقت کی تعیین ہم نہیں کر سکتے۔اس کا علم اسی کو ہے جس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں۔ہم کو جتنی خبر دی گئی بلا کم وکاست پہنچا دی۔اور اس کا جواب بھی ہو گیا جو کہتے تھے" ءَ اِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ الخ" یعنی جب ہمارے ذرات منتشر ہو کر مٹی میں مل گئے پھر کیسے دوبارہ اکٹھے کئے جائیں گے، تو بتلا دیا کہ کوئی ذرہ اس کے علم سے غائب نہیں۔اور پہلے بتلایا جا چکا کہ آسمان وزمین کی ہر چیز پر قبضہ اسی کا ہے، لہٰذا اس کو کیا مشکل ہے کہ تمہارے منتشر ذرات کو ایک دم میں اکٹھا کر دے۔

تنبیہ: کھلی کتاب سے "لوح محفوظ" مراد ہے، جس میں ہر چیز اللہ کے علم کے مطابق ثبت ہے۔

قیامت کس لئے آئے گی یعنی قیامت کا آنا اس لئے ضروری ہے کہ لوگوں کو ان کی نیکی اور بدی کا پھل دیا جائے اور حق تعالیٰ کی جملہ صفات کا کامل ظہور ہو۔ تنبیہ: "جو لوگ دوڑے ہماری آیتوں کے ہرانے کو" یعنی ہماری آیتوں کے ابطال اور لوگوں کو قولاً وفعلاً ان سے روکنے کے لئے کھڑے ہوئے۔گویا وہ (العیاذ باللہ) اللہ کو عاجز کرنا اور ہرانا چاہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس کے ہاتھ نہیں آئیں گے۔

قیام قیامت کی دوسری حکمت یعنی اس واسطے قیامت آنی ہے کہ جن کو یقین تھا انہیں عین الیقین حاصل ہو جائے اور آنکھوں سے دیکھ لیں کہ قرآن کی خبریں مو بہ مو صحیح ودرست ہیں اور بیشک قرآن ہی وہ کتاب ہے جو اس زبردست خوبیوں والے خدا تک پہنچنے کا ٹھیک راستہ بتاتی ہے۔بعض مفسرین نے" وَيَرَى الَّذِيْنَ" الخ کا مطلب یہ لیا ہے کہ" وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ" کے برخلاف جو اہل علم ہیں (خواہ مسلمان یا اہل کتاب) وہ جانتے ہیں اور دیکھ رہے ہیں کہ قیامت وغیرہ کے متعلق قرآن کریم کا بیان بالکل صحیح ہے اور وہ آدمی کو وصول الی اللہ کے ٹھیک راستہ پر لے جاتا ہے۔

رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ

ایک مرد کہ تم کو خبر دیتا ہے جب تم پھٹ کر ہو جاؤ ٹکڑے ٹکڑے تم کو پھر

خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝۷ اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ۭ

نئے سرے بننا ہے کیا بنا لایا ہے اللہ پر جھوٹ یا اس کو سودا ہے ۞

بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ

کچھ بھی نہیں پر جو یقین نہیں رکھتے آخرت کا آفت میں ہیں اور دور جا پڑے

الْبَعِيْدِ ۝۸ اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ

غلطی میں ۞ کیا دیکھتے نہیں جو کچھ ان کے آگے ہے اور پیچھے ہے

مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ

آسمان اور زمین سے اگر ہم چاہیں دھنسا دیں ان کو زمین میں

اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَاۗءِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

یا گرا دیں ان پر ٹکڑا آسمان سے ۞ تحقیق اس میں

لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۝۹ ع وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا

ع ۱ ۹

نشانی ہے ہر بندے رجوع کرنے والے کے واسطے ۞ اور ہم نے دی ہے داؤد کو اپنی طرف سے

فَضْلًا ۭ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ

بڑائی ۞ اے پہاڑو خوش آوازی سے پڑھو اس کے ساتھ اور اڑتے جانوروں کو ۞ اور نرم کر دیا ہم نے اس کے آگے

الْحَدِيْدَ ۝۱۰ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا

لوہا کہ بنا زرہیں کشادہ اور اندازے سے جوڑ کڑیاں ۞ اور کرو تم سب

۱ دوسری زندگی پر کفار کا استہزاء | کفار قریش نبی کریم ﷺ کی شان میں یہ گستاخی کرتے تھے۔ یعنی آؤ تمہیں ایک شخص دکھلائیں جو کہتا ہے کہ تم گل سڑ کر اور ریزہ ریزہ ہو کر جب خاک میں مل جاؤ گے، پھر تم کو از سر نو بھلا چنگا بنا کر کھڑا کر دیا جائے گا۔ بھلا ایسی مہمل بات کون قبول کر سکتا ہے۔ دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو یہ شخص جان بوجھ کر اللہ پر جھوٹ لگاتا ہے کہ اس نے ایسی خبر دی۔ نہیں تو سودائی ہے۔ دماغ ٹھکانے نہیں دیوانوں کی سی بے تکی باتیں کرتا ہے۔ (العیاذ باللہ)

۲ قرآن کا جواب | یعنی نہ جھوٹ ہے نہ جنون۔ البتہ یہ لوگ عقل و دانش اور صدق و صواب کے راستہ سے بھٹک کر بہت دور جا پڑے ہیں۔ اور بیہودہ بکواس کر کے اپنے کو آفت میں پھنسا رہے ہیں۔ فی الحقیقت یہ بڑا عذاب ہے کہ آدمی کا دماغ اس قدر مختل ہو جائے کہ وہ خدا کے پیغمبروں کو مفتری یا مجنون کہنے لگے۔ (العیاذ باللہ)

۳ بعث بعد الموت اور قیامت کے دلائل | یعنی کیا یہ لوگ اندھے ہو گئے ہیں کہ آسمان و زمین بھی نظر نہیں آتے جو آگے پیچھے ہر طرف نظر ڈالنے سے نظر آ سکتے ہیں۔ ان کو تو وہ بھی مانتے ہیں کہ اللہ نے بنایا ہے پھر جس نے بنایا اسے توڑنا کیا مشکل ہے اور جو ایسے عظیم الشان اجسام کو بنا سکتا اور توڑ پھوڑ سکتا ہے اسے انسانی جسم کا بگاڑ دینا اور بنانا کیا مشکل ہوگا۔ یہ لوگ ڈرتے نہیں کہ اسی کے آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر رہ کر ایسے گستاخانہ کلمات زبان سے نکالیں۔ حالانکہ خدا چاہے تو ابھی ان کو زمین میں دھنسا کر یا آسمان سے ایک ٹکڑا گرا کر نیست و نابود کر دے اور قیامت کا چھوٹا سا نمونہ دکھلا دے۔

۴ یعنی جو بندے عقل و انصاف سے کام لے کر اللہ کی طرف رجوع ہوتے ہیں، اسی آسمان و زمین میں ان کے لئے بڑی بھاری نشانی موجود ہے وہ اس منتظم اور پر حکمت نظام کو دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ ضرور یہ ایک دن کسی اعلیٰ و اکمل نتیجہ پر پہنچنے والا ہے جس کا نام "دار الآخرۃ" ہے۔ یہ تصور کر کے وہ بیش از بیش اپنے مالک و خالق کی طرف جھکتے ہیں اور جو آسمانی و زمینی نعمتیں ان کو پہنچتی ہیں، تہ دل سے اس کے شکر گذار ہوتے ہیں، ان میں سے بعض بندوں کا ذکر آگے آتا ہے۔

۵ یعنی نبوت کے ساتھ غیر معمولی سلطنت عنایت فرمائی۔

۶ حضرت داؤد علیہ السلام کا معجزہ | حضرت داؤد علیہ السلام کبھی کبھی جنگل میں نکلتے، خدا کو یاد کرتے، خوف الٰہی سے روتے، تسبیح و تہلیل میں مشغول رہتے اور اپنی ضرب المثل خوش آوازی سے زبور پڑھتے، اس کی عجیب و غریب تاثیر سے پہاڑ بھی ان کے ساتھ تسبیح پڑھنے لگتے تھے اور پرندے ان کے گرد جمع ہو کر اسی طرح آواز کرتے۔ حق تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کو یہ خاص بزرگی عطا فرمائی تھی۔ ورنہ پہاڑوں کی تسبیح سے مراد محض ان کی آواز بازگشت ہو، یا وہ عام تسبیح جو ہر چیز زبان حال یا قال سے کرتی رہتی ہے تو حضرت داؤد کے مخصوص فضل و شرف کے ذیل میں اس چیز کا ذکر کرنا محض بے معنی ہوگا۔ (العیاذ باللہ) "یَا جِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَهٗ" کا حکم تکوینی ہے۔

۷ حضرت داؤد کے لئے لوہا نرم کرایا گیا تھا | یعنی حضرت داؤد علیہ السلام کے حق میں ہم نے لوہے کو موم کی طرح نرم کر دیا۔ بدون آگ اور آلات صناعیہ کے لوہے کو جس طرح چاہتے ہاتھ سے توڑ موڑ لیتے تھے اور اسکی زرہیں تیار کر کے فروخت کرتے تا قوت بازو سے کما کر کھائیں۔ بیت المال پر اپنا بار نہ ڈالیں۔ کہتے ہیں کہ کڑیوں کی زرہ پہلے ان ہی سے نکلی کہ کشادہ رہے۔ حق تعالیٰ نے ان کو ہدایت فرمائی کہ فراخ و کشادہ زرہیں تیار کرو اور اس کے حلقے اور کڑیاں ٹھیک اندازہ سے جوڑو جو بڑی چھوٹی اور پتلی موٹی ہونے کے اعتبار سے متناسب ہوں۔

صَالِحًا ۭ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱﴾ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ

کام بھلا میں جو کچھ تم کرتے ہو دیکھتا ہوں ۝ اور سلیمان کے آگے ہوا کو

غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ

صبح کی منزل اس کی ایک مہینہ کی اور شام کی منزل ایک مہینہ کی اور بہا دیا ہم نے اس کے واسطے چشمہ

الْقِطْرِ ۭ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۭ

پگھلے ہوئے تانبے کا ۝ اور جنوں میں کتنے لوگ تھے جو محنت کرتے اس کے سامنے اس کے رب کے حکم سے

وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۱۲﴾

اور جو کوئی پھرے ان میں سے ہمارے حکم سے چکھائیں ہم اس کو آگ کا عذاب ۝

يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَاۗءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ

بناتے اس کے واسطے جو کچھ چاہتا قلعے اور تصویریں اور لگن

كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ۭ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۭ

جیسے تالاب اور دیگیں چولہوں پر جمی ہوئی ۝ کام کرو اے داؤد کے گھر والو احسان مان کر

وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ﴿۱۳﴾ فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ

اور تھوڑے ہیں میرے بندوں میں احسان ماننے والے ۝ پھر جب مقرر کیا ہم نے اس پر

الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰي مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَاۗبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ

موت کو نہ جتایا ان کو اس کا مرنا مگر کیڑے نے گھن کے کھاتا رہا

مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ

اس کا عصا پھر جب وہ گر پڑا معلوم کیا جنوں نے کہ اگر خبر رکھتے ہوتے

۱ یعنی ان صنائع میں پڑکر منعم حقیقی کی طرف سے غفلت نہ ہونے پائے۔ ہمیشہ عمل صالح کرتے رہو اور یاد رکھو کہ اللہ سب کام دیکھتا ہے۔

۲ **حضرت سلیمانؑ کا تخت اور تانبے کا چشمہ** حضرت سلیمانؑ کا تخت تھا جو فضا میں اڑتا۔ ہوا اس کو شام سے یمن اور یمن سے شام لے چلتی۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو ان کے لئے مسخر کر دیا تھا، ایک مہینہ کی مسافت ہوا کے ذریعہ سے آدھے دن میں طے ہوتی تھی۔ سورۂ "انبیاء" اور سورۂ "نمل" میں اس کا کچھ بیان گذر چکا ہے اور آگے سورۂ ص میں آئے گا اور پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یمن کی طرف نکال دیا تھا۔ اس کو سانچوں میں ڈال کر جنات بڑے بڑے برتن (دیگیں اور لگن وغیرہ) تیار کرتے تھے جن میں ایک لشکر کا کھانا پکتا اور کھلایا جاتا۔

۳ **جنّات کا تابع ہونا** یعنی بہت سے جن جنہیں دوسری جگہ شیاطین سے تعبیر فرمایا ہے معمولی قلیوں اور خدمت گاروں کی طرح انکے کام میں لگے رہتے تھے۔ اللہ کا حکم تھا کہ سلیمان کی اطاعت کریں ذرا سرکشی کی تو آگ میں پھونک دیا جائے گا۔

۴ **جنات کے کام** یعنی بڑے بڑے محل، مسجدیں اور قلعے جنات تعمیر کرتے اور مجسم تصویریں بناتے (جو ان کی شریعت میں ممنوع نہیں ہونگی، شریعت محمدیہ نے منع کر دیا) اور تانبے کے بڑے بڑے لگن بناتے جیسے حوض یا تالاب اور دیگیں تیار کرتے جو اپنی جگہ سے ہل نہ سکتی تھیں۔ ایک ہی جگہ رکھی رہتیں۔

۵ **آل داؤدؑ کو شکر کا حکم** یعنی ان عظیم الشان انعامات و احسان کا شکر ادا کرتے رہو، محض زبان سے نہیں بلکہ عمل سے وہ کام کرو جن سے حق تعالیٰ کی شکر گذاری ٹپکتی ہو۔ بات یہ ہے کہ احسان تو خدا کم و بیش سب پر کرتا ہے لیکن پورے شکر گذار بندے بہت تھوڑے ہیں، جب تھوڑے ہیں تو قدر زیادہ ہوگی۔ لہٰذا کامل شکر گذار بن کر اپنی قدر و منزلت بڑھاؤ۔ یہ خطاب داؤد کے کنبے اور گھرانے کو ہے، کیونکہ علاوہ مستقل احسانات کے داؤدؑ پر احسان من وجہ سب پر احسان ہے۔ کہتے ہیں کہ داؤد علیہ السلام نے تمام گھر والوں پر اوقات تقسیم کر دیئے تھے۔ دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں کوئی وقت ایسا نہ تھا جب انکے گھر میں کوئی نہ کوئی شخص عبادت الٰہی میں مشغول نہ رہتا ہو۔

الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿۱۴﴾ لَقَدْ كَانَ

غیب کی نہ رہتے ذلت کی تکلیف میں ❶ تحقیق

لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۬ؕ

قوم سبا کو تھی ان کی بستی میں نشانی دو باغ داہنے اور بائیں ❷

كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّ

کھاؤ روزی اپنے رب کی اور اس کا شکر کرو ❸ شہر ہے پاکیزہ اور

رَبٌّ غَفُوْرٌ ﴿۱۵﴾ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ

رب ہے گناہ بخشنے والا ❹ سو دھیان میں نہ لائے پھر چھوڑ دیا ہم نے ان پر ایک نالا زور کا

وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّ

اور دیے ہم نے ان کو بدلے میں ان دو باغوں کے دو اور باغ جن میں کچھ میوہ کسیلا تھا اور

اَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ﴿۱۶﴾ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ؕ

جھاؤ اور کچھ بیر تھوڑے سے ❺ یہ بدلہ دیا ہم نے اُن کو اس پر کہ ناشکری کی

وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ ﴿۱۷﴾ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ

اور ہم یہ بدلہ اُسی کو دیتے ہیں جو ناشکر ہو ❻ اور رکھی تھیں ہم نے ان میں اور ان

الْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيْهَا

بستیوں میں جہاں ہم نے برکت رکھی ہے ایسی بستیاں جو راہ پر نظر آتی تھیں اور منزلیں مقرر کردیں ہم نے ان میں

السَّيْرَ ؕ سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ ﴿۱۸﴾ فَقَالُوْا

آنے جانے کی پھرو ان میں راتوں کو اور دنوں کو امن سے ❼ پھر کہنے لگے

◆۱ **حضرت سلیمانؑ کی وفات کا عجیب واقعہ** | حضرت سلیمان علیہ السلام جنوں کے ہاتھوں مسجد بیت المقدس کی تجدید کرا رہے تھے جب معلوم کیا کہ میری موت آپہنچی جنوں کو نقشہ بتا کر آپ ایک شیشہ کے مکان میں در بند کر کے عبادت الٰہی میں مشغول ہو گئے جیسا کہ آپ کی عادت تھی کہ مہینوں خلوت میں رہ کر عبادت کیا کرتے تھے۔ اسی حالت میں فرشتہ نے روح قبض کر لی اور آپ کی نعش مبارک لکڑی کے سہارے کھڑی رہی۔ کسی کو آپ کی وفات کا احساس نہ ہو سکا۔ وفات کے بعد مدت تک جن بدستور تعمیر کرتے رہے۔ جب تعمیر پوری ہو گئی جس عصا پر ٹیک لگا رہے تھے گھن کے کھانے سے گرا، تب سب کو وفات کا حال معلوم ہوا۔ اس سے جنات کو خود اپنی غیب دانی کی حقیقت کھل گئی اور ان کے معتقد انسانوں کو بھی پتہ لگ گیا کہ اگر انہیں غیب کی خبر ہوتی تو کیا اس ذلت آمیز تکلیف میں پڑے رہتے۔ حضرت سلیمانؑ کی وفات کو محسوس کرتے ہی کام چھوڑ دیتے۔ اسی سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ شیاطین وغیرہ کی تسخیر کچھ حضرت سلیمانؑ کا کسبی کمال نہ تھا محض فضل ایزدی تھا۔ جو اللہ چاہے تو موت کے بعد ایک لاش کے حق میں بھی قائم رکھ سکتا ہے۔ نیز سلیمان علیہ السلام پر زندگی میں جو انعامات ہوئے تھے یہ اس کی تکمیل ہوئی کہ موت کے بعد بھی ایک ضروری حد تک انہیں جاری رکھا گیا۔ اور بتلا دیا کہ پیغمبروں کے اٹھائے ہوئے کاموں کو اللہ تعالیٰ کس کس تدبیر سے پورا کراتا ہے۔ (ربط) یہاں تک بعض منیب اور شکر گذار بندوں کا ذکر تھا۔ آگے ایک معرض و ناسپاس قوم (سبا) کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جو بڑے عیش و رفاہیت اور خوشحالی و فارغ البالی کے بعد کفر و ناسپاسی کی سزا میں تباہ کی گئی۔ یہ قوم یمن کی بڑی دولتمند اور ذی اقتدار قوم تھی جو صدیوں تک بڑے جاہ و جلال سے ملک پر حکومت کرتی رہی۔ ان ہی میں ایک وہ ملکہ تھی (بلقیس) جس کا حضرت سلیمانؑ کی بارگاہ میں حاضر ہونا سورۂ "نمل" میں گذر چکا ہے۔ شاید یہاں سلیمان کے بعد "سبا" کا ذکر اس مناسبت سے بھی ہوا ہو۔

◆۲ **قوم سبا کے دو باغ** | یعنی باغوں کے دو طویل سلسلے داہنے اور بائیں میلوں تک چلے گئے تھے۔ اگر سمجھتے تو خدا کی رحمت و قدرت کی یہ ہی نشانی ایمان لانے اور شکر گذار بننے کے لئے کافی تھی۔

◆۳ گویا وہ نشانی زبان حال سے کہہ رہی تھی کہ اپنے رب کی دی ہوئی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہو اور اس منعم حقیقی کا شکر ادا کرو۔ کفر و عصیان اختیار کر کے ناشکر مت بنو۔ یا جیسا کہ بعض سلف کا قول ہے انبیاء کی زبانی اللہ تعالیٰ نے یہ ہدایت فرمائی ہوگی۔ کہتے ہیں تیرہ نبی اس قوم کی طرف بھیجے گئے۔ اگر یہ صحیح ہے تو حضرت مسیح سے پہلے آئے ہوں گے اور ان کے وارث بعد کو بھی اس قوم کی بربادی کے وقت تک سمجھاتے رہے ہوں گے۔ واللہ اعلم۔

◆۴ **قوم سبا کی عمارتیں اور پانی کے بند** | مصنف "ارض القرآن" "سبا" کی عمارتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے "اسی سلسلہ عمارات میں ایک چیز بند آب ہے جس کو عرب حجاز "سد" اور عرب یمن "عرم" کہتے ہیں۔ عرب کے ملک میں کوئی دائمی دریا نہیں۔ پانی پہاڑوں سے بہہ کر ریگستانوں میں خشک اور ضائع ہو جاتا ہے۔ زراعت کے مصرف میں نہیں آتا۔ "سبا" مختلف مناسب موقعوں پر پہاڑوں اور وادیوں کے بیچ میں بڑے

بڑے بڑے بند باندھ دیتے تھے کہ پانی رک جائے اور بقدر ضرورت زراعت کے کام میں آئے۔ مملکت "سبا" میں اس طرح کے سیکڑوں بند تھے۔

سد مارب ان میں سب سے زیادہ مشہور "سد مارب" ہے جو ان کے دارالحکومت "مارب" میں واقع تھا۔ شہر مارب کے جنوب میں داہنے بائیں دو پہاڑ ہیں جن کا نام کوہ ابلق ہے۔ سبا نے ان دو پہاڑوں کے بیچ میں تقریباً ۸۰۰ ق م میں "سد مارب" کی تعمیر کی تھی۔ یہ بند تقریباً ایک سو پچاس فٹ لمبی اور پچاس فٹ چوڑی ایک دیوار ہے۔ اس کا اکثر حصہ تو اب افتادہ ہے تاہم ایک ثلث دیوار اب بھی باقی ہے۔ "ارناڈ" ایک یورپین سیاح نے اس کے موجودہ حالات پر ایک مضمون فرنچ ایشیاٹک سوسائٹی کے جرنل میں لکھا ہے اور اس کا موجودہ نقشہ نہایت عمدگی سے تیار کیا ہے۔ اس دیوار پر جا بجا کتبات ہیں وہ بھی پڑھے گئے۔ اس سد میں اوپر نیچے بہت سی کھڑکیاں تھیں جو حسب ضرورت کھولی اور بند کی جا سکتی تھی۔ "سد" کے دائیں بائیں مشرق و مغرب میں دو بڑے بڑے دروازے تھے جن سے پانی تقسیم ہو کر چپ و راست کی زمینوں کو سیراب کرتا تھا۔ اس نظام آب رسانی سے چپ و راست دونوں جانب اس ریگستانی اور شور ملک کے اندر تین سو میل مربع میں سیکڑوں کوس تک بہشت زار تیار ہو گئی تھی جس میں انواع و اقسام کے میوے اور خوشبودار درخت تھے۔ قرآن کریم "جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ" کہہ کر ان ہی باغوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یونانی مؤرخ "اگاتھر شیڈس" جو ۱۴۵ ق م میں "سبا" کا معاصر تھا بیان کرتا ہے۔ "سبا عرب کے سرسبز و آباد حصہ میں رہتے ہیں جہاں بہت اچھے اچھے بیشمار میوے ہوتے ہیں۔ دریا کے کنارے جو زمین ہے اس میں نہایت خوبصورت درخت ہوتے ہیں۔ اندرون ملک میں بخورات، دار چینی اور چھوارے کے نہایت بلند درختوں کے گنجان جنگل ہیں اور ان درختوں سے نہایت شیریں خوشبو پھیلا کرتی ہے۔ درختوں کے اقسام کی کثرت و تنوع کے سبب سے ہر قسم کا نام و وصف مشکل ہے جو خوشبو اس میں سے اڑتی ہے وہ جنت کی خوشبو سے کم نہیں اور جس کی تعریف لفظوں میں ادا نہیں ہو سکتی۔ جو اشخاص زمین سے دور ساحل سے گذرتے ہیں، وہ بھی جب ساحل کی طرف سے ہوا چلتی ہے تو اس خوشبو سے محظوظ ہوتے ہیں۔ وہ گویا آب حیات کا لطف اٹھاتے ہیں۔ اور یہ تشبیہ بھی اس کی قوت و لطافت کے مقابل میں ناقص ہے۔" آرٹی میڈ روس جو "سبا" کے عہد آخر میں تھا لکھتا ہے۔ "سبا" کا بادشاہ اور اس کا ایوان "مارب" میں ہے جو ایک پر اشجار پہاڑ پر عیش و مسرت (زمانہ خوشحالی) میں واقع ہے۔" غرض باعتبار سرسبزی، خوشحالی، سامان عیش اور اعتدال آب و ہوا کے "مارب" اسی کا مصداق تھا۔ "بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ" "رب غفور" سے ادھر اشارہ کر دیا کہ اپنی طرف سے شکر گذار ہو۔ اگر بمقتضائے بشریت کچھ تقصیر رہ جائے گی تو اللہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایسا سخت نہیں پکڑتا۔ اپنی مہربانی سے معاف فرما دے گا۔ اس کی نعمتوں کا شکر کما حقہ کس سے ادا ہو سکتا ہے۔

۵ **سیل عرم کا واقعہ** یعنی نصیحتوں کو خاطر میں نہ لائے اور منعم حقیقی کی شکر گذاری سے منہ موڑے رہے تب ہم نے پانی کا عذاب بھیج دیا۔ وہ بند ٹوٹا تمام باغات اور زمینیں غرقاب ہو گئیں۔ اور ان اعلیٰ درجہ کے نفیس میووں اور

پھلوں کی جگہ نکمے درخت اور جھاڑ جھنکاڑ رہ گئے جہاں انگور چھوارے اور قسم قسم کی نعمتیں پیدا ہوتی تھیں اب وہاں پیلو، جھاؤ، کسیلے اور بدمزہ پھل والے درختوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ جن میں بہترین چیز تھوڑی سی جھڑبیریوں کو سمجھ لو۔ یہ واقعہ حضرت مسیح اور نبی کریم ﷺ کے درمیانی عہد کا ہے محققین آثار قدیمہ کو ابرہۃ الاشرم کے زمانہ کا ایک بہت بڑا کتبہ سدعرم کی بقیہ دیوار پر ملا ہے اس میں بھی اس بند کے ٹوٹنے کا ذکر ہے۔ مگر یہ غالباً اس واقعہ کے بعد ہوا جس کا ذکر قرآن میں ہے واللہ اعلم۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "جب اللہ نے چاہا عذاب بھیجے، گھونس پیدا ہوئی اس پانی کے بند میں اس کی جڑ کریدڈالی، ایک بار پانی نے زور کیا۔ بند کو توڑ ڈالا، وہ پانی عذاب کا تھا جس زمین پر پھر گیا کام سے جاتی رہی کہتے ہیں کہ بند ٹوٹنے کی پیشینگوئی ایک کاہن نے کی تھی اس پر بہت لوگ وطن چھوڑ کر ادھر ادھر چلے گئے، جو باقی رہے انہیں ان باغوں کے بدلے یہ نکمی اور کڑوی کسیلی چیزیں ملیں۔ واللہ اعلم۔

ایسی سخت سزا بڑے ناشکروں کو دی جاتی ہے۔ کفر سے بڑھ کر کیا ناشکری ہوگی۔ سورۂ "نمل" میں گذر چکا "وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" الخ (نمل۔ رکوع ۲) بظاہر اس قسم کا شرک اس قوم میں بلقیس کے بعد بھی باقی رہا ہوگا۔

برکت والی بستیاں برکت والی بستیاں ملک شام کی ہیں یعنی ان کے ملک سے شام تک راستے مامون تھے۔ سڑک کے کنارے کنارے دیہات کا سلسلہ ایسے انداز ے اور تناسب سے چلا گیا تھا کہ مسافر کو ہر منزل پر کھانا، پانی اور آرام کرنے کا موقع ملتا تھا۔ آبادیوں کے قریب ہونے اور جلد جلد نظر آنے سے مسافر کا جی نہیں گھبراتا تھا، نہ چوروں ڈاکوؤں کا خوف تھا۔ سفر کیا تھا ایک طرح کی سیر تھی۔ مصنف ارض القرآن لکھتا ہے۔

قوم سبا کی دولت وثروت "سبا" کی دولت وثروت کی اساس صرف تجارت تھی۔ یمن ایک طرف سواحل ہندوستان کے مقابل واقع ہے۔ اور دوسری طرف سواحل افریقہ کے۔ سونا، بیش قیمت پتھر، مسالہ، خوشبوئیں، ہاتھی دانت، یہ چیزیں حبش اور ہندوستان سے ٹھیک یمن آکر اترتی تھیں، وہاں سے سبا اونٹوں پر لاد کر بحر احمر کے کنارے کنارے خشکی خشکی حجاز سے گذر کر شام ومصر لاتے تھے۔ قرآن مجید نے اس راستہ کو "امام مبین" (کھلا راستہ) اور اسی سفر کا نام "رِحْلَةَ الشِّتَاۗءِ وَالصَّيْفِ" رکھا ہے جس کو قریش نے جاری کیا تھا۔ ان تجارتی کاروانوں کی آمدورفت کے سبب یمن سے شام تک آبادیوں کی ایک قطار قائم تھی۔ جہاں بےخوف وخطر سفر ہو سکتا تھا۔ "یونانی مورخ اراؤ ستھنس ۱۹۴ ق م بیان کرتا ہے، کہ "حضرموت" سے سبا کے ملک تک چالیس روز کا راستہ ہے اور معین سے سوداگر ستر دن میں ایلہ (عقبہ) پہنچتے ہیں۔

رَبَّنَا بٰعِدْ بَیْنَ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ

اے رب دراز کر دے (فاصلہ کر دے ہمارے سفروں میں) ہمارے سفروں کو ◆ اور آپ اپنا برا کیا پھر کر ڈالا ہم نے ان کو

اَحَادِیْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ

کہانیاں اور کر ڈالا چیر کر ٹکڑے ٹکڑے ◆ اس میں پتے کی باتیں ہیں

لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۱۹﴾ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَیْهِمْ اِبْلِیْسُ

ہر صبر کرنے والے شکر گزار کو ◆ اور سچ کر دکھلائی ان پر ابلیس نے

ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِیْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۲۰﴾ وَمَا كَانَ

اپنی اٹکل، پھر اسی کی راہ چلے مگر تھوڑے سے ایمان دار ◆ اور اس کا

لَهٗ عَلَیْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ

ان پر کچھ زور نہ تھا مگر اتنے واسطے کہ معلوم کر لیں ہم اس کو جو یقین لاتا ہے آخرت پر

مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِیْ شَكٍّ ؕ وَرَبُّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ ﴿۲۱﴾ ع

جدا کر کے اس سے جو رہتا ہے آخرت کی طرف سے دھوکے میں اور تیرا رب ہر چیز پر نگہبان ہے ◆

قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا یَمْلِكُوْنَ

تو کہہ پکارو ان کو جن کو گمان کرتے ہو سوائے اللہ کے ◆ وہ مالک نہیں

مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ

ایک ذرہ بھر کے آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ ان کا

فِیْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِیْرٍ ﴿۲۲﴾ وَلَا تَنْفَعُ

ان دونوں میں کچھ ساجھا اور نہ ان میں کوئی اس کا مددگار اور کام نہیں آتی

۱ **اہل سبا کی احمقانہ درخواست** زبان حال سے کہا ہوگا اور ممکن ہے زبان قال سے کہنے لگے ہوں کہ اے اللہ! اس طرح سفر کا لطف نہیں آتا۔ منزلیں دور دور ہوں، آس پاس آبادیاں نہ ملیں، بھوک پیاس ستائے، تب سفر کا مزہ ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "آرام میں مستی آئی لگے تکلیف مانگنے کہ جیسے اور ملکوں کی خبر سنتے ہیں سفروں میں پانی نہیں ملتا، آبادی نہیں ملتی۔ ویسا ہم کو بھی ہو۔ یہ بڑی ناشکری ہوئی۔ جیسے بنی اسرائیل نے من و سلویٰ سے اکتا کر لہسن و پیاز طلب کی تھی۔

۲ **سبائی تمدن کا زوال اور عذاب** یعنی ہم نے شیرازہ بکھیر دیا اور ان کو پارہ پارہ کر ڈالا۔ اکثر خاندان ادھر ادھر منتشر ہو گئے کوئی ایک طرف کوئی دوسری طرف نکل گیا۔ آبادیوں کے نام و نشان حرف غلط کی طرح مٹ گئے۔ اب ان کی صرف کہانیاں باقی رہ گئیں کہ لوگ سنیں اور عبرت پکڑیں۔ انکا وہ عظیم الشان تمدن اور شان و شکوہ سب خاک میں مل گیا۔ صاحب "ارض القرآن" ان کے زوال و سقوط کی توجیہ اس طرح کرتا ہے کہ یونانیوں اور رومیوں نے مصر و شام پر قبضہ پا کر ہندوستان و افریقہ کی تجارت کو بری راستہ سے بحری راستہ کی طرف منتقل کر دیا اور تمام مال کشتیوں کے ذریعہ سے بحر احمر کی راہ مصر و شام کے سواحل پر اترنے لگا۔ اس طریق سفر نے یمن سے شام تک خاک اڑادی اور سبا کی نو آبادیاں تباہ ہو کر رہ گئیں۔" مصنف موصوف نے یہ توجیہ مولر کی تحریر سے اخذ کی ہے ممکن ہے تباہی اور انتشار کا ایک ظاہری سبب یہ بھی ہو۔ مگر اس پر حصر کر دینا صحیح نہیں۔

۳ **قوم سبا کا حال عبرت ناک ہے** یعنی ان حالات کو سن کر چاہیے عقلمند عبرت حاصل کریں جب اللہ فراخی اور عیش دے خوب شکر ادا کرتے رہیں اور تکلیف و مصیبت آئے تو صبر و تحمل اختیار کر کے اللہ سے مدد مانگیں۔

۴ **زوال کا سبب شیطان کا اتباع تھا** پہلے دن ابلیس نے تخمینہ کر کے کہا تھا "لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلًا" (اسراء، رکوع ۷) اور "ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ۔" (اعراف۔ رکوع ۲) ویسے ہی نکلے۔

۵ **شیطان کو بہکانے کے علاوہ کوئی قدرت نہیں** یعنی شیطان کو یہ قدرت نہ تھی کہ لاٹھی لے کر انکو زبردستی راہ حق سے روک دیتا۔ ہاں بہکاتا پھسلاتا ہے اور اتنی قدرت بھی اس لئے دی گئی کہ بندوں کا امتحان و ابتلاء منظور تھا۔ دیکھیں کون آخرت پر یقین کر کے خدا کو یاد رکھتا ہے اور کون دنیا میں پھنس کر انجام سے غافل ہو جاتا اور بیوقوف بن کر شک یا دھوکہ میں پڑ جاتا ہے۔ اللہ کی حکمت کا مقتضاء ہی یہ تھا کہ دنیا میں انسان کے لئے دونوں طرف جانے کے راستے کشادہ رکھیں۔ جیسا کہ پہلے کئی جگہ اسکی تقریر ہو چکی ہے ایسا نہیں کہ (معاذ اللہ) خدا کو خبر نہ ہو۔ بے خبری میں شیطان کسی بندے کو اچک لیجائے۔ خوب سمجھ لو کہ ہر چیز اللہ کی نگاہ میں ہے اور تمام احوال و شئون کی دیکھ بھال وہ ہی ہمہ وقت کرتا ہے۔ جس کو جتنی آزادی دے رکھی ہے وہ عجز وسفہ سے نہیں، حکمت و مصلحت کی بناء پر ہے۔

۶ **مشرکین مکہ کو تنبیہ** یہاں سے مشرکین مکہ کو خطاب ہے جن کی تنبیہ کے لئے "سبا" کا قصہ سنایا تھا۔ یعنی اللہ کے سوا جن چیزوں پر تم کو خدائی کا گمان ہے ذرا کسی آڑے وقت میں ان کو پکارو تو سہی دیکھیں وہ کیا کام آتے ہیں۔

الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ۭ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ

سفارش اس کے پاس مگر اس کو کہ جس کے واسطے حکم کر دے ﴿۱﴾ یہاں تک کہ جب گھبراہٹ دور ہو جائے

قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ

ان کے دل سے کہیں کیا فرمایا تمہارے رب نے وہ کہیں فرمایا جو واجبی ہے اور وہی ہے سب سے اوپر

الْكَبِيْرُ ﴿۲۳﴾ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلِ

بڑا ﴿۲﴾ تو کہہ کون روزی دیتا ہے تم کو آسمان سے اور زمین سے بتلا دے

اللّٰهُ ۙ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾

کہ اللہ ﴿۳﴾ اور یا ہم یا تم بے شک ہدایت پر ہیں یا پڑے ہیں گمراہی میں صریح ﴿۴﴾

قُلْ لَّا تُسْـَٔـلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔـلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۵﴾

تو کہہ تم سے پوچھ نہ ہوگی اس کی جو ہم نے گناہ کیا اور ہم سے پوچھ نہ ہوگی اس کی جو تم کرتے ہو

قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ۭ وَهُوَ الْفَتَّاحُ

تو کہہ جمع کرے گا ہم سب کو رب ہمارا پھر فیصلہ کرے گا ہم میں انصاف کا اور وہی ہے قصہ چکانے والا

الْعَلِيْمُ ﴿۲۶﴾ قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَاۗءَ كَلَّا ۭ

سب کچھ جاننے والا ﴿۵﴾ تو کہہ مجھ کو دکھلاؤ تو سہی جن کو اس سے ملاتے ہو ساجھی قرار دے کر ﴿۶﴾ کوئی نہیں

بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَاۗفَّةً

وہی اللہ ہے زبردست حکمتوں والا ﴿۷﴾ اور تجھ کو جو ہم نے بھیجا سو سارے

لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾

لوگوں کے واسطے خوشی اور ڈر سنانے کو لیکن بہت لوگ نہیں سمجھتے ﴿۸﴾

۱. یعنی یہ مسکین کیا کام آتے جنہیں آسمان وزمین میں نہ ایک ذرہ کا مستقل اختیار ہے (بلکہ بتوں کو تو غیر مستقل بھی نہیں) نہ آسمان و زمین میں ان کی کچھ شرکت نہ خدا کو کسی کام میں مدد کی ضرورت، جو یہ اسکے معین و مددگار بن کر ہی کچھ حقوق جتلاتے۔ اس کی بارگاہ تو وہ ہے جہاں بڑے بڑے مقربین کی یہ بھی طاقت نہیں کہ بدون اذن ورضا کے کسی کی نسبت ایک حرف سفارش ہی زبان سے نکال سکیں۔ انبیاء، واولیاء اور ملائکۃ اللہ کی شفاعت بھی صرف انہی کے حق میں نافع ہوگی جن کے لئے ادھر سے سفارش کا حکم مل جائے۔

۲. **ملائکہ پر اللہ کی ہیبت وعظمت کا اثر** یہ فرشتوں کا حال فرمایا جو ہمہ وقت اس بارگاہ کے حاضر باش ہیں۔ جب اوپر سے اللہ کا حکم اترتا ہے ایسی آواز آتی ہے جیسے صاف چکنے پتھر پر زنجیر کھینچی جائے۔ (شاید اتصال وبساطت کو قریب الی الفہم کرنے کے لئے یہ تشبیہ دی گئی) فرشتے دہشت اور خوف رعب سے تھرا جاتے ہیں اور تسبیح کرتے ہوئے سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ جب یہ حالت رفع ہو کر دل کو تسکین ہوئی اور کلام اتر چکا۔ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کیا حکم ہوا۔ اوپر والے فرشتے نیچے والوں کو درجہ بدرجہ بتاتے ہیں کہ جو اللہ کی حکمت کے موافق ہے اور آگے سے قاعدہ معلوم ہے وہ ہی حکم ہوا۔ ظاہر ہے وہاں معقول اور واجبی بات کے سوا کیا چیز ہو سکتی ہے۔ پس جس کے علو وعظمت کی یہ کیفیت ہو کہ حکم دے تو مقربین کا مارے ہیبت وجلال کے یہ حال ہو جائے وہاں کس کی ہمت ہے کہ از خود سعی وسفارش کے لئے کھڑا ہو جائے **تنبیہ** آیت کی اور تفسیریں بھی کی گئی ہیں جنکی نسبت حافظ ابن حجر لکھتے ہیں" **وجمیع ذلک مخالف لهذا الحديث الصحيح (الذي في البخاري) ولاحاديث كثيرة تؤيده (فتح الباری صفحہ ۱۳/۳۸۱)**۔

۳. یعنی آسمان وزمین سے روزی کے سامان بہم پہنچانا صرف اللہ کے قبضہ میں ہے اس کا اقرار مشرکین بھی کرتے تھے لہٰذا آپ بتلا دیں کہ یہ تم کو بھی مسلم ہے پھر الوہیت میں دوسرے شریک کہاں سے ہو گئے۔

۴. **کفار کی غلطی پر تنبیہ کا ایک حکیمانہ طریقہ** یعنی دونوں فرقے تو سچ نہیں کہتے (ورنہ اجتماع نقیضین لازم آ جائے) یقیناً دونوں میں ایک سچا اور ایک جھوٹا ہے تو لازم ہے کہ سوچو اور غور کر کے سچی بات قبول کرو۔ اس میں ان کا جواب ہے جو بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ میاں! دونوں فرقے ہمیشہ سے چلے آئے ہیں کیا ضرور ہے جھگڑنا۔ تو بتلا دیا کہ ایک یقیناً خطاکار اور گمراہ ہے۔ باقی تعیین نہ کرنے میں حکیمانہ حسن خطاب ہے یعنی لو ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے۔ بہرحال ایک تو یقیناً غلطی پر ہوگا۔ اب اوپر کے دلائل سن کر تم ہی خود فیصلہ کر لو کہ کون غلطی پر ہے۔ گویا مخالف کو نرمی سے بات کر کے اپنے نفس میں غور کرنے کا موقع دیا جاتا ہے۔

۵. **ہر شخص اپنے عمل کا ذمہ دار ہے** یعنی ہر ایک کو اپنی عاقبت کی فکر کرنی چاہئے۔ کوئی شخص دوسرے کے قصور اور غلطی کا جواب دہ نہ ہوگا اگر اتنی صاف باتیں سننے کے بعد بھی تم اپنی حالت میں غور کرنے کے لئے تیار نہیں تو یاد رکھو ہم حجت تمام کر چکے۔ اور کلمۂ حق پہنچا چکے۔ اب تم اپنے اعمال کے خود جواب دہ ہو گے ہم پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ نہ ایسی حالت میں ہمارا تمہارا کوئی واسطہ۔ خدا کے یہاں حاضر ہونے کے لئے ہر ایک اپنی اپنی فکر کر رکھے۔ وہ سب کو اکٹھا کر کے ٹھیک ٹھیک انصاف کا فیصلہ کر دے گا۔

۶. یعنی ذرا سامنے تو کرو کون سی ہستی ہے جو اس کی خدائی میں ساجھا رکھتی ہے؟ ہم بھی تو دیکھیں کہ اس کے کیا کچھ اختیارات ہیں۔ کیا ان پتھر کی بے جان اور خود تراشیدہ مورتوں کو پیش کرو گے۔

۷. یعنی ہرگز تم ایسی کوئی ہستی پیش نہیں کر سکتے۔ وہ تو اکیلا ایک ہی خدا ہے جو زبردست، غالب وقاہر اور اعلیٰ درجہ کی حکمت ودانائی رکھنے والا ہے۔ سب اس کے سامنے مغلوب ومقہور ہیں۔

۸. **آپ کی بعثت تمام انسانوں کیلئے ہے** یہ توحید کے ساتھ رسالت کا ذکر کر دیا۔ یعنی آپ کا فرض اور آپ کی بعثت کی غرض یہی ہے کہ نہ صرف عرب بلکہ تمام دنیا کے لوگوں کو ان کے نیک وبد سے آگاہ کر دیں سو کر دیا۔ جو نہیں سمجھتے وہ جانیں۔ سمجھدار آدمی تو اپنے نفع نقصان کو سوچ کر آپ کی بات کو ضرور مانیں گے۔ ہاں دنیا میں کثرت جاہلوں اور ناسمجھوں کی ہے ان کے کانوں میں کہاں گنجائش ہے کہ کار آمد باتوں کی قدر کریں۔

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٢٩﴾

اور کہتے ہیں کب ہے یہ وعدہ اگر تم سچے ہو ﴿١﴾

قُلْ لَكُمْ مِيعَادُ يَوْمٍ لَا تَسْتَأْخِرُونَ عَنْهُ سَاعَةً وَلَا

تو کہہ تمہارے لیے وعدہ ہے ایک دن کا نہ دیر کرو گے اس سے ایک گھڑی نہ

تَسْتَقْدِمُونَ ﴿٣٠﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ نُؤْمِنَ بِهَٰذَا

جلدی ﴿٢﴾ اور کہنے لگے منکر ہم ہرگز نہ مانیں گے اس

الْقُرْآنِ وَلَا بِالَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ ۗ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ

قرآن کو اور نہ اس سے اگلے کو ﴿٣﴾ اور کبھی تو دیکھے جب کہ گنہگار

مَوْقُوفُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ

کھڑے کئے جائیں اپنے رب کے پاس ایک دوسرے پر ڈالتا ہے

الْقَوْلَ ۚ يَقُولُ الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا

بات کو ﴿٤﴾ کہتے ہیں وہ لوگ جو کمزور سمجھے جاتے تھے بڑائی کرنے والوں کو

لَوْلَا أَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِينَ ﴿٣١﴾ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا

اگر تم نہ ہوتے تو ہم ایمان دار ہوتے ﴿٥﴾ کہنے لگے بڑائی کرنے والے

لِلَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا أَنَحْنُ صَدَدْنَاكُمْ عَنِ الْهُدَىٰ

ان سے جو کہ کمزور گنے گئے تھے کیا ہم نے روکا تم کو حق بات سے

بَعْدَ إِذْ جَاءَكُمْ ۖ بَلْ كُنْتُمْ مُجْرِمِينَ ﴿٣٢﴾ وَقَالَ الَّذِينَ

تمہارے پاس پہنچ چکنے کے بعد کوئی نہیں تم ہی تھے گنہگار ﴿٦﴾ اور کہنے لگے وہ لوگ جو

۱ یعنی جس گھڑی سے ڈراتے ہو وہ کب آئے گی۔ اگر سچے ہو تو جلدی لا کر دکھلا دو۔

۲ **قیامت اپنے وقت پر آئیگی** | یعنی گھبراؤ نہیں۔ جس دن کا وعدہ ہے ضرور آ کر رہے گا۔ جب آئے گا تو ایک منٹ کی مہلت نہ ملے گی۔ جلدی مچانے کے بجائے اس کی ضرورت ہے کہ اس وقت کے آنے سے پہلے کچھ تیاری کر رکھو۔

۳ **کفار کا انکار** | یعنی ہم نہ قرآن کو مانیں نہ اگلی کتابوں کو جنہیں تم آسمانی کتابیں بتلاتے ہو۔ مثلاً تورات و انجیل وغیرہ یہ سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں جہاں دیکھو وہ ہی حساب کتاب اور قیامت کا مضمون۔ سو ان چیزوں کو ہم ہرگز تسلیم کرنے والے نہیں۔

۴ یعنی جیسے ناکامیابی کے وقت ہوتا ہے کہ ہر ایک دوسرے کو ناکامیابی کا سبب گردانتا ہے۔ محشر میں بھی کفار ایک دوسرے کو مورد الزام بنائیں گے جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

۵ **کفار کا اپنے بڑوں سے مکالمہ** | دنیا میں جو لوگ نیچے کے طبقہ میں شمار ہوتے تھے اور دوسروں کے پیچھے چلتے تھے وہ اپنے بڑے سرداروں کو الزام دیں گے کہ تم نے ہمیں اس مصیبت میں پھنسوایا۔ تمہاری روک نہ ہوتی تو ہم ضرور پیغمبروں کی بات مان لیتے اور یہ دن دیکھنا نہ پڑتا۔

۶ یعنی جب تمہارے پاس حق بات پہنچ گئی اور سمجھ میں آ گئی تھی کیوں قبول نہ کی کیا ہم نے زبردستی تمہارے دلوں کو ایمان و یقین سے روک دیا تھا چاہئے تھا کہ کسی کی پروا نہ کر کے حق کو قبول کر لیتے۔ اب اپنا جرم دوسروں کے سر کیوں رکھتے ہو؟

اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ

کمزور گنے گئے تھے بڑائی کرنے والوں کو کوئی نہیں پر (رکے) فریب سے رات دن کے

اِذْ تَاْمُرُوْنَنَاۤ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَ نَجْعَلَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ وَ

جب تم ہم کو حکم کیا کرتے کہ ہم نہ مانیں اللہ کو اور ٹھہرائیں اس کے ساتھ برابر کے ساجھی ۱ اور

اَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ وَ جَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ

چھپے چھپے پچھتانے لگے جب دیکھ لیا عذاب ۲ اور ہم نے ڈالے ہیں طوق

فِیْۤ اَعْنَاقِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ هَلْ یُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا

گردنوں میں منکروں کے ۳ وہی بدلہ پاتے ہیں جو

یَعْمَلُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ

عمل کرتے تھے ۴ اور نہیں بھیجا ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا مگر کہنے لگے ہیں

مُتْرَفُوْهَاۤ ۙ اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَ قَالُوْا نَحْنُ

وہاں کے آسودہ (خوشحال) لوگ جو تمہارے ہاتھ بھیجا گیا ہم اس کو نہیں مانتے ۵ اور کہنے لگے ہم

اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا ۙ وَّ مَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿۳۵﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ

زیادہ ہیں مال اور اولاد میں اور ہم پر آفت نہیں آنے والی ۶ تو کہہ میرا رب ہے

یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَقْدِرُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ

جو کشادہ کر دیتا ہے روزی جس کو چاہے اور ماپ کر دیتا ہے لیکن بہت لوگ

لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ؑ وَ مَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِیْ

سمجھ نہیں رکھتے ۷ اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد وہ نہیں کہ

ع ۴ / ۱۰

❶ یعنی بیشک تم نے زبردستی مجبور تو نہ کیا تھا۔ مگر رات دن مکر و فریب اور مغویانہ تدبیر سے ہم کو بہکاتے پھسلاتے رہتے تھے۔ جب ملے یہ ہی تلقین کی کہ ہم پیغمبروں کے ارشاد کے موافق خدا کو ایک نہ مانیں۔ بلکہ بعض مخلوقات کو بھی اس کا مماثل اور برابر کا شریک سمجھیں۔ آخر تمہاری شب و روز کی ترغیب و ترہیب کا کہاں تک اثر نہ ہوتا۔

❷ **آخرت میں کفار کا پچھتاوا** یعنی جس وقت ہولناک عذاب سامنے آئے گا تابعین اور متبوعین دونوں اپنے اپنے دل میں پچھتائیں گے۔ ہر ایک محسوس کرے گا کہ واقعی میں مجرم اور قصوروار ہوں۔ لیکن شرم کے مارے ایک دوسرے پر ظاہر نہ کریں گے اور شدید اضطراب و خوف سے شاید بولنے کی قدرت بھی نہ ہو۔

❸ گردنوں میں طوق اور ہاتھ پاؤں میں زنجیریں پڑی ہونگی۔

❹ یعنی جو عمل کیے تھے آج وہ اس سزا کی صورت میں ظاہر ہو رہے ہیں جیسا کرنا ویسا بھرنا۔

❺ **کفار کا نشہ دولت** یہ حضورؐ کو تسلی دی گئی کہ آپ رؤسائے مکہ کے انحراف و سرکشی سے مغموم نہ ہوں۔ ہر زمانہ میں پیغمبروں کا مقابلہ ایسے ہی بدبخت رئیسوں نے کیا ہے۔ دولت و ثروت کا نشہ اور اقتدار طلبی کا جذبہ آدمی کو اندھا کر دیتا ہے۔ وہ کسی کے سامنے گردن جھکانا اور چھوٹے آدمیوں کے برابر بیٹھنا گوارا نہیں کرتا۔ اسی لئے انبیاء کے اول تبعین عموماً ضعیف و مسکین لوگ ہوتے ہیں کماورد فی حدیث ہرقل۔

❻ **رضائے الٰہی کا غلط معیار** یعنی معلوم ہوا خدا ہم سے خوش اور راضی ہے ورنہ اتنا مال و اولاد کیوں دیتا۔ جب وہ خوش ہے تو ہم کو کسی آفت کا اندیشہ نہیں۔ تم فضول عذاب کی دھمکیاں دیتے ہو۔

❼ **دولت فراخی رضا کا معیار نہیں** یعنی روزی کی فراخی یا تنگی اللہ کے خوش یا ناخوش ہونے کی دلیل نہیں۔ دیکھتے نہیں۔ دنیا میں کتنے بدمعاش، شریر، دہریے ملحد (ناستک) مزے اڑاتے ہیں حالانکہ ان کو کوئی مذہب بھی اچھا نہیں کہتا۔ اور بہت سے خدا پرست پرہیزگار اور نیک بندے بظاہر فاقے کھینچتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ دولت و افلاس یا تنگی و فراخی کسی کے محبوب و مقبول عنداللہ ہونے کی دلیل نہیں۔ یہ معاملات تو دوسری مصالح اور حکمتوں پر مبنی ہیں جن کو اللہ ہی جانتا ہے مگر بہت لوگ اس نکتہ کو نہیں سمجھتے۔

وَمِنَ الدَّلِيْلِ عَلَى الْقَضَاءِ وَحُكْمِهِ

بؤس اللبيب وطيب عيش الاحمق

تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۫ فَاُولٰٓئِكَ

نزدیک کر دیں ہمارے پاس تمہارا درجہ پر جو کوئی یقین لایا اور بھلا کام کیا سو

لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِى الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾

ان کے لیے ہے بدلہ دونا (دو چند) ان کے کیے کام کا اور جھروکوں میں بیٹھے ہیں دل جمعی سے

وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِىٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ فِى الْعَذَابِ

اور جو لوگ دوڑتے ہیں ہماری آیتوں کے ہرانے کو وہ عذاب میں

مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّىْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ

پکڑے ہوئے آتے ہیں تو کہہ میرا رب ہے جو کشادہ کر دیتا ہے روزی جس کو چاہے

مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ؕ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَىْءٍ فَهُوَ

اپنے بندوں میں اور ماپ کر دیتا ہے (جس کو چاہے) اور جو خرچ کرتے ہو کچھ چیز وہ

يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا

اس کا عوض دیتا ہے اور وہ بہتر ہے روزی دینے والا اور جس دن جمع کرے گا ان سب کو

ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿۴۰﴾

پھر کہے گا فرشتوں کو کیا یہ لوگ تم کو پوجا کرتے تھے

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا

وہ کہیں گے پاک ذات ہے تیری ہم تیری طرف میں ہیں نہ ان کی طرف میں نہیں پر

يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾ فَالْيَوْمَ لَا

پوجتے تھے (پوجتے رہے) جنوں کو یہ اکثر انہی پر اعتقاد رکھتے تھے سو آج

◆ یعنی مال و اولاد کی کثرت نہ قرب الٰہی کی علامت ہے جیسا کہ اوپر کی آیت میں گذرا۔ اور نہ قرب حاصل کرنے کا سبب ہے۔ بلکہ اس کے برعکس کافر کے حق میں زیادت بعد کا سبب بن جاتا ہے۔ ہاں مومن اگر مال و دولت کو وجوہ خیر میں صرف کرے اور اولاد کو بہترین تعلیم و تربیت دلا کر نیک اور شائستہ بنائے، ایسا مال و اولاد ایک درجہ میں قرب الٰہی کا سبب بنتا ہے۔ بہرحال وہاں مال و اولاد کی پوچھ نہیں۔ محض ایمان و عمل صالح کی پرسش ہے۔

◆ **مومنوں کو نفقات پر اجر عظیم** | یعنی کام پر جتنے اجر کا استحقاق ہے اس سے زائد بدلہ ملے گا۔ کم از کم دس گنا اور زیادہ ہو تو سات سو گنا بلکہ اللہ چاہے تو اس سے بھی زیادہ جس کی کوئی حد نہیں۔ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ (بقرہ۔ رکوع ۳۶) یہاں ضعف سے مطلقاً زیادت مراد ہے۔

◆ یعنی جو بدبخت اللہ کی آیات کو رد کرتے اور ان پر طعن کر کے لوگوں کو ادھر سے روکتے ہیں گویا سمجھتے ہیں کہ ہم اللہ و رسول کو ہرا دیں گے۔ وہ سب عذاب میں گرفتار ہو کر حاضر کیے جائیں گے ایک بھی چھوٹ کر نہ بھاگ سکے گا۔

◆ **رزق کی تنگی و فراخی اللہ کے ہاتھ میں ہے** | یہ مسلمانوں کو سنایا کہ تم وجوہ خیر میں خرچ کرتے وقت تنگی اور افلاس سے نہ ڈرنا۔ خرچ کرنے سے رزق کم نہیں ہو جاتا جو مقدر ہے پہنچ کر رہے گا۔ اللہ اپنی حکمت سے جس کو جتنا دینا چاہے اس میں تمہارے خرچ کرنے نہ کرنے سے فرق نہیں پڑتا بلکہ وجوہ خیر میں خرچ کرنے سے برکت ہوتی ہے اور حق تعالیٰ اس کا عوض دیتا ہے خواہ مال کی صورت میں یا قناعت و غنائے قلبی کی شکل میں اور آخرت میں بدلہ ملنا تو یقینی ہے۔ غرض اس کے ہاں کچھ کمی نہیں۔ مسلمان کو چاہئے کہ اللہ کے ساتھ حسن ظن رکھے اور اس کی مرضی کے سامنے فقر و فاقہ کا اندیشہ دل میں نہ لائے۔ "وَلَا تَخْشَ مِنْ ذِي الْعَرْشِ اِقْلَالًا" تنبیہ | آیت میں گویا اس طرف بھی اشارہ فرما دیا کہ جس طرح دنیا میں تنگی اور فراخی کے اعتبار سے لوگوں کا حال متفاوت ہے، آخرت میں بھی باعتبار مراتب ثواب و عذاب کے ایسا ہی تفاوت ہوگا۔

◆ **ملائکہ پرستی پر ملائکہ سے سوال** | بہت مشرکین فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔ بہت ان کے ہیاکل بنا کر پرستش کرتے تھے بلکہ بعض نے لکھا ہے کہ اصنام پرستی کی ابتداء ملائکہ پرستی ہی سے ہوئی۔ اور عمرو بن لحی یہ رسم قبیح شام سے حجاز میں لایا۔ بہرحال قیامت کے دن کفار کو سنا کر فرشتوں سے سوال کریں گے کہ کیا یہ لوگ تم کو پوجتے تھے؟ شاید مطلب یہ ہو کہ تم نے تو ان سے ایسا نہیں کہا۔ یا تم ان کے فعل سے خوش تو نہیں ہوئے۔ جیسے حضرت مسیح علیہ السلام سے سوال ہوگا۔ "ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" (مائدہ۔ رکوع ۱۶) اور سورۂ فرقان میں ہے "ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ" (فرقان۔ رکوع ۲)

◆ **ملائکہ کا جواب** | یعنی آپ کی ذات اس سے پاک ہے کہ کوئی کسی درجہ میں اس کا شریک ہو۔ (العیاذ باللہ) ہم کیوں ان کو ایسی بات کہنے لگے تھے یا ایسی واہیات حرکت سے خوش ہوتے۔ ہماری رضا تو آپ کی رضا کے تابع ہے۔ ہم کو ان مجرموں سے کیا واسطہ ہم تو آپ کے فرمانبردار غلام ہیں پھر یہ بدبخت تو حقیقت میں ہماری پرستش بھی نہیں کرتے تھے۔ نام ہمارا لیکر شیطانوں کی پرستش تھی۔ فی الحقیقت ان کی عقیدت مندی ان ہی کے ساتھ ہے شیاطین ان کو جس طرف ہانکتے ہیں ادھر ہی مڑ جاتے ہیں خواہ فرشتوں کا نام لیکر یا کسی نبی اور ولی کا۔ بلکہ بعض تو علانیہ شیطان ہی کو پوجتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے کسی جگہ غالباً سورۂ "انعام" میں ہم مفصل لکھ چکے ہیں۔

يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ۭ وَنَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ

تم مالک نہیں — ایک دوسرے کے بھلے کے نہ برے کے ۞ — اور کہیں گے ہم

ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۴۲﴾

ان گنہگاروں کو — چکھو — تکلیف اس آگ کی — جس کو تم جھوٹ بتلاتے تھے

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ

اور جب پڑھی جائیں ان کے پاس ہماری آیتیں کھلی کھلی — کہیں — اور کچھ نہیں مگر یہ ایک مرد ہے

يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُكُمْ ۚ وَقَالُوْا

چاہتا ہے — کہ روک دے تم کو ان سے — جن کو پوجتے رہے تمہارے باپ دادے ۞ — اور کہیں

مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ۭ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ

اور کچھ نہیں یہ (مگر) جھوٹ ہے باندھا ہوا ۞ — اور کہتے ہیں منکر — حق بات کو

لَمَّا جَاۗءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴۳﴾ وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ

جب پہنچے (پہنچی) ان تک — اور کچھ نہیں (مگر) یہ ایک جادو ہے صریح ۞ — اور ہم نے دی نہیں ان کو

مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ

کچھ کتابیں — کہ جن کو وہ پڑھتے ہوں — اور بھیجا نہیں ان کے پاس — تجھ سے پہلے — کوئی

نَّذِيْرٍ ﴿۴۴﴾ وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ

ڈرانے والا ۞ — اور جھٹلایا ہے ان سے اگلوں نے — اور یہ نہیں پہنچے — دسویں حصہ کو

مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۣ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۵﴾ قُلْ اِنَّمَآ

اس کے جو ہم نے ان کو دیا تھا — پھر جھٹلایا انہوں نے میرے بھیجے ہوؤں کو — تو کیسا ہوا انکار میرا ۞ — تو کہہ

۱ **عابد اور معبود کی عاجزی** | یعنی آج عابد اور معبود دونوں کا عجز واضح ہو گیا کہ کوئی کسی کو ذرہ بھر نفع نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ جن معبودین کا بڑا سہارا سمجھتے تھے انہوں نے اس طرح وقت پر بیزاری ظاہر کر دی۔

۲ **آنحضرتؐ کی تکذیب** | یہ رسول کریم ﷺ کی نسبت آپس میں کہتے تھے کہ یہ شخص نبی رسول کچھ نہیں۔ بس اتنی غرض ہے کہ ہمارے باپ دادوں کا طریقہ چھڑا کر (جس کو ہم قدیم سے حق جانتے چلے آئے ہیں) اپنے ڈھب پر لے آئے اور خود حاکم و متبوع بن کر بیٹھ جائے۔ گویا صرف حکومت و ریاست مطلوب ہے۔ (العیاذ باللہ)

۳ یعنی قرآن کیا ہے (العیاذ باللہ) چند جھوٹی باتیں جو خدا کی طرف منسوب کر دی گئی ہیں۔

۴ **قرآن و نبوت پر اعتراض** | یعنی یہ نبوت کا دعویٰ جس کے ساتھ چند معجزات و خوارق کی نمائش کی گئی ہے یا مذہب اسلام جس نے آ کر میاں کو بیوی سے اور باپ کو بیٹے سے جدا کر دیا ہے۔ یا قرآن جس کی تاثیر لوگوں کے دلوں پر غیر معمولی ہوتی ہے، صریح جادو کے سوا اور کچھ نہیں (العیاذ باللہ)

۵ **کفار مکہ کی جہالت** | یعنی بعض امی تھے نہ کوئی کتاب سماوی ان کے ہاتھ میں تھی نہ اتنی مدت دراز سے کوئی نبی ان میں آیا تھا، اللہ تعالیٰ نے ایسا عظیم الشان پیغمبر اور ایسی جلیل القدر کتاب مرحمت فرمائی۔ چاہئے کہ اسے غنیمت جانیں اور انعام الٰہی کی قدر کریں۔ خصوصاً جبکہ پہلے سے خود کہا بھی کرتے تھے کہ اگر ہم میں کوئی پیغمبر آتا یا کوئی کتاب ہم پر اتاری جاتی تو اوروں سے بڑھ کر ہم فرمانبردار ہوتے۔ اب وہ چیز آئی تو لگے انکار و استکبار کرنے۔ یا یہ مطلب ہے کہ ہم نے ان کے پاس کوئی کتاب یا ہادی ایسا نہیں بھیجا جو آپ کی تعلیم کے خلاف تعلیم دیتا ہو۔ پھر کس دلیل نقلی یا عقلی کی بناء پر یہ لوگ آپ کی مخالفت کرتے ہیں۔

۶ یعنی جیسی لمبی عمریں، جسمانی قوتیں، مال و دولت اور عیش و ترفہ ان کو دیا گیا تمہیں اس کا عشر عشیر بھی نہیں ملا۔ لیکن جب انہوں نے پیغمبروں کی تکذیب و مخالفت کی، دیکھ لو! کیا انجام ہوا، سب ساز و سامان دھرا رہ گیا۔ ایک منٹ بھی عذاب الٰہی کو روک نہ سکے۔ پھر تم اتنا کاہے پر اتراتے ہو؟" اس برتے پہ یہ تتا پانی۔"

أَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۖ أَنْ تَقُومُوا لِلَّهِ مَثْنَىٰ وَفُرَادَىٰ ثُمَّ

میں تو ایک ہی نصیحت کرتا ہوں تم کو کہ اٹھ کھڑے ہو اللہ کے نام پر دو دو ایک ایک پھر

تَتَفَكَّرُوا ۚ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِنْ جِنَّةٍ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَكُمْ

دھیان کرو کہ اس تمہارے رفیق کو کچھ سودا نہیں یہ تو ایک ڈرانے والا ہے تم کو (پہلے)

بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ ﴿٤٦﴾ قُلْ مَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ

ایک بڑی آفت کے آنے سے ◆۱ تو کہہ جو میں نے تم سے مانگا ہو کچھ بدلہ

فَهُوَ لَكُمْ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ

سو وہ تمہی رکھو میرا بدلہ ہے اسی اللہ پر ◆۲ اور اس کے سامنے ہے

شَهِيدٌ ﴿٤٧﴾ قُلْ إِنَّ رَبِّي يَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ﴿٤٨﴾

ہر چیز ◆۳ تو کہہ میرا رب پھینک (برسا) رہا ہے سچا دین اور وہ جانتا ہے چھپی چیزیں ◆۴

قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ ﴿٤٩﴾ قُلْ إِنْ

تو کہہ آیا دین سچا اور جھوٹ تو کسی چیز کو نہ پیدا کرے اور نہ پھیر کر لائے ◆۵ تو کہہ اگر

ضَلَلْتُ فَإِنَّمَا أَضِلُّ عَلَىٰ نَفْسِي ۖ وَإِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا

میں بہکا ہوا ہوں تو بہکوں گا اپنے ہی نقصان کو اور اگر ہوں سیدھے رستہ پر تو اس

يُوحِي إِلَيَّ رَبِّي ۚ إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ ﴿٥٠﴾ وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ فَزِعُوا

سبب سے کہ وحی بھیجتا ہے مجھ کو میرا رب بے شک وہ سب کچھ سنتا ہے نزدیک ◆۶ اور کبھی تو دیکھے جب یہ گھبرائیں

فَلَا فَوْتَ وَأُخِذُوا مِنْ مَكَانٍ قَرِيبٍ ﴿٥١﴾ وَقَالُوا آمَنَّا

پھر نہ بچیں بھاگ کر اور پکڑے ہوئے آئیں نزدیک جگہ سے ◆۷ اور کہنے لگیں ہم نے اس کو

کفار مکہ کو آنحضرتؐ کا وعظ ۱ یعنی تعصب و عناد چھوڑ کر انصاف و اخلاص کے ساتھ اللہ کے نام پر اٹھ کھڑے ہو۔ اور کئی مل کر بحث و مشورہ کرلو اور الگ الگ تنہائی میں غور کر کے سوچو کہ یہ تمہارا رفیق (محمد رسول اللہ ﷺ) جو چالیس برس سے زیادہ تمہاری آنکھوں کے سامنے رہا جس کے بچپن سے لیکر کہولت تک کے ذرہ ذرہ حالات تم نے دیکھے جس کی امانت و دیانت، صدق و عفاف اور فہم و دانش کے تم برابر قائل رہے۔ کبھی کسی معاملہ میں نفسانیت یا غرض پرستی کا الزام تم نے اس پر نہیں رکھا۔ کیا تم واقعی گمان کر سکتے ہو کہ العیاذ باللہ اسے بیٹھے بٹھائے جنون ہو گیا ہے جو خواہ مخواہ اس نے ایک طرف سے سب کو دشمن بنا لیا۔ کیا کہیں دیوانے ایسی حکمت کی باتیں کیا کرتے ہیں یا کوئی مجنون اپنی قوم کی اس قدر خیر خواہی اور انکی اخروی فلاح اور دنیوی ترقی کا اتنا زبردست لائحہ عمل پیش کر سکتا ہے۔ وہ تم کو سخت مہلک خطرات اور تباہی انگیز مستقبل سے آگاہ کر رہا ہے، قوموں کی تاریخیں سناتا ہے، دلائل و شواہد سے تمہارا بھلا برا سمجھاتا ہے یہ کام دیوانوں کے نہیں، ان اولوالعزم پیغمبروں کے ہوتے ہیں جنہیں احمقوں اور شریروں نے ہمیشہ دیوانہ کہا ہے۔

۲ یعنی میں تم سے اپنی محنت کا کچھ صلہ نہیں چاہتا اگر تمہارے خیال میں کچھ معاوضہ طلب کیا ہو وہ سب تم اپنے پاس رکھو مجھے ضرورت نہیں میرا صلہ تو خدا کے یہاں ہے۔ تم سے جو چیز طلب کرتا ہوں یعنی ایمان و اسلام وہ صرف تمہارے نفع کی خاطر۔ اس سے زائد میری کوئی غرض نہیں۔

۳ یعنی میری سچائی اور نیت اللہ کے سامنے ہے۔

حق غالب ہو کر رہے گا ۴ یعنی اوپر سے وحی اتر رہی اور دین کی بارش ہو رہی ہے۔ موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دو اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ جس زور سے اللہ تعالیٰ حق کو باطل کے سر پر پھینک کر مار رہا ہے اس سے اندازہ کرو کہ باطل کہاں ٹھہر سکے گا، ضرور ہے ملیامیٹ ہو کر رہے اور آفاق میں دین حق کا ڈنکا بجے۔ اس علام الغیوب نے خوب دیکھ بھال کر عین موقع پر حق کو باطل کا سر کچلنے کے لئے بھیجا ہے۔ "بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ"

۵ یعنی دین حق آ پہنچا اب اس کا زور رکنے والا نہیں۔ سب پر غالب ہو کر اور باطل کو زیر کر کے رہے گا جھوٹ کے پاؤں کہاں جو حق کے سامنے چل سکے۔ وہ تو اب کرنے کا نہ دھرنے کا سمجھ لو آیا گیا ہوا۔ فتح مکہ کے دن یہ آیت آپ کی زبان پر تھی۔

۶ یعنی اگر میں نے یہ ڈھونگ خود کھڑا کیا ہے تو کے دن چلے گا اس میں آخر میرا ہی نقصان ہے۔ دنیا کی عداوت مول لینا، ذلت اٹھانا اور آخرت کی رسوائی قبول کرنا۔ (العیاذ باللہ) لیکن اگر میں سیدھے راستہ پر ہوں جیسا کہ واقعی ہوں تو سمجھ لو کہ یہ سب اللہ کی تائید و امداد اور وحی الٰہی کی برکت و ہدایت سے ہے جو کسی وقت میرا ساتھ نہیں چھوڑ سکتی۔ میرا خدا سب کچھ سنتا ہے اور بالکل نزدیک ہے وہ ہمیشہ میری مدد فرمائے گا۔ اور اپنے پیغام کو دنیا میں روشن کرے گا۔ تم مانو یا نہ مانو۔

کفار کی حالت ۷ یعنی یہ کفار یہاں ڈینگیں مارتے ہیں مگر وہ وقت عجیب قابل دید ہوگا جب یہ لوگ محشر کا ہولناک منظر دیکھ کر گھبرائیں گے اور کہیں بھاگ نہ سکیں گے۔ اس وقت گرفتاری کے لئے کہیں دور سے ان کو تلاش کرنا نہ پڑے گا۔ بلکہ نہایت آسانی سے فوراً جہاں کے تہاں گرفتار کر لئے جائیں گے۔

بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ ۝۵۲ وَّقَدْ

یقین مان لیا اور اب کہاں ان کا ہاتھ پہنچ سکتا ہے بعید جگہ سے (اتنی دور سے) ۝۱ اور اس سے

كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍۭ

منکر رہے پہلے سے اور پھینکتے رہے بن دیکھے نشانہ پر دور کی

بَعِيْدٍ ۝۵۳ وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ

جگہ سے ۝۲ اور رکاوٹ پڑ گئی ان میں اور ان کی آرزو میں ۝۳ جیسا کہ کیا گیا ہے

بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ۝۵۴ ع

ان کے طریقہ والوں کے ساتھ اس سے پہلے وہ لوگ تھے ایسے تردد (دھوکے) میں جو چین نہ لینے دے ۝۴

ع ۶ ۹ ۱۲

ایاتھا ۴۵ (۳۵) سُوْرَةُ فَاطِرٍ مَكِّيَّةٌ (۴۳) رکوعاتھا ۵

سورۂ فاطر مکہ میں نازل ہوئی اس میں پینتالیس آیتیں ہیں اور پانچ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰۗىِٕكَةِ

سب خوبی اللہ کو ہے جس نے بنا نکالے آسمان اور زمین ۝۵ جس نے ٹھہرایا فرشتوں کو

رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۭ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ

پیغام لانے والے ۝۶ جن کے پر (بازو) ہیں دو دو اور تین تین اور چار چار ۝۷ بڑھا دیتا ہے پیدائش میں جو

مَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۱ مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ

چاہے بے شک اللہ ہر چیز کر سکتا ہے ۝۸ جو کچھ کہ کھول دے اللہ

① **آخرت میں کفار کا ایمان** یعنی اس وقت کہیں گے کہ ہمیں پیغمبر کی باتوں پر یقین آ گیا اب ہم ایمان لاتے ہیں۔ حالانکہ اب ایمان کیسا؟ وہ موقع دور گیا جب ایمان لا کر اپنے کو بچا سکتے تھے۔ اب ان کا ہاتھ اتنی دور کہاں پہنچ سکتا ہے جو وہاں سے ایمان کو اٹھا لائیں۔ مطلب یہ کہ ایمان مقبول و منجی وہ ہے جو موت سے پہلے اس دنیا میں حاصل ہو۔ آخرت میں تو آنکھوں سے دیکھ کر سب ہی کو یقین آ جائے گا اس میں کیا کمال ہوا۔

② **کفار کو جواب** یعنی پہلے جب ایمان لانے کا وقت تھا انکار پر تلے رہے اور یوں ہی اٹکل کے تیرے چلاتے رہے۔ دنیا میں رہ کر ہمیشہ بے تحقیق باتیں کیں۔ سچی اور تحقیقی باتوں کو قبول نہ کیا۔ اب پچھتانے سے کیا حاصل؟

③ **ابدی ناکامی** یعنی جس چیز کو آرزو رکھتے ہیں مثلاً ایمان مقبول یا نجات، یا دنیا کی طرف واپس جانا، یا دنیوی لذتیں اور عیش و آرام۔ ان چیزوں کے اور ان کفار کے درمیان سخت روک قائم کر دی گئی۔ کبھی ان تک نہیں پہنچ سکتے۔

④ یعنی پہلے جو اسی قماش کے لوگ گذرے ہیں جیسا معاملہ ان سے کیا گیا تھا ان سے بھی ہوا۔ کیونکہ وہ لوگ بھی ایسے ہی مہمل شبہات اور بیجا شک و تردد میں گھرے ہوئے تھے جو کسی طرح انکو چین نہ لینے دیتا۔ تھا تم سُوۡرَۃُ سَبَا

سورۃ فاطر

⑤ **حمد خالق وجود ہی کیلئے ہے** یعنی آسمان و زمین کو ابتداءً عدم سے نکال کر وجود میں لایا پہلے سے کوئی نمونہ اور تخلیق کا قانون موجود نہ تھا۔

⑥ یعنی بعض فرشتے انبیاء کے پاس اللہ کا پیغام لاتے ہیں اور بعض دوسرے جسمانی و روحانی نظام کی تدبیر و تشکیل پر مامور ہیں۔ فَالۡمُدَبِّرٰتِ اَمۡرًا

⑦ **فرشتوں کے پر** یعنی بعض فرشتوں کے دو بازو (یا دو پر) بعض کے تین بعض کے چار ہیں۔ ان بازوؤں اور پروں کی کیفیت کو اللہ ہی جانتا ہے یا جس نے دیکھے ہوں وہ کچھ بتلا سکیں۔

⑧ یعنی اللہ تعالیٰ جس مخلوق میں جو عضو اور جو صفت چاہے اپنی حکمت کے موافق بڑھا دے۔ فرشتوں کے دو، تین، چار بازو (یا پر) اسی نے بنائے چاہے تو بعض فرشتوں کے چار سے زیادہ بنا دے۔

حضرت جبرئیلؑ کے بازو چنانچہ حدیث میں ہے کہ حضرت جبرئیلؑ کے چھ سو بازو (یا پر) ہیں۔ اور جَاعِلِ الۡمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا سے یہ مت سمجھو کہ اللہ تعالیٰ پیغام ان وسائط کا محتاج ہے۔ ہرگز نہیں۔ وہ بذات خود ہر چیز پر قادر ہے۔ محض حکمت کی بناء پر یہ اسباب و وسائط کا سلسلہ قائم کیا ہے۔

لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ

لوگوں پر رحمت میں سے تو کوئی نہیں اس کو روکنے والا ﴿۱﴾ اور جو کچھ روک (تھام) رکھے

فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ ؕ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۲﴾

تو کوئی نہیں اس کو بھیجنے والا (پہنچانے والا) اس کے سوا اور وہی ہے زبردست حکمتوں والا ﴿۲﴾

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ

اے لوگو یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر کیا کوئی ہے

خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ؕ لَا إِلٰهَ

بنانے والا اللہ کے سوا روزی دیتا ہے تم کو آسمان سے اور زمین سے کوئی حاکم نہیں

إِلَّا هُوَ ۖ فَأَنّٰى تُؤْفَكُونَ ﴿۳﴾ وَإِنْ يُّكَذِّبُوكَ فَقَدْ

مگر وہ پھر کہاں الٹے جاتے ہو (جا رہے ہو) ﴿۳﴾ اور اگر تجھ کو جھٹلائیں تو

كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ؕ وَإِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿۴﴾

جھٹلائے گئے کتنے رسول تجھ سے پہلے اور اللہ تک پہنچتے ہیں سب کام ﴿۴﴾

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ

اے لوگو بے شک اللہ کا وعدہ ٹھیک ہے سو نہ بہکائے تم کو دنیا کی

الدُّنْيَا ٭ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُورُ ﴿۵﴾ إِنَّ الشَّيْطٰنَ

زندگانی اور نہ دغا دے تم کو اللہ کے نام سے وہ دغاباز تحقیق شیطان

لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا ؕ إِنَّمَا يَدْعُوا حِزْبَهٗ لِيَكُونُوا

تمہارا دشمن ہے سو تم بھی سمجھ رکھو اس کو دشمن وہ تو بلاتا ہے اپنے گروہ کو اسی واسطے کہ ہوں

رحمت جسمانی ہو مثلاً بارش، روزی وغیرہ یا روحانی جیسے انزال کتب و ارسال رسل۔ غرض اللہ جب لوگوں پر اپنی رحمت کا دروازہ کھولے، کون ہے جو بند کر سکے۔

یعنی اپنی حکمت بالغہ کے موافق جو کچھ کرنا چاہے فوراً کر گذرے ایسا زبردست ہے جسے کوئی نہیں روک سکتا۔

خالق ہی معبود ہو سکتا ہے یعنی مانتے ہو کہ پیدا کرنا اور روزی کے سامان بہم پہنچا کر زندہ رکھنا سب اللہ کے قبضہ اور اختیار میں ہے۔ پھر معبودیت کا استحقاق کسی دوسرے کو کدھر سے ہو گیا جو خالق و رازق حقیقی ہے وہ ہی معبود ہونا چاہئے۔

یعنی اس قدر سمجھانے اور حجت تمام کرنے کے بعد بھی یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں تو غم نہ کیجئے۔ انبیائے سابقین کے ساتھ بھی یہ ہی برتاؤ ہوا ہے۔ کوئی انوکھی بات نہیں۔ متعصب اور ضدی لوگ کبھی اپنی ہٹ سے باز نہیں آئے۔ ایسوں کا معاملہ خدا کے حوالہ کیجئے۔ وہیں پہنچ کر سب باتوں کا فیصلہ ہو جائے گا۔

مِنۡ اَصۡحٰبِ السَّعِیۡرِ ؕ﴿۶﴾ اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَہُمۡ عَذَابٌ

دوزخ والوں میں ﴿۶﴾ جو منکر ہوئے ان کو سخت

شَدِیۡدٌ ۬ؕ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّ

عذاب ہے اور جو یقین لائے اور کیے بھلے کام ان کے لیے ہے معافی اور

اَجۡرٌ کَبِیۡرٌ ٪﴿۷﴾ اَفَمَنۡ زُیِّنَ لَہٗ سُوۡٓءُ عَمَلِہٖ فَرَاٰہُ حَسَنًا ؕ

بڑا ثواب بھلا ایک شخص کہ بھلی سجھائی گئی اس کو اس کے کام کی برائی پھر دیکھا اس نے اس کو بھلا

فَاِنَّ اللّٰہَ یُضِلُّ مَنۡ یَّشَآءُ وَ یَہۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ ۫ۖ

کیونکہ اللہ بھٹکاتا ہے جس کو چاہے اور سجھاتا ہے جس کو چاہے

فَلَا تَذۡہَبۡ نَفۡسُکَ عَلَیۡہِمۡ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌۢ

سو تیرا جی (تیری جان) نہ جاتا رہے ان پر پچتا پچتا کر اللہ کو معلوم ہے

بِمَا یَصۡنَعُوۡنَ ﴿۸﴾ وَ اللّٰہُ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیۡرُ

جو کچھ کرتے ہیں ﴿۸﴾ اور اللہ ہے جس نے چلائی ہیں ہوائیں پھر وہ اٹھاتی (ابھارتی) ہیں

سَحَابًا فَسُقۡنٰہُ اِلٰی بَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَحۡیَیۡنَا بِہِ الۡاَرۡضَ

بادل کو پھر ہانک لے گئے ہم اس کو ایک مردہ دیس کی طرف پھر زندہ کر دیا ہم نے اس سے زمین کو

بَعۡدَ مَوۡتِہَا ؕ کَذٰلِکَ النُّشُوۡرُ ﴿۹﴾ مَنۡ کَانَ یُرِیۡدُ

اس کے مر جانے کے بعد اسی طرح ہوگا جی اٹھنا ﴿۹﴾ جس کو چاہیے

الۡعِزَّۃَ فَلِلّٰہِ الۡعِزَّۃُ جَمِیۡعًا ؕ اِلَیۡہِ یَصۡعَدُ الۡکَلِمُ

عزت تو اللہ کے لیے ہے ساری عزت ﴿۱۰﴾ اس کی طرف چڑھتا ہے کلام

ع ۱۴

◆ **شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے** | یعنی قیامت آنی ہے اور یقیناً سب کو اللہ تعالیٰ کی بڑی عدالت میں حاضر ہونا ہے۔ اس دنیا کی ٹیپ ٹاپ اور فانی عیش و بہار پر نہ پھولو اور اس مشہور دغاباز شیطان کے دھوکہ میں مت آؤ، وہ تمہارا ازلی دشمن ہے۔ کبھی اچھا مشورہ نہ دے گا۔ یہی کوشش کرے گا کہ اپنے ساتھ تم کو بھی دوزخ میں پہنچا کر چھوڑے طرح طرح کی باتیں بنا کر خدا اور آخرت کی طرف سے غافل کرتا رہے گا۔ چاہئے کہ تم دشمن کو دشمن سمجھو اس کی بات نہ مانو۔ اس پر ثابت کر دو کہ ہم تیری مکاری کے جال میں پھنسنے والے نہیں۔ خوب سمجھتے ہیں کہ تو دوستی کے لباس میں بھی دشمنی کرتا ہے۔

◆ **نیک اور بد برابر نہیں** | یعنی شیطان نے جس کی نگاہ میں برے کام کو بھلا کر دکھایا۔ کیا وہ شخص اس کے برابر ہو سکتا ہے جو خدا کے فضل سے بھلے برے کی تمیز رکھتا ہے۔ نیکی کو نیکی اور بدی کو بدی سمجھتا ہے۔ جب دونوں برابر نہیں ہو سکتے تو انجام دونوں کا یکساں کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور یہ خیال نہ کرو کہ کوئی آدمی دیکھتی آنکھوں برائی کو بھلائی کیونکر سمجھ لے گا۔ اللہ جس کو سوءِ استعداد اور سوءِ اختیار کی بناء پر بھٹکانا چاہے اس کی عقل اسی طرح اوندھی ہو جاتی ہے اور جس کو حسن استعداد اور حسن اختیار کی وجہ سے ہدایت پر لانا چاہے تب کسی شیطان کی طاقت نہیں جو اسے غلط راستے پر ڈال سکے یا الٹی بات سجھا دے۔ بہر حال جو شخص شیطانی اغواء سے برائی کو بھلائی، بدی کو نیکی اور زہر کو تریاق سمجھ لے کیا اس کے سیدھے راستہ پر آنے کی کچھ توقع ہو سکتی ہے؟ جب نہیں ہو سکتی اور سلسلہ ہدایت وضلالت کا سب اللہ کی مشیت وحکمت کے تابع ہے۔ تو آپ ان معاندین کے غم میں اپنے کو کیوں گھلاتے ہیں، اس حسرت میں کہ یہ بد بخت اپنے فائدہ کی بات کو کیوں قبول نہیں کرتے۔ کیا آپ اپنی جان دے بیٹھیں گے۔ آپ ان کا قصہ ایک طرف کیجئے۔ اللہ ان کی سب کرتوت جانتا ہے۔ وہ خود ان کا بھگتان کر دے گا۔ آپ دلگیر و غمگین نہ ہوں۔

◆ **بارش اور بادل سے نشر پر استدلال** | اللہ کے حکم سے ہوائیں بادلوں کو اٹھا کر لاتی ہیں اور جس ملک کا رقبہ مردہ پڑا تھا۔ یعنی کھیتی و سبزہ کچھ نہ تھا، چاروں طرف خاک اڑ رہی تھی، بارش کے پانی سے اس میں جان پڑ جاتی ہے۔ اسی طرح سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ تم کو بھی مرے پیچھے جلا کر کھڑا کر دے گا۔ روایات میں ہے کہ جب اللہ مردوں کو زندہ کرنا چاہے گا۔ عرش کے نیچے سے ایک (خاص قسم کی) بارش ہوگی جس کا پانی پڑتے ہی مردے اس طرح جی اٹھیں گے جیسے ظاہری بارش ہونے پر دانہ زمین سے اُگ آتا ہے۔ مزید تفصیل روایات میں دیکھنی چاہئے۔

◆ **عزت اللہ کی اطاعت میں ہے** | کفار نے دوسرے معبود اس لئے ٹھہرائے تھے کہ اللہ کے ہاں ان کی عزت ہوگی۔ "وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا" (مریم۔ رکوع ۵) اور بہت لوگ مسلمانوں کو چھوڑ کر کفار سے دوستانہ کرتے تھے کہ اس سے ان کی عزت بنی رہے گی۔ "اَلَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا" (نسآء۔ رکوع ۲۰) اس قسم کے لوگوں کو بتلایا کہ جو شخص دنیا و آخرت کی عزت چاہے، چاہئے کہ اللہ سے طلب کرے کہ عزیز مطلق تو وہ ہے، اسی کی فرمانبرداری اور یادگاری سے اصلی عزت میسر آتی ہے۔ تمام عزتوں کا مالک وہی اکیلا ہے۔ جس کسی کو عزت ملی یا ملے گی اسی کے خزانہ سے ملی ہے یا ملے گی۔

الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ ؕ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ

ستھرا ❶ اور کام نیک اس کو اٹھا لیتا ہے ❷ اور جو لوگ داؤ میں ہیں

السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ

برائیوں کے ان کے لیے سخت عذاب ہے اور ان کا داؤ ہے

يَبُوْرُ ﴿۱۰﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ

ٹوٹنے کا ❸ اور اللہ نے تم کو بنایا مٹی سے پھر بوند پانی سے پھر

جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ؕ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا

بنایا تم کو جوڑے جوڑے اور نہ پیٹ رہتا ہے کسی مادہ کو اور نہ وہ جنتی ہے

بِعِلْمِهٖ ؕ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ

بن خبر اس کے ❹ اور نہ عمر پاتا ہے کوئی بڑی عمر والا اور نہ گھٹتی ہے کسی کی عمر

اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۱۱﴾ وَمَا

مگر لکھا ہے کتاب میں بے شک یہ اللہ پر آسان ہے ❺ اور

يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ۖ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ

برابر نہیں دو دریا یہ میٹھا ہے پیاس بجھاتا ہے خوشگوار

وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ؕ وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّ

اور یہ کھارا کڑوا اور دونوں میں سے کھاتے ہو گوشت تازہ اور

تَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ

نکالتے ہو گہنا جس کو پہنتے ہو ❻ اور تو دیکھے جہازوں کو اس میں

◆۱◆ **کلام طیب کی فضیلت** | ستھرا کلام ہے ذکر اللہ، دعاء، تلاوۃ القرآن، علم و نصیحت کی باتیں، یہ سب چیزیں بارگاہ رب العزت کی طرف چڑھتی ہیں اور قبول و اعتناء کی عزت حاصل کرتی ہیں۔

◆۲◆ **عمل صالح کی رفعت و بلندی** | ستھرے کلام (ذکر اللہ وغیرہ) کا ذاتی اقتضاء ہے اوپر چڑھنا۔ اس کے ساتھ دوسرے اعمال صالحہ ہوں تو وہ اس کو سہارا دے کر اور زیادہ ابھارتے اور بلند کرتے رہتے ہیں۔ اچھے کلام کو بدون اچھے کاموں کے پوری رفعت شان حاصل نہیں ہوتی۔ بعض مفسرین نے وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ کی ضمیروں کا مرجع بدل کر یہ معنی لیے ہیں کہ ستھرا کلام اچھے کام کو اونچا اور بلند کرتا ہے۔ یہ بھی درست ہے اور بعض نے يَرْفَعُ کی ضمیر اللہ کی طرف لوٹائی ہے یعنی اللہ عمل صالح کو بلند کرتا اور معراج قبول پر پہنچاتا ہے۔ بہر حال غرض یہ ہے کہ بھلے کام اور اچھے کلام دونوں علو و رفعت کو چاہتے ہیں۔ لہٰذا جو شخص اللہ تعالیٰ سے عزت کا طالب ہو وہ ان چیزوں کے ذریعہ سے حاصل کرے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یعنی عزت اللہ کے ہاتھ ہے۔ تمہارے ذکر اور بھلے کام چڑھتے جاتے ہیں۔ جب اپنی حد کو پہنچیں گے تب بدی پر (پورا) غلبہ (حاصل) کریں گے۔ کفر دفع ہوگا، اسلام کو عزت ہوگی۔" مکاروں کے سب داؤ گھات باطل اور بیکار ہو کر رہ جائیں گے۔

◆۳◆ **مکاروں کیلئے عذاب** | یعنی جو لوگ بری تدبیریں سوچتے اور حق کے خلاف داؤ گھات میں رہتے ہیں آخر ناکام ہو کر خسارہ اٹھائیں گے۔ دیکھو قریش نے "دار الندوہ" میں بیٹھ کر حضورؐ کو قید کرنے یا قتل کرنے یا وطن سے نکالنے کے مشورے کیے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ "جنگ بدر" کے موقع پر وہ ہی لوگ وطن سے نکلے، مسلمانوں کے ہاتھوں سے قتل ہوئے اور قلیب بدر میں ہمیشہ کے لئے قید کر دیئے گئے۔

◆۴◆ **انسان کی تخلیق** | یعنی آدم کو مٹی سے پھر اس کی اولاد کو پانی کی بوند سے پیدا کیا۔ پھر مرد و عورت کے جوڑے بنا دیئے جس سے نسل پھیلی۔ اس درمیان میں استقرار حمل سے لے کر بچہ کی پیدائش تک جو دور اور اطوار گذرے سب کی خبر خدا ہی کو ہے۔ ماں باپ بھی نہیں جانتے کہ اندر کیا کیا صورتیں پیش آئیں۔

◆۵◆ **ہر شے کی عمر پہلے سے لکھی ہوئی ہے** | یعنی جس کی جتنی عمر ہے لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے اور جو اسباب عمر کے گھٹنے بڑھنے کے ہیں یا یہ کہ کون عمر طبعی کو پہنچے گا کون نہیں، سب اللہ کے علم میں ہے اور اللہ کو ان جزئیات پر احاطہ رکھنا بندوں کی طرح کچھ مشکل نہیں۔ اس کو تو تمام ماکان و مایکون، جزئی، کلی، اور غیب و شہادت کا علم ازل سے حاصل ہے۔ اس کو اپنے اوپر قیاس نہ کرو۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "ہر کام سہج سہج ہوتا ہے جیسے آدمی کا بننا" اور اپنی عمر مقدر کو پہنچنا اسی طرح سمجھ لو اسلام بتدریج بڑھے گا اور آخر کار کفر کو مغلوب و مقہور کر کے چھوڑے گا۔

◆۶◆ **کفر اور اسلام کی مثال مظاہر فطرت سے** | اوپر سے دلائل توحید اور شواہد قدرت بیان ہوتے آرہے ہیں۔ اسی کے ضمن میں لطیف اشارے اسلام کے غلبہ کی طرف بھی ہوتے جاتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی کفر اور اسلام برابر نہیں خدا کفر کو مغلوب ہی کرے گا اگرچہ تم کو دونوں سے فائدہ ملے گا۔ مسلمانوں سے قوت دین اور کافروں سے جزیہ خراج اور گوشت میٹھے کھاری دونوں دریاؤں سے نکلتا ہے یعنی مچھلی۔ اور گہنا (زیور) یعنی موتی، مونگا اور جواہر اکثر کھاری سے نکلتے ہیں۔"

مَوَاخِرَ لِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِهٖ وَلَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ﴿۱۲﴾

کہ چلتے ہیں پانی کو پھاڑتے تاکہ تلاش کرو اس کے فضل سے اور تاکہ تم حق مانو ◆

يُوۡلِجُ الَّيۡلَ فِى النَّهَارِ وَيُوۡلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيۡلِ ۙ وَ

رات گھساتا ہے دن میں اور دن گھساتا ہے رات میں اور

سَخَّرَ الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجۡرِىۡ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ

کام میں لگادیا سورج اور چاند کو ہر ایک چلتا ہے ایک مقرر وعدہ تک ◆

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمۡ لَهُ الۡمُلۡكُ ؕ وَالَّذِيۡنَ تَدۡعُوۡنَ

یہ اللہ ہے تمہارا رب اسی کے لیے بادشاہی ہے اور جن کو تم پکارتے ہو

مِنۡ دُوۡنِهٖ مَا يَمۡلِكُوۡنَ مِنۡ قِطۡمِيۡرٍ ؕ ﴿۱۳﴾ اِنۡ تَدۡعُوۡهُمۡ

اس کے سوا وہ مالک نہیں کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کے ◆ اگر تم ان کو پکارو

لَا يَسۡمَعُوۡا دُعَآءَكُمۡ ۚ وَلَوۡ سَمِعُوۡا مَا اسۡتَجَابُوۡا لَكُمۡ ؕ

سنیں نہیں تمہاری پکار اور اگر سنیں پہنچیں نہیں (پہنچ نہ سکیں) تمہارے کام کو

وَيَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ يَكۡفُرُوۡنَ بِشِرۡكِكُمۡ ؕ وَلَا يُنَبِّئُكَ

اور قیامت کے دن منکر ہوں گے تمہارے شریک ٹھہرانے سے ◆ اور کوئی نہ بتلائے گا تجھ کو

مِثۡلُ خَبِيۡرٍ ﴿۱۴﴾ ع يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنۡتُمُ الۡفُقَرَآءُ اِلَى

جیسا بتلائے خبر رکھنے والا ◆ اے لوگو تم ہو محتاج

اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الۡغَنِىُّ الۡحَمِيۡدُ ﴿۱۵﴾ اِنۡ يَّشَاۡ يُذۡهِبۡكُمۡ وَ

اللہ کی طرف اور اللہ وہی ہے بے پرواہ سب تعریفوں والا ◆ اگر چاہے تم کو لے جائے اور

۱ **بحری جہاز** | اکثر بڑی بڑی تجارتیں جہازوں کے ذریعہ سے ہوتی ہیں۔ان سے جو منافع حاصل ہوں یہ ہی اللہ کا فضل ہے۔ان تمام انعامات پر انسان کو چاہئے مالک کا شکر ادا کرے۔

۲ **لیل ونہار کے تغیرات** | یہ مضمون پہلے کئی جگہ گذر چکا ہے۔حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ''یعنی رات دن کی طرح کبھی کفر غالب ہے کبھی اسلام۔اور سورج چاند کی طرح ہر چیز کی مدت بندھی ہے۔دیر سویر نہیں ہوتی۔'' حق کا نمایاں غلبہ اپنے وقت پر ہوگا۔

۳ **باطل معبودوں کی حقیقت** | یعنی جس کی صفات وشئون اوپر بیان ہوئیں حقیقت میں یہ ہے تمہارا سچا پروردگار اور کل زمین وآسمان کا بادشاہ۔باقی جنہیں تم خدا قرار دے کر پکارتے ہو۔وہ مسکین بادشاہ تو کیا ہوتے کھجور کی گٹھلی پر جو باریک جھلی سی ہوتی ہے اس کے بھی مالک نہیں۔

۴ یعنی جن معبودوں کا سہارا ڈھونڈتے ہو وہ تمہاری پکار نہیں سنتے اور توجہ کرتے بھی تو کچھ کام نہ آسکتے۔ بلکہ قیامت کے دن تمہاری مشرکانہ حرکات سے علانیہ بیزاری کا اظہار کریں گے اور بجائے مددگار بننے کے دشمن ثابت ہونگے۔

۵ **اللہ ہی سچی خبر دینے والا ہے** | یعنی اللہ سے زیادہ احوال کون جانے وہ ہی فرماتا ہے کہ یہ شریک غلط ہیں جو کچھ کام نہیں آسکتے ایسی ٹھیک اور پکی باتیں اور کون بتلائے گا۔

۶ **تمام انسان اللہ کے محتاج ہیں** | یعنی سب لوگ اسی اللہ کے محتاج ہیں جسے کسی کی احتیاج نہیں کیونکہ تمام خوبیاں اور کمالات اس کی ذات میں جمع ہیں۔پس وہ ہی مستحق عبادت واستعانت کا ہوا۔

بِاَتِ بِخَلۡقٍ جَدِيۡدٍ ﴿۱۶﴾ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيۡزٍ ﴿۱۷﴾

لے آئے ایک نئی خلقت — اور یہ بات اللہ پر — مشکل نہیں ۱

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰى ؕ وَاِنۡ تَدۡعُ مُثۡقَلَةٌ

اور نہ اٹھائے گا کوئی اٹھانے والا — بوجھ دوسرے کا — اور اگر پکارے — کوئی بوجھل

اِلٰى حِمۡلِهَا لَا يُحۡمَلۡ مِنۡهُ شَىۡءٌ وَّلَوۡ كَانَ ذَا قُرۡبٰى ؕ

اپنا بوجھ بٹانے کو — کوئی نہ اٹھائے اس میں سے ذرا بھی — اگرچہ ہو قرابتی ۲

اِنَّمَا تُنۡذِرُ الَّذِيۡنَ يَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَيۡبِ وَاَقَامُوا

تو تو ڈر سنا دیتا ہے ان کو (انہی کو) — جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے — بن دیکھے — اور قائم رکھتے ہیں

الصَّلٰوةَ ؕ وَمَنۡ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفۡسِهٖ ؕ وَاِلَى

نماز ۳ — اور جو کوئی سنورے گا — تو یہی ہے کہ سنورے گا اپنے فائدہ کو — اور

اللّٰهِ الۡمَصِيۡرُ ﴿۱۸﴾ وَمَا يَسۡتَوِى الۡاَعۡمٰى وَالۡبَصِيۡرُ ﴿۱۹﴾

اللہ کی طرف ہے سب کو پھر جانا ۴ — اور برابر نہیں — اندھا — اور دیکھتا

وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوۡرُ ﴿۲۰﴾ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الۡحَرُوۡرُ ﴿۲۱﴾

اور نہ اندھیرا — اور نہ اجالا — اور نہ سایہ — اور نہ لو

وَمَا يَسۡتَوِى الۡاَحۡيَآءُ وَلَا الۡاَمۡوَاتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُسۡمِعُ

اور برابر نہیں — جیتے (زندے) — اور نہ مردے ۵ — اللہ سناتا ہے

مَنۡ يَّشَآءُ ۚ وَمَاۤ اَنۡتَ بِمُسۡمِعٍ مَّنۡ فِى الۡقُبُوۡرِ ﴿۲۲﴾ اِنۡ اَنۡتَ

جس کو چاہے — اور تو نہیں سنانے والا — قبر میں پڑے ہوؤں کو — تو تو

۱ یعنی تم نہ مانو تو وہ قادر ہے کہ تم کو ہٹا کر دوسری خلقت آباد کر دے جو بہمہ وجوہ اس کی فرمانبردار اور اطاعت گذار ہو، جیسے آسمانوں پر فرشتے اور ایسا کرنا اللہ کو کچھ مشکل نہیں، لیکن اس کی حکمت کا اقتضاء یہ ہے کہ زمین پر یہ سب سلسلے چلتے رہیں۔ اور آخر میں ہر ایک اپنے نیک و بد عمل کا بدلہ پائے تا اس طرح اس کی تمام صفات کا ظہور ہو۔

۲ **قیامت میں ہر شخص اپنا بوجھ اٹھائے گا** | یعنی نہ کوئی از خود دوسرے کا بوجھ اپنے سر رکھے گا کہ اس کے گناہ اپنے اوپر لے لے اور نہ دوسرے کے پکارنے پر اس کا کچھ ہاتھ بٹا سکے گا خواہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ سب کو نفسی نفسی پڑی ہو گی۔ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت ہی سے بیڑا پار ہو گا۔

۳ یعنی آپ کے ڈرانے سے وہ ہی اپنا رویہ درست کر کے نفع اٹھائے گا جو خدا سے بن دیکھے ڈرتا ہے اور ڈر کر اس کی بندگی میں لگا رہتا ہے۔ جس کے دل میں خدا کا خوف ہی نہ ہو وہ ان دھمکیوں سے کیا متاثر ہو گا۔

۴ یعنی آپ کی نصیحت سن کر جو شخص مان لے اور اپنا حال درست کر لے تو کچھ آپ پر یا خدا پر احسان نہیں بلکہ اسی کا فائدہ ہے اور یہ فائدہ پوری طرح اس وقت ظاہر ہو گا جب سب اللہ کے ہاں لوٹ کر جائیں گے۔

۵ **مومن اور کافر برابر نہیں** | یعنی مومن جس کو اللہ نے دل کی آنکھیں دی ہیں، حق کے اجالے اور وحی الٰہی کی روشنی میں بے کھٹکے راستہ قطع کرتا ہوا جنت کے باغوں اور رحمت الٰہی کے سایہ میں جا پہنچتا ہے۔ کیا اس کی برابری وہ کافر کر سکے گا جو دل کا اندھا اوہام واہواء کی اندھیریوں میں بھٹکتا ہوا جہنم کی آگ اور اس کی جھلس دینے والی لوؤں کی طرف بے تحاشا چلا جا رہا ہے۔ ہرگز نہیں۔ ایسا ہو تو یوں سمجھو کہ مردہ اور زندہ برابر ہو گیا۔ فی الحقیقت مومن و کافر میں اس سے بھی زیادہ تفاوت ہے جو ایک زندہ تندرست آدمی اور مردہ لاش میں ہوتا ہے، اصل اور دائمی زندگی صرف روح ایمان سے ملتی ہے۔ بدون اس کے انسان کو ہزار مردوں سے بدتر مردہ سمجھنا چاہیے۔

إِلَّا نَذِيرٌ ﴿٢٣﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۚ وَإِن

بس ڈر کی خبر پہنچانے والا ہے ۱ ہم نے بھیجا ہے تجھ کو سچا دین دے کر خوشی اور ڈر سنانے والا اور کوئی

مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ﴿٢٤﴾ وَإِن يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ

فرقہ نہیں جس میں نہیں ہو چکا کوئی ڈر سنانے والا ۲ اور اگر وہ تجھ کو جھٹلائیں تو

كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ

آگے جھٹلا چکے ہیں جو لوگ کہ ان سے پہلے تھے پہنچے ان کے پاس رسول ان کے لے کر کھلی باتیں

وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ أَخَذْتُ الَّذِينَ

اور صحیفے اور روشن کتاب ۳ پھر پکڑا میں نے

كَفَرُوا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿٢٦﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنزَلَ

منکروں کو سو (تو) کیسا ہوا انکار میرا ۴ کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نے اتارا

ع ۳ ۱۲ ۱۵

مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ ثَمَرَاتٍ مُّخْتَلِفًا

آسمان سے پانی پھر ہم نے نکالے اس سے میوے طرح طرح کے

أَلْوَانُهَا ۚ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِيضٌ وَحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ

ان کے رنگ ۵ اور پہاڑوں میں گھاٹیاں ہیں سفید اور سرخ طرح طرح کے

أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ ﴿٢٧﴾ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَابِّ

ان کے رنگ اور بھجنگے کالے ۶ اور آدمیوں میں اور کیڑوں (جانوروں) میں

وَالْأَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ كَذَٰلِكَ ۗ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ

اور چوپاؤں میں کتنے رنگ ہیں اسی طرح ۷ اللہ سے ڈرتے وہی

۱ **اللہ مردوں کو بھی سنا سکتا ہے** یعنی اللہ چاہے تو مردوں کو بھی سنا دے یہ قدرت اوروں کو نہیں۔ اسی طرح سمجھ لو کہ پیغمبر کا کام خبر پہنچانا اور بھلے برے سے آگاہ کر دینا ہے۔ کوئی مردہ دل کافر ان کی بات نہ سنے تو یہ انکے بس کی بات نہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یعنی سب خلق برابر نہیں جنہیں ایمان دینا ہے ان ہی کو ملے گا۔ تو بہتیری آرزو کرے تو کیا ہوتا ہے۔ اور یہ جو فرمایا۔ "نہ اندھیرا نہ اجالا" یعنی نہ اندھیرا برابر اجالے کے اور نہ اجالا برابر اندھیرے کے (یہ "لا" کی تکریر کا فائدہ بتلا دیا) اور فرمایا "تو نہیں سنانے والا قبر میں پڑے ہوؤں کو۔" حدیث میں آیا کہ مردوں سے سلام علیک کرو۔ اور بہت جگہ مردوں کو خطاب کیا ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ مردے کی روح سنتی ہے اور قبر میں پڑا ہے دھڑ، وہ نہیں سنتا۔" یہ بحث پہلے سورۂ "نمل" کے آخر میں گذر چکی وہاں دیکھ لیا جائے۔

۲ **بشیر و نذیر** ڈر سنانے والا خواہ نبی ہو یا نبی کا قائم مقام جو اس کی راہ کی طرف بلائے۔ اس کے متعلق سورۂ "نمل" کے چوتھے رکوع میں کچھ لکھا جا چکا ہے۔

۳ یعنی روشن تعلیمات یا کھلے کھلے معجزات لے کر آئے۔ نیز ان میں سے بعض کو مختصر چھوٹے صحیفے دیئے گئے بعض کو بڑی مفصل کتابیں۔

۴ یعنی جب تکذیب سے باز نہ آئے تو دیکھ لو انجام کیا ہوا وہ ہی تمہارا بھی ہو سکتا ہے۔

۵ **مظاہرہ قدرت** یعنی قسم قسم کے میوے۔ پھر ایک قسم میں رنگ برنگ کے پھل پیدا کئے۔ ایک زمین، ایک پانی اور ایک ہوا سے اتنی مختلف چیزیں پیدا کرنا عجیب و غریب قدرت کو ظاہر کرتا ہے۔

۶ یعنی سفید بھی کئی درجے (کوئی بہت زیادہ سفید کوئی کم کوئی اس سے کم) اور سرخ بھی کئی درجے اور کالے بھجنگے یعنی بہت گہرے سیاہ کوے کے پر کی طرح۔

۷ **مخلوقات کے مختلف رنگ** یہ سب بیان ہے قدرت کی نیرنگیوں کا۔ پس جس طرح نباتات، جمادات، اور حیوانات میں رنگ برنگ کی مخلوق ہے، انسانوں میں بھی ہر ایک کی طرح جدا ہے۔ مومن اور کافر ایک دوسرا سا ہو جائے اور سب انسان ایک ہی رنگ اختیار کر لیں یہ کب ہو سکتا ہے۔ اس میں حضرت ﷺ کو تسلی دے دی کہ لوگوں کے اختلاف سے غمگین نہ ہوں۔

مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ﴿٢٨﴾ اِنَّ

ہیں اس کے بندوں میں — جن کو سمجھ ہے — تحقیق اللہ زبردست ہے بخشنے والا ۞ —

الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا

لوگ پڑھتے ہیں کتاب اللہ — اور سیدھی (قائم رکھتے ہیں) کرتے ہیں نماز — اور خرچ کرتے ہیں —

مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ

ہمارا دیا ہوا — چھپے (چھپا کر) اور کھلے (کھول کر) — امیدوار ہیں ایک بیوپار (سوداگری) کے — جس میں

تَبُوْرَ ﴿٢٩﴾ لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۗ

ٹوٹا نہ ہو ۞ — تاکہ پورا دے ان کو ثواب ان کا — اور زیادہ دے — اپنے فضل سے

اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿٣٠﴾ وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ

تحقیق وہ ہے بخشنے والا قدردان ۞ — اور جو ہم نے تجھ پر اتاری

الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ

کتاب — وہی ٹھیک ہے — تصدیق کرنے (سچا بتلانے) والی اپنے سے اگلی کتابوں کی — بیشک اللہ

بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿٣١﴾ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ

اپنے بندوں سے — خبردار ہے دیکھنے والا ۞ — پھر ہم نے وارث کیے کتاب کے — وہ لوگ

اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ

جن کو چن لیا ہم نے — اپنے بندوں سے — پھر کوئی ان میں برا کرتا ہے اپنی جان کا (اپنا) — اور کوئی ان میں سے

مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۗ ذٰلِكَ

بیچ کی چال پر — اور کوئی ان میں آگے بڑھ گیا ہے لیکر خوبیاں — اللہ کے حکم سے — یہی ہے

اللہ سے ڈرنے والے علماء ہی ہیں یعنی بندوں میں منکر بھی ہیں اور اللہ سے ڈرنے والے بھی مگر ڈرتے وہ ہی ہیں جو اللہ کی عظمت و جلال، آخرت کے بقاء و دوام، اور دنیا کی بے ثباتی کو سمجھتے ہیں اور اپنے پروردگار کے احکام و ہدایات کا علم حاصل کر کے مستقبل کی فکر رکھتے ہیں۔ جس میں یہ سمجھ اور علم جس درجہ کا ہوگا اسی درجہ میں وہ خدا سے ڈرے گا۔ جس میں خوف خدا نہیں وہ فی الحقیقت عالم کہلانے کا مستحق نہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی سب آدمی ڈرنے والے نہیں۔ اللہ سے ڈرنا سمجھ والوں کی صفت ہے اور اللہ کا معاملہ بھی دو طرح ہے وہ زبردست بھی ہے کہ ہر خطا پر پکڑے، اور غفور بھی کہ گنہگار کو بخشے۔" پس دونوں حیثیت سے بندے کو ڈرنا چاہئے۔ کیونکہ نفع و ضرر دونوں اسی کے قبضہ میں ہوئے تو جب چاہے نفع کو روک لے اور ضرر لاحق کر دے۔

نفع بخش تجارت کے اُمیدوار یعنی جو اللہ سے ڈر کر اس کی باتوں کو مانتے اور اس کی کتاب کو عقیدت کے ساتھ پڑھتے ہیں نیز بدنی و مالی عبادات میں کوتاہی نہیں کرتے وہ حقیقت میں ایسے زبردست بیوپار کے امیدوار ہیں جس میں خسارے اور ٹوٹے کا کوئی احتمال نہیں۔ بلاشبہ جب خدا خود ان کے اعمال کا خریدار ہو تو اس امید میں یقیناً حق بجانب ہیں۔ نقصان کا اندیشہ کسی طرف سے نہیں ہو سکتا۔ از سرتاپا نفع ہی نفع ہے۔

یعنی بہت سے گناہ معاف فرماتا ہے اور تھوڑی سی طاعت کی قدر کرتا ہے اور ضابطہ سے جو ثواب ملنا چاہئے۔ بطور بخشش اس سے زیادہ دیتا ہے۔

یعنی بندوں کے احوال کو خوب جانتا ہے۔ ٹھیک موقع پر یہ کتاب اتاری۔

هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿٣٢﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا

بڑی بزرگی ◆ باغ ہیں بسنے کے جن میں وہ جائیں گے

يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ

وہاں ان کو گہنا پہنایا جائے گا کنگن سونے کے اور موتی کے اور ان کی پوشاک

فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿٣٣﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَذْهَبَ عَنَّا

وہاں ریشمی ہے ◆ اور کہیں گے شکر اللہ کا جس نے دور کیا ہم سے

الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ۙ﴿٣٤﴾ الَّذِیْٓ اَحَلَّنَا

غم بے شک ہمارا رب بخشنے والا قدردان ہے ◆ جس نے اتارا ہم کو

دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا

آباد رہنے کے گھر میں اپنے فضل سے نہ پہنچے ہم کو اس میں مشقت اور نہ

يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ ﴿٣٥﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ

پہنچے ہم کو اس میں تھکنا ◆ اور جو لوگ منکر ہیں ان کے لیے ہے آگ دوزخ کی

لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ

نہ ان پر حکم پہنچے کہ مر جائیں اور نہ ان پر ہلکی ہو وہاں کی

عَذَابِهَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِیْ كُلَّ كَفُوْرٍ ﴿٣٦﴾ وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ

کچھ کلفت یہ سزا دیتے ہیں ہم ہر ناشکر کو ◆ اور وہ چلائیں

فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِیْ كُنَّا

اس میں اے رب ہم کو نکال کہ ہم بھی بھلا کام کریں وہ نہیں جو

قرآن کے ورثاء یعنی پیغمبر کے بعد اس کتاب کا وارث اس امت کو بنایا جو بحیثیت مجموعی تمام امتوں سے بہتر و برتر ہے۔ ہاں امت کے سب افراد یکساں نہیں۔ ان میں وہ بھی ہیں جو باوجود ایمان صحیح کے گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں (یہ "ظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ" ہوئے) اور وہ بھی ہیں جو میانہ روی سے رہتے ہیں۔ نہ گناہوں میں منہمک، نہ بڑے بزرگ اور ولی۔ (ان کو "مُقْتَصِدٌ" فرمایا) اور ایک وہ کامل بندے جو اللہ کے فضل و توفیق سے آگے بڑھ بڑھ کر نیکیاں سمیٹتے اور تحصیل کمال میں مقتصدین سے آگے نکل جاتے ہیں۔ وہ مستحب چیزوں کو بھی نہیں چھوڑتے۔ اور گناہ کے خوف سے مکروہ تنزیہی بلکہ بعض مباحات تک سے پرہیز کرتے ہیں۔ اعلیٰ درجہ کی بزرگی اور فضیلت تو ان کو ہے۔ ویسے چنے ہوئے بندوں میں ایک حیثیت سے سب کو شمار کیا۔ کیونکہ درجہ بدرجہ بہشتی سب ہیں۔ گنہگار بھی اگر مومن ہے تو بہر حال کسی نہ کسی وقت ضرور جنت میں جائے گا۔ حدیث میں فرمایا کہ ہمارا گنہگار معاف ہے یعنی آخر کار معافی ملے گی۔ اور میانہ سلامت ہے اور آگے بڑھے۔ سو سب سے آگے بڑھے اللہ کریم ہے اس کے یہاں بخل نہیں۔

اہل جنت کیلئے سونے کے کنگن اور ریشمی لباس سونا اور ریشم مسلمان مردوں کے لئے وہاں ہے۔ حضورؐ نے فرمایا جو کوئی (مرد) ریشمین (کپڑا) پہنے دنیا میں، نہ پہنے آخرت میں۔

یعنی دنیا کا اور محشر کا غم دور کیا۔ گناہ بخشے اور از راہ قدر دانی طاعت قبول فرمائی۔

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "رہنے کا گھر اس سے پہلے کوئی نہ تھا ہر جگہ چل چلاؤ اور روزی کا غم، دشمنوں کا ڈر، اور رنج و مشقت، وہاں پہنچ کر سب کافور ہو گئے۔"

اہل دوزخ کا حال نہ کفار کو جہنم میں موت آئے گی کہ اسی سے تکالیف کا خاتمہ ہو جائے اور نہ عذاب کی تکلیف کسی وقت ہلکی ہوگی۔ ایسے ناشکروں کی ہمارے یہاں یہی سزا ہے۔

نَعۡمَلُ ؕ اَوَلَمۡ نُعَمِّرۡكُمۡ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيۡهِ مَنۡ تَذَكَّرَ وَ

کرتے رہے ﴿۱﴾ کیا ہم نے عمر نہ دی تھی تم کو اتنی کہ جس میں سوچ لے جس کو سوچنا ہو اور

جَآءَكُمُ النَّذِيۡرُ ؕ فَذُوۡقُوۡا فَمَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ نَّصِيۡرٍ ﴿۳۷﴾ ع

پہنچا تمہارے پاس ڈرانے والا (ڈر سنانے) اب چکھو کہ کوئی نہیں گنہگاروں کا مددگار ﴿۲﴾

اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيۡبِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ اِنَّهٗ عَلِيۡمٌۢ

اللہ بھید جاننے والا ہے آسمانوں کا اور زمین کا اس کو خوب معلوم ہے

بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ﴿۳۸﴾ هُوَ الَّذِىۡ جَعَلَكُمۡ خَلٰٓـئِفَ فِى

جو بات ہے دلوں میں ﴿۳﴾ وہی ہے جس نے کیا تم کو قائم مقام

الۡاَرۡضِ ؕ فَمَنۡ كَفَرَ فَعَلَيۡهِ كُفۡرُهٗ ؕ وَلَا يَزِيۡدُ الۡكٰفِرِيۡنَ

زمین میں ﴿۴﴾ پھر جو کوئی ناشکری کرے تو اس پر پڑے اس کی ناشکری اور منکروں کو نہ بڑھے گی

كُفۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ اِلَّا مَقۡتًا ۚ وَلَا يَزِيۡدُ الۡكٰفِرِيۡنَ

ان کے انکار (کفر) سے ان کے رب کے سامنے مگر بیزاری اور منکروں کو نہ بڑھے گا

كُفۡرُهُمۡ اِلَّا خَسَارًا ﴿۳۹﴾ قُلۡ اَرَءَيۡتُمۡ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيۡنَ

ان کے انکار (کفر) سے مگر نقصان ﴿۵﴾ تو کہہ بھلا دیکھو تو اپنے شریکوں کو جن کو

تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ؕ اَرُوۡنِىۡ مَاذَا خَلَقُوۡا مِنَ

پکارتے ہو اللہ کے سوا دکھلاؤ تو مجھ کو کیا بنایا انہوں نے

الۡاَرۡضِ اَمۡ لَهُمۡ شِرۡكٌ فِى السَّمٰوٰتِ ۚ اَمۡ اٰتَيۡنٰهُمۡ كِتٰبًا

زمین میں یا کچھ ان کا ساجھا ہے آسمانوں میں ﴿۶﴾ یا ہم نے دی ہے ان کو کوئی کتاب

۱ **اہلِ دوزخ کی فریاد** | یعنی اس وقت تو اسی کو بھلا سمجھتے تھے پر اب وہ کام نہ کریں گے۔ ذرا دوزخ سے نکال دیجئے تو ہم خوب نیکیاں سمیٹ کر لائیں اور فرمانبردار بن کر حاضر ہوں۔

۲ **حق تعالیٰ کا جواب** | یہ جواب دوزخیوں کو دیا جائے گا۔ یعنی ہم نے تم کو عقل دی تھی۔ جس سے سمجھتے اور کافی عمر دی جس میں سوچنا چاہتے تو سب نیک و بد سوچ کر سیدھا راستہ اختیار کر سکتے تھے۔ حتیٰ کہ تم میں کے بہت سے تو ساٹھ ستر برس دنیا میں زندہ رہ کر مرے۔ پھر اوپر سے ایسے اشخاص اور حالات بھیجے جو برے انجام سے ڈراتے اور خوابِ غفلت سے بیدار کرتے رہے۔ کیا اس کے بعد بھی کوئی عذر باقی رہا۔ اب پڑے عذاب کا مزہ چکھتے رہو اور کسی طرف سے مدد کی توقع نہ رکھو۔

۳ **اللہ دلوں کی بات جانتا ہے** | یعنی اسے بندوں کے سب کھلے چھپے احوال و افعال اور دلوں کے بھید معلوم ہیں۔ کسی کی نیت اور استعداد اس سے پوشیدہ نہیں اسی کے موافق معاملہ کرتا ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ جو لوگ اب چلا رہے ہیں کہ ہمیں چھوڑ دو، پھر ایسی خطا نہ کریں گے، وہ اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں۔ اگر ستر دفعہ لوٹائے جائیں تب بھی شرارت سے باز نہیں آ سکتے۔ ان کے مزاجوں کی افتاد ہی ایسی ہے "وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ" (انعام، رکوع ۳)

۴ یعنی اگلی امتوں کی جگہ تم کو زمین پر آباد کیا اور ان کے بعد ریاست دی۔ چاہئے اب اس کا حق ادا کرو۔

۵ یعنی کفر و ناشکری اور اللہ کی آیات سے انکار سے اس کا کچھ نقصان نہیں۔ وہ تمہاری حمد و شکر سے مستغنی ہے۔ البتہ ناشکری کرنے والے پر اس کے فعل کا وبال پڑتا ہے۔ کفر کا انجام بجز اس کے کچھ نہیں کہ اللہ کی طرف سے برابر ناراضی اور بیزاری بڑھتی جائے اور کافر کے نقصان و خسران میں روز بروز اضافہ ہوتا رہے۔

۶ **ان معبودوں نے کیا پیدا کیا؟** | یعنی اپنے معبودوں کے احوال میں غور کر کے مجھے بتلاؤ کہ زمین کا کونسا حصہ انہوں نے بنایا، یا آسمانوں کے بنانے اور تھامنے میں ان کی کس قدر شرکت ہے۔ اگر کچھ نہیں تو آخر خدا کس طرح بن بیٹھے۔ کچھ تو عقل سے کام لو۔

فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ

سو وہ سند رکھتے ہیں اس کی ◆ کوئی نہیں پر جو وعدہ بتلاتے ہیں گنہگار ایک

بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ۝۴۰ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

دوسرے کو سب فریب ہے ◆ تحقیق اللہ تھام رہا ہے آسمانوں کو اور زمین کو

اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ

کہ ٹل نہ جائیں اور اگر ٹل جائیں تو کوئی نہ تھام سکے ان کو اس کے

بَعْدِهٖ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ۝۴۱ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ

سوائے ◆ وہ ہے تحمل والا بخشنے والا ◆ اور قسمیں کھاتے تھے اللہ کی تاکید کی

اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى

قسمیں اپنی کہ اگر آئے گا ان کے پاس کوئی ڈر سنانے والا البتہ بہتر راہ چلیں گے ہر ایک

الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ۝۴۲

امت سے پھر جب آیا ان کے پاس ڈر سنانے والا اور زیادہ ہو گیا (بڑھ گیا) ان کا بدکنا

اسْتِكْبَارًا فِي الْاَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۭ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ

غرور کرنا ملک میں اور داؤ کرنا برے کام کا اور برائی کا داؤ

السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ۭ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ۚ

الٹے گا انہی داؤں والوں پر ◆ پھر اب وہی راہ دیکھتے ہیں پہلوں کے دستور کی

فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ

سو تو نہ پائے گا اللہ کا دستور بدلتا اور نہ پائے گا اللہ کا دستور

◆۱ یعنی عقلی نہیں تو کوئی معتبر نقلی دلیل پیش کرو۔ جس کی سند پر یہ مشرکانہ دعویٰ کرتے ہو۔

◆۲ یعنی عقلی یا نقلی دلیل کوئی نہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ ان میں سے بڑے چھوٹوں کو اور اگلے پچھلوں کو شیطان کے اغواء سے یہ وعدہ بتلاتے چلے آئے کہ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ (یہ بت وغیرہ اللہ کے ہاں ہمارے شفیع بنیں گے) اور اس کا قرب عطا کریں گے۔ حالانکہ یہ خالص دھوکا اور فریب ہے یہ تو کیا شفیع بنتے، بڑے سے بڑا مقرب بھی وہاں کفار کی سفارش میں زبان نہیں ہلا سکتا۔

◆۳ **زمین و آسمان کا ٹھہراؤ** | یعنی اسی کی قدرت کا ہاتھ ہے جو اتنے بڑے بڑے کرات عظام کو اپنے مرکز سے ہٹنے اور اپنے مقام و نظام سے ادھر ادھر سرکنے نہیں دیتا اور اگر بالفرض یہ چیزیں اپنی جگہ سے ٹل جائیں تو پھر بجز خدا کے کس کی طاقت ہے کہ ان کو قابو میں رکھ سکے۔ چنانچہ قیامت میں جب یہ سارا نظام اللہ تعالیٰ درہم برہم کرے گا، کوئی قوت اسے روک نہ سکے گی۔

◆۴ **اللہ کا حلم و بردباری** | یعنی لوگوں کے کفر و عصیان کا اقتضاء تو یہ ہے کہ یہ سارا نظام ایک دم میں تہ و بالا کر دیا جائے لیکن اس کے تحمل و بردباری سے تھما ہوا ہے۔ اس کی بخشش نہ ہو تو سب دنیا ویران ہو جائے۔

◆۵ **یہود کی جھوٹی قسمیں اور نبوت کی تکذیب** | عرب کے لوگ جب سنتے کہ یہود وغیرہ دوسری قوموں نے اپنے نبیوں کی یوں نافرمانی کی تو کہتے کہ کبھی ہم میں ایک نبی آئے تو ہم ان قوموں سے بہتر نبی کی اطاعت و رفاقت کر کے دکھلائیں۔ جب اللہ نے نبی بھیجا جو سب نبیوں سے عظمت شان میں بڑھ کر ہے تو حق سے اور زیادہ بدکنے لگے۔ ان کا غرور و تکبر کہاں اجازت دیتا کہ نبی کے سامنے گردن جھکائیں۔ رفاقت و اطاعت اختیار کرنے کے بجائے عداوت پر کمربستہ ہو گئے اور طرح طرح کی مکروہ تدبیریں اور داؤ گھات شروع کر دیئے مگر یاد رہے کہ برا داؤ خود داؤ کرنے والوں پر الٹے گا۔ گو چند روز عارضی طور پر اپنے دل میں خوش ہو لیں کہ ہم نے تدبیریں کر کے یوں نقصان پہنچا دیا، لیکن انجام کار دیکھ لیں گے کہ واقع میں نقصان عظیم کس کو اٹھانا پڑا۔ فرض کرو دنیا میں ٹل بھی گیا تو آخرت میں تو یقیناً یہ مشاہدہ ہو کر رہے گا۔

تَحْوِیْلًا ﴿۴۳﴾ اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ

ٹلتا ﴿۱﴾ کیا پھرے نہیں ملک میں (ملکوں) کہ دیکھیں کیسا ہوا

كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ كَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْهُمْ

انجام ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے اور تھے ان سے بہت سخت

قُوَّةً ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِیُعْجِزَهٗ مِنْ شَیْءٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَ لَا

زور میں اور اللہ وہ نہیں جس کو تھکا دے (تھکا سکے) کوئی چیز آسمانوں میں اور نہ

فِی الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَلِیْمًا قَدِیْرًا ﴿۴۴﴾ وَ لَوْ یُؤَاخِذُ

زمین میں وہی ہے سب کچھ جانتا کر سکتا ﴿۲﴾ اور اگر پکڑ کرے

اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ

اللہ لوگوں کی ان کی کمائی پر نہ چھوڑے زمین کی پیٹھ پر ایک بھی

دَآبَّةٍ وَّ لٰكِنْ یُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا

ہلنے چلنے والا ﴿۳﴾ پر ان کو ڈھیل دیتا ہے ایک مقرر وعدہ تک پھر جب

جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِیْرًا ﴿۴۵﴾ ع

آئے ان کا وعدہ تو اللہ کی نگاہ میں ہیں اس کے سب بندے ﴿۴﴾

ع ۵ / ۸ / ۱۷

اٰیَاتُهَا ۸۳ (۳۶) سُوْرَةُ یٰسٓ مَكِّیَّةٌ (۴۱) رُكُوْعَاتُهَا ۵

سورۂ یٰسٓ مکہ میں نازل ہوئی اس میں تراسی آیتیں ہیں اور پانچ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

چاہ کن را چاہ در پیش یعنی یہ اسی کے منتظر ہیں کہ جو گذشتہ مجرموں کے ساتھ معاملہ ہوا ان کے ساتھ بھی ہو۔ سو باز نہ آئے تو وہ ہی ہو کر رہے گا۔ اللہ کا جو دستور مجرموں کی نسبت سزا دینے کا رہا ہے نہ وہ بدلنے والا ہے کہ بجائے سزا کے ایسے مجرموں پر انعام و اکرام ہونے لگے اور نہ ٹلنے والا کہ مجرم سے سزا ٹل کر غیر مجرم کو دے دی جائے۔

اللہ کی مضبوط گرفت یعنی بڑے بڑے زور آور مدعی اللہ کی گرفت سے نہ بچ سکے مثلاً عاد و ثمود وغیرہ۔ یہ بیچارے تو چیز کیا ہیں۔ خوب سمجھ لو کہ آسمان و زمین کی کوئی طاقت اللہ کو عاجز نہیں کر سکتی علم اس کا محیط اور قدرت اس کی کامل۔ پھر معاذ اللہ عاجز ہو تو کدھر سے ہو۔

گناہوں پر اللہ کا عفو و درگذر یعنی لوگ جو گناہ کماتے ہیں اگر ان میں سے ہر ہر جزئی پر گرفت شروع کر دے تو کوئی جاندار زمین میں باقی نہ رہے، نافرمان تو اپنی نافرمانی کی وجہ سے تباہ کر دیئے جائیں۔ اور کامل فرمانبردار جو عادۃً بہت تھوڑے ہوتے ہیں قلت کی وجہ سے اٹھا لئے جائیں۔ کیونکہ نظام عالم کچھ ایسے انداز پر قائم کیا گیا ہے کہ محض معدودے چند انسانوں کا یہاں بستے رہنا خلاف حکمت ہے۔ پھر جب انسان آباد نہ رہے تو حیوانات کاہے کے لئے رکھے جائیں گے۔ ان کا وجود بلکہ تمام عالم کی ہستی تو اسی حضرت انسان کے لئے ہے۔

اللہ کی ڈھیل صرف قیامت تک ہے یعنی ایک مقرر میعاد اور حد معین تک اللہ نے ڈھیل دے رکھی ہے کہ ہر ایک جرم پر فوراً گرفت نہیں کرتا۔ جب وقت موعود آ جائے گا تو یاد رکھو سب بندے اسکی نگاہ میں ہیں۔ کسی کا ایک ذرہ بھر برا یا بھلا عمل اس کے علم سے باہر نہیں۔ پس ہر ایک کا اپنے علم محیط کے موافق ٹھیک ٹھیک فیصلہ فرما دے گا۔ نہ مجرم کہیں چھپ سکے نہ مطیع کا حق مارا جائے۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِمَّنْ یُطِیْعُکَ وَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْم ۔تم سورۃ "فاطر" بفضل اللہ ورحمتہ۔

یٰسٓ (۱) وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ (۲) اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (۳) عَلٰى

یٰسٓ قسم ہے اس پکے قرآن کی تو تحقیق ہے بھیجے ہوؤں میں سے اوپر

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (۴) تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ (۵) لِتُنْذِرَ قَوْمًا

سیدھی راہ کے ◆۱ اتارا زبردست رحم والے نے ◆۲ تاکہ تو ڈرائے ایک قوم کو

مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ (۶) لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى

کہ ڈر نہیں سنا ان کے باپ دادوں نے سو ان کو خبر نہیں ثابت ہو چکی ہے بات ان میں

اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ (۷) اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا

بہتوں پر سو وہ نہ مانیں گے ◆۳ ہم نے ڈالے ہیں ان کی گردنوں میں طوق

فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ (۸) وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ

سو وہ ہیں ٹھوڑیوں تک پھر ان کے سر الل (ابھر او نچے ہو) رہے ہیں ◆۴ اور بنائی ہم نے ان کے

اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ

آگے دیوار اور پیچھے دیوار پھر اوپر سے ڈھانک دیا سو ان کو

لَا يُبْصِرُوْنَ (۹) وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ

کچھ نہیں سوجھتا ◆۵ اور برابر ہے ان کو تو ڈرائے یا نہ ڈرائے

لَا يُؤْمِنُوْنَ (۱۰) اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ

یقین نہیں کریں گے ◆۶ تو تو ڈر سنائے اس کو جو چلے سمجھانے پر اور ڈرے رحمٰن سے

بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ (۱۱) اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ

بن دیکھے سو اس کو خوشخبری دے معافی کی اور عزت کے ثواب کی ◆۷ ہم ہیں جو زندہ کرتے ہیں

سورۃ یٰسٓ

◆ **آنحضرتؐ کی نبوت پر قرآن کی گواہی** یعنی قرآن کریم اپنی اعجازی شان، پر حکمت تعلیمات، اور پختہ مضامین کے لحاظ سے بڑا زبردست شاہد اس بات کا ہے کہ جو نبی امی اس کو لیکر آیا یقیناً وہ اللہ کا بھیجا ہوا اور بے شک و شبہ سیدھی راہ پر ہے۔ اس کی پیروی کرنے والوں کو کوئی اندیشہ منزل مقصود سے بھٹکنے کا نہیں۔

◆ یعنی یہ دین کا سیدھا راستہ یا قرآن حکیم اس خدا کا اتارا ہوا ہے جو زبردست بھی ہے کہ منکر کو سزا دیئے بغیر نہ چھوڑے، اور رحم فرمانے والا بھی کہ ماننے والوں کو نوازش و بخشش سے مالا مال کر دے۔ اسی لئے آیات قرآنیہ میں بعض آیات شان لطف و مہر کا اور بعض شان غضب و قہر کا پہلو لئے ہوئے ہیں۔

◆ **آنحضرتؐ کا فریضہ انذار** یعنی بہت کٹھن کام آپ کے سپرد ہوا ہے کہ اس قوم (عرب) کو آپ قرآن کے ذریعہ سے ہشیار و بیدار کریں۔ جس کے پاس صدیوں سے کوئی جگانے والا نہیں بھیجا تھا۔ وہ جاہل و غافل قوم جسے نہ خدا کی خبر نہ آخرت کی، نہ ماضی سے عبرت نہ مستقبل کی فکر، نہ مبداء پر نظر نہ منتہاء پر، نہ نیک و بد کی تمیز نہ بھلے برے کا شعور اس کو اتنی ممتد جہالت و غفلت کی اندھیریوں سے نکال کر رشد و ہدایت کی صاف سڑک پر لا کھڑا کرنا کوئی معمولی اور سہل کام نہیں ہے۔ بلاشبہ آپؐ پوری قوت اور زور شور کے ساتھ ان کو اس غفلت و جہالت کے خوفناک نتائج اور بھیانک مستقبل سے ڈرا کر فلاح و بہبود کے اعلیٰ مدارج پر پہنچانے کی کوشش کریں گے تاکہ یہ قوم اپنی اعلیٰ کامیابی سے تمام عالم کے لئے کامیابی کا دروازہ کھول دے۔ لیکن بہت افراد وہ ملیں گے جو کسی قسم کی نصیحت پر کان دھرنے والے نہیں۔ اسی لئے ان پر شیطان پوری طرح مسلط ہو جاتا ہے جو انکی حماقتوں اور شرارتوں کو ان کی نگاہ میں خوشنما کر کے دکھلاتا اور اگلے پچھلے سب احوال کو خواہ کتنے ہی گندے ہوں، خوبصورت بنا کر ظاہر کرتا ہے۔ آخر یہ لوگ دوسری زندگی سے بالکل منکر ہو کر اپنی فانی خواہشات ہی کو قبلۂ مقصود ٹھہرا لیتے ہیں۔ اس وقت ایک طرف سے شیطان کی بات "لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ" (مخلصین کے سوا میں سب کو بہکا کر رہونگا) سچی ہوتی ہے اور دوسری طرف حق تعالیٰ کا قول لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِیْنَ "(تجھ سے اور تیرے پیروؤں سے دوزخ کو بھر دونگا) ثابت اور چسپاں ہو جاتا ہے۔ باقی علم الٰہی میں تو ازل سے ثابت ہے کہ فلاں قوم کے فلاں فلاں افراد اپنی بدتمیزی اور لا پروائی سے شیطان کے اغواء میں پھنس کر عذاب الٰہی کے مستحق ہو نگے ایسے لوگوں کے راہ پر آنے اور ماننے کی کیا توقع ہو سکتی ہے پس آپ کو سلسلہ انذار و اصلاح میں اگر ایسے ہمت شکن واقعات کا مقابلہ کرنا پڑے تو ملول و غمگین نہ ہوں اپنا فرض ادا کئے جائیں اور نتیجہ کو خدا کے سپرد کر دیں۔ تقریر بالا کو سمجھنے کے لئے یہ آیات پیش نظر رکھیے۔ (۱) "وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ" (زخرف۔ رکوع ۴)

شیطان کن لوگوں پر مسلط ہوتا ہے معلوم ہوا کہ شیطان ابتداءً کسی پر مسلط نہیں کیا جاتا۔ بلکہ اندھا بن کر نصیحت سے اعراض کرتے رہنے کا اثر یہ ہوتا ہے کہ آخر کار شیطان مسلط ہو جائے جیسے ہاتھ پاؤں سے مدت تک کام نہ لے تو وہ عضو بیکار کر دیا جاتا ہے۔ قال تعالیٰ "فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ" (الصف رکوع ۱) "وَنُقَلِّبُ اَفْـئِدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِىْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ" (انعام۔ رکوع ۱۴) (ب) "وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِىْٓ اُمَمٍ" (حٰمٓ السجدہ۔ رکوع ۳) تسلط کے بعد شیطان یہ کام کرتا ہے جس کا نتیجہ "حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ" ہے (ج) "وَالَّذِىْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ اَتَعِدَانِنِىْٓ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِىْ وَهُمَا يَسْتَغِيْثٰنِ اللّٰهَ وَيْلَكَ اٰمِنْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَيَقُوْلُ مَا هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِىْٓ اُمَمٍ" (الاحقاف۔ رکوع ۲) ان آیات سے معلوم ہوا کہ لفظ "حَقَّ الْقَوْلُ" ان لوگوں پر صادق آتا ہے جو موت کے بعد کی دوسری زندگی کا یقین ہی نہیں رکھتے، نہ برائی کو برائی سمجھتے ہیں، بلکہ اغوائے شیطانی سے اپنی بدیوں کو نیکی اور گمراہی کو ہدایت تصور کر لیتے ہیں۔ کیسی ہی معقول دلائل سنایئے اور کھلے کھلے نشان دکھلایئے، سب کو جھٹلاتے رہیں اور فضول حجتیں نکالتے رہیں، بظاہر ہادیوں اور پیغمبروں کی بات کی طرف کان جھکائیں مگر ایک حرف سمجھنے کی کوشش نہ کریں۔ محض ہوا و ہوس کو اپنا معبود ٹھہرا لیں نہ عقل سے کام لیں نہ آنکھوں سے،

کن لوگوں کے دلوں پر مہر لگتی ہے؟ یہ ہی لوگ ہیں جنکے اعراض و عناد کے نتیجہ میں آخر کار اللہ تعالیٰ دلوں پر مہر کر دیتا ہے کہ ان میں خیر کے گھسنے کی پھر ذرا گنجائش نہیں رہتی۔ جیسے کوئی شخص اپنے اوپر روشنی کے سب دروازے بند کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کو اندھیرے میں چھوڑ دیتا ہے یا ایک بیمار دوا پینے کی قسم کھالے، طبیب سے دشمنی کرے، اور ہر قسم کی بدپرہیزی پر تیار ہو جائے تو اللہ اسکے مرض کو مہلک بنا دیتا اور مایوسی کے درجہ میں پہنچا دیتا ہے۔ فرماتے ہیں۔ "تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ" (اعراف۔ رکوع ۱۳) "ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ" (یونس۔ رکوع ۸) "وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِىْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ" (روم۔ رکوع ۶) "كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِىْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰهُمْ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ" (مومن۔ رکوع ۴) "وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ" (محمد۔ رکوع ۲) "بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا" (نساء۔ رکوع ۲۲) "كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ" (مطففین۔ رکوع ۱) "اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ

وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْ بَعْدِ اللّٰهِ "(الجاثیہ۔رکوع۳)" وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ "(اعراف۔رکوع۲۲)" يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ "(المائدہ۔رکوع۶)

۴ یہ ان ہی لوگوں کے حق میں ہے جن کا ذکر گذشتہ فائدہ میں ہوا۔ یہ طوق عادات و رسوم حب جاہ و مال اور تقلید آباء و اجداد کے تھے جنہوں نے ان کے گلے سختی سے دبا رکھے تھے اور نخوت و تکبر کی وجہ سے انکے سر نیچے نہیں جھکتے تھے۔

۵ **کفار اور ہدایت کے درمیان دیواریں** نبی کی عداوت نے انکے اور قبول ہدایت کے درمیان دیواریں کھڑی کر دی تھیں۔ جاہلانہ رسوم و اطوار اور اہواء و آرائے فاسدہ کی اندھیریوں میں اس طرح بند تھے کہ آگا پیچھا اور نشیب و فراز کچھ نظر نہ آتا تھا۔ نہ ماضی پر نظر تھی نہ مستقبل پر، باقی ان افعال کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف اس لئے کی گئی کہ خالق خیر و شر کا وہی ہے اور اسباب پر مسبباب کا ترتب اسی کی مشیت سے ہوتا ہے۔ امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے دلائل آفاقیہ میں غور کرنے کی نفی ہوئی جیسا کہ "فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ" میں دلائل انفسیہ کی طرف ملتفت نہ ہونے کا اشارہ تھا۔ کیونکہ سراو پر کو اٹھ رہا ہو جھک نہ سکے تو اپنے بدن پر نظر نہیں پڑ سکتی۔

۶ انکو برابر ہے لیکن آپ کے حق میں برابر نہیں، بلکہ ایسی سخت معاند اور سرکش قوم کو نصیحت کرنا اور اصلاح کے درپے ہونا عظیم درجات کے حصول کا سبب ہے اور کبھی یہ اخلاق دوسروں کی ہدایت کا باعث بن جاتا ہے۔ اسی طرح کی آیات سورہ "بقرہ" کے اوائل میں گذر چکی ہیں۔

۷ **ڈرنے والے ہی ہدایت پاتے ہیں** یعنی ڈرانے کا فائدہ اسی کے حق میں ظاہر ہوتا ہے جو نصیحت کو مان کر اس پر چلے اور اللہ کا ڈر دل میں رکھتا ہو۔ جس کو خدا کا ڈر ہی نہیں نہ نصیحت کی کچھ پروا، وہ نبی کی تنبیہ و تذکیر سے کیا فائدہ اٹھائے گا ایسے لوگ بجائے مغفرت و عزت کے سزا اور ذلت کے مستحق ہونگے۔ آگے اشارہ کرتے ہیں کہ فریقین کو اس عزت و ذلت کا پورا اظہار زندگی کے دوسرے دور میں ہوگا جس کے مبادی موت کے بعد سے شروع ہو جاتے ہیں۔

الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ؕ وَكُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ

مردوں کو ۱ اور لکھتے ہیں جو آگے بھیج چکے اور جو نشان ان کے پیچھے رہے ۲ اور ہر چیز گن لی ہے ہم نے

فِیْٓ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱۲﴾ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْیَةِ ۘ

ایک کھلی اصل میں ۳ اور بیان کر ان کے واسطے ایک مثل اس گاؤں کے لوگوں کی ۴

اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَیْهِمُ اثْنَیْنِ

جب کہ آئے اس میں بھیجے ہوئے ۵ جب بھیجے ہم نے ان کی طرف دو

فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَیْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

تو ان کو جھٹلایا پھر ہم نے قوت دی تیسرے سے تب کہا انہوں نے ہم تمہاری طرف آئے ہیں بھیجے ہوئے ۶

قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ

وہ بولے تم تو یہی انسان ہو جیسے ہم اور رحمٰن نے کچھ نہیں

شَیْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ﴿۱۵﴾ قَالُوْا رَبُّنَا یَعْلَمُ

اتارا تم سارے جھوٹ کہتے ہو ۷ کہا ہمارا رب جانتا ہے

اِنَّآ اِلَیْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَمَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۷﴾

ہم بے شک تمہاری طرف بھیجے ہوئے آئے ہیں ۸ اور ہمارا ذمہ یہی ہے پیغام پہنچا دینا کھول کر ۹

قَالُوْٓا اِنَّا تَطَیَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَ

بولے ہم نے نامبارک دیکھا (پایا) تم کو اگر تم باز نہ رہو گے تو ہم تم کو سنگسار کریں گے اور

لَیَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۸﴾ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ؕ

تم کو پہنچے گا ہمارے ہاتھ سے عذاب دردناک ۱۰ کہنے لگے تمہاری نامبارکی تمہارے ساتھ ہے

۱ **بعث بعد الموت یقینی ہے** یعنی موت کے بعد دوسری زندگی یقینی ہے جہاں سب اپنے کیے کا بدلہ پائیں گے اور شاید ادھر بھی اشارہ ہو کہ یہ قوم (عرب) جس کی روحانی قوتیں بالکل مردہ ہو چکی ہیں، حق تعالیٰ کو قدرت ہے کہ پھر ان میں زندگی کی روح پھونک دے کہ وہ دنیا میں بڑے بڑے کارہائے نمایاں کریں اور آنے والی نسلوں کے لئے اپنے آثار عظیمہ چھوڑ جائیں۔

۲ **نیک بد اعمال کا ریکارڈ** یعنی نیک و بد اعمال جو آگے بھیج چکے اور بعض اعمال کے اچھے برے اثرات یا نشان جو پیچھے چھوڑے مثلاً کوئی کتاب تصنیف کی یا علم سکھلایا، یا عمارت بنائی یا کوئی رسم ڈالی نیک یا بد، سب اس میں داخل ہیں بلکہ الفاظ کے عموم میں وہ نشان قدم بھی شامل ہو سکتے ہیں جو کسی عبادت کے لئے چلتے وقت زمین پر پڑ جاتے ہیں چنانچہ بعض احادیث صحیحہ میں تصریح ہے۔ ''دِیَارَکُمْ تُکْتَبُ اٰثَارُکُمْ۔''

۳ **لوح محفوظ** یعنی جس طرح تمام اعمال و آثار وقوع کے بعد ضابطہ کے موافق لکھے جاتے ہیں قبل از وقوع بھی ایک ایک چیز لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔ اور وہ لکھنا بھی محض انتظامی ضوابط و مصالح کی بناء پر ہے ورنہ اللہ کے علم قدیم میں ہر چھوٹی بڑی چیز پہلے سے موجود و حاضر ہے اسی کے موافق لوح محفوظ میں نقل کی جاتی ہے۔

۴ **اصحاب قریہ** یہ گاؤں اکثر کے نزدیک شہر "انطاکیہ" ہے۔ اور بائبل کتاب اعمال کے آٹھویں اور گیارھویں باب میں ایک قصہ اسی قصہ کے مشابہ کچھ تفاوت کے ساتھ شہر انطاکیہ کا بیان ہوا ہے لیکن ابن کثیر نے تاریخی حیثیت سے اور سیاق قرآن کے لحاظ سے اس پر کچھ اعتراضات کئے ہیں۔ اگر وہ صحیح ہوں تو کوئی اور بستی ماننی پڑے گی واللہ اعلم۔ اس قصہ کا ذکر مومنین کے لئے بشارت اور مکذبین کے لئے عبرت ہے۔

۵ ان کے ناموں کی صحیح تعیین نہیں ہو سکتی اور نہ یقینی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ بلا واسطہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے پیغمبر تھے یا کسی پیغمبر کے واسطے سے حکم ہوا تھا کہ اسکے نائب ہو کر فلاں بستی کی طرف جاؤ۔ دونوں احتمال ہیں۔ گو تبادر یہی ہے کہ پیغمبر ہوں۔ شاید حضرت مسیح علیہ السلام سے پہلے مبعوث ہوئے ہوں گے۔

۶ **اللہ کے بھیجے ہوئے رسول** یعنی اول دو گئے پھر انکی تائید کے لئے تیسرا بھیجا گیا تینوں نے مل کر کہا کہ ہم خود نہیں آئے، اللہ کے بھیجے ہوئے آئے ہیں۔ لہٰذا جو کچھ ہم کہیں اسی کا پیغام سمجھو۔

۷ یعنی تم میں کوئی سرخاب کا پر نہیں جو اللہ تمہیں بھیجتا۔ ہم سے کس بات میں تم بڑھ کر تھے۔ بس رہنے دو خواہ مخواہ خدا کا نام نہ لو۔ اس نے کچھ نہیں اتارا۔ تینوں سازش کر کے ایک جھوٹ بنا لائے اسے خدا کی طرف نسبت کر دیا۔

۸ **کفار کے اعتراضات کا جواب** یعنی اگر ہم خدا پر جھوٹ لگاتے ہیں تو وہ دیکھ رہا ہے۔ کیا وہ اپنے فعل سے برابر جھوٹوں کی تصدیق کرتا رہے گا۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ اب تم سمجھو یا نہ سمجھو، اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ہم اپنے دعوے میں سچے ہیں اور کوئی بات اپنی طرف سے نہیں کہہ رہے۔ اسی لئے فعلاً ہماری تصدیق کر رہا ہے۔

۹ یعنی ہم اپنا فرض ادا کر چکے، خدا کا پیام خوب کھول کر واضح، معقول اور دلنشیں طریقہ سے تم کو پہنچا دیا، اب اتمام حجت کے بعد خود سوچ لو کہ تکذیب و عداوت کا انجام کیا ہونا چاہئے۔

۱۰ **مرسلین کی تکذیب اور ضد** شاید تکذیب مرسلین اور کفر و عناد کی شامت سے قحط وغیرہ پڑا ہو گا۔ یا مرسلین کے سمجھانے پر آپس میں اختلاف ہوا کسی نے مانا کسی نے نہ مانا، اس کو نامبارک کہا۔ یعنی تمہارے قدم کیا آئے، قحط اور نااتفاقی کی بلا ہم پر ٹوٹ پڑی۔ یہ سب تمہاری نحوست ہے۔ (العیاذ باللہ) ورنہ پہلے ہم اچھے خاصے آرام چین کی زندگی بسر کر رہے تھے بس تم اپنے وعظ و نصیحت سے ہم کو معاف رکھو۔ اگر یہ روش نہ چھوڑو گے اور وعظ و نصیحت سے باز نہ آؤ گے تو ہم سخت تکلیف و عذاب پہنچا کر تم کو سنگسار کر ڈالیں گے۔

أَئِن ذُكِّرْتُم ۚ بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ﴿١٩﴾ وَجَاءَ مِنْ

کیا اتنی (اس) بات پر کہ تم کو سمجھایا کوئی نہیں پر تم لوگ ہو کہ حد پر نہیں رہتے ۱ اور آیا

أَقْصَا الْمَدِينَةِ رَجُلٌ يَسْعَىٰ قَالَ يَا قَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِينَ ﴿٢٠﴾

شہر کے پرلے سرے سے ایک مرد دوڑتا ہوا ۲ بولا اے قوم چلو راہ پر بھیجے ہوؤں کی

اتَّبِعُوا مَن لَّا يَسْأَلُكُمْ أَجْرًا وَهُم مُّهْتَدُونَ ﴿٢١﴾

چلو راہ پر ایسے شخص کی جو تم سے بدلہ نہیں چاہتے اور وہ ٹھیک رستہ پر ہیں ۳
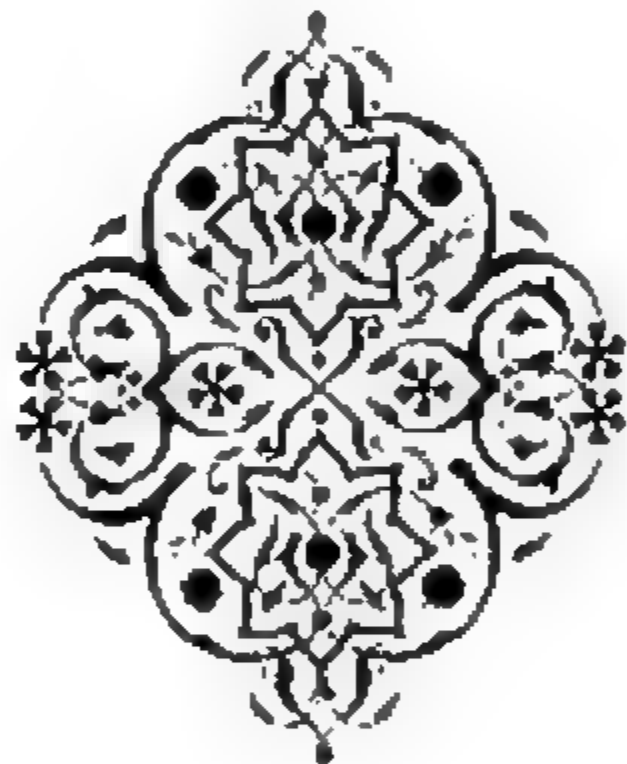
یعنی تمہارے کفر و تکذیب کی شامت سے عذاب آیا۔ اگر حق و صداقت کو سب مل کر قبول کر لیتے نہ یہ اختلاف مذموم پیدا ہوتا، نہ اس طرح مبتلائے آفات ہوتے۔ پس نامبارکی اور نحوست کے اسباب خود تمہارے اندر موجود ہیں۔ پھر کیا اتنی بات پر کہ تمہیں اچھی نصیحت و فہمائش کی اور بھلا برا سمجھایا، اپنی نحوست ہمارے سر ڈالنے لگے۔ اور قتل کی دھمکیاں دینے لگے۔ حقیقت یہ ہے کہ تم عقل و آدمیت کی حدود سے خارج ہو جاتے ہو۔ نہ عقل سے سمجھتے ہو نہ آدمیت کی بات کرتے ہو۔

ایک مرد صالح کی حمایت اور فہمائش کہتے ہیں کہ اس مرد صالح کا نام حبیب تھا۔ شہر کے پرلے کنارے عبادت میں مشغول رہتا اور کسب حلال سے کھاتا تھا۔ فطری صلاحیت نے چپ نہ بیٹھنے دیا۔ قصہ سنتے ہی مرسلین کی تائید و حمایت اور مکذبین کی نصیحت و فہمائش کے لئے دوڑتا ہوا آیا۔ مبادا اشقیاء اپنی دھمکیوں کو پورا کرنے لگیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرسلین کی آواز کا اثر شہر کے دور دراز حصوں تک پہنچ گیا تھا۔

یعنی اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ اس کا پیغام لے کر آئے ہیں جو نصیحت کرتے ہیں اس پر خود کاربند ہیں اخلاق، اعمال اور عادات و اطوار سب ٹھیک ہیں۔ بے غرض خیر خواہی کرتے ہیں۔ کوئی معاوضہ تم سے نہیں چاہتے۔ پھر ایسے بے لوث بزرگوں کا اتباع کیوں نہ کیا جائے اور اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ سے جو پیغام بھیجے کیوں قبول نہ کیا جائے۔

وَمَا لِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۲﴾

اور مجھ کو کیا ہوا کہ میں بندگی نہ کروں اس کی جس نے مجھ کو بنایا ◆ اور اسی کی طرف سب پھر جاؤ گے ◆

ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا

بھلا میں پکڑوں اس کے سوا اوروں کو پوجنا کہ اگر مجھ پر چاہے رحمٰن تکلیف تو

تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا وَّلَا يُنْقِذُوْنِ ﴿۲۳﴾ اِنِّيْٓ اِذًا

کچھ کام نہ آئے مجھ کو ان کی سفارش اور نہ وہ مجھ کو چھڑائیں تو تو (تب تو) میں

لَّفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾ اِنِّيْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ﴿۲۵﴾

بھٹکتا گمراہ ہوں صریح ◆ میں یقین لایا تمہارے رب پر مجھ سے سن لو ◆

قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۭ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ بِمَا

حکم ہوا چلا جا بہشت میں ◆ بولا کسی طرح میری قوم معلوم کر لیں کہ بخشا (بخش دیا) مجھ کو

غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۷﴾ وَمَآ اَنْزَلْنَا

میرے رب نے اور کیا مجھ کو عزت والوں میں ◆ اور اتاری نہیں

عَلٰي قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَمَا كُنَّا

ہم نے اس کی قوم پر اس کے پیچھے کوئی فوج آسمان سے اور ہم

مُنْزِلِيْنَ ﴿۲۸﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ

فوج نہیں اتارا کرتے بس یہی تھی ایک چنگھاڑ پھر اسی دم

خٰمِدُوْنَ ﴿۲۹﴾ يٰحَسْرَةً عَلَي الْعِبَادِ ۚ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ

سب بجھ گئے (بجھ کر رہ گئے) ◆ کیا افسوس ہے بندوں پر کوئی رسول نہیں آیا

۱ یا اپنے اوپر رکھ کر دوسروں کو سنایا۔ یعنی تم کو آخر کیا ہوا کہ جس نے پیدا کیا اس کی بندگی نہ کرو۔

۲ یعنی یہ مت سمجھنا کہ پیدا کر کے آزاد چھوڑ دیا ہے۔ اب کچھ مطلب اس سے نہیں رہا۔ نہیں، سب کو مرے پیچھے اسی کے پاس واپس جانا ہے۔ اس وقت کی فکر کر رکھو۔

۳ یعنی کس قدر صریح گمراہی ہے کہ اس مہربان اور قادر مطلق پروردگار کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی پرستش کی جائے جو خدا کی بھیجی ہوئی کسی تکلیف سے نہ بذات خود چھڑا سکیں نہ سفارش کر کے نجات دلا سکیں۔

۴ **اپنے ایمان کا اعلان** | یعنی مجمع میں بے کھٹکے اعلان کرتا ہوں کہ میں خدائے واحد پر ایمان لا چکا۔ اسے سب سن رکھیں شاید مرسلین کو اس لئے سنایا ہو کہ وہ اللہ کے ہاں گواہ رہیں اور قوم کو اس لئے کہ سن کر کچھ متاثر ہوں یا کم از کم دنیا ایک مومن کی قوت ایمان کا مشاہدہ کرنے کی طرف متوجہ ہو۔

۵ **جنت میں داخلہ** | یعنی فوراً بہشت کا پروانہ مل گیا۔ آگے نقل کرتے ہیں کہ قوم نے اس کو نہایت بیدردی کے ساتھ شہید کر ڈالا۔ ادھر شہادت واقع ہوئی ادھر سے حکم ملا کہ فوراً بہشت میں داخل ہو جا۔ جیسا کہ ارواح شہداء کی نسبت احادیث سے ثابت ہے کہ وہ قبل از حشر جنت میں داخل ہوتی ہیں۔

۶ **جنت میں اپنی قوم کا خیال** | قوم نے اس کی دشمنی کی کہ مار ڈالا۔ اس کو بہشت میں پہنچ کر بھی قوم کی خیر خواہی کا خیال رہا کہ اگر میرا حال اور جو انعام و اکرام حق تعالیٰ نے مجھ پر کیا ہے معلوم کر لیں تو سب ایمان لے آئیں۔

۷ **قوم پر چنگھاڑ کا عذاب** | یعنی اس کے بعد اس کی قوم کفر و ظلم اور تکذیب مرسلین کی پاداش میں ہلاک کی گئی اور اس اہلاک کے لئے کوئی مزید اہتمام کرنا نہیں پڑا کہ آسمان سے فرشتوں کی فوج بھیجی جاتی، نہ حق تعالیٰ کی یہ عادت ہے کہ قوموں کی ہلاکت کے لئے بڑی بڑی فوجیں بھیجا کریں (یوں کسی خاص موقع پر کسی خاص مصلحت کی وجہ سے فرشتوں کا لشکر بھیج دیں وہ دوسری بات ہے) وہاں تو بڑے بڑے مدعیوں کو ٹھنڈا کرنے کے لئے ایک ڈانٹ کافی ہے۔ چنانچہ اس قوم کا حال بھی یہی ہوا کہ فرشتوں نے ایک چیخ ماری اور سب کے سب اسی دم بجھ کر رہ گئے۔

رَسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۰﴾ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا

ان کے پاس جس سے ٹھٹھا نہیں کرتے کیا نہیں دیکھتے کتنی غارت کر چکے ہم

قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِنْ

ان سے پہلے جماعتیں کہ وہ ان کے پاس پھر کر نہیں آئیں گی ۞ اور ان

كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ

سب میں کوئی نہیں جو اکٹھے ہو کر نہ آئیں ہمارے پاس پکڑے ہوئے ۞ اور ایک نشانی ہے ان کے واسطے زمین

الْمَيْتَةُ ۚ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ

مردہ اس کو ہم نے زندہ کر دیا اور نکالا اس میں سے اناج سو اسی میں

يَاْكُلُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ

سے کھاتے ہیں اور بنائے ہم نے اس میں باغ کھجور کے اور انگور کے

وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ﴿۳۴﴾ لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ

اور بہا دیئے اس میں بعضے چشمے کہ کھائیں اس کے میووں سے ۞

وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ سُبْحٰنَ الَّذِيْ

اور اس کو بنایا نہیں ان کے ہاتھوں نے پھر کیوں شکر نہیں کرتے ۞ پاک ذات ہے جس نے

خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ

بنائے جوڑے سب چیز کے اس قسم سے جو اگتا ہے زمین میں اور خود ان میں سے

وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۚ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ

اور چیزوں میں کہ جن کی ان کو خبر نہیں ۞ اور ایک نشانی ہے ان کے واسطے رات کھینچ (اتار) لیتے ہیں ہم اس پر سے دن کو

پچھلی قوموں کے حال سے عبرت یعنی دیکھتے اور سنتے ہیں کہ دنیا میں کتنی قومیں پہلے پیغمبروں سے ٹھٹھا کر کے غارت ہو چکی ہیں جن کا نام ونشان مٹ چکا۔ کوئی ان میں سے لوٹ کر ادھر واپس نہیں آئی۔ عذاب کی چکی میں سب پس کر برابر ہو گئیں اس پر بھی عبرت نہیں ہوئی جب کوئی نیا رسول آتا ہے وہی تمسخر اور استہزاء شروع کر دیتے ہیں۔ جو پہلے کفار کی عادت تھی۔ چنانچہ آج خاتم الانبیاء ﷺ کے ساتھ کفار مکہ کا یہی معاملہ ہے۔

یعنی وہ تو دنیا کا عذاب تھا، اور آخرت کی سزا الگ رہی۔ یہ نہ سمجھو کہ ہلاک ہو کر ادھر واپس نہیں آتے تو بس قصہ ختم ہوا۔ نہیں، سب کو پھر ایک دن خدا کے ہاں حاضر ہونا ہے۔ جہاں بلا استثناء مجرم پکڑے ہوئے آئیں گے۔

مظاہر قدرت سے استدلال یعنی شاید شبہ گذرتا کہ مرے پیچھے پھر کس طرح زندہ ہو کر حاضر کیے جائیں گے؟ اس کو یوں سمجھا دیا کہ زمین خشک اور مردہ پڑی ہوتی ہے۔ پھر خدا اس کو زندہ کرتا ہے کہ ایک دم لہلہانے لگتی ہے۔ کیسے کیسے باغ و بہار، غلے اور میوے اس سے پیدا ہوتے ہیں جن کو تم استعمال میں لاتے ہو۔ اسی طرح خیال کر لو کہ مردہ ابدان میں روح حیات پھونک دی جائے گی۔ بہرحال مردہ زمین ان کے لئے ایک نشانی ہے جس میں غور کرنے سے بعث بعد الموت اور حق تعالیٰ کی وحدانیت وعظمت اور اس کے انعام واحسان کے مسائل کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں **تنبیہ** اوپر کی آیات میں ترہیب کا پہلو نمایاں تھا کہ عذاب الٰہی سے ڈر کر راہ ہدایت اختیار کریں۔ آیات حاضرہ میں ترغیب کی صورت اختیار فرمائی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو پہچان کر شکر گذاری کی طرف متوجہ ہوں اور یہ بھی سمجھیں کہ جو خدا مردہ زمین کو زندہ کرتا رہتا ہے وہ ایمانی حیثیت سے ایک مردہ قوم کو زندہ کر دے، یہ کیا مشکل ہے۔

یعنی یہ پھل اور میوے قدرت الٰہی سے پیدا ہوتے ہیں، ان کے ہاتھوں میں یہ طاقت نہیں کہ ایک انگور یا کھجور کا دانہ پیدا کر لیں۔ جو محنت اور تردد باغ لگانے اور اس کی پرورش کرنے میں کیا جاتا ہے اس کو بار آور کرنا صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے اور غور سے دیکھا جائے تو جو کام بظاہر ان کے ہاتھوں سے ہوتا ہے وہ بھی فی الحقیقت حق تعالیٰ کی عطا کی ہوئی قدرت وطاقت اور اسی کی مشیت وارادہ سے ہوتا ہے لہٰذا ہر حیثیت سے اس کی شکر گذاری اور احسان شناسی واجب ہوئی۔ **تنبیہ** مترجم محقق رحمہ اللہ نے "وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ" میں "مَا" کو نافیہ لیا ہے۔ کما ھو داب اکثر المتاخرین لیکن سلف سے عموماً "مَا" کا موصولہ ہونا منقول ہے اور اسی کی تائید ابن مسعودؓ کی قراءت "وَمِمَّا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ" سے ہوتی ہے۔

جوڑوں کی تخلیق یعنی نباتات میں، انسانوں میں اور دوسری مخلوقات میں جن کی انہیں پوری خبر بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جوڑے بنائے ہیں خواہ تقابل کی حیثیت سے جیسے عورت مرد، نر مادہ، کھٹا میٹھا، سیاہ سفید، دن رات، اندھیرا اجالا، یا تماثل کی حیثیت سے جیسے یکساں رنگ اور مزے کے پھل اور ایک شکل وصورت کے دو جانور، بہرحال مخلوقات میں کوئی مخلوق نہیں جس کا مماثل یا مقابل نہ ہو یہ صرف خدا ہی کی ذات پاک ہے جس کا نہ کوئی مقابل ہے نہ مماثل، کیونکہ مقابلہ یا مماثلت ان چیزوں میں ہو سکتی ہے جو کسی درجہ میں فی الجملہ اشتراک رکھتی ہوں۔ خالق ومخلوق کا کسی حقیقت میں اشتراک ہی نہیں۔

فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ

پھر تبھی یہ رہ جاتے ہیں اندھیرے میں — اور سورج چلا جاتا ہے اپنے ٹھہرے ہوئے رستہ پر (ٹھکانے) ◆۱

ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۳۸﴾ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ

یہ سادھا ہوا ہے — اس زبردست باخبر کا ◆۲ — اور چاند کو ہم نے بانٹ دی ہیں — منزلیں

حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ﴿۳۹﴾ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ

یہاں تک کہ پھر آ رہا (ہو جائے) — جیسے ٹہنی پرانی ◆۳ — نہ سورج سے ہو سکے

اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ

کہ پکڑ لے چاند کو — اور نہ رات — آگے بڑھے دن سے — اور ہر کوئی

فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۴۰﴾ وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ

ایک چکر میں پھرتے ہیں ◆۴ — اور ایک نشانی ہے ان کے واسطے — کہ ہم نے اٹھا لیا ان کی نسل کو

فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا

اس بھری ہوئی کشتی میں — اور بنا دیا ہم نے ان کے واسطے کشتی جیسی چیزیں — جس پر

يَرْكَبُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا

سوار ہوتے ہیں ◆۵ — اور اگر ہم چاہیں ڈبا دیں ان کو — پھر کوئی نہ پہنچے ان کی فریاد کو — اور نہ

◆۱ **دن اور رات کی تبدیلیوں میں اللہ کی نشانی** مسلخ کہتے ہیں جانور کی کھال اتارنے کو جس سے پیچھے کا گوشت ظاہر ہو جائے۔ اسی طرح سمجھو رات کی تاریکی پر دن کی چادر پڑی ہوئی ہے۔ جس وقت یہ نور کی چادر اوپر سے اتار لی جاتی ہے لوگ اندھیرے میں پڑے رہ جاتے ہیں اس کے بعد پھر سورج اپنی مقررہ رفتار سے معین وقت پر آ کر سب جگہ اجالا کر دیتا ہے۔ لیل و نہار کے ان تقلبات پر قیاس کر کے سمجھو کہ اسی طرح اللہ تعالیٰ عالم کو فنا کر کے دوبارہ زندہ کر سکتا ہے اور یقیناً وہی ایک خدا ہے جس کے ہاتھ میں ان عظیم الشان انقلابات کی باگ ہے۔ جن سے ہم کو مختلف قسم کے فوائد پہنچتے ہیں۔ نیز جو قادر مطلق رات و دن سے تبدیل کرتا ہے کیا بعید ہے کہ بذریعہ آفتاب رسالت کے دنیا سے جہالت کی تاریکیوں کو دور کر دے لیکن رات دن اور چاند سورج کے طلوع و غروب کی طرح ہر کام اپنے وقت پر ہوتا ہے۔

◈ **سورج کی چال اور مستقر** سورج کی چال اور رستہ مقرر ہے اسی پر چلا جاتا ہے۔ ایک انچ یا ایک منٹ اس سے ادھر ادھر نہیں ہوسکتا۔ جس کام پر لگا دیا ہے ہر وقت اس میں مشغول ہے۔ کسی دم قرار نہیں۔ رات دن کی گردش اور سال بھر کے چکر میں جس جس ٹھکانہ پر اسے پہنچنا ہے پہنچتا ہے۔ پھر وہاں سے باذن خداوندی نیا دورہ شروع کرتا ہے۔ قرب قیامت تک اسی طرح کرتا رہے گا۔ تا آنکہ ایک وقت آئے گا جب اس کو حکم ہوگا کہ جدھر سے غروب ہوا ہے ادھر سے الٹا واپس آئے یہ ہی وقت ہے جب باب توبہ بند کر دیا جائے گا۔ کما ورد فی الحدیث الصحیح۔ بات یہ ہے کہ اس کے طلوع و غروب کا یہ سب نظام اس زبردست اور باخبر ہستی کا قائم کیا ہوا ہے جس کے انتظام کو کوئی دوسرا شکست نہیں کرسکتا، اور نہ اس کی حکمت و دانائی پر کوئی حرف گیری کرسکتا ہے وہ خود جب چاہے اور جس طرح چاہے الٹ پلٹ کرے کسی کو مجال انکار نہیں ہوسکتی۔ **تنبیہ** اس آیت کی تفسیر میں ایک حدیث آئی ہے جس میں شمس کے تحت العرش سجدہ کرنے کا ذکر ہے۔ یہاں اس کی تشریح کا موقع نہیں۔ اس پر ہمارا مستقل مضمون "سجود الشمس" کے نام سے چھپا ہوا ہے۔ ملاحظہ کرلیا جائے۔

◈ **چاند کی منزلیں** سورج کی طرح چاند ہمیشہ ایک طرح نہیں رہتا بلکہ روزانہ گھٹتا بڑھتا۔ اس کی اٹھائیس منزلیں اللہ نے مقرر کر دی ہیں۔ ان کو ایک معین نظام کے ساتھ درجہ بدرجہ طے کرتا ہے۔ پہلی آیت میں رات دن کا بیان تھا، پھر سورج کا ذکر کیا جس سے سالوں اور فصلوں کی تشکیل ہوتی ہے۔ اب چاند کا تذکرہ کرتے ہیں جس کی رفتار سے قمری مہینوں کا وجود وابستہ ہے۔ چاند سورج مہینہ کے آخر میں ملتے ہیں تو چاند چھپ جاتا ہے، جب آگے بڑھتا ہے تو نظر آتا ہے۔ پھر منزل بہ منزل بڑھتا چلا جاتا اور چودھویں شب کو پورا ہو کر بعد میں گھٹنا شروع ہوتا ہے آخر رفتہ رفتہ اسی پہلی حالت پر آپہنچتا اور کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح پتلا، خمدار اور بے رونق سا ہو کر رہ جاتا ہے۔

◈ **سیاروں کا مدار میں تیرنا** سورج کی سلطنت دن میں ہے اور چاند کی رات میں، یہ نہیں ہوسکتا کہ چاند کی نور افشانی کے وقت سورج اس کو آ دبائے۔ یعنی دن آگے بڑھ کر رات کا کچھ حصہ اڑا لے یا رات سبقت کر کے دن کے ختم ہونے سے پہلے آ جائے۔ جس زمانہ اور جس ملک میں جو اندازہ رات، دن کا رکھ دیا ہے ان کی مجال نہیں کہ ایک منٹ آگے پیچھے ہوسکیں۔ ہر ایک سیارہ اپنے اپنے مدار میں بڑا چکر کھا رہا ہے اس سے ایک قدم ادھر ادھر نہیں ہٹ سکتا اور باوجود اس قدر سریع حرکت اور کھلی ہوئی فضا کے نہ ایک دوسرے سے ٹکراتا ہے نہ مقررہ انداز سے زیادہ تیز یا سست ہوتا ہے کیا یہ اس کا واضح نشان نہیں کہ یہ سب عظیم الشان مشینیں اور ان کے تمام پرزے کسی ایک زبردست مدبر و دانا ہستی کے قبضہ اقتدار میں اپنا اپنا کام کر رہے ہیں۔ پھر جو ہستی رات دن اور چاند سورج کا ادل بدل کرتی ہے وہ تمہارے فنا کرنے اور فنا کے بعد دوبارہ پیدا کرنے سے عاجز ہوگی؟ (العیاذ باللّٰہ) **تنبیہ** حضرت شاہ صاحب "لا الشَّمْسُ یَنْبَغِیْ لَهَآ اَنْ تُدْرِکَ الْقَمَرَ" کی تعبیر کا نکتہ بیان فرماتے ہیں کہ سورج چاند اخیر مہینہ میں ملتے ہیں تو چاند پکڑتا ہے سورج کو۔ سورج چاند کو نہیں پکڑتا۔" اسی لئے لَا الْقَمَرُ یَنْبَغِیْ لَهٗ اَنْ یُّدْرِکَ الشَّمْسَ نہیں فرمایا۔ واللہ اعلم۔

◈ یعنی حضرت نوحؑ کے زمانہ میں جب طوفان آیا تو آدم کی نسل کو اس بھری ہوئی کشتی پر سوار کرلیا جو حضرت نوحؑ نے بنائی تھی۔ ورنہ انسان کا تخم باقی نہ رہتا۔ پھر اسی کشتی کے نمونہ کی دوسری کشتیاں اور جہاز تمہارے لئے بنا دیئے جن پر تم آج تک لدے پھرتے ہو۔ یا کشتیوں جیسی دوسری سواریاں پیدا کر دیں جس پر سوار ہوتے ہو۔ مثلاً اونٹ، جن کو عرب "سفائن البر" (خشکی کشتیاں) کہا کرتے تھے۔

هُمْ يُنْقَذُونَ ﴿٤٣﴾ إِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا إِلَىٰ حِينٍ ﴿٤٤﴾

وہ چھڑائے جائیں مگر ہم اپنی مہربانی سے اور ان کا کام چلانے کو ایک وقت تک ﴿۱﴾

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّقُوا مَا بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ

اور جب کہیے ان کو بچو اس سے جو تمہارے سامنے آتا ہے اور جو پیچھے چھوڑتے ہو

لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿٤٥﴾ وَمَا تَأْتِيهِمْ مِّنْ آيَةٍ مِّنْ آيَاتِ

شاید تم پر رحم ہو اور کوئی حکم نہیں پہنچتا ان کو اپنے رب کے

رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ﴿٤٦﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ

حکموں سے جس کو وہ ٹلاتے نہ ہوں (ٹال نہیں جاتے) ﴿۲﴾ اور جب کہیے ان کو

أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا

خرچ کرو کچھ اللہ کا دیا کہتے ہیں منکر ایمان والوں کو

أَنُطْعِمُ مَنْ لَوْ يَشَاءُ اللَّهُ أَطْعَمَهُ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي

ہم کیوں کھلائیں ایسے کو کہ اللہ چاہتا تو اس کو کھلا دیتا ﴿۳﴾ تم لوگ تو بالکل

ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٤٧﴾ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِنْ

بہک رہے ہو صریح ﴿۴﴾ اور کہتے ہیں کب ہوگا یہ وعدہ اگر

كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٤٨﴾ مَا يَنْظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً

تم سچے ہو ﴿۵﴾ یہ تو راہ دیکھتے ہیں ایک چنگھاڑ کی

تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ ﴿٤٩﴾ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً

جو ان کو آ پکڑے گی جب آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے پھر نہ کر سکیں گے (ہو سکے گا) کہ کچھ کہہ ہی مریں

◆۱◆ **انسان کا بحری سفر** یعنی یہ مشت استخواں انسان! دیکھو کیسے خوفناک سمندروں کو کشتی کے ذریعہ عبور کرتا ہے۔ جہاں بڑے بڑے جہازوں کی حقیقت ایک تنکے کے برابر نہیں۔ اگر اللہ اس وقت غرق کرنا چاہے تو کون بچا سکتا ہے اور کون ہے جو فریاد کو پہنچے۔ مگر یہ اس کی مہربانی اور مصلحت ہے کہ اس طرح سب بحری سواریوں کو غرق نہیں کر دیتا۔ کیونکہ اس کی رحمت و حکمت مقتضی ہے کہ ایک معین وقت تک دنیا کا کام چلتا رہے۔ افسوس ہے کہ بہت لوگ ان نشانیوں کو نہیں سمجھتے نہ اس کی نعمتوں کی قدر کرتے ہیں۔

◆۲◆ **کفار کی روگردانی** سامنے آتا ہے جزاء کا دن اور پیچھے چھوڑے اپنے اعمال یعنی جب کہا جاتا ہے کہ قیامت کی سزا اور بداعمالیوں کی شامت سے بچنے کی فکر کرو تا خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ ہو تو نصیحت پر ذرا کان نہیں دھرتے۔ ہمیشہ خدائی احکام سے روگردانی کرتے رہتے ہیں۔

◆۳◆ **کفار کا استہزاء** یعنی اور احکام الٰہی تو کیا مانتے، فقیروں مسکینوں پر خرچ کرنا تو ان کے نزدیک بھی کار ثواب ہے لیکن یہ ہی مسلّم بات جب پیغمبر اور مومنین کی طرف سے کہی جاتی ہے تو نہایت بھونڈے طریقہ سے تمسخر کے ساتھ یہ کہہ کر اس کا انکار کر دیتے ہیں کہ جنہیں خود اللہ میاں نے کھانے کو نہیں دیا ہم انہیں کیوں کھلائیں۔ ہم تو اللہ کی مشیت کے خلاف کرنا نہیں چاہتے اگر اس کی مشیت ہوتی تو ان کو فقیر محتاج اور ہمیں غنی و تونگر نہ بناتا۔

فقر و غنا کی حکمت خیال کرو اس حماقت اور بے حیائی کا کیا ٹھکانا ہے۔ کیا خدا کسی کو دینا چاہے تو اس کی یہ ہی ایک صورت ہے کہ خود بلا واسطہ رزق اس کے ہاتھ پر رکھ دے۔ اگر وسائط سے دلانا بھی اس کی مشیت سے ہے تو تم نے یہ فیصلہ کیسے کر لیا کہ اللہ ان کو روٹی دینا نہیں چاہتا۔ یہ تو اس کا امتحان ہے کہ اغنیا کو فقراء کی اعانت پر مامور فرمایا اور ان کے توسط سے رزق پہنچانے کا سامان کیا جو اس امتحان میں ناکامیاب رہا اسے اپنی بدبختی اور شقاوت پر رونا چاہئے۔ **تنبیہ** بعض سلف کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیات بعض زنادقہ کے حق میں ہیں۔ اس صورت میں ان کے اس قول کو تمسخر پر حمل نہ کیا جائے گا بلکہ حقیقت پر رکھیں گے۔

◆۴◆ اگر یہ جملہ کفار کے قول کا تتمہ ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ اے گروہ مومنین! تم صریح گمراہی میں پڑے ہو۔ ایسے لوگوں کا پیٹ بھرنا چاہتے ہو جن کا خدا پیٹ بھرنا نہیں چاہتا۔ لیکن ظاہر یہ ہے کہ یہ حق تعالیٰ کی طرف سے ان کفار کو خطاب ہے کہ کس قدر بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ''یہ گمراہی ہے نیک کام میں تقدیر کے حوالے کرنا اور اپنے مزے میں لالچ پر دوڑنا۔''

◆۵◆ یعنی یہ قیامت اور عذاب کی دھمکیاں کب پوری ہوں گی۔ اگر سچے ہو تو جلد پوری کر کے دکھلا دو۔

وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ ۵۰ وَنُفِخَ فِى الصُّوْرِ فَاِذَا

اور نہ اپنے گھر کو پھر کر جاسکیں گے ۱ اور پھونکی جائے صور پھر جبھی

هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ۝ ۵۱ قَالُوْا

وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف پھیل پڑیں گے ۲ کہیں گے

يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا سکتة هٰذَا مَا وَعَدَ

اے خرابی ہماری کس نے اٹھا دیا ہم کو ہماری نیند کی جگہ سے ۳ یہ وہ ہے جو وعدہ کیا تھا

الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ۝ ۵۲ اِنْ كَانَتْ اِلَّا

رحمن نے اور سچ کہا تھا پیغمبروں نے ۴ بس ایک

صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ۝ ۵۳

چنگھاڑ ہوگی پھر اسی دم وہ سارے ہمارے پاس پکڑے چلے آئیں ۵

فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا

پھر آج کے دن ظلم نہ ہوگا کسی جی پر ذرا اور وہی بدلہ پاؤ گے جو

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ ۵۴ اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِىْ

کرتے تھے ۶ تحقیق بہشت کے لوگ آج ایک

شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ۝ ۵۵ هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِىْ ظِلٰلٍ عَلَى

مشغلہ (دھندے) میں ہیں باتیں کرتے وہ اور ان کی عورتیں سایوں میں

الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ۝ ۵۶ لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ

تختوں پر بیٹھے ہیں تکیہ لگائے ان کے لیے وہاں ہے میوہ اور ان کے لیے ہے

ع ۳/۱۸ ۲

وقف منزل
وقف لازم

وقف غفران

۱ **قیامت کا اچانک آنا** یعنی قیامت ناگہاں آ پکڑے گی اور وہ اپنے معاملات میں غرق ہوں گے۔ جس وقت پہلا صور پھونکا جائے گا سب ہوش وحواس جاتے رہیں گے اور آخر مر کر ڈھیر ہو جائیں گے۔ اتنی فرصت بھی نہ ملے گی کہ فرض کرو مرنے سے پہلے کسی کو کچھ کہنا چاہیں تو کہہ گذریں یا جو گھر سے باہر تھے وہ واپس جاسکیں۔

۲ یعنی دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو سب زندہ ہو کر اپنی قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے اور فرشتے ان کو جلد جلد دھکیل کر میدان حشر میں لے جائیں گے۔

۳ شاید نفخہ اولیٰ اور نفخہ ثانیہ کے درمیان ان پر نیند کی حالت طاری کر دی جائے۔ یا قیامت کا ہولناک منظر دیکھ کر عذاب قبر کو اہون سمجھیں گے اور نیند سے تشبیہ دیں گے۔ یا "مرقد" بمعنی "مضجع" کے ہو۔ نیند کی کیفیت سے تجرید کر لی جائے۔ واللہ اعلم۔

۴ **حق تعالیٰ کا کفار کو جواب** یہ جواب اللہ کی طرف سے اس وقت ملے گا یا مستقبل کو حاضر قرار دے کر اب جواب دے رہے ہیں۔ یعنی کیا پوچھتے ہو کس نے اٹھا دیا۔ ذرا آنکھیں کھولو۔ یہ وہ ہی اٹھانا ہے جس کا وعدہ خدائے رحمٰن کی طرف سے کیا گیا تھا اور پیغمبر جس کی خبر برابر دیتے رہے تھے۔

۵ یعنی کوئی متنفس نہ بھاگ سکے گا نہ روپوش ہو سکے گا۔

۶ **آخرت میں انصاف** یعنی نہ کسی کی نیکی ضائع ہو گی نہ جرم کی حیثیت سے زیادہ سزا ملے گی۔ ٹھیک ٹھیک انصاف ہوگا اور جو نیک و بد کرتے تھے فی الحقیقت عذاب وثواب کی صورت میں وہ ہی سامنے آجائے گا۔

مَّا يَدَّعُوْنَ ﴿۵۷﴾ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ﴿۵۸﴾ وَامْتَازُوا

جو کچھ مانگیں ﴿۱﴾ سلام بولنا ہے رب مہربان سے ﴿۲﴾ اور تم الگ ہو جاؤ

الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۹﴾ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ

آج اے گنہگارو ﴿۳﴾ میں نے نہ کہہ رکھا تھا تم کو

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ

اے آدم کی اولاد کہ نہ پوجیو شیطان کو وہ کھلا دشمن ہے

مُّبِيْنٌ ﴿۶۰﴾ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾

تمہارا اور یہ کہ پوجو مجھ کو یہ راہ ہے سیدھی ﴿۴﴾

وقف غفران ۱۲

وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ؕ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا

اور وہ بہکا لے گیا تم میں سے بہت خلقت کو پھر کیا تم کو سمجھ

تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۲﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۶۳﴾

نہ تھی یہ دوزخ ہے جس کا تم کو وعدہ تھا

اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۶۴﴾ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ

جا پڑو اس میں آج کے دن بدلہ اپنے کفر کا ﴿۵﴾ آج ہم مہر لگا دیں گے

عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ

ان کے منہ پر اور بولیں گے ہم سے ان کے ہاتھ اور بتلائیں گے ان کے پاؤں

بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى

جو کچھ وہ کماتے تھے ﴿۶﴾ اور اگر ہم چاہیں مٹا دیں ان کی

① **اہل جنت کا حال** بہشت میں ہر قسم کے عیش و نشاط کا سامان ہوگا۔ دنیا کی مکروہات سے چھوٹ کر آج یہ ہی ان کا مشغلہ ہوگا۔ وہ اور ان کی عورتیں آپس میں گھل مل کر اعلیٰ درجہ کے خوشگوار سایوں میں مسہریوں پر آرام کر رہے ہوں گے۔ ہر قسم کے میوے اور پھل وغیرہ ان کے لئے حاضر ہوں گے۔ بس خلاصہ یہ ہے کہ جس چیز کی جنتیوں کے دل میں طلب اور تمنا ہوگی وہ ہی دی جائے گی، اور منہ مانگی مرادیں ملیں گے۔ یہ تو جسمانی لذائذ کا حال ہوا، آگے روحانی نعمتوں کی طرف " سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ " سے اک ذرا سا اشارہ فرماتے ہیں۔

② **اہل جنت کو حق تعالیٰ کا سلام** یعنی اس مہربان پروردگار کی طرف سے جنتیوں کو سلام بولا جائے گا خواہ فرشتوں کے ذریعہ سے یا جیسا کہ ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے بلاواسطہ خود رب کریم سلام ارشاد فرمائیں گے اس وقت کی عزت ولذت کا کیا کہنا۔ **اللّٰھم ارزقنا ھذہ النعمة العظمی بحرمة نبیک محمد صلی اللہ علیه وسلم۔**

③ **مجرموں کی علیحدگی** یعنی جنتیوں کے عیش و آرام میں تمہارا کوئی حصہ نہیں۔ تمہارا مقام دوسرا ہے جہاں رہنا ہوگا۔

④ یعنی اسی دن کے لئے تم کو انبیا علیہم السلام کی زبانی بار بار سمجھایا گیا تھا کہ شیطان لعین کی پیروی مت کرنا جو تمہارا صریح دشمن ہے وہ جہنم میں پہنچائے بغیر نہ چھوڑے گا۔ اگر ابدی نجات چاہتے ہو تو یہ سیدھی راہ پڑی ہوئی ہے اس پر چلے آؤ اور اکیلے ایک خدا کی پرستش کرو۔

⑤ **کفار کو ملامت** یعنی افسوس اتنی نصیحت و فہمائش پر بھی تم کو عقل نہ آئی اور اس ملعون نے ایک خلقت کو گمراہ کر چھوڑا کیا تمہیں اتنی سمجھ نہ تھی کہ دوست دشمن میں تمیز کر سکتے۔ اور اپنے نفع نقصان کو پہچانتے۔ دنیا کے کاموں میں تو اس قدر ہشیاری اور ذہانت دکھلاتے تھے مگر آخرت کے معاملہ میں اتنے غبی بن گئے کہ موٹی موٹی باتوں کے سمجھنے کی لیاقت نہ رہی۔ اب اپنی حماقتوں کا خمیازہ بھگتو۔ یہ دوزخ تیار ہے جس کا بصورت کفر اختیار کرنے کے تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ کفر کا ٹھکانا یہ ہی ہے۔ چاہئے کہ اپنے ٹھکانے پر پہنچ جاؤ۔

⑥ **ہاتھوں اور پاؤں کی گواہی** یعنی آج اگر یہ لوگ اپنے جرموں کا زبان سے اعتراف نہ بھی کریں تو کیا ہوتا ہے، ہم منہ پر مہر لگا دیں گے اور ہاتھ پاؤں کان آنکھ حتیٰ کہ بدن کی کھال کو حکم دیا جائے گا کہ ان کے ذریعہ سے جن جرائم کا ارتکاب کیا تھا بیان کریں۔ چنانچہ ہر ایک عضو اللہ کی قدرت سے گویا ہوگا اور ان جرموں کی شہادت دے گا۔ کما قال تعالیٰ ۔" حَتّٰۤی اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَیْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ "(حٰمٓ السجدہ۔ رکوع ۳)
وقال تعالیٰ فی موضع آخر" قَالُوْۤا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِیْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَیْءٍ "(حٰمٓ السجدہ۔ رکوع ۳)

اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ﴿٦٦﴾ وَلَوْ

آنکھیں پھر دوڑیں رستے پانے کو پھر کہاں سے سوجھے اور اگر

نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا

ہم چاہیں صورت مسخ کردیں ان کی جہاں کی تہاں پھر نہ سکے

مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي

چل سکیں اور نہ وہ الٹے پھر سکیں ۞ اور جس کو ہم بوڑھا کریں اوندھا کریں

الْخَلْقِ ۭ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٦٨﴾ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ

اس کی پیدائش میں پھر کیا ان کو سمجھ نہیں ۞ اور ہم نے نہیں سکھایا اس کو شعر کہنا اور یہ اس کے لائق نہیں

لَهٗ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿٦٩﴾ لِّيُنْذِرَ

یہ تو خالص نصیحت ہے اور قرآن ہے صاف ۞ تاکہ ڈرائے

مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧٠﴾ اَوَلَمْ

اس کو جس میں جان ہو اور ثابت ہو الزام منکروں پر ۞ کیا

يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا

وہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے بنا دیئے ان کے واسطے اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی چیزوں سے چوپائے

فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ﴿٧١﴾ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ

پھر وہ ان کے مالک ہیں ۞ اور عاجز کر دیا ان (چوپایوں) کو ان کے آگے پھر ان میں کوئی ہے ان کی سواری

وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ﴿٧٢﴾ وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۭ

اور کسی کو کھاتے ہیں اور ان کے واسطے چار پایوں میں فائدے ہیں اور پینے کے گھاٹ

۱ **کفار کو حق تعالیٰ کی تنبیہ** یعنی جیسے انہوں نے ہماری آیتوں سے آنکھیں بند کر لی ہیں اگر ہم چاہیں تو دنیا ہی میں بطور سزا کے ان کی ظاہری بینائی چھین کر نپٹ اندھا کر دیں کہ ادھر ادھر جانے کا راستہ بھی نہ سوجھے اور جس طرح یہ لوگ شیطانی راستوں سے ہٹ کر اللہ کی راہ پر چلنا نہیں چاہتے، ہم کو قدرت ہے کہ ان کی صورتیں بگاڑ کر بالکل اپاہج بنا دیں کہ پھر یہ کسی ضرورت کے لئے اپنی جگہ سے ہل نہ سکیں۔ پر ہم نے ایسا نہ چاہا اور ان جوارح وقویٰ سے ان کو محروم نہیں کیا۔ یہ ہماری طرف سے مہلت اور ڈھیل تھی آج وہ ہی آنکھیں اور ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے کہ ان بیہودوں نے ہم کو کن نالائق کاموں میں لگایا تھا۔

۲ یعنی آنکھیں چھین لینا اور صورت بگاڑ کر اپاہج بنا دینا کچھ مستبعد مت سمجھو۔ دیکھتے نہیں؟ ایک تندرست اور مضبوط آدمی زیادہ بوڑھا ہو کر کس طرح دیکھنے، سننے اور چلنے پھرنے سے معذور کر دیا جاتا ہے۔ گویا بچپن میں جیسا کمزور ناتواں اور دوسروں کے سہارے کا محتاج تھا، بڑھاپے میں پھر اسی حالت کی طرف پلٹا دیا جاتا ہے تو کیا جو خدا پیرانہ سالی کی حالت میں ان کی قوتیں سلب کر لیتا ہے، جوانی میں نہیں کر سکتا؟

۳ **آنحضرتؐ اور شاعری** یعنی اوپر جو کچھ بیان ہوا وہ حقائق واقعیہ ہیں۔ کوئی شاعرانہ تخیلات نہیں۔ اس پیغمبر کو ہم نے قرآن دیا ہے جو نصیحتوں اور روشن تعلیمات سے معمور ہے کوئی شعر وشاعری کا دیوان نہیں دیا جس میں نری طبع آزمائی اور خیالی تک بندیاں ہوں، بلکہ آپ کی طبع مبارک کو فطری طور پر اس فن شاعری سے اتنا بعید رکھا گیا کہ باوجود قریش کے اس اعلیٰ خاندان میں سے ہونے کے جس کی معمولی لونڈیاں بھی اس وقت شعر کہنے کا طبعی سلیقہ رکھتی تھیں۔ آپ نے مدت العمر کوئی شعر نہیں بنایا۔ یوں رجز وغیرہ کے موقع پر کبھی ایک آدھ مرتبہ زبان مبارک سے مقفٰی عبارت نکل کر بے ساختہ شعر کے سانچہ میں ڈھل گئی ہو وہ الگ بات ہے۔ اسے شاعری یا شعر کہنا نہیں کہتے۔ آپ خود تو شعر کیا کہتے کسی دوسرے شاعر کا شعر یا مصرع بھی زندگی بھر میں دو چار مرتبہ سے زائد نہیں پڑھا۔ اور پڑھتے وقت اکثر اس میں ایسا تغیر کر دیا کہ شعر شعر نہ رہے۔ محض مطلب شاعر ادا ہو جائے۔ غرض آپ کی طبع شریف کو شاعری سے مناسبت نہیں دی گئی تھی کیونکہ یہ چیز آپ کے منصب جلیل کے لائق نہ تھی۔ آپ حقیقت کے ترجمان تھے اور آپ کی بعثت کا مقصد دنیا کو اعلیٰ حقائق سے بدون ادنیٰ ترین کذب وغلو کے روشناس کرنا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ کام ایک شاعر کا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ شاعریت کا حسن وکمال کذب ومبالغہ، خیالی بلند پروازی اور فرضی نکتہ آفرینی کے سوا کچھ نہیں۔ شعر میں اگر کوئی جز محمود ہے تو اس کی تاثیر اور دلنشینی ہو سکتی ہے۔ سو یہ چیز قرآن کی نثر میں اس درجہ پر پائی جاتی ہے کہ ساری دنیا کے شاعر مل کر بھی اپنے کلاموں کے مجموعہ میں پیدا نہیں کر سکتے۔ قرآن کریم کے اسلوب بدیع کو دیکھتے ہوئے کہہ سکتے ہیں کہ گویا نظم کی اصل روح نکال کر نثر میں ڈال دی گئی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے فصیح وعاقل دنگ ہو کر قرآن کو شعر یا سحر کہنے لگے تھے۔ حالانکہ شعر وسحر کو قرآن سے کیا نسبت ہے؟ کیا شاعری اور جادوگری کی بنیاد پر دنیا میں کبھی قومیت وروحانیت کی ایسی عظیم الشان اور لازوال عمارتیں کھڑی ہوئی ہیں جو قرآنی تعلیم کی اساس پر آج تک قائم شدہ دیکھتے ہو۔ یہ کام شاعروں کا نہیں پیغمبروں کا ہے کہ خدا کے حکم سے مردہ قلوب کو ابدی زندگی عطا کرتے ہیں، حق تعالیٰ نے عرب کو یہ کہنے کا موقع نہیں دیا کہ آپ پہلے سے شاعر تھے شاعری سے ترقی کر کے نبی بن بیٹھے۔

۴ یعنی زندہ دل آدمی قرآن سن کر اللہ سے ڈرے اور منکروں پر حجت تمام ہو۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "جس میں جان ہو یعنی نیک اثر پکڑتا ہو اس کے فائدہ کو اور منکروں پر الزام اتارنے کو۔"

۵ **اللہ کی دوسری نشانیاں** آیات تنزیلیہ کے بعد پھر آیات تکوینیہ کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ یعنی ایک طرف قرآن کی پند ونصیحت کو سنو، اور دوسری طرف غور سے دیکھو کہ اللہ کے کیسے انعام واحسان تم پر ہوئے ہیں، اونٹ، گائے، بکری، گھوڑے، خچر وغیرہ جانوروں کو تم نے نہیں بنایا اللہ نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا ہے۔ پھر تم کو محض اپنے فضل سے ان کا مالک بنا دیا کہ جہاں چاہو بیچو اور جو چاہو کام لو۔

أَفَلَا يَشْكُرُونَ ﴿٧٣﴾ وَاتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ آلِهَةً

پھر کیوں شکر نہیں کرتے ۞ اور پکڑتے ہیں اللہ کے سوا اور حاکم

لَّعَلَّهُمْ يُنصَرُونَ ﴿٧٤﴾ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ

کہ شاید ان کی مدد کریں نہ کر سکیں گے ان کی مدد اور یہ

لَهُمْ جُندٌ مُّحْضَرُونَ ﴿٧٥﴾ فَلَا يَحْزُنكَ قَوْلُهُمْ ۘ إِنَّا

ان کی فوج ہو کر پکڑے آئیں گے ۞ اب تو غمگین مت ہو ان کی بات سے ہم

نَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٧٦﴾ أَوَلَمْ يَرَ

جانتے ہیں جو وہ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں ۞ کیا دیکھا نہیں

الْإِنسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِن نُّطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ

انسان کہ ہم نے اس کو بنایا ایک قطرہ سے پھر تبھی وہ ہو گیا جھگڑنے

مُّبِينٌ ﴿٧٧﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ ۖ قَالَ مَن يُحْيِي

بولنے والا ۞ اور بٹھلاتا ہے ہم پر ایک مثل اور بھول گیا اپنی پیدائش کہنے لگا کون زندہ کرے گا

الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ﴿٧٨﴾ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا

ہڈیوں کو جب کھوکھری ہو گئیں ۞ تو کہہ ان کو زندہ کرے گا جس نے بنایا ان کو

أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ﴿٧٩﴾ الَّذِي جَعَلَ لَكُم

پہلی بار اور وہ سب (طرح) بنانا جانتا ہے ۞ جس نے بنا دی تم کو

مِّنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنتُم مِّنْهُ تُوقِدُونَ ﴿٨٠﴾

سبز درخت سے آگ پھر اب تم اس سے سلگاتے ہو ۞

وقف لازم

❶ **چار پایوں میں انسان کے فائدے** دیکھو کتنے بڑے بڑے عظیم الجثہ قوی ہیکل جانور انسان ضعیف البنیان کے سامنے عاجز و مسخر کر دیئے۔ ہزاروں اونٹوں کی قطار کو ایک خورد سال بچہ نکیل پکڑ کر جدھر چاہے لے جائے ذرا کان نہیں ہلاتے۔ کیسے شہ زور جانوروں پر آدمی سواری کرتا ہے اور بعض کو کاٹ کر اپنی غذا بناتا ہے۔ علاوہ گوشت کھانے کے ان کی کھال، ہڈی اون وغیرہ سے کس قدر فوائد حاصل کیئے جاتے ہیں ان کے تھن کیا ہیں گویا دودھ کے چشمے ہیں ان ہی چشموں کے گھاٹ سے کتنے آدمی سیراب ہوتے ہیں۔ لیکن شکر گذار بندے بہت تھوڑے ہیں۔

❷ یعنی جس خدا نے یہ نعمتیں مرحمت فرمائیں اس کا یہ شکر ادا کیا کہ اس کے مقابل دوسرے حاکم اور معبود ٹھہرا لئے جنہیں سمجھتے ہیں کہ آڑے وقت میں کام آئیں گے اور مدد کریں گے سو یاد رکھو! وہ تمہاری تو کیا اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے۔ ہاں جب تم کو مدد کی ضرورت ہوگی اس وقت گرفتار ضرور کرا دیں گے۔ تب پتہ لگے گا کہ جن کی حمایت میں عمر بھر لڑتے رہے تھے وہ آج کس طرح آنکھیں دکھانے لگے۔

❸ یعنی جب خود ہمارے ساتھ ان کا یہ معاملہ ہے تو آپ ان کی بات سے غمگین و دلگیر نہ ہوں۔ اپنا فرض ادا کر کے ہمارے حوالہ کریں۔ ہم ان کے ظاہری و باطنی احوال سے خوب واقف ہیں ٹھیک ٹھیک بھگتان کر دیں گے۔

❹ **انسان کی اصل** یعنی انسان اپنی اصل کو یاد نہیں رکھتا کہ وہ ایک ناچیز قطرہ تھا، خدا نے کیا سے کیا بنا دیا۔ اس پانی کی بوند کو وہ زور اور قوت گویائی عطا کی کہ بات بات پر جھگڑنے اور باتیں بنانے لگا۔ حتیٰ کہ آج اپنی حد سے بڑھ کر خالق کے مقابلہ میں خم ٹھونک کر کھڑا ہو گیا۔

❺ **حقیر انسان کی جرأت** یعنی دیکھتے ہو! خدا پر کیسے فقرے چسپاں کرتا ہے۔ گویا اس قادر مطلق کو عاجز مخلوق کی طرح فرض کر لیا ہے جو کہتا ہے کہ آخر جب بدن گل سڑ کر صرف ہڈیاں رہ گئیں وہ بھی بوسیدہ پرانی اور کھوکھلی تو انہیں دوبارہ کون زندہ کریگا۔ ایسا سوال کرتے وقت اسے اپنی پیدائش یاد نہیں رہی ورنہ اس قطرہ ناچیز کو ایسے الفاظ کہنے کی جرأت نہ ہوتی۔ اپنی اصل پر نظر کر کے کچھ شرماتا اور کچھ عقل سے کام لے کر اپنے سوال کا جواب بھی حاصل کر لیتا جو اگلی آیت میں مذکور ہے۔

❻ **اللہ کی قدرت** یعنی جس نے پہلی مرتبہ ان ہڈیوں میں جان ڈالی اسے دوسری بار جان ڈالنا کیا مشکل ہے۔ بلکہ پہلے سے زیادہ آسان ہونا چاہیے۔ (وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ) اور اس قادر مطلق کے لئے تو سب ہی چیز آسان ہے پہلی مرتبہ ہو یا دوسری مرتبہ، وہ ہر طرح بنانا جانتا ہے اور بدن کے اجزاء اور ہڈیوں کے ریزے جہاں کہیں منتشر ہو گئے ہوں ان کا ایک ایک ذرہ اس کے علم میں ہے۔

❼ **درخت اور ایندھن** یعنی اول پانی سے سبز و شاداب درخت تیار کیا پھر اسی تروتازہ درخت کو سکھا کر ایندھن بنا دیا جس سے اب تم آگ نکال رہے ہو۔ پس جو خدا ایسی متضاد صفات کو ادل بدل کر سکتا ہے کیا وہ ایک چیز کی موت و حیات کے الٹ پھیر پر قادر نہیں؟ **تنبیہ** بعض سلف نے "شجر اخضر" (سبز درخت) سے خاص وہ درخت مراد لئے ہیں جن کی شاخوں کو آپس میں رگڑنے سے آگ نکلتی ہو۔ جیسے بانس کا درخت ہے یا عرب میں مرخ اور عفار تھے۔ واللہ اعلم۔

اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى

کیا جس نے بنائے آسمان اور زمین نہیں

اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ بَلٰى ۚ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿٨١﴾ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ

بنا سکتا ان جیسے کیوں نہیں اور وہی ہے اصل بنانیوالا سب کچھ جاننے والا ﴿۱﴾ اس کا حکم

اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٨٢﴾ فَسُبْحٰنَ

یہی ہے کہ جب کرنا چاہے کسی چیز کو تو کہے اس کو ہو وہ اسی وقت ہو جائے ﴿۲﴾ سو پاک ہے

الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٨٣﴾ ع

وہ ذات جس کے ہاتھ ہے حکومت ہر چیز کی اور اسی کی طرف پھر کر چلے جاؤ گے ﴿۳﴾

اٰيَاتُهَا ١٨٢ (٣٧) سُوْرَةُ الصّٰٓفّٰتِ مَكِّيَّةٌ (٥٦) رُكُوْعَاتُهَا ٥

سورۂ صافات مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ایک سو بیاسی آیتیں ہیں اور پانچ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۙ﴿١﴾ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۙ﴿٢﴾ فَالتّٰلِيٰتِ

قسم ہے صف باندھنے والوں کی قطار ہو کر ﴿۴﴾ پھر ڈانٹنے والوں کی جھڑک کر ﴿۵﴾ پھر پڑھنے والوں کی

ذِكْرًا ۙ﴿٣﴾ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ؕ﴿٤﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

یاد کر کر ﴿۶﴾ بے شک حاکم تم سب کا ایک ہے ﴿۷﴾ رب آسمانوں کا اور زمین کا

وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ؕ﴿٥﴾ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا

اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے اور رب مشرقوں کا ﴿۸﴾ ہم نے رونق دی (سب سے) ورلے آسمان کو

وقف غفران ۱۲

منزل ۱۲

المنزل السادس ۶

۱ یعنی جس نے آسمان وزمین جیسی بڑی بڑی چیزیں پیدا کیں اسے ان کافروں جیسی چھوٹی چیزوں کا پیدا کر دینا کیا مشکل ہے۔

۲ **قدرت کاملہ کا بیان** یعنی کسی چھوٹی بڑی چیز کے پہلی مرتبہ یا دوبارہ بنانے میں اسے دقت ہی کیا ہو سکتی ہے اس کے ہاں تو بس ارادہ کی دیر ہے جہاں کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کیا اور کہا ہو جا! فوراً ہوئی رکھی ہے۔ ایک سیکنڈ کی تاخیر نہیں ہو سکتی۔ **تنبیہ** میرے خیال میں اس آیت کو پہلی آیت کے ساتھ ملا کر یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ پہلے خلق بدن کا ذکر تھا یہاں نفخ روح کا مطلب سمجھا دیا۔ واللہ اعلم۔ راجع فوائد سورۃ الاسراء تحت بحث الروح۔

۳ **اللہ ہی حاکم مطلق ہے** یعنی وہ اعلیٰ ترین ہستی جس کے ہاتھ میں فی الحال بھی اوپر سے نیچے تک تمام مخلوقات کی زمام حکومت ہے اور آیندہ بھی اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ پاک ہے عجز وسفہ اور ہر قسم کے عیب ونقص سے تم سورۃ یٰسٓ وللہ الحمد والمنۃ۔

سورۃ الصّٰفّٰت

۴ یعنی جو صف باندھ کر قطار در قطار کھڑے ہوتے ہیں، خواہ فرشتے ہوں جو حکم الٰہی سننے کو اپنے اپنے مقام پر درجہ بدرجہ کھڑے ہوتے ہیں یا عبادت گذار انسان جو نماز اور جہاد وغیرہ میں صف بندی کرتے ہیں۔ **تنبیہ** **قرآن کی قسموں کی توضیح** قسم محاورات میں تاکید کے لئے ہے جو اکثر منکر کے مقابلہ میں استعمال کی جاتی ہے لیکن بسا اوقات محض ایک مضمون کو مہتم بالشان ظاہر کرنے کے لئے بھی استعمال کرتے ہیں۔ اور قرآن کریم کی قسموں کا تتبع کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ عموماً مقسم بہ، مقسم علیہ کے لئے بطور ایک شاہد یا دلیل کے ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

۵ **ڈانٹنے والے فرشتے** یعنی جو فرشتے شیطانوں کو ڈانٹ کر بھگاتے ہیں تا استراق سمع کے ارادہ میں کامیاب نہ ہوں یا بندوں کو نیکی کی بات سمجھا کر معاصی سے روکتے ہیں یا وہ نیک آدمی جو خود اپنے نفس کو بدی سے روکتے اور دوسروں کو بھی شرارت پر ڈانٹتے جھڑکتے رہتے ہیں۔ خصوصاً میدان جہاد میں کفار کے مقابلہ پر ان کی ڈانٹ ڈپٹ بہت سخت ہوتی ہے۔

۶ یعنی وہ فرشتے یا آدمی جو اللہ کے احکام سننے کے بعد پڑھتے اور یاد کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کے بتانے کو۔

۷ بیشک آسمان پر فرشتے اور زمین پر خدا کے نیک بندے ہر زمانہ میں قولاً وفعلاً شہادت دیتے رہے ہیں کہ سب کا مالک ومعبود ایک ہے اور ہم اسی کی رعیت ہیں۔

۸ **مشارق ومغارب** شمال سے جنوب تک ایک طرف مشرقیں ہیں۔ سورج کی ہر روز کی جدا اور ہر ستارے کی جدا۔ یعنی وہ نقطے جن سے ان کا طلوع ہوتا ہے اور دوسری طرف اتنی ہی مغربیں ہیں۔ شاید مغارب کا ذکر یہاں اس لئے نہیں کیا کہ مشارق سے بطور مقابلہ کے خود ہی سمجھ میں آ جائیں گی۔ اور ایک حیثیت سے طلوع شمس وکواکب کو حق تعالیٰ کی شان حکومت وعظمت کے ثابت کرنے میں بہ نسبت غروب کے زیادہ دخل ہے۔ واللہ اعلم۔

بِزِيْنَةِ ۨالْكَوَاكِبِ ۙ﴿۶﴾ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۚ﴿۷﴾

ایک رونق جو تارے ہیں ◆۱ اور بچاؤ بنایا ہر شیطان سرکش سے ◆۲

لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ

سن نہیں سکتے (نہ سکیں) اوپر کی مجلس تک اور پھینکے جاتے ہیں (مار پڑتی ہے) ان پر ہر

جَانِبٍ ۖ﴿۸﴾ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۙ﴿۹﴾ اِلَّا مَنْ

طرف سے بھگانے کو ◆۳ اور ان پر (ان کے لیے) مار (عذاب) ہے ہمیشہ کو ◆۴ مگر جو کوئی

خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿۱۰﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ

اچک لایا (بھاگا) جھپ سے (جھٹ جھپٹ کر) پھر پیچھے لگا اس کے انگارا چمکتا ◆۵ اب پوچھ ان سے

اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ

کیا یہ بنانے مشکل ہیں (ان کا بنانا مشکل ہے) یا جتنی خلقت کہ ہم نے بنائی ◆۶ ہم نے ہی ان کو بنایا ہے ایک چپکتے

لَّازِبٍ ﴿۱۱﴾ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ۖ﴿۱۲﴾ وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا

گارے سے (ایک گارے چمٹنے والے سے) ◆۷ بلکہ تو کرتا ہے تعجب اور وہ کرتے ہیں ٹھٹھے ◆۸ اور جب ان کو سمجھائیے نہیں

يَذْكُرُوْنَ ۖ﴿۱۳﴾ وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ۖ﴿۱۴﴾ وَقَالُوْٓا اِنْ

سوچتے اور جب دیکھیں کچھ نشانی ہنسی میں ڈال دیتے ہیں اور کہتے ہیں اور

هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۚ﴿۱۵﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا

کچھ نہیں یہ تو کھلا جادو ہے ◆۹ کیا جب ہم مر گئے اور ہو گئے مٹی اور ہڈیاں

ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۙ﴿۱۶﴾ اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ﴿۱۷﴾ قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ

تو کیا ہم کو پھر اٹھائیں گے کیا اور ہمارے اگلے باپ دادوں کو بھی ◆۱۰ تو کہہ کہ ہاں اور تم

(۱) **ستاروں کی رونق** یعنی اندھیری رات میں یہ آسمان بیشمار ستاروں کی جگمگاہٹ سے دیکھنے والوں کو کیسا خوبصورت، مزین اور پررونق معلوم ہوتا ہے۔

(۲) یعنی تاروں سے آسمان کی زینت و آرائش ہے۔ اور بعض تاروں کے ذریعہ سے جو ٹوٹتے ہیں شیطانوں کو روکنے اور دفع کرنے کا کام بھی لیا جاتا ہے۔ یہ ٹوٹنے والے ستارے کیا ہیں۔ آیا کواکب نوریہ کے علاوہ کوئی مستقل نوع کواکب کی ہے یا کواکب نوریہ کی شعاعوں ہی سے ہوا متکیف ہو کر ایک طرح کی آتش سوزاں پیدا ہو جاتی ہے یا خود کواکب کے اجزاء ٹوٹ کر گرتے ہیں؟ اس میں علماء و حکماء کے مختلف اقوال ہیں بہر حال ان کی حقیقت کچھ ہی کیوں نہ ہو رجم شیاطین کا کام بھی ان سے لیا جاتا ہے۔ اس کی کچھ تفصیل سورۂ ''حجر'' کے فوائد میں گذر چکی ملاحظہ کر لی جائے۔

(۳) **ملاء اعلیٰ اور شیاطین** اوپر کی مجلس سے مراد فرشتوں کی مجلس ہے۔ یعنی شیاطین کو یہ قدرت نہیں دی گئی کہ فرشتوں کی مجلس میں پہنچ کر کوئی بات وحی الٰہی کی سن آئیں۔ جب ایسا ارادہ کر کے اوپر آسمانوں کے قریب پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں تو جس طرف سے جاتے ہیں ادھر ہی سے فرشتے دھکے دے کر اور مار کر بھگا دیتے ہیں۔

(۴) یعنی دنیا میں ہمیشہ یوں ہی مار پڑتی رہے گی اور آخرت کا دائمی عذاب الگ رہا۔

(۵) **شہاب ثاقب کی مار** یعنی اسی بھاگ دوڑ میں جلدی سے کوئی ایک آدھ بات اچک لایا۔ اس پر بھی فرشتے شہاب ثاقب سے اس کا تعاقب کرتے ہیں۔ اس کی تفصیل سورۂ ''حجر'' کے شروع میں گذر چکی۔

(۶) **منکرین بعث کا رد** یعنی منکرین بعث سے دریافت کیجئے کہ آسمان، زمین، ستارے فرشتے، شیاطین وغیرہ مخلوقات کا پیدا کرنا ان کے خیال میں زیادہ مشکل کام ہے یا خود ان کا پیدا کرنا اور وہ بھی ایک مرتبہ پیدا کر چکنے کے بعد ظاہر ہے جو خدا ایسی عظیم الشان مخلوقات کا بنانے والا ہے اسے ان کا دوبارہ بنا دینا کیا مشکل ہو گا۔

(۷) **انسان کی اصلیت** یعنی ان کی اصل حقیقت ہمیں سب معلوم ہے۔ ایک طرح کے چپکتے گارے سے جس کا پتلا ہم نے تیار کیا۔ آج اس کے یہ دعوے ہیں کہ آسمان و زمین کا بنانے والا اس کے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر نہیں۔ جس طرح پہلے تجھ کو مٹی سے بنایا دوبارہ بھی مٹی سے نکال کر کھڑا کر دیں گے۔

(۸) یعنی تجھ کو ان پر تعجب آتا ہے کہ ایسی صاف باتیں کیوں نہیں سمجھتے اور وہ ٹھٹھا کرتے ہیں کہ یہ (نبی) کس قسم کی بے سروپا باتیں کر رہا ہے۔ (العیاذ باللہ)

(۹) یعنی نصیحت سن کر غور و فکر نہیں کرتے اور جو معجزات و نشانات دیکھتے ہیں انہیں جادو کہہ کر ہنسی میں اڑا دیتے ہیں۔

(۱۰) **کفار کی ضد اور ہٹ** وہی مرغے کی ایک ٹانگ گائے جاتے ہیں کہ صاحب جب ہمارا بدن خاک میں مل کر مٹی ہو گیا صرف ہڈیاں باقی رہ گئیں اور اس سے بھی بڑھ کر ہمارے باپ دادا جن کو مرے ہوئے قرن گذر گئے۔ شاید ہڈیاں بھی باقی نہ رہی ہوں، ہم کس طرح مان لیں کہ یہ سب پھر از سر نو زندہ کر کے کھڑے کر دیئے جائیں گے۔

دَاخِرُونَ ﴿۱۸﴾ فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ فَإِذَا هُمْ يَنظُرُونَ ﴿۱۹﴾

ذلیل ہو گے سو وہ اٹھانا تو یہی ہے ایک جھڑکی پھر اسی وقت یہ لگیں گے دیکھنے ﴿۱﴾

وَقَالُوا يَا وَيْلَنَا هَٰذَا يَوْمُ الدِّينِ ﴿۲۰﴾ هَٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ

اور کہیں گے اے خرابی ہماری یہ آ گیا دن جزا کا ﴿۲﴾ یہ ہے دن فیصلہ کا

الَّذِي كُنتُم بِهِ تُكَذِّبُونَ ﴿۲۱﴾ احْشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا

جس کو تم جھٹلاتے تھے ﴿۳﴾ جمع کرو گنہگاروں کو

ع ۵

وَأَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ ﴿۲۲﴾ مِن دُونِ اللَّهِ

اور ان کے جوڑوں (ساتھیوں) کو اور جو کچھ پوجتے تھے ﴿۴﴾ اللہ کے سوائے

فَاهْدُوهُمْ إِلَىٰ صِرَاطِ الْجَحِيمِ ﴿۲۳﴾ وَقِفُوهُمْ إِنَّهُم

پھر چلاؤ ان کو دوزخ کی راہ پر ﴿۵﴾ اور کھڑا رکھو ان کو ان سے

مَّسْئُولُونَ ﴿۲۴﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُونَ ﴿۲۵﴾ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ

پوچھنا ہے ﴿۶﴾ کیا ہوا تم کو ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے کوئی نہیں وہ آج

مُسْتَسْلِمُونَ ﴿۲۶﴾ وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿۲۷﴾

اپنے کو پکڑواتے ہیں ﴿۷﴾ اور منہ کیا بعضوں نے بعضوں کی طرف لگے پوچھنے

قَالُوا إِنَّكُمْ كُنتُمْ تَأْتُونَنَا عَنِ الْيَمِينِ ﴿۲۸﴾ قَالُوا بَل

بولے تم ہی تھے کہ آتے تھے ہم پر داہنی طرف سے ﴿۸﴾ وہ بولے کوئی نہیں پر

لَّمْ تَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ﴿۲۹﴾ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُم مِّن

تم ہی نہ تھے یقین لانے والے اور ہمارا تم پر کچھ

◆۱ یعنی ہاں ضرور اٹھائے جاؤ گے اور اس وقت ذلیل ورسوا ہو کر اس انکار کی سزا بھگتو گے۔

◆۲ یعنی ایک ڈانٹ میں سب اٹھ کھڑے ہوں گے اور حیرت و دہشت سے ادھر ادھر دیکھنے لگیں گے (یہ ڈانٹ یا جھڑکی نفخ صور کی ہوگی)

◆۳ یعنی یہ تو سچ مچ جزاء کا دن آپہنچا جس کی انبیاء خبر دیتے اور ہم ہنسی اڑایا کرتے تھے۔

◆۴ یہ حق تعالیٰ کی طرف سے خطاب ہوگا۔

◆۵ **کفار کا حشر** | یہ حکم ہوگا فرشتوں کو کہ ان سب کو اکٹھا کر کے دوزخ کا راستہ بتاؤ **تنبیہ** "ازواج" (جوڑوں) سے مراد ہیں ایک قسم کے گناہگار یا ان کی کافر بیویاں۔ اور "وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" سے اصنام وشیاطین وغیرہ مراد ہیں۔

◆۶ **کفار کو سوال کیلئے ٹھہرنے کا حکم** | حکم کے بعد کچھ دیر ٹھہرائیں گے تاکہ ان سے ایک سوال کیا جائے جو آگے "مَالَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ" میں مذکور ہے۔

◆۷ **حق تعالیٰ کا سوال** | یعنی دنیا میں تو "نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ" کہاں کرتے تھے (کہ ہم آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں) آج کیا ہوا کہ کوئی اپنے ساتھی کی مدد نہیں کرتا۔ بلکہ ہر ایک بدون کان ہلائے ذلیل ہو کر پکڑا ہوا چلا آرہا ہے۔

◆۸ **کفار کا ایک دوسرے کو الزام** | "یمین" (داہنے ہاتھ) میں عموماً زور وقوت زائد ہوتی ہے یعنی تم ہی تھے جو ہم پر چڑھے آتے تھے بہکانے کو زور دکھلا کر اور مرعوب کر کے۔ یا یمین سے مراد خیر و برکت کی جانب لی جائے یعنی تم ہی تھے کہ ہم پر چڑھائی کرتے تھے، بھلائی اور نیکی سے روکنے کے لئے۔ یہ گفتگو اتباع اور متبوعین (زبردستوں اور زیردستوں) کے درمیان ہوگی۔

سُلْطٰنٍ ۚ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ

زور نہ تھا ۔ پر تم ہی تھے لوگ حد سے نکل چلنے والے ۔ سو ثابت ہوگئی ہم پر بات ہمارے

رَبِّنَآ ۖ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ﴿۳۲﴾

رب کی ۔ بے شک ہم کو مزہ چکھنا ہے ۔ ہم نے تم کو گمراہ کیا ۔ جیسے ہم خود تھے گمراہ ﴿۱﴾

فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِى الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ

سو وہ سب اس دن ۔ تکلیف میں ۔ شریک ہیں ﴿۲﴾ ۔ ہم ایسا ہی

نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۴﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ

کرتے ہیں ۔ گنہگاروں کے حق میں ۔ وہ تھے ۔ کہ ان سے جب کوئی کہتا کسی کی بندگی

اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا

نہیں سوائے اللہ کے ۔ تو غرور کرتے ﴿۳﴾ ۔ اور کہتے ۔ کیا ہم چھوڑ دیں گے اپنے معبودوں کو

لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴿۳۶﴾ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۷﴾

کہنے سے ایک شاعر دیوانہ کے ۔ کوئی نہیں وہ لیکر آیا ہے سچا دین ۔ اور سچا مانتا ہے سب رسولوں کو ﴿۴﴾

اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ﴿۳۸﴾ وَمَا تُجْزَوْنَ

بے شک تم کو چکھنا ہے ۔ عذاب دردناک ۔ اور وہی بدلہ پاؤ گے

اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۴۰﴾

جو کچھ تم کرتے تھے ﴿۵﴾ ۔ مگر جو بندے اللہ کے ہیں ۔ چنے ہوئے ﴿۶﴾

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۴۱﴾ فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۴۲﴾

وہ لوگ جو ہیں ان کے واسطے روزی ہے ۔ مقرر ۔ میوے ﴿۷﴾ ۔ اور ان کی عزت ہے ﴿۸﴾

① **متبوعین کا جواب** | یعنی خود تو ایمان نہ لائے ہم پر الزام رکھتے ہو۔ ہمارا تم پر کیا زور تھا جو دل میں ایمان نہ گھسنے دیتے تم لوگ خود ہی عقل و انصاف کی حد سے نکل گئے کہ بے لوث ناصحین کا کہنا نہ مانا اور ہمارے بہکائے میں آ گئے اگر عقل وفہم اور عاقبت اندیشی سے کام لیتے تو ہماری باتوں پر کبھی کان نہ دھرتے۔ رہے ہم سو ظاہر ہے خود گمراہ تھے، ایک گمراہ سے بجز گمراہی کی طرف بلانے کے اور کیا توقع ہوسکتی ہے۔ ہم نے وہی کیا جو ہمارے حال کے مناسب تھا لیکن تم کو کیا مصیبت نے گھیرا تھا کہ ہمارے چکموں میں آ گئے۔ بہرحال جو ہونا تھا ہو چکا۔ خدا کی حجت ہم پر قائم ہوئی اور اس کی وہ ہی بات "لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ الخ" ثابت ہو کر رہی۔ آج ہم سب کو اپنی اپنی غلط کاریوں اور بدمعاشیوں کا مزہ چکھنا ہے۔

② یعنی سب مجرم درجہ بدرجہ عذاب میں شریک ہوں گے۔ جیسے جرم میں شریک تھے۔

③ یعنی ان کا کبر و غرور مانع ہے کہ نبی کے ارشاد سے یہ کلمہ (لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ) زبان پر لائیں جس سے ان کے جھوٹے معبودوں کی نفی ہوتی ہے خواہ دل میں اسے سچ ہی سمجھتے ہوں۔

④ **آنحضرتؐ کو شاعر کہنے پر ملامت** | یعنی شاعروں کا جھوٹ تو مشہور ہے۔ پھر اس راستباز ہستی کو شاعر کیسے کہتے ہو جو دنیا میں خالص سچائی لے کر آیا ہے اور سارے جہان کے سچوں کی تصدیق کرتا ہے۔ کیا مجنون اور دیوانے ایسے سچے صحیح اور پختہ اصول پیش کیا کرتے ہیں؟

⑤ یعنی انکار توحید اور ان گستاخیوں کا مزہ چکھو گے جو بارگاہ رسالت میں کر رہے ہو۔ جو کچھ کرتے تھے ایک دن سب سامنے آ جائے گا۔

⑥ یعنی ان کا کیا ذکر۔ وہ تو ایک قسم ہی دوسری ہے جس پر حق تعالیٰ نوازش و کرم فرمائے گا۔

⑦ **جنت کے میوے** | یعنی عجیب و غریب میوے کھانے کو ملیں گے۔ جن کی پوری صفت تو اللہ ہی کو معلوم ہے ہاں کچھ مختصری بندوں کو بھی بتلا دی ہے جیسے فرمایا "لَا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ" (واقعہ۔ رکوع ۱)

⑧ خدا ہی جانے کیا کیا اعزاز و اکرام ہوں گے۔

فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۴۳﴾ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۴﴾ يُطَافُ

نعمت کے باغوں میں تختوں پر ایک دوسرے کے سامنے لوگ لیے پھرتے ہیں

عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍۭ ﴿۴۵﴾ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿۴۶﴾

ان کے پاس پیالہ شراب صاف کا سفید رنگ مزہ دینے والی پینے والوں کو

لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَعِنْدَهُمْ

نہ اس میں سر پھرتا ہے اور نہ وہ اس کو پی کر بہکیں ﴿۱﴾ اور ان کے پاس ہیں

قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ﴿۴۸﴾ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۴۹﴾

عورتیں نیچی نگاہ رکھنے والیاں بڑی آنکھوں والیاں ﴿۲﴾ گویا وہ انڈے ہیں چھپے دھرے ﴿۳﴾

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۵۰﴾ قَالَ

پھر منہ کیا ایک نے دوسرے کی طرف لگے پوچھنے بولا

قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّيْ كَانَ لِيْ قَرِيْنٌ ﴿۵۱﴾ يَّقُوْلُ اَئِنَّكَ

ایک بولنے والا ان میں میرا تھا ایک ساتھی کہا کرتا کیا تو

لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ ﴿۵۲﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا

یقین کرتا ہے کیا جب ہم مر گئے اور ہو گئے مٹی اور ہڈیاں

ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ﴿۵۴﴾

کیا ہم کو جزا ملے گی ﴿۴﴾ کہنے لگا بھلا تم جھانک کر دیکھو گے ﴿۵﴾

فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿۵۵﴾ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ

پھر جھانکا تو اس کو دیکھا بیچوں بیچ دوزخ کے بولا قسم اللہ کی تو تو

۱ **جنت کی شراب** یعنی مزہ اور نشاط پورا ہوگا۔ اور دنیا کی شراب میں جو خرابیاں ہوتی ہیں ان کا نام ونشان نہ ہوگا نہ سر گرانی ہوگی نہ نشہ چڑھے گا، نہ قے آئے گی، نہ پھیپھڑے وغیرہ خراب ہوں گے، نہ اس کی نہریں خشک ہو کر ختم ہو سکیں گی۔

۲ **جنت کی حوریں** یعنی شرم و ناز سے نگاہ نیچی رکھنے والی حوریں جو اپنے ازواج کے سوا کسی دوسرے کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھیں۔

۳ **جنت کی عورتوں کا رنگ** یعنی صاف و شفاف رنگ ہوگا جیسے انڈا جس کو پرندا اپنے پروں کے نیچے چھپائے رکھے کہ نہ داغ لگے نہ گرد و غبار پہنچے۔ یا انڈے کے اندر کی سفید تہ جو سخت چھلکے کے نیچے پوشیدہ رہتی ہے۔ اور بعض نے کہا کہ شتر مرغ کے انڈے مراد ہیں جو بہت خوش رنگ ہوتے ہیں۔ بہر حال تشبیہ صفائی یا خوش رنگ ہونے میں ہے سفیدی میں نہیں۔ چنانچہ دوسری جگہ فرمایا۔ ''کَاَنَّهُنَّ الْیَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ'' (رحمٰن۔ رکوع ۳)

۴ **جنت کی مجلسیں** یعنی یاران جلسہ جمع ہوں گے اور شراب طہور کا جام چل رہا ہوگا۔ اس عیش و تنعم کے وقت اپنے بعض گذشتہ حالات کا مذاکرہ کریں گے۔ ایک جنتی کہے گا کہ میاں دنیا میں میرا ایک ملنے والا تھا۔ جو مجھے آخرت پر یقین رکھنے کی وجہ سے ملامت کیا کرتا اور احمق بنایا کرتا تھا۔ اس کے نزدیک یہ بالکل مہمل بات تھی کہ ایک شخص مٹی میں مل جائے اور گوشت پوست کچھ باقی نہ رہے محض بوسیدہ ہڈیاں رہ جائیں، پھر اسے اعمال کا بدلہ دینے کے لئے از سر نو زندہ کر دیں؟ بھلا ایسی بے تکی بات پر کون یقین کر سکتا ہے؟

۵ **کافر دوست کے حال کی جستجو** یعنی وہ ساتھی یقیناً دوزخ میں پڑا ہوگا۔ آؤ ذرا جھانک کر دیکھیں کس حال میں ہے۔ (یہ اس جنتی کا مقولہ ہوا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ مقولہ اللہ کا ہے۔ یعنی حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ کیا تم جھانک کر اس کو دیکھنا چاہتے ہو)

كِدْتَّ لَتُرْدِينِ ﴿٥٦﴾ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّي لَكُنْتُ مِنَ

مجھ کو ڈالنے لگا تھا گڑھے میں | اور اگر نہ ہوتا میرے رب کا فضل | تو میں بھی ہوتا انہی میں

الْمُحْضَرِينَ ﴿٥٧﴾ أَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِينَ ﴿٥٨﴾ إِلَّا مَوْتَتَنَا

جو پکڑے ہوئے آئے | کیا اب ہم کو مرنا نہیں | مگر جو پہلی بار

الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ ﴿٥٩﴾ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ

مر چکے | اور ہم کو تکلیف نہیں پہنچنے کی | بے شک یہی ہے بڑی

الْعَظِيمُ ﴿٦٠﴾ لِمِثْلِ هَٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُونَ ﴿٦١﴾ أَذَٰلِكَ

مراد ملنی | ایسی چیزوں کیواسطے | چاہئے محنت کریں محنت کرنے والے | بھلا یہ

خَيْرٌ نُزُلًا أَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّومِ ﴿٦٢﴾ إِنَّا جَعَلْنَاهَا فِتْنَةً

بہتر ہے مہمانی | یا درخت سینڈھ کا | ہم نے اس کو رکھا ہے ایک بلا

لِلظَّالِمِينَ ﴿٦٣﴾ إِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِي أَصْلِ الْجَحِيمِ ﴿٦٤﴾

ظالموں کے واسطے | وہ ایک درخت ہے | کہ نکلتا ہے | دوزخ کی جڑ میں

طَلْعُهَا كَأَنَّهُ رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ ﴿٦٥﴾ فَإِنَّهُمْ

اس کا خوشہ | جیسے سر شیطان کے | سو وہ

لَآكِلُونَ مِنْهَا فَمَالِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ ﴿٦٦﴾ ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ

کھائیں گے اس میں سے | پھر بھریں گے | اس سے پیٹ | پھر ان کے واسطے

عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِنْ حَمِيمٍ ﴿٦٧﴾ ثُمَّ إِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَإِلَى

اس کے اوپر | ملونی ہے | جلتے پانی کی | پھر ان کو لے جانا

۱ **دوزخ میں اس کا حال** یعنی اس جنتی کو اپنے ساتھی کا حال دکھلا دیا جائے گا کہ ٹھیک دوزخ کی آگ میں پڑا ہوا ہے۔ یہ حال دیکھ کر اسے عبرت ہوگی اور اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان یاد آئے گا۔ کہے گا، کم بخت! تو نے تو مجھے بھی اپنے ساتھ برباد کرنا چاہا تھا۔ محض اللہ کے احسان نے دستگیری فرمائی جو اس مصیبت سے بچالیا اور میرا قدم راہ ایمان و عرفان سے ڈگمگانے نہ دیا ورنہ آج میں بھی تیری طرح پکڑا ہوا آتا۔ اور اس دردناک عذاب میں گرفتار ہوتا۔

۲ **دائمی زندگی پر خوشی کا اظہار** اس وقت فرط مسرت سے کہے گا کہ کیا یہ واقعہ نہیں کہ اس پہلی موت کے سوا جو دنیا میں آچکی اب ہم کو کبھی مرنا نہیں اور نہ کبھی اس عیش و بہار سے نکل کر تکلیف و عذاب کی طرف جانا ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل و رحمت سے اسی تنعم و رفاہیت میں ہمیشہ رہیں گے۔ بیشک بڑی بھاری کامیابی اسی کو کہتے ہیں اور یہ ہی وہ اعلیٰ مقصد ہے جس کی تحصیل کے لئے چاہئے کہ ہر طرح کی محنتیں اور قربانیاں گوارا کی جائیں۔

۳ **اہل دوزخ کیلئے زقوم کا درخت** اوپر بہشتیوں کی مہمانی کا ذکر تھا۔ یہاں سے دوزخیوں کی مہمانی کا حال سناتے ہیں۔ ''زقوم'' کسی درخت کا نام ہے جو سخت کڑوا، بدذائقہ ہوتا ہے۔ جیسے ہمارے یہاں تھوہر، یا سیہنڈہ، دوزخ کے اندر حق تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ایک درخت اگایا ہے اس کو یہاں ''شجرۃ الزقوم'' سے موسوم کیا۔ وہ ایک بلا ہے ظالموں کے واسطے آخرت میں۔ کیونکہ جب دوزخی بھوک سے بیقرار ہوں گے تو یہ ہی کھانے کو دیا جائے گا اور اس کا حلق سے اتارنا یا اترنے کے بعد ایک خاص اثر پیدا کرنا سخت تکلیف دہ اور مستقل عذاب ہوگا اور دنیا میں بھی ایک طرح کی بلا اور آزمائش ہے کہ قرآن میں اس کا ذکر سن کر گمراہ ہوتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ سبز درخت دوزخ کی آگ میں کیونکر اگا۔ (حالانکہ ممکن ہے اس کا مزاج ہی ناری ہو جیسے آگ کا کیڑا ''سمندر'' آگ میں زندہ رہتا ہے اور سہارنپور کے کمپنی باغ میں بعض درختوں کی تربیت آگ کے ذریعہ سے ہوتی ہے) کسی نے کہا ''زقوم'' فلاں لغت میں کھجور اور مکھن کو کہتے ہیں انہیں سامنے دیکھ کر ایک دوسرے کو بلاتے ہیں کہ آؤ زقوم کھائیں گے۔

۴ یعنی سخت بدنما شیطان کی صورت یا شیاطین کہا سانپوں کو۔ یعنی اس کا خوشہ سانپ کے سر کی طرح ہوگا جیسے ہمارے ہاں ایک درخت کو اسی تشبیہ سے ''ناگ پھن'' کہتے ہیں۔

۵ **اہل دوزخ کے پینے کا پانی** ''زقوم'' کھا کر پیاس لگے گی تو سخت جلتا پانی پلایا جائے گا جس سے آنتیں کٹ کر باہر آپڑیں گی'' فَقَطَّعَ اَمۡعَآءَهُمۡ '' (محمد۔ رکوع ۲) اعاذنا اللّٰہ منہا۔

الْجَحِيمِ ﴿٦٨﴾ إِنَّهُمْ أَلْفَوْا آبَاءَهُمْ ضَالِّينَ ﴿٦٩﴾ فَهُمْ

آگ کے ڈھیر میں ◆ انہوں نے پایا اپنے باپ دادوں کو بہکے ہوئے سو وہ

عَلَىٰ آثَارِهِمْ يُهْرَعُونَ ﴿٧٠﴾ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ أَكْثَرُ

انہی کے قدموں پر دوڑتے ہیں ◆ اور بہک چکے ہیں ان سے پہلے بہت لوگ

الْأَوَّلِينَ ﴿٧١﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا فِيهِمْ مُنْذِرِينَ ﴿٧٢﴾ فَانْظُرْ

اگلے اور ہم نے بھیجے ہیں ان میں ڈر سنانے والے اب دیکھ

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِينَ ﴿٧٣﴾ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ

کیسا ہوا انجام ڈرائے ہوؤں کا مگر جو بندے اللہ کے ہیں

الْمُخْلَصِينَ ﴿٧٤﴾ وَلَقَدْ نَادَانَا نُوحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيبُونَ ﴿٧٥﴾

چنے ہوئے ◆ اور ہم کو پکارا تھا نوح نے سو کیا خوب پہنچنے والے ہیں ہم پکار پر

وَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ﴿٧٦﴾ وَجَعَلْنَا

اور بچا دیا اس کو اور اس کے گھر کو اس بڑی گھبراہٹ سے اور رکھا

ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ ﴿٧٧﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ﴿٧٨﴾

اس کی اولاد کو وہی باقی رہنے والے اور باقی رکھا اس پر پچھلے لوگوں میں

سَلَامٌ عَلَىٰ نُوحٍ فِي الْعَالَمِينَ ﴿٧٩﴾ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿٨٠﴾

کہ سلام ہے نوح پر سارے جہان والوں میں ہم یوں بدلہ دیتے ہیں نیکی والوں کو

إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿٨١﴾ ثُمَّ أَغْرَقْنَا

وہ ہے ہمارے ایمان دار بندوں میں پھر ڈبا دیا ہم نے

◆۱ یعنی بہت بھوکے ہوں گے تو آگ سے ہٹا کر یہ کھانا پانی کھلا پلا کر پھر آگ میں ڈال دیں گے۔

◆۲ **اندھی تقلید** | یعنی پچھلے کافر اگلوں کی اندھی تقلید میں گمراہ ہوئے۔ جس راہ پر انہیں چلتے دیکھا اسی پر دوڑ پڑے۔ کنواں کھائی کچھ نہ دیکھا۔

◆۳ یعنی ہر زمانہ میں انجام سے آگاہ کرنے والے اور آخرت کا ڈر سنانے والے آتے رہے۔ آخر جنہوں نے نہ سنا اور نہ مانا دیکھ لو! ان کا انجام کیسا ہوا۔ بس اللہ کے وہی چنے ہوئے بندے محفوظ رہے جن کو خدا کا ڈر اور عاقبت کی فکر تھی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "ڈر سب ہی کو سناتے ہیں ان میں نیک بچتے ہیں اور بد کھپتے ہیں۔" آگے بعض منذرین (بالکسر) اور منذرین (بالفتح) کے قصے سنائے جاتے ہیں۔ مکذبین کی عبرت اور مومنین کی تسلی کے لئے۔

الْاٰخَرِيْنَ ﴿۸۲﴾ وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ﴿۸۳﴾ اِذْ جَآءَ

دوسروں کو ◆۱◆ اور اسی کی راہ والوں میں ہے ابراہیم ◆۲◆ جب آیا

رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۴﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا

اپنے رب کے پاس لیکر دل نروگا ◆۳◆ جب کہا اپنے باپ کو اور اس کی قوم کو تم کیا

تَعْبُدُوْنَ ﴿۸۵﴾ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ﴿۸۶﴾

پوجتے ہو کیا جھوٹ بنائے ہوئے حاکموں کو اللہ کے سوائے چاہتے ہو ◆۴◆

فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ﴿۸۸﴾

پھر کیا خیال کیا ہے تم نے پروردگار عالم کو ◆۵◆ پھر نگاہ کی ایک بار تاروں میں

فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ﴿۸۹﴾ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ﴿۹۰﴾ فَرَاغَ اِلٰٓى

پھر کہا میں بیمار ہونے والا ہوں (ہوں) پھر پھر گئے وہ اس سے پیٹھ دے کر پھر جا گھسا

اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۹۱﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ﴿۹۲﴾

ان کے بتوں میں پھر بولا تم کیوں نہیں کھاتے ◆۶◆ تم کو کیا ہے کہ نہیں بولتے ◆۷◆

فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ ﴿۹۳﴾ فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ﴿۹۴﴾

پھر گھسا ان پر مارتا ہوا اپنے ہاتھ سے ◆۸◆ پھر لوگ آئے اس پر دوڑ کر گھبراتے ہوئے ◆۹◆

◆۱◆ **حضرت نوحؑ کے واقعہ سے عبرت** تقریباً ۹۵۰ سال تک حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو سمجھاتے اور نصیحت کرتے رہے۔ مگر اس کی شرارت اور ایذا رسانی برابر بڑھتی رہی۔ آخر حضرت نوحؑ نے مجبور ہو کر اپنے بھیجنے والے کی طرف متوجہ ہو کر عرض کیا۔ "فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ" (القمر۔ رکوع ۱) "اے پروردگار! میں مغلوب ہوں آپ میری مدد کو پہنچیے۔ دیکھ لو کہ اللہ نے ان کی پکار کیسی سنی اور مدد کو کس طرح پہنچا۔

حضرت نوحؑ پر انعامات نوح علیہ السلام کو مع ان کے گھرانے کے رات دن کی ایذاء سے بچایا۔ پھر ہولناک طوفان کے وقت ان کی حفاظت کی۔ اور تنہا اس کی اولاد سے زمین کو آباد کر دیا۔ اور رہتی دنیا تک اس کا ذکر خیر لوگوں میں باقی چھوڑا۔ چنانچہ آج تک خلقت ان پر سلام بھیجتی ہے اور سارے جہان میں "نوح علیہ السلام" کہہ کر یاد کیے جاتے ہیں۔ یہ تو نیک بندوں کا انجام ہوا۔ دوسری طرف ان کے دشمنوں کا حال دیکھو کہ سب کے سب زبردست طوفان کی نذر کر دیے گئے۔ آج ان کا نام و نشان تک باقی نہیں۔ اپنی حماقتوں اور شرارتوں کی

بدولت دنیا کا بیڑا غرق کرا کر رہے۔ تنبیہ | اکثر علماء کا قول یہی ہے کہ آج تمام دنیا کے آدمی حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں (سام، حام، یافث) کی اولاد سے ہیں۔ جامع ترمذی کی بعض احادیث سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ والتفصیل یطلب من مظانہ۔

۲ حضرت ابراہیمؑ کا واقعہ | انبیاء علیہم السلام اصول دین میں سب ایک راہ پر ہیں، اور ہر پچھلا پہلے کی تصدیق و تائید کرتا ہے۔ اسی لئے ابراہیم کو نوح (علیہم السلام) کے گروہ سے فرمایا۔ "وَاِنَّ هٰذِهٖ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ" (مؤمنون۔ رکوع ۴)

۳ حضرت ابراہیمؑ کا قلب سلیم | یعنی ہر قسم کے اعتقادی و اخلاقی روگ سے دل کو پاک کر کے اور دنیوی خرخشوں سے آزاد ہو کر انکسار و تواضع کے ساتھ اپنے رب کی طرف جھک پڑا۔ اور اپنی قوم کو بھی بت پرستی سے باز رہنے کی نصیحت کی۔

۴ یعنی یہ آخر پتھر کی مورتیاں چیز کیا ہیں جنہیں تم اس قدر چاہتے ہو کہ اللہ کو چھوڑ کر ان کے پیچھے ہو لئے۔ کیا سچ مچ ان کے ہاتھ میں جہان کی حکومت ہے؟ یا کسی چھوٹے بڑے نقصان کے مالک ہیں؟ آخر سچے مالک کو چھوڑ کر ان جھوٹے حاکموں کی اتنی خوشامد اور حمایت کیوں ہے؟

۵ یعنی کیا اس کے وجود میں شبہ ہے؟ یا اس کی شان و رتبہ کو نہیں سمجھتے جو (معاذ اللہ) پتھروں کو اس کا شریک ٹھہرا رہے ہو۔ یا اس کے غضب و انتقام کی خبر نہیں؟ جو ایسی گستاخی پر جری ہو گئے ہو۔ آخر بتلاؤ تو سہی تم نے پروردگار عالم کو کیا خیال کر رکھا ہے۔

۶ حضرت ابراہیمؑ کا توریہ | ان کی قوم میں نجوم کا زور تھا حضرت ابراہیم نے ان کے دکھانے کو تاروں کی طرف نظر ڈال کر کہا کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں (اور ایسا دنیا میں کون ہے، جس کی طبیعت ہر طرح ٹھیک رہے کچھ نہ کچھ عوارض اندرونی یا بیرونی لگے ہی رہتے ہیں۔ یہی تکلیف اور بدمزگی کیا کم تھی کہ ہر وقت قوم کی ردی حالت دیکھ کر کڑھتے تھے) یا یہ مطلب تھا کہ میں بیمار ہونے والا ہوں (بیماری نام ہے مزاج کے اعتدال سے ہٹ جانے کا۔ تو موت سے پہلے ہر شخص کو یہ صورت پیش آنے والی ہے) بہرحال حضرت ابراہیم کی مراد صحیح تھی۔ لیکن ستاروں کی طرف دیکھ کر "اِنِّیْ سَقِیْمٌ" کہنے سے لوگ یہ مطلب سمجھے کہ بذریعہ نجوم کے انہوں نے معلوم کر لیا ہے کہ عنقریب بیمار پڑنے والے ہیں۔ وہ لوگ اپنے ایک تہوار میں شرکت کرنے کے لئے شہر سے باہر جا رہے تھے۔ یہ کلام سن کر حضرت ابراہیمؑ کو ساتھ جانے سے معذور سمجھا اور تنہا چھوڑ کر چلے گئے۔ ابراہیم علیہ السلام کی غرض یہی تھی کہ کوئی موقع فرصت اور تنہائی کا ملے تو ان جھوٹے خداؤں کی خبر لوں۔ چنانچہ بت خانہ میں جا گھسے اور بتوں کو خطاب کر کے کہا "یہ کھانے اور چڑھاوے جو تمہارے سامنے رکھے ہوئے ہیں کیوں نہیں کھاتے۔" باوجودیکہ تمہاری صورت کھانے والوں کی سی ہے تنبیہ | تقریر بالا سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت ابراہیم کا "اِنِّیْ سَقِیْمٌ" کہنا مطلب واقعی کے اعتبار سے جھوٹ نہ تھا، ہاں مخاطبین نے جو مطلب سمجھا اس کے اعتبار سے خلاف واقع تھا۔ اسی لئے بعض احادیث صحیحہ میں اس پر لفظ کذب کا اطلاق کیا گیا ہے۔ حالانکہ فی الحقیقت یہ کذب نہیں۔ بلکہ "توریہ" ہے اور اس طرح کا "توریہ" مصلحت شرعی کے وقت مباح ہے۔ جیسے حدیث ہجرت میں "مِمَّنِ الرَّجُلُ" کے جواب میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا" مِنَ الْمَآءِ" اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک سوال کے جواب میں کہا "رَجُلٌ یَّهْدِیْنِیْ السَّبِیْلَ" ہاں چونکہ یہ توریہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے رتبہ بلند کے لحاظ سے خلاف اولیٰ تھا۔ اس لئے بقاعدہ "حسنات الابرار سیئات المقربین" حدیث میں اس کو "ذنب" قرار دیا گیا۔ واللہ اعلم۔

۷ بتوں سے خطاب | جب بتوں کی طرف سے کھانے کے متعلق کچھ جواب نہ ملا تو کہنے لگا کہ تم بولتے کیوں نہیں۔ یعنی اعضاء اور صورت تو تمہاری انسانوں کی سی بنا دی لیکن انسانوں کی روح تم میں نہ ڈال سکے۔ پھر تعجب ہے کہ کھانے پینے اور بولنے والے انسان، بے حس و حرکت انسان کے سامنے سربسجود ہوں اور اپنی مہمات میں ان سے مدد طلب کریں؟

۸ بت شکنی | یعنی زور سے مار مار کر توڑ ڈالا۔ پہلے غالباً سورہ انبیاء میں یہ قصہ مفصل گذر چکا ہے۔

۹ لوگ جب اپنے میلے ٹھیلے سے واپس آئے، دیکھا بت ٹوٹے پڑے ہیں۔ قرائن سے سمجھا کہ ابراہیم کے سوا یہ کسی کا کام نہیں۔ چنانچہ سب ان کی طرف جھپٹ پڑے۔

قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ﴿٩٥﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا

بولا کیوں پوجتے ہو جو آپ تراشتے ہو اور اللہ نے بنایا تم کو اور جو

تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٦﴾ قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ ﴿٩٧﴾

تم بناتے ہو ① بولے بناؤ (چنو) اس کے واسطے ایک عمارت (چنائی) پھر ڈالو اس کو آگ کے ڈھیر میں

فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿٩٨﴾ وَقَالَ اِنِّيْ

پھر چاہنے لگے اس پر برا داؤ کرنا پھر ہم نے ڈالا انہی کو نیچے ② اور بولا میں

ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿٩٩﴾ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ

جاتا ہوں اپنے رب کی طرف وہ مجھ کو راہ دے گا ③ اے رب بخش مجھ کو کوئی

الصّٰلِحِيْنَ ﴿١٠٠﴾ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ﴿١٠١﴾ فَلَمَّا بَلَغَ

نیک بیٹا ④ پھر خوشخبری دی ہم نے اس کو ایک لڑکے کی جو ہوگا تحمل والا ⑤ پھر جب پہنچا

① **قوم کو توحید کی دعوت** | یعنی جس کسی نے بھی توڑا، مگر تم یہ احمقانہ حرکت کرتے کیوں ہو؟ کیا پتھر کی بیجان مورت جو خود تم نے اپنے ہاتھوں سے تراش کر تیار کی پرستش کے لائق ہوگئی؟ اور جو اللہ تمہارا اور تمہارے ہر ایک عمل و معمول کا نیز ان پتھروں کا پیدا کرنے والا ہے، اس سے کوئی سروکار نہ رہا؟ پیدا تو ہر چیز کو وہ کرے اور بندگی دوسروں کی ہونے لگے، پھر دوسرے بھی کیسے جو مخلوق در مخلوق ہیں۔ آخر یہ کیا اندھیر ہے؟

② **آگ میں جلانے کی تجویز** | جب ابراہیم علیہ السلام کی معقول باتوں کا کچھ جواب نہ بن پڑا تو یہ تجویز کی کہ ایک بڑا آتش خانہ بنا کر ابراہیم کو اس میں ڈال دو۔ اس تدبیر سے لوگوں کے دلوں میں بتوں کی عقیدت راسخ ہو جائے گی اور ہیبت بیٹھ جائے گی کہ ان کے مخالف کا انجام ایسا ہوتا ہے آئندہ کوئی ایسی جرأت نہ کرے گا مگر اللہ نے ان ہی کو نیچا دکھلایا۔ ابراہیم پر آگ گلزار ہو گئی۔ جس سے علیٰ رؤس الاشہاد ثابت ہو گیا کہ تم اور تمہارے جھوٹے معبود سب مل کر خدائے واحد کے ایک مخلص بندے کا بال بیکا نہیں کر سکتے۔ آگ کی مجال نہیں کہ رب ابراہیم کی اجازت کے بدون ایک ناخن بھی جلا سکے۔

③ **ارادۂ ہجرت** | جب قوم کی طرف سے مایوسی ہوئی اور باپ نے بھی سختی شروع کی تو حضرت ابراہیم نے ہجرت کا ارادہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو "شام" کا راستہ دکھلایا۔

④ یعنی کنبہ اور وطن چھوٹا تو اچھی اولاد عطا فرما، جو دینی کام میں میری مدد کرے اور اس سلسلہ کو باقی رکھے۔

⑤ **حضرت ابراہیمؑ کی دعا کا مصداق حضرت اسمٰعیلؑ ہیں** | یہاں سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم نے اولاد کی دعا مانگی اور خدا نے قبول کی اور وہی لڑکا قربانی کے لئے پیش کیا گیا۔ موجودہ تورات سے ثابت ہے کہ جو لڑکا حضرت ابراہیم کی دعا سے پیدا ہوا وہ حضرت اسمٰعیل ہیں۔ اور اسی لئے ان کا نام "اسمٰعیل" رکھا گیا۔ کیونکہ "اسمٰعیل" دو لفظوں سے مرکب ہے۔ "سمع" اور "ایل" سمع کے معنی سننے کے اور "ایل" کے

معنی خدا کے ہیں۔ یعنی خدا نے حضرت ابراہیم کی دعا سن لی۔ "توراۃ" میں ہے کہ خدا نے حضرت ابراہیم سے کہا کہ اسمٰعیل کے بارے میں میں نے تیری سن لی اس بناء پر آیت حاضرہ میں جس کا ذکر ہے وہ حضرت اسمٰعیل ہیں۔ حضرت اسحٰق نہیں۔ اور ویسے بھی ذبح وغیرہ کا قصہ ختم کرنے کے بعد حضرت اسحٰق کی بشارت کا جداگانہ ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ آگے آتا ہے۔ " وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا الخ "معلوم ہوا کہ " فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ " میں ان کے علاوہ کسی دوسرے لڑکے کی بشارت مذکور ہے۔ نیز اسحٰق کی بشارت دیتے ہوئے ان کے نبی بنائے جانے کی بھی خوشخبری دی گئی اور سورہ ہود میں ان کے ساتھ ساتھ حضرت یعقوب کا مژدہ بھی سنایا گیا۔ جو حضرت اسحٰق کے بیٹے ہوں گے۔ " وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ " (ھود۔ رکوع ۷) پھر کیسے گمان کیا جا سکتا ہے کہ حضرت اسحٰق ذبیح ہوں۔ گویا نبی بنائے جانے اور اولاد عطا کئے جانے سے پیشتر ہی ذبح کر دیئے جائیں۔ لامحالہ ماننا پڑے گا کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیل ہیں جن کے متعلق بشارت ولادت کے وقت نہ نبوت عطا فرمانے کا وعدہ ہوا نہ اولاد دیئے جانے کا۔ یہی وجہ ہے کہ قربانی کی یادگار اور اس کی متعلقہ رقوم بنی اسمٰعیل میں برابر بطور وراثت منتقل ہوتی چلی آئیں۔ اور آج بھی اسمٰعیل کی روحانی اولاد ہی (جنہیں مسلمان کہتے ہیں) ان مقدس یادگاروں کی حامل ہے۔

حضرت اسمٰعیل کا مقام قربانی موجودہ توراۃ میں تصریح ہے کہ قربانی کا مقام "مورا" یا "مریا" تھا۔ یہود و نصاریٰ نے اس مقام کا پتہ بتلانے میں بہت ہی دور از کار احتمالات سے کام لیا ہے حالانکہ نہایت ہی اقرب اور بے تکلف بات یہ ہے کہ یہ مقام "مروہ" ہو جو کعبہ کے سامنے بالکل نزدیک واقع ہے اور جہاں سعی بین الصفا والمروۃ ختم کر کے معتمرین حلال ہوتے ہیں اور ممکن ہے " بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ " میں اسی سعی کی طرف ایماء ہو۔ موطا امام مالک کی ایک روایت میں نبی کریم ﷺ نے "مروہ" کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ قربان گاہ یہ ہے۔ غالباً وہ اسی ابراہیم و اسمٰعیل کی قربان گاہ کی طرف اشارہ ہوگا۔ ورنہ آپ کے زمانہ میں لوگ عموماً مکہ سے تین میل "منیٰ" میں قربانی کرتے تھے جیسے آج تک کی جاتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم کی اصل قربان گاہ "مروہ" تھی۔ پھر حجاج اور ذبائح کی کثرت دیکھ کر منیٰ تک وسعت دے دی گئی۔ "قرآن کریم میں بھی" هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ " اور " ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ " فرمایا ہے جس سے کعبہ کا قرب ظاہر ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت اسمٰعیل ہی ذبیح اللہ ہیں بہرحال قرائن و آثار یہی بتلاتے ہیں کہ "ذبیح اللہ" وہی اسمٰعیل تھے جو مکہ میں آ کر رہے اور وہیں ان کی نسل پھیلی۔ توراۃ میں یہ بھی تصریح ہے کہ حضرت ابراہیم کو اپنے اکلوتے اور محبوب بیٹے کے ذبح کا حکم دیا گیا تھا اور یہ مسلم ہے کہ حضرت اسمٰعیل حضرت اسحٰق سے عمر میں بڑے ہیں۔ پھر حضرت اسحٰق علیہ السلام حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی موجودگی میں اکلوتے کیسے ہو سکتے ہیں۔

غلام حلیم کے الفاظ سے استدلال عجیب بات یہ ہے کہ یہاں حضرت ابراہیم کی دعاء کے جواب میں جس لڑکے کی بشارت ملی اسے "غلام حلیم" کہا گیا ہے۔ لیکن حضرت اسحٰق علیہ السلام کی بشارت جب فرشتوں نے ابتداءً خدا کی طرف سے دی تو " غُلٰمٍ عَلِيْمٍ " سے تعبیر کیا۔ حق تعالیٰ کی طرف سے " حليم " کا لفظ ان پر یا کسی اور نبی پر قرآن میں کہیں اطلاق نہیں کیا گیا۔ صرف اس لڑکے کو جس کی بشارت یہاں دی گئی اور اس کے باپ ابراہیم کو یہ لقب عطا ہوا ہے " اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ " (ھود۔ رکوع ۷) اور اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ " (توبہ۔ رکوع ۱۴) جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہی دونوں باپ بیٹے اس لقب خاص سے ملقب کرنے کے مستحق ہوئے۔ "حلیم" اور "صابر" کا مفہوم قریب قریب ہے۔ اسی "غلام حلیم" کی زبان سے یہاں نقل کیا۔ " سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ " دوسری جگہ صاف فرما دیا " وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ " (انبیاء۔ رکوع ۶) شاید اسی لئے سورۂ "مریم" میں حضرت اسمٰعیل کو "صادق الوعد" فرمایا کہ " سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ " کے وعدہ کو کس طرح سچا کر دکھایا۔ بہرحال "حلیم" "صابر" "صادق الوعد" کے القاب کا مصداق ایک ہی معلوم ہوتا ہے۔ یعنی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام۔ " وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا " سورۂ "بقرہ" میں تعمیر کعبہ کے وقت حضرت ابراہیم و اسمٰعیل کی زبان سے جو دعا نقل فرمائی ہے اس میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ " رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ " یعنہٖ اسی مسلم کے تثنیہ کو یہاں قربانی کے ذکر میں " فَلَمَّآ اَسْلَمَا الخ " کے لفظ سے ادا کر دیا۔ اور ان ہی دونوں کی ذریت کو خصوصی طور پر "مسلم" کے لقب سے نامزد کیا۔ بیشک اس سے بڑھ کر اسلام و تفویض اور صبر و تحمل کیا ہوگا جو دونوں باپ بیٹے نے ذبح کرنے اور ذبح ہونے کے متعلق دکھلایا۔ یہ اسی " اَسْلَمَا " کا صلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی ذریت کو "امت مسلمہ" بنا دیا فللّٰہ الحمد علی ذالک۔

مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ

اس کے ساتھ دوڑنے کو کہا اے بیٹے میں دیکھتا ہوں خواب میں کہ

اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ز

تجھ کو ذبح کرتا ہوں پھر دیکھ تو تو کیا دیکھتا ہے بولا اے باپ کر ڈال جو تجھ کو حکم ہوتا ہے

سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّآ

تو مجھ کو پائے گا اگر اللہ نے چاہا سہارنے والا ﴿۱﴾ پھر جب

اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ﴿۱۰۳﴾ ج وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿۱۰۴﴾ لا قَدْ

دونوں نے حکم مانا اور پچھاڑا اس کو ماتھے کے بل ﴿۲﴾ اور ہم نے اس کو پکارا یوں کہ اے ابراہیم تو نے

صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ج اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۰۵﴾

سچ کر دکھایا خواب ﴿۳﴾ ہم یوں دیتے ہیں بدلہ نیکی کرنے والوں کو

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ﴿۱۰۶﴾ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ

بے شک یہی ہے صریح جانچنا ﴿۴﴾ اور اس کا بدلہ دیا ہم نے ایک جانور ذبح کرنے کے

عَظِيْمٍ ﴿۱۰۷﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ صلے سَلٰمٌ عَلٰٓى

واسطے ﴿۵﴾ بڑا اور باقی رکھا ہم نے اس پر پچھلے لوگوں میں کہ سلام ہے

اِبْرٰهِيْمَ ﴿۱۰۹﴾ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ

ابراہیم پر ﴿۶﴾ ہم یوں دیتے ہیں بدلہ نیکی کرنے والوں کو وہ ہے

عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ

ہمارے ایماندار بندوں میں ﴿۷﴾ اور خوشخبری دی ہم نے اس کو اسحٰق کی جو نبی ہوگا

۱ **باپ کا بیٹے کو خواب سنانا** یعنی جب اسمٰعیل بڑا ہو کر اس قابل ہو گیا کہ اپنے باپ کے ساتھ دوڑ سکے اور اس کے کام آ سکے اس وقت ابراہیم نے اپنا خواب بیٹے کو سنایا تا اس کا خیال معلوم کریں کہ خوشی سے آمادہ ہوتا ہے یا زبردستی کرنی پڑے گی۔ کہتے ہیں کہ تین رات مسلسل یہی خواب دیکھتے رہے۔ تیسرے روز بیٹے کو اطلاع کی، بیٹے نے بلا توقف قبول کیا کہنے لگا کہ ابا جان! (دیر کیا ہے) مالک کا جو حکم ہو کر ڈالئے (ایسے کام میں مشورہ کی ضرورت نہیں۔ امر الٰہی کے امتثال میں شفقت پدری مانع نہ ہونی چاہئے) رہا میں! سو آپ انشاء اللہ دیکھ لیں گے کہ کس صبر و تحمل سے اللہ کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں ہزاراں ہزار رحمتیں ہوں ایسے بیٹے اور باپ پر۔

۲ **ذبح عظیم** تا بیٹے کا چہرہ سامنے نہ ہو۔ مبادا محبت پدری جوش مارنے لگے، کہتے ہیں یہ بات بیٹے نے سکھلائی۔ آگے اللہ نے نہیں فرمایا کہ کیا ماجرا گذرا۔ یعنی کہنے میں نہیں آتا جو حال گذرا اس کے دل پر اور فرشتوں پر۔

۳ یعنی بس بس! رہنے دے۔ تو نے اپنا خواب سچا کر دکھایا۔ مقصود بیٹے کا ذبح کرانا نہیں۔ محض تیرا امتحان منظور تھا۔ سو اس میں پوری طرح کامیاب ہوا۔

۴ **حضرت ابراہیمؑ کی آزمائش** یعنی ایسے مشکل حکم کر کے آزماتے ہیں، پھر ان وفاداروں کا ثبات قدم رکھتے ہیں۔ تب درجے بلند دیتے ہیں۔ تورات میں ہے کہ جب ابراہیم نے بیٹے کو قربان کرنا چاہا اور فرشتہ نے ندا دی کہ ہاتھ روک لو، تو فرشتے نے یہ الفاظ کہے۔ "خدا کہتا ہے کہ چونکہ تو نے ایسا کام کیا اور اپنے اکلوتے بیٹے کو بچا نہیں رکھا۔ میں تجھ کو برکت دوں گا۔ اور تیری نسل کو آسمان کے ستاروں اور ساحل بحر کی ریت کی طرح پھیلا دوں گا۔" (تورات تکوین اصحاح ۲۲۔ آیت ۱۵)

۵ **ذبح کیلئے مینڈھے کا آنا** یعنی بڑے درجہ کا جو بہشت سے آیا۔ یا بڑا قیمتی، فربہ، تیار۔ پھر یہی رسم قربانی کی اسمٰعیل علیہ السلام کی عظیم الشان یادگار کے طور پر ہمیشہ کے لئے قائم کر دی۔

۶ آج تک دنیا ابراہیم کو بھلائی اور بڑائی سے یاد کرتی ہے۔ علی نبینا وعلیہ الف الف سلام وتحیۃ۔

۷ یعنی ہمارے اعلیٰ درجہ کے ایماندار بندوں میں۔

الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ ط وَمِنْ

نیک بختوں میں ﴿۱﴾ اور برکت دی ہم نے اس پر اور اسحٰق پر اور

ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ﴿۱۱۳﴾ ع وَلَقَدْ مَنَنَّا

دونوں کی اولاد میں نیکی والے ہیں ﴿۲﴾ اور بدکار بھی ہیں اپنے حق میں صریح اور ہم نے احسان کیا

عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ ج وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ

موسیٰ اور ہارون پر اور بچا دیا ہم نے ان کو اور ان کی قوم کو اس

الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۱۵﴾ ج وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ ج وَ

بڑی گھبراہٹ سے ﴿۳﴾ اور ان کی ہم نے مدد کی تو رہے وہی غالب ﴿۴﴾ اور

اٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿۱۱۷﴾ ج وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ

ہم نے دی ان کو کتاب واضح ﴿۵﴾ اور سمجھائی ان کو سیدھی

الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۱۸﴾ ج وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ لا سَلٰمٌ عَلٰى

راہ ﴿۶﴾ اور باقی رکھا ان پر پچھلے لوگوں میں کہ سلام ہے

مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾

موسیٰ اور ہارون پر ہم یوں دیتے ہیں بدلہ نیکی کرنے والوں کو

اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ

تحقیق وہ دونوں ہیں ہمارے ایماندار بندوں میں ﴿۷﴾ اور تحقیق الیاس ہے

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ ط اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اَتَدْعُوْنَ

رسولوں میں جب اس نے کہا اپنی قوم کو کیا تم کو ڈر نہیں کیا تم پکارتے ہو

۱ معلوم ہوا وہ پہلی خوشخبری اسمٰعیلؑ کی تھی۔ اور سارا قصہ ذبح کا ان ہی پر تھا۔

۲ **دونوں بیٹوں کی اولاد** حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یہ دونوں کہا دونوں بیٹوں کو۔ دونوں سے بہت اولاد پھیلی۔ اسحٰقؑ کی اولاد میں انبیاء بنی اسرائیل ہوئے۔ اور اسمٰعیلؑ کی اولاد میں عرب ہیں جن میں ہمارے پیغمبر مبعوث ہوئے۔ یعنی اولاد میں سب یکساں نہیں، اچھے بھی جو بڑوں کا نام روشن رکھیں اور برے بھی جو اپنی بدکاریوں کی وجہ سے ننگ خاندان کہلانے کے مستحق ہیں۔ **تنبیہ** عموماً مفسرین نے "وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا" کی ضمیر "ابراہیمؑ و اسحٰقؑ" کی طرف راجع کی ہے۔ مگر حضرت شاہ صاحبؒ نے "اسمٰعیلؑ" "واسحٰقؑ" کی طرف راجع کر کے مضمون میں زیادہ وسعت پیدا کر دی۔

۳ **حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ پر اللہ کا احسان** یعنی فرعون اور اس کی قوم کے ظلم و ستم سے نجات دی۔ اور "بحر قلزم" سے نہایت آسانی کے ساتھ پار کر دیا۔

۴ یعنی فرعونیوں کا بیڑا غرق کر کے بنی اسرائیل کو غالب و منصور کیا۔ اور ہالکین کے اموال واملاک کا وارث بنایا۔

۵ یعنی تورات شریف جس میں احکام الٰہی بہت تفصیل و ایضاح سے بیان ہوئے ہیں۔

۶ یعنی افعال و اقوال میں استقامت بخشی۔ اور ہر معاملہ میں سیدھی راہ پر چلایا جو عصمت انبیاء کے لوازم میں سے ہے۔

۷ یعنی ہمارے کامل ایماندار بندوں میں سے ہیں۔

بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ لا اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَ

بعل کو اور چھوڑتے ہو بہتر بنانے والے کو ﴿۱﴾ جو اللہ ہے رب تمہارا اور

رَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ لا

رب تمہارے اگلے باپ دادوں کا ﴿۲﴾ پھر اس کو جھٹلایا سو وہ آنے والے ہیں (آئیں گے) پکڑے ہوئے ﴿۳﴾

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۲۹﴾ لا

مگر جو بندے ہیں اللہ کے چنے ہوئے ﴿۴﴾ اور باقی رکھا ہم نے اس پر پچھلے لوگوں میں

سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۱﴾

کہ سلام ہے الیاس پر ﴿۵﴾ ہم یوں دیتے ہیں بدلہ نیکی کرنے والوں کو

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ

وہ ہے ہمارے ایمان دار بندوں میں اور تحقیق لوط ہے

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ ط اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ لا اِلَّا عَجُوْزًا

رسولوں میں سے جب بچا دیا ہم نے اس کو اور اس کے سارے گھر والوں کو مگر ایک بڑھیا

فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ

کہ رہ گئی رہ جانے والوں میں ﴿۶﴾ پھر جڑ سے اکھاڑ پھینکا ہم نے دوسروں کو ﴿۷﴾ اور تم گذرتے ہو

عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ لا وَبِالَّيْلِ ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ ع وَاِنَّ

۴ ع ۲۵ ۸

ان پر صبح کے وقت اور رات کو بھی پھر کیا نہیں سمجھتے (سوچتے) ﴿۸﴾ اور تحقیق

يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ ط اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۰﴾ لا

یونس ہے رسولوں میں سے جب بھاگ کر پہنچا اس بھری کشتی پر

۱ **حضرت الیاس علیہ السلام** حضرت الیاس علیہ السلام بعض کے نزدیک حضرت ہارون کی نسل سے ہیں اللہ نے ان کو ملک شام کے ایک شہر "بعلبک" کی طرف بھیجا۔ وہ لوگ "بعل" نامی ایک بت کو پوجتے تھے۔ حضرت الیاس نے ان کو خدا کے غضب اور بت پرستی کے انجام بد سے ڈرایا۔

۲ **خالق حقیقی صرف اللہ ہے** یعنی یوں تو دنیا میں آدمی بھی تحلیل وترکیب کر کے بظاہر بہت سی چیزیں بنا لیتے ہیں۔ مگر بہتر بنانے والا وہ ہے جو تمام اصول وفروع، جواہر واعراض اور صفات و موصوفات کا حقیقی خالق ہے۔ جس نے تم کو اور تمہارے باپ دادوں کو پیدا کیا۔ پھر یہ کیسے جائز ہوگا کہ اس احسن الخالقین کو چھوڑ کر "بعل" بت کی پرستش کی جائے اور اس سے مدد مانگی جائے۔ جو ایک ذرہ کو ظاہری طور پر بھی پیدا نہیں کر سکتا بلکہ اس کا وجود خود اپنے پرستاروں کا رہین منت ہے۔ انہوں نے جیسا چاہا بنا کر کھڑا کر دیا۔

۳ یعنی جھٹلانے کی سزا مل کر رہے گی۔

۴ یعنی سب نے جھٹلایا۔ مگر اللہ کے چنے ہوئے بندوں نے تکذیب نہیں کی۔ لہٰذا وہی سزا سے بچے رہیں گے۔

۵ **الیاسین کی تفسیر** "الیاس" کو "الیاسین" بھی کہتے ہیں کہ جیسے "طور سینا" کو "طور سینین" کہدیا جاتا ہے یا "الیاسین" سے حضرت الیاس کے متبعین مراد ہوں۔ اور بعض نے "آل یاسین" بھی پڑھا ہے۔ تو "یاسین" ان کے باپ کا نام ہوگا۔ یا ان ہی کا نام "یاسین" اور لفظ "آل" مقحم ہو جیسے "كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ" میں۔ یا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اٰلِ اَبِىْ اَوْفٰى" میں ہے۔ واللہ اعلم۔

۶ یعنی ان کی زوجہ جو معذبین کے ساتھ ساز باز رکھتی تھی۔

۷ یعنی لوطؑ اور اس کے گھر والوں کے سوا دوسرے سب باشندوں پر بستی الٹ دی گئی۔ یہ قصہ پہلے کئی جگہ مفصل گذر چکا ہے۔

۸ **قوم لوطؑ کی بستیاں** یہ مکہ والوں کو فرمایا۔ کیونکہ "مکہ" سے "شام" کو جو قافلے آتے جاتے تھے، قوم لوط کی الٹی ہوئی بستیاں ان کے راستہ سے نظر آتی تھیں۔ یعنی دن رات ادھر گذرتے ہوئے یہ نشان دیکھتے ہیں پھر بھی عبرت نہیں ہوتی، کیا نہیں سمجھتے کہ جو حال ایک نافرمان قوم کا ہوا وہ دوسری نافرمان اقوام کا بھی ہو سکتا ہے۔

فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ ﴿١٤١﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ

پھر قرعہ ڈلوایا | تو نکلا خطاوار ◆۱◆ | پھر لقمہ کیا اس کو مچھلی نے

وَهُوَ مُلِيمٌ ﴿١٤٢﴾ فَلَوْلَآ أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ ﴿١٤٣﴾ لَلَبِثَ

اور وہ الزام کھایا ہوا تھا ◆۲◆ | پھر اگر نہ ہوتی یہ بات | کہ وہ یاد کرتا تھا پاک ذات کو | تو رہتا

فِي بَطْنِهِ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿١٤٤﴾ فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ

اس کے پیٹ میں | جس دن تک کہ مردے زندہ ہوں ◆۳◆ | پھر ڈال دیا ہم نے اس کو چٹیل میدان میں | اور وہ

سَقِيمٌ ﴿١٤٥﴾ وَأَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِينٍ ﴿١٤٦﴾ وَ

بیمار تھا | اور اگایا ہم نے اس پر | ایک درخت بیل (دار) والا ◆۴◆ | اور

أَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَزِيدُونَ ﴿١٤٧﴾ فَآمَنُوا

بھیجا اس کو | لاکھ آدمیوں پر | یا اس سے زیادہ ◆۵◆ | پھر وہ یقین لائے

فَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَىٰ حِينٍ ﴿١٤٨﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ أَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ

پھر ہم نے فائدہ اٹھانے دیا ان کو ایک وقت تک ◆۶◆ | اب ان سے پوچھ | کیا تیرے رب کے یہاں بیٹیاں ہیں

وَلَهُمُ الْبَنُونَ ﴿١٤٩﴾ أَمْ خَلَقْنَا الْمَلَآئِكَةَ إِنَاثًا وَّهُمْ

اور ان کے یہاں بیٹے | یا ہم نے بنایا | فرشتوں کو عورت | اور وہ

شَاهِدُونَ ﴿١٥٠﴾ أَلَآ إِنَّهُمْ مِّنْ إِفْكِهِمْ لَيَقُولُونَ ﴿١٥١﴾

دیکھتے تھے | سنتا ہے وہ اپنا جھوٹ بنایا (طوفان باندھ کر) | کہتے ہیں

وَلَدَ اللّٰهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿١٥٢﴾ أَصْطَفَى الْبَنَاتِ

کہ اللہ کے اولاد ہوئی | اور وہ بے شک جھوٹے ہیں ◆۷◆ | کیا اس نے پسند کیں بیٹیاں

الصفوف

۱ **حضرت یونسؑ کا واقعہ** کشتی دریا میں چکر کھانے لگی۔ لوگوں نے کہا اس میں کوئی غلام ہے اپنے مالک سے بھاگا ہوا۔ سب کے ناموں پر کئی مرتبہ قرعہ ڈالا۔ ہر مرتبہ ان کا نام نکلا۔ یہ قصہ سورۂ "یونس" اور سورۂ "انبیاء" میں مفصل گذر چکا ہے وہاں اس کی تحقیق ملاحظہ کی جائے۔

۲ الزام یہ ہی تھا کہ خطائے اجتہادی سے حکم الٰہی کا انتظار کئے بغیر بستی سے نکل پڑے اور عذاب کے دن کی تعیین کر دی۔

۳ **حضرت یونسؑ کی نجات کی وجہ** یعنی چونکہ مچھلی کے پیٹ میں بھی اور پیٹ میں جانے سے پہلے بھی اللہ پاک کو بہت یاد کرتا تھا اس لئے ہم نے اس کو جلدی نجات دے دی۔ ورنہ قیامت تک اس کے پیٹ سے نکلنا نصیب نہ ہوتا مچھلی کی غذا بن جاتے۔ تنبیہ "لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِہٖٓ" "الٰی آخرہ۔ کنایہ ہے کبھی نہ نکلنے سے۔ اور یہ واقعہ دریائے "فرات" کا ہے۔ علامہ محمود آلوسی بغدادیؒ نے لکھا ہے کہ ہم نے خود اس دریا میں بہت بڑی بڑی مچھلیاں مشاہدہ کی ہیں تعجب نہ کیا جائے۔ پہلے گذر چکا ہے کہ شکم ماہی میں ان کی تسبیح یہ تھی۔ "لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ"

۴ **مچھلی کے پیٹ سے نجات اور کدو کی بیل** مچھلی کو حکم ہوا اس نے حضرت یونسؑ کو اپنے پیٹ سے نکال کر ایک کھلے میدان میں ڈال دیا غالباً کافی غذا و ہوا وغیرہ نہ پہنچنے کی وجہ سے بیمار اور نحیف ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ دھوپ کی شعاع اور مکھی وغیرہ کا بدن پر بیٹھنا بھی ناگوار ہوتا تھا۔ اللہ کی قدرت سے وہاں کدو کی بیل اُگ آئی۔ اس کے پتوں نے ان کے جسم پر سایہ کر لیا اور اسی طرح قدرت خداوندی سے غذا وغیرہ کا سامان بھی ہو گیا۔

۵ **حضرت یونسؑ کی قوم کی تعداد** یعنی اگر صرف عاقل بالغ گنتے تو لاکھ تھے اور سب چھوٹوں بڑوں کو شامل گنتے تو زیادہ تھے یا یوں کہو کہ ایک لاکھ سے گذر کر دو لاکھ تک نہیں پہنچتے تھے۔ ہزار کی کسر نہ لگاؤ تو ایک لاکھ کہہ لو۔ اور کسر لگائی جائے تو لاکھ کے اوپر چند ہزار زائد ہوں گے۔ واللہ اعلم۔

۶ **قوم یونسؑ کا ایمان** یعنی ایمان و یقین کی بدولت عذاب الٰہی سے بچ گئے اور اپنی عمر مقدر تک دنیا کا فائدہ اٹھاتے رہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "وہی قوم جس سے بھاگے تھے ان پر ایمان لا رہی تھی۔ ڈھونڈتی تھی کہ یہ جا پہنچے۔ ان کو بڑی خوشی ہوئی۔ یہ قصہ پہلے گذر چکا ہے۔ سورۂ "یونس" اور سورۂ "انبیاء" میں دیکھ لیا جائے۔

۷ **فرشتوں کے مؤنث ہونے کا عقیدہ** یعنی انبیاء کا حال تو سن لیا کہ حضرت نوح، ابراہیم، اسمٰعیل، موسیٰ، ہارون، الیاس، لوط، یونس علیہم السلام سب کی مشکلات اللہ کی امداد و اعانت سے حل ہوئیں۔ کوئی بڑے سے بڑا مقرب اس کی دستگیری سے بے نیاز نہیں۔ اب آگے تھوڑا سا فرشتوں اور جنوں کا حال سن لو۔ جن کی نسبت خدا جانے کیا کیا واہی تباہی عقیدے تراش کر رکھے ہیں۔ چنانچہ عرب کے بعض قبائل کہتے تھے کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں۔ جب پوچھا جاتا کہ ان کی مائیں کون ہیں تو بڑے بڑے جنوں کی لڑکیوں کو بتلاتے۔ اس طرح (العیاذ باللہ) خدا کا ناطہ جنوں اور فرشتوں دونوں سے جوڑ رکھا تھا۔ آگے دونوں کا حال ذکر کیا جاتا ہے مگر اس سے پہلے بطور طوطیہ و تمہید کفار عرب کے اس لچر پوچ عقیدہ کا رد کیا گیا ہے۔ چنانچہ ابتدائے سورہ سے اپنی عظمت و وحدانیت کے دلائل اور قصص کے ضمن میں اپنی قدرت قاہرہ کے آثار بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اب ذرا ان احمقوں سے پوچھئے کیا اتنی بڑی عظمت و قدرت والا خدا

اللہ کی بیٹیوں کا عقیدہ (معاذ اللہ) اپنے لئے اولاد بھی تجویز کرتا تو بیٹیاں لیتا اور تم کو بیٹے دیتا۔ ایک تو یہ گستاخی کہ خداوند قدوس کے لئے اولاد تجویز کی، اور پھر اولاد بھی کمزور اور گھٹیا۔ اس پر مستزاد یہ کہ فرشتوں کو مؤنث (عورت) تجویز کیا۔ کیا جس وقت ہم نے فرشتوں کو پیدا کیا تھا، یہ کھڑے دیکھ رہے تھے کہ انہیں عورت بنایا گیا ہے۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ اس جہالت کا کیا ٹھکانا ہے۔

عَلَى الْبَنِينَ ﴿۱۵۳﴾ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ﴿۱۵۴﴾ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿۱۵۵﴾

بیٹوں سے — کیا ہو گیا ہے تم کو — کیسا انصاف کرتے ہو — کیا تم دھیان نہیں کرتے ہو

أَمْ لَكُمْ سُلْطَانٌ مُبِينٌ ﴿۱۵۶﴾ فَأْتُوا بِكِتَابِكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۱۵۷﴾

یا تمہارے پاس کوئی سند ہے کھلی — تو لاؤ اپنی کتاب — اگر ہو تم سچے

وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ۚ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ

اور ٹھہرایا ہے انہوں نے خدا میں اور جنوں میں ناتا (قرابت) — اور جنوں کو تو معلوم ہے

إِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ﴿۱۵۸﴾ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿۱۵۹﴾ إِلَّا عِبَادَ

کہ تحقیق وہ پکڑے ہوئے آئیں گے — اللہ پاک ہے — ان باتوں سے جو یہ بتاتے ہیں — مگر جو

اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿۱۶۰﴾ فَإِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ ﴿۱۶۱﴾ مَا أَنْتُمْ

بندے ہیں اللہ کے چنے ہوئے — سو تم اور جن کو تم پوجتے ہو — کسی کو

عَلَيْهِ بِفَاتِنِينَ ﴿۱۶۲﴾ إِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيمِ ﴿۱۶۳﴾ وَمَا مِنَّا

اس کے ہاتھ سے بہکا کر نہیں لے سکتے — مگر اسی کو جو پہنچنے والا ہے دوزخ میں — اور ہم میں

إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَعْلُومٌ ﴿۱۶۴﴾ وَإِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُّونَ ﴿۱۶۵﴾ وَإِنَّا

جو ہے اس کا ایک ٹھکانا ہے مقرر — اور ہم ہی ہیں صف باندھنے والے — اور ہم

لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُونَ ﴿۱۶۶﴾ وَإِنْ كَانُوا لَيَقُولُونَ ﴿۱۶۷﴾ لَوْ أَنَّ عِنْدَنَا

ہی ہیں پاکی بیان کرنے والے — اور یہ تو کہا کرتے تھے — اگر ہمارے پاس

ذِكْرًا مِنَ الْأَوَّلِينَ ﴿۱۶۸﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿۱۶۹﴾

کچھ احوال ہوتا — پہلے لوگوں کا — تو ہم ہوتے — بندے اللہ کے — چنے ہوئے

① یعنی کچھ تو سوچو۔ عیب کرنے کو بھی ہنر چاہیے۔ ایک غلط عقیدہ بنانا تھا تو ایسا بالکل ہی بے تکا تو نہ ہونا چاہیے تھا۔ یہ کونسا انصاف ہے کہ اپنے لئے تو بیٹے پسند کرو اور خدا سے بیٹیاں پسند کراؤ۔

② **ان عقیدوں کی سند کہاں ہے؟** یعنی آخر یہ مہمل اور بے تکی بات نکالی کہاں سے۔ عقل و فہم اور علمی اصول سے تو اس کو لگاؤ نہیں۔ پھر کیا کوئی نقلی سند اس عقیدہ کی رکھتے ہو۔ ایسا ہے تو بسم اللہ وہی دکھلاؤ۔

③ **اللہ اور جنات میں رشتہ داری کا عقیدہ** یعنی احمقوں نے جنوں کے ساتھ معاذ اللہ دامادی کا رشتہ قائم کر دیا۔ سبحان اللہ کیا باتیں کرتے ہیں۔ موقع ملے تو ذرا ان جنوں سے پوچھ آؤ کہ وہ خود اپنی نسبت کیا سمجھتے ہیں۔ ان کو معلوم ہے کہ دوسرے مجرموں کی طرح وہ بھی اللہ کے روبرو پکڑے ہوئے آئیں گے کیا داماد کا سسرال کے ساتھ یہ ہی معاملہ ہوتا ہے۔ بعض سلف نے نسب سے مراد یہ لی ہے کہ وہ لوگ شیاطین الجن کو اللہ تعالیٰ کا حریف مقابل سمجھتے تھے۔ جیسے مجوس "یزدان" اور "اہرمن" کے قائل ہیں۔ یعنی ایک نیکی کا خدا، دوسرا بدی کا۔

④ یعنی جنوں میں سے ہوں یا آدمیوں میں سے اللہ کے چنے ہوئے بندے ہی اس پکڑ دھکڑ سے آزاد ہیں۔ معلوم ہوا وہاں کسی کا رشتہ ناتا نہیں۔ صرف بندگی اور اخلاص کی پوچھ ہے۔

⑤ **جنوں کو ہدایت اور گمراہی کا کوئی اختیار نہیں** بہت لوگ سمجھتے ہیں کہ جنوں کے ہاتھ میں بدی کی اور فرشتوں کے ہاتھ میں نیکی کی باگ ہے۔ یہ جس کو چاہیں بھلائی پہنچائیں اور خدا کا مقرب بنا دیں اور وہ جسے چاہیں برائی اور تکلیف میں ڈال دیں یا گمراہ کر دیں شاید ان ہی مفروضہ اختیارات کی بناء پر انہیں اولاد یا سسرال بنایا ہوگا۔ اس کا جواب دیا کہ تمہارے اور ان کے ہاتھ میں کوئی مستقل اختیار نہیں۔ تم اور جن شیاطین کو تم پوجتے ہو سب مل کر یہ قدرت نہیں رکھتے کہ بدون مشیت ایزدی ایک متنفس کو بھی زبردستی گمراہ کر سکو۔ گمراہ وہی ہوگا جسے اللہ نے اس کی سوئے استعداد کی بناء پر دوزخی لکھ دیا اور اپنی بدکاری کی وجہ سے از خود دوزخ میں پہنچ گیا۔

⑥ **فرشتوں کا اپنے بارے میں کلام** یہ کلام اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی طرف سے گویا ان کی زبان سے فرمایا۔ جیسے بہت جگہ آدمیوں کی زبان سے دعائیں فرمائی ہیں یعنی ہر فرشتہ کی ایک حد مقرر ہے۔ اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ یہ اس پر فرمایا کہ کافر کہتے ہیں فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں جنوں کی عورتوں سے پیدا ہوئیں۔ سو جنوں کو اپنا حال خوب معلوم ہے اور فرشتے یوں کہتے ہیں ان کو بھی حکم الٰہی سے ذرا تجاوز کرنے کی گنجائش نہیں۔

⑦ یعنی اپنی اپنی حد پر ہر کوئی اللہ کی بندگی اور اس کا حکم سننے کے لئے کھڑا رہتا ہے۔ مجال نہیں آگے پیچھے سرک جائے۔

⑧ یہاں تک فرشتوں کا کلام ختم ہوا۔ آگے اہل مکہ کا حال بیان فرماتے ہیں۔

فَكَفَرُوا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا

سو اس سے منکر ہو گئے اب آگے جان لیں گے اور پہلے ہو چکا ہمارا حکم

لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَاِنَّ

اپنے بندوں کے حق میں جو کہ رسول ہیں بے شک انہی کو مدد دی جاتی ہے اور

جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۴﴾ وَّ

ہمارا لشکر جو ہے بے شک وہی غالب ہے سو تو ان سے پھر آ ایک وقت تک اور

اَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۵﴾ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۷۶﴾

ان کو دیکھتا رہ کہ وہ آگے دیکھ لیں گے کیا ہماری آفت کو جلد مانگتے ہیں

فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۷﴾ وَتَوَلَّ

پھر جب اتر یگی ان کے میدان میں تو بری صبح ہوگی ڈرائے ہوؤں کی اور پھر آ

عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۸﴾ وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

ان سے ایک وقت تک اور دیکھتا رہ اب آگے دیکھ لیں گے

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَسَلٰمٌ

پاک ذات ہے تیرے رب کی وہ پروردگار عزت والا پاک ہے ان باتوں سے جو بیان کرتے ہیں اور سلام ہے

عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۲﴾

رسولوں پر اور سب خوبی ہے اللہ کو جو رب ہے سارے جہان کا

ع ۵ ۹

اٰيَاتُهَا ۸۸ (۳۸) سُوْرَةُ صٓ مَكِّيَّةٌ (۳۸) رُكُوْعَاتُهَا ۵

سورۂ صٓ مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں اٹھاسی آیتیں ہیں اور پانچ رکوع

۱ **اہل مکہ کا اپنے قول سے انحراف** عرب لوگ انبیاء کے نام سنتے تھے ان کے علم سے خبردار نہ تھے تو یہ کہتے یعنی اگر ہم کو پہلے لوگوں کے علوم حاصل ہوتے یا ہمارے ہاں کوئی کتاب اور نصیحت کی بات اترتی تو ہم خوب عمل کر کے دکھلاتے اور معرفت و عبادت میں ترقی کر کے اللہ کے مخصوص و منتخب بندوں میں شامل ہو جاتے۔ اب جو ان کے اندر نبی آیا تو پھر گئے وہ قول و قرار کچھ یاد نہ رکھا۔ سو اس انکار و انحراف کا جو انجام ہونے والا ہے عنقریب دیکھ لیں گے۔

۲ یعنی یہ بات علم الٰہی میں ٹھہر چکی ہے کہ منکرین کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ اپنے پیغمبروں کو مدد پہنچاتا ہے اور آخر کار خدائی لشکر ہی غالب ہو کر رہتا ہے خواہ درمیان میں حالات کتنے ہی پلٹے کھائیں۔ مگر آخری فتح اور کامیابی مخلص بندوں ہی کے لئے ہے۔ باعتبار حجت و برہان کے بھی اور باعتبار ظاہری تسلّط و غلبہ کے بھی۔ ہاں شرط یہ ہے کہ "جند" "فی الواقع" "جُنْدُ اللّٰہ" ہو۔

۳ یعنی ابھی چند روز انہیں کچھ نہ کہیے۔ صبر کے ساتھ آپ ان کا حال دیکھتے رہیے اور یہ اپنا انجام دیکھ لیں گے چنانچہ دیکھ لیا۔

۴ **عذاب میں عجلت کا مطالبہ** شاید "فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ" سن کر کہا ہوگا کہ پھر دیر کیا ہے ہم کو ہمارا انجام جلدی دکھلا دو۔ اس کا جواب دیا کہ اپنے اوپر جو آفت لائے جانے کی جلدی مچا رہے ہو، جب وہ آئے گی تو بہت برا وقت ہوگا۔ عذاب الٰہی اس طرح آئے گا جیسے کوئی دشمن گھات میں لگا ہوا ہو اور صبح کے وقت یکا یک میدان میں اتر کر چھاپہ مار جائے۔ عذاب آنے کے وقت یہی حشر ان لوگوں کا ہوگا جنہیں پہلے سے ڈرا سنا کر ہشیار کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ فتح مکہ وغیرہ میں ایسا ہی ہوا۔

۵ شاید پہلا وعدہ دنیا کے عذاب کا تھا اور یہ آخرت کے عذاب کا ہو، یعنی آپ دیکھتے جایئے اب آگے چل کر آخرت میں یہ کافر کیا کچھ دیکھتے ہیں۔

۶ خاتمہ سورت پر تمام اصولی مضامین کا خلاصہ کر دیا۔ یعنی اللہ کی ذات تمام عیوب و نقائص سے پاک اور تمام محاسن و کمالات کی جامع ہے۔ سب خوبیاں اسی کی ذات میں مجتمع ہیں۔ اور انبیاء و رسل پر اس کی طرف سے سلام آتا ہے۔ جو ان کی عظمت و عصمت اور سالم و منصور ہونے کی دلیل ہے۔ **تنبیہ** احادیث سے بعد نماز اور ختم مجلس پر ان آیات کے پڑھنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اس لئے سورۂ ہذا کے فوائد کو ان ہی آیات متبرکہ پر ختم کرتا ہوں۔ اے اللہ! میرا خاتمہ بھی اسی عقیدۂ محکم پر کیجیو۔ "سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ. وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ. وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. تمت فوائد الصافات.

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

صٓ وَالۡقُرۡاٰنِ ذِی الذِّکۡرِ ؕ ﴿۱﴾ بَلِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فِیۡ

صٓ قسم ہے اس قرآن سمجھانے والے کی بلکہ جو لوگ منکر ہیں

عِزَّۃٍ وَّ شِقَاقٍ ﴿۲﴾ کَمۡ اَہۡلَکۡنَا مِنۡ قَبۡلِہِمۡ مِّنۡ قَرۡنٍ

غرور میں ہیں اور مقابلہ میں ◆۱◆ بہت غارت کردیں ہم نے ان سے پہلے جماعتیں

فَنَادَوۡا وَّ لَاتَ حِیۡنَ مَنَاصٍ ﴿۳﴾ وَ عَجِبُوۡۤا اَنۡ جَآءَہُمۡ

پھر لگے پکارنے اور وقت نہ رہا خلاصی کا ◆۲◆ اور تعجب کرنے لگے اس بات پر کہ آیا ان کے پاس

مُّنۡذِرٌ مِّنۡہُمۡ ۫ وَ قَالَ الۡکٰفِرُوۡنَ ہٰذَا سٰحِرٌ کَذَّابٌ ۖ﴿ۚ۴﴾

ایک ڈر سنانے والا انہی میں سے اور کہنے لگے منکر یہ جادوگر ہے جھوٹا ◆۳◆

اَجَعَلَ الۡاٰلِہَۃَ اِلٰـہًا وَّاحِدًا ۚۖ اِنَّ ہٰذَا لَشَیۡءٌ عُجَابٌ ﴿۵﴾

کیا اس نے کردی اتنوں کی بندگی کے بدلے ایک ہی کی بندگی یہ بھی ہے بڑے تعجب کی بات

وَ انۡطَلَقَ الۡمَلَاُ مِنۡہُمۡ اَنِ امۡشُوۡا وَ اصۡبِرُوۡا عَلٰۤی اٰلِہَتِکُمۡ ۚۖ

اور چل کھڑے ہوئے کئی پنچ ان میں سے کہ چلو اور جمے (قائم) رہو اپنے معبودوں پر ◆۴◆

اِنَّ ہٰذَا لَشَیۡءٌ یُّرَادُ ۖ﴿ۚ۶﴾ مَا سَمِعۡنَا بِہٰذَا فِی الۡمِلَّۃِ

بے شک اس بات میں کوئی (کچھ) غرض ہے ◆۵◆ یہ نہیں سنا ہم نے اس پچھلے

سورۃ صٓ

◆۱◆ قرآن کریم نصیحت کو سمجھانے والا ہے | یعنی یہ عظیم الشان، عالی مرتبہ قرآن (جو عمدہ نصیحتوں سے پر، اور نہایت موثر طرز میں لوگوں کو ہدایت و معرفت کی باتیں سمجھانے والا ہے) بآواز بلند شہادت دے رہا ہے کہ جو لوگ قرآنی صداقت اور حضرت محمد

رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے منکر ہیں اس کا سبب یہ نہیں کہ قرآن کی تعلیم و تفہیم میں کچھ قصور ہے یا حضور پر نور اس کی تبلیغ و تبیین میں معاذ اللہ مقصر ہیں۔ بلکہ انکار و انحراف کا اصلی سبب یہ ہے کہ یہ لوگ جھوٹی شیخی، جاہلانہ غرور و نخوت اور معاندانہ مخالفت کے جذبات میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ذرا اس دلدل سے نکلیں تو حق و صداقت کی صاف سڑک نظر آئے۔

۲ پچھلی قوموں کی ہلاکت کی وجہ یعنی ان کو معلوم رہنا چاہئے کہ اسی غرور و تکبر کی بدولت انبیاء اللہ سے مقابلہ ٹھان کر بہت سی جماعتیں پہلے تباہ و برباد ہو چکی ہیں وہ لوگ بھی مدتوں خدا کے پیغمبروں سے لڑتے رہے۔ پھر جب برا وقت آ کر پڑا اور عذاب الٰہی نے چاروں طرف سے گھیر لیا تو گھبرا کر شور مچانے اور خدا کو پکارنے لگے۔ مگر اس وقت فریاد کرنے سے کیا بنتا۔ رہائی اور خلاصی کا موقع گذر چکا تھا، اور وقت نہیں رہا تھا کہ ان کے شور و بکا کی طرف توجہ کی جائے۔

۳ آنحضرت ﷺ کی نبوت پر کفار کا اعتراض یعنی آسمان سے کوئی فرشتہ آتا تو خیر ایک بات تھی۔ ہم ہی میں سے ایک آدمی کھڑا ہو کر ہم کو ڈرانے دھمکانے لگے اور کہے میں آسمان والے خدا کی طرف سے بھیجا ہوا آیا ہوں۔ یہ عجیب بات ہے اب بجز اس کے کیا کہا جائے کہ ایک جادوگر نے جھوٹا ڈھونگ بنا کر کھڑا کر دیا ہے۔ جادو کے زور سے کچھ کرشمے دکھا کر انہیں معجزہ کہنے لگے اور چند قصے کہانیاں جمع کر کے جھوٹا دعویٰ کر دیا کہ یہ اللہ کے اتارے ہوئے علوم ہیں۔ اور میں اس کا پیغمبر ہوں۔

۴ توحید کے دعویٰ پر کفار کا تعجب اور اعتراض یعنی اور لیجئے! اتنے بیشمار دیوتاؤں کا دربار ختم کر کے صرف ایک خدا رہنے دیا۔ اس سے بڑھ کر تعجب کی بات کیا ہو گی کہ اتنے بڑے جہان کا انتظام اکیلے ایک خدا کے سپرد کر دیا جائے۔ اور مختلف شعبوں اور محکموں کے جن خداؤں کی بندگی قرنوں سے ہوتی چلی آتی تھی وہ سب یک قلم موقوف کر دی جائے۔ گویا ہمارے باپ دادے نرے جاہل اور بے وقوف ہی تھے جو اتنے دیوتاؤں کے سامنے سر عبودیت خم کرتے رہے۔ روایات میں ہے کہ ابو طالب کی بیماری میں ابو جہل وغیرہ چند سرداران قریش نے ابو طالب سے آن کر حضرت ﷺ کی شکایت کی کہ یہ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتے ہیں۔ اور ہمیں طرح طرح سے احمق بناتے ہیں۔ آپ ان کو سمجھایئے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے چچا! میں ان سے صرف ایک کلمہ چاہتا ہوں جس کے بعد تمام عرب ان کا مطیع ہو جائے اور عجم ان کی خدمت میں جزیہ پیش کرنے لگے۔ وہ خوش ہو کر بولے کہ بتلایئے وہ کلمہ کیا ہے، آپ ایک کلمہ کہتے ہیں ہم آپ کے دس کلمے ماننے کے لیے تیار ہیں۔ فرمایا زیادہ نہیں بس ایک اور صرف ایک ہی کلمہ ہے۔ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" یہ سنتے ہی طیش میں آ کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کیا اتنے خداؤں کو ہٹا کر اکیلا ایک خدا۔ چلو جی! یا اپنے منصوبے سے کبھی باز نہ آئیں گے۔ یہ تو انہی ہمارے معبودوں کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہوئے ہیں۔ تم بھی مضبوطی سے اپنے معبودوں کی عبادت و حمایت پر جمے رہو۔ مبادا ان کا پروپیگنڈا کسی ضعیف الاعتقاد کا قدم پرانے آبائی طریقہ سے ہٹانے میں کامیاب ہو جائے۔ ان کی ان تھک کوشش کے مقابلہ میں ہم کو بہت زیادہ صبر و استقلال دکھانے کی ضرورت ہے۔

۵ کفار کا اپنے شرک پر اصرار یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو اس قدر زور و شور اور عزم و استقلال سے ہمارے معبودوں کے خلاف جہاد کرنے پر تلے ہوئے ہیں، ضرور اس میں ان کی کوئی غرض ہے، وہ یہ ہی کہ ایک خدا کا نام لے کر ہم سب کو اپنا محکوم اور مطیع بنا لیں اور دنیا کی حکومت و ریاست حاصل کریں۔ سو لازم ہے کہ اس مقصد میں ہم ان کو کامیاب نہ ہونے دیں۔ بعض مفسرین نے "اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ" کا مطلب یہ لیا ہے کہ بیشک یہ وہ چیز ہے جس کا محمد (ﷺ) ارادہ ہی کر چکے ہیں۔ کسی طرح اس سے ہٹنے والے نہیں۔ یا یوں کہا جائے کہ یہ بات (معلوم ہوتا ہے) ہونے والی ہے۔ اللہ کو یہ ہی منظور ہے کہ دنیا میں انقلاب ہو۔ لہٰذا جہاں تک ہو سکے صبر و تحمل سے اپنے قدیم دین و آئین کی حفاظت کرتے رہو۔ یا ممکن ہے از راہ تحقیر کہا ہو کہ بیشک محمد (ﷺ) کے ارادے سب کچھ ہیں۔ لیکن ضروری نہیں کہ آدمی جو ارادہ اور تمنا کرے وہ پوری ہو۔ چاہئے کہ ہم ان کے مقابلہ میں قدم پیچھے نہ ہٹائیں۔

الْاٰخِرَةِ ۚۖ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۚۖ ﴿۷﴾ ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ

دین میں اور کچھ نہیں یہ بنائی ہوئی بات ہے ﴿۷﴾ کیا اسی پر اتری نصیحت

مِنْۢ بَيْنِنَا ۭ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِيْ ۚ بَلْ لَّمَّا

ہم سب میں سے ﴿۸﴾ کوئی نہیں ان کو دھوکا ہے میری (ہماری) نصیحت میں کوئی نہیں ابھی

يَذُوْقُوْا عَذَابِ ۝۸ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىِٕنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ

انہوں نے چکھی نہیں میری مار ﴿۹﴾ کیا ان کے پاس ہیں خزانے تیرے رب کی مہربانی کے

الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ ۝۹ ۚ اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا

جو کہ زبردست ہے بخشنے والا یا ان کی حکومت ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور جو کچھ

بَيْنَهُمَا ۣ فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ ۝۱۰ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ

ان کے بیچ میں ہے تو ان کو چاہئے کہ چڑھ جائیں رسیاں تان کر ﴿۱۰﴾ ایک لشکر یہ بھی

مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ۝۱۱ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ

وہاں (یہاں) تباہ ہوا ان سب لشکروں میں ﴿۱۱﴾ جھٹلا چکے ہیں ان سے پہلے نوح کی قوم اور عاد

وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ۝۱۲ ۙ وَثَمُوْدُ وَقَوْمُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ

اور فرعون میخوں والا ﴿۱۲﴾ اور ثمود اور لوط کی قوم اور ایکہ کے

لْـَٔيْكَةِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الْاَحْزَابُ ۝۱۳ اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ

لوگ ﴿۱۳﴾ وہ بڑی بڑی فوجیں یہ جتنے تھے سب نے یہی کیا کہ جھٹلایا

الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ۝۱۴ ۧ وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَاۗءِ اِلَّا صَيْحَةً

رسولوں کو پھر ثابت ہوئی میری طرف سے سزا ﴿۱۴﴾ اور راہ نہیں دیکھتے یہ لوگ مگر ایک

ع ۱۴ / ۱۰

① حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "پچھلا دین کہتے تھے اپنے باپ دادوں کو۔ یعنی آگے تو سنے ہیں کہ اگلے لوگ ایسی باتیں کہتے تھے۔ پر ہمارے بزرگ تو یوں نہیں کہہ گئے۔" اور ممکن ہے پچھلے دین سے عیسائی مذہب مراد ہو۔ جیسا کہ اکثر سلف کا قول ہے۔ یعنی نصاریٰ جو اہل کتاب ہیں ان کو بھی ہم نے نہیں سنا کہ سب خداؤں کو ہٹا کر ایک ہی خدا رہنے دیا ہو۔ آخر وہ بھی تین خدا تو مانتے ہیں اور آنحضرت (ﷺ) کو رسول نہیں مانتے۔ اگر پہلی کتابوں میں کچھ اصل ہوتی تو وہ ضرور قبول کرتے۔ معلوم ہوا کہ محض گھڑی ہوئی بات ہے۔ العیاذ باللہ۔

② **رسالت کیلئے آنحضرتؐ کے انتخاب پر اعتراض** یعنی اچھا قرآن کو اللہ کا کلام ہی مان لو اور یہ بھی نہ سہی کہ آسمان سے کوئی فرشتہ نبی بنا کر بھیجا جاتا مگر یہ کیا غضب ہے کہ ہم سب میں سے محمد (ﷺ) ہی کا انتخاب ہوا۔ کیا سارے ملک میں ایک یہ ہی اس منصب کے لئے رہ گئے تھے؟ اور کوئی بڑا رئیس مالدار خدا کو نہ ملتا تھا جس پر اپنا کلام نازل کرتا۔

③ **کفار کو حق تعالیٰ کی تنبیہ** یہ حق تعالیٰ کی طرف سے ان کی نامعقول یاوہ گوئی کا جواب ہوا۔ یعنی ان کی یہ خرافات کچھ نہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ ابھی ہماری نصیحت کے متعلق ان کو دھوکا لگا ہوا ہے۔ وہ یقین نہیں رکھتے کہ جس خوفناک مستقبل سے آگاہ کیا جا رہا ہے وہ ضرور پیش آ کر رہے گا۔ کیونکہ ابھی تک انہوں نے خدائی مار کا مزہ نہیں چکھا۔ جس وقت خدائی مار پڑے گی۔ تمام شکوک و شبہات دور ہو جائیں گے۔

④ **حکومت و خزائن سب اللہ کے ہاتھ میں ہیں** یعنی رحمت کے خزانے اور آسمان و زمین کی حکومت سب اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ زبردست ہے اور بڑی بخشش والا ہے۔ جس پر جو انعام چاہے کرے کون روک سکتا ہے یا نکتہ چینی کر سکتا ہے۔ اگر وہ اپنی حکمت و دانائی سے کسی بشر کو منصب نبوت و رسالت پر سرفراز فرماتا ہے تو تم دخل دینے والے کون ہو کہ صاحب اس پر یہ مہربانی فرمائی ہم پر نہ فرمائی۔ کیا رحمت کے خزانوں اور زمین و آسمان کی حکومت کے تم مالک و مختار ہو جو اس قسم کے لغو اعتراضات کرتے ہو۔ اگر ہو تو اپنے تمام اسباب و وسائل کو کام میں لے آؤ۔ اور رسیاں تان کر آسمان پر چڑھ جاؤ۔ تاکہ وہاں سے محمد (ﷺ) پر وحی کا آنا بند کر سکو اور علویات پر قابض ہو کر اپنی مرضی و منشاء کے موافق آسمان و زمین کے انتظام و تدبیر کا کام انجام دے سکو۔ اگر اتنا نہیں کر سکتے تو آسمان و زمین کی حکومت اور خزائن رحمت کی مالکیت کا دعویٰ عبث ہے۔ پھر خدائی انتظامات میں دخل دینا بجز بے حیائی یا جنون کے اور کیا ہوگا۔ ایاز قدر خود بشناس

⑤ **کفار شکست خوردہ گروہ ہے** یعنی کچھ بھی نہیں۔ زمین و آسمان کی حکومت اور خزانوں کے مالک تو یہ بیچارے کیا ہوتے۔ چند ہزیمت خوردہ آدمیوں کی ایک بھیڑ ہے جو اگلی تباہ شدہ قوموں کی طرح تباہ و برباد ہوتی نظر آتی ہے۔ چنانچہ یہ منظر "بدر" سے لے کر "فتح مکہ" تک لوگوں نے دیکھ لیا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یعنی اگلی قومیں برباد ہوئیں۔ اگر چڑھ جائیں تو ان میں ایک یہ بھی برباد ہوں۔" گویا اس آیت کا ربط ماقبل سے بتلا دیا۔ واللہ اعلم۔

⑥ **میخوں والا فرعون** یعنی بہت زور و قوت اور لاؤ لشکر والا جس نے دنیا میں اپنی سلطنت کے کھونٹے گاڑ دیئے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ آدمی کو چومیخا کر کے مارتا تھا اس سے اس کا نام ذوالاوتاد" (میخوں والا) پڑ گیا۔ واللہ اعلم۔

⑦ یعنی حضرت شعیب علیہ السلام جس کی طرف مبعوث ہوئے۔

⑧ یعنی یہ بڑی بڑی طاقتور فوجیں بھی رسولوں کو جھٹلا کر سزا سے نہ بچ سکیں۔ تمہاری تو حقیقت کیا ہے۔

وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ﴿۱۵﴾ وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا

چنگھاڑ کی جو بیچ میں دم نہ لے گی ﴿۱﴾ اور کہتے ہیں اے رب جلد دے ہم کو

قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۱۶﴾ اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ

چٹھی ہماری پہلے حساب کے دن سے ﴿۲﴾ تو تحمل کرتا رہ (سہتا رہ) اس پر جو وہ کہتے ہیں

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ ۚ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۷﴾ اِنَّا سَخَّرْنَا

اور یاد کر ہمارے بندے داؤد قوت والے کو وہ تھا رجوع رہنے والا ﴿۳﴾ ہم نے تابع کیے

الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ﴿۱۸﴾ لا وَالطَّيْرَ

پہاڑ اس کے ساتھ پاکی بولتے تھے شام کو اور صبح کو ﴿۴﴾ اور اڑتے جانور

مَحْشُوْرَةً ؕ كُلٌّ لَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۹﴾ وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ

جمع ہو کر سب تھے اس کے آگے رجوع رہتے ﴿۵﴾ اور قوت دی ہم نے اس کی سلطنت کو ﴿۶﴾ اور دی اس کو

الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ﴿۲۰﴾ وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ

تدبیر اور فیصلہ کرنا بات کا ﴿۷﴾ اور پہنچی ہے تجھ کو خبر دعوے والوں کی جب

وقف لازم

تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿۲۱﴾ لا اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا

دیوار کود کر آئے عبادتخانہ میں جب گھس آئے داؤد کے پاس تو ان سے گھبرایا ﴿۸﴾ وہ بولے

لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا

مت گھبرا ہم دو جھگڑتے ہیں (جھگڑنے والے) زیادتی کی ہے ایک نے دوسرے پر سو فیصلہ کر دے ہم میں

بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَاۤ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾ اِنَّ هٰذَاۤ

انصاف کا اور دور نہ ڈال بات کو اور بتلا دے ہم کو سیدھی راہ ﴿۹﴾ یہ جو ہے

۱ یعنی صور کی آواز کے منتظر ہیں۔ پوری سزا اس وقت ملے گی۔ اور ممکن ہے "صیحۃ" سے یہیں کی ایک ڈانٹ مراد ہو۔

۲ **وعدہ قیامت پر استہزاء** | یعنی جب وعدہ قیامت سنتے تمسخر اپن سے کہتے کہ ہم کو تو اس وقت کا حصہ ابھی دے دیجئے ابھی ہم اپنا اعمالنامہ دیکھ لیں اور ہاتھ کے ہاتھ سزا جزاء سے فارغ ہو جائیں۔

۳ **حضرت داؤد کے فضائل** | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "اس جگہ ان کو (داؤد کا قصہ) یاد دلوایا کہ انہوں نے بھی "طالوت" کے (عہد) حکومت میں بہت صبر کیا۔ آخر حکومت ان کو ملی اور (جالوت) وغیرہ مخالفوں کو جہاد سے زیر کیا۔ یہ ہی نقشہ ہوا ہمارے پیغمبر کا۔" تنبیہ | "ذاالاید" کا ترجمہ حضرت شاہ صاحبؒ نے "ہاتھ کے بل والا" کیا ہے۔ یعنی قوت سلطنت، یا ادھر اشارہ ہو کہ ان کے ہاتھ میں لوہا نرم ہو جاتا تھا۔ یا "ہاتھ کا بل" یہ کہ سلطنت کا مال نہ کھاتے اپنے دست و بازو سے کسب کر کے کھاتے۔ اور "اواب" یعنی ہر معاملہ میں اللہ کی طرف رجوع رہتے تھے۔

۴ یعنی صبح و شام جب حضرت داؤد تسبیح پڑھتے، پہاڑ بھی ان کے ساتھ تسبیح کرتے تھے۔ اس کے متعلق کچھ مضمون سورۂ "سبا" میں گذر چکا ہے وہاں دیکھ لیا جائے۔

۵ یا سب اس کے ساتھ مل کر اللہ کی طرف رجوع رہتے۔ کما قال بعض المفسرین۔

۶ یعنی دنیا میں اس کی سلطنت کی دھاک بٹھلا دی تھی اور اپنی اعانت و نصرت سے مختلف قسم کی کثیر التعداد فوجیں دے کر خوب اقتدار جما دیا تھا۔

۷ **حضرت داؤد کا کمال خطاب** | یعنی بڑے مدبر و دانا تھے۔ ہر بات کا فیصلہ بڑی خوبی سے کرتے اور بولتے تو نہایت فیصلہ کن تقریر ہوتی تھی۔ بہرحال حق تعالٰے نے ان کو نبوت، حسن تدبیر، قوت فیصلہ اور طرح طرح کے علمی و عملی کمالات عطا فرمائے تھے۔ لیکن امتحان و ابتلاء سے وہ بھی نہیں بچے۔ جس کا قصہ آگے بیان کرتے ہیں۔

۸ **حضرت داؤد علیہ السلام کی تقسیم اوقات** | حضرت داؤد نے تین دن کی باری رکھی تھی۔ ایک دن دربار اور فصل خصومات کا، ایک دن اپنے اہل و عیال کے پاس رہنے کا، ایک دن خالص اللہ کی عبادت کا۔ اس دن خلوت میں رہتے تھے دربان کسی کو آنے نہ دیتے۔ ایک دن عبادت میں مشغول تھے کہ ناگاہ کئی شخص دیوار پھاند کر ان کے پاس آ کھڑے ہوئے داؤد علیہ السلام باوجود اپنی قوت و شوکت کے یہ ناگہانی ماجرا دیکھ کر گھبرا اٹھے کہ یہ آدمی ہیں یا کوئی اور مخلوق ہے۔ آدمی ہیں تو ناوقت آنے کی ہمت کیسے ہوئی؟ دربانوں نے کیوں نہیں روکا؟ اگر دروازے سے نہیں آئے تو اتنی اونچی دیواروں کو پھاندنے کی کیا سبیل کی ہوگی خدا جانے ایسے غیر معمولی طور پر کس نیت اور کس غرض سے آئے ہیں۔ غرض اچانک یہ عجیب و مہیب واقعہ دیکھ کر خیال دوسری طرف بٹ گیا اور عبادت میں جیسی یکسوئی کے ساتھ مشغول تھے، قائم نہ رہ سکی۔

۹ **ایک عجیب مقدمہ** | آنے والوں نے کہا کہ آپ گھبرائیے نہیں اور ہم سے خوف نہ کھائیے۔ ہم دو فریق اپنے ایک جھگڑے کا فیصلہ کرانے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ آپ ہم میں منصفانہ فیصلہ کر دیجئے۔ کوئی بے راہی اور ٹالنے کی بات نہ ہو۔ ہم عدل و انصاف کی سیدھی راہ معلوم کرنے کے لئے آئے ہیں (شاید گفتگو کا یہ عنوان دیکھ کر حضرت داؤد اور زیادہ متعجب ہوئے ہوں)

اَخِیْ قف لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِیَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ قف

بھائی ہے میرا | اس کے یہاں ہیں ننانوے دنبیاں | اور میرے یہاں ایک دنبی

فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِیْ فِی الْخِطَابِ ﴿۲۳﴾ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ

پھر کہتا ہے | حوالہ کردے میرے وہ بھی | اور زبردستی کرتا ہے مجھ سے بات میں ◆۱ | بولا وہ بے انصافی کرتا ہے تجھ پر

بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰی نِعَاجِهٖ ط وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ

کہ مانگتا ہے تیری دنبی ملانے کو | اپنی دنبیوں میں ◆۲ | اور اکثر شریک

لَيَبْغِیْ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

زیادتی کرتے ہیں ایک دوسرے پر | مگر جو یقین لائے ہیں | اور کام کئے نیک

وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ط وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ

اور تھوڑے لوگ ہیں ایسے ◆۳ | اور خیال میں آیا داؤد کے | کہ ہم نے اس کو جانچا پھر گناہ بخشوانے لگا اپنے رب سے

وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ﴿۲۴﴾ السجدة فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ط وَاِنَّ لَهٗ

اور گر پڑا جھک کر | اور رجوع ہوا | پھر ہم نے معاف کردیا اس کو وہ کام ◆۴ | اور اس کے لیے

السجدة ۱۰

◆۱ یعنی جھگڑا یہ ہے کہ میرے اس بھائی کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے ہاں صرف ایک دنبی ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ وہ ایک بھی کسی طرح مجھ سے چھین کر اپنی سو پوری کرلے۔ اور مشکل یہ آن پڑی ہے کہ جیسے مال میں یہ مجھ سے زیادہ ہے بات کرنے میں بھی مجھ سے تیز ہے۔ جب بولتا ہے تو مجھ کو دبا لیتا ہے اور لوگ بھی اسی کی ہاں میں ہاں ملادیتے ہیں۔ غرض میرا حق چھیننے کے لئے زبردستی کی باتیں کرتا ہے۔

◆۲ حضرت داؤد نے بقاعدۂ شریعت ثبوت وغیرہ طلب کیا ہوگا۔ آخر میں یہ فرمایا کہ بیشک (اگر یہ تیرا بھائی ایسا کرتا ہے تو) اس کی زیادتی اور ناانصافی ہے۔ چاہتا ہے کہ اس طرح اپنے غریب بھائی کا مال ہڑپ کرجائے (مطلب یہ کہ ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے)

◆۳ یعنی شرکاء کی عادت ہے ایک دوسرے پر ظلم کرنے کی، قوی حصہ دار چاہتا ہے کہ ضعیف کو کھا جائے۔ صرف اللہ کے ایماندار اور نیک بندے اس سے مستثنیٰ ہیں۔ مگر وہ دنیا میں بہت ہی تھوڑے ہیں۔

◆۴ **حضرت داؤدؑ کا امتحان** یعنی اس قصہ کے بعد داؤد کو تنبہ ہوا کہ میرے حق میں یہ ایک فتنہ اور امتحان تھا۔ اس خیال کے آتے ہی اپنی خطا معاف کرانے کے لئے نہایت عاجزی کے ساتھ خدا کے سامنے جھک پڑے۔ آخر خدا نے ان کی وہ خطا معاف کردی۔

داؤد علیہ السلام کی وہ خطا کیا تھی؟ جس کی طرف ان آیات میں اشارہ ہے اس کے متعلق مفسرین نے بہت سے لمبے چوڑے قصے بیان کیے ہیں۔ مگر حافظ عمادالدین ابن کثیرؒ ان کی نسبت لکھتے ہیں۔ "قد ذکر المفسرون ھھنا قصۃ اکثر ھا ماخوذ من الاسرائیلیات ولم یثبت فیھا عن المعصوم حدیث یجب اتباعہ۔" اور حافظ ابو محمد ابن حزم نے کتاب الفصل میں بہت شدت سے ان قصوں کی تردید کی ہے۔ باقی ابوحیان وغیرہ نے ان قصوں سے علیحدہ ہو کر آیات کا جو محمل بیان کیا ہے وہ بھی تکلف سے خالی نہیں۔ ہمارے نزدیک اصل بات وہ ہے جو ابن عباسؓ سے منقول ہے۔ یعنی داؤد علیہ السلام کو یہ ابتلاء ایک طرح کے اعجاب کی بناء پر پیش آیا۔ صورت یہ ہوئی کہ داؤد علیہ السلام نے بارگاہ ایزدی میں عرض کیا کہ اے پروردگار! رات اور دن میں کوئی ساعت ایسی نہیں جس میں داؤد کے گھرانے کا کوئی نہ کوئی فرد تیری عبادت (یعنی نماز یا تسبیح و تکبیر) میں مشغول نہ رہتا ہو۔ (یہ اس لئے کہا کہ انہوں نے روز و شب کے چوبیس ۲۴ گھنٹے اپنے گھر والوں پر نوبت بہ نوبت تقسیم کر رکھے تھے تا ان کا عبادت خانہ کسی وقت عبادت سے خالی نہ رہنے پائے) اور بھی کچھ اس قسم کی چیزیں عرض کیں (شاید اپنے حسن انتظام وغیرہ کے متعلق ہوں گی) اللہ تعالیٰ کو یہ بات ناپسند ہوئی۔ ارشاد ہوا کہ داؤد یہ سب کچھ ہماری توفیق سے ہے۔ اگر میری مدد نہ ہو تو اس چیز پر قدرت نہیں پا سکتا۔ (ہزار کوشش کرے، نہیں نباہ سکے گا) قسم ہے اپنے جلال کی میں تجھ کو ایک روز تیرے نفس کے سپرد کر دوں گا۔ (یعنی اپنی مدد ہٹا لوں گا۔ دیکھیں اس وقت تو کہاں تک اپنی عبادت میں مشغول رہ سکتا اور اپنا نظام قائم رکھ سکتا ہے) داؤد علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے پروردگار! مجھے اس دن کی خبر کر دیجئے۔ بس اسی دن فتنہ میں مبتلا ہو گئے (اخرج ھذا الاثر الحاکم فی المستدرک وقال صحیح الاسناد واقرہ الذھبی فی التلخیص) یہ روایت بتلاتی ہے کہ فتنہ کی نوعیت صرف اسی قدر ہونی چاہئے کہ جس وقت داؤدؑ عبادت میں مشتغل ہوں باوجود پوری کوشش کے مشتغل نہ رہ سکیں اور اپنا انتظام قائم نہ رکھ سکیں۔ چنانچہ آپ پڑھ چکے کہ کس بے قاعدہ اور غیر معمولی طریقہ سے چند اشخاص نے اچانک عبادت خانہ میں داخل ہو کر حضرت داؤد کو گھبرا دیا اور ان کے شغل خاص سے ہٹا کر اپنے جھگڑے کی طرف متوجہ کر لیا۔ بڑے بڑے پہرے اور انتظامات ان کو داؤدؑ کے پاس پہنچنے سے نہ روک سکے۔ تب داؤدؑ کو خیال ہوا کہ اللہ نے میرے اس دعوے کی وجہ سے اس فتنہ میں مبتلا کیا۔ لفظ "فتنہ" کا اطلاق اس جگہ تقریباً ایسا سمجھو جیسے ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما بچپن میں قمیص پہن کر لڑکھڑاتے ہوئے آ رہے تھے حضورؐ نے منبر پر سے دیکھا اور خطبہ قطع کر کے ان کو اوپر اٹھا لیا اور فرمایا صدق اللہ "اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ" بعض آثار میں ہے کہ بندہ اگر کوئی نیکی کر کے کہتا ہے کہ "اے پروردگار! میں نے یہ کام کیا، میں نے صدقہ کیا، میں نے نماز پڑھی، میں نے کھانا کھلایا۔" تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اور میں نے تیری مدد کی اور میں نے تجھ کو توفیق دی۔" اور جب بندہ کہتا ہے کہ اے پروردگار تو نے مدد کی، تو نے مجھ کو توفیق بخشی اور تو نے مجھ پر احسان فرمایا۔" تو اللہ کہتا ہے "اور تو نے عمل کیا تو نے ارادہ کیا تو نے یہ نیکی کمائی۔" (مدارج السالکین ج ۱ ص ۹۹) اسی سے سمجھ لو کہ حضرت داؤد علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کا اپنے حسن انتظام کو جتلاتے ہوئے یہ فرمانا کہ اے پروردگار! رات دن میں کوئی گھڑی ایسی نہیں جس میں میں یا میرے متعلقین تیری عبادت میں مشتغل نہ رہتے ہوں کیسے پسند آ سکتا تھا۔ بڑوں کی چھوٹی چھوٹی بات پر گرفت ہوتی ہے۔ اسی لیے ایک آزمائش میں مبتلا کر دیئے گئے تا متنبہ ہو کر اپنی غلطی کا تدارک کریں۔ چنانچہ تدارک کیا اور خوب کیا۔ میرے نزدیک آیت کی بے تکلف تقریر یہی ہے۔ باقی حضرت شاہ صاحبؒ نے اسی مشہور قصہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے وہ موضح القرآن میں دیکھ لیا جائے۔

عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾ يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ

ہمارے پاس مرتبہ ہے اور اچھا ٹھکانا ۞ اے داؤد ہم نے کیا تجھ کو

خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ

نائب ملک میں سو تو حکومت کر لوگوں میں انصاف سے اور نہ چل

الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ

جی کی خواہش پر پھر وہ تجھ کو بچلا دے اللہ کی راہ سے مقرر جو لوگ بہکتے ہیں

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ

اللہ کی راہ سے ان کے لیے سخت عذاب ہے ۞ اس بات پر کہ بھلا دیا انہوں نے دن

الْحِسَابِ ﴿۲۶﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاۗءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا

ع ۲ / ۱۲ / ۱۱

حساب کا ۞ اور ہم نے نہیں بنایا آسمان اور زمین کو اور جو ان کے بیچ میں ہے

بَاطِلًا ۭ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا

نکما یہ خیال ہے ان کا جو منکر ہیں سو خرابی ہے منکروں کے لیے

مِنَ النَّارِ ﴿۲۷﴾ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

آگ سے ۞ کیا ہم کر دیں گے ایمان والوں کو جو کرتے ہیں نیکیاں

كَالْمُفْسِدِيْنَ فِى الْاَرْضِ ۡ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ﴿۲۸﴾

برابر ان کے جو خرابی ڈالیں ملک میں کیا ہم کر دیں گے ڈرنے والوں کو برابر ڈھیٹھ (بیباک) لوگوں کے ۞

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا

ایک کتاب ہے جو اتاری ہم نے تیری طرف برکت کی تا دھیان کریں لوگ اس کی باتیں اور تا سمجھیں

① یعنی بدستور مقرب بارگاہ ہیں اس غلطی سے تقرب اور مرتبہ میں فرق نہیں آیا۔ صرف تھوڑی سی تنبیہ کر دی گئی۔ کیونکہ مقربین کی چھوٹی غلطی بھی بڑی سمجھی جاتی ہے۔ "حسنات الابرار سیّات المقربین" "گرچہ یک مو بدگنہ کو جستہ بود لیک آں مو در دو دیدہ در رستہ بود
بود آدم دیدۂ نور قدیم موئے در دیدہ بود کوہ عظیم۔

② **حضرت داؤدؑ کو خلافت ارضی کی عطاء** یعنی خدا نے تم کو زمین میں اپنا نائب بنایا۔ لہذا اسی کے حکم پر چلو اور معاملات کے فیصلے عدل و انصاف کے ساتھ شریعت الٰہی کے موافق کرتے رہو۔ کبھی کسی معاملہ میں خواہش نفس کا ادنٰی شائبہ بھی نہ آنے پائے۔ کیونکہ یہ چیز آدمی کو اللہ کی راہ سے بھٹکا دینے والی ہے۔ اور جب انسان اللہ کی راہ سے بہکا تو پھر ٹھکانا کہاں۔

③ یعنی عموماً خواہشات نفسانی کی پیروی اسی لئے ہوتی ہے کہ آدمی کو حساب کا دن یاد نہیں رہتا۔ اگر یہ بات مستحضر رہے کہ ایک روز اللہ کے سامنے جانا اور ذرہ ذرہ عمل کا حساب دینا ہے تو آدمی کبھی اللہ کی مرضی پر اپنی خواہش کو مقدم نہ رکھے **تنبیہ** ممکن ہے کہ "یوم الحساب" کا تعلق "لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ" کے ساتھ ہو۔ نسُوا کے ساتھ نہ ہو۔ یعنی اللہ کے احکام بھلا دینے کے سبب سے ان پر سخت عذاب ہوگا حساب کے دن۔

④ **اس زندگی کا اصل مقصد** یعنی جس کا آگے کچھ نتیجہ نہ نکلے۔ بلکہ اس دنیا کا نتیجہ ہے آخرت، لہذا یہاں رہ کر وہاں کے لئے کچھ کام کرنا چاہئے، اور وہ کام یہی ہے کہ انسان اپنی خواہشات کی پیروی چھوڑ کر حق و عدل کے اصول پر کاربند ہو۔ اور خالق، مخلوق دونوں سے اپنا معاملہ ٹھیک رکھے۔ یہ نہ سمجھے کہ بس دنیا کی زندگی ہے۔ کھا پی کر ختم کر دیں گے۔ آگے حساب کتاب کچھ نہیں۔ یہ خیالات تو ان کے ہیں جنہیں موت کے بعد دوسری زندگی سے انکار ہے۔ سو ایسے منکروں کے لئے آگ تیار ہے۔

⑤ **مومن اور مفسد برابر نہیں ہو سکتے** یعنی ہمارے عدل و حکمت کا اقتضاء یہ نہیں کہ نیک ایماندار بندوں کو شریروں اور مفسدوں کی برابر کر دیں یا ڈرنے والوں کے ساتھ بھی وہی معاملہ کرنے لگیں جو ڈھیٹ اور نڈر لوگوں کے ساتھ ہونا چاہئے۔ اسی لئے ضرور ہوا کہ کوئی وقت حساب و کتاب اور جزاء سزا کا رکھا جائے۔ لیکن دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے نیک اور ایماندار آدمی قسم قسم کی مصائب و آفات میں مبتلا رہتے ہیں اور کتنے ہی بدمعاش بے حیا مزے چین اڑاتے ہیں۔ لامحالہ ماننا پڑے گا کہ موت کے بعد دوسری زندگی کی جو خبر مخبر صادق نے دی ہے عین مقتضائے حکمت ہے۔ وہاں ہی ہر نیک و بد کو اس کے برے بھلے کام کا بدلہ ملے گا۔ پھر "یوم الحساب" کی خبر کا انکار کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔

الْاَلْبَابِ ﴿۲۹﴾ وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗٓ

عقل والے ◆۱ اور دیا ہم نے داؤد کو سلیمان ◆۲ بہت خوب بندہ (ہماری طرف) وہ ہے

اَوَّابٌ ﴿۳۰﴾ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ﴿۳۱﴾

رجوع رہنے والا جب دکھانے کو لائے اس کے سامنے شام کو گھوڑے بہت خاصے

فَقَالَ اِنِّيْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى

تو بولا میں نے دوست رکھا مال کی محبت کو اپنے رب کی یاد سے یہاں تک

تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿۳۲﴾ رُدُّوْهَا عَلَيَّ ؕ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ

کہ سورج چھپ گیا اوٹ میں پھیر لاؤ ان کو میرے پاس پھر لگا جھاڑنے ان کی پنڈلیاں

وَالْاَعْنَاقِ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ

اور گردنیں ◆۳ اور ہم نے جانچا سلیمان کو اور ڈال دیا اس کے تخت پر

جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿۳۴﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا

ایک دھڑ پھر وہ رجوع ہوا ◆۴ بولا اے رب میرے معاف کر مجھ کو اور بخش مجھ کو وہ بادشاہی کہ

◆۱ **مبارک کتاب** | یعنی جب نیک اور بد کا انجام ایک نہیں ہو سکتا تو ضرور تھا کہ کوئی کتاب ہدایت مآب حق تعالیٰ کی طرف سے آئے جو لوگوں کو خوب معقول طریقہ سے ان کے انجام پر آگاہ کر دے۔ چنانچہ اس وقت یہ کتاب آئی جس کو قرآن مبین کہتے ہیں۔ جس کے الفاظ، حروف، نقوش اور معانی و مضامین ہر چیز میں برکت ہے۔ اور جو اسی غرض سے اتاری گئی ہے کہ لوگ اس کی آیات میں غور کریں اور عقل رکھنے والے اس کی نصیحتوں سے منتفع ہوں چنانچہ اس آیت سے پہلے ہی آیت میں دیکھ لو، کس قدر صاف، فطری اور معقول طریقہ سے مسئلہ معاد کو حل کیا ہے کہ تھوڑی عقل والا بھی غور کرے تو صحیح نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے۔ **تنبیہ** | شاید "تدبر" سے قوت علمیہ کی اور "تذکر" سے قوت عملیہ کی تکمیل کی طرف اشارہ ہو۔ یہ سب باتیں حضرت داؤدؑ کے تذکرہ کے ذیل میں آ گئی تھیں۔ آگے پھر ان کے قصہ کی تکمیل فرماتے ہیں۔

◆۲ یعنی سلیمان بیٹا دیا جو انہی کی طرح نبی اور بادشاہ ہوا۔

◆۳ **حضرت سلیمانؑ اور جہاد کے گھوڑے** | یعنی نہایت اصیل، شائستہ اور تیز و سبک رفتار گھوڑے جو جہاد کے لئے پرورش کئے گئے تھے ان کے سامنے پیش ہوئے۔ ان کا معائنہ کرتے ہوئے دیر لگ گئی۔ حتیٰ کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ شاید اس شغل میں عصر کے

وقت کا وظیفہ بھی نہ پڑھ سکے ہوں۔ اس پر کہنے لگے کوئی مضائقہ نہیں۔ اگر ایک طرف ذکر اللہ (یاد خدا) سے بظاہر علیحدگی رہی تو دوسری جانب جہاد کے گھوڑوں کی محبت اور دیکھ بھال بھی اسی کی یاد سے وابستہ ہے۔ جب جہاد کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ ہے تو اس کے معدات ومبادی کا تفقد کیسے ذکر اللہ کے تحت میں داخل نہ ہوگا آخر اللہ تعالیٰ جہاد اور آخرت اور آلات جہاد کے مہیا کرنے کی ترغیب نہ دیتا تو اس مال نیک سے ہم اس قدر محبت کیوں کرتے۔ اسی جذبہ جہاد کے جوش وافراط میں حکم دیا کہ ان گھوڑوں کو پھر واپس لاؤ۔ چنانچہ واپس لائے گئے اور حضرت سلیمان غایت محبت واکرام سے ان کی گردنیں اور پنڈلیاں پونچھنے اور صاف کرنے لگے۔ آیت کی یہ تقریر بعض مفسرین نے کی ہے۔ اور لفظ "حب الخیر" سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ گویا خیر کا لفظ اس مضمون کی طرف اشارہ کر رہا ہے جو نبی کریم ﷺ نے۔ حدیث میں فرمایا۔ "اَلْخَیْلُ مَعْقُوْدٌ فِیْ نَوَاصِیْھَا الْخَیْرُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ"

اس آیت کی دوسری تفسیر لیکن دوسرے علماء نے اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ حضرت سلیمان کو گھوڑوں کے معائنہ میں مشغول ہو کر اس وقت کی نماز یا وظیفہ سے ذہول ہوگیا (اور ذہول ونسیان انبیاء کے حق میں محال نہیں (فرمایا کہ دیکھو!) مال کی محبت نے مجھ کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا حتیٰ کہ غروب آفتاب تک میں اپنا وظیفہ ادا نہ کر سکا۔ یہ مانا کہ اس مال کی محبت میں بھی ایک پہلو عبادت کا اور خدا کی یاد کا تھا۔ مگر خواص ومقربین کو یہ فکر بھی رہتی ہے کہ جس عبادت کا جو وقت مقرر ہے اس میں تخلف نہ ہو۔ اور ہوتا ہے تو صدمہ اور قلق سے بے چین ہو جاتے ہیں (گو عذر سے ہو) گر زباغ دل خلالے کم بود　بر دل سالک ہزاراں غم بود۔ "غزوۂ خندق" میں دیکھ لو نبی کریم ﷺ کی کئی نمازیں قضا ہوگئیں۔ باوجودیکہ آپ عین جہاد میں مشغول تھے اور کسی قسم کا ذنب آپ پر نہ تھا۔ لیکن جن کفار کے سبب سے ایسا پیش آیا، آپ ان کے حق میں "مَلَاَ اللّٰہُ بُیُوْتَھُمْ وَقُبُوْرَھُمْ نَارًا" وغیرہ الفاظ سے بددعا فرما رہے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام بھی ایک موقت عبادت کے فوت ہو جانے سے بیتاب ہوگئے۔ حکم دیا کہ ان گھوڑوں کو واپس لاؤ (جو یاد الٰہی کے فوت ہونے کا سبب بنے ہیں) جب لائے گئے تو شدت غیرت اور غلبہ حب الٰہی میں تلوار لے کر ان کی گردنیں اور پنڈلیاں کاٹنا شروع کر دیں۔ تا سبب غفلت کو اپنے سے اس طرح علیحدہ کریں کہ وہ فی الجملہ کفارہ اس غفلت کا ہو جائے۔ شاید ان کی شریعت میں قربانی گھوڑے کی جائز ہوگی اور ان کے پاس گھوڑے وغیرہ اس کثرت سے ہوں گے ان چند گھوڑوں کے قربان کرنے سے مقصد جہاد میں کوئی خلل نہ پڑتا ہوگا۔ اور لفظ "فَطَفِقَ مَسْحًا" سے بھی یہ لازم نہیں آتا کہ سب گھوڑوں کو قتل ہی کر گذرے ہوں۔ محض اتنا ہے کہ یہ کام شروع کر دیا۔ واللہ اعلم۔ اس تقریر کی تائید ایک حدیث مرفوع سے ہوتی ہے جو طبرانی نے باسناد حسن ابی بن کعب سے روایت کی ہے (راجع روح المعانی وغیرہ)۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا امتحان حدیث صحیح میں ہے کہ حضرت سلیمان نے ایک روز قسم کھائی کہ آج رات میں اپنی تمام عورتوں کے پاس جاؤں گا (جو تعداد میں ستر یا نوے یا سو کے قریب تھیں) اور ہر ایک عورت ایک بچہ جنے گی جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا۔ فرشتہ نے القاء کیا کہ "انشاءاللہ" کہہ لیجئے۔ مگر (باوجود دل میں موجود ہونے کے) زبان سے نہ کہا خدا کا کرنا کہ اس مباشرت کے نتیجے میں ایک عورت نے بھی بچہ نہ جنا۔ صرف ایک عورت سے ادھورا بچہ ہوا۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ دایہ نے وہ ہی ادھورا بچہ ان کے تخت پر لا کر ڈال دیا۔ کہ لو! یہ تمہاری قسم کا نتیجہ ہے (اسی کو یہاں "جسد" (دھڑ) سے تعبیر کیا ہے) یہ دیکھ کر حضرت سلیمان ندامت کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع ہوئے۔ اور "انشاءاللہ" نہ کہنے پر استغفار کیا۔ نزدیکاں را بیش بود حیرانی۔ حدیث میں ہے کہ اگر "انشاءاللہ" کہہ لیتے تو بیشک اللہ ویسا ہی کر دیتا جو ان کی تمنا تھی۔ **تنبیہ** اکثر مفسرین نے آیت کی تفسیر دوسری طرح کی اور اس موقع پر بہت سے بے سروپا قصے سلیمان علیہ السلام کی انگشتری اور جنوں کے نقل کیے ہیں جسے دلچسپی ہو۔ کتب تفاسیر میں دیکھ لے۔ ابن کثیر لکھتے ہیں۔ "وقد رویت ھذہ القصۃ مطولۃ عن جماعۃ من السلف رضی اللہ عنھم و کلھا متلقاۃ من قصص اھل الکتاب۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم بالصواب"

يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۳۵﴾ فَسَخَّرْنَا

مناسب نہ ہو (نہ پیچھے کسی پر نہ ملنی چاہیے کسی کو) کسی کے میرے پیچھے بے شک تو ہے سب کچھ بخشنے والا ﴿۱﴾ پھر ہم نے تابع کر دیا

لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ﴿۳۶﴾ لا وَالشَّيٰطِيْنَ

اس کے ہوا کو چلتی تھی اس کے حکم سے نرم نرم جہاں پہنچنا چاہتا اور تابع کر دیئے شیطان

كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ﴿۳۷﴾ لا وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿۳۸﴾

سارے عمارت کرنے والے اور غوطے لگانے والے ﴿۲﴾ بہت سے اور جو باہم جکڑے ہوئے ہیں بیڑیوں میں ﴿۳﴾

هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾ وَاِنَّ

یہ ہے بخشش ہماری اب تو احسان کر یا رکھ چھوڑ (اپنے پاس) کچھ حساب نہ ہوگا ﴿۴﴾ اور

لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۰﴾ ع وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ م

وقف لازم ۱۲

اس کا (اس کے لیے) ہمارے یہاں مرتبہ ہے اور اچھا ٹھکانا ﴿۵﴾ اور یاد کر ہمارے بندے ایوب کو

اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴿۴۱﴾ ط

جب اس نے پکارا اپنے رب کو کہ مجھ کو لگا دی شیطان نے ایذا (بیماری) اور تکلیف ﴿۶﴾

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿۴۲﴾ وَ

لات مار اپنے پاؤں سے یہ چشمہ نکلا (نکل آیا) نہانے کو ٹھنڈا اور پینے کو اور

وَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى

بخشے ہم نے اس کو اس کے گھر والے اور ان کے برابر اور ان کے ساتھ اپنی طرف کی مہربانی سے اور یاد رکھنے کو عقل

لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۴۳﴾ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ

والوں کے (عقلمندوں کے) ﴿۷﴾ اور پکڑ اپنے ہاتھ میں سینکوں کا مٹھا پھر اس سے مار لے

◆ **حضرت سلیمانؑ کی دعا** یعنی ایسی عظیم الشان سلطنت عنایت فرما جو میرے سوا کسی کو نہ ملے، نہ کوئی دوسرا اس کا اہل ثابت ہو یا یہ مطلب ہے کہ کسی کو حوصلہ نہ ہو کہ مجھ سے چھین سکے۔ **تنبیہ** احادیث میں ہے کہ ہر نبی کی ایک دعا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اجابت کا وعدہ فرمالیا ہے یعنی وہ دعا ضرور ہی قبول کریں گے۔ شاید حضرت سلیمانؑ کی یہ وہی دعا ہو۔ آخر نبی زادے اور بادشاہ زادے تھے۔ دعا میں بھی یہ رنگ رہا کہ بادشاہت ملے اور اعجازی رنگ کی ملے۔ وہ زمانہ ملوک اور جبارین کا تھا اس حیثیت سے بھی یہ دعا مذاق زمانہ کے موافق تھی اور ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا مقصد ملک حاصل کرنے سے اپنی شوکت و حشمت کا مظاہرہ کرنا نہیں۔ بلکہ اس دین کا ظاہر و غالب کرنا اور قانون سماوی کا پھیلانا ہوتا ہے جس کے وہ حامل بنا کر بھیجے جاتے ہیں۔ لہٰذا اس کو دنیاداروں کی دعا پر قیاس نہ کیا جائے۔

◆ **جنات اور ہواؤں کی تسخیر** یعنی جن ان کے حکم سے بڑی بڑی عمارتیں بنانے اور موتی وغیرہ نکالنے کے لئے دریاؤں میں غوطے لگاتے تھے۔ ہوا اور جنات کے تابع کرنے کے متعلق پہلے سورۂ "سبا" وغیرہ میں کچھ تفصیل گذر چکی ہے۔

◆ یعنی بہت سے جنات اور تھے جن کو سرکشی اور شرارت و تمرد کی وجہ سے قید کر کے ڈال دیا تھا۔

◆ یعنی کسی کو بخشش دو یا نہ دو تم مختار ہو۔ اس قدر بے حساب دیا، اور حساب و کتاب کا مواخذہ بھی نہیں رکھا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یہ اور مہربانی کی کہ اتنی دنیاوی اور مختار کر دیا۔ حساب معاف کر کے لیکن وہ کھاتے تھے اپنے ہاتھ کی محنت سے ٹوکرے بنا کر۔"

◆ **حضرت سلیمانؑ کا تقرب** یعنی بادشاہت کے باوجود جو روحانی تقرب اور مرتبہ ہمارے ہاں حاصل ہے اور فردوس بریں میں جو اعلیٰ سے اعلیٰ ٹھکانا تیار ہے وہ بجائے خود رہا۔

◆ **حضرت ایوبؑ کا واقعہ** قرآن کریم کے تتبع سے ظاہر ہوتا ہے کہ جن امور میں کوئی پہلو شر یا ایذاء کا یا کسی مقصد صحیح کے فوت ہونے کا ہو ان کو شیطان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں آیا۔ "وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ" (کہف۔ رکوع ۹) کیونکہ اکثر اس قسم کی چیزوں کا سبب قریب یا بعید کسی درجہ میں شیطان ہوتا ہے۔ اسی قاعدہ سے حضرت ایوبؑ نے اپنی بیماری یا تکلیف و آزار کی نسبت شیطان کی طرف کی گویا تواضعاً و تادباً یہ ظاہر کیا کہ ضرور مجھ سے کچھ تساہل یا کوئی غلطی اپنے درجہ کے موافق صادر ہوئی ہے جس کے نتیجہ میں یہ آزار پیچھے لگا۔ یا حالت مرض و شدت میں شیطان القائے وساوس کی کوشش کرتا ہوگا اور یہ اس کی مدافعت میں تعب و تکلیف اٹھاتے ہوں گے۔ اس کو نصب و عذاب سے تعبیر فرمایا۔ واللہ اعلم۔ **تنبیہ** حضرت ایوبؑ کا قصہ "سورۂ انبیاء" میں گذر چکا۔ وہاں ملاحظہ کر لیا جائے مگر واضح رہے کہ قصہ گویوں نے حضرت ایوبؑ کی بیماری کے متعلق جو افسانے بیان کئے ہیں اس میں مبالغہ بہت ہے۔ ایسا مرض جو عام طور پر لوگوں کے حق میں تنفر اور استقذار کا موجب ہو انبیاء علیہم السلام کی وجاہت کے منافی ہے کما قال تعالیٰ "وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا" (احزاب۔ رکوع ۹) لہٰذا اسی قدر بیان قبول کرنا چاہئے جو منصب نبوت کے منافی نہ ہو۔

◆ **حضرت ایوبؑ کیلئے پانی کا چشمہ** جب اللہ نے چاہا کہ ان کو چنگا کرے، حکم دیا کہ زمین پر پاؤں ماریں۔ پاؤں مارنا تھا کہ قدرت نے وہاں سے ٹھنڈے پانی کا چشمہ نکال دیا۔ اسی سے نہایا کرتے اور پانی پیتے۔ وہ ہی ان کی شفاء کا سبب ہوا۔ اور ان کے گھرانے کے لوگ جو چھت کے نیچے دب کر مر گئے تھے اللہ نے اپنی مہربانی سے ان سے دوگنے عطا کئے تا عقلمند لوگ ان واقعات کو دیکھ کر سمجھیں کہ جو بندہ مصائب میں مبتلا ہو کر صبر کرتا اور خدائے واحد کی طرف رجوع ہوتا ہے حق تعالیٰ اس کی کس طرح کفالت واعانت فرماتے ہیں۔

وَلَا تَحْنَثْ ؕ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ

اور قسم میں جھوٹا نہ ہو ۞ ہم نے اس کو پایا جھیلنے والا (سہارنے والا) بہت خوب بندہ تحقیق

اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾ وَاذْكُرْ عِبٰدَنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِى

وہ ہے رجوع رہنے والا اور یاد کر ہمارے بندوں کو ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب

الْاَيْدِىْ وَالْاَبْصَارِ ﴿۴۵﴾ اِنَّاۤ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى

ہاتھوں والے اور آنکھوں والے ۞ ہم نے امتیاز دیا ان کو ایک چنی ہوئی بات کا وہ یاد

الدَّارِ ﴿۴۶﴾ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۷﴾ ؕ

اس گھر کی ۞ اور وہ سب ہمارے نزدیک ہیں چنے ہوئے نیک لوگوں میں

وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۸﴾ ؕ

اور یاد کر اسمٰعیل کو اور الیسع کو اور ذوالکفل کو اور ہر ایک تھا خوبی والا ۞

هٰذَا ذِكْرٌ ؕ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۹﴾ لا جَنّٰتِ

یہ ایک مذکور ہو چکا ۞ اور تحقیق ڈر (رکھنے) والوں کے لیے ہے اچھا ٹھکانا باغ ہیں

عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ﴿۵۰﴾ ج مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ

سدا بسنے کے کھول رکھے ہیں ان کے واسطے دروازے ۞ تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے ان میں منگوائیں گے

فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ ﴿۵۱﴾ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ

ان میں میوے بہت اور شراب ۞ اور ان کے پاس عورتیں ہیں

الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ﴿۵۲﴾ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۵۳﴾ اِنَّ

نیچی نگاہ والیاں ایک عمر کی ۞ یہ وہ ہے جو تم سے وعدہ کیا گیا حساب کے دن پر یہ

حضرت ایوبؑ کی قسم حضرت ایوب نے حالت مرض میں کسی بات پر خفا ہو کر قسم کھائی کہ تندرست ہو گئے تو اپنی عورت کو سو لکڑیاں ماریں گے۔ وہ بی بی اس حالت کی رفیق تھی اور چنداں قصوروار بھی نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے قسم سچی کرنے کا ایک حیلہ ان کو بتلا دیا جوان ہی کے لئے مخصوص تھا۔ آج اگر کوئی اس طرح کی قسم کھا بیٹھے تو اس کے پورا کرنے کے لئے اتنی بات کافی نہ ہوگی **تنبیہ** جس حیلہ سے کسی حکم شرعی یا مقصد دینی کا ابطال ہوتا ہو وہ جائز نہیں۔ جیسے اسقاط زکوۃ وغیرہ کے حیلے لوگوں نے نکالے ہیں۔ ہاں جو حیلہ حکم شرعی کو باطل نہ کرے بلکہ کسی معروف کا ذریعہ بنتا ہو اس کی اجازت ہے۔ والتفصیل یطلب من مظانہ۔

یعنی عمل اور معرفت والے جو ہاتھ پاؤں سے بندگی کرتے اور آنکھوں سے خدا کی قدرتیں دیکھ کر یقین و بصیرت زیادہ کرتے ہیں۔

حضرات انبیاء کا امتیاز انبیاء کا امتیاز یہ ہے کہ ان کے برابر خدا کو اور آخرت کو یاد رکھنے والا کوئی نہیں۔ اسی خصوصیت کی وجہ سے اللہ کے ہاں ان کو سب سے ممتاز مرتبہ حاصل ہے۔

حضرت اسمٰعیل اور ذوالکفل کا ذکر پہلے گذر چکا اور "الیسع" کہتے ہیں کہ حضرت الیاس کے خلیفہ تھے ان کو بھی اللہ نے نبوت عطا فرمائی۔

یعنی یہ مذکور تو انبیاء کا تھا۔ آگے عام متقین کا انجام سن لو۔

جنت کے کھلے دروازے حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جب بہشت میں داخل ہونگے ہر کوئی بدون بتائے اپنے گھر میں چلا جائے گا۔" آواز دے کر دروازہ کھلوانے کی ضرورت نہ پڑے گی۔

یعنی قسم قسم کے میوے، پھل اور پینے کی چیزیں حسب خواہش غلمان حاضر کرینگے۔

جنت کی عورتیں ہم عمر یعنی سب عورتیں نوجوان ایک عمر ہوں گی یا شکل و شمائل خوبو میں اپنے ازواج کی ہم عمر معلوم ہونگی۔

هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ﴿۵۴﴾ هٰذَا ؕ وَاِنَّ لِلطّٰغِیْنَ

یہ روزی ہماری دی ہوئی اس کو نہیں نبڑنا (کم ہونا) ◆۱◆ یہ کن چکے ◆۲◆ اور تحقیق شریروں کے واسطے ہے

لَشَرَّ مَاٰبٍ ﴿۵۵﴾ جَهَنَّمَ ۚ یَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۵۶﴾ هٰذَا ۙ

برا ٹھکانا دوزخ ہے جس میں ان کو ڈالیں گے سو کیا بری آرام کرنے کی جگہ ہے یہ ہے

فَلْیَذُوْقُوْهُ حَمِیْمٌ وَّغَسَّاقٌ ﴿۵۷﴾ وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖۤ اَزْوَاجٌ ﴿۵۸﴾ ؕ

اب اس کو چکھیں ◆۳◆ گرم پانی اور پیپ ◆۴◆ اور کچھ اور اسی شکل کی طرح طرح کی چیزیں

هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ ؕ اِنَّهُمْ صَالُوا

یہ ایک فوج ہے دھنسی آرہی ہے تمہارے ساتھ ◆ جگہ نہ ملیو ان کو یہ ہیں گھسنے والے

النَّارِ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۫ لَا مَرْحَبًۢا بِكُمْ ؕ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ

آگ میں وہ بولے بلکہ تم ہی ہو کہ جگہ نہ ملیو تم کو تم ہی پیش لائے

لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا

ہمارے (ہم پر) یہ بلا سو کیا بری ٹھہرنے کی جگہ (قرارگاہ) ہے ◆۵◆ وہ بولے اے رب ہمارے جو کوئی لایا ہمارے پیش یہ

فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِی النَّارِ ﴿۶۱﴾ وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰی

سو بڑھا دے اس کو دونا عذاب آگ میں ◆۶◆ اور کہیں گے کیا ہوا کہ ہم نہیں دیکھتے

رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴿۶۲﴾ ؕ اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِیًّا

ان مردوں کو کہ ہم ان کو شمار کرتے تھے برے لوگوں میں کیا ہم نے ان کو ٹھٹھے میں پکڑا تھا

اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ﴿۶۳﴾ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ

یا چوک گئیں ان سے ہماری آنکھیں ◆۷◆ یہ بات ٹھیک ہونی ہے (ہو کر رہے گی) جھگڑا کرنا آپس میں

۱ یعنی غیر منقطع اور لازوال نعمتیں ہیں جن کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا۔ "رَزَقَنَا اللّٰهُ مِنْهَا بِفَضْلِهٖ وَ كَرَمِهٖ فَاِنَّهٗ اَكْرَمُ الْاَكْرَمِيْنَ وَاَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ"

۲ یعنی پرہیزگاروں کا انجام سن چکے۔ آگے شریروں کا انجام سن لو۔

۳ یعنی لو! یہ حاضر ہے۔ اب اس کا مزہ چکھیں۔

۴ **اہلِ دوزخ کیلئے گرم پانی اور پیپ** "غساق" سے بعض نے کہا دوزخیوں کے زخموں کی پیپ اور ان کی آلائشیں مراد ہیں جس میں سانپوں بچھوؤں کا زہر ملا ہوگا۔ اور بعض کے نزدیک "غساق" حد سے زیادہ ٹھنڈے پانی کو کہتے ہیں جس کے پینے سے سخت اذیت ہو۔ گویا "حمیم" کی پوری ضد۔ واللہ اعلم۔

۵ **اہلِ دوزخ کی گفتگو** یہ گفتگو دوزخیوں کی آپس میں ہوگی، جس وقت فرشتے ان کو یکے بعد دیگرے لا لا کر دوزخ کے کنارے پر جمع کریں گے۔ پہلا گروہ سرداروں کا ہوگا بعدہٗ ان کے مقلدین واتباع کی جماعت آئیگی اس کو دور سے آتے ہوئے دیکھ کر پہلے لوگ کہیں گے کہ لو! یہ ایک اور فوج دھنستی اور گھستی ہوئی تمہارے ساتھ دوزخ میں گرنے کے لئے چلی آ رہی ہے۔ خدا کی مار ان پر۔ یہ بھی یہیں آ کر مرنے کو تھے۔ خدا کرے ان کو کہیں کشادہ جگہ نہ ملے۔ اس پر وہ جواب دینگے کہ کم بختو! تمہی پر خدا کی مار ہو خدا تم کو ہی کہیں آرام کی جگہ نہ دے، تم ہی تھے جن کے اغواء واضلال کی بدولت آج ہم کو یہ مصیبت پیش آئی۔ اب بتاؤ کہاں جائیں۔ جو کچھ ہے یہی جگہ ٹھہرنے کی ہے جس طرح ہو یہاں ہی سب مرو کھپو۔

۶ یعنی آپس میں لعن طعن کر کے پھر حق تعالیٰ سے عرض کرینگے کہ اے پروردگار! جو اپنی شقاوت سے یہ بلا اور مصیبت ہمارے سر پر لایا۔ اس کو دوزخ میں دوگنا عذاب دیجئے۔ شاید سمجھیں گے کہ ان کا دوگنا عذاب دیکھ کر ذرا دل ٹھنڈا ہو جائیگا۔ حالانکہ وہاں تسلی کا سامان کہاں؟ ایک دوسرے کو کوسنا اور پھٹکارنا یہ بھی ایک مستقل عذاب ہوگا۔

۷ وہاں دیکھیں گے کہ سب جان پہچان والے لوگ ادنیٰ واعلیٰ دوزخ میں جانیکے واسطے جمع ہوئے ہیں۔ مگر جن مسلمانوں کو پہچانتے تھے اور سب سے زیادہ بڑا جان کر مذاق اڑایا کرتے تھے وہ اس جگہ نظر نہیں آتے، تو حیران ہو کر کہیں گے کہ کیا ہم نے غلطی سے ان کے ساتھ ٹھٹھا کیا تھا وہ اس قابل نہ تھے کہ آج دوزخ کے نزدیک رہیں، یا اسی جگہ کہیں ہیں پر ہماری آنکھیں چوک گئیں۔ ہمارے دیکھنے میں نہیں آتے۔

اَهْلِ النَّارِ ﴿٦٤﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّمَا مِنْ اِلٰـهٍ اِلَّا

دوزخیوں کا ◆ تو کہہ میں تو یہی ہوں ڈر سنا دینے والا اور حاکم کوئی نہیں مگر

اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿٦٥﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا

اللہ اکیلا دباؤ والا رب آسمانوں کا اور زمین کا اور جو

بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴿٦٦﴾ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ﴿٦٧﴾ اَنْتُمْ

ان کے بیچ میں ہے زبردست گناہ بخشنے والا ◆ تو کہہ یہ ایک بڑی خبر ہے کہ تم

عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ﴿٦٨﴾ مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍۭ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓى

اس کو دھیان میں نہیں لاتے ◆ مجھ کو کچھ خبر نہ تھی اوپر کی مجلس کی

اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٦٩﴾ اِنْ يُّوْحٰٓى اِلَيَّ اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ

جب وہ آپس میں تکرار کرتے ہیں مجھ کو تو یہی حکم آتا ہے کہ اور کچھ نہیں میں تو ڈر سنا دینے والا ہوں

مُّبِيْنٌ ﴿٧٠﴾ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ

کھول کر ◆ جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو میں بناتا ہوں ایک انسان

طِيْنٍ ﴿٧١﴾ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا

مٹی کا ◆ پھر جب ٹھیک بنا چکوں اور پھونکوں میں اس میں ایک اپنی جان ◆ تو تم گر پڑو

لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿٧٢﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿٧٣﴾ اِلَّآ

اس کے آگے سجدہ میں سجدہ کیا فرشتوں نے سب نے اکٹھے ہو کر مگر

◆ **اہل دوزخ کا آپس میں جھگڑا** یعنی بظاہر یہ بات خلاف قیاس ہے کہ اس افراتفری میں ایک دوسرے سے جھگڑیں۔ عذاب کا ہولناک منظر کیسے دوسری طرف متوجہ ہونے دیگا۔ لیکن یاد رکھو! ایسا ہو کر رہیگا۔ یہ بالکل یقینی چیز ہے جس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ اور حقیقت میں یہ ان کے عذاب کی تکمیل ہے۔

◆ **کفار کو آنحضرتؐ کی تنبیہ** میرا کام تو اتنا ہی ہے کہ تم کو اس آنے والی خوفناک گھڑی سے ہشیار کردوں اور جو بھیانک مستقبل آنیوالا ہے اس سے بے خبر نہ رہنے دوں۔ باقی سابقہ جس حاکم سے پڑنے والا ہے وہ تو وہ ہی اکیلا خدا ہے جس کے سامنے کوئی چھوٹا بڑا دم نہیں مار سکتا۔ ہر چیز اس کے آگے دبی ہوئی ہے۔ آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی کوئی چیز نہیں جو اس کے زیر تصرف نہ ہو۔ جب تک چاہے ان کو قائم رکھے جب چاہے توڑ پھوڑ کر برابر کر دے۔ اس عزیز و غالب کا ہاتھ کون پکڑ سکتا ہے۔ اس کے زبردست قبضہ سے کون نکل کر بھاگ سکتا ہے اور ساتھ ہی اس کی لامحدود رحمت و بخشش کو کس کی مجال ہے، محدود کر دے۔

◆ یعنی قیامت اور اس کے احوال کوئی معمولی چیز نہیں۔ بڑی بھاری اور یقینی خبر ہے جو میں تم کو دے رہا ہوں "عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِیْمِ الَّذِیْ ھُمْ فِیْہِ مُخْتَلِفُوْنَ" (نبا۔ رکوع ۱) مگر افسوس ہے کہ تم اس کی طرف سے بالکل بے فکر ہو۔ جو کچھ تمہاری خیر خواہی کو کہا جاتا ہے دھیان میں نہیں لاتے۔ بلکہ الٹا مذاق اڑاتے ہو کہ کب آئے گی۔ کیونکر آئے گی اور اتنی دیر کیوں ہو رہی ہے اسے جلد کیوں نہیں بلا لیتے۔ وغیرذالک

◆ **ملاء اعلیٰ کی تشریح** ملأ اعلیٰ (اوپر کی مجلس) ملائکہ مقربین وغیرہم کی مجلس ہے جن کے توسط سے تدابیر الٰہیہ اور تصریفات کونیہ ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ یعنی ملأ اعلیٰ میں نظام عالم کے فناء و بقاء کے متعلق جو تدبیریں یا بحثیں اور قیل و قال ہوتی ہے۔ مجھے اس کی کیا خبر تھی جو تم سے بیان کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے جن اجزاء پر مطلع فرما دیا وہ بیان کر دیئے۔ جو کچھ کہتا ہوں اسی کی وحی و اعلام سے کہتا ہوں۔ مجھ کو یہی حکم ملا ہے کہ سب کو اس آنے والے خوفناک مستقبل سے خوب کھول کھول کر آگاہ کر دوں۔ رہا یہ کہ وہ وقت کب آئیگا اور قیامت کب قائم ہوگی؟ نہ انذار کے لیے اس کی ضرورت ہے نہ اس کی اطلاع کسی کو دی گئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ چند انبیاء علیہم السلام کے ایک اجتماع میں قیامت کا ذکر چلا کہ کب آئے گی سب نے حضرت ابراہیمؑ پر حوالہ کیا انہوں نے فرمایا کہ مجھے علم نہیں۔ پھر سب نے حضرت موسیٰؑ پر حوالہ کیا ان کی طرف سے بھی وہ ہی جواب ملا۔ آخر سب نے حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف رجوع کیا فرمایا "وجبۃ الساعۃ" (یعنی قیامت کے وقوع کی گھڑی) تو مجھے بھی معلوم نہیں البتہ حق تعالیٰ نے مجھ سے یہ وعدہ کیا ہے الخ اور ایک حدیث میں ہے کہ حضرت مسیحؑ نے حضرت جبرئیلؑ سے قیامت کے آنے کا وقت دریافت کیا۔ فرمایا "مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْھَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ" یعنی میں تم سے زیادہ نہیں جانتا۔ معلوم ہوا کہ ملأ اعلیٰ میں قیامت کے متعلق اس قسم کی کچھ بحث و تکرار رہتی ہے۔ اور اس کے علاوہ اور بہت مسائل ہیں جن میں ایک طرح کی تکرار اور قیل و قال ہوتی ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں اللہ تعالیٰ کا آپ سے کئی مرتبہ سوال کرنا "فِیْمَ یَخْتَصِمُ الْمَلَاُ الْاَعْلٰی" اور آپ کا جواب دینا مذکور ہے۔ مگر وہاں کے مباحثات کا علم بجز وحی الٰہی کے اور کس طرح ہو سکتا ہے۔ یہ ہی ذریعہ ہے جس سے اہل نار کے تخاصم پر آپ کو اطلاع ہوئی۔ اسی سے ملأ اعلیٰ کے اختصام کی خبر ملی اور جو تخاصم ابلیس کا آدم کے معاملہ میں ہوا جس کا ذکر آگے آتا ہے وہ بھی اسی ذریعہ سے معلوم ہوا۔

◆ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "ایک یہ بھی تکرار تھی فرشتوں کی جو بیان فرمایا۔"

◆ **حضرت آدمؑ کی تخلیق** یعنی ڈھانچہ ٹھیک تیار کر کے اپنی طرف سے ایک روح پھونکوں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "کہ "روحی" (اپنی جان) اس لئے فرمایا کہ آب و خاک سے نہیں بنی۔ عالم غیب سے آئی۔" کچھ مضمون روح کے متعلق سورۂ "بنی اسرائیل" میں گذرا ہے۔ وہاں روح کی اس اضافت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ملاحظہ کر لیا جائے۔

اِبْلِیْسَ ؕ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ یٰۤاِبْلِیْسُ

ابلیس نے ① غرور کیا اور تھا وہ منکروں میں (سے) ② فرمایا اے ابلیس

مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ ؕ اَسْتَكْبَرْتَ

کس چیز نے روک دیا تجھ کو سجدہ کرے اس کو جس کو میں نے بنایا اپنے دونوں ہاتھ سے ③ یہ تو نے غرور کیا

اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ؕ خَلَقْتَنِیْ مِنْ

یا تو بڑا تھا درجہ میں ④ بولا میں بہتر ہوں اس سے مجھ کو بنایا تو نے

نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ﴿۷۶﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ

آگ سے اور اس کو بنایا مٹی سے ⑤ فرمایا تو تو نکل یہاں سے کہ تو

رَجِیْمٌ ﴿۷۷﴾ ۚۖ وَّاِنَّ عَلَیْكَ لَعْنَتِیْۤ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ﴿۷۸﴾

مردود ہوا ⑥ اور تجھ پر میری پھٹکار ہے اس جزا کے دن تک ⑦

قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْۤ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۷۹﴾ قَالَ فَاِنَّكَ

بولا اے رب مجھ کو ڈھیل دے جس دن تک کہ مردے جی اٹھیں ⑧ فرمایا تو تجھ کو

مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ﴿۸۰﴾ ۙ اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۸۱﴾ قَالَ

ڈھیل ہے اسی وقت کے دن تک جو معلوم ہے ⑨ بولا

فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۸۲﴾ ۙ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ

تو قسم ہے تیری عزت کی میں گمراہ کروں گا ان سب کو مگر جو بندے ہیں تیرے ان میں

الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۸۳﴾ قَالَ فَالْحَقُّ ۫ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ﴿۸۴﴾ لَاَمْلَـَٔنَّ

چنے ہوئے فرمایا تو ٹھیک بات یہ ہے اور میں ٹھیک ہی کہتا ہوں ⑩ مجھ کو

۱ یہ قصہ سورۂ "بقرہ" "اعراف" وغیرہ کئی سورتوں میں گذر چکا اعراف کے فوائد میں ہم نے مفصل بحث کی ہے اسے ایک مرتبہ دیکھ لیا جائے۔

۲ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یہ (ابلیس اصل سے) جن تھا جو اکثر خدا کے حکم سے منکر ہیں۔ لیکن اب (اپنی کثرت عبادت وغیرہ کے سبب سے) رہنے لگا تھا فرشتوں میں۔"

۳ **ابلیس کے انکار پر حق تعالیٰ کا سوال** حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی بدن کو ظاہر کے ہاتھ سے اور روح کو غیب (باطن) کے ہاتھ سے۔ اللہ غیب کی چیزیں ایک طرح کی قدرت سے اور ظاہر کی چیزیں دوسری طرح کی قدرت سے بناتا ہے اس انسان میں دونوں طرح کی قدرت خرچ کی۔" (سورۂ "مائدہ" میں پارۂ ششم کے ختم کے قریب "بَلْ یَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ یُنْفِقُ كَیْفَ یَشَآءُ" کا فائدہ ملاحظہ کر لیا جائے" ہمارے نزدیک اللہ تعالیٰ کی نعوت وصفات میں سلف کا مسلک ہی اقویٰ واحوط ہے۔

۴ یا جان بوجھ کر اپنے کو بڑا بنانا چاہا۔ یا واقع میں تو اپنا مرتبہ ہی اونچا سمجھتا ہے۔

۵ سورۂ اعراف میں اس کا بیان گذر چکا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ آگ ہے گرم پر جوش اور مٹی سرد ہے خاموش۔ ابلیس نے آگ کو اچھا سمجھا اللہ نے اس مٹی کو پسند رکھا۔"

۶ یعنی بہشت میں فرشتوں کی صحبت میں جاتا تھا۔ اب نکالا گیا۔

۷ **ابلیس پر لعنت** یعنی اس وقت تک تیرے اعمال کی بدولت پھٹکار بڑھتی جائے گی۔ بعدہٗ کیا ہوگا؟ اس کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔ آگے آتا ہے "لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِیْنَ۔" وہاں جو لعنت ہوگی یہاں کی لعنتیں اس کے سامنے گرد ہو جائیں گی۔

۸ یعنی صور کے دوسرے نفخہ تک۔

۹ یعنی پہلے نفخہ کے قریب تک۔ اس کے بعد نہیں۔

۱۰ یعنی میری سب باتیں سچی اور ٹھیک ہی ہوتی ہیں۔

جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَا

بھرنا ہے دوزخ تجھ سے — اور جو ان میں تیری راہ چلے — ان سب سے — تو کہہ میں

اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿۸۶﴾ اِنْ

مانگتا نہیں تم سے اس پر — کچھ بدلہ — اور میں نہیں اپنے آپ کو (بہ تکلف) بنانے والا — یہ تو

هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ﴿۸۸﴾ ع

ایک فہمائش ہے — سارے جہان والوں کو — اور معلوم کر لو گے اس کا احوال — تھوڑی دیر کے پیچھے ۱

ع ۵ ۲۴ ۱۴

(۳۹) سُوْرَةُ الزُّمَرِ مَكِّيَّةٌ (۵۹)

اٰيَاتُهَا ۷۵ — رُكُوْعَاتُهَا ۸

سورۂ زمر مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں پچھتر آیتیں ہیں اور آٹھ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ

اتارنا ہے کتاب کا — اللہ سے — جو زبردست ہے حکمتوں والا ۲ — ہم نے (ہم نے) اتاری ہے

اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ

تیری طرف کتاب — ٹھیک ٹھیک — سو بندگی کر اللہ کی — خالص کر کر اس کے واسطے

الدِّيْنَ ﴿۲﴾ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا

بندگی — سنتا ہے اللہ ہی کے لیے ہے بندگی خالص ۳ — اور جنہوں نے پکڑ (بنا) رکھے ہیں

مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ

اس سے ورے حمایتی — کہ ہم تو ان کو پوجتے ہیں اس واسطے — کہ ہم کو پہنچا دیں اللہ کی طرف

وقف لازم

۱ یعنی نصیحت سے غرض یہ ہے کہ اپنے دشمن اور دوست میں تمیز کرو۔ شیطان لعین جو ازلی دشمن ہے اس کی راہ مت چلو۔ نبیوں کا کہنا مانو جو تمہاری بہی خواہی کے لئے آئے ہیں۔ میں تم سے اس نصیحت کا کوئی صلہ یا معاوضہ نہیں مانگتا، نہ خواہ مخواہ اپنی طرف سے بنا کر کوئی بات کہتا ہوں۔ اللہ نے ایک فہمائش کی وہ تمہارے تک پہنچادی۔ تھوڑی مدت کے بعد تم خود معلوم کر لو گے کہ جو خبریں دی گئیں کہاں تک درست ہیں اور جو نصیحت کی گئی کیسی سچی اور مفید تھی۔ تم سورۃ صٓ بعون اللہ و حسن توفیقہ وللّٰہ الحمد والمنۃ

سورۃ الزمر

۲ چونکہ زبردست ہے اس لئے اس کتاب کے احکام چل کر اور نافذ ہو کر رہیں گے۔ کوئی مقابل ومزاحم اس کے شیوع و نفاذ کو روک نہیں سکتا۔ اور حکیم ہے اس لئے دنیا کی کوئی کتاب اس کی خوبیوں اور حکمتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

۳ **خالص اللہ کی عبادت کرو** یعنی حسب معمول اللہ کی بندگی کرتے رہیے جو شوائب شرک وریاء وغیرہ سے پاک ہو اسی کی طرف قولاً و فعلاً لوگوں کو دعوت دیجئے اور اعلان کر دیجئے کہ اللہ اسی بندگی کو قبول کرتا ہے جو خالص اسی کے لئے ہو عمل خالی از اخلاص کی اللہ کے ہاں کچھ پوچھ نہیں۔

زُلْفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۬ؕ

قریب (پاس) کے درجہ میں بے شک اللہ فیصلہ کردے گا ان میں جس چیز میں وہ جھگڑ رہے ہیں ۞۱

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ﴿۳﴾ لَوْ اَرَادَ

البتہ اللہ راہ (رستہ) نہیں دیتا اس کو جو ہو جھوٹا حق نہ ماننے والا (ناشکرا) ۞۲ اگر اللہ

اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ

چاہتا ہے کہ اولاد کرلے تو چن لیتا اپنی خلق میں سے جو کچھ چاہتا

سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۴﴾ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

وہ پاک ہے ۞۳ وہی ہے اللہ اکیلا دباؤ والا (زور آور) ۞۴ بنائے آسمان

وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ

اور زمین ٹھیک لپیٹتا ہے رات کو دن پر اور لپیٹتا ہے

النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ

دن کو رات پر ۞۵ اور کام میں لگا دیا سورج اور چاند کو ہر ایک

يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴿۵﴾ خَلَقَكُمْ

چلتا ہے ایک ٹھہری ہوئی مدت پر سنتا ہے وہی ہے زبردست گناہ بخشنے والا ۞۶ بنایا تم کو

مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ

ایک جی (شخص) سے پھر بنایا اسی سے اس کا جوڑا ۞۷ اور اتارے

لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ؕ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ

تمہارے واسطے چوپاؤں سے آٹھ نر مادہ ۞۸ بناتا ہے تم کو ماں کے پیٹ میں

۱ **مشرکین کے حیلے اور اس کا جواب** عموماً مشرک لوگ یہ ہی کہا کرتے ہیں کہ ان چھوٹے خداؤں اور دیوتاؤں کی پرستش کر کے ہم بڑے خدا سے نزدیک ہو جائیں گے اور وہ ہم پر مہربانی کرے گا جس سے ہمارے کام بن جائیں گے۔ اس کا جواب دیا کہ ان لچر پوچ حیلوں سے توحید خالص میں جو جھگڑے ڈال رہے ہو، اور اہل حق سے اختلاف کر رہے ہو اس کا عملی فیصلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آگے چل کر ہو جائے گا۔

۲ یعنی جس نے دل میں یہ ہی ٹھان لی کہ کبھی سچی بات کو نہ مانوں گا۔ جھوٹ اور ناحق ہی پر ہمیشہ اڑا رہوں گا۔ منعم حقیقی کو چھوڑ کر جھوٹے محسنوں ہی کی بندگی کروں گا۔ اللہ کی عادت ہے کہ ایسے بد باطن کو فوز و کامیابی کی راہ نہیں دیتا۔

۳ **اللہ کی اولاد کے عقیدے کا عقلی رد** یہاں سے ان کا رد ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد تجویز کرتے ہیں جیسا کہ نصاریٰ حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں اور ساتھ ہی تین خداؤں میں کا ایک خدا مانتے ہیں۔ یا عرب کے بعض قبائل فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر بفرض محال اللہ یہ ارادہ کرتا ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو تو ظاہر ہے وہ اپنی مخلوق ہی میں سے کسی کو اس کام کے لئے چنتا۔ کیونکہ دلائل سے ثابت ہو چکا کہ ایک خدا کے سوا جو کوئی چیز ہے سب اسی کی مخلوق ہے۔ اب ظاہر ہے کہ مخلوق اور خالق میں کسی درجہ میں بھی نوعی یا جنسی اشتراک نہیں۔ پھر ایک دوسرے کا باپ یا بیٹا کیسے بن سکتا ہے۔ اور جب مخلوق و خالق میں یہ رشتہ محال ہے تو اللہ کی طرف سے ایسا ارادہ کرنا بھی محال ہوگا۔ علاوہ بریں فرض کیجئے یہ چیز محال نہ ہوتی تب بھی فرشتوں کو بیٹیاں بنانا تو کسی طرح سمجھ میں نہیں آ سکتا تھا۔ جب مخلوق میں سے انتخاب کی ٹھہرتی تو اس کا کیا مطلب کہ خدا اپنے لئے گھٹیا چیز انتخاب کرتا اور بڑھیا اولاد چن چن کر تمہیں دے دیتا۔

۴ یعنی ہر چیز اس کے سامنے دبی ہوئی ہے اس پر کسی کا دباؤ نہیں۔ نہ کسی چیز کی اسے حاجت، پھر اولاد بنانا آخر کس غرض سے ہوگا۔

۵ **دن رات کی تبدیلیاں** مغرب کے وقت مشرق کی طرف دیکھو، معلوم ہوگا کہ افق سے ایک چادر تاریکی کی اٹھتی ہوئی چلی آ رہی ہے اور اپنے آگے سے دن کی روشنی کو مغرب کی طرف صف کی طرح لپیٹی جاتی ہے۔ اسی طرح صبح صادق کے وقت نظر آتا ہے کہ دن کا اجالا رات کی ظلمت کو مشرق سے ڈھکیلتا ہوا آ رہا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "ایک پر دوسرا چلا آتا ہے۔ توڑ نہیں پڑتا۔"

۶ **اللہ کی قدرت کے مظاہر** یعنی اسی زبردست قدرت سے یہ انتظام قائم کیا اور تھام رکھا ہے لوگوں کی گستاخیاں اور شرارتیں تو ایسی ہیں کہ سب نظام درہم برہم کر دیا جائے لیکن وہ بڑا بخشنے والا اور درگذر کرنیوالا ہے اپنی شان عفو و مغفرت سے ایک دم ایسا نہیں کرتا۔

۷ یعنی آدم علیہ السلام اور ان کا جوڑا حضرت حوا۔

۸ یعنی تمہارے نفع اٹھانے کے لئے چوپایوں میں آٹھ نر و مادہ پیدا کئے۔ اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری جن کا ذکر سورۂ "انعام" میں گذر چکا۔

اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ

ایک طرح پر دوسری طرح کے پیچھے ◆۱ تین اندھیروں کے بیچ ◆۲

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى

وہ اللہ ہے رب تمہارا اسی کا راج ہے کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا پھر کہاں سے

تُصْرَفُوْنَ ۝۶ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ قف

پھرے جاتے ہو ◆۳ اگر تم منکر ہو گے تو اللہ پروا نہیں رکھتا تمہاری

وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ ؕ

اور پسند نہیں کرتا اپنے بندوں کا منکر ہونا ◆۴ اور اگر اس کا حق مانو گے تو اس کو (اسے) تمہارے لیے پسند کرے گا ◆۵

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ

اور نہ اٹھائے گا کوئی اٹھانے والا بوجھ دوسرے کا ◆۶ پھر اپنے رب کی طرف تم کو

مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ

پھر جانا ہے تو وہ جتلائے گا تم کو جو تم کرتے تھے مقرر اس کو خبر ہے

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۷ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ

دلوں کی بات کی ◆۷ اور جب آ لگے انسان کو سختی

دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ

پکارے اپنے رب کو رجوع ہو کر اس کی طرف پھر جب بخشے اس کو نعمت اپنی طرف سے

نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ

بھول جائے اس کو کہ جس کے لیے پکار رہا تھا پہلے سے اور ٹھہرائے اللہ کے برابر

۱ **انسان کی تخلیق** یعنی بتدریج پیدا کیا۔ مثلاً نطفہ سے علقہ بنایا، علقہ سے مضغہ بنایا، پھر ہڈیاں بنائیں، اور ان پر گوشت منڈھا، پھر روح پھونکی۔

۲ **تین اندھیریاں** ایک پیٹ دوسرا رحم، تیسری جھلی جس کے اندر بچہ ہوتا ہے۔ وہ جھلی بچہ کے ساتھ نکلتی ہے۔

۳ **توحید کی دلیل** یعنی جب خالق، رب، مالک اور مَلِک وہ ہی ہے تو معبود اس کے سوا کون ہو سکتا ہے۔ خدائے واحد کے لئے ان صفات کا اقرار کرنے کے بعد دوسرے کی بندگی کیسی۔ مطلب کے اتنا قریب پہنچ کر کدھر پھرے جاتے ہو۔

۴ یعنی کافر بن کر اس کے انعامات و حقوق کا انکار کرو گے تو تمہارا ہی نقصان ہے، اس کا کچھ نہیں بگڑتا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ وہ کفر سے راضی نہیں۔ اپنے بندوں کے کافر و منکر بننے سے ناخوش ہوتا ہے اور اس چیز کو ان کے لئے ناپسند کرتا ہے۔

۵ **اللہ شکر گذاری پسند کرتا ہے** یعنی بندے اس کا حق مان کر مطیع و شکر گذار بنیں۔ یہ بات اس کو پسند ہے جس کا نفع ان ہی کو پہنچتا ہے۔

۶ یعنی ناشکری کوئی کرے اور پکڑا کوئی جائے، ایسا اندھیر اس کے یہاں نہیں۔ جو کرے گا سو بھرے گا۔

۷ یعنی وہاں جا کر سب کے اچھے برے عمل سامنے رکھ دیئے جائیں گے۔ کوئی چھوٹا بڑا کام گم نہ ہوگا۔ کیونکہ خدا کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں۔ دلوں کی تہ میں جو بات چھپی ہوئی ہوا سے بھی جانتا ہے۔

أَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِهِ ۗ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ

اوروں کو تا کہ بہکائے اس کی راہ سے ❶ تو کہہ برت لے ساتھ اپنے کفر کے

قَلِيلًا ۖ إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ ﴿٨﴾ أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ

تھوڑے دنوں (یا دو جو اپنے منکر ہونے کے) تو ہے دوزخ والوں میں ❷ بھلا ایک جو بندگی میں

آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُو

لگا ہوا ہے رات کی گھڑیوں میں سجدے کرتا ہوا اور کھڑا ہوا خطرہ رکھتا ہے آخرت کا اور امید رکھتا ہے

رَحْمَةَ رَبِّهِ ۗ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ

اپنے رب کی مہربانی کی تو کہہ کوئی برابر ہوتے ہیں سمجھ والے

وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿٩﴾ ع

اور بے سمجھ سوچتے وہی ہیں جن کو عقل ہے ❸

ع ۱ ۹ ۱۵

قُلْ يَا عِبَادِ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا رَبَّكُمْ ۚ لِلَّذِينَ

تو کہہ اے بندو میرے ❹ جو یقین لائے ہو ڈرو اپنے رب سے جنہوں نے

أَحْسَنُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۗ وَأَرْضُ اللَّهِ

نیکی کی اس دنیا میں ان کے لیے بھلائی ❺ اور زمین اللہ کی

وَاسِعَةٌ ۗ إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿١٠﴾

کشادہ ہے صبر (سہارنے والوں) کرنے والوں ہی کو ملتا ہے ان کا ثواب بے شمار ❻

قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَّهُ

تو کہہ مجھ کو حکم ہے کہ بندگی کروں اللہ کی خالص کر کر اس کے لیے

۱ **انسان کی ناشکری کا حال** یعنی انسان کی حالت عجیب ہے۔ مصیبت پڑنے پر تو ہمیں یاد کرتا ہے کیونکہ دیکھتا ہے کوئی مصیبت کو ہٹانے والا نہیں۔ پھر جہاں اللہ کی مہربانی سے ذرا آرام واطمینان نصیب ہوا معاً وہ پہلی حالت بھول جاتا ہے جس کے لئے ابھی ابھی ہم کو پکار رہا تھا۔ عیش وتنعم کے نشہ میں ایسا مست وغافل ہو جاتا ہے گویا کبھی ہم سے واسطہ ہی نہ تھا۔ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو دوسرے جھوٹے اور من گھڑت خداؤں کی طرف منسوب کرنے لگتا ہے اور ان کے ساتھ وہ معاملہ کرتا ہے جو خدائے واحد کے ساتھ کرنا چاہئے تھا۔ اس طرح خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور اپنے قول وفعل سے دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔

۲ یعنی اچھا کافر رہ کر چند روز یہاں اور عیش اڑا لے۔ اور خدا نے جب تک مہلت دے رکھی ہے دنیا کی نعمتوں سے تمتع کر تا رہ۔ اس کے بعد تجھے دوزخ میں رہنا ہے جہاں سے کبھی چھٹکارا نصیب نہ ہوگا۔

۳ **فرماں بردار اور نافرمان برابر نہیں ہوسکتے** یعنی جو بندہ رات کی نیند اور آرام چھوڑ کر اللہ کی عبادت میں لگا کبھی اس کے سامنے دست بستہ کھڑا رہا، کبھی سجدہ میں گرا۔ ایک طرف آخرت کا خوف اس کے دل کو بیقرار کیے ہوئے ہے اور دوسری طرف اللہ کی رحمت نے ڈھارس بندھا رکھی ہے۔ کیا یہ سعید بندہ اور وہ بدبخت انسان جس کا ذکر اوپر ہوا کہ مصیبت کے وقت خدا کو پکارتا ہے اور جہاں مصیبت کی گھڑی ٹلی خدا کو چھوڑ بیٹھا، دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ ایسا ہو تو یوں کہو کہ ایک عالم اور جاہل یا سمجھدار اور بیوقوف میں کچھ فرق نہ رہا مگر اس بات کو بھی وہ ہی سوچتے سمجھتے ہیں جن کو اللہ نے عقل دی ہے۔

۴ یعنی اللہ کی طرف سے یہ پیام پہنچا دو۔

۵ **نیکی میں دنیا کی بھلائی بھی مضمر ہے** یعنی جس نے دنیا میں نیکی کی آخرت میں اس کے لئے بھلائی ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ جس نے نیکی کی اس کو آخرت سے پہلے اسی دنیا میں بھلائی ملے گی ظاہری یا باطنی۔

۶ **ہجرت کے فضائل** یعنی اگر ایک ملک میں لوگ نیک راہ چلنے سے مانع ہوں تو خدا کی زمین کشادہ ہے، دوسرے ملک میں چلے جاؤ جہاں آزادی سے اس کے احکام بجالا سکو۔ بلاشبہ اس طرح ترک وطن کرنے میں بہت مصائب برداشت کرنا پڑیں گی۔ اور طرح طرح کے خلاف عادت و طبیعت امور پر صبر کرنا پڑے گا، لیکن یاد رہے کہ بیشمار ثواب بھی ملے گا تو صرف صبر کرنے والوں ہی کو ملے گا۔ اس کے مقابلہ میں دنیا کی سب سختیاں اور تکلیفیں ہیچ ہیں۔

الدِّيْنَ ﴿۱۱﴾ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲﴾

بندگی اور حکم ہے کہ میں ہوں سب سے پہلے حکم بردار ۞

قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ

تو کہہ میں ڈرتا ہوں اگر حکم نہ مانوں اپنے رب کا ایک بڑے دن کے

عَظِيْمٍ ﴿۱۳﴾ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ ﴿۱۴﴾

عذاب سے ۞ تو کہہ میں تو اللہ کو پوجتا ہوں خالص کر کر اپنی بندگی اس کے واسطے

فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ

اب تم پوجو جس کو چاہو اس کے سوا ۞ تو کہہ بڑے ہارنے والے وہ

الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ

جو ہار بیٹھے اپنی جان کو اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن

اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۵﴾ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ

سنتا ہے یہی ہے صریح ٹوٹا ۞ ان کے واسطے اوپر سے

ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ

بادل ہیں آگ کے اور نیچے سے بادل ۞ اس چیز سے ڈراتا ہے

اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِيْنَ

اللہ اپنے بندوں کو اے بندو میرے تو مجھ سے ڈرو ۞ اور جو لوگ

اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى

بچے شیطانوں سے کہ ان کو پوجیں اور رجوع ہوئے

◆ **آنحضرتؐ سب سے پہلے فرمانبردار بندے ہیں** | چنانچہ آپ عالم شہادت میں اس امت کے لحاظ سے اور عالم غیب میں تمام اولین و آخرین کے اعتبار سے اللہ کے سب سے پہلے حکمبردار بندے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

◆ یعنی مجھ جیسا معصوم و مقرب بھی اگر بفرض محال نافرمانی کرے تو اس دن کے عذاب سے مامون نہیں تابدیگراں چہ رسد۔

◆ یعنی میں تو خدا کے حکم کے موافق نہایت اخلاص سے اسی اکیلے کی بندگی کرتا ہوں۔ تم کو اختیار ہے جس کی چاہو پوجا کرتے پھرو۔ ہاں اتنا سوچ لینا کہ انجام کیا ہوگا۔ آگے اسے کھولتے ہیں۔

◆ **مشرکین ہی خاسرین ہیں** | یعنی مشرکین نہ اپنی جان کو عذاب الٰہی سے بچا سکے نہ اپنے گھر والوں کو۔ سب کو جہنم کے شعلوں کی نذر کر دیا۔ اس سے زیادہ خسارہ کیا ہوگا۔

◆ یعنی ہر طرف سے آگ محیط ہوگی۔ جیسے گھٹا چھا جاتی ہے۔

◆ یعنی سمجھ لو۔ یہ چیز ڈرنے کے قابل ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو اللہ کے غضب سے ہمیشہ ڈرتے رہنا چاہئے۔

اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰی ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿۱۷﴾ الَّذِيْنَ

اللہ کی طرف — ان کے لیے ہے خوشخبری ۞ سو تو خوشی سنا دے میرے بندوں کو — جو

يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ

سنتے ہیں بات — پھر چلتے ہیں اس پر جو اس میں نیک ہے ۞ — وہی ہیں

الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۸﴾

جن کو رستہ دیا اللہ نے — اور وہی ہیں — عقل والے ۞

اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ؕ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ

بھلا جس پر ٹھیک ہو چکا — عذاب کا حکم — بھلا تو خلاص کر سکے گا

مَنْ فِى النَّارِ ﴿۱۹﴾ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ

اس کو جو آگ میں پڑ چکا (اس آگ میں پڑے کو) ۞ لیکن جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے ان کے واسطے ہیں جھروکے

مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ

ان کے اوپر — اور جھروکے چنے ہوئے ۞ — ان کے نیچے بہتی (چلتی) ہیں ندیاں

وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ﴿۲۰﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ

وعدہ ہو چکا اللہ کا — اللہ نہیں خلاف کرتا اپنا وعدہ — تو نے نہیں دیکھا — کہ اللہ نے

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِى الْاَرْضِ ثُمَّ

اتارا آسمان سے پانی — پھر چلایا وہ پانی چشموں میں — زمین کے ۞ — پھر

يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا

نکالتا ہے اس سے کھیتی کئی کئی رنگ بدلتے (بدلنے والی) اس پر ۞ پھر آئے تیاری پر تو تو دیکھے اس کا رنگ زرد

یعنی جنہوں نے شیطانوں کا کہنا نہ مانا اور سب شرکاء سے منہ موڑ کر اللہ کی طرف رجوع ہوئے۔ ان کے لئے ہے بڑی بھاری خوشخبری۔

اہل انابت کو خوش خبری یعنی سب طرح کی باتیں سنتے ہیں۔ پھر ان میں جو بات اچھی ہو اس پر چلتے ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ خدا کی بات سنتے ہیں اور اس میں جو ہدایات اعلیٰ سے اعلیٰ ہوں ان پر عمل کرتے ہیں۔ مثلاً ایک چیز رخصت و اباحت کی سنی، دوسری عزیمت کی، تو عزیمت کی طرف جھپٹتے ہیں۔ رخصتوں کا تتبع نہیں کرتے۔ یا یوں ترجمہ کرو کہ اللہ کا کلام سن کر اس کی بہترین باتوں کا اتباع کرتے ہیں۔ کیونکہ اس کی ساری باتیں بہتر ہی ہیں۔ کذا قال المفسرون۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے ایک اور طرح اس کا مطلب بیان کیا ہے۔ "چلتے ہیں اس کے نیک پر، یعنی حکم پر چلنا کہ اس کو کرتے ہیں۔ اور منع پر چلنا کہ اس کو نہیں کرتے۔ اس کا کرنا نیک ہے اس کا نہ کرنا نیک ہے۔"

یعنی کامیابی کا راستہ ان ہی کو ملا ہے کیونکہ انہوں نے عقل سے کام لے کر توحید خالص اور انابت الی اللہ کا راستہ اختیار کیا۔

یعنی جن پر ان کی ضد و عناد اور بداعمالیوں کی بدولت عذاب کا حکم ثابت ہو چکا، کیا وہ کامیابی کا راستہ پا سکتے ہیں۔ بھلا ایسے بدبختوں کو جو شقاوت ازلی کے سبب آگ میں گر چکے ہوں۔ کون آدمی راہ پر لا سکتا ہے اور کون آگ سے نکال سکتا ہے۔

جنت کے درجات یہ جنت کے درجات کی طرف اشارہ ہوا۔ اور یہ کہ وہ سب تیار ہیں۔ نہ یہ کہ قیامت کے روز تیار کئے جائیں گے۔

بارش اور پانی کے چشمے یعنی بارش کا پانی پہاڑوں اور زمینوں کے مسام میں جذب ہو کر چشموں کی صورت میں پھوٹ نکلتا ہے، باقی اگر چشموں کے حدوث کا کوئی اور سبب بھی ہو، اس کی نفی آیت سے نہیں ہوتی۔

یا مختلف قسم کی کھیتیاں مثلاً گیہوں چاول وغیرہ۔

ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي

پھر کر ڈالتا ہے اس کو چورا چورا (ریزہ ریزہ) بے شک اس میں نصیحت ہے

الْاَلْبَابِ ﴿۲۱﴾ ع اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ

عقل مندوں کے واسطے ﴿۱﴾ بھلا جس کا سینہ کھول دیا اللہ نے دین اسلام کے واسطے

ع ۲ ۱۲ ۱۹

فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ

سو وہ روشنی میں ہے اپنے رب کی طرف سے سو خرابی ہے ان کو جن کے دل سخت ہیں

مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۲﴾ اَللّٰهُ

اللہ کی یاد سے وہ پڑے پھرتے ہیں بھٹکتے (بہکتے) صریح ﴿۲﴾ اللہ نے

نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ

اتاری بہتر بات کتاب ﴿۳﴾ آپس میں (ایک ملتی سی) دوہرائی ہوئی ﴿۴﴾ بال کھڑے ہوتے ہیں

مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ

اس سے کھال پر ان لوگوں کے جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے پھر نرم ہوتی ہیں ان کی کھالیں

وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ

اور ان کے دل اللہ کی یاد پر ﴿۵﴾ یہ ہے راہ دینا اللہ کا اس طرح راہ دیتا ہے

مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۲۳﴾

جس کو چاہے اور جس کو راہ بھلائے اللہ اس کو کوئی نہیں سجھانے والا ﴿۶﴾

اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ

بھلا ایک وہ جو روکتا ہے (لیتا ہے) اپنے منہ پر برا عذاب دن قیامت کے

◆ **اہل عقل کیلئے سامان ہدایت** یعنی عقلمند آدمی کھیتی کا حال دیکھ کر نصیحت حاصل کرتا ہے کہ جس طرح اس کی رونق اور سرسبزی چندروزہ تھی، پھر چوراچورا کیا گیا۔ یہی حال دنیا کی چہل پہل کا ہوگا۔ چاہئے کہ آدمی اس کی عارضی بہار پر مفتوں ہو کر انجام سے غافل نہ ہو جائے جیسے کھیتی مختلف اجزاء سے مرکب ہے۔ مثلاً اس میں دانہ ہے جو آدمیوں کی غذا بنتا ہے اور بھوسہ بھی ہے جو جانوروں کا چارہ بنتا ہے۔ اور ہر ایک جزء سے منتفع ہونا بدون اس کے ممکن نہیں کہ دوسرے اجزاء سے اس کو الگ کریں اور اپنے اپنے ٹھکانا پر پہنچائیں۔ اسی طرح دنیا کو سمجھ لو کہ اس میں نیکی بدی، راحت، تکلیف وغیرہ سب ملی جلی ہیں۔ ایک وقت آئے گا کہ یہ کھیتی کٹے اور خوب چوراچورا کی جائے۔ پھر اس میں سے ہر ایک جزء کو اس کے مناسب ٹھکانے پر پہنچا دیا جائے، نیکی اور راحت اپنے مرکز و مستقر پر پہنچ جائے اور بدی یا تکلیف اپنے خزانہ میں جا ملے۔ غرض کھیتی کے مختلف احوال دیکھ کر عقلمند لوگ بہت مفید سبق حاصل کر سکتے ہیں۔ نیز مضمون آیت میں ادھر بھی اشارہ ہو گیا کہ جس خدا نے آسمانی بارش سے زمین میں چشمے جاری کر دیئے وہی جنت کے محلات میں نہایت قرینہ کے ساتھ نہروں کا سلسلہ جاری کر دے گا۔

◆ **مسلمان کیلئے اللہ کا نور** یعنی دونوں برابر کہاں ہو سکتے ہیں ایک وہ جس کا سینہ اللہ نے قبول اسلام کے لئے کھول دیا۔ نہ اسے اسلام کے حق ہونے میں کچھ شک وشبہ ہے نہ احکام اسلام کی تسلیم سے انقباض۔ حق تعالیٰ نے اس کو توفیق وبصیرت کی ایک عجیب روشنی عطا فرمائی۔ جس کے اجالے میں نہایت سکون واطمینان کے ساتھ اللہ کے راستہ پر اڑا چلا جا رہا ہے۔ دوسرا وہ بدبخت جس کا دل پتھر کی طرح سخت ہو، نہ کوئی نصیحت اس پر اثر کرے نہ خیر کا کوئی قطرہ اس کے اندر گھسے، کبھی خدا کی یاد کی توفیق نہ ہو۔ یوں ہی اوہام واہواء اور رسوم وتقلید آباء کی اندھیریوں میں بھٹکتا پھرے۔

◆ یعنی دنیا میں کوئی بات اس کتاب کی باتوں سے بہتر نہیں۔

◆ **متشابہ مثانی آیات** یعنی صحیح، صادق، مضبوط، نافع، معقول، اور فصیح وبلیغ ہونے میں کوئی آیت کم نہیں۔ ایک دوسری سے ملتی جلتی ہے، مضامین میں کوئی اختلاف وتعارض نہیں۔ بلکہ بہت سی آیات کے مضامین ایسے متشابہ واقع ہوئے ہیں کہ ایک آیت کو دوسری کی طرف لوٹانے سے صحیح تفسیر معلوم ہو جاتی ہے۔ اَلْقُرْاٰنُ یُفَسِّرُ بَعْضُہٗ بَعْضًا اور "مثانی" یعنی دہرائی ہوئی کا مطلب یہ ہے کہ بہت سے احکام اور مواعظ وقصص کو مختلف پیرایوں میں دہرایا گیا ہے تا اچھی طرح دلنشین ہو جائیں۔ نیز تلاوت میں بار بار آیتیں دہرائی جاتی ہیں۔ اور بعض علماء نے "متشابہ" و "مثانی" کا مطلب یہ لیا ہے کہ بعض آیات میں ایک ہی طرح کے مضمون کا سلسلہ دور تک چلا جاتا ہے وہ متشابہ ہوئیں اور بعض جگہ ایک نوعیت کے مضمون کے ساتھ دوسرے جملہ میں اس کے مقابل کی نوعیت کا مضمون بیان کیا جاتا ہے۔ مثلاً "اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ" یا "نَبِّئْ عِبَادِیْٓ اَنِّیْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ وَاَنَّ عَذَابِیْ ھُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ" یا "وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفْسَہٗ وَاللّٰہُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ" ایسی آیات کو مثانی کہیں گے کہ ان میں دو مختلف قسم کے مضمون بیان ہوئے۔

◆ **قرآنی آیات کی تاثیر** یعنی کتاب اللہ سن کر اللہ کے خوف اور اس کے کلام کی عظمت سے ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور کھالیں نرم پڑ جاتی ہیں۔ مطلب یہ کہ خوف ورعب کی کیفیت طاری ہو کر ان کا قلب وقالب اور ظاہر وباطن اللہ کی یاد کے سامنے جھک جاتا ہے اور اللہ کی یاد ان کے بدن اور روح دونوں پر ایک خاص اثر پیدا کرتی ہے یہ حال اقویائے کاملین کا ہوا۔ اگر کبھی ضعفاء وناقصین پر دوسری قسم کی کیفیات واحوال طاری ہو جائیں مثلاً غشی یا صعقہ وغیرہ تو اس کی نفی آیت سے نہیں ہوتی۔ اور نہ ان کی تفضیل ان پر لازم آتی ہے۔ بلکہ اس طرح از خود رفتہ اور بے قابو ہو جانا عموماً وارد کی قوت اور مورد کے ضعف کی دلیل ہے۔ جامع ترمذی میں ایک حدیث بیان کرتے وقت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر اس قسم کے بعض احوال کا طاری ہونا مصرح ہے واللہ اعلم۔

◆ یعنی جس کے لئے حکمت الٰہی مقتضی ہو اس طرح کامیابی کے راستے کھول دیئے جاتے ہیں اور اس شان سے منزل مقصود کی طرف لے چلتے ہیں۔ اور جس کو سوء استعداد کی وجہ سے خدا تعالیٰ ہدایت کی توفیق نہ دے۔ آگے کون ہے جو اس کی دستگیری کر سکے۔

وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۲۴﴾ كَذَّبَ

اور کہے گا بے انصافوں کو چکھو جو تم کماتے تھے ۱ جھٹلا چکے ہیں

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا

ان سے اگلے پھر پہنچا ان پر عذاب ایسی جگہ سے کہ ان کو

يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ج

خیال بھی نہ تھا (خبر بھی نہ تھی) پھر چکھائی ان کو اللہ نے رسوائی دنیا کی زندگی میں

وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ م لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَلَقَدْ

وقف لازم

اور عذاب آخرت کا تو بہت ہی بڑا ہے اگر ان کو سمجھ ہوتی ۲ اور

ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ

ہم نے بیان کی لوگوں کے واسطے اس قرآن میں سب چیز کی مثل

لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ

تا کہ وہ دھیان کریں قرآن ہے عربی زبان کا جس میں

عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۲۸﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا

کجی نہیں تا کہ وہ بچ کر چلیں ۳ اللہ نے بتلائی ایک مثل ایک مرد ہے

فِيْهِ شُرَكَاۗءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ط

کہ اس میں شریک ہیں کئی ضدی اور ایک مرد ہے پورا ایک شخص کا

هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ط اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ج بَلْ اَكْثَرُهُمْ

کیا برابر ہوتی ہیں دونوں مثل ۴ سب خوبی اللہ کے لیے ہے پر وہ بہت لوگ

آخرت میں ظالموں پر عذاب آدمی کا قاعدہ ہے کہ جب سامنے سے کوئی حملہ ہو تو ہاتھوں پر روکتا ہے۔ لیکن محشر میں ظالموں کے ہاتھ بندھے ہوں گے اس لئے عذاب کی تھپیڑ سیدھی منہ پر پڑے گی۔ تو ایسا شخص جو بدترین عذاب کو اپنے منہ پر روکے اور اس سے کہا جائے کہ اب اس کام کا مزہ چکھو جو دنیا میں کیے تھے۔ کیا اس مومن کی طرح ہو سکتا ہے جسے آخرت میں کوئی تکلیف اور گزند پہنچنے کا اندیشہ نہیں، اللہ کے فضل سے مطمئن اور بے فکر ہے۔ ہرگز نہیں۔

پچھلی قوموں کی تکذیب اور ہلاکت یعنی بہت قومیں تکذیب انبیاء کی بدولت دنیا میں ہلاک اور رسوا کی جا چکی ہیں۔ اور آخرت کا اشد عذاب جوں کا توں رہا۔ تو کیا موجودہ مکذبین مطمئن ہیں کہ ان کے ساتھ یہ معاملہ نہیں کیا جائے گا۔ ہاں سمجھ ہوتی تو کچھ فکر کرتے۔

قرآن میں کوئی کجی نہیں یعنی ان کا نہ سمجھنا اپنی غفلت اور حماقت سے ہے۔ قرآن نے سمجھانے میں کوئی کمی نہیں کی۔ قرآن تو بات بات کو مثالوں اور دلیلوں سے سمجھاتا ہے کہ لوگ ان میں دھیان کر کے اپنی عاقبت درست کریں۔ قرآن ایک صاف عربی زبان کی کتاب ہے جو اس کے مخاطبین اولین کی مادری زبان تھی۔ اس میں کوئی ٹیڑھی ترچھی بات نہیں۔ سیدھی اور صاف باتیں ہیں جن کو عقل سلیم قبول کرتی ہے۔ کسی طرح کا اختلال اور کجی اس کے مضامین یا عبارت میں نہیں۔ جن باتوں کو منوانا چاہتا ہے، نہ ان کا ماننا مشکل، اور جن چیزوں پر عمل کرانا چاہتا ہے نہ ان پر عمل کرنا محال۔ غرض یہ ہے کہ لوگ بسہولت اس سے مستفید ہوں۔ اعتقادی و عملی غلطیوں سے بچ نکلیں۔ اور صاف صاف نصیحتیں سن کر اللہ سے ڈرتے رہیں۔

شرک اور توحید کی ایک بلیغ مثال یعنی کئی حصہ دار ایک غلام کی ملکیت میں شریک ہیں۔ اور ہر حصہ دار اتفاق سے کج خلق، بے مروت اور سخت ضدی واقع ہوا ہے۔ ہر ایک چاہتا ہے کہ غلام تنہا اسی کے کام میں لگا رہے دوسرے شرکاء سے سروکار نہ رکھے۔ اس کھینچ تان میں ظاہر ہے کہ غلام سخت پریشان اور پراگندہ دل ہو گا۔ برخلاف اس کے جو غلام پورا ایک کا ہو اسے ایک طرف کی یکسوئی اور اطمینان حاصل ہو گی اور کئی آقاؤں کو خوش رکھنے کی کشمکش میں گرفتار نہ ہو گا۔ اب ظاہر ہے کہ یہ دونوں غلام برابر نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح مشرک اور موحد کو سمجھ لو۔ مشرک کا دل کئی طرف بٹا ہوا ہے۔ اور کتنے ہی جھوٹے معبودوں کو خوش رکھنے کی فکر میں رہتا ہے۔ اس کے برخلاف موحد کی کل توجہات و خیالات اور دوا دوش کا ایک مرکز ہے۔ وہ پوری دلجمعی کے ساتھ اسی کے خوش رکھنے کی فکر میں ہے اور سمجھتا ہے کہ اس کی خوشنودی کے بعد کسی کی خوشنودی کی ضرورت نہیں۔ اکثر مفسرین نے اس مثال کی تقریر اسی طرح کی ہے۔ مگر حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "ایک غلام جو کئی کا ہو، کوئی اس کو اپنا نہ سمجھے تو اس کی پوری خبر نہ لے۔ اور ایک غلام جو سارا ایک کا ہو وہ اس کو اپنا سمجھے اور پوری خبر لے۔ یہ مثال ہے ان کی جو ایک رب کے بندے ہیں، اور جو کئی رب کے بندے ہیں۔"

لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ

سمجھ نہیں رکھتے ۞ بے شک تو بھی مرتا ہے اور وہ بھی مرتے ہیں پھر

اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿۳۱﴾ ع

مقرر تم قیامت کے دن اپنے رب کے آگے جھگڑو گے ۞

ع ۳ ۱۰ ۱۷
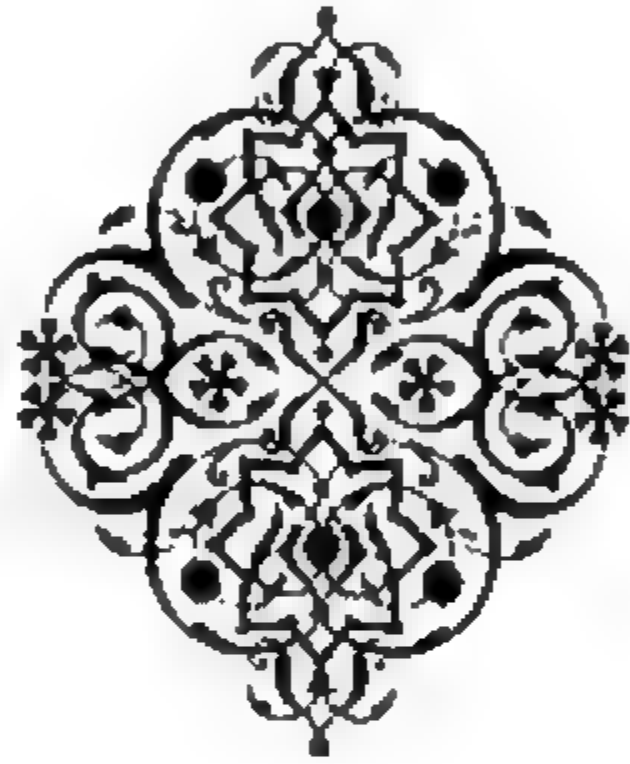
۱ یعنی سب خوبی اللہ کے لیے ہے کہ کیسے اعلیٰ مطالب وحقائق کو کیسی صاف اور دلنشین امثال وشواہد سے سمجھا دیتے ہیں۔ مگر اس پر بھی بہت بدنصیب ایسے ہیں جو ان واضح مثالوں کے سمجھنے کی توفیق نہیں پاتے۔

۲ **قیامت میں لوگوں کا جھگڑا** یعنی جیسے مشرک اور موحد میں جو اختلاف ہے اس کا اثر قیامت کے دن علیٰ رؤس الاشہاد ظاہر ہوگا جس وقت پیغمبر اور امتی سب اکٹھے کیے جائیں گے اور کفار، انبیاء اور مؤمنین کے مقابلہ میں جھگڑے اور حجتیں نکالیں گے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "کافر منکر ہوں گے کہ ہم کو کسی نے حکم نہیں پہنچایا پھر فرشتوں کی گواہی اور زمین و آسمان کی اور ہاتھ پاؤں کی گواہی سے ثابت ہوگا" کہ اس ادعاء میں جھوٹے ہیں۔ اسی طرح دوسرے تمام جھگڑوں کا فیصلہ بھی اس دن پروردگار کے سامنے ہوگا۔ بہتر یہی ہے کہ لفظ "اختصام" کو عام رکھا جائے تا احادیث و آثار کے خلاف نہ ہو۔
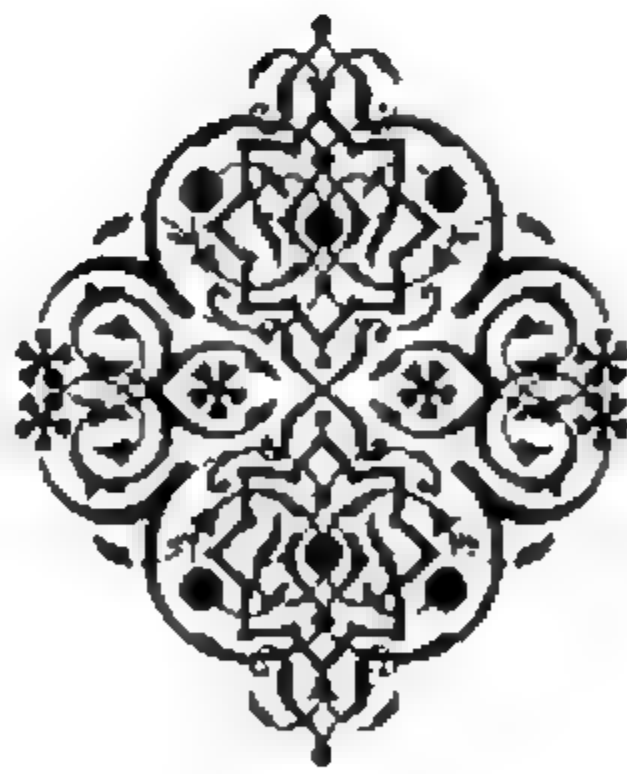
فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ

پھر اس سے ظالم زیادہ کون جس نے جھوٹ بولا اللہ پر اور جھٹلایا سچی بات کو جب

جَآءَهٗ ۭ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝۳۲ وَالَّذِيْ

پہنچی اس کے پاس کیا نہیں دوزخ میں ٹھکانا منکروں کا اور جو لے کر آیا

جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝۳۳

سچی بات اور سچ مانا جس نے اس کو وہی لوگ ہیں ڈر والے

لَهُمْ مَّا يَشَاۗءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ ذٰلِكَ جَزٰۗؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ۝۳۴

ان کے لیے ہے جو وہ چاہیں اپنے رب کے پاس یہ ہے بدلہ نیکی والوں کا

لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ

تاکہ اتار دے اللہ ان پر سے برے کام جو انہوں نے کئے تھے اور بدلہ میں دے ان کو ثواب

بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۳۵ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ۭ

بہتر کاموں کا جو وہ کرتے تھے کیا اللہ بس (کافی) نہیں اپنے بندہ کو

وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ

اور تجھ کو ڈراتے ہیں ان سے جو اس کے سوا ہیں اور جس کو راہ بھلائے اللہ تو کوئی نہیں

مِنْ هَادٍ ۝۳۶ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ۭ اَلَيْسَ

اس کو راہ دینے والا اور جس کو راہ سجھائے اللہ تو کوئی نہیں اس کو بھلانے والا کیا نہیں ہے

اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي انْتِقَامٍ ۝۳۷ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ

اللہ زبردست بدلہ لینے والا اور جو تو ان سے پوچھے کس نے بنائے

اللہ پر جھوٹ بولنے والا سب سے بڑا ظالم ہے اللہ پر جھوٹ بولا، یعنی اس کے شریک ٹھہرائے یا اولاد تجویز کی، یا وہ صفات اس کی طرف منسوب کیں جو واقع میں اس کے لائق نہ تھیں اور جھٹلایا سچی بات کو جب پہنچی اس کے پاس یعنی انبیاء علیہم السلام جو سچی باتیں خدا کی طرف سے لائے ان کو سنتے ہی جھٹلانے لگا۔ سوچنے سمجھنے کی تکلیف بھی گوارا نہ کی۔ بلاشبہ جو شخص سچائی کا اتنا دشمن ہو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے۔ اور ایسے ظالموں کا ٹھکانا دوزخ کے سوا اور کہاں ہوگا۔ عموماً مفسرین نے آیت کی تفسیر اسی طرح کی ہے مگر حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ''یعنی اگر نبی نے (معاذ اللہ) جھوٹ خدا کا نام لیا تو اس سے برا کون۔ اور اگر وہ سچا تھا اور تم نے جھٹلایا تو تم سے برا کون۔'' (گویا مَنْ کَذَبَ عَلَی اللّٰہِ اور کَذَّبَ بِالصِّدْقِ کا مصداق الگ الگ قرار دیا۔ اور ایسا ہی آگے وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ الخ میں آتا ہے)

متقی کون ہیں؟ یعنی خدا سے ڈرنے والوں کی شان یہ ہوتی ہے کہ سچی بات لائیں، ہمیشہ سچ کہیں، اور سچ کی تصدیق کریں۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں ''جو سچی بات لیکر آیا وہ نبی، اور جس نے سچ مانا وہ مومن ہے۔'' (گویا دونوں جملوں کا مصداق علیحدہ ہے)

محسنین کا اجر یعنی اللہ تعالیٰ متقین و محسنین کو ان کے بہتر کاموں کا بدلہ دے گا اور غلطی سے جو برا کام ہوگا ہو معاف کرے گا **تنبیہ** شاید ''اَسْوَءَ'' اور ''اَحْسَنَ'' (صیغۂ تفضیل) اس لئے اختیار فرمایا کہ بڑے درجہ والوں کی ادنیٰ بھلائی اوروں کی بھلائیوں سے اور ادنیٰ برائی اوروں کی برائیوں سے بھاری سمجھی جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

دیوتاؤں کے مقابلے میں اللہ کافی ہے چند آیات پہلے ''ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا رَّجُلًا فِیْہِ شُرَکَآءُ'' الخ میں شرک کا رد اور مشرکین کا جہل بیان کیا گیا تھا۔ اس پر مشرکین پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے بتوں سے ڈراتے تھے کہ دیکھو تم ہمارے دیوتاؤں کی توہین کر کے ان کو غصہ دلاؤ۔ ہیں تم کو (معاذ اللہ) بالکل خبطی اور پاگل نہ بنا دیں۔ اس کا جواب دیا کہ جو شخص ایک زبردست خدا کا بندہ بن چکا، اسے ان عاجز اور بے بس خداؤں سے کیا ڈر ہو سکتا ہے؟ کیا اس عزیز منتقم کی امداد و حمایت اس کو کافی نہیں جو کسی دوسرے سے ڈرے یا لو لگائے۔ یہ بھی ان مشرکین کا خبط و ضلال اور مستقل گمراہی ہے کہ خدائے واحد کے پرستار کو اس طرح کی گیدڑ بھبکیوں سے خوف زدہ کرنا چاہتے ہیں۔

ہدایت اور گمراہی صرف اللہ کی طرف سے ہے سچ تو یہ ہے کہ ٹھیک راستہ پر لگا دینا یا نہ لگانا سب اللہ کے قبضہ میں ہے۔ جس کسی شخص کو اس کی بدتمیزی اور کجروی کی بناء پر اللہ تعالیٰ کامیابی کا راستہ نہ دے، وہ اسی طرح خبطی اور پاگل ہو جاتا ہے۔ اور موٹی موٹی باتوں کے سمجھنے کی قوت بھی اس میں نہیں رہتی۔ کیا ان احمقوں کو اتنا نہیں سوجھتا کہ جو بندہ خداوند قدوس کی پناہ میں آ گیا، کونسی طاقت ہے جو اس کا بال بیکا کر سکے۔ جو طاقت مقابل ہوگی پاش پاش کر دی جائے گی۔ غیرت خداوندی مخلص وفاداروں کا بدلہ لیے بدون نہ چھوڑے گی۔

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ

آسمان اور زمین تو کہیں اللہ نے تو کہہ بھلا دیکھو تو جن کو پوجتے ہو

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ

اللہ کے سوا اگر چاہے اللہ مجھ پر کچھ تکلیف تو وہ ایسے ہیں کہ کھول دیں

ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ

تکلیف اس کی ڈالی ہوئی یا وہ چاہے مجھ پر مہربانی تو وہ ایسے ہیں کہ روک دیں اس کی مہربانی کو

قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ؕ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝۳۸ قُلْ يٰقَوْمِ

تو کہہ مجھ کو بس ہے اللہ اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں بھروسہ رکھنے والے ۱ تو کہہ اے قوم

اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝۳۹ مَنْ

کام کیے جاؤ اپنی جگہ پر میں بھی کام کرتا ہوں اب آگے جان لوگے کس پر

يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝۴۰ اِنَّاۤ

آتی ہے آفت کہ اس کو رسوا کرے اور اترتا ہے اس پر عذاب سدا رہنے والا ۲ ہم نے

اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى

اتاری ہے تجھ پر کتاب لوگوں کے واسطے سچے دین کے ساتھ پھر جو کوئی راہ پر آیا

فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَاۤ اَنْتَ

سو اپنے بھلے کو اور جو کوئی بہکا سو یہی بات ہے کہ بہکا اپنے برے کو اور تو

عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝۴۱ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَ

ان کا ذمہ دار نہیں (تجھ پر ان کا ذمہ نہیں) ۳ اللہ کھینچ لیتا ہے جانیں جب وقت ہو ان کے مرنے کا اور

ع ۴

۱ **اللہ کے نفع وضرر کو کوئی ٹال نہیں سکتا** یعنی ایک طرف تو خداوند قدوس جو خود تمہارے اقرار کے موافق تمام زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے۔ اور دوسری طرف پتھر کی بیجان مورتیں یا عاجز مخلوق جو سب مل کر بھی خدا کی بھیجی ہوئی ادنیٰ سے ادنیٰ تکلیف وراحت کو اس کی جگہ سے نہ ہٹا سکے۔ تم ہی بتاؤ، دونوں میں سے کس پر بھروسہ کیا جائے اور کس کو اپنی مدد کے لئے کافی سمجھا جائے۔ حضرت ہود علیہ السلام کی قوم نے بھی کہا تھا'' اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ '' جس کا جواب حضرت ہودؑ نے یہ دیا۔'' اِنِّیْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِیْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ اِنِّیْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّیْ وَرَبِّكُمْ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ''(ھود۔رکوع ۵) اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا'' وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّیْ شَيْئًا وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا فَاَیُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔''(انعام۔رکوع ۹)

۲ **غالب کون۔ مومن یا مشرک؟** یعنی عنقریب پتہ لگ جائے گا کہ خدائے واحد کا بندہ غالب آتا ہے یا صدہا دروازوں کے بھکاری کامیاب ہوتے ہیں۔ واقعات جلد بتادیں گے کہ جو بندہ اللہ کی حمایت اور پناہ میں آیا اس کا مقابلہ کرنے والے آخر کار سب ذلیل وخوار ہوئے۔

تنبیہ '' عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ '' سے دنیا کا اور '' عَذَابٌ مُّقِيْمٌ '' سے آخرت کا عذاب مراد ہے واللہ اعلم۔

۳ **انسان کا نفع اور نقصان واضح ہے** یعنی تیری زبان پر اس کتاب کے ذریعہ سے سچی بات نصیحت کی کہہ دی گئی اور دین کا راستہ ٹھیک ٹھیک بتلا دیا گیا۔ آگے ہر ایک آدمی اپنا نفع نقصان سوچ لے۔ نصیحت پر چلے گا تو اس کا بھلا ہے ورنہ اپنا ہی انجام خراب کرے گا۔ تجھ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں کہ زبردستی انکو راہ پر لے آئے۔ صرف پیغام حق پہنچا دینا آپ کا فرض تھا وہ آپ نے ادا کر دیا۔ آگے معاملہ خدا کے سپرد کیجئے جس کے ہاتھ میں مارنا جلانا اور سلانا جگانا سب کچھ ہے۔

الَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا

جو نہیں مریں ان کو کھینچ لیتا ہے ان کی نیند میں پھر رکھ چھوڑتا ہے جن پر مرنا

الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰۤى اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

ٹھہرا دیا ہے اور بھیج دیتا ہے اوروں کو ایک وعدہ مقرر تک اس بات میں

لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

پتے ہیں ان لوگوں کو جو دھیان کریں ﴿۱﴾ کیا انہوں نے پکڑے ہیں اللہ کے سوائے

شُفَعَآءَ ؕ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۳﴾

کوئی سفارش والے ﴿۲﴾ تو کہہ اگرچہ (اور جو) ان کو اختیار نہ ہو کسی چیز کا اور نہ سمجھ (تو بھی) ﴿۳﴾

قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ؕ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

تو کہہ اللہ کے اختیار میں ہے ساری سفارش اسی کا راج ہے آسمان اور زمین میں

ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ

پھر اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے ﴿۴﴾ اور جب نام لیجئے خالص (ایک) اللہ کا رک جاتے ہیں

قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ

دل ان کے جو یقین نہیں رکھتے پچھلے گھر کا اور جب نام لیجئے اس

مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۵﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ

کے سوا اوروں کا تب وہ لگیں خوشیاں کرنے ﴿۵﴾ تو کہہ اے اللہ پیدا کرنے والے آسمانوں کے

وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ

اور زمین کے جاننے والے چھپے اور کھلے کے تو ہی فیصلہ کرے اپنے

۱ **موت اور نیند کی حقیقت** حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یعنی نیند میں ہر روز جان کھینچتا ہے پھر (واپس) بھیجتا ہے۔ یہ ہی نشان ہے آخرت کا۔ معلوم ہوا نیند میں بھی جان کھنچتی ہے۔ جیسے موت میں اگر نیند میں کھینچ کر رہ گئی وہ ہی موت ہے۔ مگر یہ جان وہ ہے جس کو (ظاہری) ہوش کہتے ہیں۔ اور ایک جان جس سے سانس چلتی ہے اور نبضیں اچھلتی ہیں۔ اور کھانا ہضم ہوتا ہے وہ دوسری ہے وہ موت سے پہلے نہیں کھنچتی" (موضح القرآن) حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بغوی نے نقل کیا ہے کہ "نیند میں روح نکل جاتی ہے مگر اس کا مخصوص تعلق بدن سے بذریعہ شعاع کے رہتا ہے جس سے حیات باطل ہونے نہیں پاتی" (جیسے آفتاب لاکھوں میل سے بذریعہ شعاعوں کے زمین کو گرم رکھتا ہے) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نیند میں بھی وہ ہی چیز نکلتی ہے جو موت کے وقت نکلتی ہے۔ لیکن تعلق کا انقطاع ویسا نہیں ہوتا جو موت میں ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

۲ **بتوں کی سفارش ایک وہم ہے** یعنی بتوں کی نسبت مشرکین دعویٰ رکھتے ہیں کہ وہ اللہ کی بارگاہ میں ان کے سفارشی ہیں۔ ان ہی کی سفارش سے کام بنتے ہیں۔ اسی لئے انکی عبادت کی جاتی ہے سو اول تو شفیع ہونے سے معبود ہونا لازم نہیں آتا۔ دوسرے شفیع بھی وہ بن سکتا ہے جسے اللہ کی طرف سے شفاعت کی اجازت ہو اور صرف اس کے حق میں شفاعت کر سکتا ہے جس کو خدا پسند کرے۔ خلاصہ یہ کہ شفیع کا ماذون ہونا اور مشفوع کا مرتضیٰ ہونا ضروری ہے۔ یہاں دونوں باتیں نہیں۔ نہ اصنام (بتوں) کا ماذون ہونا ثابت ہے نہ کفار کا مرتضیٰ ہونا۔ لہٰذا ان کا دعویٰ غلط ہوا۔

۳ یعنی بتوں کو نہ اختیار ہے نہ سمجھ، پھر ان کو شفیع ماننا عجیب ہے۔

۴ **ساری سفارش اللہ کے اختیار میں ہے** یعنی فی الحال بھی زمین و آسمان میں اسی کی سلطنت ہے اور آئندہ بھی اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے تو اس کی اجازت و خوشنودی کے بغیر کس کی مجال ہے جو زبان ہلا سکے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ یعنی "اللہ کے روبرو سفارش ہے پر اللہ کے حکم سے، نہ تمہارے کہے سے۔ جب موت آئے کسی کے کہے سے عزرائیل نہیں چھوڑتا۔"

۵ **توحید کے ذکر پر مشرک کا انقباض** مشرک کا خاصہ ہے کہ گو بعض وقت زبان سے اللہ کی عظمت و محبت کا اعتراف کرتا ہے، لیکن اس کا دل اکیلے خدا کے ذکر اور حمد و ثناء سے خوش نہیں ہوتا۔ ہاں دوسرے دیوتاؤں یا جھوٹے معبودوں کی تعریف کی جائے تو مارے خوشی کے اچھلنے لگتا ہے جسکے آثار اس کے چہرے پر نمایاں ہوتے ہیں۔ افسوس یہ ہی حال آج بہت سے نام نہاد مسلمانوں کا دیکھا جاتا ہے کہ خدائے واحد کی قدرت و عظمت اور اس کے علم کی لامحدود وسعت کا بیان ہو تو چہروں پر انقباض کے آثار ظاہر ہوتے ہیں مگر کسی پیر فقیر کا ذکر آ جائے اور جھوٹی سچی کرامات اناپ شناپ بیان کر دی جائیں تو چہرے کھل پڑتے اور دلوں میں جذبات مسرت و انبساط جوش مارنے لگتے ہیں۔ بلکہ بسا اوقات توحید خالص کا بیان کرنے والا ان کے نزدیک منکر اولیاء سمجھا جاتا ہے۔ **فالی اللہ المشتکی وھو المستعان۔**

عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ

بندوں میں جس چیز میں وہ جھگڑ رہے تھے ﴿۱﴾ اور اگر گنہگاروں کے

ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا

پاس ہو جتنا کچھ کہ زمین میں ہے سارا اور اتنا ہی اور اس کے ساتھ تو سب دے

بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ

ڈالیں اپنے چھڑوانے میں بری طرح کے عذاب سے دن قیامت کے اور نظر آئے ان کو اللہ کی

اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا

طرف سے جو خیال بھی نہ رکھتے تھے اور نظر آئیں ان کو برے کام اپنے جو

كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۸﴾ فَاِذَا مَسَّ

کماتے تھے اور الٹ پڑے ان پر وہ چیز جس پر ٹھٹھا کرتے تھے ﴿۲﴾ سو جب آلگتی ہے

الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ۡ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ

آدمی کو کچھ تکلیف ہم کو پکارنے لگتا ہے ﴿۳﴾ پھر جب ہم بخشیں اس کو اپنی طرف سے کوئی نعمت کہتا ہے

اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰي عِلْمٍ ۭ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ

یہ تو مجھ کو ملی کہ پہلے سے معلوم تھی (معلوم ہو چکی) ﴿۴﴾ کوئی نہیں یہ جانچ ہے پر وہ بہت سے لوگ

لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۹﴾ قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَآ اَغْنٰى

نہیں سمجھتے ﴿۵﴾ کہہ چکے ہیں یہ بات ان سے اگلے پھر کچھ کام نہ آیا

عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۵۰﴾ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۭ

ان کو جو کماتے تھے پھر پڑ گئیں (پڑیں) ان پر برائیاں جو کمائی تھیں ﴿۶﴾

◆ یعنی جب ایسی موٹی باتوں میں بھی جھگڑے ہونے لگے اور اللہ کا اتنا وقار بھی دلوں میں باقی نہ رکھا تو اب تیرے ہی سے فریاد ہے۔ تو ہی ان جھگڑوں کا عملی فیصلہ فرمائے گا۔

◆ **آخرت میں مال کام نہیں آئے گا** | یعنی جب قیامت کے دن ان اختلافات کا فیصلہ سنایا جائے گا اس وقت جو ظالم شرک کر کے خدا تعالیٰ کی شان گھٹاتے تھے ان کا سخت برا حال ہوگا۔ اگر اس روز فرض کیجئے کل روئے زمین کے خزانے بلکہ اس سے بھی زائد ان کے پاس موجود ہوں تو چاہیں گے کہ سب دے دلا کر کسی طرح اپنا پیچھا چھڑا لیں، جو بدمعاشیاں دنیا میں کی تھیں سب ایک ایک کر کے ان کے سامنے ہونگی۔ اور ایسے قسم قسم کے ہولناک عذابوں کا مزہ چکھیں گے جو کبھی ان کے خیال و گمان میں بھی نہ گذرے تھے۔ غرض توحید خالص اور دین حق سے جو ٹھٹھا کرتے تھے اس کا وبال پڑ کر رہے گا اور جس عذاب کا مذاق اڑایا کرتے تھے وہ ان پر الٹ پڑے گا۔

◆ **خوشی و تکلیف میں مشرکین کی دو عملی** | یعنی جس کے ذکر سے چڑتا تھا مصیبت کے وقت اسی کو پکارتا ہے اور جن کے ذکر سے خوش ہوتا تھا انہیں بھول جاتا ہے۔

◆ یعنی قیاس یہ ہی چاہتا تھا کہ یہ نعمت مجھ کو ملے۔ کیونکہ مجھ میں اس کی لیاقت تھی اور اسکی کمائی کے ذرائع کا علم رکھتا تھا اور خدا کو میری استعداد و اہلیت معلوم تھی، پھر مجھے کیوں نہ ملتی۔ غرض اپنی لیاقت اور عقل پر نظر کی، اللہ کے فضل و قدرت پر خیال نہ کیا۔

◆ **نعمت امتحان ہے** | یعنی ایسا نہیں بلکہ یہ نعمت خدا کی طرف سے ایک امتحان ہے کہ بندہ اسے لیکر کہاں تک منعم حقیقی کو پہچانتا اور اس کا شکر ادا کرتا ہے۔ اگر ناشکری کی گئی تو یہ ہی نعمت قسمت بن کر وبال جان ہو جائے گی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یہ جانچ ہے کہ عقل اس کی دوڑنے لگتی ہے تا اپنی عقل پر بہکے۔ وہ ہی عقل رہتی ہے اور آفت آ پہنچتی ہے۔" پھر کسی کے ٹالے نہیں ٹلتی۔

◆ چنانچہ قارون نے یہ ہی کہا تھا۔ اس کا جو حشر ہوا وہ پہلے گذر چکا۔

وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَآءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ؕ

اور جو گنہگار ہیں ان میں سے ان پر بھی اب پڑتی ہیں برائیاں جو کمائی ہیں

وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۵۱﴾ اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ

اور وہ نہیں تھکانے والے (۱) اور کیا نہیں جان چکے کہ اللہ پھیلاتا ہے (پھیلا دیتا ہے) روزی

لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾

جس کے واسطے چاہے اور ماپ کر دیتا ہے البتہ اس میں پتے ہیں ان لوگوں کے واسطے جو مانتے ہیں (۲)

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ

کہہ دے اے بندو میرے جنہوں نے کہ زیادتی کی ہے اپنی جان پر آس مت توڑو اللہ کی

رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ

مہربانی سے بے شک اللہ بخشتا ہے سب گناہ وہ جو ہے وہی ہے

الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ

گناہ معاف کرنے والا مہربان (۳) اور رجوع ہو جاؤ اپنے رب کی طرف اور اس کی حکم برداری کرو پہلے

قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَاتَّبِعُوْٓا

اس سے کہ آئے تم پر عذاب پھر کوئی تمہاری مدد کو نہ آئے گا (۴) اور چلو

اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ

بہتر بات پر جو اتری تمہاری طرف تمہارے رب سے پہلے اس سے کہ پہنچے تم پر

الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ

عذاب اچانک اور تم کو خبر نہ ہو (۵) کہیں (کبھی) کہنے لگے کوئی جی (شخص)

◆۱ یعنی جیسے پہلے مجرموں پر ان کی شرارتوں کا وبال پڑا، موجود الوقت مشرکین پر بھی پڑنے والا ہے۔ جس وقت اللہ تعالیٰ ان کو سزا دینا چاہے گا یہ روپوش ہو کر یا اور کسی تدبیر سے اس کو تھکا نہیں سکتے۔

◆۲ **فراخی و تنگی مقبولیت کا معیار نہیں** یعنی دنیا میں محض روزی کا کشادہ یا تنگ ہونا کسی شخص کے مقبول یا مردود ہونے کی دلیل نہیں ہوسکتی۔ نہ روزی کا ملنا کچھ عقل و ذہانت اور علم ولیاقت پر منحصر ہے۔ دیکھ لو کتنے بیوقوف یا بدمعاش چین اڑا رہے ہیں، اور کتنے عقلمند اور نیک آدمی فاقے کھینچتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ''یعنی عقل دوڑانے اور تدبیر کرنے میں کوئی کمی نہیں کرتا پھر ایک کو روزی کشادہ ہے ایک کو تنگ۔ جان لو کہ (صرف) عقل کا کام نہیں'' (کہ اپنے اوپر روزی کشادہ کرلے) بلکہ یہ تقسیم رزاق حقیقی کی حکمت و مصلحت کے تابع اور اسی کے ہاتھ میں ہے۔

◆۳ **اللہ کی بے پایاں رحمت کا اعلان** یہ آیت ارحم الراحمین کی رحمت بے پایاں اور عفو و درگذر کی شان عظیم کا اعلان کرتی ہے اور سخت سے سخت مایوس العلاج مریضوں کے حق میں اکسیر شفاء کا حکم رکھتی ہے۔ مشرک، ملحد، زندیق، مرتد، یہودی، نصرانی، مجوسی، بدعتی، بدمعاش، فاسق، فاجر کوئی ہو آیت ہذا کو سننے کے بعد خدا کی رحمت سے بالکلیہ مایوس ہوجانے اور آس توڑ کر بیٹھ جانے کی اس کے لئے کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ اللہ جس کے چاہے سب گناہ معاف کرسکتا ہے کوئی اس کا ہاتھ نہیں پکڑ سکتا۔ پھر بندہ ناامید کیوں ہو۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اس کے دوسرے اعلانات میں تصریح کردی گئی کہ کفر و شرک کا جرم بدون توبہ کے معاف نہیں کرے گا۔ لہٰذا '' اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا '' کو '' لِمَنْ يَّشَاۗءُ '' کے ساتھ مقید سمجھنا ضروری ہے کما قال تعالیٰ '' اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ '' (نساء۔ رکوع ۱۸) اس تقیید سے یہ لازم نہیں آتا کہ بدون توبہ کے اللہ تعالیٰ کوئی چھوٹا بڑا قصور معاف ہی نہ کرسکے اور نہ یہ مطلب ہوا کہ کسی جرم کے لئے توبہ کی ضرورت ہی نہیں۔ بدون توبہ کے سب گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔ قید صرف مشیت کی ہے اور مشیت کے متعلق دوسری آیات میں بتلا دیا گیا کہ وہ کفر و شرک سے بدون توبہ کے متعلق نہ ہوگی۔ چنانچہ آیت ہذا کی شان نزول بھی اس پر دلالت کرتی ہے۔ جیسا کہ اگلی آیت کے فائدہ سے معلوم ہوگا۔

◆۴ **توبہ و انابت کا حکم** مغفرت کی امید دلا کر یہاں سے توبہ کی طرف متوجہ فرمایا۔ یعنی گذشتہ غلطیوں پر نادم ہو کر اور اللہ کے بے پایاں جود و کرم سے شرما کر کفر و عصیان کی راہ چھوڑ دو، اور اس رب کریم کی طرف رجوع ہو کر اپنے کو بالکلیہ اسی کے سپرد کردو۔ اس کے احکام کے سامنے نہایت عجز و اخلاص کے ساتھ گردن ڈال دو۔ اور خوب سمجھ لو کہ حقیقت میں نجات محض اس کے فضل سے ممکن ہے۔ ہمارا رجوع و انابت بھی بدون اس کے فضل و کرم کے میسر نہیں ہوسکتا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ''جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کیا۔ جو کفار دشمنی میں لگے رہے تھے سمجھے کہ لاریب اس طرف اللہ ہے۔ یہ سمجھ کر اپنی غلطیوں پر پچھتائے۔ لیکن شرمندگی سے مسلمان نہ ہوئے کہ اب ہماری مسلمانی کیا قبول ہوگی۔ دشمنی کی لڑائیاں لڑے اور کتنے خدا پرستوں کے خون کئے۔ تب اللہ نے یہ فرمایا کہ ایسا گناہ کوئی نہیں جس کی توبہ اللہ قبول نہ کرے، ناامید مت ہو، توبہ کرو اور رجوع ہو، بخشے جاؤ گے مگر جب سر پر عذاب آیا یا موت نظر آنے لگی اس وقت کی توبہ قبول نہیں۔'' نہ اس وقت کوئی مدد کو پہنچ سکتا ہے۔

◆۵ **عذاب سے پہلے قرآن کی اطاعت کرو** بہتر بات سے مراد قرآن کریم ہے۔ یعنی قرآنی ہدایات پر چل کر عذاب آنے سے پہلے اپنے مستقبل کی روک تھام کرلو۔ ورنہ معائنہ عذاب کے بعد کچھ تدارک نہ ہوسکے گا نہ کوئی تدبیر بن پڑے گی۔ عذاب الٰہی اس طرح ایک دم آدبائے گا کہ خبر بھی نہ ہوگی کہاں سے آگیا۔

يٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِىْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ

اے افسوس | اس بات پر کہ میں کوتاہی کرتا رہا | اللہ کی طرف سے | اور میں تو

السّٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِىْ لَكُنْتُ مِنَ

ہنستا ہی رہا ۱ | یا کہنے لگے | اگر اللہ مجھ کو راہ دکھاتا | تو میں ہوتا

الْمُتَّقِيْنَ ﴿۵۷﴾ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِىْ

ڈرنے والوں میں ۲ | یا کہنے لگے | جب دیکھے عذاب کو | کسی طرح مجھ کو

كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾ بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِىْ

پھر جانا ملے | تو میں ہو جاؤں نیکی والوں میں ۳ | کیوں نہیں پہنچ چکے تھے تیرے پاس میرے حکم

فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۹﴾ وَيَوْمَ

پھر تو نے ان کو جھٹلایا | اور غرور کیا | اور تو تھا منکروں میں ۴ | اور

الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ

قیامت کے دن | تو دیکھے ان کو جو جھوٹ بولتے ہیں | اللہ پر | کہ ان کے منہ ہوں سیاہ ۵

اَلَيْسَ فِىْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۶۰﴾ وَيُنَجِّى اللّٰهُ الَّذِيْنَ

کیا نہیں دوزخ میں ٹھکانا | غرور والوں کا ۶ | اور بچائے گا اللہ ان کو جو

اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۫ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَللّٰهُ

ڈرتے رہے | ان کے بچاؤ کی جگہ | نہ لگے ان کو برائی | اور نہ وہ غمگین ہوں ۷ | اللہ

خَالِقُ كُلِّ شَىْءٍ ۫ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۶۲﴾ لَهٗ مَقَالِيْدُ

بنانے والا ہے ہر چیز کا | اور وہ ہر چیز کا ذمہ لیتا ہے | اسی کے پاس ہیں کنجیاں

۱ **محشر میں کفار کی ندامت** یعنی ہوا وہوس، رسم وتقلید اور دنیا کے مزوں میں پڑ کر خدا کو کچھ سمجھا ہی نہیں۔ اس کے دین کی اور پیغمبروں کی اور جس ہولناک انجام سے پیغمبر ڈرایا کرتے تھے، سب کی ہنسی اڑاتا رہا۔ ان چیزوں کی کوئی حقیقت ہی نہ سمجھی۔ افسوس خدا کے پہچاننے اور اس کا حق ماننے میں میں نے کس قدر کوتاہی کی جس کے نتیجہ میں آج یہ براوقت دیکھنا پڑا۔ (یہ بات کافر محشر میں کہے گا اور اگر آیت کا مضمون کفار وعصاۃ کو عام رکھا جائے تو "وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ" کے معنی "عَمِلْتُ عَمَلَ سَاخِرٍ مُسْتَهْزِئٍ" کے ہوں گے۔ (کما فسّربه ابن کثیرؒ)

۲ جب حسرت وافسوس سے کام نہ چلے گا تو اپنا دل بہلانے کے لئے یہ عذر لنگ پیش کرے گا کہ کیا کہوں خدا نے مجھ کو ہدایت نہ کی۔ وہ ہدایت کرنا چاہتا تو میں بھی آج متقین کے درجہ میں پہنچ جاتا (اس کا جواب آگے آتا ہے۔ "بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِيْ" الخ) اور ممکن ہے یہ کلام بطریق اعتذار واحتجاج نہ ہو بلکہ محض اظہار یاس کے طور پر ہو۔ یعنی میں اپنی سوء استعداد اور بدتمیزی کی وجہ سے اس لائق نہ تھا کہ اللہ مجھ کو راہ دکھا کر منزل مقصود تک پہنچا دیتا۔ اگر مجھ میں اہلیت واستعداد ہوتی اور اللہ میری دستگیری فرماتا تو میں بھی آج متقین کے زمرہ میں شامل ہوتا۔

۳ **دوبارہ دنیا میں آنے کی تمنا** جب حسرت اور اعتذار دونوں بیکار ثابت ہوں گے اور دوزخ کا عذاب آنکھوں کے سامنے آجائے گا اس وقت شدت اضطراب سے کہے گا کہ کسی طرح مجھ کو ایک مرتبہ پھر دنیا میں جانے کا موقع دیا جائے تو دیکھو میں کیسا نیک بن کر آتا ہوں۔

۴ **کفار کی یہ تمنا بھی غلط ہے** یعنی غلط کہتا ہے کیا اللہ نے راہ نہیں دکھلائی تھی اور اپنے پیغمبروں کو نشانات اور احکام دیکر نہیں بھیجا تھا مگر تو نے تو ان کی کوئی بات ہی نہیں کی۔ جو کچھ کہا محض غرور اور تکبر سے اسے جھٹلاتا رہا تیری شیخی قبول حق سے مانع رہی۔ اور بات یہ ہے کہ اللہ کو ازل سے معلوم تھا کہ تو اس کی آیات کا انکار کرے گا۔ اور تکبر و سرکشی سے پیش آئے گا، تیرے مزاج وطبیعت کی افتاد ہی ایسی ہے۔ اگر ہزار مرتبہ دنیا کی طرف لوٹایا جائے تب بھی اپنی حرکات سے باز نہیں آسکتا۔ "وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ" (انعام۔ رکوع ۳) ایسے لوگوں کی نسبت خدائی عادت نہیں کہ ان کو عروس کامیابی سے ہمکنار کرے۔

۵ **قیامت میں مکذبین کے چہرے کالے ہوں گے** اللہ کی طرف سے جو سچی بات آئے اس کو جھٹلانا یہ ہی اللہ پر جھوٹ بولنا ہے۔ کیونکہ جھٹلانے والا دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ نے فلاں بات نہیں کہی۔ حالانکہ واقع میں کہی ہے۔ اس جھوٹ کی سیاہی قیامت کے دن ان کے چہروں پر ظاہر ہوگی۔

۶ **تکبر کا ٹھکانہ دوزخ ہے** پہلے "فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ" میں دو صفتیں کافر کی بیان ہوئی تھیں۔ تکذیب جو مشتمل ہے کذب پر اور استکبار وغرور، یہاں بتلا دیا کہ کذب و دروغ سے انکے منہ کالے ہوں گے اور غرور وتکبر کا ٹھکانا دوزخ کے سوا کہیں نہیں۔

۷ **متقین کا مقام** یعنی اللہ تعالیٰ متقین کو انکے ازلی فوز وسعادت کی بدولت کامیابی کے اس بلند مقام پر پہنچائے گا۔ جہاں ہر قسم کی برائیوں سے محفوظ اور ہر طرح کے فکر وغم سے آزاد ہوں۔

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ

آسمانوں کی اور زمین کی اور جو منکر ہوئے ہیں اللہ کی باتوں سے وہ لوگ

هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۳﴾ قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا

جو ہیں وہی ہیں ٹوٹے میں پڑے ◆ تو کہہ اب اللہ کے سوا کسی کو بتلاتے ہو کہ پوجوں اے

الْجٰهِلُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ

نادانو ◆ اور حکم ہو چکا ہے تجھ کو اور تجھ سے اگلوں کو

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۵﴾

کہ اگر تو نے شریک مان لیا تو اکارت جائیں گے تیرے عمل اور تو ہوگا ٹوٹے میں پڑا

بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ

نہیں بلکہ اللہ ہی کو پوج اور رہ حق ماننے والوں میں ◆ اور نہیں سمجھے اللہ کو

حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ

جتنا کچھ وہ ہے ◆ اور زمین ساری ایک مٹھی ہے اس کی دن قیامت کے

السَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۷﴾

اور آسمان لپٹے ہوئے ہوں اس کے داہنے ہاتھ میں وہ پاک ہے اور بہت اوپر ہے اس سے کہ (اس کا) شریک بتلاتے ہیں ◆

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي

اور پھونکا جائے صور میں پھر بے ہوش ہو جائے جو کوئی ہے آسمانوں میں اور

الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ

زمین میں مگر جس کو اللہ چاہے پھر پھونکی جائے دوسری بار تو فوراً وہ

ع ۶ / ۲

۱ **کفر کرنے والے ہی گھاٹے میں ہیں** یعنی ہر چیز کو اس نے پیدا کیا اور پیدا کرنے کے بعد اس کی بقاء و حفاظت کا ذمہ دار بھی وہ ہی ہوا اور زمین و آسمان کی تمام چیزوں میں تصرف و اقتدار بھی اسی کو حاصل ہے کیونکہ سب خزانوں کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں۔ پھر ایسے خدا کو چھوڑ کر آدمی کہاں جائے۔ چاہئے کہ اسی کے غضب سے ڈرے اور اسی کی رحمت کا امیدوار رہے۔ کفر و ایمان اور جنت و دوزخ سب اسی کے زیر تصرف ہیں۔ اس کی باتوں سے منکر ہو کر آدمی کا کہیں ٹھکانا نہیں۔ کیا اس سے منحرف ہو کر آدمی کسی فلاح کی امید رکھ سکتا ہے۔

۲ **آنحضرت ﷺ کو شرک کی دعوت اور اسکا جواب** یعنی انتہائی نادانی اور حماقت و جہالت یہ ہے کہ آدمی خدا کو چھوڑ کر دوسروں کی پرستش کرے اور پیغمبر خدا سے (معاذ اللہ) یہ طمع رکھے کہ وہ اس کے راستہ پر آ جائیں گے۔ بعض روایات میں ہے کہ مشرکین نے حضورؐ کو اپنے دیوتاؤں کی پرستش کی طرف بلایا تھا۔ اس کے جواب میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

۳ **آنحضرت ﷺ کو نصیحت** یعنی عقلی حیثیت سے دیکھا جائے کہ تمام چیزوں کا پیدا کرنا باقی رکھنا اور ان میں ہر قسم کے تصرفات کرتے رہنا صرف اللہ کا کام ہے تو عبادت کا مستحق بجز اس کے کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور نقلی حیثیت سے لحاظ کرو تو تمام انبیاء اللہ اور ادیان سماویہ توحید کی صحت اور شرک کے بطلان پر متفق ہیں بلکہ ہر نبی کو بذریعہ وحی بتلا دیا گیا ہے کہ (آخرت میں) مشرک کے تمام اعمال اکارت ہیں اور شرک کا انجام خالص حرمان و خسران کے سوا کچھ نہیں۔ لہٰذا انسان کا فرض ہے کہ وہ ہر طرف سے ہٹ کر ایک خدائے قدوس کو پوجے اور اس کا شکر گذار و وفادار بندہ بنے۔ اس سے عظمت و جلال و سمجھے۔ عاجز و حقیر مخلوق کو اس کا شریک نہ ٹھہرائے۔ اس کو اسی طرح بزرگ و برتر مانے جیسا وہ واقع میں ہے۔

۴ **مشرکین اللہ کو نہیں سمجھتے** یعنی مشرکین نے اس کی عظمت و جلال اور بزرگی و برتری کو وہاں تک نہ سمجھا اور ملحوظ نہ رکھا جہاں تک ایک بندہ کو سمجھنا اور ملحوظ رکھنا چاہئے تھا۔ اس کی شان رفیع اور مرتبہ بلند کا اجمالی تصور رکھنے والا، کیا عاجز محتاج مخلوق حتی کہ پتھر کی بے جان مورتیوں کو اس کا شریک تجویز کر سکتا ہے۔ حاشا وکلا۔ آگے اس کی بعض شئون عظمت و جلال کا بیان ہے۔

۵ **زمین و آسمان ایک مٹھی میں** یعنی جسکی عظمت شان کا یہ حال ہے کہ قیامت کے دن کل زمین اس کی ایک مٹھی میں اور سارے آسمان کاغذ کی طرح لپٹے ہوئے ایک ہاتھ میں ہونگے۔ اس کی عبادت میں بے جان یا عاجز محتاج مخلوق کو شریک کرنا کہاں تک روا ہوگا۔ وہ شرکا تو خود اس کی مٹھی میں پڑے ہیں۔ جس طرح چاہے ان پر تصرف کرے۔ ذرا کان یا زبان نہیں ہلا سکتے۔ تنبیہ "مَطْوِیّٰتٌ بِیَمِیْنِہٖ" کے متعلق سورۂ "انبیاء" کی آیت "یَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءَ" الخ کا حاشیہ دیکھنا چاہئے۔ اور "یمین" وغیرہ الفاظ متشابہات میں سے ہیں جن پر بلا کیف ایمان رکھنا واجب ہے۔ بعض احادیث میں ہے وَکِلْتَا یَدَیْہِ یَمِیْنٌ (اس کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں) اس سے تجسم تحیز اور جہت وغیرہ کی نفی ہوتی ہے۔

قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ

کھڑے ہو جائیں ہر طرف دیکھتے ﴿۱﴾ اور چمکنے زمین اپنے رب کے نور سے اور لا دھریں

الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ

دفتر اور حاضر آئیں پیغمبر اور گواہ اور فیصلہ ہو ان میں

بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ

انصاف سے اور ان پر ظلم نہ ہوگا ﴿۲﴾ اور پورا ملے ہر جی (شخص) کو جو اس نے کیا ﴿۳﴾

وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۰﴾ ع وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى

ع ۷ / ۴

اور اس کو خوب خبر ہے جو کچھ کرتے ہیں ﴿۴﴾ اور ہانکے جائیں جو منکر تھے

جَهَنَّمَ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ

دوزخ کی طرف گروہ گروہ ﴿۵﴾ یہاں تک کہ جب پہنچ جائیں اس پر کھولے جائیں اس کے دروازے ﴿۶﴾ اور کہنے لگیں

لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ

ان کو اس کے داروغہ ﴿۷﴾ کیا نہ پہنچے تھے تمہارے پاس رسول تم میں کے ﴿۸﴾ پڑھتے تھے (سناتے تھے تم کو) تم پر

اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا

باتیں تمہارے رب کی اور ڈراتے تم کو تمہاری ملاقات سے اس دن کی بولیں

بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۱﴾

کیوں نہیں پر ثابت ہوا حکم عذاب کا منکروں پر ﴿۹﴾

قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ

حکم ہووے کہ داخل ہو جاؤ دروازوں میں دوزخ کے سدا رہنے کو اس میں سو کیا بری جگہ ہے

۱ **تیسرا نفخ صور** حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "ایک بار نفخ صور ہے عالم کے فنا کا، دوسرا ہے زندہ ہونے کا، یہ تیسرا بعد حشر کے ہے بیہوشی کا، چوتھا خبردار ہونے کا، اس کے بعد اللہ کے سامنے سب کی پیشی ہوگی۔" اھ بتغییر یسیر۔ لیکن اکثر علمائے محققین کے نزدیک کل دو مرتبہ نفخ صور ہوگا۔ پہلی مرتبہ میں سب کے ہوش اڑ جائیں گے۔ پھر زندے تو مردہ ہو جائیں گے اور جو مر چکے تھے ان کی ارواح پر بیہوشی کی کیفیت طاری ہو جائے گی۔ بعدہ دوسرا نفخہ ہوگا جس سے مردوں کی ارواح ابدان کی طرف واپس آ جائیں گی اور بیہوشوں کو افاقہ ہوگا۔ اس وقت محشر کے عجیب و غریب منظر کو حیرت زدہ ہو کر تکتے رہیں گے۔ پھر خداوند قدوس کی پیشی میں تیزی کے ساتھ حاضر کئے جائیں گے **تنبیہ** اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰہُ سے بعض نے جبریل، میکائیل، اسرافیل اور ملک الموت مراد لئے ہیں۔ بعض نے ان کے ساتھ حملۃ العرش کو بھی شامل کیا ہے۔ بعض کے نزدیک انبیاء و شہداء مراد ہیں۔ واللہ اعلم بہرحال یہ استثناء اس نفخہ کے وقت ہوگا۔ اس کے بعد ممکن ہے ان پر بھی فنا طاری کر دی جائے۔ "لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ" (المومن۔ رکوع ۲)

۲ **حساب کیلئے حق تعالیٰ کا نزول** یعنی اس کے بعد حق تعالیٰ حساب کے لئے اپنی شان کے مناسب نزول اجلال فرمائیں گے (کما ورد فی بعض روایات الدر المنثور) اس وقت حق تعالیٰ کی تجلی اور نور بے کیف سے محشر کی زمین چمک اٹھے گی حساب کا دفتر کھلے گا۔ سب کے اعمالنامے سامنے رکھ دیئے جائیں گے۔ انبیاء علیہم السلام اور دوسرے گواہ دربار میں حاضر ہونگے اور ہر شخص کے اعمال کا نہایت انصاف سے ٹھیک ٹھیک فیصلہ سنایا جائے گا۔ کسی پر کسی طرح کی زیادتی نہ ہوگی **تنبیہ** "شہداء" سے مراد علاوہ انبیاء علیہم السلام کے فرشتے، امت محمدیہ کے لوگ اور انسان کے ہاتھ پاؤں وغیرہ سب ہو سکتے ہیں۔ اور حضرت شاہ صاحبؒ نے برامت کے نیک آدمی مراد لئے ہیں۔

۳ یعنی نیکی کے بدلہ میں کمی اور بدی کے بدلہ میں زیادتی نہ ہوگی جس کا جتنا اچھا یا برا عمل ہے سب خدا کے علم میں ہے اسی کے موافق بدلہ ملے گا۔ جس کی کچھ تفصیل آگے آتی ہے۔

۴ یعنی گواہ آتے ہیں ان کے الزام کو۔ ورنہ اللہ سے کیا چیز پوشیدہ ہے۔ (کذا فی الموضح)

۵ **کفار کو دوزخ کی طرف ذلت سے ہانکا جائے گا** یعنی تمام کافروں کو دھکے دے کر نہایت ذلت و خواری کے ساتھ دوزخ کی طرف ہانکا جائے گا۔ اور چونکہ کفر کے اقسام و مراتب بہت ہیں، ہر قسم اور ہر درجہ کے کافروں کا گروہ الگ الگ کر دیا جائے گا۔

۶ جس طرح دنیا میں جیلخانہ کا پھاٹک کھلا نہیں رہتا جب کسی قیدی کو داخل کرنا ہوتا ہے کھول کر داخل کرتے اور پھر بند کر دیتے ہیں۔ ایسے ہی وہاں جس وقت دوزخی دوزخ کے قریب پہنچیں گے دروازے کھول کر اس میں دھکیل دیا جائے گا۔ اس کے بعد دروازے بند کر دیئے جائیں گے۔ کما قال تعالیٰ "عَلَیْھِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَۃٌ" (ھمزہ)

۷ **دوزخ کے فرشتوں کی ملامت** یعنی جو فرشتے دوزخ کے محافظ ہیں وہ کفار سے بطور ملامت یہ کہیں گے۔

۸ یعنی جن سے تم کو بسبب ہم جنس ہونے کے فیض لینا بہت آسان تھا۔

۹ یعنی پیغمبر کیوں نہیں آئے۔ ضرور آئے ہم کو اللہ کی باتیں سنائیں، اور آج کے دن سے بہت کچھ ڈرایا لیکن ہماری بدبختی اور نالائقی کہ ہم نے ان کا کہنا نہ مانا، آخر خدا کی اٹل تقدیر سامنے آئی اور عذاب کا حکم ہم کافروں پر ثابت ہو کر رہا۔ "فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِھِمْ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِیْرِ"

مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى

رہنے کی غروروالوں کو ﴿۱﴾ اور ہانکے جائیں وہ لوگ جو ڈرتے رہے تھے اپنے رب سے

الْجَنَّةِ زُمَرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ

جنت کو گروہ گروہ ﴿۲﴾ یہاں تک کہ جب پہنچ جائیں اس پر اور کھولے جائیں اس کے دروازے اور کہنے لگیں

لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ﴿۷۳﴾

ان کو داروغہ اس کے سلام پہنچے تم پر تم لوگ پاکیزہ ہو سو داخل ہو جاؤ اس میں سدا رہنے کو ﴿۳﴾

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا

اور وہ بولیں شکر اللہ کا جس نے سچا کیا ہم سے اپنا وعدہ ﴿۴﴾ اور وارث کیا ہم کو

الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ

اس زمین کا ﴿۵﴾ گھر لے لیویں بہشت میں سے جہاں چاہیں ﴿۶﴾ سو کیا خوب بدلا ہے

الْعٰمِلِيْنَ ﴿۷۴﴾ وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ

محنت کرنے والوں کا اور تو دیکھے فرشتوں کو گھر رہے ہیں عرش کے

الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ

گرد پاکی بولتے ہیں اپنے رب کی خوبیاں اور فیصلہ ہوتا ہے ان میں انصاف کا

وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۵﴾

اور یہی بات کہتے ہیں کہ سب خوبی ہے اللہ کی جو رب ہے سارے جہان کا ﴿۷﴾

ع ۸ ۵

اٰيَاتُهَا ۸۵ (۴۰) سُوْرَةُ الْمُؤْمِنِ مَكِّيَّةٌ (۶۰) رُكُوْعَاتُهَا ۹

سورۂ مومن مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں پچاسی آیتیں ہیں اور نو رکوع

۱ یعنی تم نے شیخی اور غرور میں آ کر اللہ کی بات نہ مانی۔ اب ہمیشہ دوزخ میں پڑے اس کا مزہ چکھتے رہو۔

۲ یعنی ایمان وتقویٰ کے مدارج چونکہ متفاوت ہیں ہر درجہ کے مومنین متقین کی جماعت الگ ہوگی اور ان سب جماعتوں کو نہایت شوق دلا کر جلدی جلدی جنت کی طرف روانہ کیا جائے گا۔

۳ **اہل جنت کا استقبال واکرام** یعنی جس طرح مہمانوں کے لئے انکی آمد سے پہلے مہمان خانہ کا دروازہ کھلا رکھا جاتا ہے، جنتی وہاں پہنچ کر جنت کے دروازے کھلے پائیں گے۔ کما قال فی موضع آخر "مُفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ" (صٓ۔ رکوع ۴) اور خدا کے فرشتے نہایت اعزاز واکرام کے ساتھ کلمات سلام وثناء وغیرہ سے ان کا استقبال کریں گے اور جنت میں رہنے کی بشارت سنائیں گے۔

۴ **اہل جنت کا شکر** یعنی خدا کا شکر جو وعدے انبیاء کی زبانی دنیا میں کئے گئے تھے آج اپنی آنکھوں سے دیکھ لئے۔

۵ یعنی جنت کی زمین کا۔

۶ **جنت میں جہاں چاہو رہو** حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "ان کو حکم ہے جہاں چاہیں رہیں لیکن ہر کوئی وہی جگہ چاہے گا جو اس کے واسطے پہلے سے رکھی ہے۔" اور بعض کے نزدیک مراد یہ ہے کہ جنت میں سیر وملاقات کے لئے کہیں آنے جانے کی روک ٹوک نہ ہوگی۔

۷ **عرش کے گرد ملائکہ کا ہجوم** یعنی حق تعالیٰ جب حساب کتاب کے لئے نزول اجلال فرمائیں گے۔ اس وقت فرشتے عرش کے گرداگرد حلقہ باندھے اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے ہونگے اور تمام بندوں میں ٹھیک ٹھیک انصاف کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ جس پر ہر طرف سے جوش وخروش کے ساتھ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" کا نعرہ بلند ہوگا۔ یعنی ساری خوبیاں اس خدا کو زیبا ہیں جو تمام عالم کا پروردگار ہے (جس نے سارے جہان کا ایسا عمدہ فیصلہ کیا) اسی نعرہ تحسین پر دربار برخاست ہو جائے گا۔ عموماً مفسرین نے آیت کا یہی مطلب بیان کیا ہے لیکن حضرت شاہ صاحبؒ نے آیت کو حالت راہنہ پر حمل کیا اور قُضِیَ بَیْنَهُمْ کی ضمیر ملائکہ کی طرف راجع کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ "فرشتوں میں فیصلہ یہ کہ ہر ایک فرشتہ (ملأ اعلیٰ میں) اپنے قاعدہ سے ایک تدبیر بولتا ہے (کما یشیر الیہ اختصام الملأ الاعلی و تفصیلہ فی حجۃ اللّٰہ البالغۃ) پھر اللہ تعالیٰ ایک کی بات جاری کرتا ہے۔ وہی ہوتی ہے حکمت کے موافق۔ یہ ماجرا اب بھی ہے اور قیامت میں بھی۔" واللّٰہ تعالٰی اعلم بالصواب. تم سورۃ الزمر بعون اللّٰہ وتوفیقہ وللّٰہ الحمد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

حٰمٓ ۝١ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝٢

حٰمٓ اتارنا کتاب کا اللہ سے ہے جو زبردست ہے خبردار

غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي

گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا (۱) سخت عذاب دینے والا

الطَّوْلِ ۗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۗ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝٣ مَا يُجَادِلُ

مقدور والا (۲) کسی کی بندگی نہیں سوائے اس کے اسی کی طرف پھر جانا ہے (۳) وہی جھگڑتے ہیں

فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ

اللہ کی باتوں میں جو منکر ہیں (۴) سو تجھ کو دھوکا نہ دے (دھوکے میں نہ ڈالے) یہ بات کہ وہ چلتے پھرتے ہیں

فِي الْبِلَادِ ۝٤ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ

شہروں میں (ان کا چلنا پھرنا شہروں میں) (۵) جھٹلا چکے ہیں ان سے پہلے قوم نوح کی اور کتنے فرقے ان سے

بَعْدِهِمْ ۠ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۢ بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ وَ

پیچھے اور ارادہ کیا ہر امت نے اپنے رسول پر کہ اس کو پکڑ لیں اور

جٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ ۣ فَكَيْفَ

لانے لگے جھوٹے جھگڑے کہ اس سے ڈگا دیں سچے دین کو پھر میں نے ان کو پکڑ لیا پھر کیسا ہوا

كَانَ عِقَابِ ۝٥ وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى

میرا سزا دینا (۶) اور اسی طرح ٹھیک ہو چکی بات تیرے رب کی

سورۃ المؤمن

۱ **توبہ کی فضیلت** یعنی توبہ قبول کر کے گناہوں سے ایسا پاک وصاف کر دیتا ہے۔ گویا کبھی گناہ کیا ہی نہ تھا۔ اور مزید برآں توبہ کو مستقل طاعت قرار دیکر اس پر اجر عنایت فرماتا ہے۔

۲ یعنی بے حد قدرت ووسعت اور غنا والا جو بندوں پر انعام واحسان کی بارشیں کرتا رہتا ہے۔

۳ جہاں پہنچ کر ہر ایک کو اپنے کئے کا بدلہ ملے گا۔

۴ یعنی اللہ کی باتیں اور اسکی عظمت وقدرت کے نشان ایسے نہیں جن میں کوئی جھگڑا کیا جائے۔ مگر جن لوگوں نے یہ ہی ٹھان لی ہے کہ روشن سے روشن دلائل وبراہین اور کھلی کھلی باتوں کا بھی انکار کیا جائے وہ ہی سچی باتوں میں ناحق جھگڑے ڈالتے ہیں۔

۵ **منکرین کی دنیوی حالت سے دھوکا نہ کھاؤ** یعنی ایسے منکرین کا انجام تباہی اور ہلاکت ہے۔ گو فی الحال وہ شہروں میں چلتے پھرتے اور کھاتے پیتے نظر آتے ہیں اس سے دھوکا نہ کھانا چاہئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امہال واستدراج ہے کہ چندروز چل پھر کر دنیا کے مزے اڑالیں، یا تجارتیں اور سازشیں کر لیں۔ پھر ایک روز غفلت کے نشہ میں پوری طرح مخمور ہو کر پکڑے جائیں گے۔ اگلی قوموں کا حال بھی یہ ہی ہوا۔

۶ **پچھلی قوموں کے حال سے عبرت** یعنی ہر ایک امت کے شریروں نے اپنے پیغمبر کو پکڑ کر قتل کرنے یا ستانے کا ارادہ کیا اور چاہا کہ جھوٹے ڈھکوسلے کھڑے کر کے سچے دین کو شکست دیں، اور حق کی آواز کو ابھرنے نہ دیں، لیکن ہم نے ان کا داؤ چلنے نہ دیا اور اس کے بجائے کہ وہ پیغمبروں کو پکڑتے ہم نے ان کو پکڑ کر سخت سزائیں دیں، پھر دیکھ لو ہماری سزا کیسی ہوئی کہ ان کی بیخ وبنیاد باقی نہ چھوڑی۔ آج بھی ان تباہ شدہ قوموں کے کچھ آثار کہیں کہیں موجود ہیں، ان ہی کو دیکھ کر انسان ان کی تباہی کا تصور کر سکتا ہے۔

الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ أَصْحَابُ النَّارِ ۝٦ الَّذِينَ يَحْمِلُونَ

منکروں پر — کہ یہ ہیں دوزخ والے ۝۱ — جو لوگ اٹھا رہے ہیں

الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ

عرش کو — اور جو اس کے گرد ہیں — پاکی بولتے ہیں اپنے رب کی خوبیاں — اور اس پر یقین رکھتے ہیں

بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ

اور گناہ بخشواتے ہیں ایمان والوں کے ۝۲ — اے پروردگار ہمارے ہر چیز سمائی ہوئی ہے

رَحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ

تیری بخشش — اور خبر (آگاہی) میں — سو معاف کر ان کو جو توبہ کریں — اور چلیں تیری راہ پر

وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ۝٧ رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنَّاتِ عَدْنٍ

اور بچا ان کو آگ کے عذاب سے ۝۳ — اے رب ہمارے اور داخل کر ان کو سدا بسنے (ہمیشہ رہنے) کے باغوں میں

الَّتِي وَعَدْتَهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَ

جن کا وعدہ کیا تو نے ان سے — اور جو کوئی نیک ہو ان کے باپوں میں — اور عورتوں میں — اور

ذُرِّيَّاتِهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝٨ وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ ۚ

اولاد میں — بے شک تو ہی ہے زبردست حکمت والا ۝۴ — اور بچا ان کو برائیوں سے

وَمَنْ تَقِ السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهُ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ

اور جس کو تو بچائے برائیوں سے — اس دن — اس پر مہربانی کی تو نے — اور یہ جو ہے یہی ہے

الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝٩ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللَّهِ

بڑی مراد پانی ۝۵ — جو لوگ منکر ہیں — ان کو پکار کر کہیں گے — اللہ بیزار ہوتا تھا

۱ **موجودہ منکرین بھی اہل دوزخ ہیں** یعنی جس طرح اگلی قوموں پر عذاب آنے کی بات پوری اتر چکی، موجود الوقت منکروں پر بھی اتری ہوئی سمجھو۔ اور جس طرح پیغمبروں کے اعلان کے موافق کافروں پر دنیوی عذاب آکر رہا، تیرے رب کی یہ بات بھی ثابت شدہ حقیقت ہے کہ آخرت میں ان لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔ **تنبیہ** بعض نے "اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ" کو "لِاَنَّهُمْ" کے معنی میں لے کر یہ مطلب بیان کیا ہے کہ گذشتہ منکروں کی طرح موجودہ منکروں پر بھی اللہ کی بات ٹھیک ہے کیونکہ یہ بھی اصحاب النار میں سے ہیں۔

۲ **مومنین کیلئے فرشتوں کا استغفار** پہلی آیات میں مجرمین ومنکرین کا حال زبوں بیان ہوا تھا۔ یہاں ان کے مقابل مومنین دعائین کا فضل وشرف بیان کرتے ہیں۔ یعنی عرش عظیم کو اٹھانے والے اور اس کے گرد طواف کرنے والے بیشمار فرشتے جن کی غذا صرف حق تعالیٰ کی تسبیح وتحمید ہے اور جو مقربین بارگاہ ہونے کی وجہ سے اعلیٰ درجہ کا ایمان ویقین رکھتے ہیں، وہ اپنے پروردگار کے آگے مومنین کے لئے استغفار کرتے ہیں سبحان اللہ! اس عزت افزائی اور شرف واحترام کا کیا ٹھکانا ہے کہ فرش خاک پر رہنے والے مومنین سے جو خطائیں اور لغزشیں ہوگئیں ملائکہ کروبیین بارگاہ احدیت میں ان کے لئے غائبانہ معافی چاہیں۔ اور جب ان کی شان میں "وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ" آیا ہے تو وہ حق تعالیٰ کی طرف سے اس کام پر مامور ہونگے۔

۳ **فرشتوں کے استغفار کا مضمون** یہ فرشتوں کے استغفار کی صورت بتلائی۔ یعنی بارگاہ احدیت میں یوں عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار آپ کا علم اور رحمت ہر چیز کو محیط ہے پس جو کوئی تیرے علم محیط میں برائیوں کو چھوڑ کر سچے دل سے تیری طرف رجوع ہوا اور تیرے راستہ پر چلنے کی کوشش کرتا ہو، اگر اس سے بمقتضائے بشریت کچھ کمزوریاں اور خطائیں سرزد ہو جائیں، آپ اپنے فضل ورحمت سے اس کو معاف فرمادیں۔ نہ دنیا میں ان پر دارو گیر ہو اور نہ دوزخ کا منہ دیکھنا پڑے باقی جو مسلمان توبہ وانابت کی راہ اختیار نہ کرے اس کا یہاں ذکر نہیں۔ آیت ہذا اس کی طرف سے ساکت ہے۔ بظاہر حاملین عرش ان کے حق میں دعا نہیں کرتے۔ اللہ کا ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟ یہ دوسری نصوص سے طے کرنا چاہئے۔

۴ **اہل جنت کے اقربا کیلئے فرشتوں کی دعا** یعنی اگرچہ بہشت ہر کسی کو اپنے عمل سے ملتی ہے (جیسا کہ یہاں بھی وَمَنْ صَلَحَ کی قید سے ظاہر ہے) بدون اپنے ایمان وصلاح کے بیوی، بیٹا اور ماں باپ کام نہیں آتے لیکن تیری جنتیں ایسی بھی ہیں کہ ایک کے سبب سے کتنوں کو ان کے عمل سے زیادہ اعلیٰ درجہ پر پہنچادے۔ کما قال تعالیٰ۔ "وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ" (طور۔ رکوع ۱) اور گہری نظر سے دیکھا جائے تو حقیقت میں وہ بھی ان ہی کے کسی عمل قلبی کا بدلہ ہو۔ مثلاً وہ آرزو رکھتے ہوں کہ ہم بھی اسی مرد صالح کی چال چلیں۔ یہ نیت اور نیکی کی حرص اللہ کے ہاں مقبول ہو جائے یا اس مرد صالح کے اکرام ومدارات ہی کی ایک صورت یہ ہو کہ اس کے ماں باپ اور بیوی بچے بھی اس کے درجہ میں رکھے جائیں۔

۵ یعنی محشر میں ان کو کوئی برائی (مثلاً گھبراہٹ اور پریشانی وغیرہ) لاحق نہ ہو۔ اور یہ عظیم الشان کامیابی صرف تیری خاص مہربانی ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ بعض مفسرین نے سیئات سے اعمال سیئہ مراد لئے ہیں یعنی آگے کو انہیں برے کاموں سے محفوظ فرمادے اور ان کی خوایسی کردے کہ برائی کی طرف نہ جائیں۔ ظاہر ہے جو آج یہاں برائی سے بچ گیا اس پر تیرا فضل ہو گیا۔ وہ ہی آخرت میں اعلیٰ کامیابی حاصل کرے گا۔ اس تفسیر پر يَوْمَئِذٍ کا ترجمہ بجائے "اس دن" کے "اس دن" ہونا چاہئے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "یعنی تیری مہر ہی ہو کہ برائیوں سے بچے۔ اپنے عمل سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ تھوڑی بہت برائی سے کون خالی ہے۔" یہ الفاظ دونوں تفسیروں پر چسپاں ہو سکتے ہیں۔

أَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ أَنْفُسَكُمْ إِذْ تُدْعَوْنَ إِلَى الْإِيْمَانِ

زیادہ اس سے جو تم بیزار ہوئے ہو اپنے جی سے جس وقت تم کو بلاتے تھے یقین لانے کو

فَتَكْفُرُوْنَ ۝١٠ قَالُوْا رَبَّنَآ أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا

پھر تم منکر ہوتے تھے ◆ بولیں گے (کہیں گے) اے رب ہمارے تو موت دے چکا ہم کو دوبار اور زندگی دے چکا

اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ إِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ

دوبار ◆ اب ہم قائل ہوئے اپنے گناہوں کے ◆ پھر اب بھی ہے نکلنے کو کوئی

سَبِيْلٍ ۝١١ ذٰلِكُمْ بِأَنَّهٗ إِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَإِنْ

راہ ◆ یہ تم پر اس واسطے ہے کہ جب کسی نے پکارا (کوئی پکارتا) اللہ کو اکیلا تو تم منکر ہوتے اور جب

يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ۚ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ۝١٢ هُوَ

اس کے ساتھ پکارتے شریک کو تو تم یقین لانے لگتے اب حکم وہی جو کرے اللہ سب سے اوپر (اونچا) بڑا ◆ وہی ہے

الَّذِيْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ۚ

تم کو دکھلاتا اپنی نشانیاں اور اتارتا ہے تمہارے واسطے آسمان سے روزی

وَمَا يَتَذَكَّرُ إِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ ۝١٣ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ

اور سوچ وہی کرے جو رجوع رہتا ہو ◆ سو پکارو اللہ کو خالص کر کر

لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝١٤ رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ

اس کے واسطے بندگی اور پڑے برا مانیں منکر ◆ وہی ہے اونچے درجوں والا

ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ أَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ

مالک عرش کا اتارتا ہے بھید کی بات اپنے حکم سے جس پر چاہے اپنے

۱ **منکرین سے اللہ کی بیزاری کا اعلان** یہ قیامت کے دن کہیں گے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ''یعنی آج تم اپنے (نفس سے بیزار ہو اور) اپنے جی کو پھٹکارتے ہو۔ دنیا میں جب کفر کرتے تھے (اس وقت) اللہ اس سے زیادہ تم کو پھٹکارتا تھا (اور تمہاری حرکات سے بیزار تھا) اسی کا بدلہ آج پاؤ گے''، اور بعض مفسرین نے ''مَقْتٌ'' کا زمانہ ایک مراد لے کر یوں معنی کئے ہیں کہ تم کو دنیا میں بار بار ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا اور تم بار بار کفر کرتے تھے۔ آج اس کی سزا بھگتنے کے وقت جس قدر تم اپنے جانوں سے بیزار ہو رہے ہو اللہ اس سے زیادہ تم سے بیزار ہے۔

۲ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ''پہلے مٹی تھے یا نطفہ، تو مردے ہی تھے۔ پھر جان پڑی تو زندہ ہوئے، پھر مرے۔ پھر زندہ کر کے اٹھائے گئے۔ یہ ہیں دو موتیں اور دو حیاتیں۔ قال تعالیٰ۔ ''کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَکُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ ثُمَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ'' (بقرہ۔ رکوع ۳) وقیل غیر ذٰلک والا ظہر ھو ھذا۔

۳ **منکرین کا دوسری موت اور حیات کا اقرار** یعنی انکار کیا کرتے تھے کہ مرنے کے بعد پھر جینا نہیں۔ نہ حساب کتاب ہے نہ کوئی اور قصہ۔ اسی لئے گناہوں اور شرارتوں پر جری ہوتے تھے۔ اب دیکھ لیا کہ جس طرح پہلی موت کے بعد آپ نے ہم کو زندہ کیا اور عدم سے نکال کر وجود عطا فرمایا، دوسری موت کے بعد بھی پیغمبروں کے ارشاد کے موافق دوبارہ زندگی بخشی۔ آج بعث بعد الموت کے وہ سب مناظر جن کا ہم انکار کیا کرتے تھے سامنے ہیں اور بجز اس کے چارہ نہیں کہ ہم اپنی غلطیوں اور خطاؤں کا اعتراف کریں۔

۴ **تیسری حیات کی درخواست** یعنی افسوس اب تو بظاہر یہاں سے چھوٹ کر نکل بھاگنے کی کوئی راہ نظر نہیں آتی۔ ہاں آپ قادر ہیں کہ جہاں دو مرتبہ موت و حیات دے چکے ہیں، تیسری مرتبہ ہم کو پھر دنیا کی طرف واپس بھیج دیں۔ تا اس مرتبہ وہاں سے ہم خوب نیکیاں سمیٹ کر لائیں۔

۵ **کفار کیلئے ہلاکت ابدی کا فیصلہ** یعنی بیشک اب دنیا کی طرف واپس کئے جانے کی کوئی صورت نہیں۔ اب تو تم کو اپنے اعمال سابقہ کا خمیازہ بھگتنا ہے۔ تمہارے متعلق ہلاکت ابدی کا یہ فیصلہ اس لئے ہوا ہے کہ تم نے اکیلے سچے خدا کی پکار پر کبھی کان نہ دھرا۔ ہمیشہ اس کا یا اس کی وحدانیت کا انکار ہی کرتے رہے۔ ہاں کسی جھوٹے خدا کی طرف بلائے گئے تو فوراً آمنا وصدقنا کہہ کر اس کے پیچھے ہو لئے۔ اس سے تمہاری خو اور طبیعت کی افتاد کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ اگر ہزار مرتبہ بھی واپس کیا جائے، پھر وہی کفر و شرک کما کر لاؤ گے بس آج تمہارے جرم کی ٹھیک سزا یہی حبس دوام ہے جو اس بڑے زبردست خدا کی عدالت عالیہ سے جاری کی گئی۔ جس کا کہیں آگے مرافعہ (اپیل) نہیں۔ اس سے چھوٹنے کی تمنا عبث ہے۔

۶ **رزق رسانی میں اللہ کی نشانیاں** یعنی اس کی عظمت و وحدانیت کی نشانیاں ہر چیز میں ظاہر ہیں ایک اپنی روزی ہی کے مسئلہ کو آدمی سمجھ لے جس کا سامان آسمان سے ہوتا رہتا ہے تو سب کچھ سمجھ میں آ جائے۔ لیکن جب ادھر رجوع ہی نہ ہو اور غور و فکر سے کام ہی نہ لے تو کیا خاک سمجھ حاصل ہو سکتی ہے۔

۷ یعنی بندوں کو چاہئے سمجھ سے کام لیں۔ اور ایک خدا کی طرف رجوع ہو کر اسی کو پکاریں، اس کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کریں بیشک مخلص بندوں کے اس موحدانہ طرز عمل سے کافر و مشرک ناک بھوں چڑھائیں گے کہ سارے دیوتا اڑا کر صرف ایک ہی خدا رہنے دیا گیا۔ مگر پکا موحد وہی ہے جو مشرکین کے مجمع میں توحید کا نعرہ بلند کرے۔ اور ان کے برا ماننے کی اصلا پروانہ کرے۔

عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ﴿۱۵﴾ يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ

بندوں میں ◈ تا کہ وہ ڈرائے ملاقات کے دن سے ◈ جس دن وہ لوگ نکل کھڑے ہونگے ◈

لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۭ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۭ

چھپی نہ رہے گی (پوشیدہ نہ ہوگی) اللہ پر ان کی کوئی چیز ◈ کس کا راج ہے اس دن

لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا

اللہ کا جو اکیلا ہے دباؤ والا ◈ آج بدلے ملے گا ہر جی کو جیسا

كَسَبَتْ ۭ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۷﴾

اس نے کمایا بالکل ظلم نہیں آج بے شک اللہ جلد لینے والا ہے حساب

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ

اور خبر سنا دے ان کو اس نزدیک آنے والے دن کی جس وقت دل پہنچیں گے گلوں کو

كٰظِمِيْنَ ۥ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ

تو وہ دبا رہے ہونگے ◈ کوئی نہیں گنہگاروں کا دوست اور نہ سفارشی

يُّطَاعُ ﴿۱۸﴾ يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ﴿۱۹﴾

کہ جس کی بات مانی جائے ◈ وہ جانتا ہے چوری کی نگاہ اور جو کچھ چھپا ہوا ہے سینوں میں

وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ۭ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ

اور اللہ فیصلہ کرتا ہے انصاف سے ◈ اور جن کو پکارتے ہیں اس کے سوائے

لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۲۰﴾ ع

نہیں فیصلہ کرتے کچھ بھی بے شک اللہ جو ہے وہی ہے سننے والا دیکھنے والا ◈

۱ **القائے روح** ''بھید کی بات'' سے وحی مراد ہے جو اول انبیاء علیہم السلام پر اترتی ہے اور ان کے ذریعہ سے دوسرے بندوں کو پہنچ جاتی ہے۔ چنانچہ قیامت تک اسی طرح پہنچتی رہے گی۔

۲ یعنی جس دن تمام اولین و آخرین مل کر اللہ تعالیٰ کی پیشی میں حاضر ہونگے اور ہر ایک شخص اپنے اچھے یا برے عمل سے ملاقات کرے گا۔

۳ **میدان حشر** یعنی قبروں سے نکل کر ایک کھلے کف دست میدان میں حاضر ہونگے۔ جہاں کوئی آڑ پہاڑ حائل نہ ہوگا۔

۴ یعنی خوب سمجھ لو اس حاکم اعلیٰ کے دربار میں حاضر ہونا ہے جس پر تمہاری کوئی حالت پوشیدہ نہیں۔ سب ظاہر و باطن احوال کھول کر رکھ دیئے جائیں گے۔

۵ یعنی اس دن تمام وسائط و حجب اٹھ جائیں گے۔ ظاہری اور مجازی رنگ میں بھی کسی کی بادشاہت نہ رہے گی۔ اسی اکیلے شہنشاہ مطلق کا راج ہوگا جس کے آگے ہر ایک طاقت دبی ہوئی ہے۔

۶ **حشر میں دلوں کی گھبراہٹ** یعنی خوف اور گھبراہٹ سے دل دھڑک کر گلوں تک پہنچ رہے ہوں گے اور لوگ دونوں ہاتھوں سے ان کو پکڑ کر دبائیں گے کہ کہیں سانس کے ساتھ باہر نہ نکل پڑیں۔

۷ یعنی ایسا کوئی سفارشی نہیں ہوگا جس کی بات ضرور ہی مانی جائے۔ سفارش وہ ہی کر سکے گا جس کو اجازت ہو۔ اور اسی کے حق میں کرے گا جس کے لئے پسند ہو۔

۸ **اللہ دلوں کے راز اور آنکھوں کی خیانت جانتا ہے** یعنی مخلوق سے نظر بچا کر چوری چھپے سے کسی پر نگاہ ڈالی یا کن انکھیوں سے دیکھا یا دل میں کچھ نیت کی یا کسی بات کا ارادہ یا خیال آیا، ان میں سے ہر چیز کو اللہ جانتا ہے۔ اور فیصلہ انصاف سے کرتا ہے۔

۹ **بت فیصلہ نہیں کر سکتے** یعنی فیصلہ کرنا اس کا کام ہوسکتا ہے جو سننے اور جاننے والا ہو۔ بھلا یہ پتھر کی بیجان مورتیں جنہیں تم خدا کہہ کر پکارتے ہو کیا خاک فیصلہ کریں گی۔ پھر جو فیصلہ بھی نہ کر سکے وہ خدا کس طرح ہوا۔

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

کیا وہ پھرے نہیں ملک میں کر دیکھتے انجام کیسا ہوا ان کا

الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ

جو تھے ان سے پہلے وہ تھے ان سے (زیادہ) سخت زور میں اور

اٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَمَا كَانَ

نشانیوں میں جو چھوڑ گئے زمین میں ◆۱ پھر ان کو پکڑا اللہ نے ان کے گناہوں پر اور نہ ہوا

لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۲۱﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ

ان کو اللہ سے کوئی بچانے والا ◆۲ یہ اس لیے کہ ان کے پاس آتے تھے

رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ قَوِيٌّ

ان کے رسول کھلی نشانیاں لے کر پھر منکر ہو گئے تو ان کو پکڑا اللہ نے بے شک وہ زور آور ہے

شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَ

سخت عذاب دینے والا ◆۳ اور ہم نے بھیجا موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر اور

سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۳﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا

کھلی سند ◆۴ فرعون اور ہامان اور قارون کے پاس ◆۵ پھر کہنے لگے

سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۲۴﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا

یہ جادوگر ہے جھوٹا ◆۶ پھر جب پہنچا ان کے پاس لے کر سچی بات ہمارے پاس سے بولے

اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ ؕ

مار ڈالو بیٹے ان کے جو یقین لائے ہیں اس کے ساتھ اور جیتی رکھو (زندہ چھوڑ دو) ان کی عورتیں ◆۷

۱ یعنی بڑے مضبوط قلعے، عالی شان عمارتیں اور مختلف قسم کی یادگاریں۔

۲ یعنی جب دنیا کے عذاب سے کوئی نہ بچا سکا، آخرت میں کون بچائے گا۔

۳ **انبیاء کی تکذیب رسوائی اور ہلاکت ہے** | یعنی تم بھی ان کی طرح رسول کی تکذیب کر کے فلاح نہیں پا سکتے آخر رسوا اور ہلاک ہوگے اور خداوند قدوس اپنے زور وقوت سے پیغمبر کو غالب و منصور فرمائے گا۔ اسی مناسبت سے آگے موسیٰ اور فرعون کا قصہ بیان کرتے ہیں۔

۴ **سلطان مبین** | "نشانیوں" سے معجزات اور "کھلی سند" سے شاید ان میں کے مخصوص و ممتاز معجزات مراد ہوں یا "کھلی سند" معجزات کے سوا دوسری قسم کے دلائل و براہین کو فرمایا۔ یا "آیات" سے تعلیمات واحکام اور "سلطان مبین" سے معجزات مراد لئے جائیں۔ یا "سلطان مبین" اس قوت قدسیہ اور مخصوص تائید ربانی کا نام ہو جس کے آثار پیغمبروں میں ہر دیکھنے والے کو نمایاں طور پر نظر آیا کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

۵ ہامان وزیر تھا فرعون کا اور قارون بنی اسرائیل میں سب سے بڑا مالدار اور تاجر تھا جو موسیٰ علیہ السلام کے خلاف فرعون کی مرضی پر چلتا تھا۔ پہلے اس کا قصہ گذر چکا۔

۶ **حضرت موسیٰؑ پر جادوگری کا الزام** | یعنی جادوگر ہے معجزات دکھانے میں اور جھوٹا ہے دعویٰ رسالت میں۔ یہ بعض نے کہا ہوگا اور دوسروں نے اس کی تصدیق کی ہوگی۔

۷ **بیٹے قتل کرنے کا حکم** | یہ حکم اب دوسری مرتبہ موسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کے بعد دیا۔ تاکہ بنی اسرائیل کی تذلیل وتوہین کریں، ان کی تعداد گھٹائیں اور ان کے دلوں میں یہ خیال جما دیں کہ یہ سب مصیبت ان پر موسیٰ کی بدولت آئی ہے۔ یہ خیال کر کے لوگ ان کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ اور دہشت انگیزی کی پالیسی کامیاب ہو جائے گی۔ آگے پتہ نہیں اس حکم پر عمل ہوا یا نہیں۔

وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۝۲۵ وَقَالَ فِرْعَوْنُ

اور جو داؤ ہے منکروں کا — سو غلطی میں ① — اور بولا فرعون

ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ

مجھ کو چھوڑو — کہ مار ڈالوں موسیٰ کو — اور پڑا پکارے اپنے رب کو ② — میں ڈرتا ہوں — کہ

يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ ۝۲۶

بگاڑ دے تمہارا دین (تمہاری راہ) — یا پھیلائے — ملک میں — خرابی ③

وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ

اور کہا موسیٰ نے — میں پناہ لے چکا ہوں — اپنے اور تمہارے رب کی — ہر غرور والے سے ④

لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ۝۲۷ وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ

جو یقین نہ کرے — حساب کے دن کا ⑤ — اور بولا — ایک مرد ایماندار

مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ

فرعون کے لوگوں میں — جو چھپاتا تھا اپنا ایمان — کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو — اس بات پر کہ

يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ۭ

کہتا ہے میرا رب اللہ ہے — اور لایا تمہارے پاس کھلی نشانیاں — تمہارے رب کی

وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا

اور اگر وہ جھوٹا ہوگا — تو اس پر پڑے گا اس کا جھوٹ — اور اگر وہ سچا ہوگا

يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ

تو تم پر پڑے گا — کوئی نہ کوئی وعدہ جو تم سے کرتا ہے ⑥ — بے شک اللہ راہ نہیں دیتا — اس کو

۱ یعنی ایسے داؤ پیچ اور تدبیروں سے کیا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے مخلص بندوں کی مدد فرما کر منکرین کے سب منصوبے غلط کر دیتا ہے۔

۲ **فرعون کی شقاوت اور بدبختی** حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "فرعون نے کہا مجھ کو چھوڑو۔ شاید اس کے ارکان سلطنت مار ڈالنے کا مشورہ نہ دیتے ہوں گے۔ کیونکہ معجزہ دیکھ کر ڈر گئے تھے کہیں اس کا رب بدلہ نہ لے۔" فرعون خود بھی دل میں ڈرا ہوا اور سہا ہوا تھا۔ لیکن لوگوں پر اپنی قوت و شجاعت کا اظہار کرنے کے لئے انتہا درجہ کی شقاوت اور بے حیائی سے ایسا کہہ رہا تھا۔ تا کہ لوگ سمجھیں کہ اس کو قتل سے کوئی چیز مانع نہیں۔ اور اس کے ارادہ کو کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔

۳ یعنی اسے زندہ چھوڑ دیا گیا تو دینی اور دنیوی دونوں طرح کے نقصان کا اندیشہ ہے۔ ممکن ہے یہ اپنے وعظ و تلقین سے تمہارے مذہبی طور و طریق کو جو پہلے سے چلا آتا ہے بگاڑ ڈالے یا سازش وغیرہ کا جال پھیلا کر ملک میں بدامنی پھیلا دے جس کا انجام یہ ہو کہ تمہاری (یعنی قبطیوں کی) حکومت کا خاتمہ ہو کر ملک بنی اسرائیل کے ہاتھ میں چلا جائے۔

۴ **حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پیغمبرانہ جواب** حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب ان کے مشوروں کی خبر پہنچی تو اپنی قوم سے فرمایا کہ مجھے ان دھمکیوں کی مطلق پروا نہیں۔ فرعون اکیلا تو کیا، ساری دنیا کے متکبرین و جبارین جمع ہو جائیں تب بھی میرا اور تمہارا پروردگار ان کے شر سے بچانے کے لئے کافی ہے۔ میں اپنے کو تنہا اسی کی پناہ میں دے چکا ہوں۔ وہی یہاں حامی و مددگار ہے کما قال تعالیٰ "لَا تَخَافَآ اِنَّنِیْ مَعَکُمَآ اَسْمَعُ وَ اَرٰی" (طٰہٰ۔ رکوع ۲) بھلا اس کی حمایت و امداد کے بعد کسی فرد و انسان کا کیا ڈر۔

۵ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "جس کو حساب کا یقین ہو وہ ظلم کاہے کو کرے گا۔"

۶ **آل فرعون میں سے ایک مردِ مومن کی حمایت** یعنی ایک مرد مومن جس نے فرعون اور اس کی قوم سے اپنا ایمان ابھی تک مخفی رکھا تھا ذَرُوْنِیْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰی کے جواب میں بول اٹھا کیا تم ایک شخص کا ناحق خون کرنا چاہتے ہو اس بات پر کہ وہ صرف ایک اللہ کو اپنا رب کیوں کہتا ہے۔ حالانکہ وہ اپنے دعوے کی صداقت کے کھلے کھلے نشان تم کو دکھلا چکا۔ اور اس کے قتل کی تم کو کچھ ضرورت بھی نہیں۔ بلکہ ممکن ہے تمہارے لئے مضر ہو۔ فرض کرو وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ثابت ہوا تو اتنے بڑے جھوٹ پر ضرور اللہ اس کو ہلاک یا رسوا کر کے چھوڑے گا۔ خدا کی عادت نہیں کہ وہ ایسے کاذب کو برابر پھولتے پھلتے دے۔ دنیا کو التباس سے بچانے کے لئے یقیناً ایک روز اس کی قلعی کھول دی جائے گی۔ ایسے مدعی کے بربادی کا وقت آئے گا تو دنیا اس کی رسوائی و ناکامی اور کذب و دروغ کا تماشا دیکھ لے گی۔ اور تم کو خواہی نخواہی اس کے خون میں ہاتھ رنگنے کی ضرورت نہ رہے گی اور اگر واقع میں وہ سچائی پر ہے تو دنیا و آخرت کے جس عذاب سے وہ اپنے مکذبین کو ڈراتا ہے یقیناً اس کا کچھ نہ کچھ حصہ تم کو ضرور پہنچ کر رہے گا۔ لہٰذا پہلی شق پر اس کے قتل میں جلدی کرنے کی ضرورت نہیں اور دوسری شق پر اس کا قتل کرنا سراسر موجب نقصان و خسران ہے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "یعنی اگر جھوٹا ہے تو جس پر جھوٹ بولتا ہے وہی سزا دے رہے گا۔ اور شاید سچا ہو تو اپنی فکر کرو۔" **تنبیہ** یہ تقریر اس صورت میں ہے جب کسی مفتری کا کذب صریحاً ظاہر نہ ہوا ہو۔ اور اگر مدعی نبوت کا کذب و افترا دلائل و براہین سے روشن ہو جائے تو بلاشبہ واجب القتل ہے۔ اس زمانہ میں جبکہ پیغمبر عربی ﷺ کا خاتم النبیین ہونا دلائل قطعیہ سے ثابت ہو چکا اگر کوئی شخص مدعی نبوت بنکر کھڑا ہوگا تو چونکہ اس کا یہ دعویٰ ایک قطعی الثبوت عقیدہ کی تکذیب کرتا ہے۔ لہٰذا اس کے متعلق کسی قسم کے تأمل و تردد اور امہال و انتظار کی گنجائش نہ ہوگی۔

هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿۲۸﴾ يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ

جو ہو بے لحاظ جھوٹا ۱ اے میری قوم آج تمہارا راج ہے

ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۡ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ

چڑھ رہے ہو ملک میں پھر کون مدد کرے گا ہماری اللہ کی آفت سے

اِنْ جَآءَنَا ۭ قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى وَمَآ

اگر آ گئی ہم پر ۲ بولا فرعون میں تو وہی بات سجھاتا ہوں تم کو جو سوجھی مجھ کو اور وہی

اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۲۹﴾ وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ

راہ بتلاتا ہوں جس میں بھلائی ہے ۳ اور کہا اس (اس) ایماندار نے اے قوم میری

اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ﴿۳۰﴾ مِثْلَ دَاْبِ

میں ڈرتا ہوں کہ آئے تم پر دن (وقت) اگلے فرقوں کا سا جیسے حال ہوا

قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۭ وَمَا

قوم نوح کا اور عاد اور ثمود کا اور جو لوگ ان کے پیچھے ہوئے اور

اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ﴿۳۱﴾ وَيٰقَوْمِ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ

اللہ بے انصافی نہیں چاہتا بندوں پر ۴ اور اے قوم میری میں ڈرتا ہوں کہ تم پر آئے

يَوْمَ التَّنَادِ ﴿۳۲﴾ يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ

دن ہانک پکار کا (چیخ پکار کا) ۵ جس دن بھاگو گے پیٹھ پھیر کر ۶ کوئی نہیں تم کو اللہ سے

مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾

بچانے والا اور جس کو غلطی میں ڈالے اللہ تو کوئی نہیں اس کو سمجھانے والا ۷

۱ یعنی موسیٰ اگر بالفرض جھوٹا ہوتا تو ہرگز اُس کا اللہ راہ نہ دیتا کہ وہ برابر ایسے ایسے معجزات دکھاتا رہے اور کامیابی میں ترقی کرتا چلا جائے۔ اور اگر تم جھوٹے ہو کہ ایک سچے کو جھوٹا بتلا رہے ہو تو انجام کار اللہ تعالیٰ تم کو ذلیل و ناکام کرے گا۔

۲ **آلِ فرعون کو نصیحت** یعنی اپنے سامانوں اور لشکروں پر مغرور مت ہو۔ آج تمہاری یہ شان و شکوہ ہے لیکن کل اگر خدا کے عذاب نے آگھیرا تو کوئی بچانے والا نہ ملے گا۔ یہ سب ساز و سامان یوں ہی رکھے رہ جائیں گے۔

۳ **فرعون کا جواب** یعنی تمہاری تقریر سے میرے خیالات تبدیل نہیں ہوئے۔ جو کچھ میرے نزدیک مصلحت ہے وہی تم کو سمجھا رہا ہوں۔ میرے خیال میں بہتری کا راستہ یہی ہے کہ اس شخص کا قصہ پہلے ہی قدم پر ختم کر دیا جائے۔

۴ **مردِ مومن کی فہمائش** یعنی اگر تم اسی طرح تکذیب و عداوت پر جمے رہے تو سخت اندیشہ ہے کہ تم کو بھی کہیں وہی دن دیکھنا نہ پڑے جو پہلی قومیں اپنے انبیاء کا مقابلہ کر کے دیکھ چکی ہیں۔ یاد رکھو اللہ کے ہاں بے انصافی نہیں۔ اگر ایسے سخت جرائم پر تم کو یا دوسری قوموں کو اس نے تباہ کیا تو وہ عین عدل و انصاف کے تقاضا سے ہوگا۔ کونسی حکومت ہے جو اپنے سفراء کو قتل اور رسوا ہوتے دیکھتی رہے۔ اور قاتلین و معاندین سے انتقام نہ لے۔

۵ **یوم التناد سے ڈرو** عموماً مفسرین "یَوْمَ التَّنَادِ" (ہانک پکار کے دن) سے قیامت کا دن مراد لیتے ہیں جبکہ محشر میں جمع ہونے اور حساب دینے کے لئے سب کی پکار ہوگی۔ اور اہلِ جنت، اہلِ نار اور اہلِ اعراف ایک دوسرے کو پکاریں گے اور آخر میں ندا آئے گی۔ "یَـآ اَھْلَ الْجَنَّۃِ خُلُوْدٌ لَا مَوْتَ وَیَـآ اَھْلَ النَّارِ خُلُوْدٌ لَا مَوْتَ۔" کما ورد فی الحدیث۔ لیکن حضرت شاہ صاحبؒ نے "یَوْمَ التَّنَادِ" سے وہ دن مراد لیا ہے جس میں فرعونیوں پر عذاب آیا۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ "ہانک پکار کا دن ان پر آیا۔ جس دن بحر قلزم میں غرق ہوئے۔ اس وقت ڈوبتے ہوئے ایک دوسرے کو پکارنے لگا۔ (شاید) یہ اس مردِ مومن کو کشف سے معلوم ہوا ہوگا یا قیاس سے کہ ہر قوم پر عذاب اسی طرح آتا ہے۔"

۶ یعنی محشر سے پیٹھ پھیر کر دوزخ کی طرف بھگائے جاؤ گے یا نزولِ عذاب کے وقت اس سے بھاگنے کی ناکام کوشش کرو گے۔

۷ یعنی میں تم کو سب نشیب و فراز پوری طرح سمجھا چکا۔ اس پر بھی تم نہ مانو تو سمجھ لو کہ تمہارے عناد و کجروی کی شامت سے اللہ تعالیٰ نے ارادہ ہی کر لیا ہے کہ تم کو تمہاری پسند کردہ غلطی اور گمراہی میں پڑا رہنے دے پھر ایسے شخص کے سمجھنے کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ

اور تمہارے پاس آچکا ہے یوسف اس سے پہلے کھلی باتیں لے کر پھر تم رہے

فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ؕ حَتّٰۤى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ

دھوکے ہی میں ان چیزوں سے جو وہ تمہارے پاس لیکر آیا یہاں تک کہ جب مر گیا لگے کہنے ہرگز

يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ

نہ بھیجے گا اللہ اس کے بعد کوئی رسول ۱ اسی طرح بھٹکاتا ہے اللہ

مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُۨ ۝۳۴ ۚۖ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْۤ

اس کو جو ہو بیباک شک کرنے والا وہ جو کہ جھگڑتے ہیں

اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ؕ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَ

اللہ کی باتوں میں بغیر کسی سند کے جو پہنچی ہو ان کو بڑی بیزاری ہے (اس جھگڑنے سے) اللہ کے یہاں اور

عِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ

ایمانداروں کے یہاں ۲ اسی طرح مہر کر دیتا ہے (لگا دیتا ہے) اللہ ہر دل پر

مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ۝۳۵ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ

غرور والے سرکش کے ۳ اور بولا فرعون کہ اے ہامان بنا میرے واسطے

صَرْحًا لَّعَلِّيْۤ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ۝۳۶ ۙ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ

ایک اونچا محل شاید میں جا پہنچوں رستوں میں رستوں میں آسمانوں کے

فَاَطَّلِعَ اِلٰۤى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ؕ وَكَذٰلِكَ

پھر جھانک کر دیکھوں موسیٰ کے معبود کو ۴ اور میری اٹکل میں تو وہ جھوٹا ہے ۵ اور اسی طرح

۱ **حضرت یوسفؑ کے حال سے مرد مومن کا استدلال** یعنی چلو قصہ ختم ہوا۔ نہ یہ رسول تھا نہ اب اس کے بعد کوئی رسول آنے والا ہے۔ گویا سرے سے سلسلہ رسالت ہی کا انکار رہا۔ لیکن حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "حضرت یوسف کی زندگی میں (مصر والے ان کی نبوت کے) قائل نہ ہوئے۔ ان کی موت کے بعد جب مصر کی سلطنت کا بندوبست بگڑا تو کہنے لگے یوسف کا قدم اس شہر پر کیا مبارک تھا۔ ایسا نبی (آئندہ) کوئی نہ آئے گا۔ یا وہ انکار یا یہ اقرار۔ یہ ہی اسراف اور زیادہ گوئی ہے۔" مرد مومن کی غرض یہ تھی کہ نعمت کی قدر زوال کے بعد ہوتی ہے۔ فی الحال تم کو موسیٰ کی قدر نہیں۔

۲ **اللہ کی آیات میں جھگڑے** یعنی بدون حجت عقلیہ ونقلیہ کے اللہ کی باتوں میں جھگڑے ڈالتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر زیادتی اور بیہا کی کیا ہوگی۔ اسی لئے اللہ اور اس کے ایماندار بندے ان لوگوں سے سخت بیزار ہیں جو سبب ہے ان کے انتہائی ملعون ہونے کا۔

۳ **مغرور لوگوں کے دلوں پر مہر** جو لوگ حق کے سامنے غرور سے گردن نہ جھکائیں اور پیغمبروں کے ارشادات سن کر سر نیچا نہ کریں آخر کار ان کے دلوں پر اللہ تعالیٰ اسی طرح مہر کر دیتا ہے کہ پھر قبول حق اور نفوذ خیر کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔

۴ **فرعون کا انتہائی تمسخر** یہ اس ملعون کی انتہائی بے شرمی اور بے باکی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شاید اللہ تعالیٰ کی صفت علو وغیرہ کو سن کر یہ قرار دیا ہوگا کہ موسیٰ کا خدا آسمان پر رہتا ہے۔ اسی پر یہ استہزاء وتمسخر شروع کر دیا۔ سچ ہے چیونٹی کی موت آتی ہے تو پر لگ جاتے ہیں۔ سورۂ "قصص" میں اس مقام کی تقریر گذر چکی۔

۵ یعنی دعوائے رسالت میں بھی اور اس دعوے میں بھی کہ سارے جہان کا کوئی اور معبود ہے۔ مجھے تو اپنے سوا دوسرا نظر نہیں آتا۔ کما قال مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرِیْ (قصص۔ رکوع ۴)

زُیِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِیْلِ ؕ وَمَا

بھلے دکھلا دیئے فرعون کو اس کے برے کام اور روک دیا گیا سیدھی راہ سے ① اور

کَیْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِیْ تَبَابٍ ﴿۳۷﴾ وَقَالَ الَّذِیْٓ اٰمَنَ

جو داؤ تھا فرعون کا سو تباہ ہونے کے واسطے (ہونے کو) ② اور کہا اسی (اس) ایماندار نے

یٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِیْلَ الرَّشَادِ ﴿۳۸﴾ یٰقَوْمِ اِنَّمَا

اے قوم راہ چلو میری پہنچادوں تم کو نیکی کی راہ پر ③ اے میری قوم

هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا مَتَاعٌ ؗ وَّ اِنَّ الْاٰخِرَةَ هِیَ دَارُ

یہ جو زندگی ہے دنیا کی سو کچھ برت لینا ہے (فائدہ اٹھالینا ہے) اور وہ گھر جو پچھلا ہے وہی ہے جم کر

الْقَرَارِ ﴿۳۹﴾ مَنْ عَمِلَ سَیِّئَةً فَلَا یُجْزٰٓی اِلَّا مِثْلَهَا ۚ

رہنے کا گھر ④ جس نے کی ہے برائی تو وہی بدلہ پائے گا اس کے برابر

وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَهُوَ مُؤْمِنٌ

اور جس نے کی ہے بھلائی مرد ہو یا عورت اور وہ یقین رکھتا ہو

فَاُولٰٓئِكَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ یُرْزَقُوْنَ فِیْهَا بِغَیْرِ

سو وہ لوگ جائیں گے بہشت میں روزی پائیں گے وہاں

حِسَابٍ ﴿۴۰﴾ وَیٰقَوْمِ مَا لِیْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَی النَّجٰوةِ وَ

بے شمار ⑤ اور اے قوم مجھ کو کیا ہوا ہے بلاتا ہوں تم کو نجات کی طرف اور

تَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَی النَّارِ ﴿۴۱﴾ تَدْعُوْنَنِیْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَ

بلاتے ہو مجھ کو تم آگ کی طرف ⑥ تم بلاتے ہو مجھ کو کہ منکر ہو جاؤں اللہ سے اور

ع ۴ / ۹ النصف

برے کام کرتے کرتے آدمی کی یوں ہی عقل ماری جاتی ہے اور ایسی ہی مضحکہ خیز حرکتیں کرنے لگتا ہے جس کے بعد راہ پر آنے کی کوئی صورت نہیں رہتی۔ یہ ہی حال فرعون کا ہوا۔

فرعون کی ناکامی یعنی فرعون کے جس قدر داؤ پیچ اور منصوبے یا مشورے تھے سب بے حقیقت تھے۔ خود اپنی ہی تباہی کے لئے۔ موسیٰ کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکا۔

آل فرعون کو مرد مومن کی دعوت چونکہ فرعون نے کہا تھا۔ " وَمَآ اَهۡدِيۡكُمۡ اِلَّا سَبِيۡلَ الرَّشَادِ " اس کے جواب میں مرد مومن نے کہا کہ " سبیل الرشاد " (بھلائی اور بہتری کا راستہ) وہ نہیں جو فرعون تجویز کرتا ہے۔ بلکہ تم میرے پیچھے چلے آؤ، تا بہتری کے راستہ پر چلنا نصیب ہو۔

دنیا و آخرت کی حقیقت یعنی فانی و زائل زندگی اور چند روزہ عیش و بہار میں پڑ کر آخرت کو نہ بھولو۔ دنیا کی زندگی بہر حال بھلی بری طرح ختم ہونے والی ہے۔ اس کے بعد وہ زندگی شروع ہوگی جس کا کبھی خاتمہ نہیں۔ عاقل کا کام یہ ہے کہ یہاں رہتے ہوئے اس کی درستی کی فکر کرے ورنہ ہمیشہ کی تکلیف میں مبتلا رہنا پڑے گا۔

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

نجات کا مدار اعمال صالحہ پر ہے یہ اخروی زندگی کی تھوڑی سی تفصیل بتلا دی کہ وہ کس طرح درست ہو سکتی ہے۔ معلوم ہوا کہ وہاں ایمان اور عمل صالح درکار ہیں۔ مال و متاع کو کوئی نہیں پوچھتا اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ اللہ کی رحمت غضب پر غالب ہے۔ عقلمند کو چاہئے کہ موقع ہاتھ سے نہ دے۔

مرد مومن کا اثر انگیز وعظ یعنی میرا اور تمہارا معاملہ بھی عجیب ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم کو ایمان کے راستہ پر لگا کر خدا کے عذاب سے نجات دلاؤں۔ اور تمہاری کوشش یہ ہے کہ اپنے ساتھ مجھے بھی دوزخ کی آگ میں دھکیل دو۔ ایک طرف سے ایسی دشمنی اور دوسری جانب سے یہ خیر خواہی۔

اُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ز وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى

شریک ٹھہراؤں اس کا اس کو جس کی مجھ کو خبر نہیں ۱ اور میں بلاتا ہوں تم کو اس

الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ﴿۴۲﴾ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ

زبردست گناہ بخشنے والے کی طرف ۲ آپ ہی ظاہر ہے کہ جس کی طرف تم مجھ کو بلاتے ہو

لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ

اس کا بلاوا کہیں نہیں دنیا میں اور نہ آخرت میں ۳ اور یہ کہ

مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۴۳﴾

ہم کو پھر جانا ہے اللہ کے پاس اور یہ کہ زیادتی والے وہی ہیں دوزخ کے لوگ ۴

فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ۭ وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ

سو آگے یاد کرو گے جو میں کہتا ہوں تم کو ۵ اور میں سونپتا ہوں اپنا کام اللہ کو

اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۴۴﴾ فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا

بے شک اللہ کی نگاہ میں ہیں سب بندے ۶ پھر بچالیا موسیٰ کو اللہ نے برے داؤ سے جو

مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْۗءُ الْعَذَابِ ﴿۴۵﴾ ج

کرتے تھے اور الٹ پڑا فرعون والوں پر بری طرح کا عذاب ۷

اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ

وہ آگ ہے کہ دکھلا دیتے ہیں ان کو صبح اور شام ۸ اور جس دن قائم ہوگی

السَّاعَةُ ۣ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۴۶﴾ وَ

قیامت حکم ہوگا داخل کرو فرعون والوں کو سخت سے سخت عذاب میں اور

۱ یعنی تمہاری کوشش کا حاصل تو یہ ہے کہ میں (معاذ اللہ) خدائے واحد کا انکار کر دوں۔ اس کے پیغمبروں کو اور ان کی باتوں کو نہ مانوں اور نادان جاہلوں کی طرح ان چیزوں کو خدا ماننے لگوں جن کی الوہیت کسی دلیل اور علمی اصول سے ثابت نہیں۔ نہ مجھے خبر ہے کہ کیونکر ان چیزوں کو خدا بنا لیا گیا۔ بلکہ میں جانتا ہوں کہ اس کے خلاف پر دلائل قطعیہ قائم ہیں۔

۲ یعنی میرا منشاء یہ ہے کہ کسی طرح تمہارا سر اس خدائے واحد کی چوکھٹ پر جھکا دوں جو نہایت زبردست بھی ہے اور بہت زیادہ خطاؤں کا معاف کرنے والا بھی (مجرم کو پکڑے تو کوئی چھڑا نہ سکے اور معاف کرے تو کوئی روک نہ سکے) وہی اس کا مستحق ہے کہ آدمی اس کے آگے ڈر کر اور امید باندھ کر سر عبودیت جھکائے۔ یاد رکھو میں اسی خدا کی پناہ میں آ چکا ہوں جس کی طرف تمہیں بلا رہا ہوں۔

۳ **تمہاری دعوت کی کوئی سند نہیں آئی** یعنی ما سوا خدا کے کوئی چیز ایسی نہیں جو دنیا یا آخرت میں ادنیٰ ترین نفع و ضرر کی مالک ہو۔ پھر اس کی بندگی اور غلامی کا بلاوا دینا جہل و حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔ " وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَهٗۤ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآىٕهِمْ غٰفِلُوْنَ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِیْنَ ۔" (احقاف۔ رکوع۱) آخر ایسی عاجز اور بے بس چیزوں کی طرف آدمی کیا سمجھ کر دعوت دے۔ اور تماشہ یہ ہے کہ ان میں بہت چیزیں وہ ہیں جو خود بھی اپنی طرف دعوت نہیں دیتیں۔ بلکہ دعوت دینے کی قدرت بھی نہیں رکھتیں۔

۴ یعنی انجام کار ہر پھر کر اسی خدائے واحد کی طرف جانا ہے۔ وہاں پہنچ کر سب کو اپنی زیادتیوں کا نتیجہ معلوم ہو جائے گا۔ بتلاؤ! اس سے بڑھ کر زیادتی کیا ہو گی کہ عاجز مخلوق کو خالق کا درجہ دیدیا جائے۔

۵ **بعد میں میری نصیحت یاد آئے گی** یعنی آگے چل کر جب اپنی زیادتیوں کا مزہ چکھو گے، اس وقت میری نصیحت کو یاد کرو گے کہ ہاں ایک مرد خدا جو ہم کو سمجھایا کرتا تھا وہ ٹھیک کہتا تھا۔ لیکن اس وقت یاد کر کے پشیمان ہونے سے کوئی فائدہ نہ ہو گا۔

۶ **مرد مومن کا خاتمہ وعظ** یعنی میں خدا کی حجت تمام کر چکا اور نصیحت کی بات سمجھا چکا۔ تم نہیں مانتے تو میرا تم سے کچھ مطلب نہیں۔ اب میں اپنے کو بالکلیہ خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ اسی پر میرا بھروسہ ہے۔ تم اگر مجھے ستانا چاہو گے تو وہ ہی خدا میرا حامی و ناصر ہے۔ سب بندے اس کی نگاہ میں ہیں۔ وہ میرا اور تمہارا دونوں کا معاملہ دیکھ رہا ہے۔ کسی کی کوئی حرکت اس پر پوشیدہ نہیں ایک مومن قانت کا کام یہ ہے کہ اپنی امکانی سعی کر چکنے کے بعد نتیجہ کو خدا کے سپرد کرے۔

۷ **حضرت موسیٰؑ کی نجات اور آل فرعون کی ہلاکت** یعنی حق و باطل کی اس کشمکش کا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ (اور ان کے ہمراہیوں کو جن میں یہ مومن آل فرعون بھی تھا) فرعونیوں کے منصوبوں سے محفوظ رکھا کوئی داؤ ان کا چلنے نہ دیا۔ بلکہ ان کے داؤ پیچ خود ان ہی پر الٹ پڑے۔ جس نے حق پرستوں کا تعاقب کیا مارا گیا اور قوم کی قوم کا بیڑا بحر قلزم میں غرق ہوا۔

۸ **ان کو صبح و شام دوزخ کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے** یعنی دوزخ کا ٹھکانا جس میں وہ قیامت کے دن داخل کیے جائیں گے۔ ہر صبح و شام ان کو دکھلا دیا جاتا ہے تا نمونہ کے طور پر اس آنے والے عذاب کا کچھ مزہ چکھتے رہیں۔ یہ عالم برزخ کا حال ہوا اور احادیث سے ثابت ہے کہ اسی طرح ہر کافر کے سامنے دوزخ کا اور ہر مومن کے سامنے جنت کا ٹھکانا روزانہ صبح و شام پیش کیا جاتا ہے۔ **تنبیہ** آیہ ہذا سے صرف فرعونیوں کا عالم برزخ میں معذب ہونا ثابت ہوا تھا۔ اس کے بعد حضورؐ کو معلوم کرایا گیا کہ جملہ کفار بلکہ عصاۃ مومنین بھی برزخ میں معذب ہوتے ہیں (اعاذنا اللّٰہ منہ) کما ورد فی الاحادیث الصحیحۃ۔ اور بعض آثار سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس طرح جنتیوں میں سے شہداء کی روحیں "طیور خضر" کے "حواصل" میں داخل ہو کر جنت کی سیر کرتی ہیں، اسی طرح دوزخیوں میں سے فرعونیوں کی ارواح کو "طیور سود" کے "حواصل" میں داخل کر کے ہر صبح و شام دوزخ کی طرف بھیجا جاتا ہے (البتہ ارواح کا مع ان کے اجساد کے جنت یا دوزخ میں اقامت پذیر ہونا یہ آخرت میں ہو گا) اگر یہ صحیح ہو تو فرعونیوں کے متعلق " اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا " اور عام دوزخیوں کے متعلق حدیث " عُرِضَ عَلَیْهِ مَقْعَدُهٗ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِیِّ " کے الفاظ کا تفاوت شاید اسی بناء پر ہو گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِي النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ

جب آپس میں جھگڑیں گے　آگ کے اندر　پھر کہیں گے　کمزور　غرور

اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ

کرنے والوں کو　ہم تھے تمہارے تابع　پھر کچھ تم ہم پر سے اٹھالو گے

عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ﴿۴۷﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا

حصہ آگ کا ◆۱　کہیں گے　جو غرور کرتے تھے　ہم

كُلٌّ فِيْهَآ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿۴۸﴾ وَقَالَ

سبھی پڑے ہوئے ہیں اس میں　بے شک اللہ فیصلہ کر چکا　بندوں میں ◆۲　اور کہیں گے

الَّذِيْنَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ

جو لوگ پڑے ہیں آگ میں　دوزخ کے داروغوں کو　مانگو (عرض کرو) اپنے رب سے کہ ہم پر ہلکا کر دے

عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿۴۹﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ

ایک دن تھوڑا عذاب ◆۳　وہ بولے　کیا نہ آتے تھے تمہارے پاس

رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ط قَالُوْا بَلٰى ط قَالُوْا فَادْعُوْا ج وَمَا

تمہارے رسول　کھلی نشانیاں لے کر　کہیں گے کیوں نہیں　بولے پھر پکارو (کہیں گے پھر پکارے جاؤ) اور کچھ نہیں

دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۵۰﴾ ع اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ

ع ۵ ۱۴ ۱۰

کافروں کا پکارنا　مگر بھٹکنا ◆۴　ہم مدد کرتے ہیں　اپنے رسولوں کی

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴿۵۱﴾ لا

اور ایمان والوں کی　دنیا کی زندگانی میں ◆۵　اور جب کھڑے ہوں گے گواہ ◆۶

۱ **دوزخ میں فرعونیوں کا حال** یعنی دنیا میں ہم سے اپنی اطاعت اور اتباع کراتے رہے جس کی بدولت آج ہم پکڑے گئے۔ اب یہاں ہمارے کچھ تو کام آؤ۔ آخر بڑوں کو چھوٹوں کی تھوڑی بہت خبر لینی چاہئے۔ دیکھتے نہیں ہم آج کس قدر مصیبت میں ہیں کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ اس مصیبت کا کوئی جزو ہم سے ہلکا کردو۔

۲ یعنی جو دنیا میں بڑے بنتے تھے جواب دیں گے کہ آج ہم اور تم سب اسی مصیبت میں مبتلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ہر ایک کے جرم کے موافق سزا کا فیصلہ سنادیا ہے جو بالکل قطعی اور اٹل ہے اب موقع نہیں رہا کہ کوئی کسی کے کام آئے۔ ہم اپنی ہی مصیبت کو ہلکا نہیں کرسکتے، پھر تمہارے کیا کام آسکتے ہیں۔

۳ **تخفیف عذاب کی درخواست** یعنی اپنے سرداروں کی طرف سے مایوس ہوکر ان فرشتوں سے درخواست کریں گے جو دوزخ کے انتظام پر مسلط ہیں کہ تم ہی اپنے رب سے کہہ کر کوئی دن تعطیل کا کرادو جس میں ہم پر سے عذاب کچھ ہلکا ہوجایا کرے۔

۴ **فرشتوں کا جواب** یعنی اس وقت ان کی بات نہ مانی اور انجام کی فکر نہ کی جو کچھ کام چلتا۔ اب موقع ہاتھ سے نکل چکا۔ کوئی سعی سفارش یا خوشامد درآمد کام نہیں دے سکتی۔ پڑے چیختے چلاتے رہو۔ نہ ہم ایسے معاملات میں سفارش کرسکتے ہیں، نہ تمہاری چیخ و پکار سے کوئی فائدہ ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ''دوزخ کے فرشتے کہیں گے سفارش کرنا ہمارا کام نہیں۔ ہم تو عذاب دینے پر مقرر ہیں۔ سفارش کام ہے رسولوں کا، سو رسولوں سے تم برخلاف ہی تھے۔'' **تنبیہ** آیہ ہذا سے معلوم ہوا کہ آخرت میں کافروں کی دعا کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ باقی دنیا میں کافر کے مانگنے پر اللہ تعالیٰ کوئی چیز دے دیں وہ دوسری بات ہے جیسے ابلیس کو قیامت تک کی مہلت دیدی۔

۵ **دنیا میں انبیاء و مومنین کی نصرت** یعنی دنیا میں ان کا بول بالا کرتا ہے۔ جس مقصد کے لئے وہ کھڑے ہوتے ہیں اللہ کی مدد سے اس میں کامیابی ہوتی ہے۔ حق پرستوں کی قربانیاں کبھی ضائع نہیں جاتیں۔ درمیان میں کتنے ہی اتار چڑھاؤ ہوں اور کیسے ہی امتحانات پیش آئیں مگر آخر ان کا مشن کامیاب ہوکر رہتا ہے۔ علمی حیثیت سے حجت و برہان میں تو وہ ہمیشہ ہی منصور رہتے ہیں۔ لیکن مادی فتح اور ظاہری عزت و رفعت بھی آخر کار ان ہی کو حاصل ہوتی ہے۔ سچائی کے دشمن کبھی معزز نہیں رہ سکتے۔ ان کا علو اور عروج محض ہنڈیا کا جھاگ اور سوڈے کا ابال ہوتا ہے۔ انجام کار مومنین قانتین کے مقابلہ میں ان کو پست اور ذلیل ہونا پڑتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان سے اپنے اولیاء کا انتقام لئے بدون نہیں چھوڑتا۔ لیکن واضح رہے کہ آیت میں جن مومنین کے لئے وعدہ کیا گیا ہے شرط یہ ہے کہ حقیقی مومن اور رسولوں کے متبع ہوں۔ کما قال تعالیٰ "وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ" (آل عمران۔ رکوع ۱۴) مومنین کی خصلتیں قرآن میں جابجا مذکور ہیں چاہئے کہ مسلمان اس کسوٹی پر اپنے کو کس کر دیکھ لیں۔

۶ یعنی میدان حشر میں جبکہ اولین و آخرین جمع ہونگے حق تعالیٰ اپنے فضل سے علیٰ رؤس الاشہاد ان کی سربلندی اور عزت و رفعت کو ظاہر فرمائے گا۔ دنیا میں تو کچھ شبہ بھی رہ سکتا ہے اور التباس ہوجاتا ہے وہاں ذرا بھی ابہام و التباس باقی نہ رہے گا۔

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ

جس دن کام نہ آئیں منکروں کو ان کے بہانے اور ان کو پھٹکار ہے

وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۵۲﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى

اور ان کے واسطے برا گھر ۱ اور ہم نے دی موسیٰ کو راہ کی سوجھ

وَاَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ ﴿۵۳﴾ هُدًى وَّ

اور وارث کیا بنی اسرائیل کو کتاب کا سجھانے اور

ذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿۵۴﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ

سمجھانے والی عقل مندوں کو ۲ سو تو ٹھہرا (سنبھلا) رہ بے شک وعدہ اللہ کا ٹھیک ہے

وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَ

اور بخشوا اپنا گناہ اور پاکی بول اپنے رب کی خوبیاں شام کو اور

الْاِبْكَارِ ﴿۵۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ

صبح کو ۳ جو لوگ جھگڑتے ہیں اللہ کی باتوں میں بغیر

سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ

کسی سند کے جو پہنچی ہو ان کو اور کوئی (کچھ) بات نہیں ان کے دلوں میں غرور ہے کہ کبھی نہ پہنچیں گے

بِبَالِغِيْهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۵۶﴾

اس تک ۴ سو تو پناہ مانگ اللہ کی بے شک وہ سنتا دیکھتا ہے ۵

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَ

البتہ پیدا کرنا آسمانوں کا اور زمین کا بڑا ہے لوگوں کے بنانے سے

۱ **ظالموں کی معذرت کام نہیں آئے گی** | یعنی انکی کوئی مدد اور دستگیری نہ ہوگی۔ یہ مقبولین کے بالمقابل مطرودین کا انجام بیان فرمادیا۔

۲ **حضرت موسیٰؑ اور فرعون کے واقعہ سے عبرت لو** | یعنی دنیا ہی میں دیکھ لو کہ فرعون اور اس کی قوم کو باوجود اس قدر طاقت و جبروت کے حق کی دشمنی نے کس طرح ہلاک و برباد کر کے چھوڑا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کی برکت و رہنمائی سے بنی اسرائیل کی مظلوم اور کمزور قوم کو کس طرح ابھارا اور اس عظیم الشان کتاب (تورات) کا وارث بنایا۔ جو دنیا کے عقلمندوں کے لئے شمع ہدایت کا کام دیتی تھی۔

۳ **آنحضرت ﷺ کو تسلی اور استغفار کا حکم** | یعنی آپ بھی تسلی رکھیے، جو وعدہ آپ کے ساتھ ہے ضرور پورا ہو کر رہے گا۔ خداوند قدوس دارین میں آپ کو اور آپ کے طفیل میں آپ کے متبعین کو سر بلند رکھے گا۔ ضرورت اس کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہر قسم کے شدائد و نوائب پر صبر کریں۔ اور جن سے جس درجہ کی تقصیر کا امکان ہو اس کی معافی خدا سے چاہتے رہیں اور ہمیشہ رات دن صبح و شام اپنے پروردگار کی تسبیح و تحمید کا قولاً و فعلاً ورد رکھیں۔ ظاہر و باطن میں اس کی یاد سے غافل نہ ہوں۔ پھر اللہ کی مدد یقینی ہے۔ یہ حضورؐ کو مخاطب بنا کر ساری امت کو سنایا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "حضرت رسول اللہ ﷺ دن میں سو سو بار استغفار کرتے۔ ہر بندے کی تقصیر اس کے درجہ کے موافق ہے اس لئے ہر کسی کو استغفار ضروری ہے۔"

۴ **اللہ کی آیتوں میں جھگڑنے والے** | یعنی جو لوگ اللہ کی دلائل توحید اور کتب سماویہ اور اسکے پیغمبروں کے معجزات و ہدایات میں خواہ مخواہ جھگڑتے اور بے سند باتیں نکال کر حق کی آواز کو دبانا چاہتے ہیں ان کے ہاتھ میں کچھ حجت و دلیل نہیں۔ نہ فی الواقع ان کھلی ہوئی چیزوں میں شک و شبہ کا موقع ہے۔ صرف شیخی اور غرور مانع ہے کہ حق کے سامنے گردن جھکائیں اور پیغمبر کا اتباع کریں۔ وہ اپنے کو بہت اونچا کھینچتے ہیں۔ چاہتے یہ ہیں کہ پیغمبر سے اوپر ہو کر رہیں۔ یا کم از کم اس کے سامنے جھکنا نہ پڑے لیکن یاد رکھیں کہ وہ اس مقصد کو کبھی نہیں پہنچ سکتے۔ پیغمبر کے سامنے سر اطاعت جھکانا پڑے گا۔ ورنہ سخت ذلیل و رسوا ہونگے۔

۵ یعنی اللہ کی پناہ مانگ کہ وہ ان مجادلین کے خیالات سے بچائے اور ان کے شر سے محفوظ رکھے۔ آگے بعض مسائل کی تحقیق ہے جن میں وہ لوگ جھگڑتے تھے۔ مثلاً بعث بعد الموت (موت کے بعد دوبارہ اٹھایا جانا) کہ اس کو وہ محال سمجھتے تھے یا توحید باری جس کا انکار کرتے تھے۔

لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝٥٧ وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى

لیکن بہت لوگ نہیں سمجھتے ① اور برابر نہیں اندھا

وَالْبَصِيْرُ ۙ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا

اور آنکھوں والا اور نہ ایمان دار اور جو بھلے کام کرتے ہیں اور نہ

الْمُسِيْٓءُ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝٥٨ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ

بدکار تم بہت کم سوچ کرتے ہو ② تحقیق قیامت (وہ گھڑی) آنی ہے

لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝٥٩

اس میں دھوکا نہیں ولیکن بہت لوگ نہیں مانتے

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ

اور کہتا ہے تمہارا رب مجھ کو پکارو کہ پہنچوں تمہاری پکار کو ③ بے شک جو لوگ

يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۝٦٠ ع

ع ٦ / ١١

تکبر کرتے ہیں میری بندگی سے اب داخل ہوں گے دوزخ میں ذلیل ہو کر ④

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ

اللہ ہے جس نے بنایا تمہارے واسطے رات کو کہ اس میں چین پکڑو اور دن بنایا

مُبْصِرًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَي النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ

دیکھنے کا ⑤ اللہ تو فضل والا ہے لوگوں پر اور لیکن بہت

النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝٦١ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ

لوگ حق نہیں مانتے ⑥ وہ اللہ ہے رب تمہارا ہر چیز

۱ **خالق کائنات** یعنی بظاہر مادی حیثیت سے آسمان و زمین کی عظمت و جسامت کے سامنے انسان کی کیا حقیقت ہے لیکن مشرکین بھی تسلیم کرتے ہیں کہ زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا وہ ہی خداوند قدوس ہے۔ پھر جس نے اتنی بڑی مخلوقات کو پیدا کیا اسے آدمیوں کا پہلی بار یا دوسری بار پیدا کر دینا کیا مشکل ہوگا۔ تعجب ہے کہ ایسی موٹی بات کو بہت لوگ نہیں سمجھتے۔

۲ **نیکوکار اور بدکار برابر نہیں** یعنی ایک اندھا جسے حق کا سیدھا راستہ نہیں سوجھتا، اور ایک آنکھوں والا جو نہایت بصیرت کے ساتھ صراط مستقیم کو دیکھتا اور سمجھتا ہے، کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ یا ایک نیکوکار مومن اور کافر بدکار کا انجام یکساں ہو سکتا ہے؟ اگر ایسا نہیں تو ضرور ایک دن چاہیے جب ان کا باہمی فرق کھلے۔ اور دونوں کے علم و عمل کے ثمرات اپنی اکمل ترین صورت میں ظاہر ہوں۔ مگر افسوس کہ تم اتنا بھی نہیں سوچتے۔

۳ یعنی میری ہی بندگی کرو کہ اس کی جزاء دونگا اور مجھ ہی سے مانگو کہ تمہارا مانگنا خالی نہ جائے گا۔

۴ **دعا بندگی کی شرط ہے** بندگی کی شرط ہے اپنے رب سے مانگنا۔ نہ مانگنا غرور ہے۔ اور اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ بندوں کی پکار کو پہنچتا ہے۔ یہ بات تو بیشک برحق ہے، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر بندے کی ہر دعا قبول کیا کرے۔

دعا کی فضیلت یعنی جو مانگے وہ ہی چیز دے دے۔ نہیں اس کی اجابت کے بہت سے رنگ ہیں جو احادیث میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔ کوئی چیز دینا اس کی مشیت پر موقوف اور حکمت کے تابع ہے۔ کما قال فی موضع آخر "فَیَکْشِفُ مَاتَدْعُوْنَ اِلَیْهِ اِنْ شَآءَ" (انعام۔ رکوع ۴) بہرحال بندہ کا کام ہے مانگنا اور یہ مانگنا خود ایک عبادت بلکہ مغز عبادت ہے۔

۵ **دن اور رات کی نعمت** رات کی ٹھنڈ اور تاریکی میں عموماً لوگ سوتے اور آرام کرتے ہیں۔ جب دن ہوتا ہے تو تازہ دم ہو کر اس کے اجالے میں اپنے کاروبار میں مشغول ہو جاتے ہیں اس وقت دیکھنے بھالنے اور چلنے پھرنے کے لئے مصنوعی روشنیوں کی چنداں ضرورت نہیں پڑتی۔

۶ یعنی منعم حقیقی کی حق شناسی یہ تھی کہ قول و فعل اور جان و دل سے اس کا شکر ادا کرتے۔ بہت سے لوگ شکر کے بجائے شرک کرتے ہیں۔

وقف لازم

شَیۡءٍ ۘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ فَاَنّٰی تُؤۡفَكُوۡنَ ﴿۶۲﴾ كَذٰلِكَ

بنانے والا کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا پھر کہاں سے پھر جاتے ہو ۱ اسی طرح

یُؤۡفَكُ الَّذِیۡنَ كَانُوۡا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجۡحَدُوۡنَ ﴿۶۳﴾ اَللّٰهُ

پھرے جاتے ہیں (بہکے پھرتے ہیں) جو لوگ کہ اللہ کی باتوں سے منکر ہوتے رہتے ہیں اللہ ہے

الَّذِیۡ جَعَلَ لَكُمُ الۡاَرۡضَ قَرَارًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ

جس نے بنایا تمہارے لیے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ اور آسمان کو عمارت ۲ اور

صَوَّرَكُمۡ فَاَحۡسَنَ صُوَرَكُمۡ وَ رَزَقَكُمۡ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ؕ

صورت بنائی تمہاری تو اچھی بنائیں صورتیں تمہاری اور روزی دی تم کو ستھری چیزوں سے

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمۡ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۶۴﴾ هُوَ

وہ اللہ ہے رب تمہارا سو بڑی برکت ہے اللہ کی جو رب ہے سارے جہان کا ۳ وہ ہے

الۡحَیُّ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادۡعُوۡهُ مُخۡلِصِیۡنَ لَهُ الدِّیۡنَ ؕ

زندہ رہنے والا ۴ کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا سو اس کو پکارو خالص کر کر اس کی بندگی

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۶۵﴾ قُلۡ اِنِّیۡ نُهِیۡتُ اَنۡ اَعۡبُدَ

سب خوبی اللہ کو جو رب ہے سارے جہان کا ۵ تو کہہ مجھ کو منع کر دیا کہ پوجوں

الَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِیَ الۡبَیِّنٰتُ

ان کو جن کو تم پکارتے ہو سوا اللہ کے جب پہنچ چکیں میرے پاس کھلی نشانیاں

مِنۡ رَّبِّیۡ ۫ وَ اُمِرۡتُ اَنۡ اُسۡلِمَ لِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۶۶﴾ هُوَ

میرے رب سے اور مجھ کو حکم ہوا کہ تابع رہوں جہان کے پروردگار کا ۶ وہی ہے

۱ یعنی رات دن کی سب نعمتیں اس کی طرف سے مانتے ہو، تو بندگی بھی صرف اسی کی ہونی چاہئے۔ اس مقام پر پہنچ کر تم کہاں بھٹک جاتے ہو کہ مالک حقیقی تو کوئی ہو اور بندگی کسی کی کی جائے۔

۲ یعنی قبہ کی طرح بنایا۔

۳ **انسان کی صورت سب سے بہتر ہے** سب جانوروں سے انسان کی صورت بہتر اور سب کی روزی سے اس کی روزی ستھری ہے۔

۴ جس پر کسی حیثیت سے کبھی فنا اور موت طاری نہیں ہوئی نہ ہو سکتی ہے۔ اور ظاہر ہے جب اس کی حیات ذاتی ہوئی، تو تمام لوازم حیات بھی ذاتی ہونگے۔

۵ **کلمۂ توحید الحمد للہ** کمالات اور خوبیاں سب وجود حیات کے تابع ہیں۔ جو حی علی الاطلاق ہے وہ ہی عبادت کا مستحق اور تمام کمالات اور خوبیوں کا مالک ہوگا۔ اسی لئے ھُوَ الْحَیُّ کے بعد "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" فرمایا جیسا کہ پہلی آیت میں نعمتوں کا ذکر کر کے "فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ" فرمایا تھا۔ بعض سلف سے منقول ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہنا چاہئے اس کا ماخذ یہی آیت ہے۔

۶ یعنی کھلے کھلے نشانات دیکھنے کے بعد کیا حق ہے کہ کوئی آدمی خدائے واحد کے سامنے سرِ عبودیت نہ جھکائے اور خالص اسی کا تابع فرمان نہ ہو۔

الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ

جس نے بنایا تم کو خاک سے ۱ پھر پانی کی بوند سے پھر

عَلَقَةٍ ثُمَّ یُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ

خون جمے ہوئے سے ۲ پھر تم کو نکالتا ہے بچہ پھر جب تک کہ پہنچو اپنے پورے زور کو

ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُیُوْخًا ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی مِنْ قَبْلُ

پھر جب تک کہ ہو جاؤ بوڑھے اور کوئی تم میں ایسا ہے کہ مر جاتا ہے پہلے اس سے

وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّی وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ هُوَ

اور (مہلت دیتا ہے) جب تک کہ پہنچو لکھے وعدے کو ۳ اور تاکہ تم سوچو ۴ وہی ہے

الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰٓی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ

جو جلاتا ہے اور مارتا ہے پھر جب حکم کرے کسی کام کو تو یہی کہے

لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۶۸﴾ ع اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ

ع ۸ / ۱۲

اس کو کہ ہو جا وہ ہو جاتا ہے ۵ تو نے نہ دیکھا ان کو جو جھگڑتے ہیں

فِیْٓ اٰیٰتِ اللّٰهِ ؕ اَنّٰی یُصْرَفُوْنَ ﴿۶۹﴾ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا

اللہ کی باتوں میں کہاں سے پھیرے جاتے ہیں وہ لوگ کہ جنہوں نے جھٹلایا

بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۛ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ﴿۷۰﴾ لا

اس کتاب کو اور اس کو کہ بھیجا ہم نے اپنے رسولوں کے ساتھ سو آخر جان لیں گے ۶

اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ؕ یُسْحَبُوْنَ ﴿۷۱﴾ لا

جب طوق پڑیں ان کی گردنوں میں اور زنجیریں بھی ۷ گھسیٹے جائیں

◆۱ **آدمی کی اصلیت** | یعنی تمہارے باپ آدم کو، یا تم کو، اس طرح کہ نطفہ جس غذا کا خلاصہ ہے وہ خاک سے ہی پیدا ہوتی ہے۔

◆۲ یعنی بنی آدم کی اصل ایک پانی کی بوند (قطرۂ منی) ہے جو آگے چل کر جما ہوا خون بنا دیا گیا۔

◆۳ **انسانی تخلیق کے مراحل** | یعنی بچہ سے جوان اور جوان سے بوڑھا ہوتا ہے۔ اور بعض آدمی جوانی یا بڑھاپے سے پہلے ہی گذر جاتے ہیں۔ بہرحال سب کو ایک معین میعاد اور لکھے ہوئے وعدے تک پہنچنا ہے۔ موت اور حشر سے کوئی مستثنیٰ نہیں۔

ہر آنکہ زاد بناچار بایدش نوشید ز جام دہر مے کل من علیہا فان

◆۴ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یعنی سو جواتنے احوال (اور دور) تم پر گذرے۔ ممکن ہے ایک حال اور بھی گذرے۔ وہ مر کر جینا ہے" آخر اسے کیوں محال سمجھتے ہو۔

◆۵ یعنی اس کی قدرت کاملہ اور شان کن فیکون کے سامنے یہ کیا مشکل ہے کہ موت کے بعد تمہیں دوبارہ زندہ کر دے۔

◆۶ کہ اس تکذیب کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔

◆۷ **مجرموں کیلئے طوق اور زنجیریں** | زنجیر کا ایک سرا طوق میں اٹکا ہوا اور دوسرا فرشتوں کے ہاتھ میں ہوگا۔ اس طرح مجرموں اور قیدیوں کی مانند لائے جائیں گے۔

فِي الْحَمِيمِ ۙ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُونَ ﴿٧٢﴾ ثُمَّ قِيلَ

جلتے پانی میں پھر آگ میں ان کو جھونک دیں ◆ پھر ان کو کہیں

لَهُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُونَ ﴿٧٣﴾ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۖ

کہاں گئے جن کو تم شریک بتلایا کرتے تھے اللہ کے سوا ◆

قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا بَلْ لَمْ نَكُنْ نَدْعُوا مِنْ قَبْلُ شَيْئًا ۚ

بولیں وہ ہم سے چوک گئے ◆ کوئی نہیں ہم تو پکارتے نہ تھے پہلے کسی چیز کو ◆

كَذَٰلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ الْكَافِرِينَ ﴿٧٤﴾ ذَٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

اسی طرح بچلاتا ہے اللہ منکروں کو ◆ یہ بدلا اس کا جو تم

تَفْرَحُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ

اتراتے پھرتے تھے زمین میں ناحق اور اس کا جو تم

تَمْرَحُونَ ﴿٧٥﴾ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ

اکڑتے تھے (گھمنڈ کرتے تھے) ◆ داخل ہو جاؤ دروازوں میں دوزخ کے ◆ سدا رہنے کو

فِيهَا ۖ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿٧٦﴾ فَاصْبِرْ

اس میں سو کیا برا ٹھکانا ہے غرور والوں کا سو تو ٹھہرا رہ

إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ ۚ فَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي

بے شک وعدہ اللہ کا ٹھیک ہے پھر اگر ہم دکھلا دیں تجھ کو کوئی وعدہ جو

نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ ﴿٧٧﴾ وَ

ہم ان سے کرتے ہیں یا قبض کرلیں تجھ کو ہر حالت میں ہماری ہی طرف پھر آئیں گے ◆ اور

۱ یعنی دوزخ میں کبھی جلتے پانی کا اور کبھی آگ کا عذاب دیا جائے گا (اعاذنا اللہ منہما)

۲ یعنی اس وقت ان میں سے کوئی کام نہیں آتا۔ ہو سکے تو ان کو مدد کے لئے بلاؤ۔

۳ **دوزخ میں مجرموں سے سوال** یعنی ہم سے گئے گذرے ہوئے۔ شاید اس وقت عابدین اور معبودین الگ الگ کر دیئے جائیں گے یا ضَلُّوا عَنَّا کا مطلب یہ ہو کہ گو موجود ہیں، مگر جب ان سے کوئی فائدہ نہیں تو ہوئے نہ ہوئے برابر ہیں۔

۴ **کفار کا اقرار اور انکار** اکثر مفسرین نے اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ ہم جن کو دنیا میں پکارتے تھے، اب کھلا کہ وہ واقع میں کچھ چیز نہ تھے۔ گویا یہ بطور حسرت وافسوس کے اپنی غلطی کا اعتراف ہوگا۔ لیکن حضرت شاہ صاحبؒ کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ مشرکین اول منکر ہو چکے تھے کہ ہم نے شریک ٹھہرائے ہی نہیں۔ اب گھبرا کر منہ سے نکل جائے گا ضَلُّوا عَنَّا جس میں شریک ٹھہرانے کا اعتراف ہوگا۔ پھر کچھ سنبھل کر انکار کر دیں گے کہ ہم نے خدا کے سوا کسی کو پکارا ہی نہیں۔

۵ یعنی جس طرح یہاں انکار کرتے کرتے بچل گئے اور گھبرا کر اقرار کر لیا۔ یہ ہی حال ان کافروں کا دنیا میں تھا۔

۶ یعنی دیکھ لیا، ناحق کی شیخی اور غرور و تکبر کا انجام یہ ہوتا ہے اب وہ اکڑفوں کدھر گئی۔

۷ یعنی ہر قسم کے مجرم اس دروازے سے جو ان کے لئے تجویز شدہ ہے۔

۸ **اللہ کا وعدہ سچا ہے** یعنی اللہ نے ان کو عذاب دینے کا جو وعدہ فرمایا ہے، وہ یقیناً پورا ہو کر رہے گا۔ ممکن ہے کوئی وعدہ آپ کی موجودگی میں پورا ہو (جیسا کہ "بدر" اور "فتح مکہ" وغیرہ میں ہوا) یا آپؐ کی وفات کے بعد۔ بہر حال یہ ہم سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتے۔ سب کا انجام ہمارے ہاتھ میں ہے۔ اس زندگی کے بعد عذاب کی تکمیل اس زندگی میں ہوگی۔ چھٹکارا کسی صورت سے نہیں۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا

ہم نے بھیجے ہیں بہت رسول تجھ سے پہلے بعضے ان میں وہ ہیں کہ سنایا ہم نے

عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ؕ وَمَا كَانَ

تجھ کو ان کا احوال اور بعضے ہیں کہ نہیں سنایا ۞ اور کسی

لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ

رسول کو مقدور نہ تھا کہ لے آتا کوئی نشانی مگر اللہ کے حکم سے ۞ پھر جب آیا

اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۷۸﴾ ع

حکم اللہ کا فیصلہ ہو گیا انصاف سے اور ٹوٹے میں پڑے اس جگہ جھوٹے ۞

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَ

اللہ ہے جس نے بنا دیئے تمہارے واسطے چوپائے تا کہ سواری کرو بعضوں پر اور

مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا

بعضوں کو کھاتے ہو ۞ اور ان میں تم کو بہت فائدے ہیں اور تا کہ پہنچو

عَلَيْهَا حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ

ان پر چڑھ کر کسی کام تک جو تمہارے جی میں ہو ۞ اور ان پر اور کشتیوں پر

تُحْمَلُوْنَ ﴿۸۰﴾ ؕ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ ۖۗ فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ

لدے پھرتے ہو ۞ اور دکھلاتا ہے تم کو اپنی نشانیاں پھر کون کونسی نشانیوں کو

تُنْكِرُوْنَ ﴿۸۱﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا

اپنے رب کی نہ مانو گے ۞ کیا پھرے نہیں وہ ملک میں کہ دیکھ لیتے

۱ **قرآن میں مذکور اور غیر مذکور انبیاء** یعنی بعض کا تفصیلی حال تجھ سے بیان کیا بعض کا نہیں کیا۔ (اور ممکن ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد ان کا بھی مفصل حال بیان کر دیا ہو) بہرحال جن کے نام معلوم ہیں ان پر تفصیلاً اور جن کے نام وغیرہ معلوم نہیں ان پر اجمالاً ایمان لانا ضروری ہے۔ "لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهِ"

۲ یعنی اللہ کے سامنے سب عاجز ہیں۔ رسولوں کو یہ بھی اختیار نہیں کہ جو معجزہ چاہیں دکھلا دیا کریں، صرف وہ ہی نشانات دکھلا سکتے ہیں جس کی اجازت حق تعالیٰ کی طرف سے ہو۔

۳ **اللہ کا فیصلہ** یعنی جس وقت اللہ کا حکم پہنچتا ہے رسولوں اور ان کی قوموں کے درمیان منصفانہ فیصلہ کر دیا جاتا ہے اس وقت رسول سرخرو اور کامیاب ہوتے ہیں۔ اور باطل پرستوں کے حصہ میں ذلت و خسران کے سوا کچھ نہیں آتا۔

۴ **چوپایوں کے منافع** مثلاً ان کے چمڑے، بال اور اون وغیرہ سے طرح طرح کے فائدے اٹھاتے ہو۔

۵ سواری کرنا بجائے خود ایک مقصد ہے اور سواری کے ذریعہ سے انسان بہت مقاصد دینی و دنیوی حاصل کرتا ہے۔

۶ یعنی خشکی میں جانوروں کی پیٹھ پر اور دریا میں کشتیوں پر لدے پھرتے ہو۔

۷ **اللہ کی کس کس نشانی کو جھٹلاؤ گے؟** یعنی اس قدر کھلے نشان دیکھنے پر بھی آدمی کہاں تک انکار ہی کرتا چلا جائے گا (اور ابھی کیا معلوم اللہ اور کتنے نشان دکھلائے گا)

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْٓا اَكْثَرَ

کیسا انجام ہوا ان سے پہلوں کا وہ تھے ان سے

مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَمَآ اَغْنٰى

زیادہ اور زور میں سخت اور نشانیوں میں جو چھوڑ گئے ہیں زمین پر پھر کام نہ آیا

عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ

ان کے جو وہ کماتے تھے ﴿۱﴾ پھر جب پہنچے ان کے پاس

رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَ

رسول ان کے کھلی نشانیاں لے کر اترانے لگے اس پر جو ان کے پاس تھی خبر اور

حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۸۳﴾ فَلَمَّا رَاَوْا

الٹ پڑی ان پر وہ چیز جس پر ٹھٹھا کرتے تھے ﴿۲﴾ پھر جب انہوں نے دیکھ لیا

بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ

ہماری آفت کو بولے ہم یقین لائے اللہ اکیلے پر اور ہم نے چھوڑ دیں وہ چیزیں جن کو

مُشْرِكِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا

شریک بتلاتے تھے ﴿۳﴾ پھر نہ ہوا کہ کام آئے ان کو یقین لانا ان کا جس وقت دیکھ چکے

بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ

ہمارا عذاب ﴿۴﴾ رسم پڑی ہوئی اللہ کی جو چلی آئی ہے اس کے بندوں میں

وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾

اور خراب ہوئے اس جگہ منکر ﴿۵﴾

ع ۹ / ۱۴

۱ یعنی پہلے بہت قومیں گذر چکیں جو جتھے میں اور زور وقوت میں ان سے بہت زیادہ تھیں انہوں نے ان سے کہیں بڑھ کر زمین پر اپنی یادگاریں اور نشانیاں چھوڑیں، لیکن جب خدا کا عذاب آیا تو وہ زور و طاقت اور ساز وسامان کچھ بھی کام نہ آسکا۔ یوں ہی تباہ وبرباد ہو کر رہ گئے۔

۲ **پچھلی قوموں کی ہلاکت سے سبق لو** یعنی وجوہ معاش اور مادی ترقیات کا جو علم ان کے پاس تھا اور جن غلط عقیدوں پر دل جمائے ہوئے تھے اسی پر اتراتے رہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کے علوم وہدایات کو حقیر سمجھ کر مذاق اڑاتے رہے۔ آخر ایک وقت آیا جب ان کو اپنی ہنسی مذاق کی حقیقت کھلی، اور ان کا استہزاء وتمسخر خود ان ہی پر الٹ پڑا۔

۳ **قیامت میں کفار کی توبہ** یعنی جس وقت آفت آنکھوں کے سامنے آگئی اور عذاب الٰہی کا معائنہ ہونے لگا تب ہوش آیا اور ایمان وتوبہ کی سوجھی۔ اب پتہ چلا کہ اکیلے خدائے بزرگ ہی سے کام چلتا ہے۔ جن ہستیوں کو خدائی کا درجہ دے رکھا تھا سب عاجز اور بیکار ہیں۔ ہماری سخت حماقت اور گستاخی تھی کہ ان چیزوں کو تخت خدائی پر بٹھا دیا تھا۔

۴ **حشر میں توبہ وندامت بے سود ہے** یعنی اب پچھتانے اور تقصیر کا اعتراف کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ ایمان وتوبہ کا وقت گذر چکا۔ عذاب دیکھ لینے پر تو ہر کسی کو بے اختیار یقین آجاتا ہے مگر یہ یقین موجب نجات نہیں۔ نہ اس یقین کی بدولت آیا ہوا عذاب ٹل سکتا ہے۔ قال تعالیٰ " وَلَیْسَتِ التَّوْبَۃُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ حَتّٰٓی اِذَا حَضَرَ اَحَدَھُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْاٰنَ وَلَا الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَھُمْ کُفَّارٌ" (نساء، رکوع ۳) وقال فی قصۃ فرعون " آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَکُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ" وفی الحدیث " اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقْبَلُ تَوْبَۃَ الْعَبْدِ مَالَمْ یُغَرْغِرْ"

۵ **توبہ کے معاملے میں اللہ کی عادت** یعنی ہمیشہ سے یوں ہی ہوتا رہا ہے کہ لوگ اول انکار و استہزاء سے پیش آتے ہیں پھر جب عذاب میں پکڑے جاتے ہیں اس وقت شور مچاتے اور اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتے ہیں۔ اللہ کی عادت یہ ہے کہ اس بے وقت کی توبہ کو قبول نہیں فرماتا۔ آخر منکرین اپنے جرائم کی پاداش میں خراب وبرباد ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنَ الْخُسْرَانِ. وَاحْفَظْنَا مِنْ غَضَبِکَ وَسَخَطِکَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ. (تم سورۃ المومن وللہ الحمد والمنۃ)۔

اٰیَاتُھَا ۵۴ (۴۱) سُوْرَۃُ حٰمٓ السَّجْدَۃِ مَکِّیَّۃٌ (۶۱) رُکُوْعَاتُھَا ۶

سورۂ حٰم سجدہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں چون آیتیں ہیں اور چھ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

حٰمٓ ۝۱ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝۲ كِتٰبٌ

حٰمٓ ◆ اتارا ہوا ہے بڑے مہربان رحم والے کی طرف سے ◆ ایک کتاب ہے

فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝۳

کہ جدی جدی کی ہیں اس کی آیتیں ◆ قرآن عربی زبان کا ایک سمجھ والے لوگوں کو ◆

بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝۴

سنانے والا خوشخبری اور ڈر ◆ پر دھیان میں نہ لائے وہ بہت لوگ سو وہ نہیں سنتے ◆

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَ

اور کہتے ہیں ہمارے دل غلاف میں ہیں اس بات سے جس کی طرف تو ہم کو بلاتا ہے اور

فِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ

ہمارے کانوں میں بوجھ ہے اور ہمارے اور تیرے بیچ میں پردہ ہے

فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ۝۵ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

سو تو اپنا کام کر ہم اپنا کام کرتے ہیں ◆ تو کہہ میں بھی آدمی ہوں جیسے تم

يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا

حکم آتا ہے مجھ کو کہ تم پر بندگی ایک حاکم کی ہے سو سیدھے رہو

سورۃ حٰمٓ السجدۃ

◆ ۱ نزول قرآن اللہ کی بڑی نعمت ہے | یعنی اللہ تعالیٰ کی بہت ہی بڑی مہربانی اور رحمت بندوں پر ہے جو ان کی ہدایت کے لئے ایسی عظیم الشان اور بیمثال کتاب نازل فرمائی۔

◆ ۲ لفظی طور پر آیات کا جدا جدا ہونا تو ظاہر ہے، مگر معنوی حیثیت سے بھی سینکڑوں قسم کے علوم اور مضامین کی تفصیل الگ الگ آیات میں کی گئی ہے۔

◆ ۳ قرآن عربی میں نازل ہوا | یعنی قرآن کریم اعلیٰ درجہ کی صاف وشستہ عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے جو اس کے مخاطبین اولین کی مادری زبان تھی۔ تا ان لوگوں کو سمجھنے میں دقت نہ ہو۔ خود سمجھ کر دوسروں کو پوری طرح سمجھا سکیں۔ مگر اس کے باوجود بھی ظاہر ہے وہ ہی لوگ اس سے منتفع ہو سکتے ہیں جو سمجھ رکھتے ہوں، ناسمجھ جاہل کو اس نعمت عظمیٰ کی کیا قدر ہو سکتی ہے۔

◆ ۴ یعنی قرآن اپنے ماننے والوں کو نجات وفلاح کی خوشخبری سناتا اور منکروں کو برے انجام سے ڈراتا ہے۔

◆ ۵ اس سے لوگوں کا اعراض تعجب خیز ہے | یعنی ان سب باتوں کے باوجود بھی تعجب ہے ان میں کے بہت لوگ اس کتاب کی بیش قیمت نصائح کی طرف دھیان نہیں کرتے۔ اور جب ادھر دھیان ہی نہیں تو سنا کیوں چاہیں گے۔ اور فرض کیجئے کانوں سے سن بھی لیا لیکن گوش دل سے نہ سنا اور قبول کرنے کی توفیق نہ ہوئی تو سنا ان سنا برابر ہے۔

◆ ۶ کفار مکہ کی ہٹ دھرمی | یعنی صرف اسی قدر نہیں کہ نصیحت کی طرف دھیان نہیں کرتے یا کان نہیں دھرتے، بلکہ ایسی باتیں کرتے ہیں جن کو سن کر ناصح بالکلیہ مایوس ہو جائے۔ اور آئندہ نصیحت سنانے کا ارادہ بھی ترک کر دے۔ مثلاً کہتے ہیں ہمارے دلوں پر تو تمہاری باتوں کی طرف سے غلاف چڑھے ہوئے ہیں اس لئے کوئی بات وہاں تک پہنچتی نہیں۔ اور جب تم بات کرتے ہو ہمارے کان اونچا سننے لگتے ہیں۔ ثقل سماع کی وجہ سے کچھ سنائی نہیں دیتا، اور ہمارے تمہارے درمیان ایسا پردہ ہے جو ایک کو دوسرے سے ملنے نہیں دیتا، دشمنی، اور عداوت کی جو دیواریں کھڑی ہیں وہ درمیان سے اٹھ جائیں اور جو خلیج حائل ہے وہ پر ہو، تب ہم میں سے ایک دوسرے تک پہنچ سکے۔ لیکن ایسا ہونا ناممکن ہے۔ پھر تم کیوں اپنا مغز تھکاتے ہو۔ ہم کو ہمارے حال پر چھوڑ دو تم اپنا کام کیے جاؤ، ہم اپنا کام کریں گے۔ اس کی توقع مت رکھو کہ ہم کبھی تمہاری نصیحتوں سے متاثر ہونے والے ہیں۔

اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ؕ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۙ ﴿۶﴾

اس کی طرف اور اس سے گناہ بخشواؤ ◆ اور خرابی ہے شریک کرنے والوں کو

الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ

جو نہیں دیتے زکوٰۃ اور وہ آخرت سے

كٰفِرُوْنَ ﴿۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

منکر ہیں ◆ البتہ جو لوگ یقین لائے اور کیے بھلے کام

لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿۸﴾ ع قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ

ان کو ثواب ملتا ہے جو موقوف نہ ہو ◆ تو کہہ کیا تم منکر ہو

بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ

اس سے جس نے بنائی زمین دو دن میں اور برابر کرتے ہو اس کے ساتھ

اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹﴾ ج وَجَعَلَ فِيْهَا

اوروں کو وہ ہے رب جہان کا ◆ اور رکھے اس میں

رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَاۤ

بھاری پہاڑ اوپر سے اور برکت رکھی اس کے اندر اور ٹھہرائیں اس میں

اَقْوَاتَهَا فِيْۤ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ﴿۱۰﴾

خوراکیں اس کی ◆ چار دن میں پورا ہوا پوچھنے والوں کو ◆

ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ

پھر چڑھا آسمان کو اور وہ دھواں ہو رہا تھا ◆ پھر کہا

ع ۱۵ ۱۸

① آنحضرت ﷺ کی بشریت | یعنی نہ میں خدا ہوں کہ زبردستی تمہارے دلوں کو پھیر سکوں، نہ فرشتہ ہوں جس کے بھیجے جانے کی تم فرمائش کیا کرتے ہو نہ کوئی اور مخلوق ہوں، بلکہ تمہاری جنس ونوع کا ایک آدمی ہوں جس کی بات کا سمجھنا تم کو ہم جنسی کی بناء پر آسان ہونا چاہئے، اور وہ آدمی ہوں، جسے حق تعالیٰ نے اپنی آخری اور کامل ترین وحی کے لئے چن لیا ہے بناءً علیہ خواہ تم کتنا ہی اعراض کرو اور کتنی ہی یاس انگیز باتیں کرو میں خدائی پیغام تم کو ضرور پہنچاؤنگا مجھے بذریعہ وحی بتلایا گیا ہے کہ تم سب کا معبود اور حاکم علی الاطلاق ایک ہے جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ لہٰذا سب کو لازم ہے کہ تمام شئون واحوال میں سیدھے اسی خدائے واحد کی طرف رخ کر کے چلیں اس کے راستہ سے ذرا ادھر ادھر قدم نہ ہٹائیں اور پہلے اگر ٹیڑھے ترچھے چلے ہیں تو اپنے پروردگار سے اس کی معافی چاہیں۔ اور اگلی پچھلی خطائیں بخشوائیں۔

② جن لوگوں کا معاملہ اللہ کے ساتھ یہ ہے کہ عاجز مخلوق کو اس کی بندگی میں شریک کرتے ہیں، اور بندوں کے ساتھ یہ ہے کہ صدقہ اور زکوٰۃ کا پیسہ کسی محتاج مسکین پر خرچ کرنے کے روادار نہیں ساتھ ہی انجام کی طرف سے بالکل غافل اور بے فکر ہیں، کیونکہ انہیں تسلیم ہی نہیں کہ مرنے کے بعد کوئی دوسری زندگی اور اچھے برے کا حساب کتاب بھی ہوگا۔ ایسوں کا مستقبل بجز ہلاکت اور خرابی و بربادی کے اور کیا ہونا ہے۔ تنبیہ | بعض سلف نے یہاں "اَلزَّکٰوۃَ" سے مراد کلمہ طیبہ لیا ہے۔ اور بعض نے "زکوٰۃ" کے معنی پاکیزگی اور ستھرائی کے لئے ہیں۔ مطلب یہ ہوگا کہ وہ لوگ اپنے نفس کو عقائد فاسدہ اور اخلاق ذمیمہ سے پاک وصاف نہیں کرتے۔ اس میں کلمہ طیبہ کا ترک اور زکوٰۃ وغیرہ کا ادا نہ کرنا بھی آ گیا۔ وھذا کما قال "قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى"۔ وقال "قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا"۔ وقال "وَحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً"۔ وغیر ذالک۔ شاید یہ معنی اس لئے یہاں لئے گئے ہوں کہ کفار مخاطب بالفروع نہیں یا اس لئے کہ آیت مکی ہے اور زکوٰۃ وغیرہ کی تشخیص مدینہ میں ہوئی۔ واللہ اعلم۔

③ مومنین کیلئے دائمی اجر | یعنی کبھی منقطع نہ ہوگا ابدالآباد تک جاری رہے گا۔ جنت میں پہنچ کر نہ ان کو فنا نہ ان کے ثواب کو۔

④ زمین کی تخلیق دو دن میں | یعنی کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ رب العالمین کی وحدانیت اور صفات کمالیہ کا انکار کرتے اور دوسری چیزوں کو اس کے برابر سمجھتے ہو جو ایک ذرہ کا اختیار نہیں رکھتیں۔

⑤ زمین کی برکتیں | "اور برکت رکھی اس کے اندر" یعنی قسم قسم کی کانیں، درخت، میوے، پھل، غلے اور حیوانات زمین سے نکلتے ہیں اور "ٹھہرائیں اس میں خوراکیں اس کی" یعنی زمین پر بسنے والوں کی خوراکیں ایک خاص اندازہ اور حکمت سے زمین کے اندر رکھ دیں۔ چنانچہ ہر اقلیم اور ہر ملک میں وہاں کے باشندوں کی طبائع اور ضروریات کے موافق خوراکیں مہیا کر دی گئی ہیں۔

⑥ تخلیق کے چار دن | یعنی یہ سب کام چار دن میں ہوا۔ دو روز میں زمین پیدا کی گئی اور دو روز میں اس کے متعلقات کا بندوبست ہوا۔ جو پوچھے یا پوچھنے کا ارادہ رکھتا ہے اسے بتلا دو کہ یہ سب مل کر پورے چار دن ہوئے بدون کسر اور کمی بیشی کے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "یعنی (پوچھنے والوں کا) جواب پورا ہوا۔" تنبیہ | "یہاں دنوں" سے مراد ظاہر ہے معروف ومتبادر دن نہیں ہو سکتے کیونکہ زمین اور سورج وغیرہ کی پیدائش سے قبل ان کا وجود متصور ہی نہیں۔ لامحالہ ان دنوں کی مقدار مراد ہوگی یا وہ دن مراد ہو جس کی نسبت فرمایا ہے "وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ" (حج۔ رکوع ۶) واللہ اعلم۔

⑦ تخلیق آسمان | یعنی پھر آسمانوں کی طرف متوجہ ہوا جو اس وقت سارا ایک دھوئیں کی طرح اس کو بانٹ کر سات آسمان کئے، جیسا کہ آگے آتا ہے تنبیہ | ممکن ہے "دخان" سے آسمانوں کے مادہ کی طرف اشارہ ہو۔

لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَآ

اس کو اور زمین کو آؤ تم دونوں خوشی سے یا زور سے وہ بولے

اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ﴿۱۱﴾ فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ

ہم آئے خوشی سے ◆ پھر کر دیے وہ سات آسمان

فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَ

دو دن میں ◆ اور اتارا ہر آسمان میں حکم اس کا ◆ اور

زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖۗ وَحِفْظًا ؕ

رونق دی ہم نے سب سے ورلے آسمان کو چراغوں سے اور محفوظ کر دیا

ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۱۲﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا

یہ سادھا ہوا ہے زبردست خبردار کا ◆ پھر اگر وہ ٹلائیں

فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّ

تو تو کہہ میں نے خبر سنا دی تم کو ایک سخت عذاب کی جیسے عذاب آیا عاد اور

ثَمُوْدَ ﴿۱۳﴾ اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ

ثمود پر ◆ جب آئے ان کے پاس رسول آگے سے

وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ قَالُوْا لَوْ شَآءَ

اور پیچھے سے ◆ کہ نہ پوجو کسی کو سوائے اللہ کے کہنے لگے اگر ہمارا رب

رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ

چاہتا تو بھیجتا (اتارتا) فرشتے سو ہم تمہارا لایا ہوا (تمہارے ہاتھ بھیجے ہوا)

۱ **زمین و آسمان کو اللہ کا حکم** یعنی ارادہ کیا کہ ان دونوں (آسمان و زمین) کے ملاپ سے دنیا بسائے۔ خواہ اپنی طبیعت سے ملیں یا زور سے ملیں۔ (بہرحال دونوں کو ملا کر ایک نظام بنانا تھا) وہ دونوں آملے اپنی طبیعت سے آسمان سے سورج کی شعاع آئی، گرمی پڑی، ہوائیں اٹھیں، ان سے گرد اور بھاپ اوپر چڑھی پھر پانی ہو کر مینہ برسا جس کی بدولت زمین سے طرح طرح کی چیزیں پیدا ہوئیں۔ اور پہلے جو فرمایا تھا کہ "زمین میں اس کی خوراکیں رکھیں۔" یعنی اس میں قابلیت ان چیزوں کے نکلنے کی رکھ دی تھی۔ واللہ اعلم۔

۲ **سات آسمان کی تخلیق دو دن میں** یعنی چار دن وہ تھے اور دو دن میں آسمان بنائے کل چھ دن ہو گئے، جیسا کہ دوسری جگہ "سِتَّةِ اَيَّامٍ" کی تصریح ہے۔ تنبیہ: جن احادیث مرفوعہ میں تخلیق کائنات کے متعلق دنوں کی تعیین و ترتیب آئی ہے کہ فلاں فلاں چیز اللہ نے ہفتہ کے فلاں فلاں دن میں پیدا کی ان میں کوئی حدیث صحیح اب تک نظر سے نہیں گذری۔ حتیٰ کہ ابو ہریرہؓ کی حدیث کے متعلق جو صحیح مسلم میں ہے ابن کثیرؒ لکھتے ہیں۔" وهو من غرائب الصحيح وقد علله البخاري في التاريخ فقال رواه بعضهم عن ابي هريرة عن كعب الاحبار وهو الاصح." اور روح المعانی میں قفال شافعی سے نقل کیا ہے "تفرد به مسلم د قد تكلم عليه الحفاظ علي ابن المديني والبخاري وغيرهما وجعلوه من كلام كعب وان اباهريرة انما سمعه منه ولكن اشتبه علي بعض الرواة فجعله مرفوعًا."

آسمان پہلے پیدا ہوا یا زمین باقی قرآن کریم کی اس آیت اور سورۂ "بقرہ" کی آیت "ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ" سے جو ظاہر ہوتا ہے کہ سات آسمان زمین کی پیدائش کے بعد بنائے گئے۔ اور سورہ "نازعات" میں "وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا" سے ظاہر ہوتا ہے کہ زمین آسمان کے بعد بچھائی گئی۔ اس کے جواب کئی طرح دیئے گئے ہیں۔ احقر کو ابو حیان کی تقریر پسند ہے یعنی ضروری نہیں کہ پہلی آیت میں "ثم" اور دوسری میں "بَعْدَ ذٰلِكَ" تراخی زمان کے لئے ہو۔ ممکن ہے ان الفاظ سے تراخی فی الاخبار یا تراخی رتبی مراد لیں۔ جیسے "ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ" میں۔ یا دوسری جگہ "عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ" میں یہ ہی معنی مراد لئے گئے ہیں۔ بہرحال قرآن کریم میں ترتیب زمانی کی تصریح نہیں۔ ہاں نعمت کے تذکرہ میں زمین کا اور عظمت و قدرت کے تذکرہ میں آسمان کا ذکر مقدم رکھا ہے جس کا نکتہ ادنیٰ تامل و تدبر سے معلوم ہو سکتا ہے۔ تفصیل کا یہاں موقع نہیں۔ یہ چند الفاظ اہل علم کی تنبیہ کے لئے لکھ دیئے ہیں۔

۳ **ہر آسمان کو اس کے حکم کی وحی** یعنی جو حکم جس آسمان کے مناسب تھا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یہ رب کو معلوم ہے کہ وہاں کون مخلوق بستی ہے اور ان کا کیا اسلوب (اور رنگ ڈھنگ) ہے۔ اتنی زمین میں ہزاراں ہزار کارخانے ہیں تو اتنے بڑے آسمان کب خالی پڑے ہونگے۔"

۴ یعنی دیکھنے میں معلوم ہوتا ہے کہ گویا سب ستارے اسی آسمان میں جڑے ہوئے ہیں۔ رات کو ان قدرتی چراغوں سے آسمان کیسا پر رونق معلوم ہوتا ہے۔ پھر محفوظ کتنا کر دیا ہے کہ کسی کی وہاں تک دسترس نہیں۔ فرشتوں کے زبردست پہرے لگے ہوئے ہیں۔ کوئی طاقت اس نظام محکم میں رخنہ اندازی نہیں کر سکتی کیونکہ وہ سب سے بڑی زبردست اور باخبر ہستی کا قائم کیا ہوا ہے۔

۵ یعنی کفار مکہ اگر ایسی عظیم الشان آیات سننے کے بعد بھی نصیحت قبول کرنے اور توحید و اسلام کی راہ اختیار کرنے سے اعراض کرتے رہیں تو فرما دیجئے کہ میں تم کو آگاہ کرتا ہوں کہ تمہارا انجام بھی "عاد و ثمود" وغیرہ اقوام متقدمین کی طرح ہو سکتا ہے۔

۶ یعنی ہر طرف سے۔ شاید بہت رسول آئے ہونگے مگر مشہور یہ ہی دو رسول ہیں۔ حضرت ہود اور حضرت صالح علٰی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام۔ اور یا "مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ" سے مراد یہ ہو کہ ان کو ماضی اور مستقبل کی باتیں سمجھاتے ہوئے آئے۔ کوئی جہت اور کوئی پہلو نصیحت و فہمائش کا نہیں چھوڑا۔

كَفِرُوْنَ ﴿١٤﴾ فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ

نہیں مانتے ◆ سو وہ جو عاد تھے وہ تو غرور کرنے لگے ملک میں

الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ

ناحق اور کہنے لگے کون ہے ہم سے زیادہ زور میں ◆ کیا دیکھتے نہیں کہ

اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَكَانُوْا

اللہ جس نے ان کو بنایا وہ زیادہ ہے ان سے زور میں اور تھے

بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿١٥﴾ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا

ہماری نشانیوں سے منکر ◆ پھر بھیجی ہم نے ان پر ہوا بڑے زور کی

فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ

کئی دن جو مصیبت کے تھے تاکہ چکھائیں ان کو رسوائی کا عذاب

فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى

دنیا کی زندگانی میں ◆ اور آخرت کے عذاب میں تو پوری رسوائی ہے

وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿١٦﴾ وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا

اور ان کو کہیں مدد نہیں ◆ اور وہ جو ثمود تھے سو ہم نے ان کو راہ بتلائی پھر ان کو خوش لگا

الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ

اندھا رہنا راہ سوجھنے سے ◆ پھر پکڑا ان کو کڑک نے ذلت کے

الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿١٧﴾ وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ

عذاب کی بدلہ اس کا جو کماتے تھے ◆ اور بچا دیا ہم نے ان لوگوں کو

۱ رسول اللہ ﷺ کے بشر ہونے پر اعتراض | یعنی خدا کا رسول بشر کیسے ہو سکتا ہے اگر اللہ کو واقعی رسول بھیجنا تھا تو آسمان سے کسی فرشتہ کو بھیجتا۔ بہر حال تم اپنے زعم کے موافق جو باتیں خدا کی طرف سے لائے ہو ہم ان کے ماننے کے لئے تیار نہیں۔

۲ قوم عاد کا غرور وتکبر | شاید رسولوں نے جو عذاب کی دھمکی دی ہوگی اس کے جواب میں یہ کہا ہو کہ ہم سے زیادہ زور آور کون ہے جس سے ہم خوف کھائیں۔ کیا ہم جیسے طاقتور انسانوں پر تم اپنا رعب جما سکتے ہو؟ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ''ان کے جسم بہت بڑے بڑے ہوتے تھے۔ بدن کی قوت پر غرور آیا۔ غرور کا دم بھرنا اللہ کے ہاں وبال لاتا ہے۔''

۳ یعنی دل میں ان کا حق ہونا سمجھتے تھے مگر ضد اور عناد سے انکار کرتے چلے جاتے تھے۔

۴ آندھی کا طوفان | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ''ان کا غرور توڑنے کو ایک کمزور مخلوق سے ان کو تباہ کرا دیا۔ سات رات اور آٹھ دن مسلسل ہوا کا طوفان چلتا رہا۔ درخت آدمی، مکان، مواشی کوئی چیز نہ چھوڑی۔

۵ یعنی آخرت کی رسوائی تو بہت ہی بڑی ہے جو کسی کے ٹالے نہیں ٹلے گی، نہ وہاں کوئی مدد کر سکے گا۔ ہر ایک کو اپنی فکر پڑی ہوگی۔ محبت و ہمدردی کے بڑے بڑے مدعی آنکھیں چرائیں گے۔

۶ قوم ثمود کا اندھا پن | یعنی نجات کا راستہ جو ہمارے پیغمبر نے بتلایا تھا اس سے آنکھیں بند کر لیں اور اندھا رہنے کو پسند کیا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ان کی پسند کی ہوئی حالت میں انہیں پڑا چھوڑ دیا۔

۷ یعنی زلزلہ آیا جس کے ساتھ سخت ہولناک آواز تھی، اس آواز سے جگر پھٹ گئے۔

اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ

جو یقین لائے تھے اور بچ کر چلتے تھے ◆ اور جس دن جمع ہوں گے دشمن

اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۹﴾ حَتّٰٓى اِذَا مَا

اللہ کے دوزخ پر تو ان کی جماعتیں بنائی جائیں گے ◆ یہاں تک کہ جب

جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ

پہنچیں اس پر بتائیں گے ان کو ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے چمڑے

بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ

جو کچھ وہ کرتے تھے ◆ اور وہ کہیں گے اپنے چمڑوں کو تم نے کیوں بتلایا

عَلَيْنَا ؕ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ

ہم کو ◆ وہ بولیں گے ہم کو بلوایا اللہ نے جس نے بلوایا ہے ہر چیز کو ◆

وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَا

اور اسی نے بنایا تم کو پہلی بار اور اسی کی طرف پھیرے جاتے ہو ◆ اور

كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ

تم پردہ نہ کرتے تھے اس بات سے کہ تم کو بتلائیں گے تمہارے کان اور نہ

اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا

تمہاری آنکھیں اور نہ تمہارے چمڑے ◆ پر تم کو یہ خیال تھا کہ اللہ نہیں

يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ

جانتا بہت چیزیں جو تم کرتے ہو ◆ اور یہ وہی تمہارا خیال ہے جو

۱ یعنی جو لوگ ایمان لائے اور بدی کے راستہ سے بچ کر چلتے تھے ان کو اللہ نے صاف بچالیا۔ نزول عذاب کے وقت ان پر ذرا آنچ بھی نہیں آئی۔

۲ **جہنم کے قریب کفار کی جماعتیں** یعنی ہر ایک قسم کے مجرموں کی الگ جماعت ہوگی، اور یہ سب جماعتیں ایک دوسرے کے انتظار میں جہنم کے قریب روکی جائیں گی۔

۳ **کفار کے خلاف انکے اعضاء کی گواہی** دنیا میں کانوں سے آیات تنزیلیہ سنیں اور آنکھوں سے آیات تکوینیہ دیکھیں، مگر کسی کو نہ مانا۔ ہر بن مو سے خدا کی نافرمانی کرتے رہے یہ خبر نہ تھی کہ گناہوں کا یہ سارا ریکارڈ خود انہی کی ذات میں محفوظ ہے جو وقت پر کھول دیا جائیگا۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ محشر میں کفار اپنے جرائم کا زبان سے انکار کریں گے۔ اس وقت حکم ہوگا کہ انکے اعضاء کی شہادت پیش کی جائے جن کے ذریعہ سے گناہ کیے تھے چنانچہ ہر ایک عضو شہادت دے گا اور اس طرح زبان کی تکذیب ہو جائے گی۔ تب مبہوت و حیران ہو کر اپنے اعضاء کو کہے گا (کم بختو!) دور ہو جاؤ! تمہاری ہی طرف سے تو میں جھگڑتا اور مدافعت کر رہا تھا (تم خود ہی اپنے جرموں کا اعتراف کرنے لگے)

۴ **کفار کا اپنے جسم سے خطاب** یعنی جب میں زبان سے انکار کر رہا تھا تو تم پر ایسی کیا مصیبت پڑی تھی کہ خواہ مخواہ بتلانا شروع کر دیا! اور آخر یہ بولنا تم کو سکھلایا کس نے۔

۵ **کفار کو اعضاء کا جواب** یعنی جس کی قدرت نے ہر ناطق چیز کو بولنے کی قوت دی آج اسی نے ہم کو بھی گویا کر دیا۔ نہ بولتے اور بتلاتے تو کیا کرتے۔ جب وہ قادر مطلق بلوانا چاہے تو کس چیز کی مجال ہے کہ نہ بولے۔ جس نے زبان میں قوت گویائی رکھی، کیا ہاتھ پاؤں میں نہیں رکھ سکتا۔

۶ یہ مقولہ یا اللہ تعالیٰ کا ہے، یا جلود کا ہے۔ دونوں احتمال ہیں۔

۷ یعنی غیر سے چھپ کر گناہ کرتے تھے۔ یہ خبر نہ تھی کہ ہاتھ پاؤں بتلا دیں گے، ان سے بھی پردہ کریں۔ اور کرنا بھی چاہتے تو اس کی قدرت کہاں تھی۔

۸ **کفار کو ملامت!** یعنی اصل میں تمہارے طرز عمل سے یوں ظاہر ہوتا ہے کہ گویا تم کو خدا تعالیٰ کے علم محیط کا یقین ہی نہ تھا سمجھتے تھے کہ جو چاہو کرتے رہو کون دیکھ بھال کرتا ہوگا۔ اگر پوری طرح یقین ہوتا کہ خدا ہماری تمام حرکات سے باخبر ہے اور اس کے ہاں ہماری پوری مسل محفوظ ہے تو ہرگز ایسی شرارتیں نہ کرتے۔

ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾

تم رکھتے تھے اپنے رب کے حق میں — اسی نے تم کو غارت کیا — پھر آج رہ گئے ٹوٹے میں

فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا

پھر اگر وہ صبر کریں — تو آگ ان کا گھر ہے — اور اگر وہ منایا چاہیں

فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ

تو ان کو کوئی نہیں مناتا ◆۱◆ — اور لگا دیئے ہم نے ان کے پیچھے ساتھ رہنے والے

فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَ

پھر انہوں نے خوب صورت بنا دیا ان کی آنکھوں میں — اس کو جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے ◆۲◆ — اور

حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ

ٹھیک پڑ چکی ان پر عذاب کی بات — ان فرقوں کے ساتھ — جو گذر چکے ان سے پہلے

مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ ع

جنوں کے اور آدمیوں کے ◆۳◆ — بے شک وہ تھے — ٹوٹے والے ◆۴◆

ع ۳ ۱۷

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ

اور کہنے لگے منکر — مت کان دھرو — اس قرآن کے سننے کو

وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿۲۶﴾ فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ

اور بک بک کرو اس کے پڑھنے میں — شاید تم غالب ہو ◆۵◆ — سو ہم کو ضرور چکھانا ہے

كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا

منکروں کو — سخت عذاب — اور ان کو بدلہ دینا ہے — برے سے برے کاموں کا جو وہ

◆١ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یعنی دنیا میں بعض بلا صبر سے آسان ہوتی ہے، وہاں صبر کریں یا نہ کریں، دوزخ گھر ہو چکا (جہاں سے کبھی نکلنا نہیں) اور بعض بلا منت خوشامد کرنے سے ٹلتی ہے وہاں بہتیرا چاہیں کہ منت کریں، کوئی قبول نہیں کرتا۔"

◆٢ **کفار پر شیاطین کا تسلط** یعنی ان پر شیطان تعینات تھے کہ ان کو برے کام جو پہلے کئے یا آگے کرتے، بھلے کر کے دکھلائیں اور تباہ کن ماضی و مستقبل کو خوبصورت بنا کر ان کے سامنے پیش کریں۔ اور یہ شیطانوں کا تعینات کیا جانا بھی ان کے اعراض عن الذکر کا نتیجہ تھا کما قال تعالیٰ "وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ" (زخرف۔ رکوع ۴)

◆٣ یعنی وہی بات جو شروع میں کہی گئی تھی۔ "لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ" (ھود۔ رکوع ۱۰)

◆٤ جب آدمی کو خسارہ آتا ہے تو اسی طرح آتا ہے اور ایسے ہی سامان ہو جاتے ہیں۔

◆٥ **قرآن کی قرأت کے وقت کفار کی بک بک** قرآن کریم کی آواز بجلی کی طرح سننے والوں کے دلوں میں اثر کرتی تھی۔ جو سنتا فریفتہ ہو جاتا اس سے روکنے کی تدبیر کفار نے یہ نکالی کہ جب قرآن پڑھا جائے، ادھر کان مت دھرو اور اس قدر شور و غل مچاؤ کہ دوسرے بھی نہ سن سکیں۔ اس طرح ہماری بک بک سے قرآن کی آواز دب جائے گی۔ آج بھی جاہلوں کو ایسی ہی تدبیریں سوجھا کرتی ہیں کہ کام کی بات کو شور مچا کر سننے نہ دیا جائے۔ لیکن صداقت کی کڑک مچھروں اور مکھیوں کی بھنبھناہٹ سے کہاں مغلوب ہو سکتی ہے ان سب تدبیروں کے باوجود حق کی آواز قلوب کی گہرائیوں تک پہنچ کر رہتی ہے۔

يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعۡدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ

کرتے تھے ◆ یہ سزا ہے اللہ کے دشمنوں کی آگ

لَهُمۡ فِيۡهَا دَارُ الۡخُلۡدِ ؕ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوۡا بِاٰيٰتِنَا

ان کا اسی میں گھر ہے سدا کو بدلا اس کا جو ہماری باتوں سے

يَجۡحَدُوۡنَ ﴿۲۸﴾ وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا رَبَّنَاۤ اَرِنَا

انکار کرتے تھے ◆ اور کہیں گے وہ لوگ جو منکر ہیں اے رب ہمارے ہم کو دکھا دے

الَّذَيۡنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ نَجۡعَلۡهُمَا تَحۡتَ

وہ دونوں جنہوں نے ہم کو بہکایا جو جن سے اور جو آدمی کہ ڈالیں ہم ان کو اپنے پاؤں سے

اَقۡدَامِنَا لِيَكُوۡنَا مِنَ الۡاَسۡفَلِيۡنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ

نیچے کہ وہ رہیں سب سے نیچے ◆ تحقیق جنہوں نے

قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَيۡهِمُ

کہا رب ہمارا اللہ ہے پھر اسی پر قائم رہے ان پر اترتے ہیں

الۡمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّةِ

فرشتے کہ تم مت ڈرو اور نہ غم کھاؤ اور خوشخبری سنو اس بہشت کی

الَّتِىۡ كُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ ﴿۳۰﴾ نَحۡنُ اَوۡلِيٰٓـؤُكُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ

جس کا تم سے وعدہ تھا ◆ ہم ہیں تمہارے رفیق دنیا

الدُّنۡيَا وَفِى الۡاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمۡ فِيۡهَا مَا تَشۡتَهِىۡۤ

میں اور آخرت میں ◆ اور تمہارے لیے وہاں ہے جو چاہے

۱ اس سے زیادہ برا کام کون سا ہوگا کہ خود نصیحت کی بات نہ سنے اور دوسروں کو بھی سننے نہ دے۔

۲ **انکار آیات کی سزا** یعنی دل میں سمجھتے تھے، لیکن ضد اور تعصب و عناد سے انکار ہی کرتے رہتے تھے۔

۳ **اپنے معبودوں پر کفار کا غصہ** یعنی خیر ہم تو آفت میں پھنسے ہیں، لیکن آدمیوں اور جنوں میں سے جن شیطانوں نے ہم کو بہکا بہکا کر اس آفت میں گرفتار کرایا ہے ذرا انہیں ہمارے سامنے کر دیجئے کہ ان کو ہم اپنے پاؤں تلے روند ڈالیں۔ اور نہایت ذلت و خواری کے ساتھ جہنم کے سب سے نیچے کے طبقہ میں دھکیل دیں تا انتقام لے کر ہمارا دل کچھ تو ٹھنڈا ہو۔

۴ **مومنین کیلئے فرشتوں کا نزول** یعنی دل سے اقرار کیا اور اس پر قائم رہے اس کی ربوبیت والوہیت میں کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا۔ نہ اس یقین و اقرار سے مرتے دم تک ہٹے، نہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلا۔ جو کچھ زبان سے کہا تھا اس کے مقتضاء پر اعتقاداً اور عملاً جمے رہے۔ اللہ کی ربوبیت کاملہ کا حق پہچانا۔ جو عمل کیا خالص اس کی خوشنودی اور شکر گذاری کے لئے کیا، اپنے رب کے عائد کئے ہوئے حقوق و فرائض کو سمجھا اور ادا کیا۔ غرض ماسوا سے منہ موڑ کر سیدھے اسی کی طرف متوجہ ہوئے اور اسی کے راستہ پر چلے۔ ایسے مستقیم الحال بندوں پر موت کے قریب اور قبر میں پہنچ کر اور اس کے بعد قبروں سے اٹھنے کے وقت اللہ کے فرشتے اترتے ہیں جو تسکین و تسلی دیتے اور جنت کی بشارتیں سناتے ہیں کہتے ہیں کہ اب تم کو ڈرنے اور گھبرانے کا کوئی موقع نہیں رہا۔ دنیائے فانی کے سب فکر و غم ختم ہوئے اور کسی آنے والی آفت کا اندیشہ بھی نہیں رہا۔ اب ابدی طور پر ہر قسم کی جسمانی و روحانی خوشی اور عیش تمہارے لئے ہے اور جنت کے جو وعدے انبیاء علیہم السلام کی زبانی کئے گئے تھے، وہ اب تم سے ایفا کئے جانے والے ہیں۔ یہ وہ دولت ہے جس کے ملنے کا یقین حاصل ہونے پر کوئی فکر اور غم آدمی کے پاس نہیں پھٹک سکتا۔ **تنبیہ** بہت ممکن ہے کہ متقین و ابرار پر اس دنیوی زندگی میں بھی ایک قسم کا نزول فرشتوں کا ہوتا ہو جو اللہ کے حکم سے ان کے دینی و دنیوی امور میں بہتری کی باتیں الہام کرتے ہوں۔ جو ان کے شرح صدر اور تسکین و اطمینان کا موجب ہو جاتا ہو۔ جیسے ان کے بالمقابل ایک دو آیت پہلے گذر چکا ہے کہ کفار پر شیطان مسلط ہیں جو تزئین قبائح سے ان کے اغواء کا سامان کرتے ہیں۔ چنانچہ دوسری جگہ شیاطین کے حق میں بھی لفظ "تنزل" استعمال ہوا ہے۔ قال تعالٰی "تَنَزَّلُ عَلٰی كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِیْمٍ یُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ" (شعراء۔ رکوع ۱۱) بہرحال بعض مفسرین کے نزدیک یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں اور اس تقدیر پر اگلی آیت "نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا" زیادہ چسپاں ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

۵ **مومنین کیلئے فرشتوں کی تسلی** بعض نے اس کو اللہ کا کلام بتلایا ہے۔ یعنی فرشتوں کا کلام اس سے پہلے ختم ہو چکا۔ اور اکثر کے نزدیک یہ بھی فرشتوں کا مقولہ ہے۔ گویا فرشتے یہ قول ان کے دلوں میں الہام کرتے ہیں اور ان کی ہمت بندھاتے ہیں۔ ممکن ہے اس زندگی میں بعض بندوں سے مشافہۃً بھی اتنے الفاظ کہتے ہوں اور ممکن ہے موت کے قریب یا اس کے بعد کہا جاتا ہو۔ اس وقت "نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ" کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم دنیا میں بھی تمہارے رفیق رہے ہیں کہ اللہ کے حکم سے باطنی طور پر تمہاری اعانت کرتے تھے، اور آخرت میں بھی رفیق رہیں گے کہ وہاں تمہاری شفاعت یا اعزاز و اکرام کا انتظام کریں گے۔

اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ﴿۳۱﴾ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ

جی تمہارا اور تمہارے لیے وہاں ہے جو کچھ مانگو (منگواؤ) ﴿۱﴾ مہمانی ہے اس بخشنے

رَّحِيْمٍ ﴿۳۲﴾ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَ

والے مہربان کی طرف سے ﴿۲﴾ اور اس سے بہتر کس کی بات جس نے بلایا اللہ کی طرف اور

عَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَا تَسْتَوِي

کیا نیک کام اور کہا میں حکم بردار ہوں ﴿۳﴾ اور برابر نہیں

الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ

نیکی اور نہ بدی جواب میں وہ کہہ جو اس سے بہتر ہو

فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ

پھر تو دیکھ لے کہ تجھ میں اور جس میں دشمنی تھی گویا دوست دار ہے

حَمِيْمٌ ﴿۳۴﴾ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا

قرابت والا ﴿۴﴾ اور یہ بات ملتی ہے انہی کو جو سہار (تحمل) رکھتے ہیں اور یہ

يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۳۵﴾ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ

بات ملتی ہے اسی کو جس کی بڑی قسمت ہے ﴿۵﴾ اور جو کبھی چوک لگے تجھ کو

الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ

شیطان کے چوک لگانے سے تو پناہ پکڑ اللہ کی بے شک وہی ہے سننے والا

الْعَلِيْمُ ﴿۳۶﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ

جاننے والا ﴿۶﴾ اور اس کی قدرت کے نمونے ہیں رات اور دن اور سورج

ع ۴ ۱۸

۱ **جنت میں ہر خواہش پوری ہوگی** یعنی جس چیز کی خواہش و رغبت دل میں ہوگی یا جو زبان سے طلب کرو گے سب کچھ ملے گا۔ اللہ کے خزانوں میں کسی چیز کی کمی نہیں۔

۲ یعنی سمجھ لو وہ غفور رحیم اپنے مہمان کے ساتھ کیسا برتاؤ کریگا۔ اور یہ کتنی بڑی عزت و توقیر ہے کہ ایک بندۂ ضعیف رب العزت کا مہمان ہو۔

۳ **دعوت الی اللہ کی فضیلت** پہلے "اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا" الخ میں ان مخصوص مقبول بندوں کا ذکر تھا جنہوں نے صرف ایک اللہ کی ربوبیت پر اعتقاد جما کر اپنی استقامت کا ثبوت دیا۔ یہاں ان کے ایک اور اعلیٰ مقام کا ذکر کرتے ہیں۔ یعنی بہترین شخص وہ ہے جو خود اللہ کا ہو رہے، اسی کی حکم برداری کا اعلان کرے، اسی کی پسندیدہ روش پر چلے۔ اور دنیا کو اسی کی طرف آنے کی دعوت دے۔ اس کا قول و فعل بندوں کو خدا کی طرف کھینچنے میں مؤثر ہو جس نیکی کی طرف لوگوں کو بلائے بذات خود اس پر عامل ہو۔ خدا کی نسبت اپنی بندگی اور فرمانبرداری کا اعلان کرنے سے کسی موقع پر اور کسی وقت نہ جھجکے۔ اس کا طغرائے قومیت صرف مذہب اسلام ہو اور ہر قسم کی تنگ نظری اور فرقہ ورانہ نسبتوں سے یکسو ہو کر اپنے مسلم خالص ہونے کی منادی کرے اور اسی اعلیٰ مقام کی طرف لوگوں کو بلائے جس کی دعوت دینے کے لئے سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنی عمریں صرف کی تھیں۔

۴ **تبلیغ کے آداب کی تعلیم** ان آیات میں ایک سچے داعی الی اللہ کو جس حسن اخلاق کی ضرورت ہے، اس کی تعلیم دیتے ہیں۔ یعنی خوب سمجھ لو، نیکی بدی کے اور بدی نیکی کے برابر نہیں ہو سکتی۔ دونوں کی تاثیر جداگانہ ہے۔ بلکہ ایک نیکی دوسری نیکی سے اور ایک بدی دوسری بدی سے اثر میں بڑھ کر ہوتی ہے۔ لہٰذا ایک مؤمن قانت اور خصوصاً ایک داعی الی اللہ کا مسلک یہ ہونا چاہئے کہ برائی کا جواب برائی سے نہ دے بلکہ جہاں تک گنجائش ہو برائی کے مقابلہ میں بھلائی سے پیش آئے۔ اگر کوئی اسے سخت بات کہے یا برا معاملہ کرے تو اس کے مقابلہ وہ طرز اختیار کرنا چاہئے جو اس سے بہتر ہو۔ مثلاً غصہ کے جواب میں بردباری، گالی، کے جواب میں تہذیب و شائستگی اور سختی کے جواب میں نرمی اور مہربانی سے پیش آئے۔ اس طرز عمل کے نتیجہ میں تم دیکھ لو گے کہ سخت سے سخت دشمن بھی ڈھیلا پڑ جائے گا۔ اور گو دل سے دوست نہ بنے تاہم ایک وقت آئے گا جب وہ ظاہر میں ایک گہرے اور گرمجوش دوست کی طرح تم سے برتاؤ کرنے لگے گا۔ بلکہ ممکن ہے کہ کچھ دنوں بعد سچے دل سے دوست بن جائے اور دشمنی و عداوت کے خیالات یکسر قلب سے نکل جائیں۔ کما قال "عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً" (سورہ ممتحنہ۔ رکوع ۲) ہاں کسی شخص کی طبیعت کی افتاد ہی سانپ بچھو کی طرح ہو کہ کوئی نرم خوئی اور خوش اخلاقی اس پر اثر نہ کرے وہ دوسری بات ہے مگر ایسے افراد بہت کم ہوتے ہیں۔ بہر حال دعوت الی اللہ کے منصب پر فائز ہونے والوں کو بہت زیادہ صبر و استقلال اور حسن خلق کی ضرورت ہے۔

۵ یعنی بہت بڑا حوصلہ چاہئے کہ بری بات سہار کر بھلائی سے جواب دے۔ یہ اخلاق اور اعلیٰ خصلت اللہ کے ہاں سے بڑے قسمت والے خوش نصیب اقبال مندوں کو ملتی ہے۔ (ربط) یہاں تک اس حریف اور دشمن کے ساتھ معاملہ کرنا سکھلایا تھا جو حسن معاملہ اور خوش اخلاقی سے متاثر ہو سکتا ہو۔ لیکن ایک دشمن وہ ہے جو کسی حال اور کسی نہج سے دشمنی نہیں چھوڑ سکتا۔ تم کتنی ہی خوشامد یا نرمی برتو، اس کا نصب العین یہ ہے کہ تم کو ہر طرح نقصان پہنچائے۔ ایسے پکے شیطان سے محفوظ رہنے کی تدبیر آگے تلقین فرمائی ہے۔

۶ **شیطان سے حفاظت کا طریقہ** یعنی ایسے شیطان کے مقابل میں نرمی اور عفو و درگذر سے کام نہیں چلتا۔ بس اس سے بچنے کی ایک ہی تدبیر ہے کہ خداوند قدوس کی پناہ میں آ جاؤ۔ یہ وہ مضبوط قلعہ ہے جہاں شیطان کی رسائی نہیں۔ اگر تم واقعی اخلاص و تضرع سے اللہ کو پکارو گے وہ ضرور تم کو پناہ دے گا۔ کیونکہ وہ ہر ایک کی پکار سنتا ہے اور خوب جانتا ہے کہ کس نے کتنے اخلاص و تضرع سے اس کو پکارا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ اس آیت کا پہلی آیت سے ربط ظاہر کرنے کی غرض سے لکھتے ہیں "یعنی کبھی بے اختیار غصہ چڑھ آئے تو یہ شیطان کا دخل ہے۔" وہ نہیں چاہتا کہ تم حسن اخلاق پر کاربند ہو کر دعوت الی اللہ کے مقصد میں کامیابی حاصل کرو۔

وَالْقَمَرُ ۭ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا

اور چاند ۝ سجدہ نہ کرو سورج کو اور نہ چاند کو اور سجدہ کرو

لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝۳۷

اللہ کو جس نے ان کو بنایا اگر تم اسی کو پوجتے ہو ۝

فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ

پھر اگر غرور کریں تو جو لوگ تیرے رب کے پاس ہیں پاکی بولتے رہتے ہیں

لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْــَٔـمُوْنَ ۝۳۸ السجدة وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ

اس کی رات اور دن اور وہ نہیں تھکتے ۝ اور ایک اس کی نشانی

اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا

یہ کہ تو دیکھتا ہے زمین کو دبی پڑی پھر جب اتارا ہم نے اس پر

الْمَاۗءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ۭ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ

پانی تازی ہوئی اور ابھری بے شک جس نے اس کو زندہ کیا وہ زندہ کرے گا

الْمَوْتٰى ۭ اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۳۹ اِنَّ الَّذِيْنَ

مردوں کو وہ سب کچھ کر سکتا ہے ۝ جو لوگ

يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ۭ اَفَمَنْ

ٹیڑھے چلتے ہیں ہماری باتوں میں وہ ہم سے چھپے ہوئے نہیں بھلا ایک جو

يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ

پڑتا ہے آگ میں وہ بہتر یا ایک جو آئے گا امن سے دن قیامت کے

السجدۃ ۱۵

◆۱ **زمین و آسمان میں دلائل توحید!** دعوت الی اللہ کے ساتھ چند دلائل سماویہ وارضیہ بیان فرماتے ہیں جن سے داعی الی اللہ کو اللہ تعالیٰ کی عظمت و وحدانیت اور بعث بعد الموت وغیرہ اہم مسائل کے سمجھانے میں مدد ملے۔ اس ضمن میں ادھر بھی اشارہ ہو گیا کہ ایک طرف خدا کے مخصوص بندے اپنے قول وعمل سے خدا کی طرف بلا رہے ہیں اور دوسری طرف چاند، سورج اور آسمان و زمین کا عظیم الشان نظم و نسق سوچنے والوں کو اسی خدائے واحد کی طرف آنے کی دعوت دے رہا ہے۔

۔ وَفِیْ کُلِّ شَیْءٍ لَہٗ اٰیَۃٌ ۔ تَدُلُّ عَلٰی اَنَّہٗ وَاحِدٌ۔ انسان کو چاہئے کہ ان تکوینی نشانوں میں الجھ کر نہ رہ جائے جیسے بہت سی قومیں رہ گئی ہیں، بلکہ لازم ہے کہ اس لامحدود قدرت والے مالک کے سامنے سر جھکائے جس کی یہ نشانیاں ہیں۔ اور جس کے حکم سے ان کی ساری نمود ہے اور ممکن ہے اس پر بھی تنبیہ ہو کہ جس طرح رات اور دن اور ان دونوں کی نشانیاں چاند اور سورج ایک دوسرے کے مقابل ہیں اور اللہ تعالیٰ ان میں رد و بدل کرتا رہتا ہے۔ اسی طرح اس کو قدرت ہے کہ دعوت الی اللہ کی روشنی اور داعی کی علوہمت اور خوش اخلاقی کی بدولت مخاطبین کی کایا پلٹ کر دے اور تاریک فضا کو ایک روشن ماحول سے بدل دے۔

◆۲ سورج اور چاند وغیرہ کو پوجنے والے بھی زبان سے یہی کہتے تھے کہ ہماری غرض ان چیزوں کی پرستش سے اللہ کی پرستش ہے۔ مگر اللہ نے بتلا دیا کہ یہ چیزیں پرستش کے لائق نہیں۔ عبادت کا مستحق صرف ایک خدا ہے۔ کسی غیر اللہ کی عبادت کرنا خدائے واحد سے بغاوت کرنے کا مرادف ہے۔

◆۳ یعنی اگر غرور و تکبر حق کے قبول کرنے سے مانع ہے اور باوجود وضوح دلائل توحید کے خدائے واحد کی عبادت کی طرف آنا نہیں چاہتے تو نہ آئیں، اپنا ہی نقصان کریں گے۔ اللہ کو ان کی کیا پروا ہو سکتی ہے۔ بھلا جس کی عظمت و جبروت کا یہ عالم ہو کہ بیشمار ملائکہ مقربین شب و روز اس کی عبادت اور تسبیح و تقدیس میں مشغول رہتے ہیں، نہ کبھی تھکتے ہیں، نہ اکتاتے ہیں، اس کے سامنے یہ بیچارے کیا چیز ہیں اور ان کا غرور کیا چیز ہے۔ خواہ مخواہ کی جھوٹی شیخی کر کے اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں۔

◆۴ **زمین میں آخرت کی زندگی کے دلائل** یعنی زمین کو دیکھو بیچاری چپ چاپ، ذلیل و خوار بوجھ میں دبی ہوئی پڑی رہتی ہے۔ خشکی کے وقت ہر طرف خاک اڑتی ہوئی نظر آتی ہے۔ لیکن جہاں بارش کا ایک چھینٹا پڑا۔ پھر اس کی تر و تازگی رونق اور ابھار قابل دید ہو جاتا ہے۔ آخر یہ انقلاب کس کے دست قدرت کے تصرف کا نتیجہ ہے۔ جس خدا نے اس طرح مردہ زمین کو زندہ کر دیا، کیا وہ مرے ہوئے انسانوں کے بدن میں دوبارہ جان نہیں ڈال سکتا؟ اور کیا وہ قادر مطلق مرے ہوئے دلوں کو دعوت الی اللہ کی تاثیر سے از سر نو حیات تازہ عطا نہیں کر سکتا؟ بیشک وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ اس کی قدرت کے سامنے کوئی مانع و مزاحم نہیں۔

اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۴۰﴾ اِنَّ

کیے جاؤ جو چاہو بیشک جو تم کرتے ہو وہ دیکھتا ہے ﴿۱﴾ جو

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ

لوگ منکر ہوئے نصیحت سے جب آئی ان کے پاس ﴿۲﴾ اور وہ کتاب ہے

عَزِيْزٌ ﴿۴۱﴾ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا

نادر اس پر جھوٹ کا دخل نہیں آگے سے اور نہ

مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ﴿۴۲﴾ مَا

پیچھے سے اتاری ہوئی ہے حکمتوں والے سب تعریفوں والے کی ﴿۳﴾ تجھے

يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ؕ اِنَّ

وہی کہتے ہیں جو کہہ چکے ہیں سب رسولوں سے تجھ سے پہلے تیرے

رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۴۳﴾ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ

رب کے یہاں معافی بھی ہے اور سزا بھی ہے دردناک ﴿۴﴾ اور اگر ہم اس کو کرتے

قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِيٌّ

قرآن اوپری زبان کا تو کہتے اس کی باتیں کیوں نہ کھولی گئیں کیا اوپری زبان کی کتاب

وَّعَرَبِيٌّ ؕ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ

اور عربی لوگ ﴿۵﴾ تو کہہ یہ ایمان والوں کے لیے سوجھ ہے اور روگ کا دور کرنے والا ﴿۶﴾

وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ

اور جو یقین نہیں لاتے ان کے کانوں میں بوجھ ہے اور یہ قرآن ان کے حق میں

قرء حفص بتسہیل الھمزۃ الثانیۃ ۱۲

۱ **کفار کی کوئی چال پوشیدہ نہیں** یعنی اللہ کی طرف دعوت دینے والوں کی زبان سے آیات تنزیلیہ سن کر اور قرطاس دہر پر خدا کی آیات کونیہ کو دیکھ کر بھی جو لوگ کجروی سے باز نہیں آتے اور سیدھی سیدھی باتوں کو واہی تباہی شبہات پیدا کر کے ٹیڑھی بناتے ہیں، یا خواہ مخواہ توڑ مروڑ کر ان کا مطلب غلط لیتے ہیں، یا یوں ہی جھوٹ موٹ کے عذر اور بہانے تراش کر ان آیات کے ماننے میں ہیر پھیر کرتے ہیں، ایسے ٹیڑھی چال چلنے والوں کو اللہ خوب جانتا ہے۔ ممکن ہے وہ لوگ اپنی مکاریوں اور چالاکیوں پر مغرور ہوں مگر خدا سے ان کی کوئی چال پوشیدہ نہیں ہیں۔ جس وقت سامنے جائیں گے دیکھ لیں گے فی الحال اس نے ڈھیل دے رکھی ہے۔ مجرم کو ایک دم نہیں پکڑتا۔ اسی لئے آگے فرما دیا۔ "اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ" یعنی اچھا جو تمہاری سمجھ میں آئے کیے جاؤ۔ مگر یاد رہے کہ تمہاری سب حرکات اس کی نظر میں ہیں ایک دن ان کا اکھٹا خمیازہ بھگتنا پڑیگا۔ اب خود سوچ لو کہ ایک شخص جو اپنی شرارتوں کی بدولت جلتی آگ میں گرے، اور ایک جو اپنی شرافت و سلامت روی کی بدولت ہمیشہ امن چین سے رہے۔ دونوں میں کون بہتر ہے؟

۲ یعنی وہ خواہ مخواہ اپنی کجروی سے نصیحت کی بات میں شبہات پیدا کرتے ہیں۔ حالانکہ اس میں جھوٹ کی گنجائش کسی طرف سے نہیں۔ وہ نصیحت کیا ہے؟ ایک صاف واضح اور مضبوط محکم کتاب جس کا انکار ایک احمق یا شریر آدمی کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔

۳ یعنی اس کی اتاری ہوئی کتاب میں جھوٹ آئے تو کدھر سے آئے۔ اور جس کتاب کی حفاظت کا وہ ذمہ دار ہو، باطل کی کیا مجال ہے کہ اس کے پاس پھٹک سکے۔

۴ **ہر زمانے کے منکرین کا یہی طریقہ رہا ہے** یعنی منکرین کا جو معاملہ آپ کے ساتھ ہے، یہ ہی ہر زمانہ کے منکرین کا پیغمبروں کے ساتھ رہا ہے پیغمبروں نے ہمیشہ خیر خواہی کی ہے، انہوں نے اس کے جواب میں ہر طرح کی تکلیفیں پہنچائیں۔ پھر جس طرح پیغمبروں نے سختیوں پر صبر کیا، آپ بھی صبر کرتے رہیے نتیجہ یہ ہوگا کہ کچھ لوگ توبہ کر کے راہ راست پر آجائیں گے جن کے لئے خدا کے ہاں معافی ہے اور کچھ اپنی کجروی اور ضد پر قائم رہیں گے جو آخر کار دردناک سزا کے مستوجب ہونگے۔

۵ **قرآن کے عربی میں ہونے پر کفار کا اعتراض اور جواب** یعنی ایک بات کو نہ ماننا ہو تو آدمی ہزار حیلے بہانے نکال سکتا ہے۔ کفار مکہ نے اور کچھ نہیں تو یہ ہی کہنا شروع کر دیا کہ صاحب! عربی پیغمبر کا معجزہ تو ہم اس وقت سمجھتے جب قرآن عربی کے سوا کسی اور زبان میں آتا۔ لیکن فرض کیجئے اگر ایسا ہوتا تو جھٹلانے کے لئے یوں کہنے لگتے کہ بھلا صاحب! کہیں ایسی بے جوڑ بات بھی دیکھی ہے، کہ رسول عربی، اور اس کی قوم بھی جو اولین مخاطب ہے عرب، مگر کتاب بھیجی جائے ایسی زبان میں جس کا ایک حرف بھی عرب لوگ نہ سمجھ سکیں۔

۶ **قرآن ہدایت اور شفاء ہے** یعنی لغو اور بیہودہ شبہات تو کبھی ختم نہیں ہونگے۔ ہاں اس قدر تجربہ ہر ایک آدمی کر سکتا ہے کہ یہ کتاب مقدس اپنے اوپر ایمان لانے اور عمل کرنے والوں کو کیسی عجیب ہدایت و بصیرت اور سوجھ بوجھ عطا کرتی اور ان کے قرنوں اور صدیوں کے روگ مٹا کر کس طرح بھلا چنگا کر دیتی ہے۔

عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۴۴﴾ ع
اندھا یا ہے ان کو پکارتے ہیں دور کی جگہ سے

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَلَوْلَا
اور ہم نے دی تھی موسیٰ کو کتاب پھر اس میں اختلاف پڑا اور اگر نہ ہوتی

كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ
ایک بات جو پہلے نکل چکی تیرے رب کی طرف سے تو ان میں فیصلہ ہو جاتا اور وہ

لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۴۵﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ
ایسے دھوکے میں ہیں اس قرآن سے جو چین نہیں لینے دیتا جس نے کی بھلائی سو اپنے واسطے

وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۴۶﴾
اور جس نے کی برائی سو وہ بھی اسی پر اور تیرا رب ایسا نہیں کہ ظلم کرے بندوں پر
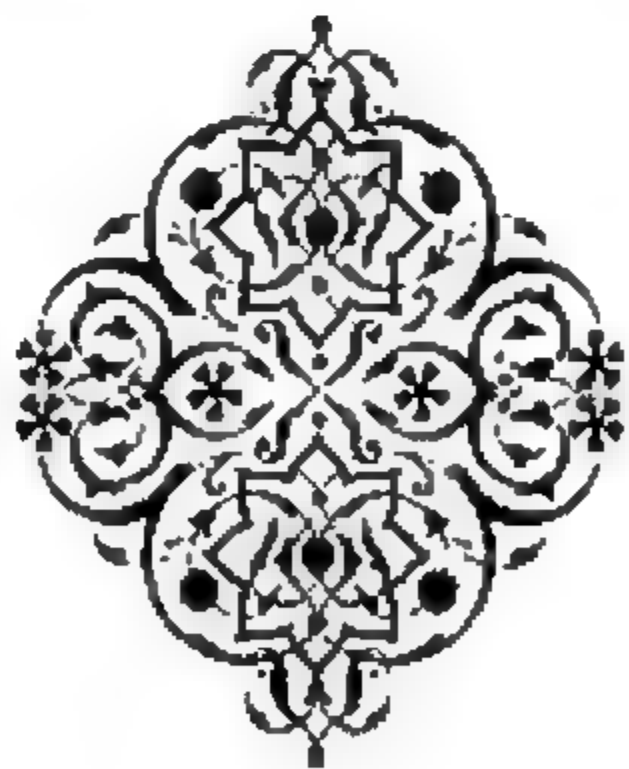
◆۱ یعنی جس طرح خفاش (شپرک) کی آنکھیں سورج کی روشنی میں چندھیا جاتی ہیں، ان منکروں کو بھی قرآن کی روشنی میں کچھ نظر نہیں آتا۔ اس میں قرآن کا کیا قصور ہے۔ منکروں کو چاہئے کہ اپنی نگاہ کا ضعف و قصور محسوس کر کے علاج کی طرف متوجہ ہوں۔

◆۲ یعنی کسی کو دور سے آواز دو تو نہیں سنتا اور سنے تو اچھی طرح سمجھتا نہیں۔ اسی طرح منکرین قرآن بھی صداقت اور منبع صداقت سے اس قدر دور پڑے ہوئے ہیں کہ حق کی آواز ان کے دل کے کانوں تک نہیں پہنچتی اور کبھی پہنچتی ہے تو اس کا ٹھیک مطلب نہیں سمجھتے۔

◆۳ یعنی جیسے آج قرآن کے ماننے اور نہ ماننے والوں میں اختلاف پڑ رہا ہے۔ پہلے تورات کے متعلق بھی ایسا ہی اختلاف پڑ چکا ہے پھر دیکھ لو وہاں کیا انجام ہوا تھا۔

◆۴ بات وہ ہی نکل چکی کہ فیصلہ آخرت میں ہے۔

◆۵ **نیکی اور برائی اپنے نفس کیلئے ہے** | یعنی مہمل شکوک و شبہات ان کو چین سے نہیں بیٹھنے دیتے۔ ہر وقت دل میں کھٹکتے رہتے ہیں۔

◆۶ یعنی خدا کے ہاں ظلم نہیں۔ ہر آدمی اپنے عمل کو دیکھ لے۔ جیسا کرے گا وہ ہی سامنے آئے گا۔ نہ کسی کی نیکی اس کے ہاں ضائع ہوگی نہ ایک کی بدی دوسرے پر ڈالی جائے گی (ربط) چونکہ نیکی بدی کا پورا پورا بدلہ قیامت کے دن ملے گا اور کفار اکثر سوال کرتے تھے کہ قیامت کب آئے گی، اس لئے آگے اس کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔ "اِلَیْهِ یُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ" الخ۔
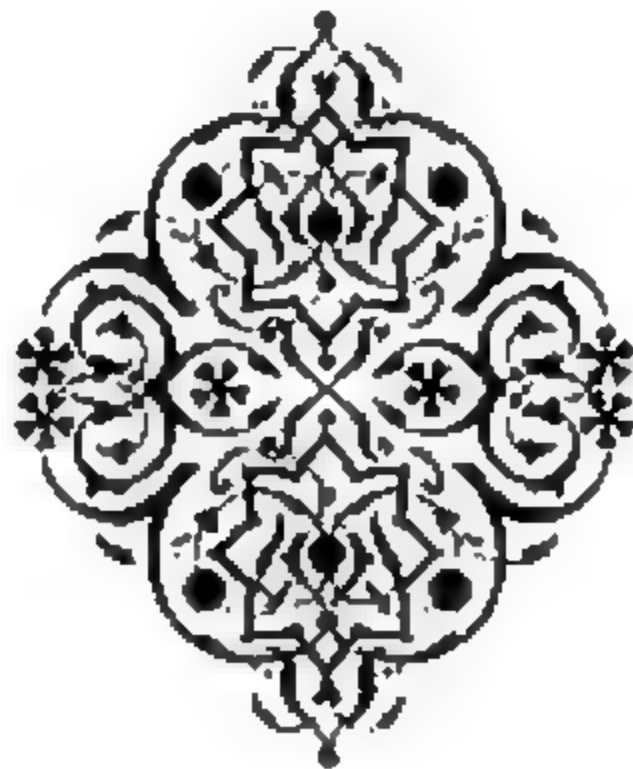
إِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ

اسی کی طرف حوالہ ہے قیامت کی خبر کا ﴿١﴾ اور نہیں نکلتے کوئی میوے

مِّنْ أَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنْثٰى وَلَا تَضَعُ إِلَّا

اپنے غلاف سے اور نہیں رہتا حمل کسی مادہ کو اور نہ وہ جنے کہ

بِعِلْمِهٖ ۚ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ أَيْنَ شُرَكَآءِي ۙ قَالُوٓا

جس کی اس کو خبر نہیں ﴿٢﴾ اور جس دن ان کو پکارے گا کہاں ہیں میرے شریک ﴿٣﴾ بولیں گے

اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيدٍ ﴿٤٧﴾ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا

ہم نے تجھ کو کہہ سنایا ہم میں کوئی اس کا اقرار نہیں کرتا ﴿٤﴾ اور چوک گیا ان سے

كَانُوا يَدْعُونَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوا مَا لَهُمْ مِّنْ

جو پکارتے تھے پہلے اور سمجھ گئے کہ ان کو کہیں نہیں

مَّحِيصٍ ﴿٤٨﴾ لَا يَسْـَٔمُ الْإِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ ز

خلاصی ﴿٥﴾ نہیں تھکتا آدمی مانگنے سے بھلائی

وَإِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـُٔوسٌ قَنُوطٌ ﴿٤٩﴾ وَلَئِنْ أَذَقْنٰهُ

اور اگر لگ جائے (پہنچ جائے) اس کو برائی تو آس توڑ بیٹھے ناامید ہو کر اور اگر ہم چکھائیں اس کو کچھ

رَحْمَةً مِّنَّا مِنْ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ هٰذَا

اپنی مہربانی پیچھے ایک تکلیف کے جو اس کو پہنچی تھی تو کہنے لگے یہ ہے

لِي ۙ وَمَآ أَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ إِلٰى

میرے لائق اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت آنے والی ہے اور اگر میں پھر بھی گیا اپنے

۱ یعنی اسی کو خبر ہے کہ قیامت کب آئے گی۔ بڑے سے بڑا نبی اور فرشتہ بھی اس کے وقت کی تعیین نہیں کر سکتا۔ جس سے دریافت کرو گے۔ یہی کہے گا "مَاالْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ"

۲ **حق تعالیٰ کا علم ہر شے کو محیط ہے** | یعنی علم الٰہی ہر چیز کو محیط ہے۔ کوئی کھجور اپنے گابھے سے اور کوئی دانہ اپنے خوشہ اور کوئی میوہ یا پھل اپنے غلاف سے باہر نہیں آتا جس کی خبر خدا کو نہ ہو۔ نیز کسی عورت یا کسی مادہ (جانور) کے پیٹ میں جو بچہ موجود ہے اور جو چیز وہ جن رہی ہے سب کچھ اللہ کے علم میں ہے۔ اسی طرح سمجھ لو کہ موجودہ دنیا کے نتیجہ کے طور پر جو آخرت کا ظہور اور قیامت کا وقوع ہونیوالا ہے اس کا وقت بھی خدا ہی کو معلوم ہے کہ کب آئے گا۔ کوئی انسان یا فرشتہ اس کی خبر نہیں رکھتا۔ اور نہ اس کو خبر رکھنے کی ضرورت۔ ضرورت اس کی ہے کہ آدمی قیامت کی خبر پر اللہ کے فرمانے کے موافق یقین رکھے اور اس دن کی فکر کرے جب کوئی شریک کام نہ آئے گا اور کہیں مخلص نہ ملے گا۔

۳ یعنی جن کو میری خدائی میں شریک ٹھہراتے تھے اب بلاؤ نا، وہ کہاں ہیں؟

۴ **کفار کا شرک سے انکار** | یعنی ہم تو آپ سے صاف عرض کر چکے ہیں کہ ہم کوئی اقبالی مجرم نہیں جو اس جرم (شرک) کا اعتراف کرنے کو تیار ہو (گویا اس وقت نہایت دیدہ دلیری سے جھوٹ بول کر واقعہ کا انکار کرنے لگیں گے)۔ اور بعض نے شہید کو بمعنی شاہد لے کر یہ مطلب لیا ہے کہ اس وقت ہم میں سے کوئی ان شرکاء کو یہاں نہیں دیکھتا۔

۵ یعنی دنیا میں جنہیں خدا کا شریک بنا کر پکارتے تھے آج ان کا کہیں پتہ نہیں۔ وہ اپنے پرستاروں کی مدد کو نہیں آتے۔ اور پرستاروں کے دلوں سے بھی وہ پکارنے کے خیالات اب غائب ہو گئے انہوں نے بھی سمجھ لیا کہ خدائی سزا سے بچنے کی اب کوئی سبیل نہیں۔ اور گلو خلاصی کا کوئی ذریعہ نہیں۔ آخر آس توڑ کر بیٹھ رہے۔ اور جن کی حمایت میں پیغمبروں سے لڑتے تھے آج ان سے قطعاً بے تعلق اور بیزاری کا اظہار کرنے لگے۔

رَبِّیْٓ اِنَّ لِیْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰی ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا

رب کی طرف　بے شک میرے لیے ہے اس کے پاس خوبی ◆۱　سو ہم جتلا دیں گے منکروں کو

بِمَا عَمِلُوْا ۫ وَ لَنُذِیْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِیْظٍ ۝۵۰

جو انہوں نے کیا ہے　اور چکھائیں گے ان کو　ایک گاڑھا عذاب ◆۲

وَ اِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَی الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَ نَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ

اور جب ہم نعمتیں بھیجیں　انسان پر　تو ٹلا جائے　اور موڑ لے اپنی کروٹ

وَ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِیْضٍ ۝۵۱ قُلْ

اور جب لگے اس کو برائی　تو دعائیں کرے چوڑی ◆۳　تو کہہ

اَرَءَیْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ

بھلا دیکھو تو　اگر یہ ہو　اللہ کے پاس سے　پھر تم نے اس کو نہ مانا

بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِیْ شِقَاقٍۭ بَعِیْدٍ ۝۵۲

پھر اس سے گمراہ زیادہ کون　جو دور چلا جائے مخالف ہو کر ◆۴

سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَ فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی

اب ہم دکھلائیں گے ان کو اپنے نمونے　دنیا میں　اور خود ان کی جانوں میں　یہاں تک کہ

یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ اَوَ لَمْ یَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ

کھل جائے ان پر　کہ یہ ٹھیک ہے ◆۵　کیا تیرا رب تھوڑا ہے

◆۱ **انسان کی حرص اور نا اُمیدی** یعنی انسان کی طبیعت عجیب طرح کی ہے۔ جب دنیا کی ذرا سی بھلائی پہنچے اور کچھ عیش و آرام و تندرستی نصیب ہو، تو مارے حرص کے چاہتا ہے کہ اور زیادہ مزے اڑائے۔ کس حد پر پہنچ کر اس کی حرص کا پیٹ نہیں بھرتا، اگر بس چلے تو ساری دنیا کی دولت لے کر اپنے گھر میں ڈال لے۔ لیکن جہاں ذرا کوئی افتاد پڑنا شروع ہوئی اور اسباب ظاہری کا سلسلہ اپنے

خلاف دیکھا تو پھر مایوس اور ناامید ہوتے بھی دیر نہیں لگتی۔ اس وقت اس کا دل فوراً آس توڑ کر بیٹھ جاتا ہے۔ کیونکہ اس کی نظر صرف پیش آمدہ اسباب پر محدود ہوتی ہے۔ اس قادر مطلق مسبب الاسباب پر اعتماد نہیں رکھتا جو چاہے تو ایک آن میں سلسلۂ اسباب کو الٹ پلٹ کر کے رکھ دے۔ اس مایوسی کے بعد اگر فرض کیجئے اللہ نے تکلیف و مصیبت دور کر کے اپنی مہربانی سے پھر عیش و راحت کا سامان کر دیا تو کہنے لگتا ہے "ھٰذَا لِیْ" یعنی میں نے فلاں تدبیر کی تھی، میری تدبیر اور لیاقت و فضیلت سے یوں ہی ہونا چاہئے تھا اب نہ خدا کی مہربانی یاد رہی نہ اپنی وہ مایوسی کی کیفیت جو چند منٹ پہلے قلب پر طاری تھی۔ اب عیش و آرام کے نشہ میں ایسا مخمور ہو جاتا ہے کہ آئندہ بھی کسی مصیبت اور تکلیف کے پیش آنے کا خطرہ نہیں رہتا۔ سمجھتا ہے کہ ہمیشہ اسی حالت میں رہوں گا۔ اور اگر کبھی ان تأثرات کے دوران میں قیامت کا نام سن لیتا ہے تو کہتا ہے کہ میں تو خیال نہیں کرتا کہ یہ چیز کبھی ہونے والی ہے۔ اور فرض کرو ایسی نوبت آ ہی گئی اور مجھ کو لوٹ کر اپنے رب کی طرف جانا ہی پڑا تب بھی مجھے یقین ہے کہ وہاں میرا انجام بہتر ہو گا۔ اگر میں خدا کے نزدیک برا اور نالائق ہوتا تو دنیا میں مجھ کو یہ عیش و بہار کے مزے کیونکر ملتے۔ لہٰذا وہاں بھی توقع ہے کہ یہ ہی معاملہ میرے ساتھ ہو گا

◆ **منکرین کیلئے عذاب شدید** یعنی خوش ہو لو کہ اس کفر و غرور کے باوجود وہاں بھی مزے لوٹو گے؟ وہاں پہنچ کر پتہ لگ جائے گا کہ منکروں کو کیسی سخت سزا بھگتنا پڑتی ہے۔ اور کس طرح عمر بھر کی کرتوت سامنے آتی ہے۔

◆ **انسان کی ناشکری اور بے صبری** یعنی اللہ کی نعمتوں سے متمتع ہونے کے وقت تو منعم کی حق شناسی اور شکر گذاری سے اعراض کرتا اور بالکل بے پروا ہو کر ادھر سے کروٹ بدل لیتا ہے۔ پھر جب کوئی تکلیف اور مصیبت پیش آتی ہے تو اسی خدا کے سامنے ہاتھ پھیلا کر لمبی چوڑی دعائیں مانگنے لگتا ہے۔ شرم نہیں آتی کہ اب اسے کس منہ سے پکارے۔ اور تماشا یہ ہے کہ بعض اوقات اسباب پر نظر کر کے دل اندر سے مایوس ہوتا ہے۔ اس حالت میں بھی بدحواس اور پریشان ہو کر دعا کے ہاتھ بے اختیار خدا کی طرف اٹھ جاتے ہیں۔ قلب میں ناامیدی بھی ہے اور زبان پر یا اللہ بھی، حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "یہ سب بیان ہے انسان کے نقصان (وقصور) کا نہ سختی میں صبر ہے نہ نرمی میں شکر۔"

◆ **قرآن سے انکار بڑی گمراہی ہے** اوپر انسان کی طبیعت کا عجیب و غریب نقشہ کھینچ کر اس کی کمزوریوں اور بیماریوں پر نہایت مؤثر انداز میں توجہ دلائی تھی۔ اب تنبیہ کرتے ہیں کہ یہ کتاب جو تمہاری کمزوریوں پر آگاہ کرنیوالی اور انجام کی طرف توجہ دلانے والی ہے، اگر خدا کے پاس سے آئی ہو (جیسا کہ واقع ہے) پھر تم نے اس کو نہ مانا، اور ایسی اعلیٰ اور بیش قیمت نصائح سے منکر رہ کر اپنی عاقبت کی فکر نہ کی، بلکہ حق کی مخالفت میں دور ہوتے چلے گئے تو کیا اس سے بڑھ کر گمراہی اور نقصان و خسارہ کچھ اور ہو سکتا ہے۔

◆ **آیات آفاقیہ و انفسیہ** یعنی قرآن کی حقانیت کے دوسرے دلائل و براہین تو بجائے خود رہے۔ اب ہم ان منکروں کو خود ان کی جانوں میں اور ان کے چاروں طرف سارے عرب بلکہ ساری دنیا میں اپنی قدرت کے وہ نمونے دکھلائیں گے جن سے قرآن اور حامل قرآن کی صداقت بالکل روز روشن کی طرح آنکھوں سے نظر آنے لگے۔ وہ نمونے کیا ہیں؟ وہ ہی اسلام کی عظیم الشان اور محیر العقول فتوحات جو سلسلۂ اسباب ظاہری کے بالکل برخلاف قرآنی پیشین گوئیوں کے عین مطابق وقوع پذیر ہوئیں۔ چنانچہ معرکہ "بدر" میں کفار مکہ نے خود اپنی جانوں کے اندر اور "فتح مکہ" میں مرکز عرب کے اندر اور خلفائے راشدین کے عہد میں تمام جہان کے اندر یہ نمونے اپنی آنکھوں سے دیکھ لئے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ "آیات" سے عام نشانہائے قدرت مراد ہوں جو غور کرنیوالوں کو اپنے وجود میں اور اپنے وجود سے باہر تمام دنیا کی چیزوں میں نظر آتے ہیں، جن سے حق تعالیٰ کی وحدانیت و عظمت کا ثبوت ملتا ہے اور قرآن کے بیانات کی تصدیق ہوتی ہے۔ جبکہ وہ ان سنن الٰہیہ اور نوامیس فطریہ کے موافق ثابت ہوتے ہیں جو اس عالم تکوین میں کارفرما ہیں۔ اس قسم کے تمام حقائق کونیہ اور آیات آفاقیہ و انفسیہ کا انکشاف چونکہ لوگوں کو دفعۃً نہیں ہوتا، بلکہ وقتاً فوقتاً بتدریج ان کے چہرہ سے پردہ اٹھتا رہتا ہے۔ اس لئے "سَنُرِیْھِمْ اٰیٰتِنَا" سے تعبیر فرمایا۔

عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ شَہِیۡدٌ ﴿۵۳﴾ اَلَاۤ اِنَّہُمۡ فِیۡ مِرۡیَۃٍ

ہر چیز پر گواہ ہونے کے لیے ۞ سنتا ہے وہ دھوکے میں ہیں

مِّنۡ لِّقَآءِ رَبِّہِمۡ ؕ اَلَاۤ اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیۡءٍ مُّحِیۡطٌ ﴿۵۴﴾

اپنے رب کی ملاقات سے سنتا ہے وہ گھیر رہا ہے (اس نے گھیر رکھا ہے) ہر چیز کو ۞

ع ۶

اٰیاتہا ۵۳ (۴۲) سُوۡرَۃُ الشُّوۡرٰی مَکِّیَّۃٌ (۶۲) رکوعاتہا ۵

سورۂ شوریٰ مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں ترپن آیتیں ہیں اور پانچ رکوع

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ عٓسٓقٓ ﴿۲﴾ کَذٰلِکَ یُوۡحِیۡۤ اِلَیۡکَ وَ اِلَی

حٰمٓ عٓسٓقٓ اسی طرح وحی بھیجتا ہے تیری طرف اور

الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکَ ۙ اللّٰہُ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۳﴾ لَہٗ

تجھ سے پہلوں کی طرف اللہ زبردست حکمتوں والا اسی کا ہے

مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ وَ ہُوَ الۡعَلِیُّ

جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور وہی ہے سب سے اوپر

الۡعَظِیۡمُ ﴿۴﴾ تَکَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرۡنَ مِنۡ

بڑا ۞ قریب ہے کہ پھٹ پڑیں آسمان

فَوۡقِہِنَّ وَ الۡمَلٰٓئِکَۃُ یُسَبِّحُوۡنَ بِحَمۡدِ رَبِّہِمۡ

اوپر سے ۞ اور فرشتے پاکی بولتے ہیں خوبیاں اپنے رب کی

۱ **کیا اللہ کی گواہی ناکافی ہے** یعنی قرآن کی حقانیت کو فرض کرو کوئی نہ مانے، تو اکیلے خدا کی گواہی کیا تھوڑی ہے جو ہر چیز پر گواہ ہے اور ہر چیز میں غور کرنے سے اس کی گواہی کا ثبوت ملتا ہے۔

۲ **لقائے رب سے انکار** یعنی یہ اس دھوکے میں ہیں کہ کبھی خدا سے ملنا اور اس کے سامنے جانا نہیں۔ حالانکہ خدا تعالیٰ ہر وقت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے کسی وقت بھی اس کے قبضہ اور احاطہ سے نکل کر نہیں جا سکتے۔ اگر مرنے کے بعد ان کے بدن کے ذرات مٹی میں مل جائیں یا پانی میں بہہ جائیں یا ہوا میں منتشر ہو جائیں تب بھی ایک ایک ذرہ پر اللہ کا علم اور قدرت محیط ہے۔ ان کو جمع کر کے از سر نو زندہ کر دینا کچھ مشکل نہیں۔ تمت سورۃ حٰمٓ السجدۃ فللّٰہ الحمد والمنۃ۔

سورۃ الشوریٰ

۳ **انبیاء پر وحی کی سنت اللہ** یعنی جس طرح یہ سورت (جو نہایت اعلیٰ و اکمل مضامین پر مشتمل ہے) آپ کی طرف وحی کی جا رہی ہے، ایسے ہی اللہ تعالیٰ کی عادت آپ کی طرف اور دوسرے انبیاء کی طرف وحی بھیجنے کی رہی ہے۔ جس سے اس کی شان حکمت وحکومت کا اظہار ہوتا ہے۔

۴ **قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائے** یعنی آسمان پھٹ پڑیں اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کے زور سے، یا بیشمار فرشتوں کے بوجھ سے، یا ان کے ذکر کی کثرت سے خاص تاثیر ہو اور پھٹ پڑے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ آسمانوں میں چار انگشت جگہ نہیں جہاں کوئی فرشتہ سر بسجود نہ ہو۔ اور بعض نے آیت کا مطلب یہ لیا ہے کہ جب مشرکین خدا تعالیٰ کے لئے شریک اور بیٹے بیٹیاں ٹھہراتے ہیں تو خداوند قدوس کی جناب میں یہ ایسی سخت گستاخی ہے جس سے کچھ بعید نہیں کہ آسمان کی اوپر والی سطح تک پھٹ کر ٹکڑے ہو جائے۔ کما قال تعالیٰ فی سورۂ مریم "تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا" مگر اللہ کی شان مغفرت ورحمت اور ملائکہ کی تسبیح واستغفار کی برکت سے یہ نظام تھما ہوا ہے۔

وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ

اور گناہ بخشواتے ہیں زمین والوں کے ﴿۱﴾ سنتا ہے وہی اللہ

هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝۵ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ

معاف کرنے والا مہربان ﴿۲﴾ اور جنہوں نے پکڑے ہیں اس کے

دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ۖ وَمَآ اَنْتَ

سوائے رفیق اللہ کو وہ سب یاد ہیں اور تجھ پر نہیں

عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝۶ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ

ان کا ذمہ ﴿۳﴾ اور اسی طرح اتارا ہم نے تجھ پر

قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا

قرآن عربی زبان کا کہ تو ڈر سنادے بڑے گاؤں کو اور اس کے آس پاس والوں کو ﴿۴﴾

وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ

اور خبر سنادے جمع ہونے کے دن کی اس میں دھوکا نہیں ایک فرقہ بہشت میں

وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ۝۷ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً

اور ایک فرقہ آگ میں ﴿۵﴾ اور اگر چاہتا اللہ تو سب لوگوں کو کرتا ایک ہی

وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ

فرقہ ولیکن وہ داخل کرتا ہے جس کو چاہے اپنی رحمت میں

وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝۸ اَمِ

اور گنہگار جو ہیں ان کا کوئی نہیں رفیق اور نہ مددگار ﴿۶﴾ کیا

۱ یعنی اللہ تعالیٰ مومنین کی خطاء ولغزش کو معاف فرمائے اور کفار کو دنیا میں ایک دم پکڑ کر بالکلیہ تباہ وبرباد نہ کر دے۔

۲ یعنی اپنی مہربانی سے فرشتوں کی دعا قبول کر کے مومنین کی خطاؤں کو معاف کرتا اور کافروں کو ایک عرصہ کے لئے مہلت دیتا ہے ورنہ دنیا کا سارا کارخانہ چشم زدن میں درہم برہم ہو جائے۔

۳ **مشرکین کا انکار اللہ کے علم میں محفوظ ہے** یعنی دنیا میں مشرکین کو مہلت تو دیتا ہے لیکن یہ نہ سمجھو کہ وہ ہمیشہ کے لئے بچ گئے۔ ان کے سب اعمال واحوال اللہ کے ہاں محفوظ ہیں جو وقت پر کھول دیئے جائیں گے۔ آپ اس فکر میں نہ پڑیں کہ یہ مانتے کیوں نہیں۔ اور نہ ماننے کی صورت میں فوراً تباہ کیوں نہیں کر دیئے جاتے۔ آپ ان باتوں کے ذمہ دار نہیں صرف پیغام حق پہنچا دینے کے ذمہ دار ہیں۔ آگے ہمارا کام ہے وقت آنے پر ہم ان کا سب حساب چکا دیں گے۔

۴ **اُم القریٰ مکہ مکرمہ** ''ام القریٰ'' (بڑا گاؤں) فرمایا مکہ معظمہ کو کہ سارے عرب کا مجمع وہاں ہوتا ہے اور ساری دنیا میں اللہ کا گھر وہیں ہے۔ اور وہی گھر روئے زمین پر سب سے پہلی عبادت گاہ قرار پائی۔ بلکہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائے آفرینش میں اللہ تعالیٰ نے زمین کو اسی جگہ سے پھیلانا شروع کیا جہاں خانہ کعبہ واقع ہے۔ اور مکہ کے آس پاس سے اول ملک عرب اس کے بعد ساری دنیا مراد ہے۔

۵ **حشر کا دن یقینی ہے** یعنی آگاہ کر دیں کہ ایک دن آنے والا ہے جب تمام اگلے پچھلے خدا کی پیشی میں حساب کے لئے جمع ہونگے۔ یہ ایک یقینی اور طے شدہ بات ہے۔ جس میں کوئی دھوکا، فریب اور شک وشبہ کی گنجائش نہیں چاہئے کہ اس دن کے لئے آدمی تیار ہو جائے اس وقت کل آدمی دو فرقوں میں تقسیم ہوں گے ایک فرقہ جنتی اور ایک دوزخی۔ سوچ لو کہ تم کو کس فرقہ میں شامل ہونا چاہئے اور اس میں شامل ہونے کے لئے کیا سامان کرنا چاہئے۔

۶ **مذہب وملت کا اختلاف اللہ کی حکمت ہے** یعنی بیشک اس کو قدرت تھی اگر چاہتا تو سب کو ایک طرح کا بنا دیتا اور ایک ہی راستہ پر ڈال دیتا۔ لیکن اس کی حکمت اسی کو مقتضی ہوئی کہ اپنی رحمت وغضب دونوں قسم کی صفات کا اظہار فرمائے۔ اس لئے بندوں کے احوال میں اختلاف و تفاوت رکھا کسی کو اس کی فرمانبرداری کی وجہ سے اپنی رحمت کا مورد بنایا اور کسی کو اس کے ظلم وعصیان کی بنا پر رحمت سے دور پھینک دیا۔ جو لوگ رحمت سے دور ہو کر غضب کے مستحق ہوئے اور حکمت الہیہ ان پر سزا جاری کرنے کو مقتضی ہوئی ان کا ٹھکانا کہیں نہیں۔ نہ کوئی رفیق اور مددگار ان کو مل سکتا ہے جو اللہ کی سزا سے بچا دے۔

اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِیُّ

انہوں نے پکڑے ہیں اس سے ورے کام بنانے والے سو اللہ جو ہے وہی ہے کام بنانے والا

وَهُوَ یُحْیِ الْمَوْتٰی ۫ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۹ ع

اور وہی جلاتا ہے مردوں کو اور وہ ہر چیز کر سکتا ہے

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِیْهِ مِنْ شَیْءٍ فَحُكْمُهٗۤ اِلَی اللّٰهِ ؕ

اور جس بات میں جھگڑا کرتے ہو تم لوگ کوئی چیز ہو اس کا فیصلہ ہے اللہ کے حوالے

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّیْ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ ۖۗ وَاِلَیْهِ اُنِیْبُ ۱۰

وہ اللہ ہے رب میرا اسی پر ہے مجھ کو بھروسہ اور اسی کی طرف میرا رجوع ہے

فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ

بنا نکالنے والا آسمانوں کا اور زمین کا بنا دیئے تمہارے واسطے

اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ

تمہی میں سے جوڑے اور چوپایوں میں سے جوڑے

یَذْرَؤُكُمْ فِیْهِ ؕ لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِیْعُ

بکھیرتا ہے تم کو اسی طرح نہیں ہے اس کی طرح کا سا کوئی اور وہی ہے سننے والا

الْبَصِیْرُ ۱۱ لَهٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ یَبْسُطُ

دیکھنے والا اسی کے پاس ہیں کنجیاں آسمانوں کی اور زمین کی پھیلا دیتا ہے

الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ

روزی جس کے واسطے چاہے اور ماپ کر دیتا ہے وہ ہر چیز کی

۱ یعنی رفیق و مددگار بنانا ہے تو اللہ کو بناؤ جو سارے کام بنا سکتا ہے حتیٰ کہ مُردوں کو زندہ کر سکتا ہے اور ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے یہ بیچارے عاجز و مجبور رفیق تمہارا کیا ہاتھ بٹائیں گے۔

۲ **اللہ کا فیصلہ قطعی ہے** یعنی سب جھگڑوں کے فیصلے اسی کے سپرد ہونے چاہئیں۔ عقائد ہوں یا احکام، عبادات ہوں یا معاملات جس چیز میں بھی اختلاف پڑ جائے اس کا بہترین فیصلہ اللہ کے حوالہ ہے وہ دلائل کونیہ کے ذریعہ سے یا اپنی کتاب میں یا اپنے رسولوں کی زبان پر صراحۃً یا اشارۃً جس مسئلہ کا جو فیصلہ فرما دے بندہ کو حق نہیں کہ اس میں چون و چرا کرے۔ توحید جو اصل اصول ہے۔ اللہ تعالیٰ جب قولاً و فعلاً برابر اس کا حکم دیتا رہا ہے پھر کیونکر جائز ہوگا کہ بندہ ایسے قطعی اور محکم فیصلہ میں جھگڑے ڈالے اور بیہودہ شبہات نکال کر اس کے فیصلہ سے سرتابی کرے۔

۳ یعنی میں اسی پر ہمیشہ سے بھروسہ رکھتا ہوں اور ہر معاملہ میں اسی کی طرف رجوع ہوتا رہتا ہوں۔

۴ یعنی چوپایوں میں سے ان کے جوڑے نر اور مادہ بنا دیئے کہ وہ بھی تمہارے کام آتے ہیں۔

۵ **انسانوں اور چوپایوں کے جوڑے** یعنی آدمیوں کے الگ اور جانوروں کے الگ جوڑے بنا کر ان کی کتنی نسلیں پھیلا دیں جو تمام روئے زمین پر اپنی روزی اور معیشت کی فکر میں جدوجہد کرتی ہیں۔

۶ **کوئی اللہ کے مثل نہیں** یعنی نہ ذات میں اس کا کوئی مماثل ہے نہ صفات میں، نہ اس کے احکام اور فیصلوں کی طرح کسی کا حکم اور فیصلہ ہے نہ اس کے دین کی طرح کوئی دین ہے، نہ اس کا کوئی جوڑا ہے نہ ہمسر نہ ہم جنس۔

۷ یعنی بیشک ہر چیز کو دیکھتا سنتا ہے، مگر اس کا دیکھنا بھی مخلوق کی طرح نہیں۔ کمالات اس کی ذات میں سب ہیں، پر کوئی کمال ایسا نہیں جس کی کیفیت بیان کی جا سکے۔ کیونکہ اس کی نظیر کہیں موجود نہیں۔ وہ مخلوق کی مشابہت و مماثلت سے بالکلیہ پاک اور مقدس و منزہ ہے۔ پھر اس کی صفات کی کیفیت کس طرح سمجھ میں آئے۔

عَلِيْمٌ ۝۱۲ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ

خبر رکھتا ہے ◆ راہ ڈال دی تمہارے لیے دین میں وہی جس کا حکم کیا تھا

نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ

نوح کو اور جس کا حکم بھیجا ہم نے تیری طرف اور جس کا حکم کیا ہم نے

اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ

ابراہیم کو اور موسیٰ کو اور عیسیٰ کو ◆ یہ کہ قائم رکھو دین کو

وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا

اور اختلاف نہ ڈالو اس میں ◆ بھاری ہے شرک کرنے والوں کو وہ چیز

تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ۭ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ

جس کی طرف تو ان کو بلاتا ہے اللہ چن لیتا ہے اپنی طرف سے جس کو چاہے

وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ۝۱۳ وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا

اور راہ دیتا ہے اپنی طرف اس کو جو رجوع لائے ◆ اور جنہوں نے اختلاف ڈالا

مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ وَلَوْلَا

سو سمجھ آچکنے کے بعد آپس کی ضد سے اور اگر نہ ہوتی

كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ

ایک بات جو نکل چکی ہے تیرے رب سے ایک مقررہ وعدہ تک تو فیصلہ ہو جاتا

بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ

ان میں اور جن کو ملی ہے (ہاتھ لگی ہے) کتاب ان کے پیچھے وہ

اللہ تمام خزانوں کا مالک ہے تمام خزانوں کی کنجیاں اس کے ہاتھ میں ہیں۔ اسی کو قبضہ اور اختیار حاصل ہے کہ جس خزانہ میں سے جس کو جتنا چاہے مرحمت فرمائے۔ تمام جانداروں کو وہ ہی روزی دیتا ہے، لیکن کم وبیش کی تعیین اپنی حکمت کے موافق کرتا ہے۔ اسی کو معلوم ہے کہ کون چیز کتنی عطا کی مستحق ہے اور اس کے حق میں کس قدر دینا مصلحت ہوگا۔ جو حال روزی کا ہے وہ ہی دوسری عطایا میں سمجھو۔

سب سے پہلے شارع حضرت نوحؑ آدم علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے رسول حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔ بلکہ کہنا چاہئے کہ فی الحقیقت تشریع احکام کا سلسلہ ان ہی سے شروع ہوا۔ اور آخری نبی حضورؐ ہیں جن پر سلسلہ رسالت و نبوت منتہی ہوا۔ درمیان میں جو انبیاء و رسل آئے ان میں حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام، یہ تین زیادہ مشہور ہوئے جن کے نام لیوا ہر زمانہ میں بکثرت موجود رہا کیے۔ ان پانچوں کو اولوالعزم پیغمبر کہتے ہیں۔ بہرحال اس جگہ حق تعالیٰ نے صاف طور پر بتلا دیا کہ اصل دین ہمیشہ سے ایک ہی رہا ہے۔ کیونکہ عقائد، اخلاق اور اصول دیانات میں تمام متفق رہے ہیں۔ البتہ بعض فروع میں حسب مصلحت زمانہ کچھ تفاوت ہوا اور دین کے قائم کرنے کے طور وطریق ہر وقت میں اللہ نے جدا ٹھہرا دیئے ہیں۔ جس کو دوسری جگہ فرما دیا۔ "لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا"

یعنی سب انبیاء اور ان کی امتوں کو حکم ہوا کہ دین الٰہی کو اپنے قول و عمل سے قائم رکھیں اور اصل دین میں کسی طرح کی تفریق و اختلاف کو روا نہ رکھیں۔

مشرکین پر توحید بہت بھاری ہے یعنی آپ جس دین توحید کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں مشرکین پر وہ بہت بھاری ہے گویا آپ کوئی نئی اور انوکھی چیز پیش کر رہے ہیں جو کسی نے پہلے پیش نہیں کی تھی، بھلا توحید جیسی صاف، معقول اور متفق علیہ چیز بھی جب بھاری معلوم ہونے لگی اور اس میں بھی لوگ اختلاف ڈالے بدون نہ رہے، تو جہالت اور بدبختی کی حد ہوگئی۔ سچ تو یہ ہے کہ ہدایت وغیرہ سب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ جسے وہ چاہے بندوں میں سے چن کر اپنی طرف کھینچ لے اور اپنی رحمت و موہبت سے مقام قرب واصطفاء پر فائز فرما دے۔ اور جو لوگ اپنی حسن استعداد سے اس کی طرف رجوع ہوتے اور محنتیں کرتے ہیں ان کی محنت کو ٹھکانے لگانا اور دستگیری کر کے کامیاب فرمانا بھی اسی کا کام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ "وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ" (القصص۔ رکوع ۷) وقال "اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ." (حج۔ رکوع ۱۰) وقال۔ "وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا" (عنکبوت۔ رکوع ۷) بہرحال حکمت الٰہی جس کی ہدایت کو مقتضی ہو وہ ہی ہدایت پا سکتا اور فائز المرام ہو سکتا ہے

لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِیْبٍ ﴿۱۴﴾ فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ

البتہ اس کے دھوکے میں ہیں جو چین نہیں آنے دیتا ◆ سو تو اسی طرف بلا

وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ

اور قائم رہ جیسا کہ فرما دیا ہے تجھ کو اور مت چل ان کی خواہشوں پر اور کہہ

اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ

میں یقین لایا ہر کتاب پر جو اتاری اللہ نے اور مجھ کو حکم ہے کہ

لِاَعْدِلَ بَیْنَكُمْ ۖ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۖ لَنَآ اَعْمَالُنَا

انصاف کروں تمہارے بیچ میں اللہ رب ہے ہمارا اور تمہارا ہم کو ملیں گے ہمارے کام

وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۖ لَا حُجَّةَ بَیْنَنَا وَبَیْنَكُمْ ۖ اَللّٰهُ

اور تم کو تمہارے کام کچھ جھگڑا نہیں ہم میں اور تم میں اللہ

یَجْمَعُ بَیْنَنَا ۚ وَاِلَیْهِ الْمَصِیْرُ ﴿۱۵﴾ وَالَّذِیْنَ یُحَآجُّوْنَ

اکٹھا کرے گا ہم سب کو اور اسی کی طرف پھر جانا ہے ◆ اور جو لوگ جھگڑا ڈالتے ہیں

فِی اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِیْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ

اللہ کی بات میں جب لوگ اس کو مان چکے ان کا جھگڑا

دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَیْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ

باطل ہے ان کے رب کے یہاں اور ان پر غصہ ہے اور ان کو سخت

شَدِیْدٌ ﴿۱۶﴾ اَللّٰهُ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ

عذاب ہے ◆ اللہ وہی ہے جس نے اتاری کتاب سچے دین پر

① **اختلاف عقائد کی تکوینی مصلحت** یعنی توحید اور اصول دین میں جنہوں نے اختلاف ڈالا اور کتب سماویہ میں تحریف کی، وہ کچھ غلط فہمی یا اشتباہ کی وجہ سے نہ تھی۔ ایسی صاف وصریح اور مجمع علیہ تعلیمات میں اشتباہ والتباس کیا ہوسکتا تھا۔ محض نفسانیت، ضد، عداوت اور طلب مال وجاہ وغیرہ اسباب ہیں جو فی الحقیقت اس تفریق واختلاف مذموم کا باعث ہوئے ہیں۔ بعدہٗ جب اختلاف قائم ہو گئے اور مختلف مذاہب نے الگ الگ مورچے بنالیے تو پیچھے آنے والی نسلیں عجیب خبط اور دھوکہ میں پڑ گئیں اور ایسے شکوک و شبہات پیدا کر لئے گئے جو کسی حال ان کو چین سے بیٹھنے نہیں دیتے۔ مگر یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے بندوں کو ڈھیل دی۔ اگر وہ چاہتا تو سارے اختلافات کو ایک دم میں ختم کر دیتا۔ لیکن ایسا کرنا تکوین کی غرض اصلی کے منافی تھا۔ اس کی حکمت بالغہ اسی کو مقتضی تھی کہ ان اختلافات کا عملی اور دوٹوک فیصلہ ایک وقت معین پر زندگی کے دوسرے دور میں کیا جائے۔ اگر یہ بات پہلے سے نہ نکل چکی ہوتی تو سب جھگڑے قصے فوراً ہاتھوں ہاتھ ختم کر دیئے جاتے۔

② **آنحضرت ﷺ کو دعوت حق کا حکم** یعنی جب دین حق کے متعلق تفریق واختلاف کے طوفان چاروں طرف سے اٹھ رہے ہیں تو آپ کا فرض یہ ہے کہ غیر متزلزل عزم کے ساتھ اسی دین وآئین کی طرف لوگوں کو بلاتے رہیں جس کی دعوت آدمؑ ونوحؑ اور ان کے بعد تمام انبیاء دیتے چلے آئے ہیں۔ آپ اپنے پروردگار کے حکم سے ذرا ادھر ادھر نہ ہوں۔ قولاً وفعلاً اور علماً وحالاً برابر اسی راستہ پر گامزن رہیں جس پر اب تک رہے ہیں۔ مکذبین اور معاندین کی خواہشات کی ذرا پروانہ کریں اور صاف اعلان کر دیں کہ میں اللہ کی نازل کی ہوئی ہر کتاب پر خواہ وہ تورات ہو یا انجیل یا قرآن یا کوئی صحیفہ جو کسی زمانہ میں کسی پیغمبر پر نازل ہوا ہو سچے دل سے یقین رکھتا ہوں۔ میرا کام پہلی صداقتوں کو جھٹلانا نہیں بلکہ سب کو تسلیم کرنا اور باقی رکھنا ہے اور مجھ کو حکم ہے کہ تمہارے درمیان انصاف کروں۔ جو اختلافات تم نے ڈالے ہیں ان کا منصفانہ فیصلہ دوں اور تبلیغ احکام وشرائع یا فصل خصومات میں عدل ومساوات کا اصول قائم رکھوں۔ ہر وہ سچائی جو کسی جگہ یا کسی مذہب میں ملے اسے بے تکلف تسلیم کروں۔ جس طرح تم کو خدا کی بندگی اور فرمانبرداری کی طرف بلاؤں۔ تم سے پہلے میں خود احکام الٰہی کی پوری تعمیل کر کے اس کا کامل فرمانبردار بندہ ہونا ثابت کروں۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تمہارا اور ہمارا رب ایک ہی ہے۔ اس لئے ہم سب کو اسی کی خوشنودی کے لیے کام کرنا چاہئے۔ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو ہمارا تم سے کچھ تعلق نہیں۔ ہم دعوت وتبلیغ کا فرض ادا کر کے سبکدوش ہو چکے ہم میں سے کوئی دوسرے کے عمل کا ذمہ دار نہیں۔ ہر ایک کا عمل اس کے ساتھ ہے وہ ہی اس کے آگے آئے گا۔ چاہئے کہ اس کے نتائج برداشت کرنے کے لئے تیار رہے۔ آگے ہم کو تم سے جھگڑنے اور بحث وتکرار کی ضرورت نہیں۔ سب کو خدا کی عدالت میں حاضر ہونا ہے۔ وہاں جا کر ہر ایک کو پورا پتہ لگ جائے گا کہ وہ دنیا میں کیا کچھ کما کر لایا ہے۔

تنبیہ یہ آیات مکی ہیں۔ قتال کی آیتیں مدینہ میں نازل ہوئیں۔

③ یعنی اللہ کے دین، اس کی کتاب، اور اس کی باتوں کی سچائی جب علانیہ ظاہر ہو چکی، حتی کہ بہت سے سمجھدار لوگ اس کو قبول کر چکے اور بہتیرے قبول نہ کرنے کے باوجود اس کی سچائی کا اقرار کرنے لگے۔ اس قدر ظہور ووضوح حق کے بعد جو لوگ خواہ مخواہ جھگڑے ڈالتے یا ماننے والوں سے الجھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور سخت عذاب کے مستوجب ہیں اور ان کے سب جھگڑے جھوٹے اور سب بحثیں باد ہوا اور باطل ہیں۔

وَالْمِيزَانَ ۗ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ

اور ترازو بھی ﴿۱﴾ اور تجھ کو کیا خبر ہے شاید وہ گھڑی

قَرِيبٌ ﴿۱۷﴾ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا ۚ

پاس ہو ﴿۲﴾ جلدی کرتے ہیں اس گھڑی کی وہ لوگ کہ یقین نہیں رکھتے اس پر

وَالَّذِينَ آمَنُوا مُشْفِقُونَ مِنْهَا وَيَعْلَمُونَ أَنَّهَا

اور جو یقین رکھتے ہیں ان کو اس کا ڈر ہے اور جانتے ہیں کہ وہ

الْحَقُّ ۗ أَلَا إِنَّ الَّذِينَ يُمَارُونَ فِي السَّاعَةِ

ٹھیک ہے سنتا ہے جو لوگ جھگڑتے ہیں اس گھڑی کے آنے میں

لَفِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ ﴿۱۸﴾ اللَّهُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهِ يَرْزُقُ

وہ بہک کر دور جا پڑے ﴿۳﴾ اللہ نرمی رکھتا ہے اپنے بندوں پر ﴿۴﴾ روزی دیتا ہے

مَنْ يَشَاءُ ۖ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ﴿۱۹﴾ ع مَنْ كَانَ

جس کو چاہے اور وہی ہے زور آور زبردست ﴿۵﴾ جو کوئی

يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ ۖ وَمَنْ

چاہتا ہو آخرت کی کھیتی زیادہ کریں (بڑھائیں) اس کے واسطے اس کی کھیتی ﴿۶﴾ اور جو کوئی

كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي

چاہتا ہو دنیا کی کھیتی اس کو دیویں ہم کچھ اس میں سے اور اس کے لیے نہیں

الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ ﴿۲۰﴾ أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا

آخرت میں کچھ حصہ ﴿۷﴾ کیا ان کے لیے اور شریک ہیں کہ راہ ڈالی ہے انہوں نے

۱ **نزول میزان** | اللہ نے مادی ترازو بھی اتاری جس میں اجسام تلتے ہیں اور علمی ترازو بھی جسے عقل سلیم کہتے ہیں اور اخلاقی ترازو بھی جسے صفت عدل وانصاف کہا جاتا ہے اور سب بڑی ترازو دین حق ہے جو خالق ومخلوق کے حقوق کا ٹھیک ٹھیک تصفیہ کرتا ہے اور جس میں بات پوری تلتی ہے نہ کم نہ زیادہ۔

۲ یعنی اپنے اعمال واحوال کو کتاب اللہ کی کسوٹی پر کس کر اور دین حق کے ترازو میں تول کر دیکھ لو، کہاں تک کھرے اور پورے اترتے ہیں۔ کیا معلوم ہے کہ قیامت کی گھڑی بالکل قریب ہی آ گئی ہو، پھر کچھ نہ ہو سکے گا۔ جو فکر کرنا ہے اس کے آنے سے پہلے کر لو۔

۳ **قیامت کے بارے میں منکرین کا استہزاء** | یعنی جن کو قیامت پر یقین نہیں وہ ہنسی مذاق کے طور پر نہایت بے فکری سے کہتے ہیں کہ ہاں صاحب وہ قیامت کب آئے گی؟ آخر دیر کیا ہے؟ جلدی کیوں نہیں آ جاتی؟ لیکن جن کو اللہ تعالیٰ نے ایمان ویقین سے بہرہ ور کیا ہے، وہ اس ہولناک گھڑی کے تصور سے لرزتے اور کانپتے ہیں اور خوب سمجھتے ہیں کہ یہ چیز ہونے والی ہے کسی کے ٹلائے ٹل نہیں سکتی۔ اسی لئے اس کی تیاری میں لگے رہتے ہیں۔ اسی سے سمجھ لو کہ ان جھگڑنے والے منکرین کا حشر کیا ہونا ہے۔ جب ایک شخص کو قیامت کے آنے کا یقین ہی نہیں وہ تیاری کیا خاک کرے گا۔ ہاں جتنا اس حقیقت کا مذاق اڑائے گا گمراہی میں اور زیادہ دور ہوتا چلا جائے گا۔

۴ یعنی باوجود تکذیب وانکار کے روزی کسی کی بند نہیں کرتا۔ بلکہ بندوں کے باریک سے باریک احوال کی رعایت کرتا اور نہایت نرمی اور تدبیر لطیف سے ان کی تربیت فرماتا ہے۔

۵ جس کو چاہے، جتنی چاہے دے۔

۶ **نیکی کا دس سے سات سوگنا ثواب** | ایک نیکی کا دس گنا ثواب دیں، بلکہ سات سوگنا اور اس سے بھی زیادہ۔ اور دنیا میں ایمان وعمل صالح کی برکت سے جو فراخی وبرکت ملے وہ الگ رہی۔

۷ **دنیا کا اجر محنت کے مطابق ملتا ہے** | دنیا کے واسطے جو محنت کرے موافق قسمت کے ملے، پھر اس محنت کا فائدہ آخرت میں کچھ نہیں۔ کما قال تعالیٰ "عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ" (بنی اسرائیل۔ رکوع۲)

لَهُم مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ ۚ وَلَوْلَا كَلِمَةُ

ان کے واسطے دین کی کہ جس کا حکم نہیں دیا اللہ نے ۱ اور اگر نہ مقرر ہو چکی ہوتی

الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۗ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ

ایک بات فیصلہ کی تو فیصلہ ہو جاتا ان میں اور بے شک جو گنہگار ہیں ان کو

عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٢١﴾ تَرَى الظَّالِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا

عذاب ہے دردناک ۲ تو دیکھے گا گنہگاروں کو کہ ڈرتے ہوں گے اپنی

كَسَبُوا وَهُوَ وَاقِعٌ بِهِمْ ۗ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

کمائی سے اور وہ پڑ کر رہے گا (رہے گی) ان پر ۳ اور جو لوگ یقین لائے اور بھلے

الصَّالِحَاتِ فِي رَوْضَاتِ الْجَنَّاتِ ۖ لَهُم مَّا يَشَاءُونَ

کام کیے باغوں میں ہیں جنت کے ان کے لیے ہے جو وہ چاہیں

عِندَ رَبِّهِمْ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ﴿٢٢﴾ ذَٰلِكَ الَّذِي

اپنے رب کے پاس یہی ہے بڑی بزرگی ۴ یہ ہے جو

يُبَشِّرُ اللَّهُ عِبَادَهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۗ

خوش خبری دیتا ہے اللہ اپنے ایماندار بندوں کو جو کرتے ہیں بھلے کام ۵

قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ ۗ

تو کہہ میں مانگتا نہیں تم سے اس پر کچھ بدلہ مگر دوستی چاہیے قرابت میں ۶

وَمَن يَقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْنًا ۚ إِنَّ اللَّهَ

اور جو کوئی کمائے گا نیکی ہم اس کو بڑھا دیں گے اس کی (اس میں) خوبی بے شک اللہ

① **مشرکین کا باطل راستہ** یعنی اللہ تعالیٰ نے نبیوں کی زبانی آخرت کا اور دین حق کا راستہ بتلا دیا۔ کیا اس کے سوا کوئی اور ہستی ایسی ہے جسے کوئی دوسرا راستہ مقرر کرنے کا حق اور اختیار حاصل ہو کہ وہ اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال اور حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام ٹھہرا دے۔ پھر آخر ان مشرکین نے اللہ کی وہ راہ چھوڑ کر جو انبیاء علیہم السلام نے بتلائی تھی دوسری راہیں کہاں سے نکال لیں۔

② یعنی فیصلہ کا وعدہ ہے اپنے وقت پر۔

③ یعنی اپنی کرتوت کے نتائج سے خواہ آج نہ ڈریں مگر اس دن ڈرتے ہوں گے اور یہ ڈر ان پر ضرور پڑ کر رہے گا۔ کوئی سبیل رہائی اور فرار کی نہ ہوگی۔

④ **جنت کی نعمتیں** یعنی جنت میں ہر قسم کی جسمانی اور روحانی راحتیں اور اپنے رب کا قرب، یہ ہی بڑا فضل ہے۔ دنیا کے عیش اس کے سامنے کیا حقیقت رکھتے ہیں۔

⑤ یعنی اللہ جو خوشخبری دے وہ لامحالہ واقع ہو کر رہے گی۔

⑥ **میں اس دعوت پر کوئی اجر نہیں مانگتا** یعنی قرآن جیسی دولت تم کو دے رہا ہوں اور ابدی نجات وفلاح کا راستہ بتلاتا اور جنت کی خوشخبری سناتا ہوں۔ یہ سب محض لوجہ اللہ ہے۔ اس خیر خواہی اور احسان کا تم سے کچھ بدلہ نہیں مانگتا۔ صرف ایک بات چاہتا ہوں کہ تم سے جو میرے نسبی وخاندانی تعلقات ہیں کم از کم ان کو نظر انداز نہ کرو۔ آخر تمہارا معاملہ اقارب اور رشتہ داروں کے ساتھ کیا ہوتا ہے، بسا اوقات ان کی بے موقع بھی حمایت کرتے ہو۔ میرا کہنا یہ ہے کہ تم اگر میری بات نہیں مانتے، نہ مانو، میرا دین قبول نہیں کرتے، یا میری تائید وحمایت میں کھڑے نہیں ہوتے، نہ سہی۔ لیکن کم از کم قرابت ورحم کا خیال کر کے ظلم واذیت رسانی سے باز رہو، اور مجھ کو اتنی آزادی دو کہ میں اپنے پروردگار کا پیغام دنیا کو پہنچاتا رہوں۔ کیا اتنی دوستی اور فطری محبت کا بھی میں مستحق نہیں ہوں۔ **تنبیہ** آیت کے یہ معنی حضرت ابن عباسؓ سے صحیحین میں منقول ہیں۔ بعض سلف نے "اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی" کا مطلب یہ لیا ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرو۔ اور حق قرابت کو پہچانو۔ اور بعض نے "قُرْبٰی" سے اللہ کا قرب اور نزدیکی مراد لی ہے یعنی ان کاموں کی محبت جو خدا سے قریب کرنے والے ہوں مگر صحیح اور راجح تفسیر وہ ہی ہے جو ہم نے اول نقل کی ہے۔ بعض علماء نے "مَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی" سے اہل بیت نبوی کی محبت مراد لے کر یوں معنی کئے ہیں کہ میں تم سے تبلیغ پر کوئی بدلہ نہیں مانگتا، بس اتنا چاہتا ہوں کہ میرے اقارب کے ساتھ محبت کرو۔ کوئی شبہ نہیں کہ اہل بیت اور اقارب نبی کریم ﷺ کی محبت وتعظیم اور حقوق شناسی امت پر لازم وواجب اور جزو ایمان ہے اور ان سے درجہ بدرجہ محبت رکھنا حقیقت میں حضور ﷺ کی محبت پر متفرع ہے لیکن آیت ہذا کی تفسیر اس طرح کرنا شان نزول اور روایات صحیحہ کے خلاف ہونے کے علاوہ حضور ﷺ کی شان رفیع کے مناسب نہیں معلوم ہوتا واللہ اعلم۔

غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۲۳﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ

معاف کرنے والا حق ماننے والا ہے ◆ کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نے باندھا اللہ پر جھوٹ

فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ ؕ وَيَمْحُ اللّٰهُ

سو اگر اللہ چاہے مہر کردے تیرے دل پر اور مٹاتا ہے اللہ

الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ

جھوٹ کو اور ثابت کرتا ہے سچ کو اپنی باتوں سے اس کو معلوم ہے

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۴﴾ وَهُوَ الَّذِىْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ

جو دلوں میں ہے ◆ اور وہی ہے جو قبول کرتا ہے توبہ

عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا

اپنے بندوں کی اور معاف کرتا ہے برائیاں اور جانتا ہے جو تم

تَفْعَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

تم کرتے ہو اور دعا سنتا ہے ایمان والوں کی جو بھلے

الصّٰلِحٰتِ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ

کام کرتے ہیں اور زیادہ دیتا ہے ان کو اپنے فضل سے ◆ اور جو منکر ہیں ان کے لیے

عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ

سخت عذاب ہے اور اگر پھیلا دے (فراخ کردے) اللہ روزی اپنے بندوں کو

لَبَغَوْا فِى الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ؕ

تو دھوم (فساد) اٹھادیں ملک میں ولیکن اتارتا ہے ماپ کر جتنی چاہتا ہے

۱ **نیکی کو بڑھایا جاتا ہے** | یعنی انسان بھلائی اور نیکی کا راستہ اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی بھلائی کو بڑھاتا ہے، آخرت میں تو اجر وثواب کے اعتبار سے اور دنیا میں نیک خوئی عطا فرما کر اور ایسے آدمی کی لغزشوں کو بھی معاف فرماتا ہے۔ شاید یہاں اس مضمون کا ذکر اس لئے فرمایا کہ کم از کم قرابت کی محبت مطلوب ہے جس کا حاصل ایذاء اور ظلم سے روکنا تھا۔ لیکن جو اس سے زائد نیکی دکھلائے وہ خوب سمجھ لے کہ خدا کے ہاں کسی کی نیکی ضائع نہیں جاتی، بلکہ بڑھتی رہتی ہے۔

۲ **حق کو ثابت اور جھوٹ کو محو کیا جاتا ہے** | یعنی بفرض محال اگر کوئی بات بھی خدا کی نسبت جھوٹ بنا کر کہہ دے تو اللہ کو قدرت ہے کہ تیرے دل پر مہر کر دے، پھر فرشتہ یہ کلام معجز لے کر تیرے قلب پر نہ اتر سکے اور سلسلہ وحی کا بند ہو جائے۔ بلکہ پہلا دیا ہوا بھی سلب کر لیا جائے کما قال " وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَکَ بِهٖ عَلَیْنَا وَکِیْلًا اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّکَ اِنَّ فَضْلَهٗ کَانَ عَلَیْکَ کَبِیْرًا " (بنی اسرائیل۔ رکوع ۱۰) مگر چونکہ واقع میں قطعاً کذب وافتراء کا شائبہ نہیں۔ اس لئے محض بدبختوں کی قدر ناشناسی اور طعن وتشنیع کی بناء پر یہ فیض منقطع نہیں کیا جا سکتا۔ بیشک اللہ اس کو جاری رکھے گا اور اپنی باتوں سے عملی طور پر جھوٹ کو جھوٹ اور سچ کو سچ ثابت کر کے رہے گا۔ اس وقت سب کو صاف کھل جائے گا کہ فریقین میں جھوٹا اور مفتری کون ہے اور کس کے دل پر اللہ نے فی الواقع مہر لگا دی ہے کہ خیر کے اترنے اور حق کے قبول کرنے کی اس میں مطلقاً گنجائش نہیں رہی۔ رہا یہ سوال کہ اللہ کی وہ باتیں کیا ہیں جن سے جھوٹ ملیامیٹ ہو اور حق ثابت ہو جائے تو میرے نزدیک وہ ہی دلائل و براہین ہیں جو قرآن اور پیغمبر کی صداقت پر اس نے قائم کی ہیں بالخصوص وہ آیات انفسیہ وآفاقیہ جن کا ذکر سورۂ " حٰمٓ السجدہ " کے آخر پر " سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ " کے حاشیہ میں کیا گیا ہے۔ ان آیات کے ظاہر ہونے پر سب کھرے اور کھوٹے دلوں کا حال علانیہ واضح ہو جائے گا۔ **تنبیہ** | آیت ہذا کی تفسیر میں بہت اقوال ہیں۔ بندہ کے نزدیک بے تکلف یہی مطلب ہے جو اوپر عرض کیا۔ اس تفسیر پر " وَیَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ " جملہ مستانفہ ہوا۔ جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہے اور اکثر محققین نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ البتہ مضارع کے معنی مترجم رحمہ اللہ نے حال کے لئے ہیں جو بالکل صحیح ہیں۔ مگر بندہ کے خیال میں یہاں استقبال لینا زیادہ چسپاں ہے۔ واللہ اعلم۔ حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ " وَیَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ " کا عطف " یَخْتِمْ عَلٰی قَلْبِکَ " پر کر رہے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ " یعنی اللہ اپنے اوپر کیوں جھوٹ بولنے دے۔ دل کو بند کر دے کہ مضمون ہی نہ آئے جس کو باندھ سکے اور چاہے تو کفر کو مٹا دے بے پیغام بھیجے۔ مگر وہ اپنی باتوں سے دین کو ثابت کرتا ہے اس واسطے نبی پر اپنا کلام بھیجتا ہے۔"

۳ **مومنین پر اللہ کے انعامات** | یعنی نبی خدا کا پیغام پہنچاتا ہے، تم جھوٹ سمجھو یا سچ، اس کے بعد بندوں کا سارا معاملہ خدا سے ہے ہر ایک بندہ سے دنیا اور آخرت میں اس کے حال واستعداد کے موافق معاملہ ہوتا ہے۔ توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور باوجود سب کچھ جاننے کے کتنی برائیوں سے درگذر کرتا ہے جو ایماندار اور نیک بندے اس کی بات سنتے ہیں وہ ان کی دعائیں سنتا اور ان کی طاعات کو شرف قبولیت بخشتا ہے اور جس قدر اجر وثواب کے وہ عام ضابطہ سے مستحق ہوں اپنے فضل سے اس سے کہیں زائد مرحمت فرماتا ہے۔ رہ گئے منکر اور پکے کافر جن کو مرتے دم تک رجوع وتوبہ کی توفیق میسر نہیں ہوئی ان کا انجام اگلے جملہ میں مذکور ہے۔

اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۲۷﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ

بے شک وہ اپنے بندوں کی خبر رکھتا ہے دیکھتا ہے ① اور وہی ہے جو اتارتا ہے

الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ؕ وَهُوَ

مینہ بعد اس کے کہ آس توڑ چکے اور پھیلاتا ہے اپنی رحمت اور وہی ہے

الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۸﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ

کام بنانے والا سب تعریفوں کے لائق ② اور ایک اس کی نشانی ہے بنانا آسمانوں کا اور

الْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ؕ وَهُوَ عَلٰى

زمین کا ③ اور جس قدر بکھیرے ہیں ان میں جانور ④ اور وہ

جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ ﴿۲۹﴾ ع وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ

جب چاہے ان سب کو اکٹھا کر سکتا ہے ⑤ اور جو پڑے تم پر کوئی

مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ؕ ﴿۳۰﴾

سختی سو وہ بدلہ ہے اس کا جو کمایا تمہارے ہاتھوں نے اور معاف کرتا ہے بہت سے گناہ ⑥

وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚۖ وَمَا لَكُمْ مِّنْ

اور تم تھکا دینے والے نہیں بھاگ کر زمین میں اور کوئی نہیں تمہارا

دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۳۱﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ

اللہ کے سوا کام بنانے والا اور نہ مددگار ⑦ اور ایک اس کی نشانی ہے کہ جہاز چلتے ہیں

① **غنا کو عام نہ کرنے کی حکمت** خدا کے خزانوں میں کسی چیز کی کمی نہیں۔ اگر چاہے تو اپنے تمام بندوں کو غنی اور تونگر بنا دے لیکن اس کی حکمت مقتضی نہیں کہ سب کو بے اندازہ روزی دے کر خوش عیش رکھا جائے۔ ایسا کیا جاتا تو عموماً لوگ طغیان و تمرد اختیار کر کے دنیا میں اودھم مچا دیتے۔ نہ خدا کے سامنے جھکتے نہ اس کی مخلوق کو خاطر میں لاتے، جو سامان دیا جاتا کوئی اس پر قناعت نہ کرتا حرص

اور زیادہ بڑھ جاتی جیسا کہ ہم بحالت موجودہ بھی عموماً مرفہ الحال لوگوں میں مشاہدہ کرتے ہیں، جتنا آ جائے اس سے زیادہ کے طالب رہتے ہیں، کوشش اور تمنا یہ ہوتی ہے کہ سب کے گھر خالی کر کے اپنا گھر بھر لیں۔ ظاہر ہے کہ ان جذبات کے ماتحت عام غنا اور خوشحالی کی صورت میں کیسا عام اور زبردست تصادم ہوتا اور کسی کو کسی سے دبنے کی کوئی وجہ نہ رہتی۔ ہاں دنیا کے عام مذاق و رجحان کے خلاف فرض کیجئے کسی وقت غیر معمولی طور پر کسی مصلح اعظم اور مامور من اللہ کی نگرانی میں عام خوشحالی اور فارغ البالی کے باوجود باہمی آویزش اور طغیان و سرکشی کی نوبت نہ آئے اور زمانہ کے انقلاب عظیم سے دنیا کی طبائع ہی میں انقلاب پیدا کر دیا جائے وہ اس عادی اور اکثری قاعدہ سے مستثنیٰ ہوگا۔ بہرحال دنیا کو بحالت موجودہ جس نظام پر چلانا ہے اس کا مقتضی یہی ہے کہ غناء عام نہ کیا جائے بلکہ ہر ایک کو اس کی استعداد اور احوال کی رعایت سے جتنا مناسب ہو جانچ تول کر دیا جائے۔ اور یہ خدا ہی کو خبر ہے کہ کس کے حق میں کیا صورت اصلح ہے۔ کیونکہ سب کے اگلے اور پچھلے حالات اسی کے سامنے ہیں۔

◆ **اللہ کی طرف سے باران رحمت** یعنی بہت مرتبہ ظاہری اسباب و حالات پر نظر کر کے جب لوگ بارش سے مایوس ہو جاتے ہیں اس وقت حق تعالیٰ باران رحمت نازل فرماتا اور اپنی مہربانی کے آثار و برکات چاروں طرف پھیلا دیتا ہے۔ تا بندوں پر ثابت ہو جائے کہ رزق کی طرح اسباب رزق بھی اسی کے قبضہ و قدرت میں ہیں جیسے وہ روزی ایک خاص اندازہ سے عطا کرتا ہے، بارش بھی خاص اوقات اور خاص مقدار میں مرحمت فرماتا ہے۔ بات یہ ہے کہ سب کام اسی کے اختیار میں ہیں اور جو کچھ وہ کرے عین حکمت و صواب ہے کیونکہ تمام خوبیاں اور کمالات اس کی ذات میں جمع ہیں۔ اور ہر قسم کی کارسازی اور اعانت و امداد وہیں سے ہو سکتی ہے۔ **تنبیہ** اللہ کی رحمت و قدرت کی طرف سے مایوس ہو جانا کافروں کا شیوہ ہے لیکن ایک مومن کی نظر میں اسباب کا سلسلہ یاس انگیز ہو سکتا ہے جیسے فرمایا "فَلَمَّا اسْتَيْأَسُوا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا۔" (یوسف۔ رکوع ۱۰) اور "حَتّٰى إِذَا اسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ" (یوسف۔ رکوع ۱۲)

◆ **ہر مخلوق اللہ کے قبضہ میں ہے** یعنی جس طرح رزق پہنچانا اور اس کے اسباب (بارش وغیرہ کا) مہیا کرنا اس کے قبضہ میں ہیں۔ ان اسباب کے اسباب سماویہ و ارضیہ اور ان کے آثار و نتائج بھی اسی کی مخلوق ہیں۔

◆ **آسمان کی جانور مخلوق** آیت سے ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمین کی طرح آسمانوں پر بھی جانوروں کی قسم سے کوئی مخلوق پائی جاتی ہے۔

◆ یعنی جس نے بکھیرے وہ ہی سب کو اکٹھا کر سکتا ہے۔ اور یہ قیامت کے دن ہوگا۔

◆ **ہر مصیبت اعمال بد کا نتیجہ ہے** یعنی جیسی نعمتیں ایک خاص اندازہ اور خاص اوقات و احوال کی رعایت سے دی جاتی ہیں، مصائب کا نزول بھی خاص اسباب و ضوابط کے ماتحت ہوتا ہے۔ مثلاً بندوں کو جو کوئی سختی اور مصیبت پیش آئے اس کا سبب قریب یا بعید بندوں ہی کے بعض اعمال و افعال ہوتے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح جیسے ایک آدمی غذا وغیرہ میں احتیاط نہ کرنے سے خود بیمار پڑ جاتا بلکہ بعض اوقات ہلاک ہو جاتا ہے یا بعض اوقات والدہ کی بد پرہیزی بچہ کو مبتلائے مصیبت کر دیتی ہے، یا کبھی کبھی ایک محلے والے یا شہر والے کی بے تدبیری اور حماقت سے پورے محلہ اور شہر کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ یہی حال روحانی اور باطنی بد پرہیزی اور بے تدبیری کا سمجھ لو۔ گویا دنیا کی ہر مصیبت بندوں کے بعض اعمال ماضیہ کا نتیجہ ہے۔ اور مستقبل میں ان کے لئے تنبیہ اور امتحان کا موقع بہم پہنچاتی ہے اور یہ اس پر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بندوں کے بہت گناہوں سے درگذر کرتی ہے۔ اگر ہر ایک جرم پر گرفت ہوتی تو زمین پر کوئی متنفس بھی باقی نہ رہتا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یہ خطاب عاقل بالغ لوگوں کو ہے گنہگار ہوں یا نیک۔ مگر نبی اس میں داخل نہیں (اور چھوٹے بچے بھی شامل نہیں) ان کے واسطے اور کچھ ہوگا۔ اور سختی دنیا کی بھی آ گئی۔ اور قبر کی اور آخرت کی۔"

◆ یعنی محض اپنی مہربانی سے معاف کرتا ہے ورنہ جس جرم پر سزا دینا چاہے، مجرم بھاگ کر کہیں روپوش نہیں ہو سکتا۔ اور نہ اس کے سوا کوئی دوسرا حمایت و امداد کے لئے کھڑا ہو سکتا ہے۔

فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ﴿٣٢﴾ إِن يَشَأْ يُسْكِنِ الرِّيحَ فَيَظْلَلْنَ

دریا میں جیسے پہاڑ (۱) اگر چاہے تھام دے ہوا کو پھر رہیں

رَوَاكِدَ عَلَىٰ ظَهْرِهِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ

سارے دن ٹھہرے ہوئے اس کی پیٹھ پر (۲) مقرر اس بات میں پتے ہیں ہر قائم رہنے والے کو

شَكُورٍ ﴿٣٣﴾ أَوْ يُوبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوا وَيَعْفُ عَن

جو احسان مانے (۳) یا تباہ کر دے ان کو بسبب ان کی کمائی کے اور معاف بھی کرے

كَثِيرٍ ﴿٣٤﴾ وَيَعْلَمَ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِنَا مَا

بہتوں کو (۴) اور تا کہ جان لیں وہ لوگ جو جھگڑتے ہیں ہماری قدرتوں میں کہ نہیں

لَهُم مِّن مَّحِيصٍ ﴿٣٥﴾ فَمَا أُوتِيتُم مِّن شَيْءٍ فَمَتَاعُ

ان کے لیے بھاگنے کی جگہ (۵) سو جو کچھ ملا ہے تم کو کوئی چیز ہو سو وہ برت لینا ہے

الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَمَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ لِلَّذِينَ

دنیا کی زندگانی میں اور جو کچھ اللہ کے یہاں ہے بہتر ہے اور باقی رہنے والا واسطے

آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٣٦﴾ وَالَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ

ایمان والوں کے جو اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں (۶) اور جو لوگ کہ بچتے ہیں

كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ ﴿٣٧﴾

بڑے گناہوں سے اور بے حیائی سے اور جب غصہ آوے تو وہ معاف کر دیتے ہیں (۷)

وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ

اور جنہوں نے کہ حکم مانا اپنے رب کا اور قائم کیا نماز کو اور کام کرتے ہیں

◆۱ یعنی جیسے زمین کی سطح پر پہاڑ ابھرے ہوئے ہیں سمندر کی سطح پر بڑے بڑے جہاز ابھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔

◆۲ **ہواؤں پر حکومت** | یعنی ہوا بھی اللہ کے قبضہ میں ہے۔ اگر ہوا کو ٹھہرا رکھے چلنے نہ دے تو تمام بادبانی جہاز دریا کی پیٹھ پر جہاں کے تہاں کھڑے رہ جائیں۔ غرض پانی اور ہوا سب اسی کے زیر فرمان ہیں۔

◆۳ دریائی سفر میں موافق اور ناموافق دونوں قسم کے حالات سے سابقہ پڑتا ہے۔ اس لئے بہت ضروری ہے کہ انسان موافق حالات پر شکر اور ناموافق حالات پر صبر کرتا ہوا اللہ تعالیٰ کی قدرت اور نعمت کو پہچانے۔

◆۴ **مصائب اعمال کا نتیجہ** | یعنی چاہے تو مسافروں کے بعض اعمال کی پاداش میں جہازوں کو تباہ کر ڈالے اور اس تباہی کے وقت بھی بعض کو معاف فرما دے۔

◆۵ یعنی تباہ اس لئے کئے جائیں کہ ان کے بعض اعمال کا بدلہ ہو اور بڑے بڑے جھگڑالو بھی دیکھ لیں کہ ہاں! خدائی گرفت سے نکل کر بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ''جو لوگ ہر چیز اپنی تدبیر سے سمجھتے ہیں اس وقت عاجز رہ جائیں گے۔'' کوئی تدبیر بن نہ پڑے گی۔

◆۶ **آخرت کی نعمتیں بہتر اور پائیدار ہیں** | یعنی یہ تمام باتیں سننے کے بعد انسان کو چاہئے کہ اللہ کو راضی رکھنے کی فکر کرے اس چند روزہ زندگانی اور عیش فانی پر مغرور نہ ہو۔ اور خوب سمجھ لے کہ ایمانداروں کو جو عیش و آرام اللہ کے ہاں ملے گا وہ اس دنیا کے عیش و آرام سے بہتر بھی ہے اور پائدار بھی۔ نہ اس میں کسی طرح کی کدورت ہوگی نہ فناء و زوال کا کھٹکا ہوگا۔

◆۷ **مومنین کی بعض صفات** | اس کا بیان سورۂ ''نساء'' کی آیت ''اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ '' کے فوائد میں گذر چکا، وہاں ملاحظہ کر لیا جائے۔ شاید یہاں '' كَبَآئِرَ الْاِثْمِ '' سے وہ بڑے گناہ مراد ہوں جو قوت نظریہ کی غلط کاری سے پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً عقائد بدعیہ اور ''فواحش'' وہ گناہ جن میں قوت شہوانیہ کی بے اعتدالی کو دخل ہو۔ آگے'' وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ '' میں تو ظاہر ہے کہ قوت غضبیہ کی روک تھام کی گئی ہے۔ واللہ اعلم۔

شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۠ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿٣٨﴾ وَالَّذِيْنَ

مشورہ سے آپس کے ۱ اور ہمارا دیا کچھ خرچ کرتے ہیں اور وہ لوگ

اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿٣٩﴾ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ

کہ جب ان پر ہووے چڑھائی تو وہ بدلہ لیتے ہیں ۲ اور برائی کا بدلہ ہے برائی

سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى

ویسی ہی ۳ پھر جو کوئی معاف کرے اور صلح کرے سو اس کا ثواب ہے

اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٤٠﴾ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ

اللہ کے ذمہ بے شک اس کو پسند نہیں آتے گنہگار ۴ اور جو کوئی بدلہ لے اپنے

ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿٤١﴾ ۭ اِنَّمَا السَّبِيْلُ

مظلوم ہونے کے بعد سو ان پر بھی نہیں کچھ الزام ۵ الزام تو

عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ

ان پر ہے جو ظلم کرتے ہیں لوگوں پر ۶ اور دھوم اٹھاتے ہیں ملک میں

بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٤٢﴾ وَلَمَنْ صَبَرَ

ناحق ان لوگوں کے لئے ہے عذاب دردناک اور البتہ جس نے سہا

وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿٤٣﴾ ع وَمَنْ يُّضْلِلِ

اور معاف کیا بے شک یہ کام ہمت کے ہیں ۷ اور جس کو راہ نہ سجھائے

اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ

اللہ تو کوئی نہیں اس کا کام بنانے والا اس کے سوا ۸ اور تو دیکھے گنہگاروں کو

ع ۴ ٥

﴿۱﴾ **مشورہ کی اہمیت** مشورہ سے کام کرنا اللہ کو پسند ہے دین کا کام ہو یا دنیا کا۔ نبی کریم ﷺ مہمات امور میں برابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرماتے تھے اور صحابہ آپس میں مشورہ کرتے تھے حروب وغیرہ کے متعلق بھی اور بعض مسائل واحکام کی نسبت بھی۔ بلکہ خلافت راشدہ کی بنیاد ہی شوریٰ پر قائم تھی۔ یہ ظاہر ہے کہ مشورہ کی ضرورت ان کاموں میں ہے جو مہتم بالشان ہوں اور جو قرآن وسنت میں منصوص نہ ہوں۔ جو چیز منصوص ہو اس میں رائے ومشورہ کے کوئی معنی نہیں۔ اور ہر چھوٹے بڑے کام میں اگر مشورہ ہوا کرے تو کوئی کام نہ ہو سکے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مشورہ ایسے شخص سے لیا جائے جو عاقل وعابد ہو۔ ورنہ اس کی بیوقوفی یا بدنیتی سے کام خراب ہو جانے کا اندیشہ رہے گا۔

﴿۲﴾ **مومنین کا عفو و بدلہ** یعنی جہاں معاف کرنا مناسب ہو معاف کرے مثلاً ایک شخص کی حرکت پر غصہ آیا اور اس نے ندامت کے ساتھ اپنے عجز وقصور کا اعتراف کر لیا۔ انہوں نے معاف کر دیا۔ یہ محمود ہے اور جہاں بدلہ لینا مصلحت ہو مثلاً کوئی شخص خواہ مخواہ چڑھتا ہی چلا آئے اور ظلم وزور سے دبانے کی کوشش کرے، یا جواب نہ دینے سے اس کا حوصلہ بڑھتا ہے یا ہماری شخصی حیثیت سے قطع نظر کر کے دین کی اہانت یا جماعت مسلمین کی تذلیل ہوتی ہے، ایسی حالت میں بدلہ لیتے ہیں، وہ بھی بقدر اس کی زیادتی کے۔ جرم سے زائد سزا نہیں دیتے۔

﴿۳﴾ بدلہ کے طور پر جو برائی کی جائے وہ حقیقۃً نہیں محض صورۃً برائی ہوتی ہے۔ "سَیِّئَۃ" کا اطلاق اس پر مشاکلۃً کیا گیا۔

﴿۴﴾ **عدل کے ساتھ انتقام کی اجازت** یعنی ظلم اور زیادتی تو اللہ کے ہاں کسی حالت میں پسند نہیں۔ بہترین خصلت یہ ہے کہ آدمی جتنا بدلہ لے سکتا ہے اس سے بھی درگذر کرے۔ بشرطیکہ درگذر کرنے میں بات سنورتی ہو۔

﴿۵﴾ یعنی مظلوم ظالم سے بدلہ لینا چاہے تو اس میں الزام اور گناہ کچھ نہیں۔ ہاں معاف کر دینا افضل واحسن ہے۔

﴿۶﴾ یعنی ابتداءً ظلم کرتے ہیں یا انتقام لینے میں حد استحقاق سے بڑھ جاتے ہیں۔

﴿۷﴾ **معاف کر دینا ہمت کا کام ہے** یعنی غصہ کو پی جانا اور ایذائیں برداشت کر کے ظالم کو معاف کر دینا بڑی ہمت اور حوصلہ کا کام ہے۔ حدیث میں ہے کہ جس بندہ پر ظلم ہو اور وہ محض اللہ کے واسطے اس سے درگذر کرے تو ضرور ہے کہ اللہ اس کی عزت بڑھائے گا اور مدد کرے گا۔

﴿۸﴾ یعنی اللہ کی توفیق ودستگیری ہی سے آدمی کو عدل وانصاف اور صبر وغفر کی اعلیٰ خصلتیں حاصل ہو سکتی ہیں وہ ان بہترین اخلاق کی طرف راہ نہ دے تو کون ہے جو ہاتھ پکڑ کر اخلاقی پستی اور رسوائی کے گڑھے سے ہم کو نکال سکے۔

لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ

جس وقت دیکھیں گے عذاب کہیں گے کسی طرح پھر جانے کی بھی ہوگی کوئی

سَبِيْلٍ ﴿۴۴﴾ وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ

راہ ◆ اور تو دیکھے ان کو کہ سامنے لائے جائیں آگ کے آنکھیں جھکائے (نیچی کیے ہوئے) ہوئے

الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ؕ وَقَالَ الَّذِيْنَ

ذلت سے دیکھتے ہوں گے چھپی نگاہ سے ◆ اور کہیں وہ لوگ

اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَ

جو ایمان دار تھے مقرر ٹوٹے والے وہی ہیں جنہوں نے گنوایا اپنی جان کو اور

اَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ

اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن ◆ سنتا ہے گنہگار

عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ﴿۴۵﴾ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ

پڑے ہیں سدا کے عذاب میں اور کوئی نہ ہوئے ان کے حمایتی

يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ

جو مدد کرتے ان کی اللہ کے سوا اور جس کو بھٹکائے اللہ

فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۶﴾ اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ

اس کے لیے کہیں نہیں راہ ◆ مانو اپنے رب کا حکم اس سے

قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ

پہلے کہ آئے وہ دن جس کو پھرنا نہیں اللہ کے یہاں سے ◆ نہیں

۱ **ظالموں کا حال آخرت میں** | یعنی کوئی ایسی سبیل بھی ہے کہ ہم دنیا کی طرف پھر واپس کر دیئے جائیں اور اس مرتبہ وہاں سے خوب نیک بن کر حاضر ہوں۔

۲ یعنی ایک سہمے ہوئے مجرم کی طرح خوف اور ذلت وندامت کے مارے نیچی نظر سے دیکھتے ہوں گے۔ کسی سے پوری طرح آنکھ نہیں ملا سکیں گے۔

۳ **کفار نے اپنے گھر والوں کو بھی تباہ کیا** | یعنی بدبخت اپنے ساتھ اپنے متعلقین اور گھر والوں کو بھی لے ڈوبے۔ سبھی کو تباہ و برباد کر کے چھوڑا۔

۴ یعنی نہ دنیا میں ہدایت کی، نہ آخرت میں نجات کی۔

۵ یعنی جیسے دنیا میں عذاب مؤخر ہوتا اور ٹلتا چلا جاتا ہے، اس دن نہیں ٹلے گا۔

مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ﴿٤٧﴾ فَاِنْ

ملے گا تم کو بچاؤ اس دن اور نہ ملے گا الوپ (مکر جانا) ہو جانا ١ پھر اگر

اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ عَلَيْكَ

وہ منہ پھیریں (ٹلا دیں) تو تجھ کو نہیں بھیجا ہم نے ان پر نگہبان تیرا ذمہ

اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً

تو بس یہی ہے پہنچا دینا ٢ اور ہم جب چکھاتے ہیں آدمی کو اپنی طرف سے رحمت

فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ

اس پر پھولا نہیں سماتا (اتراتا ہے) اور اگر پہنچتی ہے ان کو کچھ برائی بدلے میں اپنی کمائی کے

فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ﴿٤٨﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ

تو انسان بڑا ناشکر ہے ٣ اللہ کا راج ہے آسمانوں میں اور

الْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا

زمین میں پیدا کرتا ہے جو چاہے بخشتا ہے جس کو چاہے بیٹیاں

وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ﴿٤٩﴾ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّ

اور بخشتا ہے جس کو چاہے بیٹے یا ان کو دیتا ہے جوڑے بیٹے اور

اِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿٥٠﴾

بیٹیاں اور کر دیتا ہے جس کو چاہے بانجھ وہ ہے سب کچھ جانتا کر سکتا ٤

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ

اور کسی آدمی کی طاقت نہیں کہ اس سے باتیں کرے اللہ مگر اشارہ سے یا

۱ یعنی مکر جانے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اور ابن کثیرؒ نے یوں معنی کئے ہیں کہ کوئی موقع ایسا نہ ملے گا جو تم پہچانے نہ جاؤ۔

۲ **آپ ﷺ کے ذمے صرف تبلیغ ہے** یعنی آپ ذمہ دار نہیں کہ زبردستی منوا کر چھوڑیں۔ آپ کا فرض پیغام الٰہی پہنچا دینا ہے۔ وہ آپ ادا کر رہے ہیں۔ یہ نہیں مانتے تو جائیں جہنم میں۔

۳ **انسان ناشکرا ہے** یعنی ان کے اعراض سے آپ غمگین نہ ہوں۔ انسان کی طبیعت ہی ایسی واقع ہوئی ہے (اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰہُ) کہ اللہ انعام و احسان فرمائے تو اکڑنے اور اترانے لگتا ہے۔ پھر جہاں اپنی کرتوت کی بدولت کوئی افتاد پڑ گئی، بس سب نعمتیں بھول جاتا ہے اور ایسا ناشکر بن جاتا ہے گویا کبھی اس پر اچھا وقت آیا ہی نہ تھا۔ خلاصہ یہ کہ فراخی اور عیش کی حالت ہو یا تنگی اور تکلیف کی۔ اپنی حد پر قائم نہیں رہتا البتہ مومنین قانتین کا شیوہ یہ ہے کہ سختی پر صبر اور فراخی کی حالت میں منعم حقیقی کا شکر ادا کرتے ہیں اور کسی حال اس کے انعامات و احسانات کو فراموش نہیں کرتے۔

۴ **اولاد دینے میں اللہ تعالیٰ کی حکمت و مصلحت** یعنی سختی ہو یا نرمی سب احوال خدا کے بھیجے ہوئے ہیں۔ آسمان و زمین میں سب جگہ اسی کی سلطنت اور اسی کا حکم چلتا ہے جو چیز چاہے پیدا کرے اور جو چیز جس کو چاہے دے، جس کو چاہے نہ دے۔ دنیا کے رنگا رنگ حالات کو دیکھ لو۔ کسی کو سرے سے اولاد نہیں ملتی، کسی کو ملتی ہے تو صرف بیٹیاں، کسی کو صرف بیٹے، کسی کو دونوں، جڑواں یا الگ الگ۔ اس میں کسی کا کچھ دعویٰ نہیں۔ وہ مالک حقیقی ہی جانتا ہے کہ کس شخص کو کس حالت میں رکھنا مناسب ہے اور وہ ہی اپنے علم و حکمت کے موافق تدبیر کرتا ہے کسی کی مجال نہیں کہ اس کے ارادہ کو روک دے یا اس کی تخلیق و تقسیم پر حرف گیری کر سکے، عاقل کا کام یہ ہے کہ ہر قسم کے نرم و گرم حالات میں اسی کی طرف رجوع کرے اور ہمیشہ اپنی ناچیز حقیقت کو پیش نظر رکھ کر تکبر یا کفران نعمت سے باز رہے۔

وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ

پردہ کے پیچھے سے یا بھیجے کوئی پیغام لانے والا پھر پہنچا دے اس کے حکم سے

مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۵۱﴾ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ

جو وہ چاہے ﴿۱﴾ تحقیق وہ سب سے اوپر ہے حکمتوں والا ﴿۲﴾ اور اسی طرح بھیجا ہم نے

اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ

تیری طرف ایک فرشتہ اپنے حکم سے ﴿۳﴾ تو نہ جانتا تھا کہ کیا ہے کتاب

وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ

اور نہ ایمان ﴿۴﴾ ولیکن ہم نے رکھی ہے یہ روشنی اس سے راہ سمجھا دیتے ہیں جس کو

نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۲﴾ لا

چاہیں اپنے بندوں میں ﴿۵﴾ اور بے شک تو سمجھاتا ہے سیدھی راہ ﴿۶﴾

صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي

راہ اللہ کی اس کا (جس کا) ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور

الْاَرْضِ ؕ اَلَاۤ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ﴿۵۳﴾ ع

زمین میں ﴿۷﴾ سنتا ہے اللہ ہی تک پہنچتے ہیں سب کام ﴿۸﴾

ع ۱۰/۶ ۵

(۴۳) سُوْرَةُ الزُّخْرُفِ مَكِّيَّةٌ (۶۳)

اٰيَاتُهَا ۸۹ — رُكُوْعَاتُهَا ۷

سورۂ زخرف مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی نواسی آیتیں ہیں اور سات رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

۱ **کوئی بشر اللہ سے براہ راست بات نہیں کر سکتا** کوئی بشر اپنی عنصری ساخت اور موجودہ قویٰ کے اعتبار سے یہ طاقت نہیں رکھتا کہ خداوند قدوس اس دنیا میں اس کے سامنے ہو کر مشافہۃً کلام فرمائے اور وہ تحمل کر سکے۔ اسی لئے کسی بشر سے اس کے ہمکلام ہونے کی تین صورتیں ہیں

کلام الٰہی کی تین صورتیں (الف) بلاواسطہ پردہ کے پیچھے سے کلام فرمائے۔ یعنی نبی کی قوت سامعہ استماع کلام سے لذت اندوز ہو مگر اس حالت میں آنکھیں دولت دیدار سے متمتع نہ ہوں۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طور اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو لیلۃ الاسراء میں پیش آیا۔ (ب) بواسطہ فرشتہ کے حق تعالیٰ کلام فرمائے مگر فرشتہ مجسد ہو کر آنکھوں کے سامنے نہ آئے۔ بلکہ براہ راست نبی کے قلب پر نزول کرے اور قلب ہی سے ادراک فرشتہ کا اور صوت کا ہوتا ہو۔ حواس ظاہرہ کو چنداں دخل نہ رہے۔ میرے خیال میں یہ صورت ہے جس کو عائشہ صدیقہؓ کی حدیث میں "یَاْتِیْنِیْ فِیْ مِثْلِ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ" سے تعبیر فرمایا ہے اور صحیح بخاری کے ابواب بدء الخلق میں وحی کی اس صورت میں بھی اتیان ملک کی تصریح موجود ہے۔ اسی کو حدیث میں "وَهُوَ اَشَدُّهٗ عَلَیَّ" فرمایا اور شاید وحی قرآنی بکثرت اسی صورت میں آتی ہو جیسا کہ "نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ عَلٰى قَلْبِكَ" اور "فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ" میں لفظ "قَلْبِكَ" سے اشارہ ہوتا ہے۔ اور چونکہ یہ معاملہ بالکل پوشیدہ طور پر اندر ہی اندر ہوتا تھا پیغمبر کے وجود سے باہر کوئی علیحدہ ہستی نظر نہ آتی تھی اور نہ اس طرح کلام ہوتا تھا جیسے ایک آدمی دوسرے سے بات کرتا ہو کہ پاس بیٹھنے والے سامعین بھی سمجھ لیں اس لئے اس قسم کی خصوصیت کے ساتھ آیت ہذا میں لفظ "وَحْيًا" سے تعبیر کیا۔ کیونکہ لغت میں "وحی" کا لفظ اخفاء اور اشارۂ سریعہ پر دلالت کرتا ہے۔ (ج) تیسری صورت یہ ہے کہ فرشتہ مجسد ہو کر نبی کے سامنے آجائے اور اس طرح خدا کا کلام و پیام پہنچا دے جیسے ایک آدمی دوسرے سے خطاب کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت جبریلؑ ایک دو مرتبہ اپنی اصل صورت میں حضورؐ کے پاس آئے۔ اور اکثر مرتبہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں آتے تھے۔ اور کبھی کسی غیر معروف آدمی کی شکل میں بھی تشریف لائے ہیں۔ اس وقت آنکھیں فرشتہ کو دیکھتیں اور کان انکی آواز سنتے تھے اور پاس بیٹھنے والے بھی بعض اوقات گفتگو سنتے اور سمجھتے تھے۔ عائشہ صدیقہؓ کی حدیث میں جو دو قسمیں بیان ہوئی ہیں ان میں سے یہ دوسری صورت ہے۔ اور میرے خیال میں اسی کو آیہ ہذا میں "اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ بِاِذْنِهٖ مَا یَشَآءُ" سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ باقی حجاب والی صورت چونکہ بالکل نادر بلکہ اندر تھی اس لئے عائشہؓ کی حدیث میں اس سے تعرض نہیں کیا گیا۔

۲ یعنی اس کا علو مانع ہے کہ بے حجاب کلام کرے اور حکمت مقتضی ہے کہ بعض صورتیں ہمکلامی کی اختیار کی جائیں۔

۳ **آنحضرت ﷺ پر روح کا بھیجا جانا** مترجم محقق قدس اللہ روحہ نے اس جگہ روح سے مراد فرشتہ لیا ہے۔ یعنی جبریل امین۔ اور یہ بعض مفسرین کی رائے ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ یہاں خود قرآن کریم کو روح سے تعبیر فرمایا کیونکہ اس کی تاثیر سے مردہ قلوب زندہ ہوتے ہیں۔ اور انسان کو ابدی حیات نصیب ہوتی ہے۔ دیکھ لو جو قومیں کفر و ظلم اور بداخلاقی کی موت مر چکی تھیں کس طرح قرآن نے ان میں جان تازہ ڈال دی۔

۴ یعنی ایمان اور اعمال ایمانیہ کی یہ تفاصیل جو بذریعہ وحی اب معلوم ہوئیں پہلے سے کہاں معلوم تھیں۔ گو نفس ایمان کے ساتھ ہمیشہ سے متصف تھے۔

۵ یعنی قرآن کی روشنی میں جن بندوں کو ہم چاہیں سعادت و فلاح کے راستہ پر لے چلتے ہیں۔

۶ یعنی آپ تو سب بندوں کو قرآن کریم کے ذریعہ سے اللہ تک پہنچنے کی سیدھی راہ بتلاتے رہتے ہیں کوئی اس پر چلے یا نہ چلے۔

۷ یعنی سیدھی راہ وہ جس پر چل کر آدمی خدائے واحد تک پہنچتا ہے۔ جو اس راہ سے بھٹکا خدا سے الگ ہوا۔

۸ یعنی جب سب کاموں کا انجام اسی کی طرف ہے تو چاہئے کہ آدمی شروع سے اس انجام کو سوچ لے اور اپنے اختیار سے ایسے راستہ پر چلے جو سیدھا اس کی بارگاہ تک پہنچنے والا ہو۔ اَللّٰهُمَّ اهدنا الصراط المستقیم وثبتنا علیه۔ تم سورۃ الشوریٰ

حٰمٓ ۚ ﴿۱﴾ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۛ ﴿۲﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا

حٰمٓ قسم ہے اس کتاب واضح کی ہم نے رکھا اس کو قرآن

عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۚ ﴿۳﴾ وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ

عربی زبان کا تا کہ تم سمجھو ۞ اور تحقیق یہ قرآن لوح محفوظ میں

لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۗ ﴿۴﴾ اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا

ہمارے پاس ہے برتر (اونچا) مستحکم ۞ کیا پھیر دیں گے ہم تمہاری طرف سے یہ کتاب موڑ کر

اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ﴿۵﴾ وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ

اس سبب سے کہ تم ہو ایسے لوگ کہ حد پر نہیں رہتے ۞ اور بہت بھیجے ہیں ہم نے نبی

فِي الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶﴾ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ

پہلوں میں اور نہیں آتا لوگوں کے پاس کوئی پیغام لانے والا جس سے

يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۷﴾ فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمَضٰى

ٹھٹھا نہیں کرتے ۞ پھر برباد کر ڈالے ہم نے ان سے سخت زور والے اور چلی آتی ہے

مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

مثال (حقیقت) پہلوں کی ۞ اور اگر تو ان سے پوچھے کس نے بنائے آسمان

وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ۙ ﴿۹﴾ الَّذِيْ

اور زمین تو کہیں بنائے اس زبردست خبردار نے وہی ہے

جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا

جس نے بنا دیا تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور رکھ دیں تمہارے واسطے اس میں راہیں

سورۃ الزخرف

۱ قرآن عربی زبان میں ہے | کیونکہ عربی تمہاری مادری زبان ہے اور تمہارے ذریعہ سے دنیا کی قومیں اس کتاب کو سیکھیں گی۔

۲ یعنی وجوہ اعجاز اور اسرار عظیمہ پر مشتمل ہونے کی وجہ سے نہایت بلند مرتبہ اور تبدیل و تحریف سے محفوظ رہنے کی وجہ سے نہایت مستحکم ہے۔ اس کے دلائل و براہین نہایت مضبوط اور اس کے احکام غیر منسوخ ہیں۔ کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں اور تمام مضامین اصلاح معاش و معاد کی اعلیٰ ترین ہدایات پر مشتمل اور حکیمانہ خوبیوں سے مملو ہیں۔ اور قرآن کے ان تمام محاسن پر خود قرآن ہی شاہد ہے۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔

تنبیہ | قرآن اور تمام کتب سماویہ نزول سے پہلے لوح محفوظ میں لکھی گئی ہیں۔

۳ تمہاری زیادتیوں کی وجہ سے وحی نہیں روکی جاسکتی | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "اس سبب سے کہ تم نہیں مانتے کیا ہم حکم کا بھیجنا موقوف کریں گے۔" یعنی ایسی توقع مت رکھو اللہ کی حکمت و رحمت اسی کو مقتضی ہے کہ باوجود تمہاری زیادتیوں اور شرارتوں کے کتاب الٰہی کا نزول اور دعوت و نصیحت کا سلسلہ بند نہ کیا جائے۔ کیونکہ بہت سی سعید روحیں اس سے مستفید ہوتی ہیں۔ اور منکرین پر کامل طور سے اتمام حجت ہوتا ہے۔

۴ یعنی پہلے رسولوں کے ساتھ بھی استہزاء کیا گیا اور ان کی تعلیمات کو جھٹلایا گیا۔ مگر اس کی وجہ سے پیغامبری کا سلسلہ مسدود نہیں ہوا۔

۵ پچھلی قوموں کے حال سے عبرت | یعنی عبرت کے لئے ان مکذبین کی تباہی کی مثالیں پیش آچکیں اور پہلے مذکور ہوچکیں جو زور و قوت میں تم سے کہیں زیادہ تھے۔ جب وہ اللہ کی پکڑ سے نہ بچ سکے تو تم کاہے پر مغرور ہوتے ہو۔ آگے اللہ تعالیٰ کی عظمت و قدرت اور کمال تصرف کا ذکر کرتے ہیں جو ایک حد تک ان کے نزدیک بھی مسلم تھا۔

لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰﴾ وَالَّذِیْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ

تاکہ تم راہ پاؤ ﴿۱﴾ اور جس نے اتارا آسمان سے پانی

بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۱﴾

ماپ کر ﴿۲﴾ پھر ابھار کھڑا کیا (زندہ کیا) ہم نے اس سے ایک دیس (زمین) مردہ کو اسی طرح تم کو بھی نکالیں گے ﴿۳﴾

وَالَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ

اور جس نے بنائے سب چیز کے جوڑے ﴿۴﴾ اور بنا دیا تمہارے واسطے

الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ﴿۱۲﴾ لِتَسْتَوٗا عَلٰی ظُهُوْرِهٖ

کشتیوں اور چوپایوں کو جس پر تم سوار ہوتے ہو تاکہ چڑھ بیٹھو تم اس کی پیٹھ پر ﴿۵﴾

ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَیْتُمْ عَلَیْهِ وَ

پھر یاد کرو اپنے رب کا احسان جب بیٹھ چکو (سوار ہو) اس پر اور

تَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ

کہو پاک ذات ہے وہ جس نے بس میں کر دیا ہمارے اس کو اور ہم نہ تھے اس کو

مُقْرِنِیْنَ ﴿۱۳﴾ وَاِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَجَعَلُوْا لَهٗ

قابو میں لا سکتے ﴿۶﴾ اور ہم کو اپنے رب کی طرف پھر جانا ہے ﴿۷﴾ اور ٹھہرائی ہے انہوں نے حق تعالیٰ کے واسطے

مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۵﴾ ع ۱۵

اولاد اس کے بندوں میں سے تحقیق انسان بڑا ناشکر ہے صریح

اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا یَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّاَصْفٰىكُمْ بِالْبَنِیْنَ ﴿۱۶﴾

کیا اس نے رکھ لیں اپنی مخلوقات میں سے بیٹیاں اور تم کو دے دیے چن کر بیٹے ﴿۸﴾

۱ یعنی جہاں تک انسان بستے ہیں آپس میں مل سکیں، ایک دوسرے تک راہ پائیں اور چل پھر کر دنیوی و اخروی مقاصد میں کامیابی کا راستہ معلوم کر لیں۔

۲ یعنی ایک خاص مقدار میں جو اس کی حکمت کے مناسب اور اس کے علم میں مقدر تھی۔

۳ **دوسری زندگی پر دلائل** یعنی جس طرح مردہ زمین بذریعہ بارش زندہ اور آباد کر دیتا ہے۔ ایسے ہی تمہارے مردہ جسموں میں جان ڈال کر قبروں سے نکال کھڑا کریگا۔

۴ یعنی دنیا میں جتنی چیزوں کے جوڑے ہیں اور مخلوق کی جتنی قسمیں اور متماثل یا متقابل انواع ہیں سب کو خدا ہی نے پیدا کیا۔

۵ یعنی خشکی میں بعض چوپایوں کی پیٹھ پر اور دریا میں کشتی پر سوار ہوتے۔

۶ **سواری پر بیٹھنے کے آداب اور دعا** یعنی چوپایوں یا کشتی پر سوار ہوتے وقت اللہ کا احسان دل سے یاد کرو کہ ہم کو اس نے اس قدر قوی اور ہنر مند بنا دیا کہ اپنی عقل و تدبیر وغیرہ سے ان چیزوں کو قابو میں لے آئے۔ یہ محض خدا کا فضل ہے ورنہ ہم میں اتنی طاقت اور قدرت کہاں تھی کہ ایسی ایسی چیزوں کو مسخر کر لیتے۔ نیز دلی یاد کے ساتھ زبان سے سواری کے وقت یہ الفاظ کہنے چاہئیں۔ "سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ" اور بھی اذکار و ادعیہ احادیث میں آئی ہیں جو کتب حدیث و تفسیر میں مذکور ہیں۔

۷ **آخرت کے سفر کو نہ بھولو** یعنی اس سفر سے آخرت کا سفر یاد کرو۔ آنحضرت ﷺ سوار ہوتے تو یہی تسبیح پڑھتے تھے۔

۸ **انسان کی ناشکری اور گستاخی** یعنی چاہئے تھا اللہ کی نعمتوں کو پہچان کر شکر ادا کرے۔ یہ صریح ناشکری پر اتر آیا۔ اور اس کی جناب میں گستاخیاں کرنے لگا۔ اس سے بڑی گستاخی اور ناشکری کیا ہوگی کہ اس کے لئے اولاد تجویز کی جائے، وہ بھی بندوں میں سے اور وہ بھی بیٹیاں، اول تو اولاد باپ کے وجود کا ایک جزء ہوتا ہے تو خداوند قدوس کے لئے اولاد تجویز کرنے کے یہ معنی ہوئے کہ وہ اجزاء سے مرکب ہے اور مرکب کا حادث ہونا ضروری ہے، دوسرے ولد اور والد میں مجانست ہونی چاہئے دونوں ایک جنس نہ ہوں تو ولد یا والد کے حق میں عیب ہے۔ یہاں مخلوق و خالق میں مجانست کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ تیسرے لڑکی باعتبار قوائے جسمیہ و عقلیہ کے عموماً لڑکے سے ناقص اور کمزور ہوتی ہے گویا معاذ اللہ خدا نے اپنے لئے اولاد بھی رکھی تو گھٹیا اور ناقص۔ کیا تم کو شرم نہیں آتی کہ اپنے حصہ میں عمدہ اور بڑھیا چیز اور خدا کے حصہ میں ناقص اور گھٹیا چیز لگاتے ہو۔

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ

اور جب ان میں سے کسی کو خوش خبری ملے　اس چیز کی جس کو رحمٰن کے نام لگایا　تو سارے دن رہے

وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۱۷﴾ اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي

منہ اس کا سیاہ　اور وہ دل میں گھٹ رہا ہے　۱　کیا ایسا شخص کہ پرورش پاتا ہے

الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ ﴿۱۸﴾ وَجَعَلُوا

زیور میں (گہنے میں)　اور وہ جھگڑے میں　بات نہ کہہ سکے　۲　اور ٹھہرایا انہوں نے

الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوا

فرشتوں کو　جو بندے ہیں رحمٰن کے　عورتیں　۳　کیا دیکھتے تھے

خَلْقَهُمْ ؕ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْئَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَقَالُوْا

ان کا بننا　اب لکھ رکھیں گے ان کی گواہی　اور ان سے پوچھ ہوگی　۴　اور کہتے ہیں

لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ق

اگر چاہتا رحمٰن　تو ہم نہ پوجتے ان کو　۵　کچھ خبر نہیں ان کو اس کی

اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ

یہ سب اٹکلیں دوڑاتے ہیں　۶　کیا ہم نے کوئی کتاب دی ہے ان کو　اس سے پہلے

فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ﴿۲۱﴾ بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا

سو انہوں نے اس کو مضبوط پکڑ رکھا ہے　بلکہ کہتے ہیں　ہم نے پایا اپنے باپ دادوں کو

عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَكَذٰلِكَ مَآ

ایک راہ پر　اور ہم انہی کے قدموں پر ہیں　راہ پائے ہوئے　۷　اور اسی طرح جس

① **بیٹیوں کے ہونے پر کفار کا غم** یعنی جو اولاد واناث خدا کے لئے تجویز کر رہے ہیں۔ وہ ان کے زعم میں ایسی عیب دار اور ذلیل وحقیر ہے کہ اگر خود انہیں اس کے ملنے کی خوشخبری سنائی جائے تو مارے رنج اور غصہ کے تیور بدل جائیں۔ اور دل ہی دل میں پیچ وتاب کھاتے رہیں۔ اس کی پوری تقریر سورۂ ''صافات'' کے اخیر رکوع میں گذر چکی ہے۔

② **عورتوں کی قوت فکریہ کا ضعف** یعنی کیا خدا نے اولاد بنانے کے لئے لڑکی کو پسند کیا ہے جو عادۃً آرائش وزیبائش میں نشوونما پائے اور زیورات وغیرہ کے شوق میں مستغرق رہے جو دلیل ہے ضعف رائے وعقل کی، اور وہ بوجہ ضعف قوت فکریہ کے مباحثہ کے وقت قوت بیانیہ بھی نہ رکھے۔ چنانچہ عورتوں کی تقریروں میں ذرا غور کرنے سے مشاہدہ ہوتا ہے کہ نہ اپنے دعوے کو کافی بیان سے ثابت کر سکیں، نہ دوسرے کے دعوے کو گرا سکیں، ہمیشہ ادھوری بات کہینگی یا فضول باتیں اس میں ملا دیں گی جن کو مطلوب میں کچھ دخل نہ ہو کہ اس سے بھی تبیین مقصود میں خلل پڑ جاتا ہے اور مباحثہ کی تخصیص اس حیثیت سے ہے کہ اس میں بوجہ بیان کی احتیاج زیادہ ہونے کے ان کا عجز زیادہ ظاہر ہو جاتا ہے۔ پس ہر کلام طویل اسی کے حکم میں ہے اور معمولی جملوں کا ادا ہو جانا مثلاً میں آئی تھی وہ گئی تھی، قوت بیانیہ کی دلیل نہیں۔

③ یعنی یہ ان کا ایک اور جھوٹ ہے کہ فرشتوں کو عورتوں کی صف میں داخل کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ نہ عورت نہ مرد جنس ہی علیحدہ ہے۔

④ **کفار کے اقوال اور انکا جواب** یعنی کوئی دلیل عقلی ونقلی تو ان کے پاس اس دعوے پر نہیں۔ پھر کیا اللہ نے جب فرشتوں کو بنایا تو یہ کھڑے دیکھ رہے تھے کہ مرد نہیں عورت بنایا ہے۔ بہت اچھا! ان کی یہ گواہی دفتر اعمال میں لکھ لی جاتی ہے خدائی عدالت میں جس وقت پیش ہونگے تب اس کے متعلق ان سے پوچھا جائیگا کہ تم نے ایسا کیوں کہا تھا۔ اور کہاں سے کہا تھا۔

⑤ اور لیجئے اپنی ان مشرکانہ گستاخیوں کے جواز واستحسان پر ایک دلیل عقلی بھی پیش کرتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم کو اپنے سوا دوسری چیزوں کی پرستش سے روک دیتا۔ جب ہم برابر کرتے رہے اور نہ روکا تو ثابت ہوا کہ یہ کام بہتر ہیں اور اس کو پسند ہیں۔

⑥ **مشیت اور رضا میں لزوم نہیں** یعنی یہ تو سچ ہے کہ بدون خدا کے چاہے کوئی چیز نہیں ہو سکتی لیکن اس چیز کا ہمارے حق میں بہتر ہونا اس سے نہیں نکلتا۔ ایسا ہو تو دنیا میں کوئی کام اور کوئی چیز بری ہی نہ رہے۔ سارا عالم خیر محض ہو جائے۔ شر کا بیج ہی دستیاب نہ ہو۔ ہر ایک جھوٹا اور ظالم وخونخوار یہ کہہ دے گا کہ خدا چاہتا تو مجھے ایسا ظلم وستم نہ کرنے دیتا۔ جب کرنے دیا تو معلوم ہوا کہ وہ اس کام سے خوش اور راضی ہے بہر حال مشیت اور رضاء میں لزوم ثابت کرنا کوئی علمی اصول نہیں محض اٹکل کے تیر ہیں۔ جس کا بیان آٹھویں پارہ کے نصف سے پہلے آیت ''سَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰہُ مَآ اَشْرَکْنَا'' الخ کے حواشی میں گذر چکا۔

⑦ عقلی دلیل کا حال تو سن چکے۔ اسے چھوڑ کر کیا کوئی نقلی دلیل اپنے دعوے پر رکھتے ہیں؟ یعنی خدا کی اتاری ہوئی کوئی کتاب ان کے ہاتھ میں ہے؟ جس میں شرک کا پسندیدہ ہونا لکھا ہو۔ ظاہر ہے کہ ایسی کوئی سند ان کے پاس نہیں۔ پھر آگے باپ دادا کی اندھی تقلید کے سوا کیا باقی رہ گیا۔ وہ ہی ان کی سب سے زیادہ زبردست دلیل ہے۔ جس کو ہر زمانہ کے مشرک پیش کرتے آئے ہیں آگے اسی کا بیان ہے۔

أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ فِى قَرْيَةٍ مِّن نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ

کسی کو بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے ڈر سنانے والا کسی گاؤں (بستی) میں سو کہنے لگے

مُتْرَفُوهَآ إِنَّا وَجَدْنَآ ءَابَآءَنَا عَلَىٰٓ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰٓ

وہاں کے خوشحال لوگ ہم نے تو پایا اپنے باپ دادوں کو ایک راہ پر اور ہم

ءَاثَٰرِهِم مُّقْتَدُونَ ﴿٢٣﴾ قَٰلَ أَوَلَوْ جِئْتُكُم بِأَهْدَىٰ مِمَّا

انہی کے قدموں پر چلتے ہیں وہ بولا اور جو میں لا دوں تم کو اس سے زیادہ سوجھ کی راہ جس پر

وَجَدتُّمْ عَلَيْهِ ءَابَآءَكُمْ ۖ قَالُوٓا۟ إِنَّا بِمَآ أُرْسِلْتُم بِهِۦ

تم نے پایا اپنے باپ دادوں کو ۱ تو یہی کہنے لگے ہم تمہارا لایا ہوا نہیں

كَٰفِرُونَ ﴿٢٤﴾ فَٱنتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۖ فَٱنظُرْ كَيْفَ كَانَ

مانیں گے (تمہارے ہاتھ بھیجا ہوا نہ مانیں گے) ۲ پھر ہم نے ان سے بدلہ لیا سو دیکھ لے کیسا ہوا

عَٰقِبَةُ ٱلْمُكَذِّبِينَ ﴿٢٥﴾ ع وَإِذْ قَالَ إِبْرَٰهِيمُ لِأَبِيهِ

انجام جھٹلانے والوں کا اور جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ کو

وَقَوْمِهِۦٓ إِنَّنِى بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ ﴿٢٦﴾ إِلَّا ٱلَّذِى فَطَرَنِى

اور اس کی قوم کو میں الگ ہوں ان چیزوں سے جن کو تم پوجتے ہو مگر جس نے مجھ کو بنایا

فَإِنَّهُۥ سَيَهْدِينِ ﴿٢٧﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِى

سو وہ مجھ کو راہ سجھائے گا ۳ اور یہی بات پیچھے چھوڑ گیا اپنی

عَقِبِهِۦ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٢٨﴾ بَلْ مَتَّعْتُ هَٰٓؤُلَآءِ وَ

اولاد میں تا کہ وہ رجوع رہیں ۴ کوئی نہیں پر میں نے برتنے دیا ان کو اور

◆ **باپ دادا کی اندھی تقلید کی مذمت** | یعنی پیغمبر نے فرمایا کہ تمہارے باپ دادوں کی راہ سے اچھی راہ تم کو بتلا دوں تو کیا پھر بھی تم اسی پر پرانی لکیر کے فقیر بنے رہو گے۔

◆ **کفار کا جواب** | یعنی کچھ بھی ہو، ہم تمہاری بات نہیں مان سکتے۔ اور پرانا آبائی طریقہ ترک نہیں کر سکتے۔

◆ **حضرت ابراہیمؑ کا اعلان توحید** | یعنی صرف ایک خدا سے مجھے علاقہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا اور وہ ہی مجھے منزل مقصود کے راستہ پر آخر تک لے چلے گا۔ **تنبیہ** | یہاں یہ قصہ اس پر بیان کیا کہ دیکھو تمہارے مسلّم پیشوا نے باپ کی راہ غلط دیکھ کر چھوڑ دی تھی۔ تم بھی وہ ہی کرو۔ اور اگر آباء و اجداد کی تقلید ہی پر مرتے ہو تو اس باپ کی راہ پر چلو جس نے دنیا میں حق و صداقت کا جھنڈا گاڑ دیا تھا اور اپنی اولاد کو وصیت کر گیا تھا کہ میرے بعد ایک خدا کے سوا کسی کو نہ پوجنا۔ کما قال تعالٰی "وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ"۔ (بقرہ۔ رکوع ۱۶)

◆ یعنی ایک دوسرے سے توحید کا بیان اور دلائل سن کر راہ حق کی طرف رجوع ہوتا رہے۔

اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِیْنٌ ﴿۲۹﴾ وَلَمَّا

ان کے باپ دادوں کو یہاں تک کہ پہنچا ان کے پاس دین سچا اور رسول کھول کر سنا دینے والا ﴿۱﴾ اور جب

جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۰﴾

پہنچا ان کے پاس سچا دین کہنے لگے یہ جادو ہے اور ہم اس کو نہ مانیں گے ﴿۲﴾

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ

اور کہتے ہیں کیوں نہ اترا یہ قرآن کسی بڑے مرد پر

الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ ﴿۳۱﴾ اَهُمْ یَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ

ان دونوں بستیوں میں کے ﴿۳﴾ کیا وہ بانٹتے ہیں تیرے رب کی رحمت کو ﴿۴﴾

نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَهُمْ مَّعِیْشَتَهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ

ہم نے بانٹ دی ہے ان میں روزی ان کی دنیا کی زندگانی میں اور

رَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ

بلند کر دیئے درجے بعض کے بعض پر کہ ٹھہراتا ہے ایک

بَعْضًا سُخْرِیًّا ؕ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَلَوْلَاۤ

دوسرے کو خدمت گار (تابعدار) ﴿۵﴾ اور تیرے رب کی رحمت بہتر ہے ان چیزوں سے جو سمیٹتے ہیں (جمع کرتے ہیں) ﴿۶﴾ اور اگر

اَنْ یَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ یَّكْفُرُ

یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ ہو جائیں ایک دین پر تو ہم دیتے ان لوگوں کو جو منکر ہیں

بِالرَّحْمٰنِ لِبُیُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَیْهَا

رحمٰن سے ان کے گھروں کے واسطے چھت چاندی کی اور سیڑھیاں جن پر

۱ رسول اللہ ﷺ کی بعثت | یعنی افسوس ابراہیمؑ کی ارث حاصل نہ کی اور اس کی وصیت پر نہ چلے بلکہ اللہ نے جو دنیا کا سامان دیا تھا اس کے مزوں میں پڑ کر خداوند قدوس کی طرف سے بالکل غافل ہو گئے۔ یہاں تک کہ ان کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لئے حق تعالیٰ نے اپنا وہ پیغمبر بھیجا جس کی پیغمبری بالکل روشن اور واضح ہے۔ اس نے سچا دین پہنچایا، قرآن پڑھ کر سنایا اور اللہ کے احکام پر نہایت صفائی کے ساتھ مطلع کیا۔

۲ یعنی قرآن کو جادو بتلانے لگے۔ اور پیغمبر کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔

۳ مکہ اور طائف کے سرداروں پر قرآن کیوں نہیں اُترا | یعنی اگر قرآن کو اترنا ہی تھا تو مکہ یا طائف کے کسی بڑے سردار پر اترا ہوتا۔ یہ کیسے باور کر لیا جائے کہ بڑے بڑے دولت مند سرداروں کو چھوڑ کر خدا نے منصب رسالت کے لئے ایک ایسے شخص کو چن لیا ہو جو ریاست و دولت کے اعتبار سے کوئی امتیاز نہیں رکھتا۔

۴ یعنی نبوت و رسالت کے مناصب کی تقسیم کیا تمہارے ہاتھ میں دے دی گئی ہے جو انتخاب پر بحث کر رہے ہو۔

۵ روزی کی تقسیم | یعنی کسی کو غنی، کسی کو فقیر کر دیا۔ ایک کو بیشمار دولت دے دی ایک کو اس سے کم۔ کوئی تابع ہے کوئی متبوع۔

۶ یعنی نبوت و رسالت کا شرف تو ظاہری مال و جاہ اور دنیوی ساز و سامان سے کہیں اعلیٰ ہے۔ جب اللہ نے دنیا کی روزی ان کی تجویز پر نہیں بانٹی، پیغمبری ان کی تجویز پر کیونکر دے۔ آگے دنیا کے مال و دولت اور مادی سامان کا اللہ کے ہاں بے وقعت اور حقیر ہونا بیان کرتے ہیں۔

يَظْهَرُونَ ﴿٣٣﴾ وَلِبُيُوتِهِمْ أَبْوَابًا وَسُرُرًا عَلَيْهَا

چڑھیں اور ان کے گھروں کے واسطے دروازے اور تخت جن پر

يَتَّكِئُونَ ﴿٣٤﴾ وَزُخْرُفًا ۚ وَإِنْ كُلُّ ذَٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ

تکیہ لگا کر بیٹھیں اور سونے کے ﴿١﴾ اور یہ سب کچھ نہیں ہے مگر برتنا

الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْآخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِينَ ﴿٣٥﴾ وَمَنْ

دنیا کی زندگانی کا اور آخرت تیرے رب کے یہاں انہی کے لیے ہے جو ڈرتے ہیں ﴿٢﴾ اور جو کوئی

ع ۱۰ ۳ ۹

يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَٰنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ

آنکھیں چرائے رحمٰن کی یاد سے ہم اس پر مقرر کردیں ایک شیطان پھر وہ رہے

قَرِينٌ ﴿٣٦﴾ وَإِنَّهُمْ لَيَصُدُّونَهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَيَحْسَبُونَ

اس کا ساتھی ﴿٣﴾ اور وہ ان کو روکتے رہتے ہیں راہ سے اور یہ سمجھتے ہیں

أَنَّهُمْ مُهْتَدُونَ ﴿٣٧﴾ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَنَا قَالَ يَا لَيْتَ بَيْنِي

کہ ہم راہ پر ہیں ﴿٤﴾ یہاں تک کہ جب آئے ہمارے پاس کہنے کسی طرح مجھ میں

وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِينُ ﴿٣٨﴾ وَلَنْ

اور تجھ میں فرق ہو مشرق مغرب کا سا کہ کیا برا ساتھی ہے ﴿٥﴾ اور کچھ

يَنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ إِذْ ظَلَمْتُمْ أَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ

فائدہ نہیں تم کو آج کے دن جب کہ تم ظالم ٹھہر چکے اس بات سے کہ تم عذاب میں

مُشْتَرِكُونَ ﴿٣٩﴾ أَفَأَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ أَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ

شامل ہو (باہم شریک ہو) ﴿٦﴾ سو کیا تو سنائے گا بہروں کو یا سمجھائے گا اندھوں کو

◆۱ **مال و دولت کی حقیقت اللہ کی نظر میں** | یعنی اللہ کے ہاں اس دنیوی مال و دولت کی کوئی قدر نہیں نہ اس کا دیا جانا کچھ قرب و وجاہت عنداللہ کی دلیل ہے۔ یہ تو ایسی بے قدر اور حقیر چیز ہے کہ اگر ایک خاص مصلحت مانع نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ کافروں کے مکانوں کی چھتیں، زینے، دروازے، چوکھٹ قفل اور تخت چوکیاں سب چاندی اور سونے کی بنا دیتا۔ مگر اس صورت میں لوگ یہ دیکھ کر کہ کافروں ہی کو ایسا سامان ملتا ہے، عموماً کفر کا راستہ اختیار کر لیتے (إلَّا ماشاءَ اللّٰہ) اور یہ چیز مصلحت خداوندی کے خلاف ہوتی۔ اس لئے ایسا نہیں کیا گیا۔ حدیث میں ہے کہ اگر اللہ کے نزدیک دنیا کی قدر ایک مچھر کے بازو کے برابر ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی کا نہ دیتا۔ بھلا جو چیز خدا کے نزدیک اس قدر حقیر ہو اسے سیادت و وجاہت عنداللہ اور نبوت و رسالت کا معیار قرار دینا کہاں تک صحیح ہوگا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی کافر کو اللہ نے پیدا کیا، کہیں تو اس کو آرام دے، آخرت میں تو دائمی عذاب ہے۔ کہیں تو آرام ملتا۔ مگر ایسا ہو تو سب وہ ہی کفر کا راستہ پکڑ لیں۔"

◆۲ یعنی دنیا کی بہار میں تو سب شریک ہیں مگر آخرت مع اپنی ابدی نعماء و آلاء کے متقین کے لئے مخصوص ہے۔

◆۳ **ذکر الٰہی سے اعراض کی سزا** | یعنی جو شخص بچی نصیحت اور یاد الٰہی سے اعراض کرتا رہتا ہے اس پر ایک شیطان خصوصی طور سے مسلط کر دیا جاتا ہے جو ہر وقت اغواء کرتا اور اس کے دل میں طرح طرح کے وسوسے ڈالتا ہے یہ شیطان دوزخ تک اس کا ساتھ نہیں چھوڑتا۔

◆۴ یعنی شیاطین ان کو نیکی کی راہ سے روکتے رہتے ہیں، مگر ان کی عقلیں ایسی مسخ ہو جاتی ہیں کہ اسی کو ٹھیک راستہ سمجھتے ہیں۔ بدی اور نیکی کی تمیز بھی باقی نہیں رہتی۔

◆۵ **کفار کا شیطان پر غصہ** | یعنی خدا کے ہاں پہنچ کر کھلے گا کہ کیسے برے ساتھی تھے۔ اس وقت حسرت اور غصہ سے کہے گا کہ کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق اور مغرب کا فاصلہ ہوتا، اور ایک لمحہ تیری صحبت میں نہ گذرتا کم بخت! اب تو مجھ سے دور ہو۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یعنی دنیا میں شیطان کے مشورہ پر چلتا ہے اور وہاں اس کی صحبت سے پچھتائے گا۔ اس طرح کا ساتھی شیطان کسی کو جن ملتا ہے کسی کو آدمی۔"

◆۶ دنیا کا قاعدہ ہے کہ جس مصیبت میں عام طور پر چھوٹے بڑے سب شریک ہوں تو کچھ ہلکی معلوم ہونے لگتی ہے۔ مشہور ہے "مرگ انبوہ جشنے دارد" مگر دوزخ میں تمام شیاطین الانس والجن اور تابعین و متبوعین کا عذاب میں شریک ہونا کسی کو کچھ فائدہ نہ دے گا۔ عذاب کی شدت ایسی ہوگی کہ اس طرح کی سطحی باتوں سے تسلی اور تخفیف نہیں ہو سکتی حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یعنی کافر کہیں گے کہ انہوں نے ہم کو عذاب میں ڈلوایا، خوب ہوا یہ بھی نہ بچے۔ لیکن اگر دوسرا بھی پکڑا گیا تو اس کو کیا فائدہ۔"

وَمَنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۰﴾ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ

اور صریح غلطی میں بھٹکتوں کو — پھر اگر کبھی ہم تجھ کو یہاں سے لیجائیں

فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ وَعَدْنٰهُمْ

تو ہم کو ان سے — بدلہ لینا ہے — یا تجھ کو دکھادیں — جو ان سے وعدہ ٹھہرایا ہے

فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ

تو یہ ہمارے بس میں ہیں — سو تو مضبوط پکڑے رہ — اسی کو جو تجھ کو

اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۳﴾ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ

حکم پہنچا — تو ہے بے شک سیدھی راہ پر ◆ — اور یہ مذکور رہے گا تیرا

وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا

اور تیری قوم کا ◆ اور آگے تم سے پوچھ ہوگی ◆ اور پوچھ دیکھ — جو رسول بھیجے ہم نے

مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ

تجھ سے پہلے — کبھی ہم نے رکھے ہیں (مقرر کیے ہیں) — رحمٰن کے سوائے

اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ﴿۴۵﴾ ع وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰي بِاٰيٰتِنَآ اِلٰي

ع ۴ ۱۰

اور حاکم کہ پوجے جائیں ◆ اور ہم نے بھیجا موسیٰ کو — اپنی نشانیاں دیکر

فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّيْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۶﴾

فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس — تو کہا — میں بھیجا ہوا ہوں — جہان کے رب کا

فَلَمَّا جَاۗءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا نُرِيْهِمْ

پھر جب لایا ان کے پاس ہماری نشانیاں — وہ تو لگے ان پر ہنسنے ◆ — اور جو دکھلاتے گئے ہم ان کو

◆۱◆ **اندھوں بہروں کو ہدایت دینا آپ کے اختیار میں نہیں** یعنی اندھوں کو راہ حق دکھا دینا یا بہروں کو حق کی آواز سنا دینا اور جو صریح غلطی اور گمراہی میں پڑے بھٹک رہے ہوں ان کو تاریکی سے نکال کر سچائی کی صاف سڑک پر چلا دینا آپ کے اختیار میں نہیں ہاں خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے وہ جو چاہے آپ کی آواز میں تاثیر پیدا کر دے۔ بہر حال آپ اس غم میں نہ رہئے کہ یہ سب لوگ حق کو کیوں قبول نہیں کرتے، اور کیوں اپنا انجام خراب کر رہے ہیں۔ ان کا معاملہ خدا کے سپرد کیجئے۔ وہ ہی ان کے اعمال کی سزا دے گا۔ اگر آپ کی وفات کے بعد دی تب اور آپ کو دکھلا کر دی تب، بہر صورت نہ ہمارے قابو سے نکل کر جا سکتے ہیں اور نہ ہم ان کو سزا دیئے بدون چھوڑیں گے۔ آپ کا کام یہ ہے کہ جو وحی آئے اور جو حکم ملے اس پر مضبوطی کے ساتھ جمے رہیں اور برابر اپنا فرض ادا کئے جائیں۔ کیونکہ دنیا کہیں اور کسی راستہ پر جائے، آپ اللہ کے فضل سے سیدھی راہ پر ہیں جس سے ایک قدم ادھر ادھر ہٹنے کی ضرورت نہیں نہ کسی ہوا پرست کی خواہش و آرزو کی طرف التفات کرنے کی حاجت ہے۔

◆۲◆ **قرآن نعمت عظمیٰ ہے** یعنی قرآن کریم تیرے اور تیری قوم کے لئے خاص فضل و شرف کا سبب ہے۔ اس سے بڑی عزت اور خوش نصیبی کیا ہوگی کہ اللہ کا کلام اور ساری دنیا کی نجات و فلاح کا ابدی دستور العمل ان کی زبان میں اترا اور وہ اس کے اولین مخاطب قرار پائے۔ اگر عقل ہو تو یہ لوگ اس نعمت عظمیٰ کی قدر کریں۔ اور قرآن جو ان سب کے لئے بیش بہا نصیحت نامہ ہے اس کی ہدایات پر چل کر سب سے پہلے دنیوی و اخروی سعادتوں کے مستحق ہوں۔

◆۳◆ یعنی آگے چل کر پوچھ ہوگی کہ اس نعمت عظمیٰ کی کیا قدر کی تھی؟ اور اس فضل و شرف کا کیا شکر ادا کیا تھا؟

◆۴◆ **کسی نبی نے شرک کی تعلیم نہیں دی** یعنی آپ کا راستہ وہی ہے جو پہلے انبیا علیہم السلام کا تھا۔ شرک کی تعلیم کسی نبی نے نہیں دی نہ اللہ تعالیٰ نے کسی دین میں اس بات کو جائز رکھا کہ اس کے سوا دوسرے کی پرستش کی جائے اور یہ ارشاد کہ "پوچھو دیکھو" یعنی جس وقت ان سے ملاقات ہو (جیسے شب معراج میں ہوئی) یا ان کے احوال کتابوں سے تحقیق کرو۔ بہر حال جو ذرائع تحقیق و تفتیش کے ہوں ان کو استعمال میں لانے سے صاف ثابت ہو جائے گا کہ کسی دین سماوی میں کبھی شرک کی اجازت نہیں ہوئی۔

◆۵◆ یعنی معجزات کا مذاق اڑانے لگے۔

مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِيَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا ۡ وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ

نشانی سو پہلی (دوسری) سے بڑی ۱ اور پکڑا ہم نے ان کو تکلیف میں

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ

تاکہ وہ باز آئیں ۲ اور کہنے لگے اے جادوگر ۳ پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو

بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا

جیسا سکھلا رکھا ہے تجھ کو ہم ضرور راہ پر آجائیں گے ۴ پھر جب اٹھا لی ہم نے

عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَنَادٰى فِرْعَوْنُ

ان پر سے تکلیف تبھی وہ وعدہ توڑ ڈالتے ۵ اور پکارا فرعون نے

فِيْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ

اپنی قوم میں بولا اے میری قوم بھلا میرے ہاتھ میں نہیں حکومت مصر کی اور یہ

الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۱﴾ اَمْ اَنَا

نہریں چل رہی ہیں میرے محل کے نیچے کیا تم نہیں دیکھتے ۶ بھلا میں ہوں

خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ﴿۵۲﴾

بھی بہتر اس شخص سے جس کو کچھ عزت نہیں اور صاف نہیں بول سکتا ۷

فَلَوْلَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ

پھر کیوں نہ آپڑے اس پر کنگن سونے کے یا آتے اس کے ساتھ

الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ﴿۵۳﴾ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ؕ

فرشتے پرا باندھ کر ۸ پھر عقل کھو دی اپنی قوم کی پھر اسی کا کہنا مانا

۱ یعنی ایک سے ایک بڑھ کر نشان اپنی قدرت کا اور موسیٰ کی صداقت کا دکھلایا۔

۲ یعنی آخر وہ نشان بھیجے جو ایک طرح کے عذاب کا رنگ اپنے اندر رکھتے تھے۔ جیسا کہ سورۂ "اعراف" میں گذرا۔ "فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ" (اعراف۔ رکوع ۱۶) غرض یہ تھی کہ ڈر کر اپنی حرکتوں سے باز آجائیں۔"

۳ "ساحر" ان کے محاورات میں عالم کو کہتے تھے۔ کیونکہ بڑا علم ان کے نزدیک یہی سحر تھا۔ شاید اس خوشامد اور لجاجت کے وقت حضرت موسیٰ کو بظاہر تعظیمی لقب سے پکارا ہو اور خبث باطن سے اشارہ اس طرف بھی کیا ہو کہ ہم تجھ کو نبی اب بھی نہیں سمجھتے۔ صرف ایک ماہر جادوگر کہتے ہیں۔

۴ **حضرت موسیٰ سے بنی اسرائیل کی دعا کی درخواست** یعنی تیرے رب نے جو طریقہ دعا کا بتلایا ہے اور جو کچھ تجھ سے عہد کر رکھا ہے اس کے موافق ہمارے حق میں دعا کر و کہ یہ عذاب ہم سے دفع ہو۔ اگر تیری دعا سے ایسا ہو گیا تو ہم ضرور راہ پر آجائیں گے۔ اور تیری بات مان لیں گے۔

۵ یعنی جہاں تکلیف رفع ہوئی اور مصیبت کی گھڑی ختم ہوئی ایک دم اپنے قول و قرار سے پھر گئے۔ گویا کچھ وعدہ کیا ہی نہ تھا۔

۶ **فرعون کا اپنی قوم سے خطاب** اس کے گرد و پیش کے ملکوں میں مصر کا حاکم بہت بڑا سمجھا جاتا تھا اور نہریں اسی نے بنائی تھیں۔ دریائے نیل کا پانی کاٹ کر اپنے باغ میں لایا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ ان سامانوں کی موجودگی میں کیا ہماری حیثیت ایسی ہے کہ موسیٰ جیسے کم حیثیت والے آدمی کے سامنے گردن جھکا دیں۔

۷ یعنی موسیٰ کے پاس نہ روپیہ نہ پیسہ، نہ حکومت نہ عزت، نہ کوئی ظاہری کمال حتیٰ کہ بات کرتے ہوئے بھی زبان پوری طرح صاف نہیں چلتی۔

۸ **فرعون کے کنگن** کہتے ہیں کہ وہ خود جواہرات کے کنگن پہنتا تھا اور جس امیر و وزیر پر مہربان ہوتا سونے کے کنگن پہناتا تھا اور اس کے سامنے فوج پرا باندھ کر کھڑی ہوتی تھی۔ مطلب یہ تھا کہ ہم کسی کو عزت دیتے ہیں تو ایسا کرتے ہیں۔ کیا خدا کسی کو اپنا نائب بنا کر بھیجے تو اس کے ہاتھ میں سونے کے کنگن اور جلو میں فرشتوں کی فوج بھی نہ ہو۔

إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فٰسِقِينَ ﴿٥٤﴾ فَلَمَّآ اٰسَفُونَا انْتَقَمْنَا

مقرر وہ تھے لوگ نافرمان پھر جب ہم کو غصہ دلایا تو ہم نے ان سے بدلا لیا

مِنْهُمْ فَأَغْرَقْنٰهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٥٥﴾ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا

پھر ڈبو دیا ان سب کو پھر کر ڈالا ان کو گئے گذرے اور ایک نظیر

لِّلْاٰخِرِينَ ﴿٥٦﴾ وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ

پچھلوں کے واسطے اور جب مثال لائے مریم کے بیٹے کی تبھی قوم تیری

ع ۱۱

مِنْهُ يَصِدُّونَ ﴿٥٧﴾ وَقَالُوٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ ۚ مَا

اس سے چلانے لگتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ یہ

ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ ﴿٥٨﴾

مثال جو ڈالتے ہیں تجھ پر سو جھگڑنے کو بلکہ یہ لوگ ہیں جھگڑالو

إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيٓ

وہ کیا ہے ایک بندہ ہے کہ ہم نے اس پر فضل کیا اور کھڑا کر دیا اس کو بنی

إِسْرَاءِيلَ ﴿٥٩﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِي

اسرائیل کے واسطے اور اگر ہم چاہیں نکالیں تم میں سے فرشتے رہیں

الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ ﴿٦٠﴾ وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ

زمین میں تمہاری جگہ اور وہ نشان ہے قیامت کا سو اس میں شک

بِهَا وَاتَّبِعُونِ ۚ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٦١﴾ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ

مت کرو اور میرا کہا مانو یہ ایک سیدھی راہ ہے اور نہ روک دے تم کو

۱ **قوم فرعون کی حماقت** یعنی اپنی ابلہ فریب باتوں سے قوم کو الو بنالیا۔ وہ سب احمق اس کی بات ماننے لگے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کی طبائع میں خدا کی نافرمانی پہلے سے رچی ہوئی تھی، اونگھتے کو ٹھیلتے کا بہانہ ہو گیا۔

۲ یعنی وہ کام کئے جن پر عادۃً خدا کا غضب نازل ہوتا ہے۔

۳ یعنی پیچھے آنے والی نسلوں کے لئے ان کا قصہ ایک عبرتناک نظیر کے طور پر بیان ہوتا ہے۔

۴ **حضرت عیسیٰؑ کے ذکر پر کفار کا شور** حضرت مسیح علیہ السلام کا جب ذکر آتا تو عرب کے مشرکین خوب شور مچاتے اور قسم قسم کی آوازیں اٹھاتے تھے۔ بعض روایات میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی یہ آیت پڑھی" اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ "(انبیاء۔ رکوع ۷) کہنے لگے نصاریٰ حضرت مسیحؑ کی عبادت کرتے ہیں۔ اب بتاؤ! تمہارے خیال میں ہمارے معبود اچھے ہیں یا مسیح علیہ السلام ظاہر ہے تم مسیح کو اچھا کہو گے۔ جب وہ ہی (معاذ اللہ) آیت کے عموم میں داخل ہوئے تو ہمارے معبود بھی سہی۔ بعض روایات میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا" لَیْسَ اَحَدٌ یُّعْبَدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فِیْهِ خَیْرٌ" کہنے لگے کیا مسیح میں بھی کوئی خیر اور بھلائی نہیں؟ ظاہر ہے کہ آیت کا اور حضورؐ کے ان الفاظ کا مطلب ان چیزوں سے متعلق تھا جن کی پرستش لوگ کرتے ہیں۔ اور وہ ان کو اس سے نہیں روکتے۔ اور اپنی بیزاری کا اظہار نہیں کرتے۔ مگر ان معترضین کا منشاء تو محض جھگڑے نکالنا اور کٹ حجتی کر کے حق کو رلانا تھا۔ اس لئے جان بوجھ کر ایسے معنی پیدا کرتے تھے جو مراد متکلم کے مخالف ہوں۔ کبھی کہتے تھے کہ بس معلوم ہو گیا آپ بھی اسی طرح ہم سے اپنی پرستش کرانا چاہتے ہیں جیسے نصاریٰ حضرت مسیحؑ کی کرتے ہیں۔ شاید کبھی یہ بھی کہتے ہوں گے کہ خود قرآن نے حضرت مسیحؑ کی مثال یہ بیان کی ہے۔" اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۔" (آل عمران۔ رکوع ۶) اب دیکھو ہمارے معبود اچھے ہیں یا مسیح؟ انہیں کیوں بھلائی سے یاد کرتے ہو؟ اور ہمارے معبودوں کو برا کہتے ہو؟ اور خدا جانے کیا کیا بکتے ہوں گے۔ ان سب باتوں کا جواب آگے دیا گیا ہے۔

۵ **حضرت عیسیٰؑ بنی اسرائیل کی ہدایت کیلئے آئے تھے** یعنی کچھ اسی ایک مسئلہ میں نہیں ان کی طبیعت ہی جھگڑالو واقع ہوئی ہے۔ سیدھی اور صاف بات کبھی ان کے دماغوں میں نہیں اترتی۔ یوں ہی مہمل بحثیں اور دور از کار جھگڑے نکالتے رہتے ہیں۔ بھلا کہاں وہ شیاطین جو لوگوں سے اپنی عبادت کراتے اور اس پر خوش ہوتے ہیں یا وہ پتھر کی بے جان مورتیں جو کسی کو کفر و شرک سے روکنے پر اصلاً قدرت نہیں رکھتیں اور کہاں وہ خدا کا مقبول بندہ جس پر اللہ نے خاص فضل فرمایا اور بنی اسرائیل کی ہدایت کے واسطے کھڑا کیا۔ جس کو اپنے بندہ ہونے کا اقرار تھا اور جو اپنی امت کو اسی چیز کی طرف بلاتا تھا کہ" اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ " کیا اس مقبول بندہ کو العیاذ باللہ حَصَبُ جَهَنَّمَ" یا" لَیْسَ فِیْهِ خَیْرٌ " کہا جا سکتا ہے؟ یا یہ پتھر کی مورتیاں اس کی ہمسری کر سکتی ہیں۔ یاد رکھو! قرآن کریم کسی بندہ کو بھی خدائی کا درجہ نہیں دیتا۔ اس کا تو سارا جہاد ہی اس مضمون کے خلاف ہے۔ ہاں یہ بھی نہیں کر سکتا کہ محض احمقوں کے خدا بنا لینے سے ایک مقرب و مقبول بندہ کو پتھروں اور شریروں کے برابر کر دے۔

۶ یعنی عیسیٰ علیہ السلام میں آثار فرشتوں کے سے تھے (جیسا کہ سورۂ مائدہ، آل عمران، اور کہف کے فوائد میں اشارہ کیا جا چکا ہے) اتنی بات سے کوئی شخص معبود نہیں بن جاتا۔ اگر ہم چاہیں تو تمہاری نسل سے ایسے لوگ پیدا کریں یا تمہاری جگہ آسمان سے فرشتوں ہی کو لا کر زمین پر آباد کر دیں۔ ہم کو سب قدرت حاصل ہے۔

۷ **حضرت عیسیٰؑ قیامت کا نشان ہیں** یعنی حضرت مسیحؑ کا اول مرتبہ آنا تو خاص بنی اسرائیل کے لئے ایک نشان تھا کہ بدون باپ کے پیدا ہوئے اور عجیب و غریب معجزات دکھلائے اور دوبارہ آنا قیامت کا نشان ہوگا۔ ان کے نزول سے لوگ معلوم کر لیں گے کہ قیامت بالکل نزدیک آ لگی ہے۔

الشَّيْطٰنُ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۶۲﴾ وَلَمَّا جَآءَ عِيْسٰى

شیطان وہ تو تمہارا دشمن ہے صریح ۱ اور جب آیا عیسیٰ

بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ

نشانیاں لے کر بولا میں لایا ہوں تمہارے پاس پکی باتیں ۲ اور بتلانے کو

بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۶۳﴾

بعضی وہ چیز جس میں تم جھگڑتے تھے ۳ سو ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ

بے شک اللہ جو ہے وہی ہے رب میرا اور رب تمہارا سو اسی کی بندگی کرو یہ ایک

مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۴﴾ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ

سیدھی راہ ہے ۴ پھر پھٹ گئے کتنے فرقے ان کے بیچ سے ۵

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿۶۵﴾ هَلْ

سو خرابی ہے گنہگاروں کو آفت سے دکھ والے دن کی اب یہی ہے

يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا

کہ راہ دیکھتے ہیں قیامت کی کہ آکھڑی ہو ان پر اچانک اور ان کو

يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۶﴾ اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ

خبر بھی نہ ہو ۶ جتنے دوست ہیں اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے

اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴿۶۷﴾ يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ

مگر جو لوگ ہیں ڈر والے ۷ اے بندو میرے نہ ڈر ہے تم پر آج کے دن اور نہ تم

◆۱ یعنی قیامت کے آنے میں شک نہ کرو۔ اور جو سیدھی راہ ایمان و توحید کی بتلا رہا ہوں اس پر چلے آؤ۔ مبادا تمہارا ازلی دشمن شیطان تم کو اس راستہ سے روک دے۔

◆۲ یعنی پکی باتیں دانائی اور حکمت کی۔

◆۳ یعنی دینی باتیں یا بعض وہ چیزیں جن کو شریعت موسویہ نے حرام ٹھہرایا تھا ان کا حلال ہونا بیان کرتا ہوں۔ کما قال وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَیْكُمْ (آل عمران۔ رکوع ۵)

◆۴ **حضرت عیسیٰ کی تعلیم توحید** یہ تعلیم تھی حضرت مسیح علیہ السلام کی۔ دیکھو کیسی صفائی سے خدائے واحد کی ربوبیت اور معبودیت کو بیان فرمایا ہے اور اسی توحید اور اتقاء، واطاعت رسول کو صراط مستقیم قرار دیا ہے۔

◆۵ یعنی اختلاف پڑ گیا۔ یہود ان کے منکر ہوئے اور نصاریٰ قائل ہوئے۔ پھر نصاریٰ آگے چل کر کئی فرقے بن گئے، کوئی حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا بتلاتا ہے، کوئی ان کو تین خداؤں میں کا ایک کہتا ہے، کوئی کچھ اور کہتا ہے حضرت مسیح کی اصل تعلیم پر ایک بھی نہیں۔

◆۶ **کیا قیامت کے منتظر ہیں** ایسے ایسے کھلے بیانات اور واضح ہدایات کے باوجود بھی جو لوگ نہیں مانتے آخر وہ کاہے کے منتظر ہیں۔ ان کے احوال کو دیکھ کر یہی کہا جا سکتا ہے کہ بس قیامت ایک دم ان کے سر پر آ کھڑی ہو تب مانیں گے۔ حالانکہ اس وقت کا ماننا کچھ کام نہ دے گا۔

◆۷ **قیامت کا حال** اس دن دوست سے دوست بھاگے گا کہ اس کے سبب سے کہیں میں نہ پکڑا جاؤں۔ دنیا کی سب دوستیاں اور محبتیں منقطع ہو جائیں گی۔ آدمی پچھتائے گا کہ فلاں شریر آدمی سے دوستی کیوں تھی جو اس کے اکسانے سے آج گرفتار مصیبت ہونا پڑا۔ اس وقت بڑا گرمجوش محبت محبوب کی صورت دیکھنے سے بیزار ہوگا۔ البتہ جن کی محبت اور دوستی اللہ کے واسطے تھی اور اللہ کے خوف پر مبنی تھی وہ کام آئے گی۔

تَحۡزَنُوۡنَ ﴿ۚ۶۸﴾ اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاٰیٰتِنَا وَکَانُوۡا مُسۡلِمِیۡنَ ﴿ۚ۶۹﴾

غمگین ہوگے ﴿۱﴾ جو یقین لائے ہماری باتوں پر اور رہے حکم بردار ﴿۲﴾

اُدۡخُلُوا الۡجَنَّۃَ اَنۡتُمۡ وَاَزۡوَاجُکُمۡ تُحۡبَرُوۡنَ ﴿۷۰﴾ یُطَافُ

چلے جاؤ بہشت میں تم اور تمہاری عورتیں کہ تمہاری عزت کریں (کی جائے) لیے پھریں گے

عَلَیۡہِمۡ بِصِحَافٍ مِّنۡ ذَہَبٍ وَّاَکۡوَابٍ ۚ وَفِیۡہَا

ان کے پاس رکابیاں سونے کی اور آبخورے ﴿۳﴾ اور وہاں ہے

مَا تَشۡتَہِیۡہِ الۡاَنۡفُسُ وَتَلَذُّ الۡاَعۡیُنُ ۚ وَاَنۡتُمۡ فِیۡہَا

جو دل چاہے اور جس سے آنکھیں آرام پائیں ﴿۴﴾ اور تم ان میں

خٰلِدُوۡنَ ﴿ۚ۷۱﴾ وَتِلۡکَ الۡجَنَّۃُ الَّتِیۡۤ اُوۡرِثۡتُمُوۡہَا بِمَا کُنۡتُمۡ

ہمیشہ رہوگے اور یہ وہی بہشت ہے جو میراث پائی تم نے بدلے میں ان کاموں کے

تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۷۲﴾ لَکُمۡ فِیۡہَا فَاکِہَۃٌ کَثِیۡرَۃٌ مِّنۡہَا تَاۡکُلُوۡنَ ﴿۷۳﴾

جو کرتے تھے ﴿۵﴾ تمہارے واسطے ان میں بہت میوے ہیں ان میں سے کھاتے رہو ﴿۶﴾

اِنَّ الۡمُجۡرِمِیۡنَ فِیۡ عَذَابِ جَہَنَّمَ خٰلِدُوۡنَ ﴿ۚۖ۷۴﴾ لَا

البتہ جو لوگ کہ گنہگار ہیں وہ دوزخ کے عذاب میں ہمیشہ رہنے والے ہیں نہ

یُفَتَّرُ عَنۡہُمۡ وَہُمۡ فِیۡہِ مُبۡلِسُوۡنَ ﴿ۚ۷۵﴾ وَمَا ظَلَمۡنٰہُمۡ

ہلکا ہوتا ہے ان پر سے اور وہ اسی میں پڑے ہیں آس (ناامید) توٹے ﴿۷﴾ اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا

وَلٰکِنۡ کَانُوۡا ہُمُ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۷۶﴾ وَنَادَوۡا یٰمٰلِکُ لِیَقۡضِ

لیکن تھے وہی بے انصاف ﴿۸﴾ اور پکاریں گے اے مالک کہیں ہم پر فیصل (موت ڈال دے) کر چکے

۱ یعنی نہ آگے کا ڈر، نہ پیچھے کا غم۔

۲ **ایمان اور اسلام کا فرق** یعنی دل سے یقین کیا اور جوارح سے اس کے حکمبردار رہے۔ یہاں سے ایمان اور اسلام کا فرق ظاہر ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث جبریل میں اس کا مفصل بیان ہوا ہے۔

۳ **جنت کی نعمتیں** یعنی غلمان لئے پھریں گے۔

۴ سب سے اعلیٰ چیز جس سے آنکھیں آرام پائیں گی وہ دیدار ہے حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا (رزقنا اللّٰہ بفضلہ ومنہ)

۵ **اعمال کا بدلہ جنت** یعنی تمہارے باپ آدم کی میراث واپس مل گئی تمہارے اعمال کے سبب سے اور اللہ کے فضل سے۔

۶ یعنی چن چن کر۔

۷ **اہل جہنم کا دائمی عذاب** یعنی عذاب نہ کسی وقت ملتوی ہوگا نہ ہلکا کیا جائے گا۔ دوزخی ناامید ہو جائیں گے کہ اب یہاں سے نکلنے کی کوئی سبیل نہیں۔

۸ **جہنم کا یہ عذاب ظلم نہیں ہے** یعنی ہم نے دنیا میں بھلائی برائی کے سب پہلو سمجھا دیئے تھے اور پیغمبروں کو بھیج کر حجت تمام کر دی تھی۔ کوئی معقول عذر ان کے لئے باقی نہیں چھوڑا تھا۔ اس پر بھی نہ مانے اور اپنی زیادتیوں سے باز نہ آئے۔ ایسوں کو سزا دی جائے تو ظلم کون کہہ سکتا ہے۔

عَلَيْنَا رَبُّكَ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴿۷۷﴾ لَقَدْ جِئْنٰكُمْ

تیرا رب وہ کہے گا تم کو ہمیشہ رہنا ہے ہم لائے ہیں تمہارے پاس

بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿۷۸﴾ اَمْ اَبْرَمُوْٓا

سچا دین پر تم بہت لوگ سچی بات سے برا مانتے ہو کیا انہوں نے ٹھہرائی ہے

اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ

ایک بات تو ہم بھی کچھ ٹھہرائیں گے کیا خیال رکھتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے ان کے بھید

وَنَجْوٰىهُمْ ؕ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿۸۰﴾ قُلْ اِنْ

اور ان کا مشورہ کیوں نہیں اور ہمارے بھیجے ہوئے ان کے پاس لکھتے رہتے ہیں تو کہہ اگر ہو

كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ سُبْحٰنَ

رحمٰن کے واسطے اولاد تو میں سب سے پہلے پوجوں پاک ذات ہے

رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۸۲﴾

وہ رب آسمانوں کا اور زمین کا صاحب عرش کا ان باتوں سے جو یہ بیان کرتے ہیں

فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ

اب چھوڑ دے ان کو بک بک کریں اور کھیلیں یہاں تک کہ ملیں اپنے اس دن سے

الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۸۳﴾ وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ

جس کا ان کو وعدہ دیا ہے اور وہی ہے جس کی بندگی ہے آسمان میں

وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۴﴾ وَتَبٰرَكَ

اور اس کی بندگی ہے زمین میں اور وہی ہے حکمت والا سب سے خبردار اور بڑی برکت ہے

۱ **داروغہ جہنم مالک** "مالک" نام ہے فرشتہ کا جو دوزخ کا داروغہ ہے۔ دوزخی اس کو پکاریں گے کہ ہم نہ مرتے ہی ہیں نہ چھوٹتے ہیں۔ اپنے رب سے کہہ کہ ایک دفعہ عذاب دے کر ہمارا کام ہی تمام کر دے۔ گویا نجات سے مایوس ہو کر موت کی تمنا کریں گے۔

۲ **مالک کا جواب** یعنی چلانے سے کچھ فائدہ نہیں۔ تم کو اسی حالت میں ہمیشہ رہنا ہے۔ کہتے ہیں دوزخی ہزار برس چلائیں گے تب وہ یہ جواب دے گا۔

۳ یعنی وہ سزا اس جرم پر ملی کہ تم میں کے اکثر سچائی سے چڑتے تھے (اور بہت سے اندھوں کی طرح ان کے پیچھے ہو لئے۔)

۴ **کفار کے منصوبے** کفار عرب پیغمبر کے مقابلہ میں طرح طرح کے منصوبے گانٹھتے اور تدبیریں کرتے تھے۔ مگر اللہ کی خفیہ تدبیر ان کے سب منصوبوں پر پانی پھیر دیتی تھی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "کافروں نے مل کر مشورہ کیا کہ تمہارے تغافل سے اس نبی کی بات بڑھی۔ آئندہ جو اس دین میں آئے اس کے رشتہ دار اس کو مار مار کر الٹا پھیریں اور جو اجنبی شخص شہر میں آئے اس کو پہلے سنا دو کہ اس شخص کے پاس نہ بیٹھے۔" یہ بات انہوں نے ٹھہرائی اور اللہ نے ٹھہرایا ان کو ذلیل و رسوا کرنا اور اپنے دین اور پیغمبر کو عروج دینا۔ آخر اللہ کا ارادہ غالب رہا۔

۵ یعنی ان کے دلوں کے بھید ہم جانتے اور ان کے خفیہ مشورے ہم سنتے ہیں اور حکومت کے انتظامی ضابطہ کے موافق ہمارے فرشتے (کراماً کاتبین) ان کے سب اعمال و افعال لکھتے جاتے ہیں۔ یہ ساری مسل قیامت میں پیش ہوگی۔

۶ **اگر اللہ کے اولاد ہوتی تو میں سب سے پہلا عابد ہوتا** یعنی اس سے بڑا ظلم کیا ہوگا کہ اللہ کے لئے بیٹے اور بیٹیاں تجویز کی جائیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ اگر بفرض محال خدا کے اولاد ہوتو پہلا شخص میں ہوں جو اس کی اولاد کی پرستش کرے۔ کیونکہ میں دنیا میں سب سے زیادہ خدا کی عبادت کرنے والا ہوں۔ اور جس کو جس قدر علاقہ خدا کے ساتھ ہوگا اسی نسبت سے اس کی اولاد کے ساتھ ہونا چاہئے۔ پھر جب میں باوجود اول العابدین ہونے کے کسی ہستی کو اس کی اولاد نہیں مانتا تو تم کون سے اللہ کا حق ماننے والے ہو جو اس کی فرضی اولاد تک کے حقوق پہچانو گے۔ **تنبیہ** بعض مفسرین نے آیت کا یہ مطلب لیا ہے کہ اگر تمہارے اعتقاد میں اللہ کی کوئی اولاد ہے تو یاد رکھو! کہ میں تمہارے مقابلہ میں اس اکیلے خدا کی عبادت کرنے والا ہوں جو اولاد و احفاد سے منزہ و مقدس ہے۔ بعض نے "عابد" کے معنی لغۃً جاحد (منکر) کے بتلائے ہیں یعنی اس فاسد عقیدہ کا سب سے پہلا انکار کرنے اور رد کرنیوالا میں ہوں۔ بعض کے نزدیک "اِنْ" نافیہ ہے۔ یعنی رحمان کے کوئی اولاد نہیں۔ مگر یہ کچھ زیادہ قوی نہیں اور بھی احتمالات ہیں جن کے استیعاب کا یہاں موقع نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۷ یعنی جن باتوں کی نسبت یہ لوگ اس کی طرف کرتے ہیں۔ مثلاً اولاد وغیرہ، اس سے خدا تعالیٰ کی ذات برتر اور منزہ ہے۔ اس کی ذات میں یہ امکان ہی نہیں کہ معاذ اللہ کسی کا باپ یا بیٹا بنے۔

۸ یعنی غفلت و حماقت کے نشہ میں جو کچھ بکتے ہیں بکنے دیجئے، یہ لوگ چند روز اور دنیا کے کھیل تماشے میں گزار لیں، آخر وہ موعود دن آنا ہے جس میں ایک ایک کر کے ان کی گستاخیوں اور شرارتوں کا مزہ چکھایا جائے گا۔

۹ **زمین اور آسمان میں اللہ ہی معبود ہے** نہ آسمان میں فرشتے اور شمس و قمر معبود بن سکتے ہیں نہ زمین میں اصنام و اوثان وغیرہ۔ سب زمین و آسمان والوں کا معبود اکیلا وہی خدا ہے جو فرش سے عرش تک کا مالک اور تمام عالم کون میں اپنے علم و اختیار سے متصرف ہے۔

الَّذِىۡ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا‌ ۚ
اس کی جس کا راج ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے

وَعِنۡدَهٗ عِلۡمُ السَّاعَةِ‌ ۚ وَاِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۸۵﴾ وَلَا
اور اسی کے پاس ہے خبر قیامت کی ﴿۱﴾ اور اسی تک پھر کر پہنچ جاؤ گے ﴿۲﴾ اور

يَمۡلِكُ الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا
اختیار نہیں رکھتے وہ لوگ جن کو یہ پکارتے ہیں سفارش کا مگر

مَنۡ شَهِدَ بِالۡحَـقِّ وَهُمۡ يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸۶﴾ وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ
جس نے گواہی دی سچی اور ان کو خبر تھی ﴿۳﴾ اور اگر تو ان سے پوچھے کہ ان کو

مَّنۡ خَلَقَهُمۡ لَيَـقُوۡلُنَّ اللّٰهُ‌ فَاَنّٰى يُؤۡفَكُوۡنَ ۙ ﴿۸۷﴾ وَقِيۡلِهٖ
کس نے بنایا تو کہیں گے اللہ نے پھر کہاں سے الٹ جاتے ہیں ﴿۴﴾ قسم ہے

يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَاۤءِ قَوۡمٌ لَّا يُؤۡمِنُوۡنَ‌ ۘ ﴿۸۸﴾ فَاصۡفَحۡ عَنۡهُمۡ
رسول کے اس کہنے کی کہ اے رب یہ لوگ ہیں کہ یقین نہیں لاتے ﴿۵﴾ سو تو منہ پھیر لے ان کی طرف سے

وقف لازم

وَقُلۡ سَلٰمٌ‌ ؕ فَسَوۡفَ يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸۹﴾ ع
اور کہہ سلام ہے ﴿۶﴾ اب آخر کو معلوم کر لیں گے ﴿۷﴾

ع ۲۲ / ۱۴

اٰيَاتُهَا ۵۹ (۴۴) سُوۡرَةُ الدُّخَانِ مَكِّيَّةٌ (۶۴) رُكُوۡعَاتُهَا ۳

سورۂ دخان مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں انسٹھ آیتیں ہیں اور تین رکوع

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ
شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

۱ یعنی قیامت کب آئے گی؟ اس کا علم صرف اسی مالک کو ہے۔

۲ یعنی وہاں پہنچ کر سب کی نیکی بدی کا حساب ہو جائے گا۔

۳ **اللہ کے آگے سفارش کا حق** | یعنی اتنی سفارش کر سکتے ہیں کہ جس نے ان کے علم کے موافق کلمہ اسلام کہا اس کی گواہی دیں۔ بغیر کلمہ اسلام کسی کے حق میں ایک حرف سفارش کا نہیں کہہ سکتے۔ اور اتنی سفارش بھی صالحین کریں گے جو سچائی کو جانتے اور اس کو زبان و دل سے مانتے ہیں۔ دوسروں کو اجازت نہیں۔

۴ **انکا خالق کون ہے** | یعنی جب بنانے والا ایک اللہ ہے تو بندگی کا مستحق کوئی دوسرا کیوں کر ہو گیا۔ عبادت نام ہے انتہائی تذلل کا۔ وہ اسی کا حق ہونا چاہئے جو انتہائی عظمت رکھتا ہے۔ عجیب بات ہے مقدمات کو تسلیم کرتے ہیں اور نتیجہ سے انکار۔

۵ **رسول اللہ ﷺ کے قول کی قسم** | یعنی نبی کا یہ کہنا بھی اللہ کو معلوم ہے اور اس کی اس مخلصانہ التجاء اور درد بھری آواز کی اللہ قسم کھاتا ہے کہ وہ اس کی ضرور مدد کرے گا۔ اور اپنی رحمت سے اس کو غالب و منصور کرے گا۔

۶ یعنی غم نہ کھا، اور زیادہ ان کے پیچھے نہ پڑ۔ فرض تبلیغ ادا کر کے ادھر سے منہ پھیر لے اور کہہ دے کہ اچھا نہیں مانتے تو ہمارا اسلام لو۔

۷ یعنی آخر کار ان کو پتہ لگ جائے گا کہ کس غلطی میں پڑے ہوئے تھے۔ چنانچہ کچھ تو دنیا ہی میں لگ گیا۔ اور پوری تکمیل آخرت میں ہونے والی ہے۔ تم سورۃ الزخرف بعون اللہ وتوفیقہ فللّٰہ الحمد والمنۃ۔

حٰمٓ ۚ ﴿١﴾ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۙ ﴿٢﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ

حٰمٓ — قسم ہے اس کتاب واضح کی — ہم نے اس کو اتارا — ایک برکت کی

مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ﴿٣﴾ فِيْهَا يُفْرَقُ

رات میں ﴿١﴾ ہم ہیں کہہ سنانے والے ﴿٢﴾ اسی میں جدا ہوتا ہے

كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۙ ﴿٤﴾ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ۭ اِنَّا كُنَّا

ہر کام جانچا ہوا — حکم ہو کر — ہمارے پاس سے ﴿٣﴾ ہم ہیں

مُرْسِلِيْنَ ۚ ﴿٥﴾ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ

بھیجنے والے ﴿٤﴾ رحمت سے تیرے رب کی — وہی ہے سننے

الْعَلِيْمُ ۙ ﴿٦﴾ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۘ

جاننے والا ﴿٥﴾ رب آسمانوں کا اور زمین کا — اور جو کچھ ان کے بیچ ہے

اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿٧﴾ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۭ

اگر تم کو یقین ہے ﴿٦﴾ کسی کی بندگی نہیں سوائے اس کے — جلاتا ہے اور مارتا ہے

رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَاۗىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٨﴾ بَلْ هُمْ

رب تمہارا — اور رب تمہارے اگلے باپ دادوں کا ﴿٧﴾ کوئی نہیں وہ

فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ﴿٩﴾ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَاۗءُ

دھوکے میں ہیں — کھیلتے ﴿٨﴾ سو تو انتظار کر — اس دن کا — کہ لائے آسمان

بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۙ ﴿١٠﴾ يَّغْشَى النَّاسَ ۭ هٰذَا عَذَابٌ

دھواں صریح — جو گھیر لیوے لوگوں کو — یہ ہے عذاب

(حاشیہ: رکوع ۱۴ — مع — عند المتقدمین؛ وقف لازم)

سورۃ الدخان

۱ **شب قدر میں قرآن کا نزول** "برکت کی رات" شب قدر ہے کما قال تعالیٰ۔ "اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ" (قدر۔ رکوع ۱) جو رمضان میں واقع ہے لقولہٖ تعالیٰ۔ "شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ" (بقرہ۔ رکوع ۲۳) اس رات میں قرآن کریم لوح محفوظ سے سمائے دنیا پر اتارا گیا۔ پھر بتدریج تئیس ۲۳ سال میں پیغمبر پر اترا۔ نیز اسی شب میں پیغمبر پر اس کے نزول کی ابتداء ہوئی۔

۲ یعنی کہہ سنانا ہمیشہ ہمارا دستور رہا ہے۔ اسی کے موافق یہ قرآن اتارا۔

۳ **قضاء و قدر کے فیصلوں کی رات** یعنی سال بھر کے متعلق قضاء و قدر کے حکیمانہ اور اٹل فیصلے اسی عظیم الشان رات میں "لوح محفوظ" سے نقل کر کے ان فرشتوں کے حوالہ کیے جاتے ہیں جو شعبہ ہائے تکوینیات میں کام کرنے والے ہیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شعبان کی پندرھویں رات ہے جسے شب براءت کہتے ہیں۔ ممکن ہے وہاں سے اس کام کی ابتداء اور شب قدر پر انتہاء ہوتی ہو۔ واللہ اعلم۔

۴ یعنی فرشتوں کو ہر کام پر جو ان کے مناسب ہو۔ چنانچہ جبریل کو قرآن دے کر محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔

۵ یعنی تمام عالم کے حالات سے باخبر ہے اور ان کی پکار سنتا ہے۔ اسی لئے عین ضرورت کے وقت خاتم النبیین ﷺ کو قرآن دے کر اور عالم کے لئے رحمت کبریٰ بنا کر بھیج دیا۔

۶ **اللہ کی رُبُوبیت** یعنی اگر تم میں کسی چیز پر یقین رکھنے کی صلاحیت ہے تو سب سے پہلی چیز یقین رکھنے کے قابل اللہ کی ربوبیت عامہ ہے جس کے آثار ذرہ ذرہ میں روز روشن سے زیادہ ہویدا ہیں۔

۷ یعنی جس کے قبضہ میں مارنا جلانا اور وجود و عدم کی باگ ہو۔ اور سب اولین و آخرین جس کے زیر تربیت ہوں۔ کیا اس کے سوا دوسرے کی بندگی جائز ہو سکتی ہے؟ یہ ایک ایسی صاف حقیقت ہے جس میں شک و شبہ کی قطعاً گنجائش نہیں۔

۸ **کفار دھوکے میں ہیں** یعنی ان واضح نشانات اور دلائل کا اقتضاء تو یہ تھا کہ یہ لوگ مان لیتے، مگر پھر بھی نہیں مانتے، بلکہ وہ توحید وغیرہ عقائد حقہ کی طرف سے شک میں پڑے ہیں اور دنیا کے کھیل کود میں مصروف ہیں۔ آخرت کی فکر نہیں جو حق کو طلب کریں اور اس میں غور و فکر سے کام لیں۔ یہ اس دھوکے میں ہیں کہ ہمیشہ یوں ہی رہنا ہے۔ خدا کے سامنے کبھی پیشی نہیں ہوگی۔ اس لئے نصیحت کی باتوں کو ہنسی کھیل میں اڑا دیتے ہیں۔

اَلِيْمٌ ﴿١١﴾ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ﴿١٢﴾

دردناک ① اے رب کھول دے ہم پر سے یہ آفت ہم یقین لاتے ہیں ②

اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٣﴾ لا

کہاں ملے (نصیب ہو) ان کو سمجھنا اور آ چکا ان کے پاس رسول کھول کر سنانے والا

ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ﴿١٤﴾ اِنَّا

پھر اس سے پیٹھ پھیری اور کہنے لگے سکھایا ہوا ہے باؤلا ③ ہم

كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ ﴿١٥﴾

کھولے دیتے ہیں یہ عذاب تھوڑی مدت تک تم پھر وہی کرو گے ④

يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ﴿١٦﴾

جس دن پکڑیں گے ہم بڑی پکڑ تحقیق ہم بدلہ لینے والے ہیں ⑤

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ

اور جانچ چکے ہیں ہم ان سے پہلے فرعون کی قوم کو اور آیا ان کے پاس رسول

كَرِيْمٌ ﴿١٧﴾ لا اَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ ؕ اِنِّيْ لَكُمْ

عزت والا ⑥ کہ حوالے کرو میرے بندے خدا کے ⑦ میں تمہارے پاس

رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٨﴾ لا وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنِّيْٓ

آیا ہوں بھیجا ہوا معتبر اور یہ کہ چڑھے نہ جاؤ اللہ کے مقابل میں

① **دخان مبین کیا ہے؟** "دھویں" سے یہاں کیا مراد ہے؟ اس میں سلف کے دو قول ہیں۔ ابن عباسؓ وغیرہ کہتے ہیں کہ قیامت کے قریب ایک دھواں اٹھے گا جو تمام لوگوں کو گھیر لے گا۔ نیک آدمی کو اس کا اثر خفیف پہنچے گا، جس سے زکام سا ہو جائے گا۔ اور کافر و منافق کے دماغ میں گھس کر بے ہوش کر دے گا۔ وہی یہاں مراد ہے۔ شاید یہ دھواں وہی ساوات کا مادہ ہو جس کا ذکر "ثُمَّ اسْتَوٰی

اِلَی السَّمَآءِ وَھِیَ دُخَانٌ ''میں ہوا ہے گویا آسمان تحلیل ہو کر اپنی پہلی حالت کی طرف عود کرنے لگیں گے اور یہ اس کی ابتداء ہو گی۔ واللہ اعلم۔ اور ابن مسعودؓ زور شور کے ساتھ دعویٰ کرتے ہیں کہ اس آیت سے مراد وہ دھواں نہیں جو علامات قیامت میں سے ہے بلکہ قریش کے تمرد و طغیان سے تنگ آ کر نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی تھی کہ ان پر بھی سات سال کا قحط مسلط کر دے جیسے یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں مصریوں پر مسلط ہوا تھا۔ چنانچہ قحط پڑا جس میں مکہ والوں کو مردار اور چمڑے ہڈیاں کھانے کی نوبت آ گئی غالباً اسی دوران میں ''یمامہ'' کے رئیس ثمامہ ابن آثال رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے اور وہاں سے غلہ کی جو بھرتی مکہ کو جاتی تھی بند کر دی۔ غرض اہل مکہ بھوکوں مرنے لگے اور قاعدہ ہے کہ شدت کی بھوک اور مسلسل خشک سالی کے زمانہ میں جو یعنی زمین و آسمان کے درمیان دھواں سا آنکھوں کے سامنے نظر آیا کرتا ہے اور ویسے بھی مدت دراز تک بارش بند رہنے سے گرد و غبار وغیرہ چڑھ کر آسمان پر دھواں سا معلوم ہونے لگتا ہے۔ اس کو یہاں دخان سے تعبیر فرمایا۔ اس تقدیر پر ''یَغْشَی النَّاسَ'' میں لوگوں سے مراد مکہ والے ہوں گے۔ گویا یہ ایک پیشین گوئی تھی (کما یدل علیہ قولہ ''فَارْتَقِبْ'') جو پوری ہوئی۔

۲ **عذاب کے وقت کفار کی توبہ** یعنی اس عذاب میں مبتلا ہو کر یوں کہیں گے کہ اب تو اس آفت سے نجات دیجئے آگے کو ہماری توبہ! ہم کو اب یقین آ گیا۔ پھر شرارت نہ کریں گے۔ پکے مسلمان بن کر رہیں گے۔ آگے اس کا جواب دیا ہے۔

۳ **حق تعالیٰ کا کفار کو جواب** یعنی اب موقع سمجھنے اور نصیحت سے فائدہ اٹھانے کا کہاں رہا۔ اس وقت تو مانا نہیں جب ہمارا پیغمبر کھلے کھلے نشان اور کھلی کھلی ہدایات لے کر آیا تھا۔ اس وقت کہتے تھے کہ یہ باؤلا ہے۔ کبھی کہتے کہ کسی دوسرے سے سیکھ کر اس نے یہ کتاب تیار کر لی ہے (ابن عباسؓ کی تفسیر پر یہ مطلب ہوا) اور ابن مسعودؓ کی تفسیر کے موافق یہ معنی ہوں گے کہ اہل مکہ نے قحط وغیرہ سے تنگ آ کر درخواست کی کہ یہ آفت ہم سے دور کیجئے۔ بعض روایات میں ہے کہ ابوسفیان وغیرہ نے حضورؐ کی خدمت میں فریاد کی کہ آپ تو کہتے ہیں کہ میں رحمت ہوں اور یہ آپ کی قوم قحط و خشک سالی سے تباہ ہو رہی ہے۔ ہم آپ کو رحم اور قرابت کا واسطہ دیتے ہیں کہ اس مصیبت کے دور ہونے کی دعا کیجئے۔ اگر ایسا ہو گیا تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ چنانچہ آپ کی دعا سے بارش ہوئی اور ثمامہ نے جو غلہ روک دیا تھا وہ بھی آپؐ نے کھلوا دیا پھر بھی وہ ایمان نہ لائے۔ اسی کو فرماتے ہیں ''اَنّٰی لَھُمُ الذِّکْرٰی'' الخ یعنی یہ لوگ ان باتوں سے ماننے والے کہاں ہیں، اس قسم کی چیزوں میں تو ہزار تاویلیں گھڑ لیں جو چیز بالکل کھلی ہوئی آفتاب سے زیادہ روشن تھی یعنی آپ کی پیغمبری۔ اسی کو نہ مانا۔ کوئی مجنون بتلانے لگا، کسی نے کہا کہ صاحب! فلاں رومی غلام سے کچھ مضامین سیکھ آئے ہیں انکو اپنی عبارت میں ادا کر دیتے ہیں۔ ایسے متعصب معاندین سے سمجھنے کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔

۴ **کفار کی ہٹ دھرمی** یعنی اگر ہم تھوڑی دیر کے لئے عذاب ہٹا لیں، پھر وہی حرکتیں کریں گے جو پہلے کرتے تھے۔ اور ابن مسعودؓ کی تفسیر پر یہ مطلب ہو گا کہ لو! اچھا ہم تھوڑی مدت کے لئے یہ عذاب ہٹائے لیتے ہیں۔ پھر دیکھ لینا، وہ ہی کریں گے جو پہلے کرتے تھے۔

۵ ابن عباسؓ کے نزدیک بڑی پکڑ قیامت میں ہو گی۔ غرض یہ ہے کہ آخرت کا عذاب نہیں ٹلتا۔ اور ابن مسعودؓ کے نزدیک ''بڑی پکڑ'' سے معرکہ ''بدر'' کا واقعہ مراد ہے۔ ''بدر'' میں ان لوگوں سے بدلہ لے لیا گیا۔

۶ یعنی حضرت موسیٰ کے ذریعہ سے ان کا امتحان کیا گیا کہ اللہ کے پیغام کو قبول کرتے ہیں یا نہیں۔

۷ **حضرت موسیٰؑ اور فرعون** یعنی خدا کے بندوں کو اپنا بندہ مت بناؤ۔ بنی اسرائیل کو غلامی سے آزادی دو اور میرے حوالہ کرو۔ میں جہاں چاہوں لے جاؤں۔

اٰتِيْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۹﴾ وَاِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ

لاتا ہوں تمہارے پاس سند کھلی ہوئی ﴿۱﴾ اور میں پناہ لے چکا ہوں اپنے رب

وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ﴿۲۰﴾ وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِيْ

اور تمہارے رب کی اس بات سے کہ تم مجھ کو سنگسار کرو ﴿۲﴾ اور اگر تم نہیں یقین کرتے مجھ پر

فَاعْتَزِلُوْنِ ﴿۲۱﴾ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ

تو مجھ سے پرے ہو جاؤ ﴿۳﴾ پھر دعا کی (پکارا) اپنے رب سے کہ یہ لوگ

مُّجْرِمُوْنَ ﴿۲۲﴾ فَاَسْرِ بِعِبَادِيْ لَيْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۲۳﴾

گنہگار ہیں پھر لے نکل رات سے میرے بندوں کو البتہ تمہارا پیچھا کریں گے ﴿۴﴾

وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ۭ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۴﴾

اور چھوڑ جا دریا کو تھما ہوا البتہ وہ لشکر ڈوبنے والے ہیں ﴿۵﴾

كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۲۵﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّ

بہت سے چھوڑ گئے باغ اور چشمے اور کھیتیاں اور

مَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿۲۶﴾ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ﴿۲۷﴾

گھر خاصے (عمدہ) اور آرام کا سامان جس میں باتیں بنایا کرتے تھے

كَذٰلِكَ ۣ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿۲۸﴾ فَمَا

یونہی ہوا اور وہ سب ہاتھ لگا دیا ہم نے ایک دوسری قوم کے ﴿۶﴾ پھر

بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا

نہ رویا ان پر آسمان اور زمین ﴿۷﴾ اور نہ ملی

۱ ''کھلی سند'' وہ معجزات تھے جو حضرت موسیٰ نے دکھائے۔ ''عصا'' اور ''ید بیضاء'' وغیرہ۔

۲ یہ ان کی دھمکیوں کا جواب دیا۔ یعنی میں تمہارے ظلم وایذاء سے خدا کی پناہ حاصل کر چکا ہوں وہ میری حمایت پر ہے اور اسی کی حفاظت پر مجھے بھروسہ ہے۔

۳ یعنی اگر میری بات نہیں مانتے تو کم از کم مجھے ایذاء دے کر اپنے جرم کو سنگین مت کرو۔ ''مرا بخیر تو امید نیست بد مرساں''۔ اور حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ''یعنی اپنی قوم کو لے جاؤں تم راہ نہ روکو''

۴ **حضرت موسیٰؑ کی دُعا** یعنی آخر مجبور ہو کر اللہ سے فریاد کی کہ یہ لوگ اپنے جرائم سے باز آنے والے نہیں اب آپ میرے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دیجئے وہاں کیا دیر تھی۔ حضرت موسیٰ کو حکم ہوا کہ فرعونیوں کو اطلاع کیے بدون بنی اسرائیل کو لے کر راتوں رات مصر سے چلے جاؤ۔ کیونکہ دن ہونے پر جب انہیں اطلاع ہوگی اس وقت تمہارا پیچھا کریں گے۔ لیکن یاد رہے راستہ میں سمندر پڑے گا۔ اس پر عصا مارنے سے پانی ادھر ادھر ہٹ جائے گا اور درمیان میں خشک وصاف راستہ نکل آئے گا۔ اسی راستہ سے اپنی قوم کو لے کر گذر جاؤ۔

۵ یعنی اس کی فکر مت کرو کہ دریا میں خدا کی قدرت سے جو راستہ بن گیا وہ باقی نہ رہے۔ اس کو اسی حالت میں چھوڑ دے۔ یہ راستہ دیکھ کر ہی تو فرعون کے لشکر اس میں گھسنے کی ہمت کریں گے۔ چنانچہ وہ سب خشک راستہ دیکھ کر اندر گھسے، اس کے بعد خدا کے حکم سے سمندر کا پانی چاروں طرف سے آ کر مل گیا۔ سارا لشکر اس طرح غرقاب ہوا۔

۶ **مصر کے اموال بنی اسرائیل کو** یعنی بنی اسرائیل کے ہاتھوں میں دے دیا۔ جیسا کہ سورۂ شعراء میں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فرعون کے غرق ہوئے بعد مصر میں بنی اسرائیل کا دخل ہوا۔ اور اگر یہ ثابت نہ ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ جس قسم کے سامان فرعونیوں نے چھوڑے تھے اسی طرح کے ہم نے بنی اسرائیل کو دے دیئے۔ واللہ اعلم۔

۷ **مومن کی موت پر زمین وآسمان کا گریہ** روایات میں ہے کہ مومن کے مرنے پر آسمان کا وہ دروازہ روتا ہے جس سے اس کی روزی اترتی تھی یا جس سے اس کا عمل صالح اوپر چڑھتا تھا۔ اور زمین روتی ہے جہاں وہ نماز پڑھتا تھا یعنی افسوس وہ سعادت ہم سے چھن گئی۔ کافر کے پاس عمل صالح کا بیج ہی نہیں، پھر اس پر آسمان یا زمین کیوں روئے۔ بلکہ شاید خوش ہوتے ہوں گے کہ چلو پاپ کٹا۔ ''خس کم جہاں پاک''

ع ۱ ۲۹ ۱۲

مُنْظَرِيْنَ ﴿٢٩﴾ ع وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنَ

ان کو ڈھیل — اور ہم نے بچا نکالا — بنی اسرائیل کو

الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿٣٠﴾ مِنْ فِرْعَوْنَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ

ذلت کی مصیبت سے — جو فرعون کی طرف سے تھی ﴿۱﴾ — بے شک وہ تھا

عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿٣١﴾ وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى

چڑھ رہا — حد سے بڑھ جانے والا ﴿۲﴾ — اور ان کو ہم نے پسند کیا

عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿٣٢﴾ ج وَاٰتَيْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰيٰتِ مَا

جان بوجھ کر — جہان کے لوگوں سے ﴿۳﴾ — اور دیں ہم نے ان کو نشانیاں

فِيْهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِيْنٌ ﴿٣٣﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿٣٤﴾ ۙ

جن میں تھی — مدد صریح ﴿۴﴾ — یہ لوگ کہتے ہیں

اِنْ هِيَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ ﴿٣٥﴾

اور کچھ نہیں — ہمارا یہی مرنا ہے پہلا — اور ہم کو پھر اٹھنا نہیں ﴿۵﴾

فَاْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٣٦﴾

بھلا لے تو آؤ — ہمارے باپ دادوں کو — اگر تم سچے ہو ﴿۶﴾

اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ۙ وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ

بھلا یہ بہتر ہیں — یا تبع کی قوم ﴿۷﴾ — اور جو ان سے پہلے تھے

اَهْلَكْنٰهُمْ ز اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿٣٧﴾ وَمَا

ہم نے ان کو غارت کر دیا — بے شک وہ تھے گنہگار ﴿۸﴾ — اور

۱ بلکہ فرعون کا وجود ایک مجسم مصیبت تھا۔

۲ یعنی بڑا متکبر اور سرکش تھا۔

۳ **بنی اسرائیل کی فضیلت** یعنی اگرچہ بنی اسرائیل کی کمزوریاں بھی ہم کو معلوم تھیں۔ تاہم ان کو ہم نے اس زمانہ کے تمام لوگوں سے فضیلت دی۔ اور بعض فضائل جزئیہ تو وہ ہیں جو آج تک کسی قوم کو میسر نہیں ہوئے مثلاً اتنے بیشمار انبیاء کا ان میں اٹھایا جانا۔

۴ یعنی حضرت موسیٰ کے ذریعہ سے مثلاً "من وسلویٰ" کا اتارنا، بادل کا سایہ کرنا وغیر ذٰلک۔

۵ **مشرکین مکہ کی دہریت** درمیان میں حضرت موسیٰ کی قوم کا ذکر استطراداً آ گیا تھا۔ یہاں سے پھر حضورؐ کی قوم کا تذکرہ ہوتا ہے۔ یعنی یہ کہتے ہیں کہ ہماری آخری حالت بس یہ ہی ہے کہ موت آ جائے۔ موت کے بعد سب قصہ ختم۔ موجودہ زندگی کے سوا دوسری زندگی کوئی نہیں۔ کہاں کا حشر اور کیسا حساب کتاب۔

۶ یعنی پیغمبر اور مومنین سے کہتے ہیں کہ اگر تم اپنے عقیدہ میں سچے ہو کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جائیں گے تو اچھا ہمارے مرے ہوئے باپ دادوں کو ذرا زندہ کر کے دکھا دو۔ تب ہم جانیں۔

۷ **قوم تبع کی ہلاکت** "تبع" لقب تھا یمن کے بادشاہ کا، جس کی حکومت سبا اور حضرموت وغیرہ سب پر تھی۔ "تبع" بہت گذرے ہیں۔ اللہ جانے یہاں کونسا مراد ہے۔ بہر حال اتنا ظاہر ہوا کہ اس کی قوم بہت قوت و جبروت والی تھی جو اپنی سرکشی کی بدولت تباہ کی گئی۔ ابن کثیرؒ نے اس سے قوم سبا مراد لی ہے جس کا ذکر سورہ سبا میں گذر چکا۔ واللہ اعلم۔

۸ **عاد و ثمود کی ہلاکت** مثلاً عاد و ثمود وغیرہ۔ ان سب کو اللہ نے ان کے گناہوں کی پاداش میں ہلاک کر کے چھوڑا۔ کیا تم ان سے بہتر یا ان سے زیادہ طاقتور ہو کہ تم کو ہلاک نہ کرے گا یا نہ کر سکے گا؟

خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۳۸﴾

ہم نے جو بنایا آسمان اور زمین اور جو ان کے بیچ ہے کھیل نہیں بنایا

مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا

ان کو تو بنایا ہم نے ٹھیک کام پر بہت لوگ نہیں

يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۰﴾

سمجھتے تحقیق فیصلہ کا دن وعدہ ہے ان سب کا

يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ

جس دن کام نہ آئے کوئی رفیق کسی رفیق کے کچھ بھی اور نہ ان کو

يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ

مدد پہنچے مگر جس پر رحمت کرے اللہ بیشک وہی ہے

الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۲﴾ ع اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ

زبردست رحم والا مقرر درخت سینڈھ کا کھانا ہے

الْاَثِيْمِ ﴿۴۴﴾ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ﴿۴۵﴾ كَغَلْيِ

گنہگار کا جیسے پگھلا ہوا تانبا کھولتا ہے پیٹوں میں جیسے کھولتا

الْحَمِيْمِ ﴿۴۶﴾ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَاۗءِ الْجَحِيْمِ ﴿۴۷﴾

پانی پکڑو اس کو اور دھکیل کر لیجاؤ بیچوں بیچ دوزخ کے

ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۸﴾

پھر ڈالو اس کے سر پر جلتے پانی کا عذاب

◆ ۱ یعنی اتنا بڑا کارخانہ کوئی کھیل تماشا نہیں۔ بلکہ بڑی حکمت سے بنایا گیا ہے۔ جس کا نتیجہ ایک دن نکل کر رہے گا۔ وہی نتیجہ آخرت ہے۔

◆ ۲ یعنی اس دن سب کا حساب یک وقت ہو جائے گا۔

◆ ۳ یعنی نہ کسی اور طرف سے مدد پہنچ سکے گی۔

◆ ۴ یعنی بس جس پر اللہ کی رحمت ہو جائے وہ ہی بچے گا۔ کما ورد فی الحدیث۔ ''اِلَّا اَنْ یَّتَغَمَّدَنِیَ اللّٰہُ بِرَحْمَتِہٖ۔''

◆ ۵ **جہنم میں کفار کی عبرتناک سزائیں** | کسی ادنیٰ مشابہت کی وجہ سے اس کو زقوم (سیہنڈھ) کہا گیا ہے ورنہ دوزخ کے سیہنڈھ کی کیفیت اللہ ہی کو معلوم ہے جیسے بعض نعمائے جنت اور نعمائے دنیوی میں اشتراک اسمی ہے۔ اسی طرح جہنم کے متعلق سمجھ لو۔

◆ ۶ یہ حکم فرشتوں کو ہوگا جو تعذیب مجرمین پر مامور ہیں۔

◆ ۷ وہ پانی دماغ سے اتر کر آنتوں کو کاٹتا ہوا باہر نکل آئے گا۔ (اعاذنا اللّٰہ منہ)

ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ﴿۴۹﴾ اِنَّ

یہ (اس کو) چکھ — تو ہی ہے بڑا عزت والا سردار

هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ

وہی ہے — جس میں تم دھوکے میں پڑے تھے — بے شک ڈرنے والے

فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ﴿۵۱﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۵۲﴾

گھر میں ہیں — چین کے — باغوں میں — اور چشموں میں

يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۵۳﴾

پہنتے ہیں — پوشاک ریشمی پتلی — اور گاڑھی — ایک دوسرے کے سامنے

كَذٰلِكَ ۫ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۵۴﴾ يَدْعُوْنَ

اسی طرح ہوگا — اور بیاہ دیں ہم ان کو — حوریں بڑی آنکھوں والیاں — منگوائیں گے

فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ

وہاں ہر میوہ — دلجمعی سے — نہ چکھیں گے

فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى ۚ وَوَقٰهُمْ

وہاں موت — مگر جو پہلے آ چکی — اور بچایا ان کو

عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۵۶﴾ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ۚ ذٰلِكَ

دوزخ کے عذاب سے — فضل سے تیرے رب کے — یہی ہے

هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۵۷﴾ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ

بڑی مراد ملنی — سو یہ قرآن آسان کیا ہم نے اس کو — تیری بولی (زبان) میں

۱ یعنی تو وہی ہے جو دنیا میں بڑا معزز و مکرم سمجھا جاتا اور اپنے کو سردار ثابت کیا کرتا تھا۔ اب وہ عزت اور سرداری کہاں گئی۔

۲ یعنی تم کو کہاں یقین تھا کہ یہ دن بھی دیکھنا پڑے گا۔ اس دھوکہ میں تھے کہ بس زندگی یونہی کھیلتے کودتے گذر جائے گی۔ آخر مٹی میں مل کر مٹی ہو جائیں گے، آگے کچھ بھی نہیں۔ اب دیکھ لیا کہ وہ باتیں سچی تھیں جو پیغمبروں نے بیان کی تھیں۔

۳ **متقین کی حالت** یعنی جو یہاں اللہ سے ڈرتے ہیں وہاں امن چین سے ہوں گے۔ کسی طرح کا خوف اور غم پاس نہ آئے گا۔

۴ **ان کے لباس** یعنی ان کی پوشاک باریک اور دبیز ریشم کی ہوگی۔ اور ایک جنتی دوسرے سے اعراض نہ کرے گا بے تکلف دوستوں کی طرح آمنے سامنے بیٹھیں گے۔

۵ یعنی ان سے جوڑے ملا دیں گے۔

۶ **پھل اور میوے** یعنی جس میوے کو جی چاہے گا فوراً حاضر کرا دیا جائے گا۔ کوئی فکر نہ ہوگی۔ پوری دلجمعی سے کھائیں پئیں گے۔

۷ **حیات ابدی** یعنی جو موت پہلے آچکی وہ آچکی، اب آگے کبھی موت نہیں دائماً اسی عیش و نشاط میں رہنا ہے نہ ان کو فنا، نہ ان کے سامانوں کو۔

۸ اس سے بڑی کامیابی کیا ہو سکتی ہے کہ عذاب الٰہی سے محفوظ و مأمون رہے اور ابدالآباد کے لئے مورد الطاف و افضال بنے۔

لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾ فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ﴿۵۹﴾

تا کہ وہ یاد رکھیں ﴿۱﴾ اب تو راہ دیکھ وہ بھی راہ تکتے ہیں ﴿۲﴾

ع ۳ ۱۷ ۱۶

اٰیاتھا ۳۷ (۴۵) سُوْرَةُ الْجَاثِيَةِ مَكِّيَّةٌ (۶۵) رکوعاتھا ۴

سورۂ جاثیہ مکہ میں نازل ہوئی اس میں سینتیس آیتیں ہیں اور چار رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾

حٰمٓ اتارنا کتاب کا ہے اللہ کی طرف سے جو زبردست ہے حکمتوں والا

اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳﴾

بے شک آسمانوں میں اور زمین میں بہت نشانیاں ہیں ماننے والوں کے واسطے ﴿۳﴾

وَفِيْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ

اور تمہارے بنانے میں اور جس قدر بکھیلا رکھے ہیں جانور نشانیاں ہیں

لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ

ان لوگوں کے واسطے جو یقین رکھتے ہیں ﴿۴﴾ اور بدلنے میں رات دن کے

وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا

اور وہ جو اتاری اللہ نے آسمان سے روزی ﴿۵﴾ پھر زندہ کر دیا

بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ

اس سے زمین کو اس کے مرجانے کے بعد اور بدلنے میں ہواؤں کے

◆۱ **قرآن آسان ہے** | یعنی اپنی مادری زبان میں آسانی سے سمجھ لیں اور یاد رکھیں۔

◆۲ یعنی اگر نہ سمجھیں تو آپ چندے انتظار کیجئے۔ ان کا بدانجام سامنے آجائے گا۔ یہ تو منتظر ہیں کہ آپ پر کوئی افتاد پڑے۔ لیکن آپ دیکھتے جایئے کہ ان کا کیا حال بنتا ہے۔ تم سورۃ الدُّخان بفضل اللہ رحمتہ فَلِلّٰہِ الحمد والمنۃ۔

سورۃ الجاثیۃ

◆۳ **زمین و آسمان میں مومنین کیلئے نشانیاں** | یعنی آدمی ماننا چاہے تو اسی آسمان و زمین کی پیدائش اور ان کے محکم نظام میں غور کر کے مان سکتا ہے کہ ضرور کوئی ان کا پیدا کرنے والا اور تھامنے والا ہے۔ جس نے کمال حکمت و خوبی سے ان کو بنایا اور لامحدود قدرت سے ان کی حفاظت کی۔ "البعرۃ تدل علی البعیر و الاقدام تدل علی المسیر فکیف لا یدل ھذا النظام العجیب الغریب علی الصانع اللطیف الخبیر۔"

◆۴ یعنی انسان خود اپنی بناوٹ اور دوسرے حیوانات کی ساخت میں غور کرے۔ تو درجہ عرفان و ایقان تک پہنچانے والی ہزار ہا نشانیاں اس کو ملیں گی۔

◆۵ یعنی پانی آسمان کی طرف سے اتارا جو مادہ ہے روزی کا۔

اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۵﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا

نشانیاں ہیں ان لوگوں کے واسطے جو سمجھ سے کام لیتے ہیں ﴿۵﴾ یہ باتیں ہیں اللہ کی ہم سناتے ہیں

عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَ

تجھ کو ٹھیک ٹھیک پھر کونسی بات کو اللہ اور

اٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۶﴾ وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ﴿۷﴾

اس کی باتوں کو چھوڑ کر مانیں گے ﴿۶﴾ خرابی ہے ہر جھوٹے گنہگار کے لیے

يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا

کہ سنتا ہے باتیں اللہ کی کہ اس کے پاس پڑھی جاتی ہیں پھر ضد کرتا ہے غرور سے

كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۸﴾

گویا سنا ہی نہیں ﴿۷﴾ سو خوشی خبری سنا دے اس کو ایک عذاب دردناک کی

وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْئَـاۨ اتَّخَذَهَا هُزُوًا ۭ

اور جب خبر پائے ہماری باتوں میں سے کسی کی اس کو ٹھہرائے ٹھٹھا

اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۹﴾ؕ مِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ

ایسوں کو ذلت کا عذاب ہے ﴿۸﴾ پرے ان کے

جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْئًا وَّلَا

دوزخ ہے اور کام نہ آئے گا ان کے جو کمایا تھا ذرا بھی اور نہ وہ

مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَاۗءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ

کہ جن کو پکڑا تھا اللہ کے سوا رفیق ﴿۹﴾ اور ان کے واسطے بڑا

۱ **اہل عقل کیلئے یہ نشانیاں کافی ہیں** یعنی ذرا بھی سمجھ سے کام لیں تو معلوم ہو جائے کہ یہ امور بجز اس زبردست قادر و حکیم کے اور کسی کے بس میں نہیں۔ جیسا کہ پہلے متعدد مواضع میں اس کی تقریر گزر چکی۔

۲ یعنی اللہ کو چھوڑ کر دوسرا کون ہے اور اس کی باتیں چھوڑ کر کس کی بات ماننے کے قابل ہے۔ جب اس بڑے مالک کی ایسی سچی اور صاف باتیں بھی کوئی بدبخت قبول نہ کرے تو آخر کس چیز کا منتظر ہے جسے قبول کرے گا۔

۳ **جھوٹے اور مغرور کیلئے خرابی ہے** یعنی ضد اور غرور کی وجہ سے اللہ کی بات نہیں سنتا۔ اس کی شیخی اجازت نہیں دیتی کہ اپنی جہالت سے ہٹے۔ حق کو سن کر اس طرح منہ پھیر لیتا ہے گویا سنا ہی نہیں۔

۴ یعنی جس طرح وہ آیات اللہ کے ساتھ اہانت و استخفاف کا معاملہ کرتا ہے، سزا بھی سخت اہانت و ذلت کی ملے گی۔ جو آگے آ رہی ہے۔

۵ **آخرت میں کفار کی بے کسی** یعنی اموال و اولاد وغیرہ کوئی چیز اس وقت کام نہ آئے گی۔ نہ وہ کام آئیں گے جن کو اللہ کے سوا معبود یا رفیق و مددگار بنا رکھا تھا اور جن سے بہت کچھ اعانت و امداد کی توقعات تھیں۔

عَظِيمٌ ﴿١٠﴾ هٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ

عذاب ہے — یہ سمجھا دیا (ہے ہدایت) — اور جو منکر ہیں — اپنے رب کی

رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّن رِّجْزٍ أَلِيمٌ ﴿١١﴾ اللَّهُ

باتوں سے — ان کے لیے عذاب ہے — ایک بلا کا دردناک ◆۱ — اللہ

ع ۲

الَّذِي سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ

وہ ہے — جس نے بس میں کر دیا تمہارے دریا کو — کہ چلیں اس میں جہاز

فِيهِ بِأَمْرِهِ وَلِتَبْتَغُوا مِن فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ

اس کے حکم سے ◆۲ — اور تا کہ تلاش کرو — اس کے فضل سے — اور تا کہ تم

تَشْكُرُونَ ﴿١٢﴾ وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا

حق مانو ◆۳ — اور کام میں لگا دیا تمہارے — جو کچھ ہے آسمانوں — اور

فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ

زمین میں — سب کو اپنی طرف سے ◆۴ — اس میں نشانیاں ہیں

لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿١٣﴾ قُل لِّلَّذِينَ آمَنُوا يَغْفِرُوا

ان لوگوں کے واسطے جو دھیان کرتے ہیں ◆۵ — کہہ دے — ایمان والوں کو — درگذر کریں

لِلَّذِينَ لَا يَرْجُونَ أَيَّامَ اللَّهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًا

ان سے جو امید نہیں رکھتے — اللہ کے دنوں کی ◆۶ — تا کہ وہ سزا دے ایک قوم کو

بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿١٤﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا

بدلہ اس کا جو کماتے تھے ◆۷ — جس نے بھلا کام کیا

۱ **قرآن ہدایت ہے** | یعنی یہ قرآن عظیم الشان ہدایت ہے جو سب طرح کی برائی بھلائی انسان کو سمجھانے کے لئے آئی ہے جو اس کو نہ مانیں وہ سخت غلیظ اور دردناک عذاب بھگتنے کے لئے تیار رہیں۔

۲ **تسخیر بحر** | یعنی سمندر جیسی مخلوق کو ایسا مسخر کر دیا کہ تم بے تکلف اپنی کشتیاں اور جہاز اس میں لئے پھرتے ہو۔ میلوں کی گہرائیوں کو پایاب کر رکھا ہے۔

۳ یعنی بحری تجارت کرو، یا شکار کھیلو، یا اس کی تہ میں سے موتی نکالو۔ اور یہ سب منافع و فوائد حاصل کرتے وقت منعم حقیقی کو نہ بھولو۔ اس کا حق پہچانو، زبان و دل اور قلب و قالب سے شکر ادا کرو۔

۴ **تسخیر ارض و سماء** | یعنی اپنے حکم اور قدرت سے سب کو تمہارے کام میں لگا دیا۔ یہ اسی کی مہربانی ہے کہ ایسی ایسی عظیم الشان مخلوقات انسان کی خدمت گذاری میں لگی ہوئی ہیں۔

۵ **سوچنے والوں کیلئے نشانیاں** | آدمی دھیان کرے تو سمجھ سکتا ہے کہ یہ چیز اس کے بس کی نہ تھی محض اللہ کے فضل اور اس کی قدرت کاملہ سے یہ اشیاء ہمارے کام میں لگی ہوئی ہیں۔ تو لامحالہ ہم کو بھی کسی کے کام لگنا چاہئے وہ کام یہی ہے کہ اس منعم حقیقی اور محسن علی الاطلاق کی فرمانبرداری اور اطاعت گذاری میں اپنی حیات مستعار کے لمحات صرف کر دیں تا کہ آئندہ چل کر ہمارا انجام درست ہو۔

۶ **ایام اللہ** | "اَیَّامَ اللّٰہِ" (اللہ کے دنوں) سے مراد وہ دن ہیں جن میں اللہ اپنے دشمنوں کو کوئی خاص سزا دے، یا اپنے فرمانبرداروں کو کسی خصوصی انعام و اکرام سے سرفراز فرمائے۔ لہٰذا "لِلَّذِیْنَ لَایَرْجُوْنَ اَیَّامَ اللّٰہِ" سے وہ کفار مراد ہوئے جو اس کی رحمت سے ناامید اور اس کے عذاب سے بے فکر ہیں۔

۷ **کفار** | یعنی آپ ان سے بدلہ لینے کی فکر نہ کریں۔ اللہ پر چھوڑ دیں، وہ ان کی شرارتوں پر کافی سزا، اور مؤمنین کے صبر و تحمل اور عفو و درگذر کا مناسب صلہ دے گا۔

فَلِنَفۡسِهٖ ۚ وَمَنۡ اَسَآءَ فَعَلَيۡهَا ۫ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمۡ

تو اپنے واسطے اور جس نے برا کیا سو اپنے حق میں ❶ پھر اپنے رب کی طرف

تُرۡجَعُوۡنَ ۝۱۵ وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ

پھیرے جاؤ گے ❷ اور ہم نے دی بنی اسرائیل کو

الۡكِتٰبَ وَالۡحُكۡمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقۡنٰهُمۡ مِّنَ

کتاب اور حکومت اور پیغمبری اور کھانے کو دیں

الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلۡنٰهُمۡ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ ۝۱۶ ۚ وَاٰتَيۡنٰهُمۡ

ستھری چیزیں ❸ اور بزرگی دی ان کو جہان پر ❹ اور دیں ان کو

بَيِّنٰتٍ مِّنَ الۡاَمۡرِ ۚ فَمَا اخۡتَلَفُوۡۤا اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ

کھلی باتیں دین کی ❺ پھر انہوں نے پھوٹ جو ڈالی تو سمجھ

مَا جَآءَهُمُ الۡعِلۡمُ ۙ بَغۡيًاۢ بَيۡنَهُمۡ ؕ اِنَّ رَبَّكَ

آچکنے کے بعد آپس کی ضد سے بے شک تیرا رب

يَقۡضِىۡ بَيۡنَهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ فِيۡمَا كَانُوۡا فِيۡهِ

فیصلہ کرے گا ان میں قیامت کے دن جس بات میں وہ

يَخۡتَلِفُوۡنَ ۝۱۷ ثُمَّ جَعَلۡنٰكَ عَلٰى شَرِيۡعَةٍ مِّنَ الۡاَمۡرِ

جھگڑتے تھے ❻ پھر تجھ کو رکھا ہم نے ایک رستہ پر دین کے کام کے

فَاتَّبِعۡهَا وَلَا تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَ الَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۝۱۸

سو تو اسی پر چل اور مت چل خواہشوں پر نادانوں کی ❼

۱ یعنی بھلے کام کا فائدہ کام کرنے والے کو پہنچتا ہے۔ اللہ کو اس کی کیا ضرورت؟ اور بدی کرنے والا خود اپنے حق میں برا بیج بو رہا ہے۔ ایک کی برائی دوسرے پر نہیں پڑتی۔ غرض ہر شخص اپنے نفع نقصان کی فکر کر لے۔ اور جو عمل کرے یہ سمجھ کر کرے کہ اس کا سود و زیاں اسی کی ذات کو پہنچے گا۔

۲ یعنی وہاں پہنچ کر سب برائی بھلائی سامنے آ جائے گی۔ اور ہر ایک اپنی کرتوت کا پھل چکھے گا۔

۳ **بنی اسرائیل کی نعمتیں** یعنی تورات دی اور سلطنت یا قوت فیصلہ یا دانائی کی باتیں یا دین کی سمجھ عطا کی، اور کس قدر کثرت سے پیغمبران میں سے اٹھائے یہ تو روحانی غذا ہوئی، جسمانی غذا دیکھو تو وہ بھی بہت افراط سے دی گئی حتی کہ من و سلوی اتارا گیا۔

۴ یعنی اس زمانہ میں سارے جہان پر ان کو فضیلت کلی حاصل تھی اور بعض فضائل جزئیہ کے اعتبار سے تو "اس زمانہ" کی قید لگانے کی بھی ضرورت نہیں۔

۵ یعنی نہایت واضح اور مفصل احکام، کھلے کھلے معجزات جو دین کے باب میں بطور حجت و برہان کے پیش کیے جاتے ہیں۔

۶ **بنی اسرائیل میں فرقہ بندیاں** یعنی آپس کی ضد اور نفسانیت سے اصل کتاب کو چھوڑ کر بیشمار فرقے بن گئے۔ جن کا عملی فیصلہ قیامت کے دن کیا جائے گا اس وقت پتہ لگے گا کہ ان کا منشاء نفس پروری اور ہوا پرستی کے سوا کچھ نہ تھا۔

۷ **آنحضرت ﷺ کو تسلی و نصیحت** یعنی ان اختلافات اور فرقہ وارانہ کشمکش کی موجودگی میں ہم نے آپ کو دین کے صحیح راستہ پر قائم کر دیا تو آپ کو اور آپ کی امت کو چاہئے کہ اس راستہ پر برابر مستقیم رہے۔ کبھی بھول کر بھی جاہلوں اور نادانوں کی خواہشات پر نہ چلے۔ مثلاً ان کی خواہش یہ ہے کہ آپ ان کے طعن و تشنیع اور ظلم و تعدی سے تنگ آ کر دعوت و تبلیغ ترک کر دیں، یا مسلمانوں میں بھی ویسا ہی اختلاف و تفریق پڑ جائے جس میں وہ لوگ خود مبتلا ہیں۔ اندریں صورت واجب ہے کہ ان کی خواہشات کو بالکل پامال کر دیا جائے۔

اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَ اِنَّ

وہ ہرگز کام نہ آئیں گے تیرے اللہ کے سامنے ذرا بھی ﴿۱﴾ اور

الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَ اللّٰهُ وَلِيُّ

بے انصاف ایک دوسرے کے رفیق ہیں اور اللہ رفیق ہے

الْمُتَّقِيْنَ ﴿١٩﴾ هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَ هُدًى

ڈرنے والوں کا ﴿۲﴾ یہ سوجھ کی باتیں ہیں لوگوں کے واسطے اور راہ کی

وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿٢٠﴾ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ

اور رحمت ہے ان لوگوں کے لیے جو یقین لاتے ہیں ﴿۳﴾ کیا خیال رکھتے ہیں جنہوں نے

اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ

کمائی ہیں برائیاں کہ ہم کر دیں گے ان کو برابر ان لوگوں کے

اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ

جو کہ یقین لائے اور کیے بھلے کام ایک سا ہے ان کا جینا

وَ مَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿٢١﴾ ع وَ خَلَقَ اللّٰهُ

اور مرنا برے دعوے ہیں جو کرتے ہیں ﴿۴﴾ اور بنائے اللہ نے

ع ۲ ۱۸

السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَ لِتُجْزٰى كُلُّ

آسمان اور زمین جیسے چاہیں اور تا کہ بدلہ پائے ہر

نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٢٢﴾ اَفَرَءَيْتَ

کوئی اپنی کمائی کا اور ان پر ظلم نہ ہوگا ﴿۵﴾ بھلا دیکھ تو

۱ یعنی ان کی طرف جھکنا تم کو خدا کے ہاں کچھ کام نہ دے گا۔

۲ **متقین کا ولی اللہ ہے** یعنی منصف اور راستی پسند مسلمان، ظالم اور بے راہ رو کافروں کے رفیق نہیں ہو سکتے۔ وہ تو اللہ کے مطیع بندے ہیں اور اللہ ہی ان کا رفیق و مددگار ہے۔ لازم ہے کہ اسی کی راہ چلیں اور اسی پر بھروسہ رکھیں۔

۳ **قرآن میں بصیرت وہدایت** یعنی یہ قرآن بڑی بڑی بصیرت افروز حقائق پر مشتمل ہے۔ لوگوں کو کام کی باتیں اور کامیابی کی راہ سجھاتا ہے۔ اور جو خوش قسمت اس کی ہدایات ونصائح پر یقین کر کے عمل پیرا ہوتے ہیں ان کے حق میں خصوصی طور پر قرآن رحمت وبرکت ہے۔

۴ **کافر اور مومن برابر نہیں ہو سکتے** یعنی اللہ تعالیٰ کی شئون حکمت پر نظر کرتے ہوئے کیا کوئی عقلمند یہ گمان کر سکتا ہے کہ ایک بدمعاش آدمی، اور ایک مرد صالح کے ساتھ خداوند تعالیٰ یکساں معاملہ کرے گا۔ اور دونوں کا انجام برابر کر دے گا؟ ہرگز نہیں۔ نہ اس زندگی میں دونوں برابر ہو سکتے ہیں نہ مرنے کے بعد جو حیات طیبہ مؤمن صالح کو یہاں نصیب ہوتی ہے اور جس نصرت اور علو ورفعت کے وعدے دنیا میں اس سے کئے گئے وہ ایک کافر بدکار کو کہاں میسر ہیں۔ اس کے لئے دنیا میں معیشت ضنک اور آخرت میں لعنت وخسران کے سوا کچھ نہیں۔ الغرض یہ دعویٰ بالکل غلط اور یہ خیال بالکل مہمل ہے کہ اللہ تعالیٰ نیکوں اور بدوں کا مرنا اور جینا برابر کر دے گا۔ اس کی حکمت اس کی مقتضی نہیں۔ بلکہ ضروری ہے کہ دونوں کے اعمال کا ٹھیک ٹھیک نتیجہ ظاہر ہو کر رہے۔ اور ہر ایک کی نیکی یا بدی کے آثار فی الجملہ یہاں بھی مشاہد ہوں اور ان کا پوری طرح مکمل معائنہ موت کے بعد ہو۔

۵ **تخلیق ارض وسما کی حکمت** یعنی زمین وآسمان کو یوں ہی بیکار پیدا نہیں کیا۔ بلکہ نہایت حکمت سے کسی خاص مقصد کے لئے بنایا ہے تا ان کے احوال میں غور کر کے لوگ معلوم کر سکیں کہ بیشک جو چیز بنائی گئی ٹھیک موقع سے بنائی اور تا اندازہ کر لیا جائے کہ ضرور ایک دن اس کارخانہ ہستی کا کوئی عظیم الشان نتیجہ نکلنے والا ہے۔ اسی کو آخرت کہتے ہیں۔ جہاں ہر ایک کو اس کی کمائی کا پھل ملے گا اور جو بویا تھا وہ بھی کاٹنا پڑے گا۔

گندم از گندم بروید جو ز جو
از مکافات عمل غافل مشو

مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ

جس نے ٹھہرالیا اپنا حاکم اپنی خواہش کو اور راہ سے بچلادیا اس کو اللہ نے (باوجودیکہ تھا) جانتا بوجھتا ①

وَّ خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ

اور مہر لگادی اس کے کان پر اور دل پر اور ڈال دی اس کی آنکھ پر

غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ یَّهْدِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا

اندھیری پھر کون راہ پر لائے اس کو اللہ کے سوا سو کیا

تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَ قَالُوْا مَا هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا

تم غور نہیں کرتے ② اور کہتے ہیں اور کچھ نہیں بس یہی ہے ہمارا جینا

الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَ نَحْیَا وَ مَا یُهْلِكُنَاۤ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ

دنیا کا ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم جو مرتے ہیں سو زمانہ سے ③

وَ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا

اور ان کو کچھ خبر نہیں اس کی محض اٹکلیں

یَظُنُّوْنَ ﴿۲۴﴾ وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ

دوڑاتے ہیں ④ اور جب سنائی جائیں ان کو ہماری آیتیں کھلی کھلی

مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا

اور کچھ دلیل نہیں ان کی مگر یہی کہ کہتے ہیں لے آؤ

بِاٰبَآئِنَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُ

ہمارے باپ دادوں کو اگر تم سچے ہو ⑤ تو کہہ کہ اللہ ہی

◈۱◈ **خواہش پرست کا عبرتناک انجام** | یعنی اللہ جانتا تھا کہ اس کی استعداد خراب ہے اور اسی قابل ہے کہ سیدھی راہ سے ادھر ادھر بھٹکتا پھرے۔ یا یہ مطلب ہے کہ وہ بدبخت علم رکھنے کے باوجود اور سمجھنے بوجھنے کے بعد گمراہ ہوا۔

◈۲◈ جو شخص محض خواہش نفس کو اپنا حاکم اور معبود ٹھہرا لے، جدھر اس کی خواہش لے چلے ادھر ہی چل پڑے اور حق و ناحق کے جانچنے کا معیار اس کے پاس یہ ہی خواہش نفس رہ جائے، اللہ تعالیٰ بھی اسے اس کی اختیار کردہ گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے۔ پھر اس کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ نہ کان نصیحت کی بات سنتے ہیں، نہ دل سچی بات کو سمجھتا ہے، نہ آنکھ سے بصیرت کی روشنی نظر آتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ جس کو اس کی کرتوت کی بدولت ایسی حالت پر پہنچا دے، کونسی طاقت ہے جو اس کے بعد اسے راہ پر لے آئے۔

◈۳◈ **دہریت کا باطل عقیدہ** | یعنی اس دنیا کی زندگی کے سوا کوئی دوسری زندگی نہیں۔ بس یہ ہی ایک جہان ہے جس میں ہمارا مرنا اور جینا ہے۔ جیسے بارش ہونے پر سبزہ زمین سے اگا، خشکی ہوئی تو سوکھ کر ختم ہو گیا۔ یہ ہی حال آدمی کا سمجھو، ایک وقت آتا ہے پیدا ہوتا ہے۔ پھر معین وقت تک زندہ رہتا ہے۔ آخر زمانہ کا چکر اسے ختم کر دیتا ہے۔ یہ ہی سلسلہ موت و حیات کا دنیا میں چلتا رہتا ہے۔ آگے کچھ نہیں۔

◈۴◈ **ان عقیدوں کی بنیاد محض اٹکل ہے** | یعنی زمانہ نام ہے دہر کا۔ وہ کچھ کام کرنے والا نہیں۔ کیونکہ نہ اس میں حس ہے نہ شعور نہ ارادہ، لامحالہ وہ کسی اور چیز کو کہتے ہوں گے جو معلوم نہیں ہوتی لیکن دنیا میں اس کا تصرف چلتا ہے۔ پھر اللہ ہی کو کیوں نہ کہیں جس کا وجود اور متصرف علی الاطلاق ہونا دلائل فطریہ اور براہین عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہو چکا ہے۔ اور زمانہ کا الٹ پھیر اور رات دن کا ادل بدل کرنا اسی کے ہاتھ میں ہے۔

زمانے کو برا نہ کہو | اسی معنی سے حدیث میں بتلایا گیا کہ دہر اللہ ہے اس کو برا نہ کہنا چاہئے۔ کیونکہ جب آدمی دہر کو برا کہتا ہے اسی نیت سے کہتا ہے کہ حوادث دہر اس کی طرف منسوب ہیں حالانکہ تمام حوادث دہر اللہ کے ارادے اور مشیت سے ہیں تو دہر کی برائی کرنے سے حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی جناب میں گستاخی ہوتی ہے۔ اعاذنا اللّٰہ منہ

◈۵◈ یعنی جب قرآن کی آیات یا بعث بعد الموت کی دلائل اس کو سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ میں کسی دلیل کو نہیں مانوں گا۔ بس اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو ہمارے مرے ہوئے باپ دادوں کو زندہ کر کے دکھلا دو۔ تب ہم تسلیم کریں گے کہ بیشک موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونا حق ہے۔

يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ

جلاتا ہے تم کو پھر مارے گا تم کو پھر اکٹھا کرے گا تم کو قیامت کے

الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ

دن تک اس میں کچھ شک نہیں پر بہت لوگ

لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٦﴾ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ

نہیں سمجھتے ۱ اور اللہ ہی کا راج ہے آسمانوں میں اور زمین میں

وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَخْسَرُ الْمُبْطِلُونَ ﴿٢٧﴾

اور جس دن قائم ہوگی قیامت اس دن خراب ہوں گے جھوٹے ۲

وَتَرَىٰ كُلَّ أُمَّةٍ جَاثِيَةً ۚ كُلُّ أُمَّةٍ تُدْعَىٰ

اور تو دیکھے ہر فرقہ کو کہ بیٹھے ہیں گھٹنوں کے بل ۳ ہر فرقہ بلایا جائے

إِلَىٰ كِتَابِهَا ۖ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٢٨﴾

اپنے اپنے دفتر کے پاس آج بدلہ پاؤ گے جیسا تم کرتے تھے ۴

هَٰذَا كِتَابُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۚ إِنَّا

یہ ہمارا دفتر ہے بولتا ہے (بتلاتا ہے) تمہارے کام ٹھیک ۵ ہم

كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٢٩﴾ فَأَمَّا

لکھواتے جاتے تھے جو کچھ تم کرتے تھے ۶ سو جو

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُدْخِلُهُمْ

لوگ یقین لائے ہیں اور بھلے کام کیے سو ان کو داخل کرے گا

۱ یعنی جس نے ایک مرتبہ زندہ کیا پھر مارا، اسے کیا مشکل ہے کہ دوبارہ زندہ کر کے سب کو ایک جگہ اکٹھا کر دے۔

۲ اس دن ذلیل و خوار ہو کر پتہ لگے گا کہ کس دھوکہ میں پڑے ہوئے تھے۔

۳ **آخرت کے احوال** یعنی خوف و ہیبت سے۔

۴ **اعمال نامے** یعنی اعمالنامہ کی طرف بلایا جائے گا کہ آؤ اس کے موافق حساب دو۔ آج ہر ایک کو اسی کا بدلہ ملے گا۔ جو اس نے دنیا میں کمایا تھا۔

۵ یعنی جو کام کیے تھے یہ اعمالنامہ ٹھیک ٹھیک وہی بتلاتا ہے۔ ذرہ بھر کمی بیشی نہیں۔

۶ **ضبط اعمال** یعنی ہمارے علم میں تو ہر چیز ازل سے ہے۔ مگر ضابطہ میں ہمارے فرشتے لکھنے پر مامور تھے ان کی لکھی ہوئی مکمل رپورٹ آج تمہارے سامنے ہے۔

رَبُّهُمْ فِىْ رَحْمَتِهٖ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿۳۰﴾

ان کا رب | اپنی رحمت میں | یہ جو ہے یہی ہے صریح مراد ملنی ①

وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۫ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِىْ تُتْلٰى

اور جو منکر ہوئے (ان سے پوچھیں) | کیا تم کو سنائی نہ جاتی تھیں باتیں

عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

میری | پھر تم نے غرور کیا | اور ہو گئے تم | لوگ گنہگار ②

وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ

اور جب کہیے (کہتے) | کہ وعدہ اللہ کا ٹھیک ہے | اور قیامت میں

لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِىْ مَا السَّاعَةُ ۙ

کچھ شبہ نہیں | تم کہتے تھے | ہم نہیں سمجھتے | کیا ہے قیامت

اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ﴿۳۲﴾

ہم کو آتا تو ہے | ایک خیال سا | اور ہم کو یقین نہیں ہوتا ③

وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا

اور کھل جائیں ان پر برائیاں | ان کاموں کی جو کیے تھے | اور الٹ پڑے ان پر | وہ چیز

كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ

جس پر ٹھٹھا کرتے تھے ④ | اور حکم ہوگا کہ آج ہم تم کو بھلا دیں گے

كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ

جیسے تم نے بھلا دیا تھا | اپنے اس دن کی ملاقات کو ⑤ | اور گھر تمہارا دوزخ ہے

۱ یعنی جنت میں جہاں اعلیٰ درجہ کی رحمت اور ہر قسم کی مہربانیاں ہوں گی۔

۲ یعنی ہماری طرف سے نصیحت و فہمائش اور اتمام حجت کا کوئی دقیقہ اٹھا کر نہ رکھا گیا۔ اس پر بھی تمہارے غرور کی گردن نیچی نہ ہوئی۔ آخر پکے مجرم بن کر رہے۔ یا "وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ۔" کا مطلب یہ لیا جائے کہ تم پہلے ہی سے جرائم پیشہ تھے۔

۳ **قیامت کا انکار** یعنی ہم نہیں جانتے قیامت کیسی ہوتی ہے۔ تم جو کچھ قیامت کے عجیب و غریب احوال بیان کرتے ہو ہم کو کسی طرح ان کا یقین نہیں ہوتا۔ یوں سنی سنائی باتوں سے کچھ ضعیف سا امکان اور دھندلا سا خیال کبھی آجائے وہ دوسری بات ہے۔

۴ یعنی جب قیامت آئے گی ان کی تمام بدکاریاں اور ان کے نتائج سامنے آجائیں گے اور عذاب وغیرہ کی دھمکیوں کا جو مذاق اڑایا کرتے تھے وہ خود ان ہی پر الٹ پڑے گا۔

۵ **منکرین کو یاد نہیں رکھا جائے گا** یعنی دنیا میں تم نے آج کے دن کو یاد نہ رکھا تھا۔ آج ہم تم کو مہربانی سے یاد نہ کریں گے۔ ہمیشہ کے لئے اسی طرح عذاب میں پڑا چھوڑ دیں گے۔ جیسے تم نے اپنے کو دنیا کے مزوں میں پھنسا کر چھوڑ دیا تھا۔

وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۴﴾ ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ

اور کوئی نہیں تمہارا مددگار — یہ تم پر اس واسطے کہ تم نے پکڑا اللہ کی

اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ج

باتوں کو ٹھٹھا — اور بہکے رہے — دنیا کی زندگانی پر

فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۳۵﴾

سو آج — نہ ان کو نکالنا منظور ہے — وہاں سے — اور نہ ان سے مطلوب ہے توبہ

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ

سو اللہ ہی کے واسطے ہے سب خوبی — جو رب ہے آسمانوں کا — اور رب ہے زمین کا — رب

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ

سارے جہان کا — اور اسی کے لئے بڑائی ہے — آسمانوں میں — اور

الْاَرْضِ ص وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۷﴾ ع

زمین میں — اور وہی ہے زبردست حکمت والا

ع ۴ / ۲۰
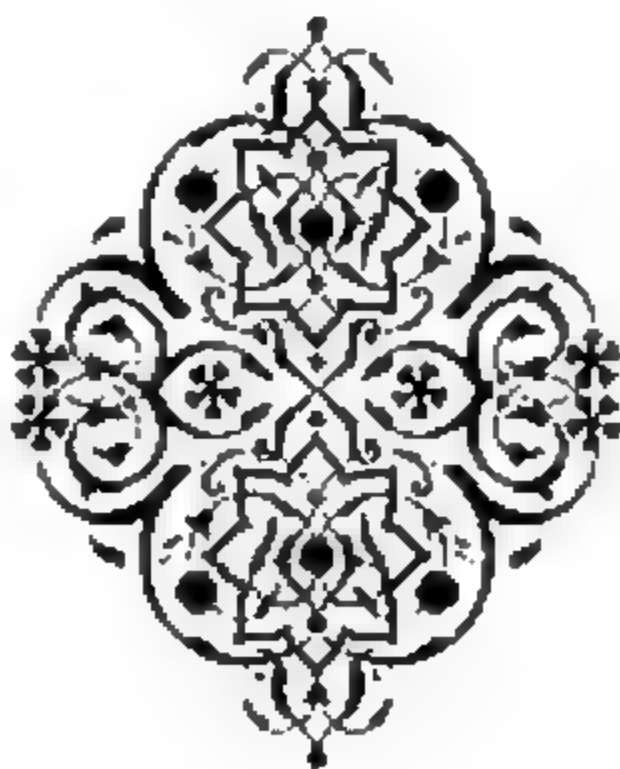
◆۱ یعنی دنیا کے مزوں میں پڑ کر خیال ہی نہ کیا کہ یہاں سے کبھی جانا اور خدا کے سامنے پیش ہونا بھی ہے اور اگر کبھی کچھ خیال آیا بھی تو یوں سمجھ کر دل کی تسلی کر لی کہ جس طرح دنیا میں ہم مسلمانوں سے مقابل ہیں، وہاں بھی ہمارا یہی زور رہے گا۔

◆۲ **دائمی عذاب** | یعنی نہ ان کو دوزخ سے نکالا جائے گا نہ موقع دیا جائے گا کہ وہ اب خدا کو راضی کرنے کی کوشش کریں۔

◆۳ **کبریائی صرف اللہ کیلئے ہے** | چاہئے آدمی اسی کی طرف متوجہ ہو۔ اس کے احسانات و انعامات کی قدر کرے۔ اس کی ہدایات پر چلے، سب کو چھوڑ کر اسی کی خوشنودی حاصل کرنیکی فکر رکھے۔ اور اس کی بزرگی و عظمت کے سامنے ہمیشہ باختیار خود مطیع و منقاد رہے۔ کبھی سرکشی و تمرد کا خیال دل میں نہ لائے۔ حدیث قدسی میں ہے۔" اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي وَالْعَظْمَةُ إِزَارِي فَمَنْ نَازَعَنِي وَاحِدًا مِنْهُمَا قَذَفْتُهُ فِي النَّارِ "(کبریائی میری چادر اور عظمت میرا تہ بند ہے۔ لہٰذا جو کوئی ان دونوں میں سے کسی میں مجھ سے منازعت اور کشمکش کرے گا، میں اسے اٹھا کر آگ میں پھینک دوں گا) اللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مطيعين لامرك و جنبنا غضبك وَقِنَا عذابَ النَّارِ ۔ اِنَّكَ سميع قريب مجيب الدعوات ۔ تَمَّ سُورةُ الجاثية بعونه وصونه فَلِلّٰهِ الحمد والمنة وبه التوفيق والعصمة۔

ایاتہا ۳۵ (۴۶) سُوْرَةُ الْاَحْقَافِ مَكِّيَّةٌ (۶۶) رکوعاتہا ۴

سورۂ احقاف مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں پینتیس آیتیں ہیں اور چار رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

حٰمٓ ۝۱ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝۲

حٰمٓ — اتارنا کتاب کا ہے — اللہ زبردست حکمت والے کی طرف سے

مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا

ہم نے جو بنائے آسمان — اور زمین — اور جو ان کے بیچ میں ہے

بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ

سو ٹھیک کام پر — اور ایک ٹھہرے وعدہ پر ◆۱ — اور جو لوگ منکر ہیں

اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ۝۳ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ

ڈر کو سن کر منہ پھیر لیتے ہیں ◆۲ — تو کہہ — بھلا دیکھو تو — جن کو تم پکارتے ہو

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ

اللہ کے سوا — دکھلاؤ تو مجھ کو — انہوں نے کیا بنایا — زمین میں

اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ؕ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ

یا ان کا کچھ ساجھا ہے — آسمانوں میں ◆۳ — لاؤ میرے پاس کوئی کتاب — اس سے

قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۴

پہلے کی — یا کوئی علم جو چلا آتا ہو — اگر ہو تم سچے ◆۴

سورۃ الاحقاف

۱ **کائنات کی تخلیق کا مقصد** یعنی آسمان وزمین، اور یہ سب کارخانہ اللہ تعالیٰ نے بیکار نہیں بنایا۔ بلکہ کسی خاص غرض ومقصد کے لئے پیدا کیا ہے جو ایک معین میعاد اور ٹھہرے ہوئے وعدہ تک یوں ہی چلتا رہے گا تا آنکہ اس کا نتیجہ ظاہر ہو اسی کو آخرت کہتے ہیں۔

۲ **کفار کا اعراض** یعنی برے انجام سے ڈرتے نہیں، اور آخرت کی تیاری نہیں کرتے۔ جب آخرت کی بات سنی ایک کان سنی دوسرے کان نکال دی۔

۳ **ان معبودوں نے کیا پیدا کیا** یعنی خداوند قدوس نے تو آسمان وزمین اور کل مخلوقات بنائی کیا سچے دل سے کہہ سکتے ہو کہ زمین کا کوئی ٹکڑا یا آسمان کا کوئی حصہ کسی اور نے بھی بنایا ہے یا بنا سکتا ہے۔ پھر ان کو خدا کے ساتھ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر کیوں پکارا جاتا ہے۔

۴ **اپنے شرک کی دلیل لاؤ** یعنی اگر اپنے دعوائے شرک میں سچے ہو تو کسی آسمانی کتاب کی سند لاؤ یا کسی ایسے علمی اصول سے ثابت کرو جو عقلاء کے نزدیک مسلم چلا آتا ہو جس چیز پر کوئی نقلی یا عقلی دلیل نہ ہو آخر اسے کیونکر تسلیم کیا جائے۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ

اور اس سے زیادہ گمراہ کون جو پکارے اللہ کے سوا ایسے کو کہ

لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ

نہ پہنچے اس کی پکار کو دن قیامت تک اور ان کو خبر نہیں

دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ

ان کے پکارنے کی ۞ اور جب لوگ جمع ہوں گے وہ ہوں گے ان کے

اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝ وَاِذَا تُتْلٰى

دشمن اور ہوں گے ان کے پوجنے سے منکر ۞ اور جب سنائی جائیں

عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ

ان کو ہماری باتیں کھلی کھلی کہتے ہیں منکر سچی بات کو

لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ

جب ان تک پہنچی یہ جادو ہے صریح ۞ کیا کہتے ہیں

افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ

یہ بنا لایا ہے ۞ تو کہہ اگر میں بنا لایا ہوں تو تم میرا بھلا نہیں کر سکتے

اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ كَفٰى بِهٖ

اللہ کے سامنے ذرا بھی ۞ اس کو خوب خبر ہے جن باتوں میں تم لگ رہے ہو وہ کافی ہے

شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝

حق بتانے والا میرے اور تمہارے بیچ ۞ اور وہی ہے بخشنے والا مہربان ۞

۱ **سب سے بڑی گمراہی شرک ہے** یعنی اس سے بڑی حماقت اور گمراہی کیا ہوگی کہ خدا کو چھوڑ کر ایک ایسی بے جان یا بے اختیار مخلوق کو اپنی حاجت برآری کے لئے پکارا جائے جو اپنے مستقل اختیار سے کسی کی پکار کو نہیں پہنچ سکتی۔ بلکہ یہ بھی ضروری نہیں کہ ان کو پکارنے کی خبر بھی ہو۔ پتھر کی مورتوں کا تو کہنا ہی کیا فرشتے اور پیغمبر بھی وہ ہی بات سن سکتے اور وہی کام کر سکتے ہیں جس کی اجازت اور قدرت حق تعالیٰ کی طرف سے عطا ہو۔

۲ **کفار کے معبودوں کی بیزاری** یعنی محشر میں جبکہ امداد و اعانت کی زیادہ حاجت ہوگی۔ یہ بیچارے معبود اپنے عابدین کی مدد تو کیا کر سکتے۔ ہاں دشمن بن کر ان کے مقابل کھڑے ہونگے اور سخت بیزاری کا اظہار کریں گے بلکہ یہاں تک کہہ دیں گے کہ "مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ" (قصص۔ رکوع ۷) یہ لوگ ہماری پرستش کرتے ہی نہ تھے اس وقت سوچو کیسی حسرت و ندامت کا سامنا ہوگا۔

۳ یعنی ان لوگوں کو فی الحال انجام کی کچھ فکر نہیں کسی نصیحت و فہمائش پر کان نہیں دھرتے بلکہ جب قرآن کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو اسے جادو کہہ کر ٹال دیتے ہیں۔

۴ **قرآن کو اپنی طرف سے گھڑنے کا الزام** یعنی جادو کہنے سے زیادہ قبیح و شنیع ان کا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن مجید آپ ﷺ خود بنا لائے ہیں اور جھوٹ طوفان خدا کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

۵ **الزام کا جواب** یعنی خدا پر جھوٹ لگانا انتہائی جرم ہے اگر بفرض محال میں ایسی جسارت کروں تو گویا جان بوجھ کر خود کو اللہ کے غضب اور اس کی سخت ترین سزا کے لئے پیش کر رہا ہوں۔ بھلا خیال کرو جو شخص ساری عمر بندوں پر جھوٹ نہ لگائے اور ذرا ذرا سے معاملہ میں اللہ کے خوف سے کانپتا ہو، کیا وہ ایک دم بیٹھے بٹھائے اللہ پر جھوٹ طوفان باندھ کر اپنے کو ایسی عظیم ترین آفت و مصیبت میں پھنسائے گا۔ جس سے بچانے والی اور پناہ دینے والی کوئی طاقت دنیا میں موجود نہیں۔ اگر میں جھوٹ سچ بنا کر فرض کرو تمہیں اپنا تابع کر لوں تو کیا تم خدا کے غضب وقہر سے جو جھوٹے مدعیان نبوت پر ہوتا ہے، مجھ کو نجات دے سکو گے؟ اور جب اللہ مجھ کو برائی پہنچانا چاہے گا، تم میرا کچھ بھلا کر سکو گے؟ آخر میرے چہل سالہ حالات و سوانح سے اتنا تو تم بھی جانتے ہو کہ میں اس قدر بے خوف اور بیباک نہیں ہوں اور نہ ایسا بے عقل ہوں کہ بعض انسانوں کو خوش کر کے خداوند قدوس کا غصہ مول لوں۔ بہرحال اگر میں معاذ اللہ کاذب و مفتری ہوں تو اس کا وبال مجھ پر پڑے گا۔

۶ یعنی جو باتیں تم نے شروع کر رکھی ہیں اللہ ان کو بھی خوب جانتا ہے۔ لہٰذا لغو اور دور از کار خیالات چھوڑ کر اپنے انجام کی فکر کرو۔ اگر خدا کے سچے رسول کو جھوٹا اور مفتری کہا تو سمجھ لو اس کا حشر کیا ہوگا۔ خدا پر میری اور تمہاری کوئی بات پوشیدہ نہیں۔ وہ اپنے علم صحیح و محیط کے موافق ہر ایک کے ساتھ معاملہ کرے گا۔ میں اسی کو اپنے اور تمہارے درمیان گواہ ٹھہراتا ہوں وہ اپنے قول و فعل سے بتلا رہا ہے اور آئندہ بتلا دے گا کہ کون حق پر ہے اور کون جھوٹ بول رہا، افتراء کر رہا ہے۔

۷ یعنی اب بھی باز آؤ تو بخشے جاؤ۔ اور یہ بھی اس کی مہربانی اور بردباری سمجھو کہ باوجود جرائم پر مطلع ہونے اور کامل قدرت رکھنے کے تم کو فوراً ہلاک نہیں کر دیتا۔

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا

تو کہہ میں کچھ نیا رسول نہیں آیا ۞ اور مجھ کو معلوم نہیں کیا

يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ۭ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى

ہونا ہے مجھ سے اور تم سے میں اسی پر چلتا ہوں جو حکم آتا ہے

اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۹ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ

مجھ کو اور میرا کام تو یہی ہے ڈر سنا دینا کھول کر ۞ تو کہہ بھلا دیکھو تو اگر

كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ

یہ آیا ہو اللہ کے یہاں سے اور تم نے اس کو نہیں مانا اور گواہی دے چکا ایک گواہ

مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَلٰي مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَ

بنی اسرائیل کا ایک ایسی کتاب کی پھر وہ یقین لایا اور

اسْتَكْبَرْتُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۰ ع ۱

تم نے غرور کیا بے شک اللہ راہ نہیں دیتا گنہگاروں کو ۞

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا

اور کہنے لگے منکر ایمان والوں کو اگر یہ دین بہتر ہوتا تو

سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ۭ وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ

یہ نہ دوڑتے اس پر ہم سے پہلے ۞ اور جب راہ پر نہیں آئے اس کے بتلانے سے تو یہ اب کہیں گے

هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ۝۱۱ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى

یہ جھوٹ ہے بہت پرانا ۞ اور اس سے پہلے کتاب موسیٰ کی تھی

۱ **میں نیا رسول نہیں ہوں** یعنی میری باتوں سے اس قدر بدکتے کیوں ہو؟ میں کوئی انوکھی چیز لے کر تو نہیں آیا۔ مجھ سے پہلے بھی دنیا میں سلسلہ نبوت و رسالت کا جاری رہا ہے۔ وہی میں کہتا ہوں کہ ان سب رسولوں کے بعد مجھ کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے جس کی خبر پہلے رسول دیتے چلے آئے ہیں۔ اس حیثیت سے بھی یہ کوئی نئی بات نہ رہی۔ بلکہ بہت پرانی بشارات کا مصداق آج سامنے آ گیا۔ پھر اس کے ماننے میں اشکال کیا ہے۔

۲ **میرا کام خبردار کرنا ہے** یعنی مجھے اس سے کچھ سروکار نہیں کہ میرے کام کا آخری نتیجہ کیا ہونا ہے۔ میرے ساتھ اللہ کیا معاملہ کرے گا اور تمہارے ساتھ کیا کرے گا۔ نہ میں اس وقت پوری پوری تفاصیل اپنے اور تمہارے انجام کے متعلق بتلا سکتا ہوں کہ دنیا اور آخرت میں کیا کیا صورتیں پیش آئیں گی۔ ہاں ایک بات کہتا ہوں کہ میرا کام صرف وحی الٰہی کا اتباع اور حکم خداوندی کا امتثال کرنا اور کفر وعصیان کے سخت خطرناک نتائج سے خوب کھول کر آگاہ کر دینا ہے۔ آگے چل کر دنیا یا آخرت میں میرے اور تمہارے ساتھ کیا کچھ پیش آئیگا اس کی تمام تفصیلات فی الحال میں نہیں جانتا نہ اس بحث میں پڑنے سے مجھے کچھ مطلب۔ بندہ کا کام نتیجہ سے قطع نظر کر کے مالک کے احکام کی تعمیل کرنا ہے اور بس۔

۳ **آنحضرت ﷺ کی نبوت پر حضرت موسیٰؑ کی شہادت** اس زمانہ میں عرب کے جاہل مشرک بنی اسرائیل کے علم وفضل سے مرعوب تھے۔ جب حضور ﷺ کی نبوت کا چرچا ہوا تو مشرکین نے اس باب میں علمائے بنی اسرائیل کا عندیہ لینا چاہا غرض یہ تھی کہ وہ لوگ آپ ﷺ کی تکذیب کر دیں تو کہنے کو ایک بات ہاتھ آ جائے کہ دیکھو اہل علم اور اہل کتاب بھی انکی باتوں کو جھوٹا کہتے ہیں۔ مگر اس مقصد میں مشرکین ہمیشہ ناکام رہے۔ خدا تعالیٰ نے ان ہی بنی اسرائیل کی زبانوں سے حضور ﷺ کی تصدیق وتائید کرائی۔ نہ صرف اتنی بات سے کہ وہ لوگ بھی قرآن کی طرح تورات کو آسمانی کتاب اور آنحضرت ﷺ کی طرح حضرت موسیٰؑ کو پیغمبر کہتے تھے اور اس طرح حضور ﷺ کا دعوائے رسالت اور قرآن کی وحی کوئی انوکھی چیز نہیں رہتی بلکہ اس طرح کہ بعض علمائے یہود نے صریحاً اقرار کیا اور گواہی دی کہ بیشک ہمارے ہاں اس ملک (عرب) سے ایک عظیم الشان رسول اور کتاب کے آنے کی خبر دی گئی ہے اور یہ رسول وہی معلوم ہوتا ہے اور یہ کتاب اسی طرح کی ہے جس کی خبر دی گئی تھی۔

علمائے یہود کی پیشینگوئیاں علمائے یہود کی یہ شہادتیں فی الحقیقت ان پیشین گوئیوں پر مبنی تھیں۔ جو باوجود ہزار ہا تحریف وتبدل کے آج بھی تورات وغیرہ میں موجود چلی آتی ہیں۔ جن سے ہویدا ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کا سب سے بڑا گواہ (حضرت موسیٰ علیہ السلام) ہزاروں برس پہلے خود گواہی دے چکا ہے کہ بنی اسرائیل کے اقارب اور بھائیوں (بنی اسمٰعیل) میں سے اسی کی مثل ایک رسول آنے والا ہے۔ "اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا" (المزمل۔ رکوع ۱) یہی سبب تھا کہ بعض منصف وحق پرست احبار یہود مثلاً عبد اللہ بن سلام وغیرہ حضور ﷺ کا چہرہ دیکھتے ہی اسلام لے آئے اور بول اٹھے کہ "اِنَّ هٰذَا الْوَجْهَ لَيْسَ بِوَجْهِ كَاذِبٍ" (یہ چہرہ جھوٹے کا چہرہ نہیں) انہوں نے قرآن جیسی واضح الاعجاز کتاب کے حق ہونے کی گواہی دی۔ پھر جب موسیٰ علیہ السلام ایک چیز پر وقوع سے ہزاروں برس پہلے ایمان رکھیں، علمائے یہود اس کے صدق کی گواہی دیں، بعض احبار یہود زبانی وقلبی شہادت دیکر مشرف باسلام ہو جائیں، اور ان سب شہادتوں کے باوجود تم اپنی شیخی اور غرور سے اس کو قبول نہ کرو تو سمجھ لو اس سے بڑھ کر ظلم اور گناہ کیا ہوگا۔ اور ایسے ظالم اور گنہگار کی نجات وفلاح کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔

۴ یعنی کمزور ذلیل اور لونڈی غلام مسلمان ہوتے ہیں۔ اگر یہ دین بہتر ہوتا تو بہتر لوگ اس کی طرف جھپٹتے۔ کیا یہ چیز اچھی ہوتی تو اس کے حاصل کرنے میں ہم جیسے عقل مند اور عزت ودولت والے ان لونڈی غلاموں سے پیچھے رہ جاتے۔

۵ یعنی ہمیشہ کچھ لوگ ایسی باتیں بناتے چلے آئے ہیں۔ شاید یہ جواب ہوگا "وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ" اور "مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ" کا۔

إِمَامًا وَّرَحْمَةً ۭ وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا

راہ ڈالنے والی اور رحمت — اور یہ کتاب ہے اس کی تصدیق کرتی — عربی

عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲﴾

زبان میں — تاکہ ڈر سنائے گنہگاروں کو — اور خوش خبری نیکی والوں کو

إِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ

مقرر جنہوں نے کہا — رب ہمارا اللہ ہے — پھر ثابت (قائم) قدم رہے — تو نہ ڈر ہے

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۳﴾ أُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ الْجَنَّةِ

ان پر — اور نہ وہ غمگین ہوں گے — وہ لوگ ہیں بہشت والے

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَ

سدا رہیں گے اس میں — بدلہ ہے ان کاموں کا — جو کرتے تھے — اور

وَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا ۭ حَمَلَتْهُ

ہم نے حکم کر دیا انسان کو — اپنے ماں باپ سے بھلائی کا — پیٹ میں رکھا اس کو

أُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۭ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ

اس کی ماں نے تکلیف سے — اور جنا اس کو تکلیف سے — اور حمل رہنا اس کا اور دودھ چھوڑنا

ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ۭ حَتّٰٓى إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهٗ وَبَلَغَ أَرْبَعِيْنَ

تیس مہینے میں ہے — یہاں تک کہ جب پہنچا اپنی قوت کو — اور پہنچ گیا چالیس

سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِيْٓ أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ

برس کو — کہنے لگا — اے رب میرے میری قسمت میں کر — کہ شکر کروں تیرے احسان کا — جو

۱ **کفار کے اعتراضات کا جواب** یعنی یہ پرانا جھوٹ نہیں، بلکہ بہت پرانا سچ ہے۔ نزول قرآن سے سینکڑوں برس پہلے تورات نے بھی اصولی تعلیم یہ ہی دی تھی جس کی انبیاء واولیاء اقتداء کرتے رہے۔ اور اس نے پیچھے آنے والی نسلوں کے لئے اپنی تعلیمات وبشارات سے راستی وہدایت کی راہ ڈال دی اور رحمت کے دروازے کھول دیئے اب قرآن اترا تو اس کو سچا ثابت کرتا ہوا۔ غرض دونوں کتابیں ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں اور یہ ہی حال دوسری کتب سماویہ کا ہے۔

۲ اس طرح کی آیت "حٰمٓ السجدہ" چوبیسویں پارہ میں گذر چکی ہے۔ وہاں کے فوائد دیکھ لئے جائیں۔

۳ یعنی اپنے نیک کاموں کے سبب حق تعالیٰ کی رحمت سے ہمیشہ بہشت میں رہیں گے۔

۴ **والدین کے حقوق** قرآن میں کئی جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کے ساتھ ماں باپ کا حق بیان فرمایا ہے۔ کیونکہ موجد حقیقی تو اللہ ہے لیکن عالم اسباب میں والدین اولاد کے وجود کا سبب ظاہری اور حق تعالیٰ کی شان ربوبیت کا مظہر خاص بنتے ہیں۔ یہاں بھی پہلے "اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا" میں اللہ تعالیٰ کے حقوق کا ذکر تھا۔ اب والدین کا حق بتلا دیا۔ یعنی انسان کو حکم دیا گیا ہے کہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرے، ان کی تعظیم ومحبت اور خدمت گذاری کو اپنی سعادت سمجھے۔ دوسری جگہ بتلایا ہے کہ اگر والدین مشرک ہوں تب بھی ان کے ساتھ دنیا میں معاملہ اچھا رکھنا چاہیئے۔ خصوصاً ماں کی خدمت گذاری کہ بعض وجوہ سے اس کا حق باپ سے بھی فائق ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ اس پر دال ہیں۔

۵ **بچے کیلئے ماں کی صعوبتیں** یعنی حمل جب کئی مہینہ کا ہو جاتا ہے اس کا ثقل محسوس ہونے لگتا ہے اس حالت میں اور تولد کے وقت ماں کیسی کیسی صعوبتیں برداشت کرتی ہے۔ پھر دودھ پلاتی اور برسوں تک اس کی ہر طرح نگہداشت رکھتی ہے۔ اپنی آسائش وراحت کو اس کی آسائش وراحت پر قربان کر دیتی ہے۔ باپ بھی بڑی حد تک ان تکلیفوں میں شریک رہتا اور سامان تربیت فراہم کرتا ہے۔ بیشک یہ سب کام فطرت کے تقاضے سے ہوتے ہیں مگر اسی فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ اولاد ماں باپ کی شفقت ومحبت کو محسوس اور ان کی محنت وایثار کی قدر کرے۔ **تنبیہ** حدیث میں ماں کی خدمت گذاری کا تین مرتبہ حکم فرما کر باپ کی خدمت گذاری کا ایک مرتبہ حکم فرمایا ہے۔ لطف یہ ہے کہ آیہ ہذا میں والد کا ذکر صرف ایک مرتبہ لفظ "والدیہ" میں ہوا۔ اور والدہ کا تین مرتبہ ذکر آیا لفظ "والدیہ" میں، پھر "حملتہ امہ" میں، پھر "وضعتہ" میں۔

۶ شاید یہ بطور عادت اکثریہ کے فرمایا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "لڑکا اگر قوی ہو تو اکیس مہینہ میں دودھ چھوڑتا ہے اور نو مہینے ہیں حمل کے۔" یا یوں کہو کہ کم از کم مدت حمل چھ مہینے ہیں اور دو برس میں عموماً بچوں کا دودھ چھڑا دیا جاتا ہے اس طرح کل مدت تیس مہینے ہوئے۔ مدت رضاع کا اس سے زائد ہونا نہایت قلیل ونادر ہے۔

۷ چالیس برس کی عمر میں عموماً انسان کی عقلی اور اخلاقی قوتیں پختہ ہو جاتی ہیں اسی لئے انبیاء علیہم السلام کی بعثت چالیس برس سے پہلے نہ ہوتی تھی۔

اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنۡ اَعۡمَلَ صَالِحًا

تو نے مجھ پر کیا — اور میرے ماں باپ پر — اور یہ کہ کروں نیک کام

تَرۡضٰىهُ وَاَصۡلِحۡ لِیۡ فِیۡ ذُرِّیَّتِیۡ ۚ اِنِّیۡ تُبۡتُ

جس سے تو راضی ہو — اور مجھ کو دے نیک اولاد میری — میں نے توبہ کی

اِلَیۡكَ وَاِنِّیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِیۡنَ

تیری طرف — اور میں ہوں حکم بردار — یہ وہ لوگ ہیں جن سے ہم

نَتَقَبَّلُ عَنۡهُمۡ اَحۡسَنَ مَا عَمِلُوۡا وَنَتَجَاوَزُ عَنۡ سَیِّاٰتِهِمۡ

قبول کرتے ہیں بہتر سے بہتر کام — جو کئے ہیں — اور معاف کرتے ہیں ہم برائیاں ان کی

فِیۡۤ اَصۡحٰبِ الۡجَنَّةِ ؕ وَعۡدَ الصِّدۡقِ الَّذِیۡ كَانُوۡا

رہنے والے جنت کے لوگوں میں — سچا وعدہ — جوان سے

یُوۡعَدُوۡنَ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِیۡ قَالَ لِوَالِدَیۡهِ اُفٍّ لَّكُمَاۤ

کیا جاتا تھا — اور جس شخص نے کہا — اپنے ماں باپ کو — میں بیزار ہوں تم سے

اَتَعِدٰنِنِیۡۤ اَنۡ اُخۡرَجَ وَقَدۡ خَلَتِ الۡقُرُوۡنُ مِنۡ قَبۡلِیۡ ۚ

کیا مجھ کو وعدہ دیتے ہو — کہ میں نکالا جاؤں گا قبر سے — اور گذر چکی ہیں بہت جماعتیں — مجھ سے پہلے

وَهُمَا یَسۡتَغِیۡثٰنِ اللّٰهَ وَیۡلَكَ اٰمِنۡ ۖۗ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ

اور وہ دونوں فریاد کرتے ہیں اللہ سے — کہ اے خرابی تیری تو ایمان لے آ — بے شک وعدہ اللہ کا

حَقٌّ ۚۖ فَیَقُوۡلُ مَا هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیۡرُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۱۷﴾

ٹھیک ہے — پھر کہتا ہے — یہ سب نقلیں (کہانیاں) ہیں پہلوں کی

① **ایک دعا کی تعلیم** | یعنی سعادتمند آدمی ایسا ہوتا ہے کہ جو احسانات اللہ تعالیٰ کے اس پر اور اس کے ماں باپ پر ہو چکے ان کا شکر ادا کرنے اور آئندہ نیک عمل کرنے کی توفیق خدا سے چاہے اور اپنی اولاد کے حق میں بھی نیکی کی دعا مانگے۔ جو کوتاہی حقوق اللہ یا حقوق العباد میں رہ گئی ہو، اس سے توبہ کرے اور از راہ تواضع و بندگی اپنی مخلصانہ عبودیت و فرمانبرداری کا اعتراف کرے۔

حضرت ابوبکرؓ کی ایک خصوصیت | تنبیہ | صحابہ رضی اللہ عنہم میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بڑے ہی خوش قسمت تھے کہ خود ان کو، ان کے ماں باپ کو اور اولاد کو ایمان کے ساتھ صحبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف میسر ہوا۔ دیگر صحابہ میں یہ خصوصیت کسی کو حاصل نہیں ہوئی۔

② یعنی ایسے بندوں کی نیکیاں قبول اور کوتاہیاں معاف ہوتی ہیں۔ اور ان کا مقام اللہ کے سچے وعدہ کے موافق جنت میں ہے۔

③ **نافرمان اولاد** | سعادتمند اولاد کے مقابلہ میں یہ بے ادب، نافرمان، اور نالائق اولاد کا ذکر فرمایا کہ ماں باپ اس کو ایمان کی بات سمجھاتے ہیں، وہ نہیں سمجھتا نہایت گستاخانہ خطاب کر کے ایذاء پہنچاتا ہے۔

④ **انکار بعث بعد الموت** | یعنی مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کی دھمکیوں سے میں نہیں ڈرتا۔ بھلا کتنی قومیں اور جماعتیں مجھ سے پہلے گذر چکی ہیں۔ کوئی شخص بھی ان میں سے اب تک دوبارہ زندہ ہو کر واپس آیا؟ لوگ ہمیشہ سے یونہی سنتے چلے آتے ہیں مگر آج تک تو اس خبر کا تحقق ہوا نہیں۔ پھر میں کیونکر اعتبار کر لوں۔

⑤ یعنی اس کی گستاخیوں پر ایک طرف اللہ سے فریاد کرتے اور دعا مانگتے ہیں کہ اسے قبول حق کی توفیق ملے اور دوسری طرف اس کو سمجھاتے ہیں کہ کم بخت تیرا ستیاناس! اب بھی باز آجا! دیکھ اللہ کا وعدہ بالکل سچا ہے بعث بعد الموت کی جو خبر اس نے دی ہے ضرور اپنے وقت پر پوری ہو کر رہے گی۔ اس وقت تیرا یہ انکار رنگ لائے گا۔

⑥ یعنی ایسی کہانیاں بہت سنی ہیں۔ پرانے وقتوں کے قصے اسی طرح مشہور ہو جاتے ہیں اور واقع میں ان کا مصداق کچھ نہیں ہوتا۔

أُولَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ حَقَّ عَلَيۡهِمُ ٱلۡقَوۡلُ فِيٓ أُمَمٖ قَدۡ خَلَتۡ

یہ وہ لوگ ہیں کہ جن پر ثابت ہوئی بات عذاب کی شامل اور فرقوں میں جو گذر چکے ہیں

مِن قَبۡلِهِم مِّنَ ٱلۡجِنِّ وَٱلۡإِنسِۖ إِنَّهُمۡ كَانُواْ

ان سے پہلے جنوں کے اور آدمیوں کے ۱ بے شک وہ تھے

خَٰسِرِينَ ۝١٨ وَلِكُلّٖ دَرَجَٰتٞ مِّمَّا عَمِلُواْۖ وَلِيُوَفِّيَهُمۡ

ٹوٹے میں پڑے ۲ اور ہر فرقے کے کئی درجے ہیں اپنے کیے کاموں کے موافق ۳ اور تاکہ پورے دے ان کو

أَعۡمَٰلَهُمۡ وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُونَ ۝١٩ وَيَوۡمَ يُعۡرَضُ

کام ان کے اور ان پر ظلم نہ ہوگا ۴ اور جس دن لائے جائیں گے

ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ عَلَى ٱلنَّارِ أَذۡهَبۡتُمۡ طَيِّبَٰتِكُمۡ فِي

منکر آگ کے کنارہ پر ضائع کیے تم نے اپنے مزے

حَيَاتِكُمُ ٱلدُّنۡيَا وَٱسۡتَمۡتَعۡتُم بِهَا فَٱلۡيَوۡمَ تُجۡزَوۡنَ

دنیا کی زندگانی میں اور ان کو برت چکے ۵ اب آج سزا پاؤ گے

عَذَابَ ٱلۡهُونِ بِمَا كُنتُمۡ تَسۡتَكۡبِرُونَ فِي

ذلت کا عذاب بدلہ اس کا جو تم غرور کرتے تھے

ٱلۡأَرۡضِ بِغَيۡرِ ٱلۡحَقِّ وَبِمَا كُنتُمۡ تَفۡسُقُونَ ۝٢٠ وَٱذۡكُرۡ

ع ۲

ملک میں ناحق اور اس کا جو تم نافرمانی کرتے تھے ۶ اور یاد کر

أَخَا عَادٍ إِذۡ أَنذَرَ قَوۡمَهُۥ بِٱلۡأَحۡقَافِ وَقَدۡ خَلَتِ

عاد کے بھائی کو ۷ جب ڈرایا اپنی قوم کو احقاف میں ۸ اور گذر چکے تھے

۱ **بدبختوں کیلئے جہنم یقینی ہے** "عذاب کی بات" وہی ہے۔" لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ "(السجدہ۔رکوع۲) یعنی جس طرح بہت سی جماعتیں جنوں اور آدمیوں کی ان سے پہلے جہنم کی مستحق ہو چکی ہیں، یہ بدبخت بھی ان ہی میں شامل ہیں۔

۲ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ہر آدمی کے دل میں فطری طور پر جو بیج ایمان وسعادت کا بکھیر اتھا وہ بھی ان بدبختوں نے ضائع کر دیا۔ اس سے زیادہ ٹوٹا اور خسارہ کیا ہوگا کہ کوئی شخص تجارت میں بجائے منافع حاصل کرنے کے رأس المال کو بھی اپنی غفلت وحماقت سے ضائع کر بیٹھے۔

۳ **اہل جنت و دوزخ کے درجات** یعنی اعمال کے تفاوت کی وجہ سے اہل جنت کے کئی درجے ہیں اور اسی طرح اہل دوزخ کے بھی۔

۴ نہ کسی نیکی کا ثواب کم کیا جائے گا نہ کسی جرم کی سزا حد مناسب سے زائد کی جائے گی۔

۵ **کافروں کے نیک کام** کافر کے کسی نیک کام میں ایمان کی روح نہیں ہوتی۔ محض صورت اور ڈھانچہ نیکی کا ہوتا ہے۔ ایسی فانی نیکیوں کا اجر بھی فانی ہے جو اسی زندگی میں مال، اولاد، حکومت تندرستی، عزت وشہرت وغیرہ کی شکل میں مل جاتا ہے۔ اس کو فرمایا کہ تم اپنی صوری نیکیوں کے مزے دنیا میں لے چکے اور وہاں کی لذتوں سے تمتع کر چکے۔ جو عیش وآرام ایمان لانے کی تقدیر پر آخرت میں ملتا، گویا اس کی جگہ بھی دنیا میں مزے اڑا لئے۔ اب یہاں کے عیش میں تمہارا کوئی حصہ نہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔" جن لوگوں نے آخرت نہ چاہی فقط دنیا ہی چاہی ان کی نیکیوں کا بدلہ اسی دنیا میں مل چکا۔"

۶ **غرور اور نافرمانی کی سزا** یعنی آج تمہاری جھوٹی شیخی اور نافرمانیوں کی سزا میں ذلیل ورسوا کرنے والا عذاب دیا جائیگا۔ یہی ایک چیز تمہارے لئے یہاں باقی ہے آگے بعض زور آور اور متکبر قوموں کا حال بیان فرماتے ہیں کہ آخرت سے پہلے دنیا ہی میں ان کا انجام کیا ہوا۔

۷ یعنی ہود علیہ السلام جو "عاد" کے قومی بھائی تھے۔

۸ **احقاف کی بستیاں** مؤلف "ارض القرآن" "بلاد الاحقاف" کے تحت میں لکھتا ہے" یمامہ، عمان، بحرین، حضرموت اور مغربی یمن کے بیچ میں جو صحرائے اعظم "الدہنا" یا "ربع خالی" کے نام سے واقع ہے گو وہ آبادی کے قابل نہیں، لیکن اسکے اطراف میں کہیں کہیں آبادی کے لائق تھوڑی تھوڑی زمین ہے خصوصاً اس حصہ میں جو حضرموت سے نجران تک پھیلا ہوا ہے۔ گو اس وقت وہ بھی آباد نہیں تاہم عہد قدیم میں اسی حضرموت اور نجران کے درمیان حصہ میں "عاد ارم" کا مشہور قبیلہ آباد تھا جس کو خدا نے اس کی نافرمانی کی پاداش میں نیست ونابود کر دیا"

النُّذُرُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖٓ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا

ڈرانے والے اس کے آگے سے اور پیچھے سے کہ بندگی نہ کرو

اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۲۱﴾

کسی کی اللہ کے سوا میں ڈرتا ہوں تم پر آفت سے ایک بڑے دن کی

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ

بولے کیا تو آیا ہے ہمارے پاس کہ پھیر دے ہم کو ہمارے معبودوں سے سو لے آ ہم پر جو وعدہ کرتا ہے

اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۲﴾ قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ

اگر ہے تو سچا کہا یہ خبر تو

اللّٰهِ ۖ وَاُبَلِّغُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا

اللہ ہی کو ہے اور میں تو پہنچا دیتا ہوں جو کچھ بھیج دیا میرے ہاتھ لیکن میں دیکھتا ہوں تم لوگ

تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ

نادانی کرتے ہو پھر جب دیکھا اس کو ابر سامنے آیا ان کے نالوں کے

قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ۭ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ۭ

بولے یہ ابر ہے ہم پر برسے گا کوئی نہیں یہ تو وہ چیز ہے جس کی تم جلدی کرتے تھے

رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۴﴾ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۢ بِاَمْرِ

ہوا ہے جس میں عذاب ہے دردناک اکھاڑ پھینکے ہر چیز کو اپنے رب کے

رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي

حکم سے پھر کل کو رہ گئے کہ کوئی نظر نہیں آتا تھا سوائے ان کے گھروں کے یوں ہم سزا دیتے ہیں

◆۱◆ **حضرت ہود علیہ السلام اور دوسرے انبیاء کی دعوت توحید** | یعنی ہود علیہ السلام سے پہلے اور پیچھے بہت ڈرانے والے آئے۔ سب نے وہ ہی کہا جو حضرت ہودؑ نے کہا تھا یعنی ایک خدا کی بندگی کرو اور کفر و معصیت کے برے انجام سے ڈرو۔ ممکن ہے قوم عاد میں بھی حضرت ہودؑ کے علاوہ اور نذیر آئے ہوں۔ واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

◆۲◆ **کفار کی تکذیب** | یعنی ہم اپنے آبائی طریقہ سے ہٹنے والے نہیں۔ اگر تو اپنی دھمکیوں میں سچا ہے تو دیر کیا ہے۔ جو زبان سے کہتا ہے، کر کے دکھلا دے۔

◆۳◆ **حضرت ہود علیہ السلام کی تبلیغ** | یعنی اس قسم کا مطالبہ کرنا تمہاری نادانی اور جہالت ہے۔ میں خدا کا پیغامبر ہوں جو پیام میرے ہاتھ بھیجا گیا وہ پہنچا رہا ہوں۔ اس سے زائد کا نہ مجھے علم نہ اختیار۔ یہ علم خدا ہی کو ہے کہ منکر قوم کس وقت دنیوی سزا کی مستوجب ہوتی ہے اور کس وقت تک اسے مہلت ملنی چاہئے۔

◆۴◆ **عذاب کا بادل** | یعنی سامنے سے بادل اٹھتا ہوا دکھائی دیا۔ سمجھے کہ سب ندی نالے بھر جائیں گے۔ کہنے لگے کہ بہت برساؤ گھٹا اٹھی ہے اب کام بن جائے گا۔ اس وقت طویل خشک سالی کی وجہ سے پانی کی بہت ضرورت تھی۔

◆۵◆ **عذاب کی آندھی** | یعنی یہ برساؤ بادل نہیں بلکہ عذاب الٰہی کی آندھی ہے وہ ہی جس کے لئے تم جلدی مچا رہے تھے۔

الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ

گنہگار لوگوں کو ◆۱◆ اور ہم نے مقدور دیا تھا ان کو ان چیزوں کا

مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّ

جن کا تم کو مقدور نہیں دیا ◆۲◆ اور ہم نے ان کو دیئے تھے کان اور آنکھیں اور

اَفْـِٕدَةً ۖ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ

دل پھر کام نہ آئے ان کے کان ان کے اور نہ آنکھیں ان کی

وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِ

اور نہ دل ان کے کسی چیز میں ◆۳◆ اس لیے کہ منکر ہوتے تھے اللہ کی باتوں سے

اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَلَقَدْ

اور الٹ پڑی ان پر جس بات سے کہ وہ ٹھٹھا کرتے تھے ◆۴◆ اور ہم

اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ

غارت کر چکے ہیں جتنی تمہارے آس پاس ہیں بستیاں ◆۵◆ اور طرح طرح سے پھیر کر سنائیں ان کو باتیں

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا

تاکہ وہ لوٹ آئیں ◆۶◆ پھر کیوں نہ مدد پہنچی ان کو ان لوگوں کی طرف سے جن کو پکڑا تھا

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ۭ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ

اللہ سے ورے معبود بڑے درجے پانے کو ◆۷◆ کوئی نہیں گم ہو گئے ان سے ◆۸◆

وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَاِذْ

اور یہ جھوٹ تھا ان کا اور جو اپنے جی سے باندھتے تھے ◆۹◆ اور جس وقت

۱ **آندھی کی تباہ کاریاں** سات رات اور آٹھ دن مسلسل ہوا کا وہ غضب ناک طوفان چلا جس کے سامنے درخت، آدمی اور جانوروں کی حقیقت تنکوں سے زیادہ نہ تھی۔ ہر چیز ہوا نے اکھاڑ پھینکی اور چاروں طرف تباہی نازل ہوگئی۔ آخر مکانوں کے کھنڈرات کے سوا کوئی چیز نظر نہ آتی تھی۔ دیکھ لیا! اللہ کے مجرموں کا حال یہ ہوتا ہے۔ چاہیے کہ ان واقعات کو سن کر ہوش میں آؤ۔ ورنہ تمہارا بھی یہی حال ہو سکتا ہے۔

۲ یعنی مال، اولاد، جتھے، اور جسمانی طاقت جو ان کو دی گئی تھی، تم کو نہیں دی گئی۔ مگر جب عذاب آیا، کوئی چیز کام نہ آئی۔ پھر تم کس بات پر مغرور ہو۔

۳ یعنی نصیحت سننے کے لئے کان اور قدرت کی نشانیاں دیکھنے کے لئے آنکھیں اور سمجھنے بوجھنے کے لئے دل دیئے گئے تھے۔ پر وہ کسی قوت کو کام میں نہ لائے۔ اندھے، بہرے اور پاگل بن کر پیغمبروں کے مقابل ہوگئے۔ آخر انجام یہ ہوا کہ یہ قوتیں سب موجود رہیں اور عذاب الٰہی نے آگھیرا۔ کوئی اندرونی یا بیرونی قوت اس کو دفع نہ کر سکی۔

۴ **ان کا تمسخر اُن پر لوٹ گیا** یعنی جس عذاب کی ہنسی اڑایا کرتے تھے وہ ان پر واقع ہوا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "ان کو دل اور کان اور آنکھ دی تھی۔ یعنی دنیا کے کام میں عقلمند تھے۔ وہ عقل نہ آئی جس سے آخرت بھی درست ہو۔"

۵ یعنی "عاد" کے سوا "قوم ثمود" اور "قوم لوط" وغیرہ کی بستیاں بھی اسی طرح تباہ کی جا چکی ہیں۔ جو تمہارے آس پاس واقع تھیں۔ یہ مکہ والوں کو فرمایا کیونکہ سفروں میں ان کا گذر ان مقامات کی طرف ہوتا تھا۔

۶ مگر اتنا سمجھانے پر بھی وہ باز نہ آئے۔

۷ **اب باطل معبود کہاں گئے** یعنی جن بتوں کی نسبت کہا کرتے تھے کہ ہم ان کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو اللہ سے نزدیک کر دیں اور بڑے درجے دلائیں وہ اس آڑے وقت میں کیوں کام نہ آئے۔ اب ذرا ان کو بلایا ہوتا۔

۸ یعنی آج ان کا کہیں پتہ نہیں۔ نہ عذاب کے وقت ان کو پکارا جاتا ہے آخر وہ گئے کہاں جو ایسی مصیبت میں بھی کام نہیں آتے۔

۹ یعنی ظاہر ہوا کہ بتوں کو خدا بنانا اور ان سے امیدیں قائم کرنا محض جھوٹی اور من گھڑت باتیں تھیں۔ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے پھر وہ چلے کیسے۔ (ربط) اوپر کی آیات میں انسانوں کے تمرد و سرکشی کی داستان تھی۔ آگے اس کے مقابل جنوں کی اطاعت وفرمانبرداری کا حال سناتے ہیں۔ تا معلوم ہو کہ جو قوم طبعی طور پر سخت متمرد اور سرکش واقع ہوئی ہے اس کے بعض افراد کس طرح اللہ کا کلام سن کر موم ہو جاتے ہیں۔

صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ

متوجہ کر دیے ہم نے تیری طرف کتنے اک لوگ جنوں میں سے سننے لگے قرآن

فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا

پھر جب وہاں پہنچ گئے بولے چپ رہو پھر جب ختم ہوا الٹے پھرے

اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا

اپنی قوم کو ڈر سناتے ہوئے ﴿۱﴾ بولے اے قوم ہماری ہم نے سنی

كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ

ایک کتاب جو اتری ہے موسیٰ کے بعد ﴿۲﴾ سچا کرنے والی سب اگلی

يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۰﴾

کتابوں کو ﴿۳﴾ سمجھاتی ہے سچا دین اور ایک راہ سیدھی ﴿۴﴾

يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ

اے قوم ہماری مانو اللہ کے بلانے والے کو اور اس پر یقین لاؤ ﴿۵﴾ کہ بخشے تم کو

مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۱﴾ وَمَنْ لَّا

کچھ تمہارے گناہ ﴿۶﴾ اور بچا دے تم کو ایک عذاب دردناک سے اور جو کوئی نہ

يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَ

مانے گا اللہ کے بلانے والے کو تو وہ نہ تھکا سکے گا بھاگ کر زمین میں اور

لَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ ۭ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ

کوئی نہیں اس کا اس کے سوائے مددگار ﴿۷﴾ وہ لوگ بھٹکتے ہیں

۱ **جنات کا قرآن سننا اور ایمان لانا** بعثت محمدیؐ سے قبل جنوں کو کچھ آسمانی خبریں معلوم ہو جاتی تھیں۔ جب حضور ﷺ پر وحی آنا شروع ہوئی وہ سلسلہ تقریباً بند ہو گیا اور بہت کثرت سے شہب کی مار پڑنے لگی۔ جنوں کو خیال ہوا کہ ضرور کوئی نیا واقعہ ہوا ہے جس کی وجہ سے آسمانی خبروں پر بہت سخت پہرے بٹھلائے گئے ہیں۔ اسی کی جستجو کے لئے جنوں کے مختلف گروہ مشرق و مغرب میں پھیل پڑے۔ ان میں سے ایک جماعت "بطن نخلہ" کی طرف گذری۔ وہاں اتفاق سے اس وقت حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند اصحاب کے ساتھ نماز فجر ادا کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جنوں کی اس ٹکڑی کا رخ قرآن سننے کے لئے ادھر پھیر دیا۔ قرآن کی آواز انہیں بہت عجیب اور مؤثر و دلکش معلوم ہوئی اور اسکی عظمت و ہیبت دلوں پر چھا گئی۔ آپس میں کہنے لگے کہ چپ رہو اور خاموشی کے ساتھ یہ کلام پاک سنو۔ آخر قرآن کریم نے ان کے دلوں میں گھر کر لیا۔ وہ سمجھ گئے کہ یہ ہی نئی چیز ہے جس نے جنوں کو آسمانی خبروں سے روکا ہے۔ بہر حال جب حضور ﷺ قرآن پڑھ کر فارغ ہوئے، یہ لوگ اپنے دلوں میں ایمان و ایقان لے کر واپس گئے اور اپنی قوم کو نصیحت کی۔ ان کی مفصل باتیں سورۂ "جن" میں آئیں گی۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مرتبہ حضور ﷺ کو ان کے آنے جانے اور سننے سنانے کا پتہ نہیں لگا۔ ایک درخت نے باذن اللہ کچھ اجمالی اطلاع آپ ﷺ کو دی اور مفصل حال اس کے بعد وحی کے ذریعہ سے معلوم کرایا گیا۔ کما قال تعالیٰ "قُلۡ اُوۡحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسۡتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الۡجِنِّ" الخ (جن رکوع ۱) بعدہٗ بہت بڑی تعداد میں جن مسلمان ہوئے اور حضور ﷺ سے ملاقات کرنے اور دین سیکھنے کے لئے ان کے وفود حاضر خدمت ہوئے۔ خفاجی نے روایات کی بناء پر دعویٰ کیا ہے کہ چھ مرتبہ آپ ﷺ نے جنوں سے ملاقات کی۔ اس لئے روایات میں جو اختلاف ان کے عدد یا دوسرے امور کے متعلق معلوم ہوتا ہے اس کو تعدد وقائع پر حمل کرنا چاہئے۔

۲ **جنات کی قوم کو قرآن کے بارے میں اطلاع** کتب سابقہ میں حضرت موسیٰؑ کی کتاب (تورات) کے برابر کوئی کتاب احکام و شرائع کو حاوی نہیں تھی۔ اسی پر انبیائے بنی اسرائیل کا عمل رہا۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی یہ ہی فرمایا کہ میں تورات کو بدلنے کے لئے نہیں آیا بلکہ اس کی تکمیل کے لئے آیا ہوں۔ اور حضرت سلیمانؑ کے وقت سے جنوں میں تورات ہی مشہور چلی آتی تھی۔ اس لئے اس موقع پر انہوں نے اسی کی طرف اشارہ کیا۔ خود تورات میں بھی جو پیشین گوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آئی ہے اس کے لفظ یہ ہیں کہ (اے موسیٰ) "تیری مانند ایک نبی اٹھاؤں گا۔"

۳ شاید اس وقت قرآن کا جو حصہ حضور ﷺ نے تلاوت فرمایا تھا اس میں ایسا مضمون آیا ہوگا۔ یا قرائن سے سمجھے ہوں۔

۴ یعنی سچے عقیدے اور عمل کا سیدھا راستہ۔

۵ **جنات کو اسلام کی تبلیغ** یعنی اس کی بات مانو جو اللہ کی طرف بلا رہا ہے اور اسکی رسالت پر یقین کرو۔

۶ یعنی جو گناہ حالت کفر میں کر چکے ہو، اسلام کی برکت سے سب معاف ہو جائیں گے۔ آئندہ سے نیا کھاتہ شروع ہوگا۔ لیکن یاد رہے کہ یہاں ذنوب کا ذکر ہے۔ حقوق العباد کا معاف ہونا اس سے نہیں نکلتا۔

۷ یعنی نہ خود بھاگ کر خدا کی مار سے بچ سکے نہ کوئی دوسرا بچا سکے حضرت شاہ صاحب "فِی الۡاَرۡضِ" کی قید پر لکھتے ہیں کہ "(شیاطین کو) اوپر سے فرشتے مارتے ہیں تو زمین ہی کو بھاگتے ہیں۔"

مُّبِيۡنٍ ﴿۳۲﴾ اَوَلَمۡ يَرَوۡا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

صریح کیا نہیں دیکھتے کہ وہ اللہ جس نے بنائے آسمان

وَالۡاَرۡضَ وَلَمۡ يَعۡىَ بِخَلۡقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنۡ

اور زمین اور نہ تھکا ان کے بنانے میں ﴿۱﴾ وہ قدرت رکھتا ہے کہ

يُّحۡیِۦَ الۡمَوۡتٰى ؕ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿۳۳﴾

زندہ کرے مردوں کو کیوں نہیں وہ ہر چیز کر سکتا ہے ﴿۲﴾

وَيَوۡمَ يُعۡرَضُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا عَلَى النَّارِ ؕ اَلَيۡسَ

اور جس دن سامنے لائیں منکروں کو آگ کے کیا

هٰذَا بِالۡحَـقِّ ؕ قَالُوۡا بَلٰى وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوۡقُوا

یہ ٹھیک نہیں کہیں گے کیوں نہیں قسم ہے ہمارے رب کی ﴿۳﴾ کہا تو چکھو

الۡعَذَابَ بِمَا كُنۡتُمۡ تَكۡفُرُوۡنَ ﴿۳۴﴾ فَاصۡبِرۡ كَمَا

عذاب بدلہ اس کا جو تم منکر ہوتے تھے ﴿۴﴾ سو تو ٹھہرا رہ جیسے

صَبَرَ اُولُوا الۡعَزۡمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسۡتَعۡجِلْ

ٹھہرے رہے ہیں ہمت والے رسول اور جلدی نہ کر ان کے

لَّهُمۡ ؕ كَاَنَّهُمۡ يَوۡمَ يَرَوۡنَ مَا يُوۡعَدُوۡنَ ۙ لَمۡ

معاملہ میں ﴿۵﴾ یہ لوگ جس دن دیکھ لیں گے اس چیز کو جس کا ان سے وعدہ ہے جیسے

يَلۡبَثُوۡۤا اِلَّا سَاعَةً مِّنۡ نَّهَارٍ ؕ بَلٰغٌ ۚ فَهَلۡ يُهۡلَكُ

ڈھیل نہ پائی تھی مگر ایک گھڑی دن کی ﴿۶﴾ یہ پہنچا دینا ہے اب وہی غارت ہوں گے

۱ اللہ تھکتا نہیں ہے | اس لفظ میں "یہود" کے عقیدے کا رد ہے جو کہتے تھے کہ چھ دن میں اللہ نے زمین و آسمان پیدا کئے۔ "ثُمَّ اسْتَرَاحَ" (پھر ساتویں دن آرام کرنے لگا) العیاذ باللہ۔

۲ یعنی بڑا عذاب مرنے کے بعد ہوگا اور اس دھوکہ میں نہ رہیں کہ مر کر کہاں زندہ ہوتے ہیں۔ اللہ کو یہ کچھ مشکل نہیں۔ جو آسمان و زمین کے پیدا کرنے سے نہ تھکا، اس کو تمہارا دوبارہ پیدا کر دینا کیا مشکل ہے۔

۳ دوزخ دیکھ کر کفار کا اقرار | یعنی اس وقت کہا جائے گا کہ دوزخ کا وجود اور اس کا عذاب کیا واقعی چیز نہیں؟ آخر سب ذلیل ہو کر اقرار کریں گے کہ بیشک واقعی ہے۔ (ہم غلطی پر تھے جو اس کا انکار کیا کرتے تھے)۔

۴ یعنی اس وقت کہا جائے گا کہ اچھا اب اس انکار و تکذیب کا مزہ چکھتے رہو۔

۵ آنحضرت ﷺ کو صبر کی تلقین | یعنی جب معلوم ہو چکا کہ منکرین کو سزا ضرور ملنی ہے۔ آخرت میں ملے یا دنیا میں بھی تو آپ ان کے معاملہ میں جلدی نہ کریں۔ بلکہ ایک میعاد معین تک صبر کرتے رہیں جیسے اولوالعزم پیغمبروں نے صبر کیا ہے۔ تنبیہ | بعض سلف نے کہا کہ سب رسول اولوالعزم (ہمت والے) ہیں اور عرف میں پانچ پیغمبر خصوصی طور پر اولوالعزم کہلاتے ہیں۔ حضرت نوحؑ حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ، اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۶ دنیا کی زندگی ایک گھڑی کے برابر ہے | "ڈھیل نہ پائی تھی" دنیا میں یعنی اب تو دیر سمجھتے ہیں کہ عذاب جلد کیوں نہیں آتا۔ اس دن جانیں گے کہ بہت شتاب آیا۔ دنیا میں ہم ایک ہی گھڑی رہے۔ یا عالم قبر کا رہنا ایک گھڑی معلوم ہوگا۔ قاعدہ ہے کہ گذری ہوئی مدت تھوڑی معلوم ہوا کرتی ہے۔ خصوصاً سختی اور مصیبت کے وقت عیش و آرام کا زمانہ بہت کم نظر آنے لگتا ہے۔

اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۳۵﴾

جو لوگ نافرمان ہیں ﴿۹﴾

ایاتہا ۳۸　(۴۷) سُوْرَةُ مُحَمَّدٍ مَدَنِيَّةٌ (۹۵)　رکوعاتہا ۴

سورۂ محمد مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں اڑتیس آیتیں ہیں اور چار رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴿۱﴾

جو لوگ کہ منکر ہوئے　اور روکا اوروں کو انہوں نے　اللہ کی راہ سے ﴿۱﴾　کھو دیئے اللہ نے ان کے کام ﴿۲﴾

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى

اور جو یقین لائے　اور کیے بھلے کام　اور مانا　اس کو جو اترا

مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ

محمدؐ پر　اور وہی ہے سچا دین　ان کے رب کی طرف سے　ان پر سے اتاریں ان کی برائیاں

وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ﴿۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا

اور سنوارا ان کا حال ﴿۳﴾　یہ اس لیے کہ جو منکر ہیں　وہ چلے

الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ

جھوٹی بات پر　اور جو یقین لائے　انہوں نے مانی سچی بات　اپنے رب کی طرف سے

كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ﴿۳﴾ فَاِذَا

یوں بتلاتا ہے اللہ　لوگوں کو　ان کے احوال ﴿۵﴾　سو جب

یعنی ہم نے نصیحت کی بات پہنچا دی اور سب نیک و بد سمجھا دیا۔ اب جو نہ مانیں گے وہ ہی تباہ و برباد ہوں گے۔ ہماری طرف سے حجت تمام ہو چکی اور کسی کو بے قصور ہم نہیں پکڑتے اسی کو غارت کرتے ہیں جو غارت ہونے ہی پر کمر باندھ لے۔ تم سورۃ الاحقاف بفضل اللہ وحسن توفیقہ. فللّٰہ الحمد والمنۃ۔

سورۃ محمد

جیسا کہ رؤسائے کفار کی عادت تھی کہ جان، مال اور ہر طرح سے اس میں کوشش کرتے تھے۔

ایمان کے بغیر اعمال مقبول نہیں | یعنی جن اعمال کو وہ نیک سمجھ رہے ہیں بوجہ عدم ایمان کے وہ مقبول نہیں۔ بلکہ ان میں سے بعض کام اور الٹے موجب عتاب ہوتے ہیں۔ جیسے لوگوں کو اسلام سے روکنے میں پیسہ خرچ کرنا۔

امت محمدیہ پر اللہ کا انعام | یعنی برائیوں کی عادت چھڑا کر اللہ تعالیٰ ان کا حال سنوار دیتا ہے کہ یوماً فیوماً نیکی میں ترقی کرتے رہتے ہیں۔ اور آخرت میں ان کی کوتاہیوں سے درگذر فرما کر اچھے حال میں رکھتا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "پہلے زمانہ میں ساری مخلوق ایک شریعت کی مکلف نہ تھی۔ اس وقت سب جہان کو ایک حکم ہے، اب سچا دین یہی ہے اور برے بھلے کام مسلمان بھی کرتے ہیں اور کافر بھی، لیکن سچا دین ماننے کو یہ قبولیت ہے کہ نیکی ثابت اور برائی معاف، اور نہ ماننے کی یہ سزا ہے کہ نیکی برباد گناہ لازم"

یعنی اس طرح کھول کھول کر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے بھلے برے احوال پر متنبہ کرتا ہے۔ تا باطل پرستی کی نحوست وشامت اور حق پرستی کی برکت ان کو پوری طرح ذہن نشین ہو جائے۔

لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ

تم مقابل ہو منکروں کے تو مارو گردنیں یہاں تک کہ جب

اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙۗ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا

خوب قتل کر چکو ان کو تو مضبوط باندھ لو قید پھر یا احسان کیجیو اور یا

فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۛ۫ ذٰلِكَ ؕۛ وَ لَوْ

معاوضہ لیجیو ◆۱◆ جب تک (یہاں تک) کہ رکھ دے لڑائی اپنے ہتھیار ◆۲◆ یہ سن چکے اور اگر

يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ ۙ وَ لٰكِنْ لِّيَبْلُوَا۟ بَعْضَكُمْ

چاہے اللہ تو بدلہ لے ان سے پر جانچنا چاہتا ہے تمہارے ایک سے

بِبَعْضٍ ؕ وَ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ

دوسرے کو ◆۳◆ اور جو لوگ مارے گئے اللہ کی راہ میں تو نہ

يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝۴ سَيَهْدِيْهِمْ وَ يُصْلِحُ بَالَهُمْ ۝۵ وَ

ضائع کرے گا وہ ان کے کیے کام ان کو راہ دے گا اور سنوارے گا ان کا حال ◆۴◆ اور

يُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ۝۶ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ

داخل کرے گا ان کو بہشت میں جو معلوم کرا دی ہے ان کو ◆۵◆ اے ایمان

اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَ يُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝۷

والو اگر تم مدد کرو گے اللہ کی ◆۶◆ تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور جما دے گا تمہارے پاؤں ◆۷◆

◆۱◆ **جہاد میں سختی کا حکم** یعنی حق اور باطل کا مقابلہ تو رہتا ہی ہے جس وقت مسلمانوں اور کافروں میں جنگ ہو جائے تو مسلمانوں کو پوری مضبوطی اور بہادری سے کام لینا چاہئے۔ باطل کا زور جب ہی ٹوٹے گا کہ بڑے بڑے شریر مارے جائیں اور ان کے جتھے توڑ دیئے جائیں۔ اس لئے ہنگامۂ کارزار میں کسل، سستی، بزدلی اور توقف و تردد کو راہ نہ دو۔ اور دشمنانِ خدا کی گردنیں مارنے میں کچھ

باک نہ کرو۔ کافی خون ریزی کے بعد جب تمہاری دھاک بیٹھ جائے اور ان کا زور ٹوٹ جائے اس وقت قید کرنا بھی کفایت کرتا ہے۔ قال تعالیٰ "مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ" (انفال۔ رکوع ۹)

جہاد کے قیدی اور ان کے احکام یہ قید و بند ممکن ہے ان کے لئے تازیانہ عبرت کا کام دے۔ اور مسلمانوں کے پاس رہ کر ان کو اپنی اور تمہاری حالت کے جانچنے اور اسلامی تعلیمات میں غور کرنے کا موقع بہم پہنچائے۔ شدہ شدہ وہ لوگ حق و صداقت کا راستہ اختیار کر لیں یا مصلحت سمجھو تو بدون کسی معاوضہ کے ان پر احسان کر کے قید سے رہا کر دو۔ اس صورت میں بہت سے افراد ممکن ہے تمہارے احسان اور خوبی اخلاق سے متاثر ہو کر تمہاری طرف راغب ہوں اور تمہارے دین سے محبت کرنے لگیں۔ اور یہ بھی کر سکتے ہو کہ زر فدیہ لے کر یا مسلمان قیدیوں کے مبادلہ میں ان قیدیوں کو چھوڑ دو۔ اس میں کئی طرح کے فائدے ہیں۔ بہرحال اگر ان اسیران جنگ کو ان کے وطن کی طرف واپس کرو تو دو ہی صورتیں ہیں۔ معاوضہ میں چھوڑنا یا بلا معاوضہ رہا کرنا۔ ان میں جو صورت امام کے نزدیک اصلح ہو اختیار کر سکتا ہے۔ حنفیہ کے ہاں بھی فتح القدیر اور شامی وغیرہ میں اس طرح کی روایات موجود ہیں۔ ہاں اگر قیدیوں کو ان کے وطن کی طرف واپس کرنا مصلحت نہ ہو تو پھر تین صورتیں ہیں۔ ذمی بنا کر بطور رعیت کے رکھنا۔ یا غلام بنا لینا، یا قتل کر دینا، احادیث سے قیدی کو قتل کرنے کا ثبوت صرف خاص خاص حالات میں ملتا ہے۔ جب کہ وہ کسی ایسے سنگین جرم کا مرتکب ہوا ہو جس کی سزا قتل سے کم نہیں ہو سکتی تھی۔ البتہ غلام یا رعیت بنا کر رکھنے میں کوئی رکاوٹ نہیں۔

۲ **جہاد کی مشروعیت کی حکمت** یعنی یہ حرب و ضرب اور قید و بند کا سلسلہ برابر جاری رہے گا۔ تا آنکہ لڑائی اپنے ہتھیار اتار کر رکھ دے اور جنگ موقوف ہو جائے۔

۳ یعنی خدا کو قدرت ہے کہ ان کافروں کو کوئی آسمانی عذاب بھیج کر "عاد" و "ثمود" وغیرہ کی طرح ہلاک کر ڈالے۔ لیکن جہاد و قتال مشروع کر کے اسے بندوں کا امتحان کرنا تھا۔ وہ دیکھتا ہے کہ کتنے مسلمان اللہ کے نام پر جان و مال نثار کرنے کے لئے تیار ہیں اور کفار میں سے کتنے لوگ ان تنبیہی کارروائیوں سے بیدار ہوتے اور اس مہلت سے فائدہ اٹھاتے ہیں جو اللہ نے دے رکھی ہے کہ پہلی قوموں کی طرح ایک دم پکڑ کر استیصال نہیں کر دیتا۔

۴ **شہیدوں کی حقیقی کامیابی** یعنی جو لوگ اللہ کے راستہ میں شہید ہوئے خواہ بظاہر یہاں کامیاب نظر نہ آتے ہوں۔ لیکن حقیقۃً وہ کامیاب ہیں۔ اللہ ان کے کام ضائع نہ کرے گا۔ بلکہ انجام کار ان کی محنت ٹھکانے لگائے گا۔ ان کو جنت کی طرف راہ دے گا۔ اور آخرت کے تمام منازل و مواقف میں ان کا حال درست رکھے گا۔

۵ **جنت میں اپنے ٹھکانوں کی پہچان** یعنی جس جنت کا حال ان کو انبیاء علیہم السلام کی زبان اور اپنے وجدان صحیح سے معلوم ہو چکا تھا اس میں داخل کئے جائیں گے اور وہاں پہنچ کر ہر جنتی اپنے ٹھکانے کو خود بخود پہچان لے گا اس کے دل کی کشش ادھر ہی ہو گی جہاں اس کو رہنا ہے **تنبیہ** ابن عباسؓ نے "عَرَّفَهَا لَهُمْ" کے معنی "طَيَّبَهَا لَهُمْ" کے لئے ہیں۔ یعنی جنت ان کے لئے خوشبوؤں سے مہکا دی گئی ہے۔

۶ یعنی اللہ کے دین کی اور اس کے پیغمبر کی۔

۷ **دین کی خدمت کرنے والوں کی فضیلت** یعنی جہاد میں اللہ کی مدد سے تمہارے قدم نہیں ڈگمگائیں گے اور اسلام و طاعت پر ثابت قدم رہو گے جس کے نتیجہ میں "صراط" پر ثابت قدمی نصیب ہو گی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "اللہ چاہے تو خود ہی کافروں کو مسلمان کر ڈالے پر یہ بھی منظور نہیں کہ۔ جانچنا منظور ہے۔ سو بندہ کی طرف سے کمر باندھنا اور اللہ کی طرف سے کام بنانا"

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴿۸﴾

اور جو لوگ کہ منکر ہوئے وہ گرے منہ کے بل (کھائیں ٹھوکریں) اور کھو دیے ان کے کیے کام ﴿۱﴾

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿۹﴾

یہ اس لیے کہ ان کو پسند نہ ہوا جو اتارا اللہ نے پھر اکارت کر دیے ان کے کیے کام ﴿۲﴾

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

کیا وہ پھرے نہیں ملک میں کہ دیکھیں کیسا ہوا انجام

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۫ وَلِلْكٰفِرِيْنَ

ان کا جو ان سے پہلے تھے ہلاکی ڈالی (اکھاڑ پھینکا) اللہ نے ان پر (ان کو) اور منکروں کو ملتی رہتی ہیں

اَمْثَالُهَا ﴿۱۰﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ

ایسی چیزیں ﴿۳﴾ یہ اس لیے کہ اللہ رفیق ہے ان کا جو یقین لائے اور یہ کہ

الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ﴿۱۱﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ

جو منکر ہیں ان کا رفیق نہیں کوئی ﴿۴﴾ مقرر اللہ داخل کرے گا ان کو جو

ع ۱/۱۱ ۵

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا

یقین لائے اور کیے بھلے کام باغوں میں جن کے نیچے بہتی ہیں

الْاَنْهٰرُ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا

نہریں اور جو لوگ منکر ہیں برت رہے ہیں اور کھاتے ہیں جیسے

تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ﴿۱۲﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ

کہ کھائیں چوپائے اور آگ ہے گھر ان کا ﴿۵﴾ اور کتنی تھیں

۱ **منکرین کی بدحالی** یعنی جس طرح مومنین کے قدم جما دیئے جاتے ہیں اس کے برعکس منکروں کو منہ کے بل گرا دیا جاتا ہے۔ اور جیسے خدا کی طرف سے مومنین کی مدد کی جاتی ہے، اس کے خلاف کافروں کے کام برباد کر دیئے جاتے ہیں۔

۲ یعنی جب انہوں نے اللہ کی باتوں کو ناپسند کیا تو اللہ ان کے کام کیوں پسند کرے گا۔ اور جو چیز خدا کو ناپسند ہو وہ محض اکارت ہے۔

۳ یعنی دنیا ہی میں دیکھ لو منکروں کی کیسی گت بنی اور کس طرح ان کے منصوبے خاک میں ملا دیئے گئے۔ کیا آج کل کے منکروں کو ایسی سزائیں نہیں مل سکتیں۔

۴ **اللہ مومنوں کا رفیق ہے** یعنی اللہ مومنین صالحین کا رفیق ہے جو وقت پر ان کی مدد کرتا ہے۔ کافروں کا ایسا رفیق کون ہے۔ جو اللہ کے مقابلہ میں کام آ سکے "غزوۂ احد" میں ابوسفیان نے پکارا تھا۔ لَنَا الْعُزّٰی وَلَا عُزّٰی لَکُمْ آپ ﷺ نے فرمایا پکارو" اَللّٰہُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰی لَکُمْ۔"

۵ **کفار چوپایوں کی طرح کھاتے ہیں** یعنی دنیا کا سامان برت رہے ہیں اور مارے حرص کے بہائم کی طرح اناپ شناپ کھاتے چلے جاتے ہیں۔ نتیجہ کی خبر نہیں کہ کل یہ کھایا پیا کس طرح نکلے گا۔ اچھا چند روز مزے اڑا لیں آگے ان کے لئے آگ کا گھر تیار ہے۔

قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ ۚ

بستیاں جوزیادہ تھیں زور میں اس تیری بستی سے جس نے تجھ کو نکالا

اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ﴿۱۳﴾ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ

ہم نے ان کو غارت کر دیا پھر کوئی نہیں ان کا مددگار ۱ بھلا ایک جو چلتا ہے واضح راستہ پر

مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۴﴾

اپنے رب کے برابر ہے اس کے جس کو بھلا دکھلایا (نظر آیا) اس کا برا کام اور چلتے ہیں اپنی خواہشوں پر ۲

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ

احوال اس بہشت کا جس کا وعدہ ہوا ہے ڈرنے والوں سے اس میں نہریں ہیں

مَّاۗءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ

پانی کی جو بو نہیں کر گیا ۳ اور نہریں ہیں دودھ کی جس کا مزہ نہیں پھرا ۴

وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۥ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ

اور نہریں ہیں شراب کی جس میں مزہ ہے پینے والوں کے واسطے ۵ اور نہریں ہیں

عَسَلٍ مُّصَفًّى ۭ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ

شہد کی جھاگ اتارا ہوا ۶ اور ان کے لیے وہاں سب طرح کے میوے ہیں ۷

وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ۭ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَ

اور معافی ہے ان کے رب سے ۸ یہ برابر ہے اس کے جو سدا رہے آگ میں اور

سُقُوْا مَاۗءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَاۗءَهُمْ ﴿۱۵﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ

پلایا جائے ان کو کھولتا پانی تو کاٹ نکالے ان کی آنتیں ۹ اور بعض ان میں ہیں

۱ اہل مکہ کو تنبیہ | یعنی دوسری قوموں کو جو زور و طاقت میں مکہ والوں سے کہیں بڑھ کر تھیں ہم نے تباہ کر چھوڑا اور کوئی ان کی مدد کو نہ پہنچا۔ پھر یہ کس بات پر اتراتے ہیں۔ تنبیہ | "قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ" سے مراد مکہ معظمہ ہے۔ وہاں کے لوگوں نے ایسی حرکات کیں کہ آپ ﷺ کو وطن مالوف و محبوب چھوڑنا پڑا۔ حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے رخصت ہوتے وقت مکہ معظمہ کو خطاب کر کے فرمایا کہ خدا کی قسم تو تمام شہروں میں اللہ کے نزدیک اور میرے نزدیک محبوب ترین شہر ہے۔ اور اگر میری قوم مجھ کو تیرے اندر سے نہ نکالتی میں تجھ کو نہ چھوڑتا۔

۲ ہدایت یافتہ اور گمراہ برابر نہیں ہے | یعنی ایک شخص نہایت شرح صدر اور فہم و بصیرت کے ساتھ سچائی کی صاف اور کشادہ سڑک پر بے کھٹکے چلا جا رہا ہے، اور دوسرا اندھیرے میں پڑا ٹھوکریں کھاتا ہے، جس کو سیاہ و سفید یا نیک و بد کی کچھ تمیز نہیں، حتیٰ کہ اپنی بے تمیزی سے برائی کو بھلائی سمجھتا ہے اور خواہشات کی پیروی میں اندھا ہو رہا ہے، کیا ان دونوں کا مرتبہ اور انجام برابر ہو جائے گا؟ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ حق تعالیٰ کی شان حکمت و عدل کے منافی ہے۔

۳ جنت کی نہریں | یعنی طول مکث یا کسی چیز کے اختلاط سے اس کی بو نہیں بدلی۔ شہد سے زیادہ شیریں اور دودھ سے زیادہ سفید ہے۔ کسی طرح کے تغیر کو اس کی طرف راہ نہیں۔

۴ دودھ کی نہریں | یعنی دنیا کے دودھ پر قیاس نہ کرو۔ اتنی مدت گذرنے پر بھی اس کے مزے میں فرق نہیں آیا۔

۵ شراب کی نہریں | یعنی وہاں کی شراب میں خالص لذت اور مزہ ہی ہے۔ نہ نشہ ہے نہ شکستگی نہ تلخی نہ سرگرانی نہ کوئی اور عیب و نقصان۔

۶ شہد کی نہریں | یعنی صاف و شفاف شہد جس میں تکدر تو کہاں ہوتا جھاگ تک نہیں۔
تنبیہ | یہاں چار قسم کی نہروں کا ذکر ہوا جن میں پانی تو ایسی چیز ہے کہ انسان کی زندگی اس سے ہے اور دودھ غذائے لطیف کا کام دیتا ہے اور شراب سرور و نشاط کی چیز ہے۔ اور شہد کو "شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ" فرمایا گیا ہے۔

۷ مشروبات کے بعد یہ ماکولات کا ذکر فرما دیا۔

۸ یعنی سب خطائیں معاف کر کے جنت میں داخل کریں گے وہاں پہنچ کر کبھی خطاؤں کا ذکر بھی نہ آئے گا جو ان کی کلفت کا سبب بنے۔ اور نہ آئندہ کسی بات پر گرفت ہوگی۔

۹ جہنم میں کفار کی سزائیں | یعنی کھولتا ہوا پانی جب دوزخیوں کو پلائیں گے تو آنتیں کٹ کر باہر آپڑیں گی۔ (اعاذنا اللہ منه)

يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا

کہ کان رکھتے ہیں تیری طرف یہاں تک کہ جب نکلیں تیرے پاس سے کہتے ہیں

لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۣ اُولٰٓئِكَ

ان کو جن کو علم ملا ہے کیا کہا تھا اس شخص نے ابھی ﴿۱﴾ یہ وہی ہیں

الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۶﴾

جن کے دلوں پر مہر لگا دی ہے اللہ نے اور چلتے ہیں اپنی خواہشوں پر ﴿۲﴾

وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ﴿۱۷﴾

اور جو لوگ راہ پر آئے ہیں ان کو اور بڑھ گئی اس سے (عطا فرمائی) سوجھ اور ان کو اس سے ملا بچ کر چلنا (عملی پرہیزگاری) ﴿۳﴾

فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ

اب یہی انتظار کرتے ہیں قیامت کا کہ آ کھڑی ہو ان پر اچانک

فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ

سو (کیونکہ) آ چکی ہیں اس کی نشانیاں پھر کہاں نصیب ہوگا ان کو جب وہ آ پہنچے ان پر

ذِكْرٰىهُمْ ﴿۱۸﴾ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ

سمجھ پکڑنا ﴿۴﴾ سو تو جان لے کہ کسی کی بندگی نہیں سوائے اللہ کے اور معافی مانگ

لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ

اپنے گناہ کے واسطے اور ایماندار مردوں اور عورتوں کے لیے ﴿۵﴾ اور اللہ کو معلوم ہے

مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ﴿۱۹﴾ ع وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا

بازگشت تمہاری اور گھر تمہارا ﴿۶﴾ اور کہتے ہیں ایمان والے کیوں نہ

منافقین کا اعراض اوپر مومنوں اور کافروں کا حال مذکور تھا۔ ایک قسم کافروں کی وہ ہے جسے منافق کہتے ہیں۔ یعنی ظاہر میں اسلام کا دعویٰ اور باطن میں اس سے انحراف۔ اس آیت میں اس کا ذکر ہے۔ یعنی یہ لوگ بظاہر پیغمبر کی بات سننے کے لئے کان رکھتے ہیں۔ مگر نہ دلی توجہ ہے نہ سمجھ، نہ یاد، جب مجلس سے اٹھ کر جاتے ہیں تو اہل علم سے کہتے ہیں کہ اس شخص (یعنی پیغمبر علیہ السلام) نے ابھی ابھی کیا بیان کیا تھا۔ شاید اس دریافت کرنے سے مقصود ادھر تعریض کرنا ہوگا کہ ان کی بات کو لائق اعتناء نہیں سمجھتے نہ توجہ سے سنتے ہیں۔

یعنی ایسی نالائق حرکتوں کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اللہ ان کے دلوں پر مہر کر دیتا ہے۔ پھر نیکی کی توفیق قطعاً نہیں ہوتی۔ محض خواہشات کی پیروی رہ جاتی ہے۔

یعنی سچائی کے راستہ پر چلنے کا اثر یہ ہوتا ہے کہ آدمی روز بروز ہدایت میں ترقی کرتا چلا جاتا ہے اور اس کی سوجھ بوجھ اور پرہیزگاری بڑھتی جاتی ہے۔

قیامت کی نشانیاں آچکی ہیں یعنی قرآن کی نصیحتیں، گذشتہ اقوام کی عبرتناک مثالیں اور جنت و دوزخ کے وعدہ و وعید سب سن چکے اب ماننے کے لئے کس وقت کا انتظار ہے۔ یہی کہ قیامت کی گھڑی ان کے سر پر اچانک آ کھڑی ہو۔ سو قیامت کی کئی نشانیاں تو آ چکیں، اور جب خود قیامت آ کھڑی ہوگی، اس وقت ان کے لیے سمجھ حاصل کرنے اور ماننے کا موقع کہاں باقی رہے گا۔ یعنی وہ سمجھنا اور ماننا بے کار ہے کیونکہ اس پر نجات نہیں ہو سکتی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "بڑی نشانی قیامت کی ہمارے نبی ﷺ کا پیدا ہونا ہے۔ سب نبی خاتم النبیین کی راہ دیکھتے تھے۔ جب وہ آ چکے (مقصود تخلیق عالم کا حاصل ہو چکا) اب قیامت ہی باقی ہے۔" حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا" اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ "(میں اور قیامت اس طرح ہیں) گویا میں قیامت سے اتنا آگے نکل آیا ہوں جتنا بیچ کی انگلی شہادت کی انگلی سے آگے نکلی ہوئی ہے۔ شرح صحیح مسلم میں ہم نے اس کی مفصل تقریر کی ہے۔ یہاں گنجائش نہیں۔

آنحضرت ﷺ کو استغفار کے حکم کی توضیح ہر ایک کا ذنب (گناہ) اس کے مرتبہ کے موافق ہوتا ہے۔ کسی کام کا بہت اچھا پہلو چھوڑ کر کم اچھا پہلو اختیار کرنا گو وہ حدود جواز و استحسان میں ہو، بعض اوقات مقربین کے حق میں ذنب (گناہ) سمجھا جاتا ہے۔" حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْنَ "کے یہی معنی ہیں۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دن میں سو بار استغفار فرماتے تھے۔ **تنبیہ** "فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ "الخ کا خطاب ہر ایک مخاطب کو ہے۔ اور اگر خاص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب ہوں تو مطلب یہ ہے کہ اس علم پر برابر جمے رہئے اور استغفار کرتے رہئے۔ اور" فَاعْلَمْ "کی تفریع ماقبل پر اس طرح ہے کہ قیامت آنے کے بعد کسی کو ایمان و توبہ وغیرہ نافع نہیں، تو آدمی کو چاہئے کہ اس کے آنے سے قبل صحیح معرفت حاصل کرے۔ اور ایمان و استغفار کے طریق پر مستقیم رہے۔

یعنی جتنے پردوں میں پھرو گے پھر بہشت یا دوزخ میں پہنچو گے جو تمہارا اصلی گھر ہے۔

نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ

اتری ایک سورت ◈١ پھر جب اتری ایک سورت جانچی ہوئی ◈٢

وَّ ذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ

اور ذکر ہوا اس میں لڑائی کا تو تو دیکھتا ہے ان کو جن کے دل میں

مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ

روگ ہے تکتے ہیں تیری طرف جیسے تکتا ہے کوئی بے ہوش پڑا ہوا

الْمَوْتِ ۭ فَاَوْلٰى لَهُمْ ۞ طَاعَةٌ وَّ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۣ

مرنے کے وقت سو خرابی ہے ان کی (ظاہر ان کا) ◈٣ حکم ماننا ہے اور بھلی بات کہنی

فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۣ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا

پھر جب تاکید ہو کام کی تو اگر سچے رہیں اللہ سے تو ان کا

لَّهُمْ ۞ ۚ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي

بھلا ہے ◈٤ پھر تم سے یہ بھی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو خرابی ڈالو

الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ۞ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

ملک میں اور قطع کرو اپنی قرابتیں ◈٥ ایسے لوگ ہیں جن پر

لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ۞ اَفَلَا

لعنت کی اللہ نے پھر کر دیا ان کو بہرا اور اندھی کر دیں ان کی آنکھیں ◈٦ کیا

يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ۞ اِنَّ

دھیان نہیں کرتے قرآن میں یا دلوں پر لگ رہے ہیں ان کے قفل ◈٧ بے شک

۱ یعنی ایسی سورت جس میں جہاد کی اجازت ہو۔

۲ یعنی نپے تلے احکام پر مشتمل ہے جو غیر منسوخ ہیں اور ٹھیک اپنے وقت پر اترتے ہیں۔

۳ **جہاد کے حکم پر منافقین کی دہشت** حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "مسلمان سورت مانگتے تھے یعنی کافروں کی ایذاء سے عاجز ہو کر آرزو کرتے کہ اللہ جہاد کا حکم دے تو جو ہم سے ہو سکے کر گذریں۔ جب جہاد کا حکم آیا تو منافق اور کچے لوگوں پر بھاری ہوا، خوفزدہ اور بے رونق آنکھوں سے پیغمبر کی طرف دیکھنے لگے کہ کاش ہم کو اس حکم سے معاف رکھیں۔ بے حد خوف میں بھی آنکھ کی رونق نہیں رہتی۔ جیسے مرتے وقت آنکھوں کا نور جاتا رہتا ہے۔"

۴ یعنی ظاہر میں یہ لوگ فرمانبرداری کا اظہار اور زبان سے اسلام و احکام اسلام کا اقرار کرتے ہیں۔ مگر کام کی بات یہ ہے کہ عملاً خدا و رسول کا حکم مانیں اور بات اچھی اور معقول کہیں، پھر جب جہاد وغیرہ میں کام کی تاکید اور زور آپڑے اس وقت اللہ کے سامنے سچے ثابت ہوں تو یہ صورت ان کی بہتری اور بھلائی کی ہوگی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یعنی حکم شرع کو نہ ماننے سے کافر ہو جاتا ہے۔ اللہ کا حکم ہر طرح ماننا ہی چاہیے۔ پھر رسول بھی جانتا ہے کہ نامردوں کو کیوں لڑوائے، ہاں جب بہت ہی تاکید آپڑے اسی وقت لڑنا ضروری ہوگا۔ نہیں تو لڑنے والے بہت ہیں۔"

۵ **اقتدار کی حالت میں فتنہ و فساد** یعنی حکومت و اقتدار کے نشہ میں لوگ عموماً اعتدال و انصاف پر قائم نہیں رہا کرتے۔ دنیا کی حرص اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ پھر جاہ و مال کی کشمکش اور غرض پرستی میں جھگڑے کھڑے ہوتے ہیں۔ جن کا آخری نتیجہ ہوتا ہے عام فتنہ و فساد اور ایک دوسرے سے قطع تعلق۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی جان سے تنگ ہو کر جہاد کی آرزو کرتے ہو۔ اور اگر اللہ تم ہی کو غالب کر دے تو فساد نہ کرنا۔" **تنبیہ** مترجم محقق قدس اللہ روحہٗ نے "تَوَلَّيْتُمْ" کا ترجمہ حکومت مل جانے سے کیا ہے جیسا کہ بہت سے مفسرین کی رائے ہے۔ دوسرے علماء "تَوَلّٰی" کو بمعنی اعراض لے کر یوں مطلب لیتے ہیں کہ اگر تم اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے اعراض کرو گے تو ظاہر ہے دنیا میں امن و انصاف قائم نہیں ہو سکتا۔ اور جب دنیا میں امن و انصاف نہ رہے گا تو ظاہر ہے فساد، بدامنی اور حق ناشناسی کا دور دورہ ہوگا۔ اور بعض نے اس طرح تفسیر کی ہے کہ اگر تم ایمان لانے سے اعراض کرو گے تو زمانہ جاہلیت کی کیفیت عود کر آئے گی جو خرابیاں اور فساد اس وقت تھے اور ادنیٰ ادنیٰ بات پر رشتے ناتے قطع ہو جاتے تھے، وہ ہی سب نقشہ پھر قائم ہو جائے گا۔ اور اگر آیت میں خاص منافقین سے خطاب مانا جائے تو ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر جہاد سے اعراض کرو گے تو تم سے یہی توقع کی جا سکتی ہے کہ اپنی منافقانہ شرارتوں سے ملک میں خرابی مچاؤ گے اور جن مسلمانوں سے تمہاری قرابتیں ہیں ان کی مطلق پروا نہ کرتے ہوئے کھلے کافروں کے مددگار بنو گے۔

۶ **ظالم حکومت پر لعنت** یعنی حکومت کے غرور میں اندھے بہرے ہو کر ظلم کرنے لگے۔ پھر کسی کا سمجھایا نہ سمجھے۔ خدا کی پھٹکار نے بالکل ہی سنگدل بنا دیا۔ اور یہ سب کچھ ان ہی کے سوء اختیار اور قصور استعداد سے ہوا۔

۷ **قرآن میں غور نہیں کرتے** یعنی منافق قرآن میں غور نہیں کرتے یا ان کی شرارتوں کی بدولت دلوں پر قفل پڑ گئے ہیں کہ نصیحت کے اندر جانے کا راستہ ہی نہیں رہا۔ اگر قرآن کے سمجھنے کی توفیق ملتی تو بآسانی سمجھ لیتے کہ جہاد میں کس قدر دینوی و اخروی فوائد ہیں۔

الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ

جو لوگ الٹے پھر گئے اپنی پیٹھ پر بعد اس کے کہ ظاہر ہو چکی

لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ۭ وَاَمْلٰى لَهُمْ ﴿۲۵﴾

ان پر سیدھی راہ شیطان نے بات بنائی ان کے دل میں اور دیر کے وعدے کئے ۱

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ

یہ اس واسطے کہ انہوں نے کہا ان لوگوں سے جو بیزار ہیں اللہ کی اتاری کتاب سے

سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ ښ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ﴿۲۶﴾

ہم تمہاری بات بھی مانیں گے بعضے کاموں میں اور اللہ جانتا ہے ان کا مشورہ کرنا ۲

فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ

پھر کیسا ہوگا حال جب کہ فرشتے جان نکالیں گے ان کی مارتے جاتے ہوں ان کے منہ پر

وَاَدْبَارَهُمْ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ

اور پیٹھ پر ۳ یہ اس لیے کہ وہ چلے اس راہ جس سے اللہ

اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿۲۸﴾ ع اَمْ

ع ۳ / ۹

بیزار ہے اور ناپسند کی اس کی خوشی پھر اس نے اکارت کر دیئے ان کے کئے کام ۴ کیا

حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ

خیال رکھتے ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ ہے کہ اللہ ظاہر

اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ نَشَاۗءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ

نہ کر دے گا ان کے کینے ۵ اور اگر ہم چاہیں تجھ کو دکھلا دیں وہ لوگ سو تو پہچان تو چکا ہے ان کو

۱ **منافقین کو شیطان کا دھوکا** | یعنی منافقین اسلام کا اقرار کرنے اور اس کی سچائی ظاہر ہو چکنے کے بعد وقت آنے پر اپنے قول و قرار سے پھرے جاتے ہیں۔ اور جہاد میں شرکت نہیں کرتے۔ شیطان نے ان کو یہ بات بجھا دی ہے کہ لڑائی میں نہ جائیں گے تو دیر تک زندہ رہیں گے۔ خواہ مخواہ جا کر مرنے سے کیا فائدہ۔ اور نہ معلوم کیا کچھ بجھاتا اور دور دراز کے لمبے چوڑے وعدے دیتا ہے۔ "وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُوْرًا"۔

۲ منافقوں نے یہود وغیرہ سے کہا کہ گو ہم ظاہر میں مسلمان ہو گئے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کے ساتھ ہو کر تم سے نہ لڑیں گے بلکہ موقع ملا تو تم کو مدد دیں گے اور اس قسم کے کاموں میں تمہاری بات مانیں گے۔

۳ یعنی اس وقت موت سے کیونکر بچیں گے۔ بے شک اس وقت نفاق کا مزہ چکھیں گے۔

۴ یعنی اللہ کی خوشنودی کا راستہ پسند نہ کیا۔ اسی راہ چلے جس سے وہ ناراض ہوتا تھا۔ اس لیے موت کے وقت یہ بھیانک سماں دیکھنا پڑا۔ اور اللہ نے ان کے کفر و طغیان کی بدولت سب عمل بیکار کر دیئے۔ کسی عمل نے ان کو دوسری زندگی میں فائدہ نہ پہنچایا۔

۵ **منافقین کی کینہ پروری ظاہر کی جائیگی** | یعنی منافقین اپنے دلوں میں اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے جو حاسدانہ عداوتیں اور کینے رکھتے ہیں، کیا یہ خیال ہے کہ وہ دلوں میں پنہاں ہی رہیں گے؟ اللہ ان کو طشت از بام نہ کرے گا؟ اور مسلمان ان کے مکر و فریب پر مطلع نہ ہوں گے؟ ہرگز نہیں۔ ان کا خبث باطن ضرور ظاہر ہو کر رہے گا اور ایسے امتحان کی بھٹی میں ڈالے جائیں گے جہاں کھوٹا کھرا بالکل الگ ہو جائے گا۔

بِسِيمٰهُمْ ؕ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ

ان کے چہرہ سے — اور آگے پہچان لے گا بات کے ڈھب سے (۱) — اور اللہ کو معلوم ہیں

اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۰﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ

تمہارے سب کام (۲) — اور البتہ ہم تم کو جانچیں گے — تا معلوم کر لیں جو تم میں لڑائی

مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا۟ اَخْبَارَكُمْ ﴿۳۱﴾ اِنَّ

کرنے والے ہیں — اور قائم رہنے والے (۳) — اور تحقیق کر لیں تمہاری خبریں (۴) — جو

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا

لوگ منکر ہوئے — اور روکا انہوں نے — اللہ کی راہ سے — اور مخالف ہو گئے

الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى ۙ لَنْ

رسول سے — بعد اس کے کہ ظاہر ہو چکی ان پر — سیدھی راہ — نہ

يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ﴿۳۲﴾ يٰۤاَيُّهَا

بگاڑ سکیں گے اللہ کا کچھ — اور وہ اکارت کر دے گا ان کے سب کام (۵) — اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا

ایمان والو — حکم پر چلو اللہ کے — اور حکم پر چلو رسول کے — اور

تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا

ضائع مت کرو اپنے کیے ہوئے کام (۶) — جو لوگ منکر ہوئے — اور روکا لوگوں کو

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ

اللہ کی راہ سے — پھر مر گئے — اور وہ منکر ہی رہے — تو ہرگز نہ بخشے گا

۱ **آنحضرت ﷺ کو منافقین کی پہچان** یعنی اللہ چاہے تو تمام منافقین کو باشخاصہم معین کر کے آپ کو دکھلا دے اور نام بنام مطلع کر دے کہ مجمع میں فلاں فلاں آدمی منافق ہیں مگر اس کی حکمت بالفعل اس دوٹوک اظہار کو مقتضی نہیں۔ ویسے اللہ نے آپ ﷺ کو اعلیٰ درجہ کا نور فراست دیا ہے کہ ان کے چہرے بشرے سے آپ ﷺ پہچان لیتے ہیں۔ اور آگے چل کر ان لوگوں کے طرز گفتگو سے آپ ﷺ کو مزید شناخت ہو جائے گی۔ کیونکہ منافق اور مخلص کی بات کا ڈھنگ الگ الگ ہوتا ہے، جو زور، شوکت، پختگی اور خلوص کا رنگ مخلص کی باتوں میں جھلکتا ہے، منافق کتنی ہی کوشش کرے اپنے کلام میں پیدا نہیں کر سکتا **تنبیہ** مترجم محقق قدس اللہ روحہ نے "فَلَعَرَفْتَهُمْ" کو "لَوْنَشَآءُ" کے نیچے نہیں رکھا عامہ مفسرین اس کو "لَوْنَشَآءُ" کے تحت میں رکھ کر "لَاَرَيْنٰكَهُمْ" پر متفرع کرتے ہیں۔ یعنی اگر ہم چاہیں تو تجھ کو دکھلا دیں وہ لوگ، پھر تو ان کو پہچان جائے صورت دیکھ کر۔ احقر کے خیال میں مترجم رحمہ اللہ کی تفسیر زیادہ لطیف ہے۔ واللہ اعلم۔ بعض احادیث سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے بہت سے منافقین کو نام بنام پکارا اور اپنی مجلس سے اٹھا دیا۔ ممکن ہے وہ شناخت "لَحْنِ الْقَوْلِ" اور "سِیْمَا" وغیرہ سے حاصل ہوئی ہو۔ یا آیہ ہذا کے بعد حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بعض منافقین کے اسماء پر تفصیل و تعیین کے ساتھ مطلع فرما دیا ہو۔ واللہ اعلم۔

۲ یعنی بندوں سے کوئی بات چھپی رہے، ممکن ہے مگر اللہ کے علم میں تمہارے سب کام ہیں خواہ کھل کر کرو یا چھپا کر۔

۳ **جہاد امتحان کے لیے ہے** یعنی جہاد وغیرہ کے احکام سے آزمائش مقصود ہے۔ اسی سخت آزمائش میں کھلتا ہے کہ کون لوگ اللہ کے راستہ میں لڑنے والے اور شدید ترین امتحانات میں ثابت قدم رہنے والے ہیں اور کون ایسے نہیں۔

۴ یعنی ہر ایک کے ایمان اور اطاعت و انقیاد کا وزن معلوم ہو جائے اور سب کے اندرونی احوال کی خبریں عملاً محقق ہو جائیں۔ **تنبیہ** "حَتّٰی نَعْلَمَ الخ" سے جو شبہ حدوث علم کا ہوتا ہے اس کا مفصل جواب "پارہ سیقول" کے شروع "اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ" کے حواشی میں ملاحظہ کیا جائے۔

۵ یعنی اپنا ہی نقصان کرتے ہیں، اللہ کا کیا نقصان ہے۔ نہ اس کے دین اور پیغمبر کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں۔ وہ قدرت والا ان کے سارے منصوبے غلط اور تمام کام اکارت کر دے گا اور سب کوششیں خاک میں ملا دے گا۔

۶ **اعمال کو ضائع نہ ہونے دو** یعنی جہاد، یا اللہ کی راہ میں اور کوئی محنت و ریاضت کرنا اس وقت مقبول ہے جب اللہ و رسول کے حکم کے موافق ہو۔ محض اپنی طبیعت کے شوق یا نفس کی خواہش پر کام نہ کرو۔ ورنہ ایسا عمل یوں ہی بیکار ضائع جائے گا۔ مسلمان کا کام نہیں کہ جو نیک کام کر چکا یا کر رہا ہے اس کو کسی صورت سے ضائع ہونے دے۔ نیک کام کو نہ بیچ میں چھوڑو، نہ ریاء و نمود اور اعجاب وغیرہ سے اس کو برباد کرو۔ بھلا ارتداد کا تو ذکر کیا ہے جو ایک دم تمام اعمال کو حبط کر دیتا ہے۔ العیاذ باللہ۔

اللّٰهُ لَهُمْ ﴿۳۴﴾ فَلَا تَهِنُوْا وَ تَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ ۖۗ وَ اَنْتُمُ

ان کو اللہ ﴿۱﴾ سو تم بودے نہ ہوئے جاؤ اور (کہ) لگو پکارنے صلح ﴿۲﴾ اور تم ہی رہو گے

الْاَعْلَوْنَ ۖۗ وَ اللّٰهُ مَعَكُمْ وَ لَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۵﴾

غالب اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور نقصان نہ دے گا تم کو تمہارے کاموں میں ﴿۳﴾

اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ ؕ وَ اِنْ تُؤْمِنُوْا وَ

یہ دنیا کا جینا تو کھیل ہے اور تماشا اور اگر تم یقین لاؤ گے اور

تَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَ لَا يَسْـَٔلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ﴿۳۶﴾

بچ کر چلو گے دے گا تم کو تمہارا بدلہ اور نہ مانگے گا تم سے مال تمہارے ﴿۴﴾

اِنْ يَّسْـَٔلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَ يُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ ﴿۳۷﴾

اگر مانگے تم سے وہ مال پھر تم کو تنگ کرے تو بخل (بخیلی) کرنے لگو اور ظاہر کر دے تمہارے دل کی خفگیاں ﴿۵﴾

هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ

سنتے ہو تم لوگ تم کو بلاتے ہیں کہ خرچ کرو اللہ کی

اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَ مَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا

راہ میں ﴿۶﴾ پھر تم میں کوئی ایسا ہے کہ نہیں دیتا اور جو کوئی نہ دے گا سو نہ دے گا

يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ الْغَنِيُّ وَ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ

آپ کو ﴿۷﴾ اور اللہ بے نیاز ہے اور تم محتاج ہو ﴿۸﴾

وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا

اور اگر تم پھر جاؤ گے تو بدل لے گا اور لوگ تمہارے سوا پھر

◆ ۱ یعنی کسی کافر کی اللہ کے ہاں بخشش نہیں۔ خصوصاً ان کافروں کی جو دوسروں کو خدا کے راستہ سے روکنے میں لگے ہوئے ہیں۔

◆ ۲ **جہاد کی تکلیف سے ڈر کر صلح نہ کرو** یعنی مسلمانوں کو چاہئے کہ کفار کے مقابلہ میں سست اور کم ہمت نہ بنیں اور جنگ کی سختیوں سے گھبرا کر صلح کی طرف نہ دوڑیں۔ ورنہ دشمن شیر ہو کر دباتے چلے جائیں گے اور جماعت اسلام کو مغلوب و رسوا ہونا پڑے گا۔ ہاں کسی وقت اسلام کی مصلحت اور اہل اسلام کی بھلائی صلح میں نظر آئے تو اس وقت صلح کر لینے میں مضائقہ نہیں جیسا کہ آگے سورۂ ''فتح'' میں آتا ہے۔ بہر حال صلح کی بنا، اپنی کم ہمتی اور نامردی پر نہ ہونی چاہئے۔

◆ ۳ **تم ہی غالب رہو گے** یعنی گھبرانے کی کچھ بات نہیں، اگر صبر و استقلال دکھلاؤ گے اور خدا کے احکام پر ثابت قدم رہو گے تو خدا تمہارے ساتھ ہے وہ تم کو آخر کار غالب کرے گا اور کسی حالت میں بھی تم کو نقصان اور گھاٹے میں نہ رہنے دے گا۔

◆ ۴ **ایمان و تقویٰ کے دنیاوی فوائد** یعنی آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی حقیقت ایک کھیل تماشا جیسی ہے۔ اگر تم ایمان و تقویٰ اختیار کرو گے اور اس کھیل تماشہ سے ذرا بچ کر چلو گے تو اللہ تم کو اس کا پورا بدلہ دے گا اور تمہارا مال بھی تم سے طلب نہیں کرے گا۔ اسے کیا حاجت ہے۔ وہ تو خود دینے والا ہے کما قال ''مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ'' (ذاریات۔ رکوع ۳) اگر طلب بھی کرے تو مالک حقیقی وہ ہی ہے تمام مال اسی کا ہے۔ مگر اس کے باوجود دین کے معاملہ میں جب خرچ کرنے کو کہتا ہے تو سارے مال کا مطالبہ نہیں کرتا بلکہ ایک تھوڑا سا حصہ طلب کیا جاتا ہے۔ وہ بھی اپنے لئے نہیں بلکہ تمہارے فائدہ کو۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ''حق تعالیٰ نے ملک فتح کرا دیئے مسلمانوں کو تھوڑے ہی دن (اپنی گرہ سے) پیسہ خرچ کرنا پڑا۔ پھر جتنا خرچ کیا تھا اس سے سو سو گنا ہاتھ لگا۔ اس مطلب سے (قرآن کریم میں کئی جگہ) فرمایا ہے کہ اللہ کو قرض دو۔''

◆ ۵ یعنی اگر اللہ تعالیٰ سختی کے ساتھ کل مال طلب کرنے لگے جو تم کو دے رکھا ہے تو کتنے مردان خدا ہیں جو کشادہ دلی اور خندہ پیشانی سے اس حکم پر لبیک کہیں گے۔ اکثر تو وہی ہونگے جو بخل اور تنگدلی کا ثبوت دیں گے مال خرچ کرنے کے وقت ان کے دل کی خفگی باہر ظاہر ہو جائے گی۔

◆ ۶ یعنی ایک حصہ خدا کے دیئے ہوئے مال کا اس کے راستہ میں اپنے نفع کی خاطر۔

◆ ۷ **مال خرچ کرنے میں تمہارا ہی فائدہ ہے** یعنی تمہارا دینا خود اپنے فائدہ کے لئے ہے۔ نہ دو گے تو اپنا ہی نقصان کرو گے۔ اللہ کو تمہارے دینے نہ دینے کی کیا پروا۔

◆ ۸ **اللہ کو مال کی ضرورت نہیں** حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ''یعنی مال خرچ کرنے کی جو تاکید سنتے ہو یہ نہ سمجھو کہ اللہ یا اس کا رسول مانگتا ہے۔ نہیں یہ تمہارے بھلے کو فرماتا ہے۔ پھر ایک کے ہزار ہزار پاؤ گے۔ ورنہ اللہ کو اور اس کے رسول کو کیا پروا ہے۔''

يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ۝۳۸ ع

دونہ ہوں گے تمہاری طرح کے ۱

ع ۱۰ ۸ ۴

اٰيَاتُهَا ۲۹ (۴۸) سُوْرَةُ الْفَتْحِ مَدَنِيَّةٌ (۱۱۱) رُكُوْعَاتُهَا ۴

سورۂ فتح مدینہ میں نازل ہوئی اس کی انتیس آیتیں ہیں اور چار رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝۱ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا

ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ تا معاف کرے تجھ کو اللہ جو

تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ

آگے ہو چکے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے ۳ اور پورا کر دے تجھ پر اپنا احسان ۴

وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝۲ وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ

اور چلائے تجھ کو سیدھی راہ ۵ اور مدد کرے تیری اللہ

نَصْرًا عَزِيْزًا ۝۳ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ

زبردست مدد ۶ وہی ہے جس نے اتارا اطمینان دل میں

الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ؕ وَلِلّٰهِ

ایمان والوں کے تاکہ اور بڑھ جائے ان کو ایمان اپنے ایمان کے ساتھ ۷ اور اللہ کے ہیں

جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا

سب لشکر آسمانوں کے اور زمین کے اور اللہ ہے خبردار

۱ یعنی اللہ تعالیٰ جس حکمت و مصلحت سے بندوں کو خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے اس کا حاصل ہونا کچھ تم پر منحصر نہیں۔ فرض کیجئے تم اگر بخل کرو اور اس کے حکم سے روگردانی کرو گے وہ تمہاری جگہ کوئی دوسری قوم کھڑی کر دے گا۔ جو تمہاری طرح بخیل نہ ہو گی بلکہ نہایت فراخ دلی سے اللہ کے حکم کی تعمیل اور اس کی راہ میں خرچ کرے گی۔ بہرکیف اللہ کی حکمت و مصلحت تو پوری ہو کر رہے گی۔ ہاں تم اس سعادت سے محروم ہو جاؤ گے۔

حدیث میں اہل فارس کی تعریف حدیث میں ہے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ دوسری قوم کون ہے جس کی طرف اشارہ ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا "اس کی قوم" اور فرمایا "خدا کی قسم اگر ایمان ثریا پر جا پہنچے تو فارس کے لوگ وہاں سے بھی اس کو اتار لائیں گے۔" الحمدللہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس بینظیر ایثار اور جوش ایمانی کا ثبوت دیا کہ ان کی جگہ دوسری قوم کو لانے کی نوبت نہ آئی۔ تاہم فارس والوں نے اسلام میں داخل ہو کر علم اور ایمان کا وہ شاندار مظاہرہ کیا اور ایسی زبردست دینی خدمات انجام دیں جنہیں دیکھ کر ہر شخص کو ناچار اقرار کرنا پڑتا ہے کہ بیشک حضور ﷺ کی پیشین گوئی کے موافق یہی قوم تھی جو بوقت ضرورت عرب کی جگہ پر کر سکتی تھی۔

امام ابوحنیفہؒ پیشینگوئی کا مصداق ہیں ہزار ہا علماء و ائمہ سے قطع نظر کر کے تنہا امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا وجود ہی اس پیشینگوئی کے صدق پر کافی شہادت ہے۔ بلکہ اس بشارت عظمیٰ کا کامل اور اولین مصداق امام صاحب ہی ہیں۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

تم سورۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بتوفیقہ واعانتہ فللہ الحمد والمنۃ۔

سورۃ الفتح

۲ **سورۂ فتح کے نزول کا پس منظر** اس سورت کی مختلف آیات میں متعدد واقعات کی طرف اشارہ ہے۔ بغرض سہولت فہم ان کو مختصراً یہاں لکھ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ (الف) آنحضرت ﷺ نے مدینہ میں خواب دیکھا کہ ہم مکہ میں امن و امان کے ساتھ داخل ہوئے اور عمرہ کر کے حلق و قصر کیا۔ آپ ﷺ نے یہ خواب صحابہؓ سے بیان فرمایا۔ گو آپ ﷺ نے مدت کی تعیین نہیں فرمائی تھی مگر شدت اشتیاق سے اکثروں کا خیال اس طرف گیا کہ اسی سال عمرہ میسر ہو گا اتفاقاً آپ ﷺ کا قصد بھی عمرہ کا ہو گیا۔ (ب) آپ ﷺ تقریباً ڈیڑھ ہزار آدمیوں کو ہمراہ لیکر بغرض عمرہ مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور "ہدی" بھی آپ کے ساتھ تھی۔ یہ خبر مکہ پہنچی تو قریش نے بہت سا مجمع کر کے اتفاق کر لیا کہ آپ ﷺ کو مکہ میں نہ آنے دیں گے۔ حالانکہ انکے ہاں حج و عمرہ سے دشمن کو بھی روکا نہیں جاتا تھا۔ بہرحال "حدیبیہ" پہنچ کر جو مکہ سے قریب ہے آپکی اونٹنی بیٹھ گئی اور کسی طرح اٹھنے کا نام نہ لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا "حَبَسَهَا حَابِسُ الْفِيْل" اور فرمایا کہ خدا کی قسم اہل مکہ مجھ سے جس بات کا مطالبہ کریں گے جس میں حرمات اللہ کی تعظیم قائم رہے میں منظور کرونگا۔ آخر آپ ﷺ نے وہیں قیام فرمایا (اسی مقام کو آج کل "شمیسی" کہتے ہیں)

واقعہ حدیبیہ (ج) آپ ﷺ نے مکہ والوں کے پاس قاصد بھیجا کہ ہم لڑنے نہیں آئے، ہم کو آنے دو، عمرہ کر کے چلے جائیں گے جب اس کا کچھ جواب نہ ملا تو آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو وہی پیام دیکر بھیجا اور بعض مسلمان مرد و عورت جو مکہ میں مغلوب و مظلوم تھے ان کو بشارت بھیجی کہ اب عنقریب مکہ میں اسلام غالب ہو جائے گا۔ حضرت عثمانؓ کو قریش نے روک لیا۔ ان کی واپسی میں جو دیر لگی یہاں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمانؓ قتل کر دیئے گئے۔ اس وقت آپ ﷺ نے اس خیال سے کہ شاید لڑائی کا موقع ہو جائے سب صحابہؓ سے درخت کے نیچے بیٹھ کر جہاد کی بیعت لی۔ جب قریش نے بیعت کی خبر سنی ڈر گئے اور حضرت عثمانؓ کو واپس بھیج دیا۔ (د) پھر مکہ کے چند رؤسا بغرض صلح آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صلح نامہ لکھنا قرار پایا۔ اس سلسلہ میں بعض امور پر بحث و تکرار بھی ہوئی

اور مسلمانوں کو غصہ اور جوش آیا کہ تلوار سے معاملہ ایک طرف کر دیا جائے۔ لیکن آخر حضور ﷺ نے مکہ والوں کے اصرار کے موافق سب باتیں منظور فرمالیں اور مسلمانوں نے بھی بے انتہا ضبط و تحمل سے کام لیا اور صلح نامہ تیار ہو گیا جس میں ایک شرط کفار کی طرف سے یہ تھی کہ آپ اس سال واپس چلے جایئے اور سال آئندہ غیر مسلح آ کر عمرہ کر لیجئے۔ اور یہ کہ فریقین میں دس سال تک لڑائی نہ ہوگی۔ اس مدت میں جو مرد ہمارے ہاں سے تمہارے پاس جائے اسے آپ اپنے پاس نہ رکھیں۔ اور جو تمہارا آدمی ہمارے ہاں آئے گا ہم واپس نہ کریں گے۔ صلح کا تمام معاملہ طے ہو جانے پر آپ ﷺ نے "حدیبیہ" ہی میں ھَدْی کا جانور ذبح کیا اور حلق و قصر کر کے احرام کھول دیا اور مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ (ہ) راستہ ہی میں یہ سورت (الفتح) نازل ہوئی۔ اور یہ سب واقعہ اواخر ۶ ھ میں پیش آیا۔ (و) "حدیبیہ" سے واپس تشریف لا کر اوائل ۷ ھ میں آپ ﷺ نے "خیبر" فتح کیا جو مدینہ سے شمالی جانب پر چار منزل پر شام کی سمت یہود کا ایک شہر تھا۔ اس حملہ میں کوئی شخص ان صحابہؓ کے علاوہ شریک نہ تھا جو "حدیبیہ" میں آپ کے ہمراہ تھے۔ (ز) سال آئندہ یعنی ذیقعد ۷ ھ میں آپ حسب معاہدہ عمرۃ القضاء کیلئے تشریف لے گئے اور امن و امان کے ساتھ مکہ پہنچ کر عمرہ ادا فرمایا۔ (ح) عہد نامہ میں جو دس سال تک لڑائی بند رکھنے کی شرط تھی قریش نے نقض عہد کیا۔ آپ ﷺ نے مکہ پر چڑھائی کر دی اور رمضان ۸ ھ میں اس کو فتح کر لیا۔

صلح حدیبیہ میں آنحضرت ﷺ کا پیغمبرانہ طرز عمل "حدیبیہ" کی صلح بظاہر ذلت و مغلوبیت کی صلح نظر آتی ہے اور شرائط صلح پڑھ کر بادی النظر میں یہی محسوس ہوتا ہے کہ تمام جھگڑوں کا فیصلہ کفار قریش کے حق میں ہوا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی صلح کی ظاہری سطح دیکھ کر سخت محزون و مضطرب تھے۔ وہ خیال کرتے تھے کہ اسلام کے چودہ پندرہ سو سر فروش سپاہیوں کے سامنے قریش اور ان کے طرفداروں کی جمعیت کیا چیز ہے۔ کیوں تمام نزاعات کا فیصلہ تلوار سے نہیں کر دیا جاتا۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں ان احوال و نتائج کو دیکھ رہی تھیں جو دوسروں کی نگاہوں سے اوجھل تھے اور اللہ نے آپ ﷺ کا سینہ سخت سے سخت ناخوشگوار واقعات پر تحمل کرنے کے لئے کھول دیا تھا۔ آپ ﷺ بےمثال استغناء اور توکل و تحمل کے ساتھ ان کی ہر شرط قبول فرماتے رہے اور اپنے اصحاب کو "اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ" کہہ کر تسلی دیتے رہے۔ یعنی اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے۔

صلح حدیبیہ فتح مبین ہے تا آنکہ یہ سورت نازل ہوئی اور خداوند قدوس نے اس صلح اور فیصلہ کا نام "فتح مبین" رکھا لوگ اس پر بھی تعجب کرتے تھے کہ یا رسول اللہ کیا یہ فتح ہے فرمایا ہاں بہت بڑی فتح۔ حقیقت یہ ہے کہ صحابہؓ کی بیعت جہاد اور معمولی چھیڑ چھاڑ کے بعد کفار معاندین کا مرعوب ہو کر صلح کی طرف جھکنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا باوجود جنگ اور انتقام پر کافی قدرت رکھنے کے ہر موقع پر اغماض اور عفو و درگذر سے کام لینا اور محض تعظیم بیت اللہ کی خاطر انکے بیہودہ مطالبات پر قطعاً برافروختہ نہ ہونا۔ یہ واقعات ایک طرف اللہ کی خصوصی مدد و رحمت کے استجلاب کا ذریعہ بنتے تھے اور دوسری جانب دشمنوں کے قلوب پر اسلام کی اخلاقی اور روحانی طاقت اور پیغمبر علیہ السلام کی شان پیغمبری کا سکہ بٹھا رہے تھے۔ گو عہد نامہ لکھتے وقت ظاہر بینوں کو کفار کی جیت نظر آتی تھی۔ لیکن ٹھنڈے دل سے فرصت میں بیٹھ کر غور کرنے والے خوب سمجھتے تھے کہ فی الحقیقت تمام تر فیصلہ حضور ﷺ کے حق میں ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا نام "فتح مبین" رکھ کر متنبہ کر دیا کہ یہ صلح اس وقت بھی فتح ہے اور آئندہ کے لئے بھی آپ کے حق میں بیشمار فتوحات ظاہری و باطنی کا دروازہ کھولتی ہے۔

صلح کے بہتر نتائج اس صلح کے بعد کافروں اور مسلمانوں کو باہم اختلاط اور بے تکلف ملنے جلنے کا موقع ہاتھ آیا۔ کفار، مسلمانوں کی زبان سے اسلام کی باتیں سنتے اور ان مقدس مسلمانوں کے احوال و اطوار کو دیکھتے تو خود بخود ایک کشش اسلام کی طرف ہوتی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ صلح "حدیبیہ" سے فتح مکہ تک یعنی تقریباً دو سال کی مدت میں اتنی کثرت سے لوگ مشرف باسلام ہوئے کہ کبھی اس قدر نہ ہوئے تھے۔ خالد بن الولید اور عمرو بن العاص جیسے نامور صحابہ اسی دوران میں اسلام کے حلقہ بگوش بنے۔ یہ جسموں کو نہیں، دلوں کو فتح کر لینا اسی صلح

حدیبیہ کی اعظم ترین برکت تھی۔ اب جماعت اسلام چاروں طرف اس قدر پھیل گئی اور اتنی بڑھ گئی تھی کہ مکہ معظمہ کو فتح کر کے ہمیشہ کے لئے شرک کی گندگی سے پاک کر دینا بالکل سہل ہو گیا۔ "حدیبیہ" میں حضور ﷺ کے ہمراہ صرف ڈیڑھ ہزار جانباز تھے لیکن دو برس کے بعد مکہ معظمہ کی فتح عظیم کے وقت دس ہزار کا لشکر جرار آپ کے ہمرکاب تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ نہ صرف فتح مکہ اور فتح خیبر، بلکہ آئندہ کی کل فتوحات اسلامیہ کے لئے صلح حدیبیہ بطور اساس و بنیاد اور زریں دیباچہ کے تھی۔ اور اس تحمل و توکل اور تعظیم حرمات اللہ کی بدولت جو صلح کے سلسلہ میں ظاہر ہوئی، جن علوم و معارف قدسیہ اور باطنی مقامات و مراتب کا فتح باب ہوا ہوگا اس کا اندازہ تو کون کر سکتا ہے، ہاں تھوڑا سا اجمالی اشارہ حق تعالیٰ نے ان آیتوں میں فرمایا ہے یعنی جیسے سلاطین دنیا کسی بہت بڑے فاتح جنرل کو خصوصی اعزاز و اکرام سے نوازتے ہیں،

صلح کے صلہ میں آنحضرت ﷺ کو خصوصی انعامات خداوند قدوس نے اس فتح مبین کے صلہ میں آپ کو چار چیزوں سے سرفراز فرمایا۔ جن میں پہلی چیز غفران ذنوب ہے (ہمیشہ سے ہمیشہ تک کی سب کوتاہیاں جو آپ کے مرتبہ رفیع کے اعتبار سے کوتاہی سمجھی جائیں بالکلیہ معاف ہیں) یہ بات اللہ تعالیٰ نے اور کسی بندہ کے لئے نہیں فرمائی مگر حدیث میں آیا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد حضور ﷺ اس قدر عبادت اور محنت کرتے تھے کہ راتوں کو کھڑے کھڑے پاؤں سوج جاتے تھے۔ اور لوگوں کو دیکھ کر رحم آتا تھا۔ صحابہ عرض کرتے کہ یا رسول اللہ! آپ اس قدر محنت کیوں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما چکا۔ فرماتے۔ " اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا " (تو کیا میں اس کا شکر گذار بندہ نہ بنوں) ظاہر ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی ایسی بشارت اسی بندہ کو سنائیں گے جو نڈر نہ ہو جائے بلکہ اور زیادہ خدا تعالیٰ سے ڈرنے لگے۔ شفاعت کی طویل حدیث میں ہے کہ جب مخلوق جمع ہو کر حضرت مسیح علیہ السلام کے پاس جائیگی تو وہ فرمائیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ جو خاتم النبیین ہیں اور جن کی اگلی پچھلی سب خطائیں اللہ تعالیٰ معاف کر چکا ہے (یعنی اس مقام شفاعت میں اگر بالفرض کوئی تقصیر بھی ہو جائے تو وہ بھی عفو عام کے تحت میں پہلے ہی آ چکی ہے) بجز ان کے اور کسی کا یہ کام نہیں۔

◆ یعنی صرف تقصیرات سے درگذر نہیں بلکہ جو کچھ ظاہری و باطنی اور مادی و روحی انعام و احسان اب تک ہو چکے ہیں ان کی پوری تکمیل و تتمیم کی جائے گی۔

◆ **آنحضرت ﷺ کی دائمی استقامت** یعنی تجھ کو ہدایت و استقامت کی سیدھی راہ پر ہمیشہ قائم رکھے گا۔ معرفت و شہود کے غیر محدود مراتب پر فائز ہونے اور ابدان و قلوب پر اسلام کی حکومت قائم کرنیکی راہ میں تیرے لئے کوئی رکاوٹ حائل نہ ہو سکے گی۔ لوگ جوق در جوق تیری ہدایت سے اسلام کے سیدھے راستہ پر آ جائینگے۔ اور اس طرح تیرے اجور و حسنات کے ذخیرہ میں بیشمار اضافہ ہوگا۔

◆ **فتح و نصرت کا وعدہ** یعنی اللہ کی ایسی مدد آئیگی جسے کوئی نہ روک سکے گا نہ دبا سکے گا۔ اور اسی کی مدد سے فتح و ظفر تیرے قدموں کے ساتھ ساتھ ہوگی۔ سورۂ "نصر" میں فرمایا کہ جب خدا کی طرف سے مدد اور فتح آ جائے اور لوگ دین الٰہی میں فوج در فوج داخل ہونے لگیں تو اللہ کی تسبیح و تحمید اور اس سے استغفار کیجئے۔ ظاہر ہے کہ اس فتح مبین پر بھی آپ نے استغفار کیا ہوگا تو اس کے جواب میں " لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ " الخ کا مضمون اور بھی زیادہ صاف ہو جاتا ہے۔ نبه علیه ابن جریر رحمه الله تعالیٰ

◆ **صحابہ کرام کے ایمان میں زیادتی** اطمینان اتارا۔ یعنی باوجود خلاف طبع ہونے کے رسول کے حکم پر جمے رہے۔ ضدی کافروں کے ساتھ ضد نہیں کرنے لگے۔ اس کی برکت سے ان کے ایمان کا درجہ بڑھا اور مراتب عرفان و ایقان میں ترقی ہوئی۔ انہوں نے اول بیعت جہاد کر کے ثابت کر دیا تھا کہ ہم اللہ کی راہ میں لڑنے مرنے کے لئے تیار ہیں۔ یہ ایمان کا ایک رنگ تھا اسکے بعد جب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسلمانوں کے جذبات کے خلاف اللہ کے حکم سے صلح منظور کر لی تو ان کے ایمان کا دوسرا رنگ یہ تھا کہ اپنے پرجوش جذبات و عواطف کو زور سے دبا کر اللہ و رسول کے فیصلہ کے آگے گردن انقیاد خم کر دی۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنه۔

حَكِيْمًا ۝۴ لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ

حکمت والا ◆ تا کہ پہنچادے ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں کو باغوں میں

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ يُكَفِّرَ

نیچے بہتی ہیں ان کے نہریں ہمیشہ رہیں ان میں اور اتار دی

عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا

ان پر سے ان کی برائیاں ◆ اور یہ ہے اللہ کے یہاں بڑی

عَظِيْمًا ۝۵ وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ

مراد ملنی ◆ اور تا کہ عذاب کرے دغاباز مردوں کو اور دغاباز عورتوں کو اور

الْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ

شرک والے مردوں اور شرک والی عورتوں کو ◆ جو اٹکلیں کرتے ہیں اللہ پر بری

السَّوْءِ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۚ وَ غَضِبَ اللّٰهُ

اٹکلیں ◆ انہی پر پڑے پھیر مصیبت کا ◆ اور غصہ ہوا اللہ

عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ

ان پر اور لعنت کی ان کو اور تیار کی ان کے واسطے دوزخ اور بری

مَصِيْرًا ۝۶ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ

جگہ پہنچے اور اللہ کے ہیں سب لشکر آسمانوں کے اور زمین کے

وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝۷ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ

اور ہے اللہ زبردست حکمت والا ◆ ہم نے تجھ کو بھیجا

① **زمین و آسمان کے لشکر** یعنی وہی جانتا ہے کہ کس وقت قتال کا حکم دینا تمہارے لئے مصلحت ہے اور کس موقع پر قتال سے باز رکھنا اور صلح کرنا حکمت ہے۔ تم کو اگر قتال کا حکم ہو تو کبھی کفار کی کثرت کا خیال کر کے پس و پیش نہ کرنا کیونکہ آسمان و زمین کے لشکروں کا مالک وہی ہے جو تمہاری قلت کے باوجود اپنے غیبی لشکروں سے مدد کر سکتا ہے جیسے "بدر" "احزاب" اور "حنین" وغیرہ میں کی۔ اور اگر صلح کرنے اور قتال سے رکنے کا حکم دے تو اسی کی تعمیل کرو۔ یہ خیال نہ کرنا کہ افسوس صلح ہوئی اور کفار بچ نکلے ان کو سزا نہ ملی اگر قتال کا حکم ہو جاتا تو ہم ان کو ہلاک کر ڈالتے۔ کیونکہ ان کا ہلاک ہونا کچھ تم پر موقوف نہیں۔ ہم چاہیں تو اپنے دوسرے لشکروں سے ہلاک کر سکتے ہیں۔ بہرحال زمین و آسمان کے لشکروں کا مالک اگر صلح کا حکم دے گا تو ضرور اسی میں بہتری اور حکمت ہوگی۔

② **حدیبیہ کے شرکاء کیلئے وعدۂ جنت** جب حضور ﷺ نے "انا فتحنا لک فتحا مبینا" الخ پڑھ کر صحابہؓ کو سنائی تو انہوں نے آپ کی خدمت میں مبارکباد عرض کی اور کہا یا رسول اللہ! یہ تو آپ ﷺ کیلئے ہوا۔ ہمارے لئے کیا ہے۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں یعنی اللہ نے اطمینان و سکینہ اتار کر مومنین کا ایمان بڑھایا۔ تا انہیں نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ جنت میں داخل کرے اور ان کی برائیوں اور کمزوریوں کو معاف فرما دے۔ حدیث میں ہے کہ جن اصحاب نے حدیبیہ میں بیعت کی ان میں سے ایک بھی دوزخ میں داخل نہ ہوگا۔ **تنبیہ** مومنات کا ذکر تعمیم کے لئے ہے۔ یعنی مرد ہو یا عورت کسی کی محنت اور ایمانداری ضائع نہیں جاتی۔ احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اس سفر میں حضور ﷺ کے ہمراہ تھیں۔

③ **جنت ہی نور عظیم ہے** بعض بطال صوفی یا کوئی مغلوب الحال بزرگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ جنت طلب کرنا ناقصوں کا کام ہے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ اللہ کے ہاں یہی بڑا کمال ہے۔

④ یعنی مومنین کے دلوں میں صلح کی طرف سے اطمینان پیدا کر کے اسلام کی جڑ مضبوط کر دی اور اسلامی فتوحات و ترقیات کا دروازہ کھول دیا جو انجام کار سبب ہے کافروں اور منافقوں پر مصیبت ٹوٹنے اور ان کو پوری طرح سزا ملنے کا۔

⑤ **کفار و منافقین کے برے اندازے** "بری اٹکلیں" یہ کہ مدینے سے چلتے وقت منافق (بجز ایک جد بن قیس کے) مسلمانوں کے ساتھ نہیں آئے، بہانے کر کے بیٹھ رہے۔ دل میں سوچا کہ مڈبھیڑ ضرور ہو کر رہے گی۔ یہ مسلمان لڑائی میں تباہ ہونگے۔ ایک بھی زندہ واپس نہ آئیگا۔ کیونکہ وطن سے دور، فوج کم، اور دشمن کا دیس ہوگا ہم کیوں ان کے ساتھ اپنے کو ہلاکت میں ڈالیں اور کفار مکہ نے یہ خیال کیا کہ مسلمان بظاہر "عمرے" کے نام سے آرہے ہیں اور فریب و دغا سے چاہتے ہیں کہ مکہ معظمہ ہم سے چھین لیں۔

⑥ یعنی زمانہ کی گردش اور مصیبت کے چکر میں آکر رہینگے کہاں تک احتیاطیں اور پیش بندیاں کریں گے۔

⑦ یعنی وہ سزا دینا چاہے تو کون بچا سکتا ہے۔ خدائی لشکر ایک لمحہ میں پیس کر رکھ دے۔ مگر وہ زبردست ہونے کے ساتھ حکمت والا بھی ہے۔ حکمت الٰہی مقتضی نہیں کہ فوراً ہاتھوں ہاتھ ان کا استیصال کیا جائے۔

شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۙ ⑧ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ

احوال بتانے والا اور خوشی اور ڈر سنانے والا ① تاکہ تم لوگ یقین لاؤ اللہ پر اور

رَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ۗ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً

اس کے رسول پر اور اس کی مدد کرو اور اس کی عظمت رکھو ② اور اس کی پاکی بولتے رہو صبح

وَّاَصِيْلًا ⑨ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ

اور شام ③ تحقیق جو لوگ بیعت کرتے ہیں تجھ سے وہ بیعت کرتے ہیں

اللّٰهَ ۗ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ

اللہ سے اللہ کا ہاتھ ہے اوپر ان کے ہاتھ کے ④ پھر جو کوئی قول توڑے

فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ

سو توڑتا ہے اپنے نقصان کو اور جو کوئی پورا کرے اس چیز کو جس پر اقرار کیا

عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ع ⑩ سَيَقُوْلُ

ع ۹

اللہ سے تو وہ اس کو دے گا بدلہ بہت بڑا ⑤ اب کہیں گے

لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا

تجھ سے پیچھے رہ جانے والے گنوار ہم کام میں لگے رہ گئے اپنے مالوں کے

وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ

اور گھر والوں کے سو ہمارا گناہ بخشوا ⑥ وہ کہتے ہیں اپنی زبان سے

مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۗ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ

جو ان کے دل میں نہیں ⑦ تو کہہ کس کا کچھ بس چلتا ہے

۱ یعنی آپ اللہ کے فرمانبرداروں کو خوشی اور نافرمانوں کو ڈر سناتے ہیں اور خود اپنے احوال بتلاتے ہیں جیسے " اِنَّا فَتَحْنَا " سے یہاں تک تینوں قسم کے مضامین آچکے۔ اور آخرت میں بھی اپنی امت پر نیز انبیاء علیہم السلام کے حق میں گواہی دینگے۔

۲ تُعَزِّرُوْهُ اور تُوَقِّرُوْهُ کی ضمیریں اگر اللہ کی طرف راجع ہوں تو اللہ کی مدد کرنے سے مراد اس کے دین اور پیغمبر کی مدد کرنا ہے اور اگر رسول کی طرف راجع ہوں تو پھر کوئی اشکال نہیں۔

۳ یعنی اللہ کی پاکی بیان کرتے رہو۔ خواہ نمازوں کے ضمن میں یا نمازوں سے باہر۔

۴ **آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر صحابہ کی بیعت کی فضیلت** لوگ حضور ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر بیعت کرتے تھے اس کو فرمایا کہ نبی کے ہاتھ پر بیعت کرنا گویا خدا سے بیعت کرنا ہے کیونکہ حقیقت میں نبی خدا ہی کی طرف سے بیعت لیتا ہے اور اسی کے احکام کی تعمیل و تاکید بیعت کے ذریعہ سے کراتا ہے۔ فھذا کما قال "مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ" (نساء۔ رکوع ۱۱) و کما قال۔ " وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى " (انفال۔ رکوع ۲) جب بیعت نبوی کی حقیقت یہ ہوئی تو یقیناً خدا تعالیٰ کا دست شفقت وحمایت انکے ہاتھوں کے اوپر ہوگا۔ تنبیہ حضور ﷺ صحابہؓ سے کبھی اسلام پر کبھی جہاد پر کبھی کسی دوسرے امر خیر پر بیعت لیتے تھے۔ صحیح مسلم میں " وَعَلَى الْخَيْرِ " کا لفظ آیا ہے۔ مشائخ طریقت کی بیعت اگر بطریق مشروع ہو تو اسی لفظ کے تحت میں مندرج ہوگی۔ "حدیبیہ" میں اس بات پر بیعت لی گئی کہ مرتے دم تک میدان جہاد سے نہیں بھاگیں گے۔

۵ **بیعت کے عہد کو پورا کرنے کی فضیلت** یعنی بیعت کے وقت جو قول و قرار کیا ہے، اگر کوئی اس کو توڑیگا تو اپنا ہی نقصان کریگا۔ اللہ و رسول کو کچھ ضرر نہیں پہنچتا۔ اسی کو عہد شکنی کی سزا ملے گی۔ اور جس نے استقامت دکھلائی اور اپنے عہد و پیمان کو مضبوطی کے ساتھ پورا کیا تو اس کا بدلہ بھی بہت پورا ملے گا۔

۶ **منافقین کے حیلے بہانوں کی خبر** مدینہ سے روانہ ہوتے وقت آپ ﷺ نے اپنی روانگی کا اعلان کر دیا اور مسلمانوں کو ساتھ چلنے کے لئے ابھارا تھا۔ شاید قرائن سے آپ کو بھی لڑائی کا احتمال ہو۔ اس پر دیہاتی گنوار جن کے دلوں میں ایمان راسخ نہ ہوا تھا، جان چرا کر بیٹھ رہے۔ اور آپس میں کہنے لگے کہ بھلا ہم ایسی قوم کی طرف جائینگے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھر (مدینہ) میں آکر ان کے کتنے ساتھیوں کو قتل کر گئی۔ اب ہم اس کے گھر جا کر اس سے لڑینگے؟ تم دیکھ لینا اب یہ اور ان کے ساتھی اس سفر سے واپس آنے والے نہیں سب وہیں کھیت رہیں گے۔ ان آیات میں حق تعالیٰ نے ان کے نفاق کا پردہ فاش کیا ہے آپ کو مدینہ پہنچنے سے قبل راستہ میں بتلا دیا کہ تمہارے صحیح وسالم واپس جانے پر وہ لوگ اپنی غیر حاضری کے جھوٹے عذر اور حیلے بہانے کرتے ہوئے آئینگے اور کہیں گے کہ کیا کہئے ہم کو گھر بار کے دھندوں سے فرصت نہ ملی۔ کوئی ہمارے پیچھے مال اور اہل و عیال کی خبر لینے والا نہ تھا بہر حال ہم سے کوتاہی ضرور ہوئی۔ اب اللہ سے ہمارا قصور معاف کرا دیجئے۔

۷ یعنی دل میں جانتے ہیں کہ یہ عذر بالکل غلط ہے اور استغفار کی درخواست کرنا بھی محض ظاہر داری کے لئے ہے، سچے دل سے نہیں وہ دل میں نہ اس کو گناہ سمجھتے ہیں نہ آپ پر اعتقاد رکھتے ہیں۔

مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ

اللہ سے تمہارے واسطے ۔ اگر وہ چاہے تمہارا نقصان ۔ یا چاہے

بِكُمْ نَفْعًا ۭ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝۱۱

تمہارا فائدہ ۔ بلکہ اللہ ہے ۔ تمہارے سب کاموں سے خبردار ۱

بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ

کوئی نہیں تم نے تو خیال کیا تھا ۔ کہ پھر کر نہ آئے گا رسول ۔ اور مسلمان

اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ

اپنے گھر کبھی ۔ اور کھب گیا (بھلا نظر آیا) ۔ تمہارے دل میں یہ خیال

وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ښ وَكُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا ۝۱۲

اور اٹکل کی تم نے ۔ بری اٹکلیں ۔ اور تم لوگ تھے تباہ ہونے والے ۲

وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا

اور جو کوئی یقین نہ لائے ۔ اللہ پر ۔ اور اس کے رسول پر ۔ تو ہم نے تیار کر رکھی ہے

لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ۝۱۳ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ

منکروں کے واسطے دہکتی آگ ۔ اور اللہ کے لیے ہے ۔ راج آسمانوں کا اور زمین کا

يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ

بخشے جس کو چاہے ۔ اور عذاب میں ڈالے جس کو چاہے ۔ اور ہے اللہ

غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۱۴ سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ

بخشنے والا مہربان ۳ ۔ اب کہیں گے پیچھے رہ گئے ہوئے ۔ جب تم چلو گے

۱ **منافقین کو ان کے بہانوں کا جواب** یعنی ہر طرح کا نفع و نقصان اللہ کے قبضہ میں ہے جس کی مشیت و ارادہ کے سامنے کسی کا کچھ بس نہیں چلتا۔ اس کو منظور نہیں تھا کہ تم کو اس سفر مبارک کی شرکت کے فوائد نصیب ہوں۔ نہ اب یہ منظور ہے کہ میں تمہارے لئے استغفار کروں۔ اس نے تمہاری حیلہ تراشی سے قبل ہی ہم کو ان جھوٹے اعذار پر مطلع کر دیا تھا۔ بہرحال اس نے ارادہ کر لیا ہے کہ تمہارے اعمال و حرکات کی بدولت "غزوۂ حدیبیہ" کی گوناگوں برکات و فوائد کی طرف سے تم کو نقصان اور گھاٹے میں رکھے اور ہاں تم کہتے ہو کہ اپنے مال اور گھر والوں کی حفاظت کی وجہ سے سفر میں نہ جا سکے، تو کیا خدا اگر تمہارے مال و اولاد وغیرہ میں نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے۔ تم گھر میں رہ کر اسے روک دو گے۔ یا فرض کرو اللہ تم کو کچھ فائدہ مال و عیال میں پہنچانا چاہے اور تم سفر میں ہو، تو کیا اسے کوئی روک سکتا ہے۔ جب نفع و نقصان کو کوئی روک نہیں سکتا تو اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی کے مقابلہ میں ان چیزوں کی پروا کرنا محض حماقت و ضلالت ہے، ان حیلوں بہانوں سے مت سمجھو کہ ہم اللہ کو خوش کر لینگے بلکہ یاد رکھو اللہ تمہارے سب کھلے چھپے اعمال و احوال کی پوری خبر رکھتا ہے۔

۲ **منافقین کے پیچھے رہ جانے کی اصل وجہ** یعنی واقع میں تمہارے نہ جانے کا سبب یہ نہیں جو بیان کر رہے ہو بلکہ تمہارا خیال یہ تھا کہ اب پیغمبر اور مسلمان اس سفر سے بچ کر واپس نہ آئینگے۔ یہ ہی تمہاری دلی آرزو تھی اور یہ غلط اٹکل اور تخمینہ تمہارے دلوں میں خوب جم گیا تھا۔ اسی لئے اپنی حفاظت اور نفع کی صورت تم نے علیحدہ رہنے میں سمجھی۔ حالانکہ یہ صورت تمہارے خسران اور تباہی کی تھی اور اللہ جانتا تھا کہ یہ تباہ و برباد ہونے والے ہیں۔

۳ یعنی جس کو وہ بخشنا نہ چاہے، میں کیسے بخشواؤں، ہاں اس کی مہربانی ہو تو تم کو توبہ کی توفیق مل جائے اور بخشش ہو جائے۔ اس کی رحمت بہرحال غضب پر سابق ہے۔

إِلَىٰ مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ

غنیمتیں لینے کو چھوڑو ہم بھی چلیں تمہارے ساتھ

يُرِيدُونَ أَن يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ ۚ قُل لَّن تَتَّبِعُونَا

چاہتے ہیں کہ بدل دیں کہا اللہ کا تو کہہ دے تم ہمارے ساتھ ہرگز نہ چلو گے

كَذَٰلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِن قَبْلُ ۚ فَسَيَقُولُونَ بَلْ

یونہی کہہ دیا اللہ نے پہلے سے ① پھر اب کہیں گے نہیں

تَحْسُدُونَنَا ۚ بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٥﴾

تم تو جلتے ہو ہمارے فائدہ سے ② کوئی نہیں پر وہ نہیں سمجھتے ہیں مگر تھوڑا سا ③

قُل لِّلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ إِلَىٰ

کہہ دے پیچھے رہ جانے والے گنواروں سے آئندہ تم کو بلائیں گے

قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ ۚ

ایک قوم پر بڑے سخت لڑنے والے تم ان سے لڑو گے یا وہ مسلمان ہوں گے

فَإِن تُطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا ۚ وَإِن

پھر اگر حکم مانو گے دے گا تم کو اللہ بدلہ اچھا ④ اور اگر

تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُم مِّن قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا

پلٹ جاؤ گے جیسے پلٹ گئے تھے پہلی بار دے گا تم کو ایک عذاب

أَلِيمًا ﴿١٦﴾ لَّيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ

دردناک ⑤ اندھے پر تکلیف نہیں اور نہ لنگڑے پر

۱ **خیبر کے جہاد میں ان منافقین کو ساتھ لینے کی ممانعت** "حدیبیہ" سے واپس ہو کر حضور ﷺ کو "خیبر" پر چڑھائی کرنیکا حکم ہوا۔ جہاں غدار یہود آباد تھے جو بدعہدی کر کے جنگ "احزاب" میں کافر قوموں کو مدینہ پر چڑھالائے تھے۔ حق تعالیٰ نے حضور ﷺ کو خبر دی کہ وہ گنوار جو "حدیبیہ" نہیں گئے، اب "خیبر" کے معرکہ میں تمہارے ساتھ چلنے کو کہیں گے۔ کیونکہ وہاں خطرہ کم اور غنیمت کی امید زیادہ ہے۔ آپ ان سے فرمادیں کہ تمہاری استدعا سے پیشتر اللہ ہم کو کہہ چکا ہے کہ تم (اس سفر میں) ہمارے ساتھ ہرگز نہیں جاؤ گے۔ اندریں صورت کیا تم ہمارے ساتھ جا سکتے ہو۔ اگر جاؤ گے تو یہ معنی ہونگے کہ گویا اللہ کا کہا بدل دیا گیا جو کسی طرح ممکن نہیں۔

۲ یعنی اللہ نے کچھ بھی نہیں فرمایا۔ محض یہ چاہتے ہو کہ ہمارا فائدہ نہ ہو۔ سب مال غنیمت بلا شرکت غیرے تمہارے ہی ہاتھ آجائے۔

۳ یعنی بہت تھوڑی سمجھ ہے۔ احمق یہ نہیں سمجھتے کہ مسلمانوں کے زہد و قناعت کا کیا حال ہے۔ کیا وہ مال کے حریص ہیں؟ جو تم پر حسد کریں گے؟ اور پیغمبر از راہ حسد خدا پر جھوٹ بول دے گا؟ العیاذ باللہ۔

۴ **آئندہ ہونے والے معرکوں کی خبر** یعنی ذرا صبر کرو۔ اس لڑائی میں تو نہیں جا سکتے لیکن آگے بہت معرکے پیش آنے ہیں۔ بڑی سخت جنگجو قوموں سے مسلمانوں کے مقابلے ہوں گے جن کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہیگا جب تک کہ وہ قومیں مسلمان ہو کر یا جزیہ وغیرہ دیکر اسلام کی مطیع ہو جائیں۔ اگر واقعی تم کو شوق جہاد ہے تو اس وقت میدان میں آکر داد شجاعت دینا۔ اس موقع پر خدا کا حکم مانو گے تو اللہ بہترین بدلہ دیگا۔ تنبیہ "ان جنگجو قوموں" سے "بنو حنیفہ" وغیرہ مراد ہیں جو "مسیلمہ کذاب" کی قوم تھی یا "ہوازن و ثقیف" وغیرہ جن سے "حنین" میں مقابلہ ہوا یا وہ مرتدین جن پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فوج کشی کی۔ فارس و روم اور کرد وغیرہ جن سے خلفائے راشدین کے زمانہ میں لڑائیاں ہوئیں۔ ان میں بہت سے بے لڑے بھڑے مسلمان ہوئے اور مال غنیمت بھی بہت آیا۔

۵ یعنی جیسے پہلے "حدیبیہ" جانے سے پیچھے ہٹ گئے تھے اگر آئندہ ان معرکوں سے پیچھے ہٹے تو اللہ سخت دردناک سزا دیگا۔ شاید آخرت سے پہلے دنیا ہی میں مل جائے۔

حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ۗ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ

تکلیف ۔ اور نہ بیمار پر تکلیف ◆ اور جو کوئی حکم مانے اللہ کا

وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

اور اس کے رسول کا ۔ اس کو داخل کرے گا باغوں میں ۔ جن کے نیچے بہتی ہیں

الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۷﴾

نہریں ۔ اور جو کوئی پلٹ جائے ۔ اس کو عذاب دے گا دردناک ◆

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ

تحقیق اللہ خوش ہوا ۔ ایمان والوں سے ۔ جب بیعت کرنے لگے تجھ سے

تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ

اس درخت کے نیچے ◆ پھر معلوم کیا جو ان کے جی میں تھا ◆ پھر اتارا

السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾ وَّمَغَانِمَ

ان پر اطمینان ۔ اور انعام دیا ان کو ایک فتح نزدیک ۔ اور بہت

كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۹﴾

غنیمتیں ۔ جن کو وہ لیں گے ◆ اور ہے اللہ زبردست حکمت والا ◆

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ

وعدہ کیا ہے تم سے اللہ نے بہت غنیمتوں کا ۔ کہ تم ان کو لو گے ۔ سو جلدی پہنچادی

لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ

تم کو یہ غنیمت ◆ اور روک دیا ۔ لوگوں کے ہاتھوں کو ۔ تم سے ◆ اور تا کہ ایک نمونہ ہو

۱ یعنی جہاد ان معذور لوگوں پر فرض نہیں۔

۲ یعنی تمام امور اور معاملات میں عام ضابطہ یہ ہے۔

۳ **بیعت رضوان** وہ کیکر کا درخت تھا حدیبیہ میں۔ غالباً " لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ " الخ فرمانے کی وجہ ہی سے اس بیعت کو "بیعۃ الرضوان" کہتے ہیں۔ شروع سورت میں اس کا مفصل قصہ گذر چکا۔

۴ یعنی ظاہر کا اندیشہ اور دل کا توکل، حسن نیت، صدق و اخلاص اور حب اسلام وغیرہ۔ **تنبیہ** عموماً مفسرین نے " مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ " سے یہ ہی مراد لیا ہے مگر ابوحیان کہتے ہیں کہ صلح اور شرائط صلح کی طرف سے دلوں میں جو رنج و غم اور اضطراب تھا وہ مراد ہے اور آگے " فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْھِمْ " اس پر زیادہ چسپاں ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

۵ **نزول سکینہ اور فتح خیبر** یعنی فتح خیبر جو حدیبیہ سے واپسی کے بعد فوراً مل گئی اور مال غنیمت بہت آیا جس سے صحابہ آسودہ ہو گئے۔

۶ یعنی اپنے زور و حکمت سے حدیبیہ کی کسر یہاں نکال دی۔ اور اسی طرح کا قصہ فتح مکہ اور حنین میں ہوا۔

۷ یعنی آگے چل کر بیشمار غنیمتیں ملنے والی ہیں۔ ان میں کا یہ ایک حصہ غزوہ خیبر میں دلوا دیا۔

۸ **خیبر میں مسلمانوں کی حفاظت** یعنی عام لڑائی نہ ہونے دی۔ اور حدیبیہ یا خیبر میں کفار کے ہاتھوں سے تم کو کچھ ضرر نہ پہنچنے دیا اور تمہاری غیبت میں تمہارے اہل و عیال وغیرہ پر کوئی دست درازی نہ کر سکا۔

اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝۲۰

قدرت کا ◆ مسلمانوں کے واسطے ◆ اور چلائے تم کو سیدھی راہ ◆

وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ؕ

اور ایک فتح اور جو تمہارے بس میں نہ آئی وہ اللہ کے قابو میں ہے

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ۝۲۱ وَلَوْ قٰتَلَكُمُ

اور اللہ ہر چیز کر سکتا ہے ◆ اور اگر لڑتے تم سے

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا

کافر تو پھیرتے پیٹھ پھر نہ پاتے کوئی حمایتی

وَّلَا نَصِيْرًا ۝۲۲ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ

اور نہ مددگار ◆ رسم پڑی ہوئی اللہ کی جو چلی آتی ہے

قَبْلُ ۚۖ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۝۲۳ وَهُوَ

پہلے سے اور تو ہرگز نہ دیکھے گا اللہ کی رسم کو بدلتے ◆ اور وہی ہے

الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ

جس نے روک رکھا ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے

بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ؕ

بیچ شہر مکہ کے بعد اس کے کہ تمہارے ہاتھ لگا دیا ان کو ◆

وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۝۲۴ هُمُ الَّذِيْنَ

اور ہے اللہ جو کچھ تم کرتے ہو دیکھتا ◆ یہ وہی لوگ ہیں

① یعنی مسلمان سمجھ لیں کہ اللہ کی قدرت کیسی ہے اور ان کا درجہ اس کے ہاں کیا ہے اور یہ کہ اسی طرح آیندہ کے وعدے بھی پورے ہو کر رہیں گے۔

② یعنی اللہ کے وعدوں پر وثوق اور اس کی لامحدود قدرت پر بھروسہ ہوگا تو اور زیادہ طاعت وفرمانبرداری کی ترغیب ہوگی۔ یہ ہی سیدھی راہ ہے۔

③ **فتح مکہ کا انعام** یعنی اس بیعت کے انعام میں فتح خیبر دی۔ اور مکہ کی فتح جو اس وقت ہاتھ نہ لگی وہ بھی مل ہی چکی ہے۔ کیونکہ اللہ نے اس کا وعدہ کر لیا اور فی الحقیقت عالم اسباب میں وہ نتیجہ اسی صلح حدیبیہ کا ہے۔

④ **جنگ ہوتی تو تم غالب رہتے** یعنی لڑائی ہوتی تو تم ہی غالب رہتے اور کفار پیٹھ پھیر کر بھاگتے کوئی مددگار ان کو آفت سے نہ بچا سکتا۔ مگر اللہ کی حکمت اسی کو مقتضی ہوئی کہ فی الحال صلح ہو جائے۔ اور اس کی عظیم الشان برکات سے مسلمان مستفید ہوں۔

⑤ **اللہ کی سنت میں تبدیلی نہیں ہوتی** یعنی جب اہل حق اور اہل باطل کا کسی فیصلہ کن موقع پر مقابلہ ہو جائے تو آخر کار اہل حق غالب اور اہل باطل مغلوب ومقہور کیے جاتے ہیں یہ ہی عادت اللہ کی ہمیشہ سے چلی آتی ہے جس میں کوئی تبدیل وتغییر نہیں۔ ہاں یہ شرط ہے کہ اہل حق بہیأت مجموعی پوری طرح حق پرستی پر قائم رہیں۔ اور بعض نے " وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا " کے معنی یوں کیے ہیں کہ اللہ کی عادت کوئی دوسرا نہیں بدل سکتا۔ یعنی کسی اور کو قدرت نہیں کہ وہ کام نہ ہونے دے جو سنت اللہ کے موافق ہونا چاہیے تھا۔

⑥ **مکہ میں مشرکین پر غلبہ** مشرکین کی کچھ ٹولیاں "حدیبیہ" پہنچی تھیں کہ موقع پا کر حضور ﷺ کو شہید کر دیں یا اکیلے دکیلے مسلمان کو ستائیں۔ چنانچہ کچھ چھیڑ چھاڑ بھی کی بلکہ ایک مسلمان کو قتل بھی کر ڈالا اور اشتعال انگیز کلمات بکتے پھرے۔ آخر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کو زندہ گرفتار کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش کر دیا۔ آپ ﷺ نے ان کو معاف فرما دیا اور کچھ انتقام نہیں لیا۔ آیہ ہذا میں اس قسم کے واقعات کی طرف اشارہ ہے۔ اور " بِبَطْنِ مَكَّةَ " (بیچ شہر مکہ کے) یعنی شہر کے قریب، گویا شہر کا بیچ ہی سمجھو۔

⑦ یعنی ان کی شرارتیں اور تمہارا عفو وتحمل سب کچھ اللہ دیکھ رہا ہے۔

كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ

جو منکر ہوئے اور روکا تم کو مسجد حرام سے اور نیاز کی قربانی کو بھی

مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ

بند پڑی ہوئی اس بات سے کہ پہنچے اپنی جگہ تک اور اگر نہ ہوتے کتنے ایک مرد ایمان والے

وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَئُوْهُمْ

اور کتنی عورتیں ایمان والیاں جو تم کو معلوم نہیں یہ خطرہ کہ تم ان کو پیس ڈالتے

فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ

پھر تم پر ان کی وجہ سے خرابی پڑ جاتی بے خبری سے کہ اللہ کو

اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا

داخل کرنا ہے اپنی رحمت میں جس کو چاہے اگر وہ لوگ ایک طرف ہو جاتے تو آفت ڈالتے ہم

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۲۵﴾ اِذْ جَعَلَ

منکروں پر عذاب دردناک کی جب رکھی

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ

منکروں نے اپنے دلوں میں کد نادانی کی

الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ

ضد پھر اتارا اللہ نے اپنی طرف کا اطمینان اپنے رسول پر

وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا

اور مسلمانوں پر اور قائم رکھا ان کو ادب کی بات پر اور وہی تھے

۱ **کفار کا قربانی کے جانوروں کو روکنا** | یعنی حرم کے اس حصہ تک قربانی کے جانور پہنچنے نہ دیئے جہاں لے جا کر ذبح کرنیکا عام دستور اور معمول ہے۔ حدیبیہ ہی میں رکے پڑے رہے۔

۲ **حدیبیہ کے وقت جنگ ملتوی رکھنے کی مصلحت** | یعنی کچھ مسلمان مرد و عورت جو مکہ میں مظلوم و مقہور تھے اور مسلمان ان کو پوری طرح جانتے نہ تھے وہ لڑائی میں بے خبری سے پیس دیئے جائیں گے۔ اگر یہ خطرہ نہ ہوتا تو فی الحال لڑائی کا حکم دے دیا جاتا۔ لیکن ایسا ہوتا تو تم خود اس قومی نقصان پر متاسف ہوتے۔ اور کافروں کو یہ کہنے کا موقع ملتا کہ دیکھو! مسلمان مسلمانوں کو بھی نہیں چھوڑتے۔ اس خرابی کے باعث لڑائی موقوف رکھی گئی تا وہ مسلمان محفوظ رہیں۔ اور تم پر اس بیمثال صبر و تحمل کی بدولت خدا اپنی رحمت نازل فرمائے نیز کافروں میں سے جن لوگوں کا اسلام لانا مقدر ہے ان کو بھی لڑائی کی خطرناک گڑبڑ سے بچا کر اپنی رحمت میں داخل کر لے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "اس تمام قصے میں ساری ضد اور کعبہ کی بے ادبی ان ہی (مشرکین) سے ہوئی۔ تم با ادب رہے۔ انہوں نے عمرہ والوں کو منع کیا اور قربانی اپنے ٹھکانے پر نہ پہنچنے دی۔ بیشک وہ جگہ اس قابل تھی کہ اسی وقت تمہارے ہاتھ سے فتح کرائی جاتی، مگر بعض مسلمان مرد و زن مکہ میں چھپے ہوئے تھے اور بعض لوگ جن کا مسلمان ہونا اب مقدر تھا، اس وقت کی فتح مکہ میں وہ پیسے جاتے۔ آخر دو برس کی صلح میں جتنے مسلمان ہونے کو تھے ہو چکے اور نکلنے والے نکل آئے تب اللہ نے مکہ فتح کرا دیا۔"

۳ **مکہ میں رہنے والے مسلمانوں کی برکت** | یعنی اگر کفار مسلمانوں سے الگ ہوتے اور مسلمان ان میں رلے ملے نہ ہوتے تو تم دیکھ لیتے کہ ہم مسلمانوں کے ہاتھوں سے کافروں کو کیسی دردناک سزا دلواتے ہیں۔

۴ **اہل مکہ کی نادانی کی ضد** | نادانی کی ضد یہ ہی کہ امسال عمرہ نہ کرنے دیا اور یہ کہ جو مسلمان مکہ سے ہجرت کر جائے اسے پھر واپس بھیج دو۔ اگلے سال عمرہ کو آؤ تو تین دن سے زیادہ مکہ میں نہ ٹھہرو۔ اور ہتھیار کھلے نہ لاؤ صلح نامہ میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نہ لکھو اور بجائے محمدؐ رسول اللہ کے صرف محمدؐ بن عبداللہ تحریر کرو۔ حضرت نے یہ سب باتیں قبول کیں اور مسلمانوں نے سخت انقباض و اضطراب کے باوجود پیغمبر کے ارشاد کے آگے سر تسلیم جھکا دیا اور بالآخر اسی فیصلہ پر انکے قلوب مطمئن ہو گئے۔

أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا ۚ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿٢٦﴾

اس کے لائق اور اس کام کے — اور ہے اللہ ہر چیز سے خبردار

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ

اللہ نے سچ دکھلایا اپنے رسول کو — خواب تحقیقی — کہ تم داخل ہو رہو گے

الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ

مسجد حرام میں — اگر اللہ نے چاہا — آرام سے — بال مونڈتے ہوئے

رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ ۖ فَعَلِمَ مَا لَمْ

اپنے سروں کے — اور کترتے ہوئے — بے کھٹکے — پھر جانا وہ جو تم نہیں

تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا ﴿٢٧﴾

جانتے — پھر مقرر کر دی اس سے ورے — ایک فتح نزدیک

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ

وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول — سیدھی راہ پر — اور سچے دین پر

لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللّٰهِ شَهِيدًا ﴿٢٨﴾

تاکہ اوپر رکھے اس کو — ہر دین سے — اور کافی ہے اللہ حق ثابت کرنے والا

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى

محمد رسول — اللہ کا — اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں — زورآور ہیں

الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ۖ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ

کافروں پر — نرم دل ہیں آپس میں — تو دیکھے ان کو رکوع میں اور سجدہ میں — ڈھونڈتے ہیں

① **مسلمانوں کی اطاعت اور ادب** | یعنی اللہ سے ڈر کر نافرمانی کی راہ سے بچے اور کعبہ کے ادب پر مضبوطی سے قائم رہے۔ اور کیوں نہ رہتے۔ وہ دنیا میں خدائے واحد کے سچے پرستار اور کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے زبردست حامل تھے۔ ایک پکا موحد اور پیغمبر کا مطیع و وفادار ہی اپنے جذبات و رجحانات کو عین جوش و خروش کے وقت اللہ کی خوشنودی اور اس کے شعائر کی تعظیم پر قربان کر سکتا ہے۔ حقیقی توحید یہی ہے کہ آدمی اس اکیلے مالک کا حکم سن کر اپنی ذلت و عزت کے سب خیالات بالائے طاق رکھ دے۔ شاید اسی لئے حدیث میں "کلمۃ التقویٰ" کی تفسیر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سے کی گئی ہے۔ کیونکہ تمام تر تقویٰ و طہارت کی بنیاد یہی کلمہ ہے۔ جس کے اٹھانے اور حق ادا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اصحاب رسول اللہ ﷺ کو چن لیا تھا۔ اور بلاشبہ اللہ کے علم میں وہی اس کے مستحق اور اہل تھے۔

② **آنحضرت ﷺ کا خواب سچا ہوا** | ابتدائے سورت میں ذکر ہو چکا ہے کہ مدینہ میں حضور ﷺ نے خواب دیکھا تھا کہ ہم مکہ میں داخل ہوئے اور سر منڈا کر اور بال کترا کر حلال ہو رہے ہیں۔ ادھر اتفاق سے آپ کا قصد اسی سال عمرہ کا ہو گیا۔ صحابہؓ نے عموماً یہ خیال جما لیا کہ اسی سال ہم مکہ پہنچیں گے اور عمرہ ادا کریں گے۔ جس وقت صلح مکمل ہو کر حدیبیہ سے واپسی ہوئی اور بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا آپ نے نہیں فرمایا تھا کہ ہم امن و امان سے مکہ میں داخل ہونگے اور عمرہ کریں گے؟ آپ نے فرمایا کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ اسی سال ایسا ہوگا۔ عرض کیا نہیں۔ فرمایا تو بیشک یوں ہی ہو کر رہے گا۔ تم امن و امان سے مکہ پہنچ کر بیت اللہ کا طواف کرو گے۔ اور تم میں سے کوئی سر منڈا کر کوئی بال کترا کر احرام کھولے گا اور وہاں جانے کے بعد کسی طرح کا کھٹکا نہ ہوگا۔ چنانچہ حدیبیہ سے اگلے سال یوں ہی ہوا آیہ ہذا میں اسی کو فرمایا ہے کہ بالتحقیق اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھلایا۔ باقی "اِنْ شَآءَ اللّٰهُ" فرمانا ابن کثیرؒ کے نزدیک تحقیق و تاکید کے لئے ہے اور سیبویہ کے نزدیک اس قسم کے مواقع میں قطعی طور پر ایک چیز کا بتلانا کسی مصلحت سے مقصود نہیں ہوتا اور کرنا منظور ہوتا ہے وہاں یہ عنوان اختیار کرتے ہیں۔

③ **تعبیر خواب میں ایک سال کی تاخیر کی مصلحت** | یعنی پھر اللہ نے اپنے علم محیط کے موافق واقعات کا سلسلہ قائم کیا وہ جانتا تھا کہ خواب کی تعبیر ایک سال بعد ظاہر کرنے میں کس قدر مصالح ہیں جنکی تمہیں خبر نہیں۔ اس لئے خواب کا وقوع اسی سال نہ ہونے دیا اور اسکے وقوع سے قبل تم کو لگتے ہاتھ ایک اور فتح عنایت کر دی۔ یعنی فتح خیبر یا صلح حدیبیہ جسے صحابہ فتح مبین کہتے تھے جیسا کہ سورہ ہذا کے پہلے فائدہ میں ہم مفصل لکھ چکے ہیں۔

④ **آنحضرت ﷺ ہدایت اور دین حق کے رسول** | یعنی اصول و فروع اور عقائد و احکام کے اعتبار سے یہی دین سچا اور یہی راہ سیدھی ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ لے کر آئے۔

⑤ **تمام ادیان پر اسلام کا غلبہ** | اس دین کو اللہ نے ظاہر میں بھی سینکڑوں برس تک سب مذاہب پر غالب کیا اور مسلمانوں نے تمام مذاہب والوں پر صدیوں تک بڑی شان و شکوہ سے حکومت کی۔ اور آئندہ بھی دنیا کے خاتمہ کے قریب ایک وقت آنے والا ہے جب ہر چہار طرف دین برحق کی حکومت ہوگی۔ باقی حجت و دلیل کے اعتبار سے تو دین اسلام ہمیشہ ہی غالب رہا ہے اور رہے گا۔

⑥ یعنی اللہ اس دین کی حقانیت کا گواہ ہے اور وہ ہی اپنے فعل سے اس کو حق ثابت کرنے والا ہے۔

⑦ **آنحضرت ﷺ اور صحابہ کفار پر سخت ہیں** | یعنی کافروں کے مقابلہ میں سخت مضبوط اور قوی جس سے کافروں پر رعب پڑتا اور کفر سے نفرت و بیزاری کا اظہار ہوتا ہے۔ قال تعالیٰ "وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً" (توبہ۔ رکوع ۱۶) وقال تعالیٰ "وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ" (توبہ۔ رکوع ۱۰) وقال تعالیٰ "اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ" (مائدہ۔ رکوع ۸) حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "جو تندی اور نرمی اپنی خو ہو وہ سب جگہ برابر چلے اور جو ایمان سے سنور کر آئے وہ تندی اپنی جگہ اور نرمی اپنی جگہ" علماء نے لکھا ہے کہ کسی کافر کے ساتھ احسان اور حسن سلوک سے پیش آنا اگر بمصلحت شرعی ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔ مگر دین کے معاملہ میں وہ تم کو ڈھیلا نہ سمجھے۔

⑧ **آپس میں نرم دل** | یعنی اپنے بھائیوں کے ہمدرد و مہربان، ان کے سامنے نرمی سے جھکنے والے اور تواضع و انکسار سے پیش آنے والے "حدیبیہ" میں صحابہ کی یہ دونوں شانیں چمک رہی تھیں۔ "اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ"

فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ز سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ

اللہ کا فضل اور اس کی خوشی ① نشانی (پہچان، شناخت) ان کی ان کے منہ پر ہے

مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ط ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚ وَ

سجدہ کے اثر سے ② یہ شان ہے ان کی تورات میں اور

مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ

مثال ان کی انجیل میں ③ جیسے کھیتی نے نکالا اپنا پٹھا پھر اس کی کمر مضبوط کی

فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ

پھر موٹا ہوا پھر کھڑا ہو گیا اپنی نال پر ④ خوش لگتا ہے کھیتی والوں کو ⑤

لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ط وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ

تا کہ جلائے ان سے جی کافروں کا ⑥ وعدہ کیا ہے اللہ نے ان سے جو یقین لائے ہیں اور

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾ ع

کیے ہیں بھلے کام معافی کا اور بڑے ثواب کا ⑦

معانقة ۱۵ عند المتأخرين ع ۴

اٰیاتھا ۱۸ (۴۹) سُوْرَةُ الْحُجُرٰتِ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۶) رُکُوعَاتُھا ۲

سورۂ حجرات مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی اٹھارہ آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ

اے ایمان والو آگے نہ بڑھو اللہ سے

(۱) **صحابہ کرامؓ کی صفات حسنہ** یعنی نمازیں کثرت سے پڑھتے ہیں۔ جب دیکھو رکوع و سجود میں پڑے ہوئے اللہ کے سامنے نہایت اخلاص کے ساتھ وظیفہ عبودیت ادا کر رہے ہیں۔ ریاء و نمود کا شائبہ نہیں۔ بس اللہ کے فضل اور اسکی خوشنودی کی تلاش ہے۔

(۲) یعنی نمازوں کی پابندی خصوصاً تہجد کی نماز سے ان کے چہروں پر خاص قسم کا نور اور رونق ہے۔ گویا خشیت و خشوع اور حسن نیت و اخلاص کی شعاعیں باطن سے پھوٹ پھوٹ کر ظاہر کو روشن کر رہی ہیں۔ حضرت ﷺ کے اصحابؓ اپنے چہروں کے نور اور متقیانہ چال ڈھال سے لوگوں میں الگ پہچانے جاتے تھے۔

(۳) **صحابہ کرامؓ کا پچھلی کتابوں میں تذکرہ** یعنی پہلی کتابوں میں خاتم الانبیاء ﷺ کے ساتھیوں کی ایسی ہی شان بیان کی گئی تھی۔ چنانچہ بہت سے غیر متعصب اہل کتاب ان کے چہرے اور طور و طریق دیکھ کر بول اٹھتے تھے کہ واللہ یہ تو مسیح کے حواری معلوم ہوتے ہیں۔

(۴) **کھیتی کی مثال اور صحابہ کرام** حضرت شاہ صاحبؒ کھیتی کی مثال کی تقریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''یعنی اول اس دین پر ایک آدمی تھا۔ پھر دو ہوئے پھر آہستہ آہستہ قوت بڑھتی گئی۔ حضرت ﷺ کے وقت میں پھر خلفاء کے عہد میں'' بعض علماء کہتے ہیں کہ'' اَخْرَجَ شَطْاَهٗ ''میں عہد صدیقی'' فَاٰزَرَهٗ'' میں عہد فاروقی'' فَاسْتَغْلَظَ ''میں عہد عثمانی اور'' فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ ''میں عہد مرتضوی کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ بعض دوسرے بزرگوں نے'' وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا ''کو علی الترتیب خلفائے اربعہ پر تقسیم کر دیا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ یہ آیت تمام جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کی ہیئت مجموعی مدح و منقبت پر مشتمل ہے خصوصاً اصحاب بیعت الرضوان کی جن کا ذکر آغاز سورت سے برابر چلا آ رہا ہے واللہ اعلم۔

(۵) کھیتی کرنے والے چونکہ اس کام کے مبصر ہوتے ہیں اس لئے انکا ذکر خصوصیت سے کیا۔ جب ایک چیز کا مبصر اس کو پسند کرے دوسرے کیوں نہ کریں گے۔

(۶) **صحابہؓ سے حسد رکھنے والے** یعنی اسلامی کھیتی کی یہ تازگی اور رونق و بہار دیکھ کر کافروں کے دل غیظ و حسد سے جلتے ہیں۔ اس آیت سے بعض علماء نے یہ نکالا کہ صحابہ سے جلنے والا کافر ہے۔

(۷) **مومنین سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ** حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں'' یہ وعدہ دیا ان کو جو ایمان والے ہیں اور بھلے کام کرتے ہیں۔ حضرت ﷺ کے سب اصحابؓ ایسے ہی تھے۔ مگر خاتمہ کا اندیشہ رکھا حق تعالیٰ بندوں کو ایسی صاف خوشخبری نہیں دیتا کہ نڈر ہو جائیں۔ اس مالک سے اتنی شاباشی بھی غنیمت ہے۔'' تم سورۃ الفتح بفضل اللہ ورحمتہ فللہ الحمد والمنۃ

وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۱

اور اس کے رسول سے ◆۱ اور ڈرتے رہو اللہ سے اللہ سنتا ہے جانتا ہے ◆۲

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ

اے ایمان والو بلند کرو اپنی آوازیں نبی کی

صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ

آواز سے اوپر اور اس سے نہ بولو تڑخ (چٹک، چہک، کڑک) کر جیسے [illegible]

بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ

ایک دوسرے پر کہیں اکارت نہ ہو جائیں تمہارے کام اور تم کو

لَا تَشْعُرُوْنَ ۝۲ اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ

خبر بھی نہ ہو ◆۳ جو لوگ دبی آواز سے بولتے ہیں

عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ

رسول اللہ کے پاس وہی ہیں جن کے دلوں کو جانچ لیا ہے

قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝۳

اللہ نے ادب کے واسطے ◆۴ ان کے لیے معافی ہے اور ثواب بڑا ◆۵

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ

جو لوگ پکارتے ہیں تجھ کو دیوار کے پیچھے (باہر) سے وہ اکثر

لَا يَعْقِلُوْنَ ۝۴ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ

عقل نہیں رکھتے اور اگر وہ صبر کرتے جب تک (یہاں تک کہ) تو نکلتا

إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٥﴾

ان کی طرف توان کے حق میں بہتر ہوتا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۱

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ

اے ایمان والو اگر آئے تمہارے پاس کوئی گنہگار خبر لے کر

فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ

تو تحقیق کر لو کہیں جا نہ پڑو کسی قوم پر نادانی سے پھر کل کو اپنے

مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ﴿٦﴾ وَاعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ

کئے پر لگو پچتانے ۲ اور جان لو کہ تم میں رسول ہے

اللَّهِ ۚ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ

اللہ کا اگر وہ تمہاری بات مان لیا کرے بہت کاموں میں تو تم پر مشکل پڑے ۳

وَلَٰكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي

پر اللہ نے محبت ڈال دی تمہارے دل میں ایمان کی اور کھبا دیا (اچھا دکھایا) اس کو

قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ ۚ

تمہارے دلوں میں اور نفرت ڈال دی تمہارے دل میں کفر اور گناہ اور نافرمانی کی

أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ ﴿٧﴾ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَ

وہ لوگ وہی ہیں نیک راہ پر اللہ کے فضل سے اور

نِعْمَةً ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٨﴾ وَإِن طَائِفَتَانِ

احسان سے ۴ اور اللہ سب کچھ جانتا ہے حکمتوں والا ۵ اور اگر دو فریق

① **بزرگوں سے ملاقات کے آداب** بنی تمیم ملنے کو آئے، حضور ﷺ حجرہ مبارک میں تشریف رکھتے تھے، وہ لوگ باہر سے آوازیں دینے لگے کہ "یا محمد اخرج الینا" (اے محمد باہر آئیے) یہ بے عقلی اور بے تہذیبی کی بات تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کو نہیں سمجھتے تھے۔ کیا معلوم ہے اس وقت آپ ﷺ پر وحی نازل ہو رہی ہو۔ یا کسی اور اہم کام میں مشغول ہوں۔ آپ ﷺ کی ذات منبع البرکات تو مسلمانوں کے تمام دینی و دنیوی امور کا مرکز و ملجا تھی۔ کسی معمولی ذمہ دار آدمی کے لئے بھی کام کرنا سخت مشکل ہو جائے اگر اس کا کوئی نظام الاوقات نہ ہو۔ اور آخر پیغمبر کا ادب و احترام بھی کوئی چیز ہے چاہئے تھا کہ کسی کی زبانی اندر اطلاع کراتے اور آپ ﷺ کے باہر تشریف لانے تک صبر کرتے۔ جب آپ ﷺ باہر تشریف لا کر ان کی طرف متوجہ ہوتے اس وقت خطاب کرنا چاہئے تھا۔ ایسا کیا جاتا تو ان کے حق میں بہتر اور قابل ستائش ہوتا۔ تاہم بے عقلی اور نادانستگی سے جو بات اتفاقاً سرزد ہو جائے اللہ اس کو اپنی مہربانی سے بخشنے والا ہے۔ چاہئے کہ اپنی تقصیر پر نادم ہو کر آئندہ ایسا رویہ اختیار نہ کریں۔ حضور ﷺ کی تعظیم و محبت ہی وہ نقطہ ہے جس پر قوم مسلم کی تمام پراگندہ قوتیں اور منتشر جذبات جمع ہوتے ہیں اور یہ ہی وہ ایمانی رشتہ ہے جس پر اسلامی اخوت کا نظام قائم ہے۔

② **جھوٹی خبروں کی تحقیق کا حکم** اکثر نزاعات و مناقشات کی ابتداء جھوٹی خبروں سے ہوتی ہے۔ اس لئے اول اختلاف و تفریق کے اسی سرچشمہ کو بند کرنے کی تعلیم دی یعنی کسی خبر کو یوں ہی بے تحقیق قبول نہ کرو۔ فرض کیجئے ایک بے راہرو اور تکلیف دہ آدمی نے اپنے کسی خیال اور جذبہ سے بے قابو ہو کر کسی قوم کی شکایت کی۔ تم محض اس کے بیان پر اعتماد کر کے اس قوم پر چڑھ دوڑے بعد کو ظاہر ہوا کہ اس شخص نے غلط کہا تھا، تو خیال کرو اس وقت کس قدر پچھتانا پڑے گا۔ اور اپنی جلد بازی پر کیا کچھ ندامت ہوگی اور اس کا نتیجہ جماعت اسلام کے حق میں کیسا خراب ہوگا۔

③ **حق کو اپنی خواہشوں کا تابع نہ بناؤ** یعنی اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری کسی خبر یا رائے پر عمل نہ کریں تو برا نہ مانو۔ حق لوگوں کی خواہشوں یا رایوں کے تابع نہیں ہو سکتا۔ ایسا ہو تو زمین و آسمان کا سارا کارخانہ ہی درہم برہم ہو جائے کما قال تعالیٰ "وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ" (المومنون۔ رکوع ۴) الغرض خبروں کی تحقیق کیا کرو اور حق کو اپنی خواہش اور رائے کے تابع نہ بناؤ بلکہ اپنی خواہشات کو حق کے تابع رکھو۔ اس طرح تمام جھگڑوں کی جڑ کٹ جائے گی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یعنی تمہارا مشورہ قبول نہ ہو تو برا نہ مانو، رسول عمل کرتا ہے اللہ کے حکم پر، اسی میں تمہارا بھلا ہے، اگر تمہاری بات مانا کرے تو ہر کوئی اپنے بھلے کی کہے، پھر کس کس کی بات پر چلے۔"

④ **صحابہ کرام کی ایمان سے محبت اور کفر سے نفرت** یعنی اگر تم یہ چاہتے ہو کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام تمہاری ہر بات مانا کریں تو بڑی مشکل ہوتی لیکن اللہ کا شکر کرو کہ اس نے اپنے فضل و احسان سے مومنین قانتین کے دلوں میں ایمان کو محبوب بنا دیا۔ اور کفر و معصیت کی نفرت ڈال دی جس سے وہ ایسی بیہودگی کے پاس بھی نہیں جا سکتے۔ جس مجمع میں اللہ کا رسول جلوہ افروز ہو وہاں کسی کی رائے و خواہش کی پیروی کہاں ہو سکتی ہے۔ آج گو حضور ﷺ ہمارے درمیان میں نہیں مگر حضور ﷺ کی تعلیم اور آپ کے وارث و نائب یقیناً موجود ہیں اور رہیں گے۔

⑤ یعنی وہ سب کی استعداد کو جانتا ہے اور ہر ایک کو اپنی حکمت سے وہ احوال و مقامات مرحمت فرماتا ہے جو اس کی استعداد کے مناسب ہوں۔

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْ

مسلمانوں کے — آپس میں لڑ پڑیں — تو ان میں ملاپ کرا دو — پھر

بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ

چڑھا چلا جائے ایک ان میں سے — دوسرے پر — تو تم سب لڑو اس

تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ

چڑھائی والے سے — یہاں تک کہ پھر آئے اللہ کے حکم پر — پھر اگر پھر آیا

فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۭ اِنَّ

تو ملاپ کرا دو ان میں — برابر — اور انصاف کرو — بیشک

اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝٩ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ

اللہ کو خوش آتے ہیں انصاف والے ۹ — مسلمان جو ہیں — سو بھائی ہیں

فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ

سو ملاپ کرا دو اپنے دو بھائیوں میں — اور ڈرتے رہو اللہ سے — تاکہ تم پر

تُرْحَمُوْنَ ۝١٠ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ

رحم ہو ۱۰ — اے ایمان والو — ٹھٹھا نہ کریں ایک

مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا

لوگ دوسروں سے — شاید وہ — بہتر ہوں ان سے — اور

نِسَاۗءٌ مِّنْ نِّسَاۗءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ

نہ عورتیں — دوسری عورتوں سے — شاید وہ بہتر ہوں ان سے

مسلمانوں میں اختلاف کے وقت صحیح طرز عمل یعنی ان تمام پیش بندیوں کے باوجود اگر اتفاق سے مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو پوری کوشش کرو کہ اختلاف رفع ہو جائے۔ اس میں اگر کامیابی نہ ہو اور کوئی فریق دوسرے پر چڑھا چلا جائے اور ظلم و زیادتی ہی پر کمر باندھ لے تو یکسو ہو کر نہ بیٹھ رہو، بلکہ جس کی زیادتی ہو سب مسلمان مل کر اس سے لڑائی کریں۔ یہاں تک کہ وہ فریق مجبور ہو کر اپنی زیادتیوں سے باز آئے اور خدا کے حکم کی طرف رجوع ہو کر صلح کے لئے اپنے کو پیش کر دے۔ اس وقت چاہئے کہ مسلمان دونوں فریق کے درمیان مساوات و انصاف کے ساتھ صلح اور میل ملاپ کرا دیں۔ کسی ایک کی طرف داری میں جادۂ حق سے ادھر ادھر نہ جھکیں۔ **تنبیہ** آیت کا نزول صحیحین کی روایت کے موافق "انصار" کے دو گروہ اوس و خزرج کے ایک وقتی ہنگامے کے متعلق ہوا ہے۔ حضور ﷺ نے ان کے درمیان اسی آیت کے ماتحت صلح کرا دی۔ جو لوگ خلیفہ کے مقابلہ میں بغاوت کریں وہ بھی عموم آیت میں داخل ہیں۔ چنانچہ قدیم سے علمائے سلف بغاوت کے مسئلہ میں اسی سے استدلال کرتے آئے ہیں۔ لیکن جیسا کہ شان نزول سے ظاہر ہوتا ہے یہ حکم مسلمانوں کے تمام جماعتی مناقشات و مشاجرات کو شامل ہے۔ باقی باغیوں کے متعلق احکام شرعیہ کی تفصیل فقہ میں دیکھنی چاہئے۔

مسلمان آپس میں بھائی ہیں یعنی صلح اور جنگ کی ہر ایک حالت میں یہ ملحوظ رہے کہ دو بھائیوں کی لڑائی یا دو بھائیوں کی مصالحت ہے۔ دشمنوں اور کافروں کی طرح برتاؤ نہ کیا جائے۔ جب دو بھائی آپس میں ٹکرا جائیں تو یوں ہی ان کے حال پر نہ چھوڑ دو، بلکہ اصلاح ذات البین کی پوری کوشش کرو۔ اور ایسی کوشش کرتے وقت خدا سے ڈرتے رہو کہ کسی کی بیجا طرفداری یا انتقامی جذبہ سے کام لینے کی نوبت نہ آئے۔

وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ

اور عیب نہ لگاؤ ایک دوسرے کو اور نام نہ ڈالو چڑانے کو ایک دوسرے کے (۱)

بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ ۚ وَمَنْ

برا نام ہے گنہگاری پیچھے ایمان کے (۲) اور جو کوئی

لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۱﴾ یٰٓاَیُّهَا

توبہ نہ کرے تو وہی ہیں بے انصاف (۳) اے

الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ

ایمان والو بچتے رہو بہت تہمتیں کرنے سے مقرر

بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ

بعضی تہمت گناہ ہے اور بھید نہ ٹٹولو کسی کا اور برا نہ کہو پیٹھ پیچھے

بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ

ایک دوسرے کو (۴) بھلا خوش لگتا ہے تم میں کسی کو کہ کھائے گوشت

اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ

اپنے بھائی کا جو مردہ ہو سو گھن آتا ہے تم کو اس سے (۵) اور ڈرتے رہو اللہ سے بے شک

اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۲﴾ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ

اللہ معاف کرنے والا ہے مہربان (۶) اے آدمیو! ہم نے تم کو بنایا

(۱) **مرد و عورت ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑائیں** اول مسلمانوں میں نزاع و اختلاف کو روکنے کی تدابیر بتلائی تھیں۔ پھر جتلایا کہ اگر اتفاقاً اختلاف رونما ہو جائے تو پرزور اور موثر طریقہ سے اس کو مٹایا جائے لیکن جب تک نزاع کا خاتمہ نہ ہو کوشش ہونی چاہئے کہ کم از کم جذبات منافرت و مخالفت زیادہ تیز اور مشتعل نہ ہونے پائیں۔ عموماً دیکھا جاتا ہے کہ جہاں دو شخصوں یا دو جماعتوں

میں اختلاف رونما ہوا۔ بس ایک دوسرے کا تمسخر اور استہزاء کرنے لگتا ہے۔ ذرا سی بات ہاتھ لگ گئی اور ہنسی مذاق اڑانا شروع کر دیا حالانکہ اسے معلوم نہیں کہ شاید جس کا مذاق اڑا رہا ہے۔ وہ اللہ کے نزدیک اس سے بہتر ہو بلکہ بسا اوقات یہ خود بھی اختلاف سے پہلے اس کو بہتر سمجھتا ہوتا ہے۔ مگر ضد و نفسانیت میں دوسرے کی آنکھ کا تنکا نظر آتا ہے اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا۔ اس طریقہ سے نفرت و عداوت کی خلیج روز بروز وسیع ہوتی رہتی ہے۔ اور قلوب میں اس قدر بعد ہو جاتا ہے کہ صلح و اصلاح کی کوئی امید باقی نہیں رہتی۔ آیۂ ہذا میں خداوند قدوس نے اسی قسم کی باتوں سے منع فرمایا ہے۔ یعنی ایک جماعت دوسری جماعت کے ساتھ نہ تمسخر اپن کرے نہ ایک دوسرے پر آوازے کسے جائیں نہ کھوج لگا کر عیب نکالے جائیں اور نہ برے ناموں اور برے القاب سے فریق مقابل کو یاد کیا جائے۔ کیونکہ ان باتوں سے دشمنی اور نفرت میں ترقی ہوتی اور فتنہ و فساد کی آگ زیادہ تیزی سے پھیلتی ہے۔ سبحان اللہ! کیسی بیش بہا ہدایات ہیں۔ آج اگر مسلمان سمجھیں تو ان کے سب سے بڑے مرض کا مکمل علاج اسی ایک سورہ حجرات میں موجود ہے۔

◈ **برے القاب سے نہ پکارو** | یعنی کسی کا برا نام ڈالنے سے آدمی خود گنہگار ہوتا ہے۔ اسے تو واقع میں عیب لگا یا نہ لگا لیکن اس کا نام بد تہذیب، فاسق، گنہگار اور مردم آزار پڑ گیا۔ خیال کرو۔ "مومن" کے بہترین لقب کے بعد یہ نام کیا اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ جب ایک شخص ایمان لا چکا اور مسلمان ہو گیا اس کو مسلمانی سے پہلے کی باتوں پر طعن دینا یا اس وقت کے بدترین القاب سے یاد کرنا مثلاً یہودی یا نصرانی وغیرہ کہہ کر پکارنا نہایت مذموم حرکت ہے۔ اسی طرح جو شخص کسی عیب میں مبتلا ہو اور وہ اس کا اختیاری نہ ہو، یا ایک گناہ سے فرض کیجئے توبہ کر چکا ہے، چڑانے کے لئے اس کا ذکر کرنا بھی جائز نہیں۔

◈ **توبہ کی سہولت** | یعنی جو پہلے ہو چکا اب توبہ کرلو۔ اگر یہ احکام و ہدایات سننے کے بعد بھی ان جرائم سے توبہ نہ کی تو اللہ کے نزدیک اصلی ظالم یہی ہوں گے۔

◈ **بدگمانی اور غیبت کی ممانعت** | اختلاف و تفریق باہمی کے بڑھانے میں ان امور کو خصوصیت سے دخل ہے ایک فریق دوسرے فریق سے ایسا بدگمان ہو جاتا ہے کہ حسن ظن کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑتا۔ مخالف کی کوئی بات ہو اس کا محمل اپنے خلاف نکال لیتا ہے۔ اس کی بات میں ہزار احتمال بھلائی کے ہوں اور صرف ایک پہلو برائی کا نکلتا ہو، ہمیشہ اسکی طبیعت برے پہلو کی طرف چلے گی اور اسی برے اور کمزور پہلو کو قطعی اور یقینی قرار دیکر فریق مقابل پر تہمتیں اور الزام لگانا شروع کر دے گا۔ پھر نہ صرف یہی کہ ایک بات حسب اتفاق پہنچ گئی، بدگمانی سے اس کو غلط معنی پہنا دیئے گئے، نہیں، اس جستجو میں رہتا ہے کہ دوسری طرف کے اندرونی بھید معلوم ہوں جس پر ہم خوب حاشیے چڑھائیں اور اس کی غیبت سے اپنی مجلس گرم کریں۔ ان تمام خرافات سے قرآن کریم منع کرتا ہے۔ اگر مسلمان اس پر عمل کریں تو جو اختلافات بدقسمتی سے پیش آ جاتے ہیں وہ اپنی حد سے آگے نہ بڑھیں اور ان کا ضرر بہت محدود ہو جائے۔ بلکہ چند روز میں نفسانی اختلافات کا نام و نشان باقی نہ رہے حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "الزام لگانا اور بھید ٹٹولنا اور پیٹھ پیچھے برا کہنا کسی جگہ بہتر نہیں۔ مگر جہاں اس میں کچھ دین کا فائدہ ہو اور نفسانیت کی غرض نہ ہو۔" وہاں اجازت ہے جیسے رجال حدیث کی نسبت ائمہ جرح و تعدیل کا معمول رہا ہے کیونکہ اس کے بدون دین کا محفوظ رکھنا محال تھا۔

◈ **عمل غیبت کا گھناؤنا پن** | یعنی مسلمان بھائی کی غیبت کرنا ایسا گندہ اور گھناؤنا کام ہے جیسے کوئی اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت نوچ نوچ کر کھائے۔ کیا اس کو کوئی انسان پسند کرے گا؟ بس سمجھ لو غیبت اس سے بھی زیادہ شنیع حرکت ہے۔

◈ یعنی ان نصیحتوں پر کاربند وہی ہوگا جس کے دل میں خدا کا ڈر ہو یہ نہیں تو کچھ نہیں۔ چاہئے کہ ایمان و اسلام کا دعویٰ رکھنے والے واقعی طور پر اس خداوند قہار کے غضب سے ڈریں اور ایسی ناشائستہ حرکتوں کے قریب نہ جائیں۔ اگر پہلے کچھ غلطیاں اور کمزوریاں سرزد ہوئی ہیں، اللہ کے سامنے صدق دل سے توبہ کریں وہ اپنی مہربانی سے معاف فرما دے گا۔

مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ

ایک مرد اور ایک عورت سے — اور رکھیں تمہاری ذاتیں — اور قبیلے

لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ

تاکہ آپس کی پہچان ہو — تحقیق عزت اللہ کے یہاں اسی کو بڑی — جس کو ادب بڑا ۱

اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ﴿۱۳﴾ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ

اللہ سب کچھ جانتا ہے خبردار ۲ — کہتے ہیں گنوار — کہ ہم ایمان لائے

قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَ لٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَ لَمَّا

تو کہہ — تم ایمان نہیں لائے — پر تم کہو ہم مسلمان ہوئے — اور ابھی نہیں

یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَ اِنْ تُطِیْعُوا

گھسا ایمان — تمہارے دلوں میں ۳ — اور اگر حکم پر چلو گے

اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَا یَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَیْـًٔا ؕ

اللہ کے اور اس کے رسول کے — کاٹ (کتر) نہ لے گا — تمہارے کاموں میں سے کچھ

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ

اللہ بخشتا ہے مہربان ہے ۴ — ایمان والے وہ لوگ ہیں — جو

اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا

ایمان لائے اللہ پر — اور اس کے رسول پر — پھر شبہ نہ لائے — اور لڑے

بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ

اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے — وہ لوگ جو ہیں

۱ **خاندانی اور نسبی اختلافات کی حقیقت** اکثر غیبت، طعن وتشنیع اور عیب جوئی کا منشا، کبر ہوتا ہے کہ آدمی اپنے کو بڑا اور دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے، اس کو بتلاتے ہیں کہ اصل میں انسان کا بڑا چھوٹا یا معزز وحقیر ہونا ذات پات اور خاندان ونسب سے تعلق نہیں رکھتا،

اسلام کی فضیلت کا معیار بلکہ جو شخص جس قدر نیک خصلت، مؤدب اور پرہیزگار ہو اسی قدر اللہ کے ہاں معزز ومکرم ہے۔ نسب کی حقیقت تو یہ ہے کہ سارے آدمی ایک مرد اور ایک عورت یعنی آدم وحواؑ کی اولاد ہیں شیخ، سید، مغل، پٹھان اور صدیقی، فاروقی، عثمانی، انصاری سب کا سلسلہ آدم و حوا پر منتہی ہوتا ہے یہ ذاتیں اور خاندان اللہ تعالیٰ نے محض تعارف اور شناخت کے لئے مقرر کیے ہیں۔ بلاشبہ جس کو حق تعالیٰ کسی شریف اور بزرگ ومعزز گھرانے میں پیدا کردے وہ ایک موہوب شرف ہے، جیسے کسی کو خوبصورت بنا دیا جائے، لیکن یہ چیز ناز اور فخر کرنے کے لائق نہیں کہ اسی کو معیار کمال اور فضیلت کا ٹھہرا لیا جائے اور دوسروں کو حقیر سمجھا جائے۔ ہاں شکر کرنا چاہئے کہ اس نے بلا اختیار و کسب ہم کو یہ نعمت مرحمت فرمائی۔ شکر میں یہ بھی داخل ہے کہ غرور وتفاخر سے باز رہے اور اس نعمت کو کمینہ اخلاق اور بری خصلتوں سے خراب نہ ہونے دے۔ بہرحال مجد وشرف اور فضیلت وعزت کا اصلی معیار نسب نہیں تقویٰ وطہارت ہے اور متقی آدمی دوسروں کو حقیر کب سمجھے گا؟

۲ یعنی تقویٰ اور ادب اصل میں دل سے ہے اللہ ہی کو خبر ہے کہ جو شخص ظاہر میں متقی اور مودب نظر آتا ہے وہ واقع میں کیسا ہے اور آئندہ کیسا رہے گا۔ انما العبرة للخواتیم۔

۳ **ایمان اور اسلام کا فرق** یہاں یہ بتلاتے ہیں کہ ایمان ویقین جب پوری طرح دل میں راسخ ہو جائے اور جڑ پکڑ لے اس وقت غیبت اور عیب جوئی وغیرہ کی خصلتیں آدمی سے دور ہو جاتی ہیں۔ جو شخص دوسروں کے عیب ڈھونڈنے اور آزار پہنچانے میں مبتلا ہو، سمجھ لو کہ ابھی تک ایمان اس کے دل میں پوری طرح پیوست نہیں ہوا۔ ایک حدیث میں ہے۔ "یَامَعْشَرَ مَنْ اٰمَنَ بِلِسَانِہٖ وَلَمْ یُفْضِ الْاِیْمَانُ اِلٰی قَلْبِہٖ لَا تَغْتَابُوا الْمُسْلِمِیْنَ وَلَا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِہِمْ" الخ (ابن کثیر ۲۲۴/۸) حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "ایک کہتا ہے کہ ہم مسلمان ہیں یعنی دین مسلمانی ہم نے قبول کیا۔ اس کا مضائقہ نہیں۔ اور ایک کہتا ہے کہ ہم کو پورا یقین ہے۔ جو یقین پورا ہے تو اسکے آثار کہاں؟ جس کو واقعی پورا یقین حاصل ہو وہ تو ایسے دعوے کرنے سے ڈرتا اور شرماتا ہے۔"

تنبیہ اس آیت سے ایمان واسلام کا فرق ظاہر ہوتا ہے اور یہی بات حدیث جبریل وغیرہ سے ثابت ہوئی ہے۔ ہم نے شرح صحیح مسلم میں اس موضوع پر کافی بحث کی ہے یہاں تفصیل کا موقع نہیں۔

۴ یعنی اب بھی اگر فرمانبرداری کا راستہ اختیار کرو گے تو پچھلی کمزوریوں کی وجہ سے تمہارے کسی عمل کے ثواب میں کمی نہ کرے گا۔

هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾ قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ؕ

وہی ہیں سچے ﴿۱﴾ تو کہہ کیا تم جتلاتے ہو اللہ کو اپنی دینداری

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ

اور اللہ کو تو خبر ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۶﴾ يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ

اور اللہ ہر چیز کو جانتا ہے ﴿۲﴾ تجھ پر احسان رکھتے ہیں

اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ

کہ مسلمان ہوئے ﴿۳﴾ تو کہہ مجھ پر احسان نہ رکھو اپنے اسلام لانے کا

بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰكُمْ لِلْاِيْمَانِ

بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تم کو راہ دی ایمان کی

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ

اگر سچ کہو (کہتے ہو) ﴿۴﴾ اللہ جانتا ہے

غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا

چھپے بھید آسمانوں کے اور زمین کے اور اللہ دیکھتا ہے جو

تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ ع

تم کرتے ہو ﴿۵﴾

ع ۱۴ ۲۶

اٰيَاتُهَا ۴۵ (۵۰) سُوْرَةُ قٓ مَكِّيَّةٌ (۳۴) رُكُوْعَاتُهَا ۳

سورۂ ق مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں پینتالیس آیتیں ہیں اور تین رکوع

۱ یعنی سچے مومن کی شان یہ ہوتی ہے کہ اللہ و رسول پر پختہ اعتقاد رکھتا ہو۔ اور ان کی راہ میں ہر طرح جان و مال سے حاضر رہے۔

۲ یعنی اگر واقعی سچا دین اور پورا یقین تم کو حاصل ہے تو کہنے سے کیا ہوگا جس سے معاملہ ہے وہ آپ خبردار ہے۔

۳ **اعراب کا احسان جتانا** بعض گنوار آ کر کہتے تھے کہ دیکھئے ہم تو بدون لڑے بھڑے مسلمان ہو گئے۔ گویا احسان جتلاتے تھے۔ اس کا جواب آگے دیتے ہیں۔

۴ **تمہارا ایمان اللہ کا احسان** یعنی اگر واقعی تم دعوائے اسلام و ایمان میں سچے ہو تو یہ تمہارا احسان نہیں۔ اللہ کا احسان ہے کہ اس نے ایمان کی طرف آنے کا راستہ دیا اور دولت اسلام سے سرفراز کیا اگر سچی بات کہو تو واقعہ اس طرح ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "نیکی اپنے ہاتھ سے ہو، اپنی تعریف نہیں۔ رب کی تعریف ہے جس نے وہ نیکی کروائی۔" گویا خاتمہ سورت پر متنبہ کر دیا کہ اگر تم کو قرآنی آیات اور اسلامی تعلیمات پر کاربند ہونے کی توفیق ہو تو احسان نہ جتلاؤ بلکہ اللہ کے احسان و انعام کا شکر ادا کرو جس نے ایسی توفیق ارزانی فرمائی۔

۵ یعنی دلوں کے بھید اور ظاہر کا عمل سب کو خدا جانتا ہے۔ اس کے سامنے باتیں نہ بناؤ۔ تم سورۃ الحجرات بعون اللّٰہ وحسن توفیقہ فللّٰہ الحمد والمنۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۝۱ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ

قٓ قسم ہے اس قرآن بڑی شان والے کی بلکہ ان کو تعجب ہوا کہ آیا ان کے پاس

مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ

ڈر سنانے والا انہی میں کا تو کہنے لگے منکر یہ تعجب کی

عَجِيْبٌ ۝۲ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌ

چیز ہے کیا جب ہم مر چکیں اور ہو جائیں مٹی یہ پھر آنا

بَعِيْدٌ ۝۳ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ

بہت دور ہے ◆۱ ہم کو معلوم ہے جتنا گھٹاتی ہے زمین ان میں سے ◆۲

وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ۝۴ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ

اور ہمارے پاس کتاب ہے جس میں سب کچھ محفوظ ہے ◆۳ کوئی نہیں پر جھٹلاتے ہیں سچے دین کو

لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ۝۵ اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا

جب ان تک پہنچا سو وہ پڑ رہے ہیں الجھی ہوئی بات میں ◆۴ کیا نہیں دیکھتے

اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ

آسمان کو اپنے اوپر کیسا ہم نے اس کو بنایا اور رونق دی اور اس میں نہیں کوئی

فُرُوْجٍ ۝۶ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا

سوراخ ◆۵ اور زمین کو پھیلایا اور ڈالے اس میں

سورۃ قٓ

❶ **قرآن مجید کی بزرگی و عظمت اور انکار کا تعجب** یعنی قرآن کی بزرگی اور عظمت شان کا کیا کہنا جس نے آ کر سب کتابوں کو منسوخ کر دیا اور اپنی اعجازی قوت اور لامحدود اسرار و معارف سے دنیا کو محو حیرت بنا دیا۔ یہی بزرگی والا قرآن بذات خود شاہد ہے کہ اس کے اندر کوئی نقص و عیب نہیں نہ کہیں انگلی رکھنے کی جگہ ہے، لیکن منکرین پھر بھی اس کو قبول نہیں کرتے اس لئے نہیں کہ انکے پاس اس کے خلاف کوئی حجت و برہان ہے بلکہ محض اپنے جہل و حماقت سے اس پر تعجب کرتے ہیں کہ ان ہی کے خاندان و نسل کا ایک آدمی ان کی طرف رسول ہو کر آیا اور بڑا بن کر سب کو نصیحتیں کرنے لگا۔ اور بات بھی ایسی عجیب کہی جسے کوئی باور نہ کر سکے۔ بھلا جب ہم مر کر مٹی ہو گئے۔ کیا پھر زندگی کی طرف واپس کئے جائیں گے؟ یہ واپسی تو عقل سے بہت دور اور امکان و عادت سے بالکل بعید ہے۔

❷ **بدن کے تمام اجزاء اللہ کے علم میں ہیں** یعنی ساری مٹی نہیں ہو جاتی، جان سلامت رہتی ہے اور بدن کے اجزاء تحلیل ہو کر جہاں کہیں منتشر ہو گئے ہیں وہ سب اللہ کے علم میں ہیں۔ اس کو قدرت ہے کہ ہر جگہ سے اجزاء اصلیہ کو جمع کر کے ڈھانچہ کھڑا کر دے اور دوبارہ اس میں جان ڈال دے۔

❸ **لوح محفوظ** یعنی یہ نہیں کہ آج سے معلوم ہے بلکہ ہمارا علم قدیم ہے حتیٰ کہ ان میں قبل وقوع ہی سب اشیاء کے سب حالات ایک کتاب میں جو "لوح محفوظ" کہلاتی ہے لکھ دیئے تھے اور اب تک ہمارے پاس وہ کتاب موجود چلی آتی ہے۔ پس اگر علم قدیم کسی کی سمجھ میں نہ آئے تو یوں ہی سمجھ لے وہ دفتر جس میں سب کچھ لکھا ہے حق تعالیٰ کے سامنے حاضر ہے۔ یا اس کو پہلے جملہ کی تاکید سمجھو۔ کیونکہ جو چیز کسی کے علم میں ہو اور قلمبند بھی کر لی جائے وہ لوگوں کے نزدیک بہت زیادہ موکد سمجھی جاتی ہے۔ اسی طرح یہاں مخاطبین کے محسوسات کے اعتبار سے متنبہ کر دیا کہ ہر چیز خدا کے علم میں ہے اور اس کے ہاں لکھی ہوئی ہے جس میں ذرا کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔

❹ یعنی صرف تعجب نہیں بلکہ کھلی ہوئی تکذیب ہے۔ حضرت ﷺ کی نبوت قرآن اور بعث بعد الموت، ہر چیز کو جھٹلاتے ہیں۔ اور عجب الجھی ہوئی باتیں کرتے ہیں۔ بیشک جو شخص سچی باتوں کو جھٹلاتا ہے۔ اسی طرح شک و اضطراب اور تردد و تحیر کی الجھنوں میں پڑ جایا کرتا ہے۔

❺ **آسمان کی مضبوطی اور زینت** یعنی آسمان کو دیکھ لو، نہ بظاہر کوئی کھمبا نظر آتا ہے نہ ستون، اتنا بڑا عظیم الشان جسم کیسا مضبوط و مستحکم کھڑا ہے اور رات کو جب اس پر ستاروں کی قندیل اور جھاڑ فانوس روشن ہوتے ہیں تو کس قدر پر رونق اور خوبصورت نظر آتا ہے۔ پھر لطف یہ ہے کہ ہزاروں لاکھوں برس گذر گئے نہ اس چھت میں کہیں سوراخ ہوا، نہ کوئی کنگرہ گرا، نہ پلاسٹر ٹوٹا، نہ رنگ خراب ہوا، آخر کونسا ہاتھ ہے جس نے یہ مخلوق بنائی اور بنا کر اس کی ایسی حفاظت کی۔

رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ۝۷

بوجھ (پہاڑ) اور اگائی اس میں ہر ہر قسم کی رونق کی چیز

تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۝۸ وَنَزَّلْنَا

سمجھانے کو اور یاد دلانے کو اس بندہ کے لیے جو رجوع کرے ◆۱ اور اتارا ہم نے

مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ

آسمان سے پانی برکت کا پھر اگائے ہم نے اس سے باغ اور اناج

الْحَصِيْدِ ۝۹ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ۝۱۰

جس کا کھیت کاٹا جاتا ہے ◆۲ اور کھجوریں لمبی ان کا خوشہ ہے تہ بہ تہ ◆۳

رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۭ كَذٰلِكَ

روزی دینے کو بندوں کے اور زندہ کیا ہم نے اس سے ایک مردہ دیس کو یونہی ہوگا

الْخُرُوْجُ ۝۱۱ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ

نکل کھڑے ہونا (قبر سے) ◆۴ جھٹلا چکے ہیں ان سے پہلے نوح کی قوم اور کنوئیں والے

وَثَمُوْدُ ۝۱۲ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ ۝۱۳ وَّاَصْحٰبُ

اور ثمود اور عاد اور فرعون اور لوط کے بھائی اور بن کے

الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ۭ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ۝۱۴

رہنے والے اور تبع کی قوم ◆۵ ان سب نے جھٹلایا رسولوں کو پر (پھر) ٹھیک پڑا میرا ڈرانا ◆۶

اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ۭ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ

اب کیا ہم تھک گئے پہلی بار بنا کر کوئی نہیں ان کو دھوکا ہے ایک نئے

۱ **زمین اور اسکی نعمتوں میں غور کرو** یعنی جو آدمی خدا کی طرف رجوع ہو محض ان ہی محسوسات کے دائرہ میں الجھ کر نہ رہ جائے اس کے لئے آسمان و زمین کی تخلیق و تنظیم میں دانائی و بینائی کے کتنے سامان ہیں جن میں ادنیٰ غور کرنے سے صحیح حقیقت تک پہنچ سکتا ہے۔ اور بھولے ہوئے سبق اس کو یاد آسکتے ہیں۔ پھر خدا جانے ایسی روشن نشانیوں کی موجودگی میں بھی یہ لوگ کیونکر حق کو جھٹلانے کی جرأت کرتے ہیں۔

۲ اناج وہ ہے جس کے ساتھ اس کا کھیت بھی کٹ جائے اور باغ پھل ٹوٹ کر قائم رہتا ہے۔

۳ یعنی بڑی کثرت و افراط سے جن کا خوشہ دیکھنے میں بھی بھلا معلوم ہوتا ہے۔

۴ یعنی بارش برسا کر مردہ زمین کو زندہ کر دیا۔ اسی طرح قیامت کے دن مردے زندہ کر دیئے جائیں گے۔

۵ ان اقوام کے قصے سورہ حجر، فرقان، دخان وغیرہ میں گذر چکے ہیں۔

۶ یعنی تکذیب انبیاء پر جس انجام سے ڈرایا گیا تھا وہ ہی سامنے آ کر رہا۔

ع ۱۵ / ۱۵

جَدِيدٍ ۝١٥ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ

بنانے میں ◆۱ اور البتہ ہم نے بنایا انسان کو اور ہم جانتے ہیں جو باتیں آتی رہتی ہیں

بِهِ نَفْسُهُ ۖ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ۝١٦

اس کے جی میں ◆۲ اور ہم اس سے نزدیک ہیں دھڑکتی رگ (رگ جاں) سے زیادہ ◆۳

إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ

جب لیتے جاتے ہیں دو لینے والے داہنے بیٹھا اور بائیں

قَعِيدٌ ۝١٧ مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ

بیٹھا ◆۴ نہیں بولتا کچھ بات جو نہیں ہوتا اس کے پاس ایک راہ دیکھنے والا

عَتِيدٌ ۝١٨ وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۖ ذَٰلِكَ

تیار (نگہبان) ◆۵ اور وہ آئی بیہوشی موت کی تحقیق ◆۶ یہ

مَا كُنتَ مِنْهُ تَحِيدُ ۝١٩ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ ۚ ذَٰلِكَ

وہ ہے جس سے تو ٹلتا رہتا تھا ◆۷ اور پھونکا گیا صور یہ ہے

يَوْمُ الْوَعِيدِ ۝٢٠ وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَائِقٌ

دن ڈرانے کا ◆۸ اور آیا ہر ایک جی اس کے ساتھ ہے ایک ہانکنے والا

وَشَهِيدٌ ۝٢١ لَّقَدْ كُنتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَٰذَا فَكَشَفْنَا

اور ایک احوال بتلانے والا ◆۹ تو بے خبر رہا اس دن سے اب کھول دی ہم نے

عَنكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ ۝٢٢ وَقَالَ

تجھ پر سے تیری اندھیری سو تیری نگاہ آج تیز ہے ◆۱۰ اور بولا فرشتہ

۱ دوبارہ زندہ کرنا کوئی مشکل نہیں ہے یعنی دوبارہ نئے سرے سے پیدا کرنے میں انہیں فضول دھوکا لگ رہا ہے۔ جس نے پہلی بار پیدا کیا دوسری مرتبہ پیدا کر دینا کیا مشکل ہے؟ کیا یہ گمان کرتے ہو کہ (معاذ اللہ) وہ پہلی دفعہ دنیا کو بنا کر تھک گیا ہوگا؟ اس قادر مطلق کی نسبت ایسے توہمات قائم کرنا سخت جہالت اور گستاخی ہے۔

۲ اللہ کو دل کے وسوسوں کا بھی علم ہے یعنی اس کے ہر قول و فعل سے ہم خبردار ہیں حتیٰ کہ جو وساوس و خطرات اس کے دل میں گذرتے ہیں ان کا بھی ہم کو علم ہے۔ "اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ۔"

۳ اللہ شہ رگ سے بھی قریب ہے گردن کی رگ مراد ہے جسے "شہ رگ" کہتے ہیں اور جس کے کٹنے سے انسان مر جاتا ہے۔ شاید یہ کنایہ ہو جان اور روح سے۔ مطلب یہ ہوا کہ ہم (باعتبار علم کے) اس کی روح اور نفس سے بھی نزدیک تر ہیں۔ یعنی جیسا علم انسان کو اپنے احوال کا ہے ہم کو اس کا علم خود اس سے بھی زیادہ ہے۔ نیز علت اور منشا کو معلول اور ناشئے کے ساتھ وہ قرب حاصل ہوتا ہے جو معلول اور ناشئے کو خود اپنے نفس سے بھی نہیں ہوتا۔ اس کا کچھ مختصر بیان "اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ" کے حواشی میں ہو چکا ہے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "اللہ اندر سے نزدیک ہے اور رگ آخر باہر ہے جان سے۔" ولنعم ماقیل۔

جان نہاں در جسم واو در جاں نہاں

اے نہاں اندر نہاں اے جان جاں

۴ یعنی دو فرشتے خدا کے حکم سے ہر وقت اس کی تاک میں لگے رہتے ہیں جو لفظ اس کے منہ سے نکلے وہ لکھ لیتے ہیں۔ نیکی داہنے والا اور بدی بائیں والا۔

۵ کراماً کاتبین یعنی لکھنے کو تیار ہے تنبیہ دونوں فرشتے کہاں رہتے ہیں؟ اور علاوہ اقوال کے کیا کیا کچھ لکھتے ہیں؟ اس کی تفصیل احادیث و آثار سے ملے گی۔

۶ سکرۃ الموت یعنی لو ادھر مسل تیار ہوئی، ادھر موت کی گھڑی آ پہنچی۔ اور مرنے والا نزع کی بیہوشیوں اور جاں فی ن ختیوں میں ڈبکیاں کھانے لگا۔ اس وقت وہ سب سچی باتیں نظر آنا شروع ہو گئیں جن کی خبر اللہ کے رسولوں نے دی تھی۔ اور میت کی سعادت و شقاوت سے پردہ اٹھنے لگا اور ایسا پیش آنا قطعی اور یقینی تھا۔ کیونکہ حکیم مطلق کی بہت سی حکمتیں اس سے متعلق تھیں۔

۷ یعنی آدمی نے موت کو بہت کچھ ٹلانا چاہا۔ اور اس ناخوشگوار وقت سے بہت کچھ بھاگتا اور کتراتا رہا پر یہ گھڑی ٹلنے والی کہاں تھی۔ آخر سر پر آ کھڑی ہوئی کوئی تدبیر اور حیلہ دفع الوقتی کا نہ چل سکا۔

۸ چھوٹی قیامت تو موت کے وقت ہی آ چکی تھی۔ اس کے بعد بڑی قیامت حاضر ہے۔ بس صور پھونکا گیا اور وہ ہولناک دن آ موجود ہوا۔ جس سے انبیاء و رسل برابر ڈراتے چلے آتے تھے۔

۹ محشر میں ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے یعنی محشر میں اس طرح حاضر کیے جائیں گے کہ ایک فرشتہ پیچھے کے میدان کی طرف دھکیلتا ہوگا اور دوسرا اعمالنامہ لئے ہوگا۔ جس میں اس کی زندگی کے سب احوال درج ہونگے شاید یہ وہ ہی دو فرشتے ہوں جو "کراماً کاتبین" کہلاتے ہیں۔ اور جن کی نسبت فرمایا تھا۔ "اِذْ یَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّیٰنِ" الخ اور ممکن ہے کوئی اور ہوں۔ واللہ اعلم۔

۱۰ قیامت میں بینائی کی تیزی یعنی اس وقت کہا جائے گا کہ دنیا کے مزوں میں پڑ کر تو آج کے دن سے بے خبر تھا اور تیری آنکھوں کے سامنے شہوات و خواہشات کا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ پیغمبر جو سمجھاتے تھے۔ تجھے کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ آج ہم نے تیری آنکھ سے وہ پردے ہٹا دیئے اور نگاہ خوب تیز کر دی۔ اب دیکھ لے جو باتیں کہی گئی تھیں صحیح ہیں یا غلط۔

قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ۝۲۳ اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ

اس کے ساتھ والا یہ ہے جو میرے پاس تھا حاضر ◆۱ ڈال دو تم دونوں دوزخ میں

كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ۝۲۴ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبِ ۝۲۵

ہر ناشکر مخالف کو نیکی سے روکنے والا حد سے بڑھنے والا شبہ ڈالنے والا ◆۲

الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ

جس نے ٹھہرایا اللہ کے ساتھ اور کو پوجنا سو ڈال دو اس کو سخت

الشَّدِيْدِ ۝۲۶ قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ

عذاب میں ◆۳ بولا شیطان اس کا ساتھی اے رب ہمارے میں نے اس کو شرارت میں نہیں ڈالا

كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ۝۲۷ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ

یہ تھا راہ کو بھولا دور پڑا ہوا ◆۴ فرمایا جھگڑا نہ کرو میرے پاس

وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ ۝۲۸ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ

اور میں پہلے ہی ڈرا چکا تھا تم کو عذاب سے ◆۵ بدلتی نہیں بات

لَدَيَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝۲۹ ع يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ

ع ۲ ۱۴ ۱۶

میرے پاس اور میں ظلم نہیں کرتا بندوں پر ◆۶ جس دن ہم کہیں دوزخ کو

هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ۝۳۰ وَاُزْلِفَتِ

تو بھر بھی چکی اور وہ بولے کچھ اور بھی ہے ◆۷ اور نزدیک لائی جائے

الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ۝۳۱ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ

بہشت ڈرنے والوں کے واسطے دور نہیں ◆۸ یہ ہے جس کا وعدہ ہوا تھا تم سے

۱ یعنی فرشتہ اعمالنامہ حاضر کرے گا۔ اور بعض نے "قرین" سے مراد شیطان لیا ہے یعنی شیطان کہے گا کہ یہ مجرم حاضر ہے جس کو میں نے اغواء کیا اور دوزخ کے لئے تیار کر کے لایا ہوں۔ مطلب یہ کہ اغواء تو میں نے کیا۔ مگر میرا ایسا زور و تسلط نہ تھا کہ زبردستی اس کو شرارت میں ڈال دیتا۔ یہ اپنے ارادہ واختیار سے گمراہ ہوا۔

۲ **نیکی سے روکنے والے** بارگاہ ایزدی سے یہ حکم دو فرشتوں کو ہوگا کہ ایسے لوگوں کو جہنم میں جھونک دو (اعاذنا اللّٰہ منہا)

۳ یعنی ایسے لوگ جہنم میں سخت ترین عذاب کے مستحق ہیں۔

۴ **مشرک کا انجام** یعنی میری کچھ زبردستی اس پر نہ چلتی تھی۔ ذرا شہ دی تھی کہ یہ کم بخت خود گمراہ ہو کر نجات وفلاح کے راستہ سے دور جا پڑا۔ شیطان یہ کہہ کر اپنا جرم ہلکا کرنا چاہتا ہے۔

۵ **حشر میں کفار کو جواب** یعنی بک بک مت کرو۔ دنیا میں سب کو نیک و بد سے آگاہ کر دیا گیا تھا۔ اب ہر ایک کو اس کے جرم کے موافق سزا ملے گی۔ جو گمراہ ہوا اور جس نے اغواء کیا، سب اپنی حرکتوں کا خمیازہ بھگتیں گے۔

۶ یعنی ہمارے یہاں ظلم نہیں۔ جو کچھ فیصلہ ہوگا عین حکمت اور انصاف سے ہوگا۔ "اور بات نہیں بدلتی۔" یعنی کافر بخشا نہیں جاتا۔ بھلا شیطان اکفر کی بخشش تو کہاں۔

۷ **جہنم کی وسعت اور پھیلاؤ** یعنی دوزخ کا پھیلاؤ اس قدر لوگوں سے نہ بھرے گا اور شدت غیظ سے اور زیادہ کافروں اور نافرمانوں کو طلب کرے گی۔

۸ **جنت متقین کے نزدیک ہے** یعنی جنت ان سے دور نہ ہوگی۔ بہت قریب سے اس کی تروتازگی اور بناؤ سنگار دیکھیں گے۔

لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ﴿۳۲﴾ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ

ہر ایک رجوع رہنے والے یاد رکھنے والے کے واسطے — جو ڈرا رحمٰن سے — بن دیکھے

وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ ﴿۳۳﴾ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ

اور لایا دل رجوع ہونے والا — چلے جاؤ اس میں سلامت ◆۱ — یہ دن ہے

الْخُلُوْدِ ﴿۳۴﴾ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ﴿۳۵﴾

ہمیشہ رہنے کا ◆۲ — ان کے واسطے ہے وہاں جو وہ چاہیں — اور ہمارے پاس ہے کچھ زیادہ بھی ◆۳

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ

اور کتنی تباہ کر چکے ہم ان سے پہلے — جماعتیں — کہ ان کی قوت زبردست تھی

بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ ؕ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿۳۶﴾ اِنَّ

ان سے — پھر لگے کریدنے شہروں میں — کہیں ہے بھاگ جانے کو ٹھکانا ◆۴

فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى

اس میں سوچنے کی جگہ ہے — اس کو جس کے اندر دل ہے — یا لگائے

السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ﴿۳۷﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ

کان دل لگا کر ◆۵ — اور ہم نے بنائے آسمان — اور

الْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا

زمین — اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے — چھ دن میں ◆۶ — اور ہم کو نہ ہوا

مِنْ لُّغُوْبٍ ﴿۳۸﴾ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ

کچھ تکان ◆۷ — سو تو سہتا رہ جو کچھ وہ کہتے ہیں — اور پاکی بولتا رہ خوبیاں

❶ **انابت اور خشیت کے بدلے جنت** یعنی جنہوں نے دنیا میں خدا کو یاد رکھا اور گناہوں سے محفوظ ہو کر اس کی طرف رجوع ہوئے، اور بے دیکھے اس کے قہر و جلال سے ڈرے اور ایک پاک وصاف رجوع ہونے والا دل لے کر حاضر ہوئے، اس جنت کا وعدہ ایسے لوگوں سے کیا گیا تھا وقت آ گیا ہے کہ سلامتی و عافیت کے ساتھ اس میں داخل ہوں۔ فرشتے ان کو سلام کریں اور ان کے پروردگار کا سلام پہنچائیں۔

❷ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ''اس دن جس کو جو کچھ ملا سو، ہمیشہ کے لئے ہے۔ اس سے پہلے ایک بات پر ٹھہراؤ نہ تھا۔''

❸ **جنت میں ہر خواہش پوری ہوگی** یعنی جو چاہیں گے وہ ملے گا اس کے علاوہ وہ نعمتیں ملیں گی جو انکے خیال میں بھی نہیں۔ مثلاً دیدار الٰہی کی لذت بے قیاس اور ممکن ہے'' وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ '' سے یہ غرض ہو کہ ہمارے پاس بہت ہے، جنتی کتنا ہی مانگیں سب دیا جائیگا۔ اللہ کے ہاں اتنا دینے پر بھی کوئی کمی نہیں آتی، نہ اس کے لئے کوئی رکاوٹ ہے۔ پس اتنی بے حساب و بے شمار عطایا کو مستبعد نہ سمجھو۔ واللہ سبحانہٗ وتعالٰی اعلم۔

❹ **کفار کو تنبیہ** پہلے کفار کی تعذیب اخروی کا بیان تھا۔ درمیان میں ان کے مقابلہ پر اہل جنت کے تنعم کا ذکر آ گیا۔ اب پھر کفار کی سزادہی کا ذکر کرتے ہیں۔ یعنی آخرت سے پہلے دنیا ہی میں ہم کتنی شریر و سرکش قوموں کو تباہ کر چکے ہیں جو زور و قوت میں موجودہ اقوام کفار سے بڑھ چڑھ کر تھیں۔ اور جنہوں نے بڑے بڑے شہر چھان مارے تھے۔ پھر جب عذاب الٰہی آیا تو بھاگ جانے کو روئے زمین پر کہیں ٹھکانا نہ ملا۔ یا یہ مطلب ہے کہ عذاب کے وقت اپنی بستیوں میں کھوج لگانے لگے کہ کہیں پناہ ملے۔ مگر کوئی ٹھکانا نہ پایا۔ وهذا هو الظاهر من الترجمة والاول ما اختاره جمهور المفسرين . واللہ اعلم۔

❺ **سمجھنے اور سننے والے ہی نصیحت پکڑتے ہیں** یعنی ان عبرتناک واقعات میں غور و فکر کر کے وہ ہی لوگ نصیحت حاصل کر سکتے ہیں جن کے سینہ میں سمجھنے والا دل ہو کہ از خود ایک بات کو سمجھ لیں، یا کم از کم کسی سمجھانے والے کے کہنے پر دل کو حاضر کر کے کان دھریں۔ کیونکہ یہ بھی ایک درجہ ہے کہ آدمی خود متنبہ نہ ہو، تو دوسرے کے متنبہ کرنے پر ہشیار ہو جائے۔ جو شخص نہ خود سمجھے نہ کسی کے کہنے پر توجہ کے ساتھ کان لگائے اس کا درجہ اینٹ پتھر سے زیادہ نہیں۔

❻ اس کا بیان پہلے کئی جگہ گذر چکا ہے۔

❼ **اللہ نہیں تھکتا** جب پہلی مرتبہ بنانے سے نہ تھکے تو دوسری مرتبہ کیوں تھکیں گے۔ اور تباہ و برباد کر دینا تو بنانے سے کہیں آسان ہے۔

رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴿۳۹﴾ ج

اپنے رب کی ◆ پہلے سورج کے نکلنے سے اور پہلے ڈوبنے سے

وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴿۴۰﴾ وَاسْتَمِعْ

اور کچھ رات میں بول اس کی پاکی ◆ اور پیچھے سجدہ کے ◆ اور کان رکھ

يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿۴۱﴾ لا يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ

جس دن پکارے پکارنے والا نزدیک کی جگہ سے ◆ جس دن سنیں گے

الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴿۴۲﴾ اِنَّا نَحْنُ

چنگھاڑ محقق وہ ہے دن نکل پڑنے کا ◆ ہم ہیں

نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ﴿۴۳﴾ لا يَوْمَ تَشَقَّقُ

جلاتے اور مارتے اور ہم تک ہے سب کو پہنچنا ◆ جس دن زمین پھٹ کر

الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ؕ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ﴿۴۴﴾

نکل پڑیں وہ سب دوڑتے ہوئے یہ اکٹھا کرنا ہم کو آسان ہے ◆

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ قف

ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ وہ کہتے ہیں اور تو نہیں ہے ان پر زور کرنے والا

فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ﴿۴۵﴾ ع

سو تو سمجھا قرآن سے اس کو جو ڈرے میرے ڈرانے سے ◆

ع ۳ ۱۷

اٰیاتُھا ۶۰ (۵۱) سُوْرَةُ الذّٰرِيٰتِ مَكِّيَّةٌ (۶۷) رُکُوْعَاتُھا ۳

سورۂ ذاریات مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ساٹھ آیتیں ہیں اور تین رکوع

۱ **آنحضرت ﷺ کو صبر و شکر کا حکم** یعنی ایسی موٹی باتوں کو یہ لوگ نہ سمجھیں تو آپ غمگین نہ ہوں۔ بلکہ ان کی بیہودہ بکواس پر صبر کرتے رہیں۔ اور اپنے پروردگار کی یاد میں دل لگائے رکھیں جو تمام زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا اور ہر چیز کے بنانے اور بگاڑنے پر قدرت رکھتا ہے۔

۲ **دعا اور نمازوں کے خاص اوقات** یہ وقت اللہ کی یاد کے ہیں۔ ان میں دعاء اور عبادت بہت قبول ہوتی ہے اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء میں آپ ﷺ پر تین ہی نمازیں فرض تھیں۔ فجر اور عصر اور تہجد، بہرحال اب بھی ان تینوں وقتوں کو خصوصی فضل و شرف حاصل ہے نماز یاذکر و دعاء وغیرہ سے ان اوقات کو معمور رکھنا چاہئے۔ حدیث میں ہے۔ "عَلَيْكُمْ بِالْغُدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِنَ الدُّلْجَةِ"۔ بعض نے کہا کہ "قَبْلَ الطُّلُوعِ" سے نماز فجر "قَبْلَ الْغُرُوْبِ" سے ظہر و عصر اور "مِنَ الَّيْلِ" سے مغرب و عشاء مراد ہیں۔ واللہ اعلم۔

۳ یعنی نماز کے بعد کچھ تسبیح و تہلیل کرنا چاہئے یا نوافل مراد ہوں جو فرائض کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔

۴ **صور قریب کے مقام سے پھونکا جائے گا** کہتے ہیں صور پھونکا جائے گا بیت المقدس کے پتھر پر۔ اس لئے نزدیک کہا۔ یا یہ مطلب ہے کہ اس کی آواز ہر جگہ نزدیک لگے گی اور سب کو یکساں سنائی دے گی۔ باقی صور پھونکنے کے سوا اور بھی ندائیں حق تعالیٰ کی طرف سے اس روز ہونگی۔ بعض نے آیت سے وہ مراد لی ہے۔ مگر ظاہر نفخ صور ہے واللہ اعلم۔

۵ یعنی دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو سب زمین سے نکل کھڑے ہوں گے۔

۶ یعنی بہرحال موت و حیات سب خدا کے ہاتھ میں ہے اور پھر کر آخر کار اسی کی طرف سب کو جانا ہے۔ بچ کر کوئی نہیں نکل سکتا۔

۷ **قیامت میں زمین کا پھٹنا** یعنی زمین پھٹے گی اور مردے اس سے نکل کر میدان حشر کی طرف جھپٹیں گے۔ خداتعالیٰ سب اگلوں پچھلوں کو ایک میدان میں اکٹھا کر دے گا ایسا کرنا اس کو کچھ مشکل نہیں۔

۸ **تبلیغ میں زبردستی نہیں** یعنی جو لوگ حشر کا انکار کرتے اور واہی تباہی کلمات بکتے ہیں بکنے دو۔ اور ان کا معاملہ ہمارے سپرد کرو۔ ہم کو سب معلوم ہے جو کچھ وہ کہتے ہیں۔ آپ کا یہ منصب نہیں کہ زور و زبردستی سے ہر ایک کو یہ باتیں منوا کر چھوڑیں۔ ہاں قرآن سنا سنا کر بالخصوص ان کو نصیحت اور فہمائش کرتے رہیے جو اللہ کے ڈرانے سے ڈرتے ہیں۔ ان معاندین کے پیچھے زیادہ نہ پڑیئے۔ تم سورۃ قٓ والحمد للہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَ الذّٰرِیٰتِ ذَرۡوًا ۙ﴿۱﴾ فَالۡحٰمِلٰتِ وِقۡرًا ۙ﴿۲﴾ فَالۡجٰرِیٰتِ

قسم ہے ان ہواؤں کی جو بکھیرتی ہیں اڑا کر — پھر اٹھانے والیاں بوجھ کو — پھر چلنے والیاں

یُسۡرًا ۙ﴿۳﴾ فَالۡمُقَسِّمٰتِ اَمۡرًا ۙ﴿۴﴾ اِنَّمَا تُوۡعَدُوۡنَ

نرمی سے — پھر بانٹنے والیاں حکم سے ﴿۱﴾ — بے شک جو وعدہ کیا ہے تم سے

لَصَادِقٌ ۙ﴿۵﴾ وَّ اِنَّ الدِّیۡنَ لَوَاقِعٌ ؕ﴿۶﴾ وَ السَّمَآءِ ذَاتِ

سچ ہے — اور بے شک انصاف ہونا ضرور ہے ﴿۲﴾ — قسم ہے آسمان

الۡحُبُکِ ۙ﴿۷﴾ اِنَّکُمۡ لَفِیۡ قَوۡلٍ مُّخۡتَلِفٍ ۙ﴿۸﴾ یُّؤۡفَکُ عَنۡہُ

جال دار (جالی دار) کی ﴿۳﴾ — تم پڑ رہے ہو ایک جھگڑے کی بات میں — اس سے باز رہے وہی

مَنۡ اُفِکَ ؕ﴿۹﴾ قُتِلَ الۡخَرّٰصُوۡنَ ﴿ۙ۱۰﴾ الَّذِیۡنَ ہُمۡ فِیۡ

جو پھیرا گیا (راندا گیا) ﴿۴﴾ — مارے پڑے (گئے) اٹکل دوڑانے والے ﴿۵﴾ — وہ جو

غَمۡرَۃٍ سَاہُوۡنَ ﴿ۙ۱۱﴾ یَسۡـَٔلُوۡنَ اَیَّانَ یَوۡمُ الدِّیۡنِ ﴿ؕ۱۲﴾

غفلت میں ہیں بھول رہے ﴿۶﴾ — پوچھتے ہیں — کب ہے — دن انصاف کا ﴿۷﴾

یَوۡمَ ہُمۡ عَلَی النَّارِ یُفۡتَنُوۡنَ ﴿۱۳﴾ ذُوۡقُوۡا فِتۡنَتَکُمۡ ؕ ہٰذَا

جس دن وہ آگ پر الٹے سیدھے پڑیں گے (جلائیں جائیں گے) — چکھو مزا اپنی شرارت کا — یہ ہے

الَّذِیۡ کُنۡتُمۡ بِہٖ تَسۡتَعۡجِلُوۡنَ ﴿۱۴﴾ اِنَّ الۡمُتَّقِیۡنَ فِیۡ

جس کی تم جلدی کرتے تھے ﴿۸﴾ — البتہ ڈرنے والے

سورۃ الذریت

١ هواؤں کی قسم | اول زور کی ہوائیں اور آندھیاں چلتی ہیں جن سے غبار وغیرہ اڑتا ہے اور بادل بنتے ہیں، پھر ان میں پانی بنتا ہے۔ اس بوجھ کو اٹھائے پھرتی ہیں۔ پھر برسنے کے قریب نرم ہوا چلتی ہے پھر اللہ کے حکم کے موافق بارش میں جس جگہ کا جتنا حصہ ہوتا ہے وہ تقسیم کرتی ہیں۔ ان ہواؤں کی اللہ قسم کھاتا ہے۔ بعض علماء نے "ذاریات" سے ہوائیں۔ "حاملات" سے بادل، "جاریات" سے ستارے اور "مقسمات" سے فرشتے مراد لئے ہیں۔ گویا مقسم بہ کی ترتیب نیچے سے اوپر کو ہوئی اور حضرت علیؓ وغیرہ سے منقول ہے کہ "ذاریات" ہوائیں۔ "حاملات"۔ بادل، "جاریات" کشتیاں، اور مقسمات" فرشتے ہیں جو اللہ کے حکم سے رزق وغیرہ تقسیم کرتے ہیں۔

٢ آخرت کا وعدہ سچا ہے | یعنی یہ ہواؤں اور بارش وغیرہ کا نظام شاہد ہے کہ آخرت کا وعدہ سچا، اور انصاف ہونا ضروری ہے۔ جب اس دنیا میں ہوا تک بے نتیجہ نہیں چلتی تو کیا اتنا بڑا کارخانہ یوں ہی بے نتیجہ چل رہا ہے؟ یقیناً اس کا کوئی عظیم الشان انجام ہوگا۔ اسی کو آخرت کہتے ہیں۔

٣ جال دار آسمان | یعنی صاف وشفاف، خوبصورت، مضبوط اور پر رونق آسمان کی قسم جس پر ستاروں کا جال بچھا ہوا معلوم ہوتا ہے اور جس پر ستاروں کی اور فرشتوں کی راہیں پڑی ہوئی ہیں۔

٤ یعنی قیامت اور آخرت کی بات میں خواہ مخواہ جھگڑے ڈال رکھے ہیں۔ اس کو وہ ہی تسلیم کرے گا جسے بارگاہ ربوبیت سے کچھ تعلق ہو۔ جو شخص راندۂ درگاہ ہے اور خیر وسعادت کے راستوں سے پھیر دیا گیا ہے وہ اس چیز کے تسلیم اور قبول کرنے سے ہمیشہ باز رہے گا۔ حالانکہ اگر صرف آسمان کے نظم ونسق میں غور کرے تو یقین ہو جائے کہ اس مسئلہ میں جھگڑنا محض حماقت ہے۔

٥ انکل دوڑانے والے | یعنی دین کی باتوں میں انکلیں دوڑاتے ہیں اور محض اپنے ظن وتخمین سے قطعیات کو رد کرتے ہیں۔

٦ یعنی دنیا کے مزوں نے آخرت سے اور خدا سے غافل کر رکھا ہے۔

٧ انصاف کے دن کا تمسخر | یعنی انکار اور ہنسی کے طور پر پوچھتے ہیں کہ ہاں صاحب! وہ انصاف کا دن کب آئے گا؟ آخر اتنی دیر کیوں ہو رہی ہے؟

٨ حق تعالیٰ کا جواب | یہ حق تعالیٰ کی طرف سے ان کو جواب دیا گیا۔ یعنی ذرا صبر کرو۔ وہ دن آیا چاہتا ہے۔ جب تم آگ میں الٹے سیدھے کئے جاؤ گے۔ اور خوب جلا تپا کر کہا جائے گا کہ لو! اب اپنی شرارت اور استہزاء کا مزہ چکھو۔ جس دن کی جلدی مچا رہے تھے وہ آ گیا۔

جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۙ﴿۱۵﴾ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ؕ اِنَّهُمْ

باغوں میں ہیں اور چشموں میں لیتے ہیں جو دیا ان کو ان کے رب نے ① وہ تھے

كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ؕ﴿۱۶﴾ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ

اس سے پہلے نیکی والے ② وہ تھے رات کو

مَا يَهْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَفِيْٓ

تھوڑا سوتے اور صبح کے وقتوں میں معافی مانگتے (استغفار کرتے) ③ اور ان کے

اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۱۹﴾ وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ

مال میں حصہ تھا مانگنے والوں کا اور ہارے ہوئے کا ④ اور زمین میں نشانیاں ہیں

لِّلْمُوْقِنِيْنَ ۙ﴿۲۰﴾ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَفِي

یقین لانے والوں کے واسطے اور خود تمہارے اندر سو کیا تم کو سوجھتا نہیں ⑤ اور

السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۲۲﴾ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ

آسمان میں ہے روزی تمہاری اور جو تم سے وعدہ کیا گیا ⑥ سو قسم ہے رب آسمان

وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ﴿۲۳﴾ هَلْ

ع ۲۳ / ۱۸

اور زمین کی کہ یہ بات تحقیق ہے جیسے کہ تم بولتے ہو ⑦ کیا

اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ۘ﴿۲۴﴾ اِذْ دَخَلُوْا

وقف لازم

پہنچی ہے تجھ کو بات ابراہیم کے مہمانوں کی جو عزت والے تھے ⑧ جب اندر پہنچے

عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۲۵﴾

اس کے پاس تو بولے سلام وہ بولا سلام ہے یہ لوگ ہیں اوپرے ⑨

۱ یعنی خوشی خوشی ان نعمتوں کو قبول کرتے ہیں جو ان کے پروردگار نے ارزانی فرمائی ہیں۔

۲ یعنی دنیا سے نیکیاں کما کر لائے تھے۔ آج ان کا نیک پھل مل رہا ہے۔ آگے ان نیکیوں کی قدرے تفصیل ہے۔

۳ **محسنین اور متقین کی صفات** یعنی رات کا اکثر حصہ عبادت الٰہی میں گذارتے اور سحر کے وقت جب رات ختم ہونے کو آتی اللہ سے اپنی تقصیرات کی معافی مانگتے کہ الٰہی حق عبودیت ادا نہ ہو سکا۔ جو کوتاہی رہی اپنی رحمت سے معاف فرما دیجئے۔ کثرت عبادت ان کو مغرور نہ کرتی تھی۔ بلکہ جس قدر بندگی میں ترقی کرتے جاتے خشیت وخوف بڑھتا جاتا تھا۔

۴ "ہارا ہوا" وہ جو محتاج ہے اور مانگتا نہیں پھرتا۔ مطلب یہ ہے کہ انہوں نے (زکوٰۃ کے علاوہ) اپنے مال میں اپنی خوشی سے سائلوں اور محتاجوں کا حصہ مقرر کر رکھا تھا جو التزام کی وجہ سے گویا ایک حق لازم سمجھا گیا۔

۵ **آفاقی اور انفس کی نشانیاں** یعنی یہ شب بیداری، استغفار اور محتاجوں پر خرچ کرنا اس یقین کی بناء پر ہونا چاہئے کہ خدا موجود ہے اور اس کے ہاں کسی کی نیکی ضائع نہیں جاتی۔ اور یہ یقین وہ ہے جو آفاقی وانفسی آیات میں غور کرنے سے بسہولت حاصل ہو سکتا ہے۔ انسان اگر خود اپنے اندر یا روئے زمین کے حالات میں غور وفکر کرے تو بہت جلد اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ ہر نیک وبدکی جزاء کسی نہ کسی رنگ میں ضرور مل کر رہے گی۔ جلد یا بدیر۔

۶ **سب کی روزی آسمان میں ہے** یعنی سائلوں اور محتاجوں پر خرچ کرنے سے اس لئے نہیں ڈرنا چاہئے کہ خرچ کر کے ہم کہاں سے کھائیں گے اور نہ خرچ کر کے ان مساکین پر احسان جتلائیے کیونکہ تمہاری سب کی روزی اور اجر وثواب کے جو وعدے کئے گئے ہیں آسمان والے کے ہاتھ میں ہیں۔ ہر ایک کی روزی پہنچ کر رہے گی کسی کے روکے نہیں رک سکتی۔ اور خرچ کرنے والوں کو ثواب بھی مل کر رہے گا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "آنے والی جو بات ہے اس کا حکم آسمان ہی سے اترتا ہے۔"

۷ **یہ سب باتیں حق ہیں** یعنی جیسے اپنے بولنے میں شبہ نہیں، ویسا ہی اس کلام میں شبہ نہیں۔ یقیناً روزی پہنچ کر رہے گی، قیامت قائم ہوگی، آخرت آکر رہے گی، اور خدا کے وعدے ضرور پورے ہوں گے۔ آگے "وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ" کی مناسبت سے حضرت ابراہیمؑ کی مہمان نوازی کا قصہ سناتے ہیں جو تمہید ہے لوط علیہ السلام کے قصہ کی۔ دونوں قصوں سے یہ بھی ظاہر ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ دنیا میں محسنین کے ساتھ کیا ہے اور مکذبین کے ساتھ اس نے کیسا برتاؤ کیا۔

۸ **حضرت ابراہیمؑ کے مہمان** یعنی فرشتے تھے جن کو ابراہیمؑ اول انسان سمجھے ان کی بڑی عزت کی اور اللہ کے ہاں تو فرشتے معزز ومکرم ہیں ہی۔ کما قال "بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ"

۹ یعنی سلام کا جواب سلام سے دیا اور دل میں یا آپس میں کہا کہ یہ لوگ کچھ اوپرے سے معلوم ہوتے ہیں۔

فَرَاغَ اِلٰۤى اَهۡلِهٖ فَجَآءَ بِعِجۡلٍ سَمِيۡنٍ ۙ﴿۲۶﴾ فَقَرَّبَهٗۤ اِلَيۡهِمۡ

پھر دوڑا اپنے گھر کو — تو لے آیا ایک بچھڑا گھی میں تلا ہوا — پھر ان کے سامنے رکھا

قَالَ اَلَا تَاۡكُلُوۡنَ ﴿۲۷﴾ فَاَوۡجَسَ مِنۡهُمۡ خِيۡفَةً ؕ قَالُوۡا لَا

کہا کیوں تم کھاتے نہیں ﴿۱﴾ — پھر جی میں گھبرایا (ہڑبڑایا) ان کے ڈر سے — بولے تو

تَخَفۡ ؕ وَبَشَّرُوۡهُ بِغُلٰمٍ عَلِيۡمٍ ﴿۲۸﴾ فَاَقۡبَلَتِ امۡرَاَتُهٗ فِىۡ

مت ڈر — اور خوش خبری دی اس کو ایک لڑکے ہشیار کی ﴿۲﴾ — پھر سامنے سے آئی اس کی عورت

صَرَّةٍ فَصَكَّتۡ وَجۡهَهَا وَقَالَتۡ عَجُوۡزٌ عَقِيۡمٌ ﴿۲۹﴾ قَالُوۡا

بولتی ہوئی — پھر پیٹا اپنا ماتھا — اور کہنے لگی کہیں بڑھیا بانجھ ﴿۳﴾ — وہ بولے

كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡحَكِيۡمُ الۡعَلِيۡمُ ﴿۳۰﴾

یوں ہی کہا تیرے رب نے — وہ جو ہے وہی ہے حکمت والا خبردار ﴿۴﴾

یعنی نہایت اہتمام سے مہمانی شروع کر دی اور نہایت مہذب وشائستہ پیرایہ میں کہا کہ کیوں حضرات! تم کھانا نہیں کھاتے؟ وہ فرشتے تھے، کھاتے کس طرح۔ آخر ابراہیمؑ سمجھے کہ یہ آدمی نہیں ہیں۔

یہ قصہ سورۂ "ہودؑ" اور "حجر" میں گذر چکا ہے۔ وہاں تفصیل ملاحظہ کر لی جائے۔

حضرت سارہؓ کا تعجب حضرت سارہؓ حضرت ابراہیمؑ کی بیوی ایک طرف گوشہ میں کھڑی سن رہی تھیں۔ لڑکے کی بشارت سن کر چلاتی ہوئی دوسری طرف متوجہ ہوئیں اور تعجب سے پیشانی پر ہاتھ مار کر کہنے لگیں کہ (کیا خوب) ایک بڑھیا بانجھ جس کے جوانی میں اولاد نہ ہوئی۔ اب بڑھاپے میں بچہ جنے گی؟

یعنی ہم اپنی طرف سے نہیں کہہ رہے بلکہ تیرے رب نے ایسا ہی فرمایا ہے۔ وہ ہی جانتا ہے کہ کس کو کس وقت کیا چیز دینا چاہیے۔ (پھر تم بیت نبوت سے ہو کر اس بشارت پر تعجب کیا کرتی ہو) **تنبیہ** مجموعہ آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑکا حضرت اسحٰق علیہ السلام ہیں جن کی بشارت ماں اور باپ دونوں کو دی گئی۔
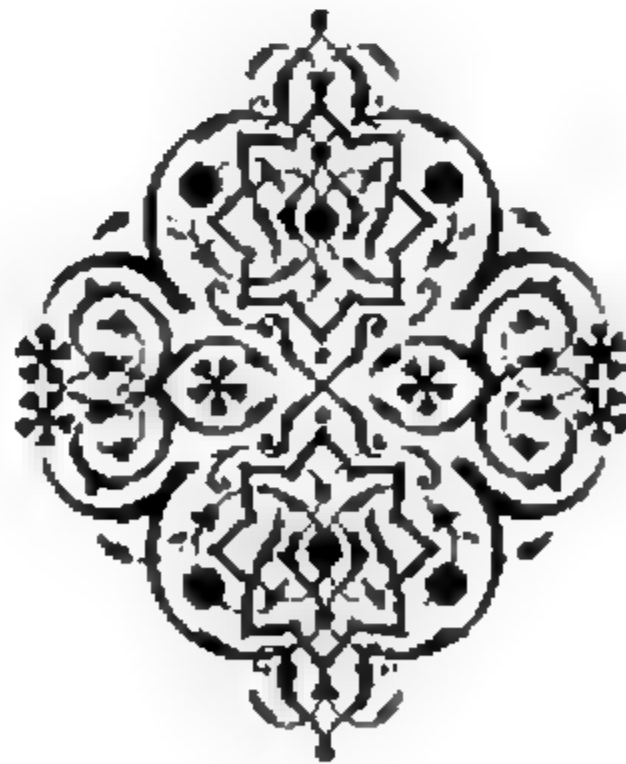
قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ

بولا پھر کیا مطلب ہے تمہارا اے بھیجے ہوؤ ۱ وہ بولے ہم کو

اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً

بھیجا ہے ایک گنہگار قوم پر کہ چھوڑیں ہم ان پر پتھر

مِّنْ طِيْنٍ ﴿۳۳﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۴﴾

مٹی کے ۲ نشان پڑے ہوئے تیرے رب کے یہاں سے حد سے نکل چلنے والوں کے لیے ۳

فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَمَا

پھر بچا نکالا ہم نے جو تھا وہاں ایمان والا پھر

وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَتَرَكْنَا

نہ پایا ہم نے اس جگہ سوائے ایک گھر کے مسلمانوں سے ۴ اور باقی رکھا ہم نے

فِيْهَآ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۳۷﴾

اس میں نشان ان لوگوں کے لیے جو ڈرتے ہیں عذاب دردناک سے ۵

وَفِيْ مُوْسٰٓى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ

اور نشانی ہے موسیٰ کے حال میں جب بھیجا ہم نے اس کو فرعون کے پاس دے کر کھلی

مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۳۹﴾

سند ۶ پھر اس نے منہ موڑ لیا اپنے زور پر اور بولا یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ۷

فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿۴۰﴾

پھر پکڑا ہم نے اس کو اور اس کے لشکروں کو پھر پھینک دیا ان کو دریا میں اور اس پر لگا الزام ۸

❶ **حضرت ابراہیمؑ اور فرشتوں کی گفتگو** یعنی ابراہیمؑ نے فرشتوں سے پوچھا کہ آخر تم کس مہم کے لئے آئے ہو۔ اندازہ سے سمجھے ہوں گے کہ ضرور کسی اور اہم مقصد کے لئے ان کا نزول ہوا ہے۔

❷ یعنی قوم لوطؑ کی سزادہی کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ تا کنکر کے پتھر برسا کر ان کو ہلاک کریں۔ ''مِنْ طِیْنٍ'' کی قید سے معلوم ہو گیا کہ یہ اولوں کی بارش نہ تھی جس کو توسعاً پتھر کہہ دیا جاتا ہے۔

❸ **قوم لوط کے لئے نشان زدہ پتھر** یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پتھروں پر نشان کر دیئے گئے ہیں۔ یہ عذاب کے پتھر خاص ان ہی کو لگیں گے جو عقل، دین اور فطرت کی حد سے نکل چکے ہیں۔

❹ یعنی اس بستی میں صرف ایک حضرت لوطؑ کا گھرانا مسلمانی کا گھرانا تھا۔ اس کو ہم نے عذاب سے محفوظ رکھا اور صاف بچا نکالا۔ باقی سب تباہ کر دیئے گئے۔

❺ **آثار عذاب سے عبرت** یعنی اب تک وہاں تباہی کے نشان موجود ہیں اور ان کی غیر معمولی ہلاکت کے قصہ میں ڈرنے والوں کے لئے عبرت کا سامان ہے،

❻ یعنی معجزات و براہین۔

❼ یعنی زور و قوت پر مغرور ہو کر حق کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اور اپنی قوم اور ارکان سلطنت کو بھی ساتھ لے ڈوبا۔ کہنے لگا کہ موسیٰ یا تو چالاک جادوگر ہے اور یا دیوانہ ہے۔ دو حال سے خالی نہیں۔

❽ یعنی ہم نے زیادتی نہیں کی۔ الزام اسی پر ہے کہ اس نے کفر اور سرکشی اختیار کی، سمجھانے پر بھی باز نہ آیا۔ آخر جو بویا تھا وہی کاٹا۔

وَفِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ۝۴۱ مَا

اور نشانی ہے عاد میں | جب بھیجی ہم نے ان پر ہوا | خیر (نفع) سے خالی | نہیں

تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ ۝۴۲

چھوڑتی کسی چیز کو | جس پر گذرے | کہ نہ کر ڈالے اس کو | جیسے چورا ۱

وَفِيْ ثَمُوْدَ اِذْ قِيْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ ۝۴۳ فَعَتَوْا

اور نشانی ہے ثمود میں | جب کہا ان کو برت لو (فائدہ اٹھالو) ایک وقت تک ۲ | پھر شرارت کرنے لگے

عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝۴۴

اپنے رب کے حکم سے | پھر پکڑا ان کو کڑک نے | اور وہ دیکھتے تھے

فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ۝۴۵

پھر نہ ہو سکا ان سے | کہ اٹھیں | اور نہ ہوئے کہ بدلہ لیں ۳

وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝۴۶ ع

اور ہلاک کیا نوح کی قوم کو اس سے پہلے | تحقیق وہ تھے | لوگ نافرمان ۴

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ۝۴۷ وَالْاَرْضَ

اور بنایا ہم نے آسمان | ہاتھ کے بل سے (قوت سے) | اور ہم کو سب مقدور ہے ۵ | اور زمین کو

فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ۝۴۸ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ

بچھایا ہم نے | سو کیا خوب بچھانا جانتے ہیں ہم ۶ | اور ہر چیز کے

خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝۴۹ فَفِرُّوْا اِلَى

بنائے ہم نے جوڑے | تا کہ تم دھیان کرو ۷ | سو بھاگو

۱ یعنی عذاب کی آندھی آئی جو خیر و برکت سے یکسر خالی تھی۔ اس نے مجرموں کی جڑ کاٹ ڈالی اور جس چیز پر گذری اس کا چورا کر کے رکھ دیا۔

۲ **قوم صالح کو مہلت** یعنی حضرت صالحؑ نے فرمایا کہ اچھا کچھ دن اور دنیا کے مزے اڑا لو، اور یہاں کا سامان برت لو۔ آخر عذاب الٰہی میں پکڑے جاؤ گے۔

۳ یعنی ان کی شرارت روز بروز بڑھتی گئی۔ آخر عذاب الٰہی نے آلیا ایک کڑک ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے سب ٹھنڈے ہو گئے۔ وہ سب زور و طاقت اور متکبرانہ دعوے اور طنطنے خاک میں مل گئے کسی ایک سے اتنا بھی نہ ہوا کہ پچھاڑ کھانے کے بعد ذرا اٹھ کھڑا ہوتا۔ بھلا بدلہ تو کیا لے سکتے تھے اور اپنی مدد پر کسے بلاتے۔

۴ یعنی ان اقوام سے پہلے نوحؑ کی قوم اپنی بغاوت اور سرکشی کی بدولت تباہ کی جا چکی ہے وہ لوگ بھی نافرمانی میں حد سے نکل گئے تھے۔

۵ یعنی آسمان جیسی وسیع چیز اپنی قدرت سے پیدا کی اور اس سے بھی بڑی چیزیں پیدا کرے تو کیا مشکل ہے۔

۶ یعنی زمین و آسمان سب خدا کے پیدا کئے ہوئے اور اسی کے قبضہ میں ہیں۔ پھر اس کا مجرم بھاگ کر کہاں پناہ لے سکتا ہے۔ نیز خالق کائنات کی عجیب و غریب کاریگری میں آدمی غور کرے تو اسی کا ہو رہے۔

۷ **ہر نوع میں جوڑے پیدا کئے** یعنی نر اور مادہ، جیسا کہ ابن زید نے کہا۔ اور آج جدید حکماء اس کا اعتراف کر رہے ہیں کہ ہر ایک نوع میں نر اور مادہ کی تقسیم پائی جاتی ہے اور یا "زوجین" سے متقابل و متضاد چیزیں مراد ہیں۔ (مثلاً رات دن، زمین آسمان، اندھیرا اجالا، سیاہی سفیدی، صحت و مرض، کفر و ایمان، وغیر ذلک۔

اللّٰهِ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۵۰ۚ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ

اللہ کی طرف | میں تم کو اس کی طرف سے ڈر سناتا ہوں کھول کر | اور مت ٹھہراؤ

اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۵۱ۚ كَذٰلِكَ

اللہ کے ساتھ اور کسی کو معبود | میں تم کو اس کی طرف سے | ڈر سناتا ہوں کھول کر | اسی طرح

مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ

ان سے پہلے لوگوں کے پاس | جو رسول آیا | اس کو یہی کہا کہ جادوگر ہے

اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝۵۲ۚ اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۝۵۳ۚ

یا دیوانہ | کیا یہی وصیت کر مرے ہیں ایک دوسرے کو | کوئی نہیں پر یہ لوگ شریر ہیں

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ۝۵۴ۡ وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى

سو تو لوٹ آ ان کی طرف سے | اب تجھ پر نہیں ہے الزام | اور سمجھاتا رہ | کہ سمجھانا

تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۵۵ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا

کام آتا ہے ایمان والوں کو | اور میں نے جو بنائے جن اور آدمی | سو

لِيَعْبُدُوْنِ ۝۵۶ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ

اپنی بندگی کو | میں نہیں چاہتا ان سے روزینہ | اور نہیں چاہتا کہ

يُّطْعِمُوْنِ ۝۵۷ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ۝۵۸

مجھ کو کھلائیں | اللہ جو ہے | وہی ہے روزی دینے والا | زور آور مضبوط

فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ

سو ان گنہگاروں کا بھی ڈول بھر چکا ہے | جیسے ڈول بھرا ان کے ساتھیوں کا

۱ **اللہ کی طرف دوڑو** یعنی جب زمین و آسمان اور تمام کائنات ایک اللہ کی پیدا کی ہوئی اور اسی کے زیر حکومت ہے تو بندہ کو چاہئے ہر جانب سے ہٹ کر اسی کی طرف بھاگے۔ اگر اس کی طرف نہ بھاگا اور رجوع نہ ہوا تو یہ بہت ڈر کی چیز ہے۔ یا کسی اور ہستی کی طرف رجوع ہو گیا تو یہ بھی ڈر کی بات ہے۔ ان دونوں صورتوں کے خوفناک انجام سے میں تم کو صاف صاف ڈراتا ہوں۔

۲ **ہر نبی کو جادوگر کہا گیا** یعنی ایسی صاف تنبیہ وانذار پر اگر یہ منکرین کان نہ دھریں تو غم نہ کیجئے۔ ان سے پہلے جن کافر قوموں کی طرف کوئی پیغمبر آیا، اسی طرح جادوگر یا دیوانہ کہہ کر اس کی نصیحتوں کو ہنسی میں اڑا دیا۔

۳ **تکذیب انبیاء پر کفار کا اتفاق** یعنی ہر زمانے کے کافر اس بات میں ایسے متفق اللفظ رہے کہ گویا ایک دوسرے کو وصیت کر مرے ہیں کہ جو رسول آئے اسے ساحر یا مجنون کہہ کر چھوڑ دینا۔ اور واقع میں وصیت تو کہاں کرتے، البتہ شرارت کے عنصر میں سب شریک ہیں۔ اور یہی اشتراک پچھلے شریروں سے وہ الفاظ کہلواتا ہے جو اگلے شریروں نے کہے تھے۔

۴ یعنی آپ فرض دعوت وتبلیغ کماحقہٗ ادا کر چکے، اب زیادہ پیچھے پڑنے اور غم کرنے کی ضرورت نہیں۔ نہ ماننے کا جو کچھ الزام رہیگا ان ہی معاندین پر رہے گا۔ ہاں سمجھانا آپ کا کام ہے۔ سو یہ سلسلہ جاری رکھیے جس کی قسمت میں ایمان لانا ہوگا اس کو یہ سمجھانا کام دے گا، جو ایمان لا چکے ہیں ان کو مزید نفع پہنچے گا، اور منکروں پر خدا کی حجت تمام ہوگی۔

۵ **جنوں اور انسانوں کی تخلیق عبادت کیلئے ہے** یعنی ان کے پیدا کرنے سے شرعاً بندگی مطلوب ہے۔ اسی لئے ان میں خلقۃً ایسی استعداد رکھی ہے کہ چاہیں تو اپنے اختیار سے بندگی کی راہ پر چل سکیں یوں ارادۂ کونیہ قدریہ کے اعتبار سے تو ہر چیز اس کے حکم تکوینی کے سامنے عاجز اور بے بس ہے۔ لیکن ایک وقت آئے گا جب سب بندے اپنے ارادہ سے تخلیق عالم کی اس غرض شرعی کو پورا کریں گے۔ بہرحال آپ سمجھاتے رہئے کہ سمجھانے ہی سے یہ مطلوب شرعی حاصل ہو سکتا ہے۔

۶ **بندگی بندوں ہی کے فائدے کیلئے ہے** یعنی ان کی بندگی سے میرا کچھ فائدہ نہیں، ان ہی کا نفع ہے۔ میں وہ مالک نہیں جو غلاموں سے کہے میرے لئے کما کر لاؤ یا میرے سامنے کھانا لا کر رکھو۔ میری ذات ان تخیلات سے پاک اور برتر ہے۔ میں ان سے اپنے لیے روزی کیا طلب کرتا، خود ان کو اپنے پاس سے روزی پہنچاتا ہوں بھلا مجھ جیسے زور آور اور قادر و توانا کو تمہاری خدمات کی کیا حاجت ہو سکتی ہے۔ بندگی کا حکم صرف اس لئے دیا گیا ہے کہ تم میری شہنشاہی اور عظمت و کبریائی کا قولاً و فعلاً اعتراف کر کے میرے خصوصی الطاف و مراحم کے مورد و مستحق بنو۔

من نہ کردم خلق تا سودے کنم   بلکہ تا بر بندگاں جودے کنم

فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿٥٩﴾ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ

اب مجھ سے جلدی نہ کریں ﴿۵۹﴾ سو خرابی ہے منکروں کو ان کے

يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿٦٠﴾

اس دن سے جس کا ان سے وعدہ ہو چکا ہے ﴿۶۰﴾

آیاتھا ۴۹ (۵۲) سُوْرَةُ الطُّوْرِ مَكِّيَّةٌ (۷۶) رکوعاتھا ۲

سورۂ طور مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی انچاس آیتیں ہیں اور اس میں دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالطُّوْرِ ﴿١﴾ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ﴿٢﴾ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ﴿٣﴾

قسم ہے طور کی ﴿۱﴾ اور لکھی ہوئی کتاب کی ﴿۲﴾ کشادہ ورق میں ﴿۳﴾

وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ﴿٤﴾ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ﴿٥﴾ وَالْبَحْرِ

اور آباد گھر کی ﴿۴﴾ اور اونچی چھت کی ﴿۵﴾ اور ابلتے ہوئے

الْمَسْجُوْرِ ﴿٦﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ﴿٧﴾ مَّا لَهٗ

دریا کی ﴿۶﴾ بے شک عذاب تیرے رب کا ہو کر رہے گا ﴿۷﴾ اس کو کوئی نہیں

مِنْ دَافِعٍ ﴿٨﴾ يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ﴿٩﴾ وَّتَسِيْرُ

ہٹانے والا ﴿۸﴾ جس دن لرزے آسمان کپکپا کر ﴿۹﴾ اور پھریں

الْجِبَالُ سَيْرًا ﴿١٠﴾ فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿١١﴾

پہاڑ چل کر ﴿۱۰﴾ سو خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کو

۱ یعنی اگر یہ ظالم بندگی کی طرف نہیں آتے تو سمجھ لو کہ دوسرے ظالموں کی طرح ان کا ڈول بھی بھر چکا ہے۔ بس اب ڈوبا چاہتا ہے۔ خواہ مخواہ سزا میں جلدی نہ مچائیں۔ جیسے دوسرے کافروں کو خدائی سزا کا حصہ پہنچا، انکو بھی پہنچ کر رہے گا۔

۲ یعنی قیامت کا دن یا اس سے پہلے ہی کوئی دن سزا کا آجائے۔ چنانچہ مشرکین مکہ کو "بدر" میں خاصی سزا مل گئی، **تم سورۃ الذاریات وللّٰہ الحمد.**

سورۃ الطّور

۳ یعنی کوہ "طور" جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ نے کلام کیا۔

۴ **مخلوقات کی قسمیں** اس کتاب سے شاید لوح محفوظ مراد ہو یا لوگوں کا اعمالنامہ یا قرآن کریم یا طور کی مناسبت سے تورات یا عام کتب سماویہ، سب احتمالات ہیں۔

۵ **بیت معمور** شاید کعبہ کو کہا یا ساتویں آسمان پر خانہ کعبہ کی ٹھیک محاذات میں فرشتوں کا کعبہ ہے اس کو "بیت معمور" کہتے ہیں جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔

۶ یعنی آسمان کی قسم جو زمین کے اوپر ایک چھت کی طرح ہے اور یا "سقف مرفوع" عرش عظیم کو کہا جو تمام آسمانوں کے اوپر ہے اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جنت کی چھت ہے۔

۷ دنیا کے ابلتے ہوئے دریا مراد ہوں، یا وہ عظیم الشان دریا مراد ہو جس کا وجود عرش عظیم کے نیچے اور آسمانوں کے اوپر روایات سے ثابت ہوا ہے۔

۸ **قدرت الٰہیہ پر مخلوقات کی شہادت** یعنی یہ تمام چیزیں جن کی قسم کھائی شہادت دیتی ہیں کہ وہ خدا بہت بڑی قدرت وعظمت والا ہے۔ پھر اس کی نافرمانی کرنے والوں پر عذاب کیوں نہیں آئے گا۔ اور کس کی طاقت ہے جو اس کے بھیجے ہوئے عذاب کو الٹا واپس کر دے گا۔

۹ یعنی آسمان لرز کر اور کپکپا کر پھٹ پڑے گا۔

۱۰ یعنی پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ دیں گے اور روئی کے گالوں کی طرح اڑتے پھریں گے۔

وقف لازم

الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ۝۱۲ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ

جو باتیں بناتے ہیں کھیلتے ہوئے ◆ جس دن کہ دھکیلے جائیں

اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ۝۱۳ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ

دوزخ کی طرف دھکیل کر یہ ہے وہ آگ جس کو تم

بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝۱۴ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ۝۱۵

جھوٹ جانتے تھے ◆ اب بھلا یہ جادو ہے یا تم کو نہیں سوجھتا ◆

اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ۭ

چلے جاؤ اس کے اندر پھر تم صبر کرو یا نہ صبر کرو تم کو برابر ہے

اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۱۶ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ

وہی بدلہ پاؤ گے جو کچھ تم کرتے تھے ◆ جو ڈرنے والے ہیں

فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ۝۱۷ فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰىهُمْ

وہ باغوں میں ہیں اور نعمت میں میوے کھاتے ہوئے جو ان کو دیے ان کے رب نے اور بچایا

رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝۱۸ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓــًٔـا بِمَا

ان کے رب نے دوزخ کے عذاب سے ◆ کھاؤ اور پیو رچتا ہوا بدلہ

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۱۹ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَ

ان کاموں کا جو تم کرتے تھے تکیہ لگائے بیٹھے تختوں پر برابر بچھے ہوئے قطار باندھ کر ◆ اور

زَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ۝۲۰ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ

بیاہ دیں ہم نے ان کو حوریں بڑی آنکھوں والیاں اور جو لوگ یقین لائے اور ان کی راہ پر چلی

① **کفار کا انجام بد** یعنی جو آج کھیل کود میں مشغول ہو کر طرح طرح کی باتیں بناتے اور آخرت کی تکذیب کرتے ہیں۔ان کے لئے اس روز سخت خرابی اور تباہی ہے۔

② یعنی فرشتے ان کو سخت ذلت کے ساتھ دھکیلتے ہوئے دوزخ کی طرف لے جائیں گے اور وہاں پہنچا کر کہا جائے گا کہ یہ وہ آگ حاضر ہے جس کو تم جھوٹ جانتے تھے۔

③ یعنی تم دنیا میں انبیاء کو جادوگر اور ان کی وحی کو جادو کہا کرتے تھے۔ذرا اب بتلاؤ کہ یہ دوزخ جس کی خبر انبیاء نے دی تھی کیا واقعی جادو یا نظر بندی ہے یا جیسے دنیا میں تم کو کچھ سوجھتا نہ تھا، اب بھی نہیں سوجھتا۔

④ یعنی دوزخ میں پڑ کر اگر گھبراؤ اور چلاؤ گے، تب کوئی فریاد کو پہنچنے والا نہیں۔اور بفرض محال صبر کر کے چپ ہو رہو تب تم پر کوئی رحم کھانے والا نہیں۔غرض دونوں حالتیں برابر ہیں۔اس جیل خانہ سے نکلنے کی تمہارے لئے کوئی سبیل نہیں۔جو کرتوت دنیا میں کئے تھے ان کی سزا یہ ہی حبس دوام اور ابدی عذاب ہے۔

⑤ **متقین کیلئے جنت کی نعمتیں** یعنی جو دنیا میں اللہ سے ڈرتے تھے۔وہاں بالکل مامون اور بے فکر ہوں گے۔ہر قسم کے عیش و آرام کے سامان ان کے لئے حاضر رہیں گے اور یہ ہی انعام کیا کم ہے کہ دوزخ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے گا۔

⑥ **اہل جنت کی مجلس** یعنی جنتیوں کی مجلس اس طرح ہوگی کہ سب جنتی بادشاہوں کی طرح اپنے اپنے تخت پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوں گے اور ان کی ترتیب نہایت قرینہ سے ہوگی۔

ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ

ان کی اولاد ایمان سے (کے ساتھ) پہنچا دیا ہم نے ان تک ان کی اولاد کو اور گھٹایا نہیں ہم نے ان سے

مِّنْ عَمَلِهِم مِّن شَيْءٍ ۚ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ﴿٢١﴾

ان کا کیا ذرا بھی ۱ ہر آدمی اپنی کمائی میں پھنسا ہے ۲

وَأَمْدَدْنَاهُم بِفَاكِهَةٍ وَلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ﴿٢٢﴾ يَتَنَازَعُونَ

اور تار لگا دیا ہم نے ان پر میووں کا اور گوشت کا جس چیز کو جی چاہے ۳ جھپٹتے ہیں

فِيهَا كَأْسًا لَّا لَغْوٌ فِيهَا وَلَا تَأْثِيمٌ ﴿٢٣﴾ وَيَطُوفُ

وہاں پیالہ نہ بکنا ہے اس شراب میں اور نہ گناہ میں ڈالنا ۴ اور پھرتے ہیں

عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُونٌ ﴿٢٤﴾ وَأَقْبَلَ

ان کے پاس چھوکرے ان کے گویا وہ موتی ہیں اپنے غلاف کے اندر ۵ اور منہ کیا

بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿٢٥﴾ قَالُوا إِنَّا كُنَّا

بعضوں نے دوسروں کی طرف آپس میں پوچھتے ہوئے بولے ہم بھی تھے

قَبْلُ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ﴿٢٦﴾ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا

اس سے پہلے اپنے گھروں میں ڈرتے رہتے پھر احسان کیا اللہ نے ہم پر

وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُومِ ﴿٢٧﴾ إِنَّا كُنَّا مِن قَبْلُ نَدْعُوهُ ۖ

اور بچا دیا ہم کو لو کے عذاب سے ہم پہلے سے پکارتے تھے اس کو

إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ ﴿٢٨﴾ فَذَكِّرْ فَمَا أَنتَ بِنِعْمَتِ

بے شک وہی ہے نیک سلوک والا مہربان ۶ اب تو سمجھا دے کہ تو اپنے رب کے فضل سے

ع ۲۸ ۳

❶ **جنت میں نیک اولاد اپنے آباء کے ساتھ ہوگی** یعنی کاملوں کی اولاد اور متعلقین اگر ایمان پر قائم ہوں اور ان ہی کاملوں کی راہ پر چلیں۔ جو خدمات ان کے بزرگوں نے انجام دی تھیں یہ بھی ان کی تکمیل میں ساعی ہوں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو جنت میں ان ہی کے ساتھ ملحق کر دے گا۔ گو ان کے اعمال و احوال ان کے اعمال سے کماً و کیفاً فروتر ہوں۔ تاہم ان بزرگوں کے اکرام اور عزت افزائی کے لئے ان تابعین کو ان متبوعین کے جوار میں رکھا جائے گا اور ممکن ہے بعض کو بالکل ان ہی کے مقام اور درجہ پر پہنچا دیا جائے جیسا کہ روایات سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور اس صورت میں یہ گمان نہ کیا جائے کہ ان کاملین کی بعض نیکیوں کا ثواب کاٹ کر ذریت کو دے دیا جائیگا۔ نہیں، یہ محض اللہ کا فضل و احسان ہوگا کہ قاصرین کو ذرا ابھار کر اوپر کاملین کے مقام تک پہنچا دیا جائے۔ تنبیہ احقر نے " وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ " کا جو مطلب لیا ہے، صحیح بخاری کی یہ حدیث اس کے مناسب معلوم ہوتی ہے۔" قَالَتِ الْاَنْصَارُ (يَارَسُوْلَ اللّٰهِ!) اِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ اَتْبَاعًا وَاِنَّا قَدِ اتَّبَعْنَاكَ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَ اَتْبَاعَنَا مِنَّا. قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اَتْبَاعَهُمْ مِنْهُمْ. "

❷ اوپر فضل کا بیان تھا۔ یہاں عدل کا ضابطہ بتلا دیا۔ یعنی عدل کا مقتضاء یہ ہے کہ جس آدمی نے جو کچھ اچھا یا برا عمل کیا ہے، اسی کے موافق بدلہ پائے۔ آگے اللہ کا فضل ہے کہ وہ کسی کی تقصیر معاف فرما دے یا کسی کا درجہ بلند کر دے۔

❸ **ہر قسم کا مرغوب گوشت اور میوے** یعنی جس قسم کا گوشت مرغوب ہو اور جس جس میوے کو دل چاہے بلا توقف لگاتار حاضر کئے جائیں گے۔

❹ یعنی شراب طہور کا دور جب چلے گا تو جنتی بطور خوش طبعی کے ایک دوسرے سے چھینا جھپٹی کریں گے۔ لیکن اس شراب میں محض نشاط اور لذت ہوگی۔ نشہ، بکواس اور فتور عقل وغیرہ کچھ نہ ہوگا۔ نہ کوئی گناہ کی بات ہوگی۔

❺ **جنت کے غلمان** یعنی جیسے موتی اپنے غلاف کے اندر بالکل صاف و شفاف رہتا ہے گرد و غبار کچھ نہیں پہنچتا۔ یہی حال ان کی صفائی اور پاکیزگی کا ہوگا۔

❻ **اہل جنت کا آپس میں اظہار اطمینان** یعنی جنتی اس وقت ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر باتیں کریں گے اور غایت مسرت و امتنان سے کہیں گے کہ بھائی ہم دنیا میں ڈرتے رہتے تھے کہ دیکھیے مرنے کے بعد کیا انجام ہو۔ یہ کھٹکا برابر لگا رہتا تھا۔ اللہ کا احسان دیکھو کہ آج اس نے کیسا مامون و مطمئن کر دیا کہ دوزخ کی بھاپ بھی ہم کو نہیں لگی۔ ہم اپنے رب کو ڈر کر اور امید باندھ کر پکارا کرتے تھے۔ آج دیکھ لیا کہ اس نے اپنی مہربانی سے ہماری پکار سنی اور ہمارے ساتھ کیسا اچھا سلوک کیا۔

رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ﴿۲۹﴾ ط اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ

نہ جنوں سے خبر لینے والا ہے — اور نہ دیوانہ ۱ — کیا کہتے ہیں یہ شاعر ہے

نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ﴿۳۰﴾ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ

ہم منتظر ہیں اس پر — گردش زمانہ کے ۲ — تو کہہ — تم منتظر رہو — کہ میں بھی

مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ﴿۳۱﴾ ط اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ

تمہارے ساتھ — منتظر ہوں ۳ — کیا ان کی عقلیں یہی سکھلاتی ہیں

بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۳۲﴾ ج اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ج

ان کو — یا یہ لوگ شرارت پر ہیں ۴ — یا کہتے ہیں — یہ قرآن خود بنا لایا

بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا

کوئی نہیں پر وہ یقین نہیں کرتے — پھر چاہئے کہ لے آئیں کوئی بات اسی طرح کی — اگر وہ

صٰدِقِيْنَ ﴿۳۴﴾ ط اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ ط

سچے ہیں ۵ — کیا وہ بن گئے ہیں آپ ہی آپ — یا وہی ہیں بنانے والے

اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ج بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ﴿۳۶﴾ ط

یا انہوں نے بنایا آسمانوں کو — اور زمین کو — کوئی نہیں پر وہ یقین نہیں کرتے ۶

اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَۜيْطِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ ط

کیا ان کے پاس ہیں — خزانے تیرے رب کے — یا وہی داروغہ ہیں ۷

اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ ج فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ

کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے — جس پر سن آتے ہیں — تو چاہئے لے آئے جو سنتا ہے ان میں

◆۱ **آپ ﷺ کاہن اور مجنون نہیں ہیں** کفار، حضور ﷺ کو کبھی دیوانہ کہتے، کبھی کاہن، یعنی جنوں اور شیطانوں سے کچھ جھوٹی سچی خبریں لے کر چلتی کر دیتے ہیں۔ اتنا نہیں سمجھتے کہ آج تک کسی کاہن اور دیوانے نے ایسی اعلیٰ درجہ کی نصیحتیں اور حکیمانہ اصول، اس طرح کے صاف، شستہ اور شائستہ طرز میں بیان کئے ہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ آپ ان کو بھلا برا سمجھاتے رہیے اور پیغمبرانہ نصیحتیں کرتے رہیے۔ ان کی بکواس سے دل گیر نہ ہوں۔ جب اللہ کے فضل و رحمت سے نہ آپ کاہن ہیں نہ مجنون، بلکہ اس کے مقدس رسول ہیں تو نصیحت کرتے رہنا آپ ﷺ کا فرض منصبی ہے۔

◆۲ **آپ ﷺ شاعر بھی نہیں ہیں** یعنی پیغمبر جو اللہ کی باتیں سناتا اور نصیحت کرتا ہے۔ کیا یہ لوگ اس لئے قبول نہیں کرتے کہ آپ کو محض ایک شاعر سمجھتے ہیں اور اس بات کے منتظر ہیں کہ جس طرح قدیم زمانہ کے بہت سے شعراء گردش زمانہ سے یونہی مر مرا کر ختم ہو گئے ہیں، یہ بھی ٹھنڈے ہو جائیں گے۔ کوئی کامیاب مستقبل ان کے ہاتھ میں نہیں۔ محض چندروز کی وقتی واہ واہ ہے اور بس۔

◆۳ یعنی اچھا تم میرا انجام دیکھتے رہو۔ میں تمہارا دیکھتا ہوں۔ عنقریب کھل جائے گا کہ کون کامیاب ہے، کون خائب و خاسر۔

◆۴ **منکرین کی بے عقلی** یعنی پیغمبر کو مجنون کہہ کر گویا اپنے کو بڑا عقلمند ثابت کرتے ہیں۔ کیا ان کی عقل و دانش نے یہ ہی سکھلایا ہے کہ ایک انتہائی صادق، امین، عاقل و فرزانہ اور سچے پیغمبر کو شاعر یا کاہن یا دیوانہ قرار دے کر نظر انداز کر دیا جائے۔ اگر شاعروں اور پیغمبروں کے کلام میں تمیز بھی نہیں کر سکتے تو کیسے عقلمند ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دل میں سمجھتے سب کچھ ہیں مگر محض شرارت اور کجروی سے باتیں بناتے ہیں۔

◆۵ **منکرین قرآن کو چیلنج** یعنی کیا یہ خیال ہے کہ پیغمبر جو کچھ سنا رہا ہے وہ اللہ کا کلام نہیں؟ بلکہ اپنے دل سے گھڑ لایا؟ اور جھوٹ موٹ خدا کی طرف منسوب کر دیا؟ سو نہ ماننے کے ہزار بہانے۔ جو شخص ایک بات پر یقین نہ رکھے اور اسے تسلیم نہ کرنا چاہے وہ اسی طرح کے بے سروپا احتمالات نکالا کرتا ہے ورنہ آدمی ماننا چاہے تو اتنی بات سمجھنے کے لئے کافی ہے کہ وہ دنیا کی تمام طاقتوں کو اکٹھا کر کے بھی اس قرآن کا مثل نہیں لا سکتے۔ اور جیسے خدا کی زمین جیسی زمین، اور اس کے آسمان جیسا آسمان بنانا کسی سے ممکن نہیں، اس کے قرآن جیسا قرآن بنا لانا بھی محال ہے۔

◆۶ **کیا ان کفار کا کوئی خالق نہیں؟** یعنی پیغمبر خدا کی بات کیوں نہیں مانتے۔ کیا ان کے اوپر کوئی خدا نہیں جس کی بات ماننا ان کے ذمہ لازم ہو۔ کیا بغیر کسی پیدا کرنے والے کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں؟ یا خود اپنے آپ کو خدا سمجھتے ہیں؟ یا یہ خیال ہے کہ آسمان و زمین ان کے بنائے ہوئے ہیں لہٰذا اس قلمرو میں جو چاہیں کرتے پھریں، کوئی ان کو روکنے ٹوکنے کا اختیار نہیں رکھتا۔ یہ سب خیالات باطل اور مہمل ہیں۔ وہ بھی دلوں میں جانتے ہیں کہ ضرور خدا موجود ہے جس نے ان کو اور تمام زمین و آسمان کو نیست سے ہست کیا۔ مگر اس علم کے باوجود جو ایمان و یقین شرعاً مطلوب ہے اس سے محروم اور بے بہرہ ہیں۔

◆۷ **کیا اللہ کے خزانے ان کے پاس ہیں؟** یعنی کیا یہ خیال ہے کہ زمین و آسمان گو خدا کے بنائے ہوئے ہیں مگر اس نے اپنے خزانوں کا مالک ان کو بنا دیا ہے؟ یا اس کے ملک اور خزانوں پر انہوں نے زور سے تسلط اور قبضہ حاصل کر لیا ہے۔ پھر ایسے صاف تصرف واقتدار ہو کر وہ کسی کے مطیع و منقاد کیوں بنیں۔

بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۳۹﴾

ایک سند کھلی ہوئی ◆ کیا اس کے یہاں بیٹیاں ہیں اور تمہارے یہاں بیٹے ◆

اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿۴۰﴾ اَمْ

کیا تو مانگتا ہے اس سے کچھ بدلہ سو ان پر تاوان کا بوجھ ہے ◆ کیا

عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿۴۱﴾ اَمْ يُرِيْدُوْنَ

ان کو خبر ہے بھید کی سو وہ لکھ رکھتے ہیں ◆ کیا چاہتے ہیں

كَيْدًا ؕ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمْ لَهُمْ

کچھ داؤ کرنا سو جو منکر ہیں وہی آتے ہیں داؤ میں ◆ کیا ان کا کوئی

اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۳﴾ وَاِنْ

حاکم ہے اللہ کے سوا وہ اللہ پاک ہے ان کے شریک بنانے سے ◆ اور اگر

يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ

دیکھیں ایک تختہ آسمان سے گرتا ہوا کہیں یہ بادل ہے

مَّرْكُوْمٌ ﴿۴۴﴾ فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ

گاڑھا ◆ سو تو چھوڑ دے ان کو یہاں تک کہ دیکھ لیں اپنے اس دن کو جس میں

يُصْعَقُوْنَ ﴿۴۵﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا

ان پر پڑے گی بجلی کی کڑک (کڑک بجلی) جس دن کام نہ آئے گا ان کو ان کا داؤ ذرا (کچھ) بھی

وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا

اور نہ ان کو مدد پہنچے گی ◆ اور ان گنہگاروں کے لیے ایک عذاب ہے

۱ یعنی کیا یہ دعویٰ ہے کہ وہ زینہ لگا کر آسمان پر چڑھ جاتے اور وہاں سے ملاء اعلیٰ کی باتیں سن آتے ہیں۔ پھر جب ان کی رسائی براہ راست اس بارگاہ تک ہو تو کسی بشر کا اتباع کرنے کی کیا ضرورت رہی۔ جس کا یہ دعویٰ ہو تو بسم اللہ اپنی سند اور حجت پیش کرے۔

۲ **اللہ کیلئے بیٹیاں اور اپنے لئے بیٹے** یعنی کیا (معاذ اللہ) خدا کو اپنے سے گھٹیا سمجھتے ہیں جیسا کہ بیٹے اور بیٹیوں کی اس تقسیم سے مترشح ہوتا ہے اور اس لئے اس کے احکام و ہدایات کے سامنے سر تسلیم جھکانا اپنی کسر شان سمجھتے ہیں۔

۳ یعنی کیا یہ لوگ آپ کی بات اس لئے نہیں مانتے کہ خدانخواستہ آپ ان سے اس ارشاد و تبلیغ پر کوئی بھاری معاوضہ طلب کر رہے ہیں جس کے بوجھ سے وہ دبے جاتے ہیں۔

۴ یعنی کیا خود ان پر اللہ اپنی وحی بھیجتا اور پیغمبروں کی طرح اپنے بھید پر مطلع کرتا ہے جسے یہ لوگ لکھ لیتے ہیں جیسے انبیاء کی وحی لکھی جاتی ہے۔ اس لئے ان کو آپ کی پیروی کی ضرورت نہیں۔

۵ **کفار کے داؤ خود ان پر لوٹ جائیں گے** یعنی ان میں سے کوئی بات نہیں تو کیا پھر یہی ارادہ ہے کہ پیغمبر کے ساتھ داؤ پیچ کھیلیں اور مکر و فریب اور خفیہ تدبیریں گانٹھ کر حق کو مغلوب یا نیست و نابود کر دیں۔ ایسا ہے تو یاد رہے کہ یہ داؤ پیچ سب ان ہی پر الٹنے والے ہیں عنقریب پتہ لگ جائے گا کہ حق مغلوب ہوتا ہے یا وہ نابود ہوتے ہیں۔

۶ یعنی کیا خدا کے سوا کوئی اور حاکم اور معبود تجویز کر رکھے ہیں جو مصیبت پڑنے پر ان کی مدد کریں گے؟ اور جن کی پرستش نے خدا کی طرف سے ان کو بے نیاز کر رکھا ہے؟ سو یاد رہے کہ یہ سب اوہام و وساوس ہیں۔ اللہ کی ذات اس سے پاک ہے کہ کوئی اس کا شریک و مثیل یا مقابل و مزاحم ہو۔

۷ **کفار کی تکذیب محض ضد اور عناد ہے** یعنی حقیقت میں ان میں سے کوئی بات نہیں۔ صرف ایک چیز ہے "ضد اور عناد" جس کی وجہ سے یہ لوگ ہر سچی بات کے جھٹلانے پر تلے ہوئے ہیں۔ ان کی کیفیت تو یہ ہے کہ اگر ان کی فرمائش کے موافق فرض کیجئے آسمان سے ایک تختہ ان پر گرا دیا جائے تو دیکھتی آنکھوں اس کی بھی کوئی تاویل کر دیں گے۔ مثلاً کہیں گے کہ آسمان سے نہیں آیا۔ بادل کا ایک حصہ گاڑھا اور منجمد ہو کر گر پڑا ہے جیسے بڑے بڑے اولے کبھی کبھی گرتے ہیں بھلا ایسے متعصب معاندوں سے ماننے کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔

۸ **کفار کو مہلت دیجئے** یعنی ایسے معاندوں کے پیچھے پڑنے کی زیادہ ضرورت نہیں۔ چھوڑ دیجئے کہ چند روز اور کھیل لیں اور باتیں بنا لیں۔ آخر وہ دن آتا ہے جب قہر الٰہی کی کڑک بجلی سے ان کے ہوش و حواس جاتے رہیں گے۔ اور بچاؤ کی کوئی تدبیر کام نہ دے گی، نہ کسی طرف سے مدد پہنچے گی (غالباً اس سے آخرت کا دن مراد ہے)

دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَاصْبِرْ

اس سے ورے پر بہت ان میں کے نہیں جانتے ﴿۱﴾ اور تو ٹھہرا رہ

لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ

منتظر اپنے رب کے حکم کا تو تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے ﴿۲﴾ اور پاکی بیان کر اپنے رب کی خوبیاں جس وقت

تَقُوْمُ ﴿۴۸﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴿۴۹﴾

تو اٹھتا ہے ﴿۳﴾ اور کچھ رات میں بول اس کی پاکی اور پیٹھ پھیرتے وقت تاروں کے ﴿۴﴾

ع ۲

اٰیاتھا ۶۲ (۵۳) سُوْرَۃُ النَّجْمِ مَكِّيَّةٌ (۲۳) رکوعاتھا ۳

سورۂ نجم مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی باسٹھ آیتیں ہیں اور تین رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ﴿۱﴾ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ﴿۲﴾

قسم ہے تارے کی جب گرے ﴿۵﴾ بہکا نہیں تمہارا رفیق اور نہ بے راہ چلا ﴿۶﴾

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ﴿۳﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ﴿۴﴾

اور نہیں بولتا اپنے نفس کی خواہش سے یہ تو حکم ہے بھیجا ہوا ﴿۷﴾

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ﴿۵﴾ ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى ﴿۶﴾ وَهُوَ

اس کو سکھلایا ہے سخت قوتوں والے نے زور آور نے ﴿۸﴾ پھر سیدھا بیٹھا اور وہ تھا

بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ﴿۷﴾ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ﴿۸﴾ فَكَانَ قَابَ

اونچے کنارہ پر آسمان کے ﴿۹﴾ پھر نزدیک ہوا اور لٹک آیا پھر رہ گیا فرق

◆ **کفار کیلئے دنیا کا عذاب** یعنی ان میں سے اکثروں کو خبر نہیں کہ آخرت کے عذاب سے ورے دنیا میں بھی ان کے لئے ایک سزا ہے جو ٹل کر رہیگی۔ شاید یہ معرکہ "بدر" وغیرہ کی سزا ہو۔

◆ یعنی صبر و استقامت کے ساتھ اپنے رب کے حکم تکوینی و تشریعی کا انتظار کیجئے جو عنقریب آپؐ کے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے گا۔ اور آپؐ کو مخالفین کی طرف سے کچھ بھی نقصان نہ پہنچے گا۔ کیونکہ آپ ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہمارے زیر حفاظت ہیں۔

◆ **تسبیح و تحمید کی تاکید** یعنی صبر و تحمل اور سکون و اطمینان کے ساتھ ہمہ وقت اللہ کی تسبیح و تحمید اور عبادت گذاری میں لگے رہیئے۔ خصوصاً جس وقت آپ سو کر اٹھیں یا نماز کے لئے کھڑے ہوں، یا مجلس سے اٹھ کر تشریف لے جائیں۔ ان حالات میں تسبیح وغیرہ کی مزید ترغیب و تاکید آئی ہے۔

◆ **تہجد کے وقت تسبیح** "رات کے حصہ" سے مراد شاید تہجد کا وقت ہو، اور تاروں کے پیٹھ پھیرنے کا وقت صبح کا وقت ہے۔ کیونکہ صبح کا اجالا ہوتے ہی ستارے غائب ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ **تم سورۃ الطور وللّٰہ الحمد والمنۃ**

سورۃ النجم

◆ یعنی غروب ہو۔

◆ **آنحضرت ﷺ کی راست روی** "رفیق" سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یعنی نہ آپ غلط فہمی کی بناء پر راستہ سے بہکے، نہ اپنے قصد و اختیار سے جان بوجھ کر بے راہ چلے، بلکہ جس طرح آسمان کے ستارے طلوع سے لے کر غروب تک ایک مقرر رفتار سے معین راستہ پر چلے جاتے ہیں کبھی ادھر ادھر ہٹنے کا نام نہیں لیتے۔ آفتاب نبوت بھی اللہ کے مقرر کیے ہوئے راستہ پر برابر چلا جاتا ہے۔ ممکن نہیں کہ ایک قدم ادھر یا ادھر پڑ جائے۔ ایسا ہو تو ان کی بعثت سے جو غرض متعلق ہے وہ حاصل نہ ہو۔ انبیاء علیہم السلام آسمان نبوت کے ستارے ہیں جن کی روشنی اور رفتار سے دنیا کی رہنمائی ہوتی ہے اور جس طرح تمام ستاروں کے غائب ہونے کے بعد آفتاب درخشاں طلوع ہوتا ہے۔ ایسے ہی تمام انبیاء کی تشریف بری کے بعد آفتاب محمدی مطلع عرب سے طلوع ہوا۔ پس اگر قدرت نے ان ظاہری ستاروں کا نظام اس قدر محکم بنایا ہے کہ اس میں کسی طرح کے تزلزل اور اختلال کی گنجائش نہیں تو ظاہر ہے کہ ان باطنی ستاروں اور روحانی آفتاب و ماہتاب کا انتظام کس قدر مضبوط و محکم ہونا چاہئے۔ جن سے ایک عالم کی ہدایت و سعادت وابستہ ہے۔

◆ **آپ ﷺ کے ارشادات وحی ہیں** یعنی کوئی کام تو کیا۔ ایک حرف بھی آپ کے دہن مبارک سے ایسا نہیں نکلتا جو خواہش نفس پر مبنی ہو۔ بلکہ آپ جو کچھ دین کے باب میں ارشاد فرماتے ہیں وہ اللہ کی بھیجی ہوئی وحی اور اس کے حکم کے مطابق ہوتا ہے۔ اس میں وحی متلو کو "قرآن" اور غیر متلو کو "حدیث" کہا جاتا ہے۔

◆ **حضرت جبرئیلؑ کی قوت** یعنی وحی بھیجنے والا تو اصل میں اللہ تعالیٰ ہے۔ لیکن جس کے ذریعہ سے وہ وحی آپ تک پہنچتی ہے اور جو بظاہر آپ کو سکھلاتا ہے وہ بہت سخت قوتوں والا، بڑا زور آور حسین و وجیہ فرشتہ ہے جسے "جبریل امین" کہتے ہیں۔ چنانچہ "سورۃ التکویر" میں جبریل کی نسبت فرمایا۔ "اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ذِيْ قُوَّةٍ الخ"

◆ **حضرت جبرئیلؑ اپنی اصلی صورت میں** "اونچے کنارے" سے اکثروں نے افق شرقی مراد لیا ہے۔ جدھر سے صبح صادق نمودار ہوتی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتدائے نبوت میں ایک مرتبہ حضرت جبریل اپنی اصلی صورت میں ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے نظر آئے۔ اس وقت آسمان ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک ان کے وجود سے بھرا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ یہ غیر معمولی اور مہیب منظر پہلی مرتبہ آپؐ نے دیکھا تھا۔ دیکھ کر گھبرائے تو سورۂ "مدثر" اتری۔

قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝۹ فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ۝۱۰ مَا

دو کمان کی برابر یا اس سے بھی نزدیک پھر حکم بھیجا اللہ نے اپنے بندہ پر جو بھیجا

كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝۱۱ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ۝۱۲

جھوٹ نہیں کہا رسول کے دل نے جو دیکھا اب کیا تم اس سے جھگڑتے ہو اس پر جو اس نے دیکھا

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝۱۳ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝۱۴

اور اس کو اس نے دیکھا ہے اترتے ہوئے ایک بار اور بھی سدرۃ المنتہیٰ کے پاس

عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۝۱۵ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۝۱۶

اس کے پاس ہے بہشت آرام سے رہنے کی جب چھا رہا تھا اس بیری پر جو کچھ چھا رہا تھا

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۝۱۷ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ

بہکی نہیں نگاہ اور نہ حد سے بڑھی بے شک دیکھے اس نے اپنے رب کے

الْكُبْرٰى ۝۱۸ اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ۝۱۹ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ

بڑے نمونے بھلا تم دیکھو تو لات اور عزیٰ کو اور منات تیسرے

الْاُخْرٰى ۝۲۰ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ۝۲۱ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ

پچھلے کو کیا تم کو تو ملے بیٹے اور اس کو بیٹیاں یہ بانٹا تو

ضِيْزٰى ۝۲۲ اِنْ هِيَ اِلَّاۤ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ

بہت بھونڈا یہ سب نام ہیں جو رکھ لیے ہیں تم نے اور

اٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ

تمہارے باپ دادوں نے اللہ نے نہیں اتاری ان کی کوئی سند محض اٹکل پر چلتے ہیں

قوسین کا فاصلہ یعنی جبریل اپنے اصلی مستقر سے تعلق رکھنے کے باوجود نیچے اترے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر نزدیک ہو گئے کہ دونوں کے درمیان دو ہاتھ یا دو کمانوں سے زیادہ فاصلہ نہ تھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندہ (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) پر وحی بھیجی۔ غالباً اس سے مراد سورۂ "مدثر" کی یہ آیات ہیں۔ "یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ" الخ یا کچھ اور احکام ہوں گے۔ تنبیہ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی میں محققین کے نزدیک "او" شک کے لئے نہیں۔ بلکہ اس قسم کی ترکیب پوری تاکید اور مبالغہ کے ساتھ زیادہ کی نفی کے لئے ہوتی ہے۔ یعنی تعیین کر کے یہ بتلانا مقصود نہیں کہ "قوسین" کا فاصلہ تھا یا اس سے بھی کم، ہاں اتنا ظاہر کر دینا ہے کہ کسی حال اور کسی طرح اس سے زائد نہ تھا۔ وفیہ اقوال اُخر ذکرھا المفسرون۔

آنکھوں سے حضرت جبرئیلؑ کی رویت یعنی جبریل کو آپ ﷺ نے آنکھوں سے دیکھا اور اندر سے دل نے کہا کہ اس وقت آنکھ ٹھیک ٹھیک جبریل کو دیکھ رہی ہے، کوئی غلطی نہیں کر رہی کہ کچھ کا کچھ نظر آتا ہو۔ ایسا کہنے میں آپ کا دل سچا تھا۔ حق تعالیٰ اسی طرح پیغمبروں کے دلوں میں فرشتہ کی معرفت ڈال دیتے ہیں ورنہ رسول کو خود اطمینان نہ ہو تو دوسروں کو اطمینان کہاں سے دستیاب ہو سکتا ہے۔

یعنی وحی بھیجنے والا اللہ، لانے والا فرشتہ جس کی صورت و سیرت نہایت پاکیزہ اور فہم و حفظ وغیرہ کی تمام قوتیں کامل، پھر اتنا قریب ہو کر وحی پہنچائے، پیغمبر اس کو اپنی آنکھ سے دیکھے، اس کا صاف اور روشن دل اس کی تصدیق کرے، تو کیا ایسی دیکھی بھالی چیز میں تم کو حق ہے کہ اس سے فضول بحث و تکرار کرو اور جھگڑے نکالو۔

اِذالم تر الھلال فسلّم لِناسٍ رَاَوْہُ بالابصار

دوبارہ حضرت جبرئیلؑ کو دیکھنا حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "دوسری بار جبریل کو اپنی اصلی صورت پر دیکھا معراج کی رات میں، سات آسمان سے اوپر، جہاں درخت ہے بیری کا، وہ حد ہے نیچے اور اوپر کی، نیچے کے لوگ اوپر نہیں پہنچتے اور اوپر کے نیچے نہیں اترتے، اس کے پاس بہشت کو دیکھا۔" تنبیہ جس طرح جنت کے انگور، انار وغیرہ کو دنیا کے پھلوں اور میووں پر قیاس نہیں کر سکتے محض اشتراک اسمی ہے۔ اس بیری کے درخت کو بھی یہاں کی بیریوں پر قیاس نہ کیا جائے اللہ ہی جانتا ہے کہ وہ بیری کس طرح کی ہوگی۔ بہرحال وہ درخت ادھر اور ادھر کی سرحد پر واقع ہے جو اعمال وغیرہ ادھر سے چڑھتے ہیں، اور جو احکام وغیرہ ادھر سے اترتے ہیں سب کا منتہی وہ ہی ہے۔ مجموعہ روایات سے یوں سمجھ میں آتا ہے کہ اس کی جڑ چھٹے آسمان میں اور پھیلاؤ ساتویں آسمان میں ہوگا۔ واللہ اعلم۔

معراج میں سدرۃ المنتہیٰ پر فرشتوں کا ہجوم یعنی حق تعالیٰ کے انوار و تجلیات اس درخت پر چھا رہے تھے۔ اور فرشتوں کی کثرت و ہجوم کا یہ عالم تھا کہ ہر پتے کے ساتھ ایک فرشتہ نظر آتا تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ

"مَا يَغْشٰى" سنہری پروانے تھے۔ یعنی نہایت خوش رنگ جن کے دیکھے سے دل کھنچا جائے۔ اس وقت درخت کی بہار اور رونق اور اس کا حسن و جمال ایسا تھا کہ کسی مخلوق کی طاقت نہیں کہ لفظوں میں بیان کر سکے۔

معراج میں رویت باری تعالیٰ کا مسئلہ شاید ابن عباسؓ وغیرہ کے قول کے موافق معراج میں جو اللہ کا دیدار حضورؐ کو ہوا اس کا بیان اسی آیت کے ابہام میں منطوی و مندرج ہو۔ کیونکہ پہلی آیتوں کے متعلق تو عائشہ صدیقہؓ کی احادیث میں تصریح ہے کہ ان سے رویت رب مراد نہیں۔ محض رویت جبریل مراد ہے۔ ابن کثیرؒ نے مجاہدؒ سے جو ابن عباسؓ کے اخص اصحاب میں سے ہیں اسی آیت کے تحت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔ "كَانَ اَغْصَانُ السِّدْرَةِ لُؤْلُؤًا وَيَاقُوْتًا وَزَبَرْجَدًا فَرَاٰهَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَاٰى رَبَّهٗ بِقَلْبِهٖ" اور یہ رویت چونکہ صرف قلب سے نہ تھی بلکہ قلب اور بصر دونوں کو دیدار سے حصہ مل رہا تھا جیسا کہ "مَا زَاغَ الْبَصَرُ" سے ظاہر ہوتا ہے۔ شاید اسی لئے ابن عباسؓ نے طبرانی کی بعض روایات میں فرمایا۔ "رَاٰهُ مَرَّتَيْنِ مَرَّةً بِقَلْبِهٖ وَمَرَّةً بِبَصَرِهٖ" یہاں دو ۲ مرتبہ دیکھنے کا مطلب یہ ہو کہ ایک ہی وقت میں دو طرح دیکھا۔ (كَمَا قَالُوْا فِىْ حَدِيْثِ اِنْشِقَاقِ الْقَمَرِ بِمَكَّةَ مَرَّتَيْنِ) ظاہری آنکھ سے بھی اور دل کی آنکھوں سے بھی لیکن یاد رہے کہ یہ رویت وہ نہیں جس کی نفی لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ" میں کی گئی ہے کیونکہ اس سے غرض احاطہ کی نفی کرنا ہے۔ یعنی نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں۔

رویت باری تعالیٰ پر ایک اشکال کا جواب علاوہ بریں ابن عباسؓ سے جب سوال کیا گیا کہ دعوئ رویت، آیت "لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ" کے مخالف ہے تو فرمایا "وَيْحَكَ ذَاكَ اِذَا تَجَلّٰى بِنُوْرِهِ الَّذِىْ هُوَ نُوْرُهٗ" (رواہ الترمذی) معلوم ہوا کہ خداوند قدوس کی تجلیات و انوار متفاوت ہیں۔ بعض انوار قاہر للبصر ہیں بعض نہیں۔ اور رویت رب فی الجملہ دونوں درجوں پر صادق آتی ہے۔ اور اسی لئے کہا جا سکتا ہے کہ جس درجہ کی رویت مومنین کو آخرت میں نصیب ہوگی جبکہ نگاہیں تیز کر دی جائیں گی جو اس تجلی کو برداشت کر سکیں۔ وہ دنیا میں کسی کو حاصل نہیں۔ ہاں ایک خاص درجہ کی رویت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو شب معراج میں ابن عباسؓ کی روایت کے موافق میسر ہوئی۔ اور اس خصوصیت میں کوئی بشر آپ کا شریک و سہیم نہیں۔ نیز ان ہی انوار و تجلیات کے تفاوت و تنوع پر نظر کرتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ عائشہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اقوال میں کوئی تعارض نہیں۔ شاید وہ نفی ایک درجہ میں کرتی ہوں اور یہ اثبات دوسرے درجہ میں کر رہے ہوں۔ اور اسی طرح ابوذرؓ کی روایات "رَاَيْتُ نُوْرًا" اور "نُوْرٌ اَنّٰى اَرَاهُ" میں تطبیق ممکن ہے۔ واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۶ یعنی آنکھ نے جو کچھ دیکھا، پورے تمکن و اتقان سے دیکھا، نہ نگاہ ٹیڑھی ترچھی ہو کر داہنے بائیں ہٹی نہ مبصر سے تجاوز کر کے آگے بڑھی، بس اسی چیز پر جمی رہی جس کا دکھلانا منظور تھا۔ بادشاہوں کے دربار میں جو چیز دکھلائی جائے اس کو نہ دیکھنا اور جو نہ دکھلائی جائے اس کو تاکنا دونوں عیب ہیں۔ آپ ان دونوں سے پاک تھے۔

۷ "اِذْ یَغْشَى السِّدْرَۃَ" کے فائدہ میں جو بیان ہو چکا ہے اس کے علاوہ جو اور نمونے دیکھے ہوں گے وہ اللہ ہی جانتا ہے۔ اکنوں کرا دماغ کہ پرسد زباغباں بلبل چہ گفت وگل چہ شنید وصبا چہ کرد

۸ **لات، عُزیٰ اور منات** یعنی اس لامحدود عظمت وجلال والے خدا کے مقابلہ میں ان حقیر وذلیل چیزوں کا نام لینے سے شرم آنی چاہئے۔ **تنبیہ** "لات" "عزیٰ" "منات" ان کے بتوں اور دیویوں کے نام ہیں۔ ان میں "لات" طائف والوں کے ہاں بہت معظم تھا۔ "منات" اوس وخزرج اور خزاعہ کے ہاں۔ اور "عزیٰ" کو قریش اور بنی کنانہ وغیرہ ان دونوں سے بڑا سمجھتے تھے۔ ان کے نزدیک اول "عزیٰ" جو مکہ کے قریب نخلہ میں تھا۔ پھر "لات" جو طائف میں تھا۔ پھر سب سے پیچھے تیسرے درجہ میں "منات" جو مکہ سے بہت دور مدینہ کے نزدیک واقع تھا۔ علامہ یاقوت نے معجم البلدان میں یہ ترتیب نقل کی ہے اور لکھا ہے کہ قریش کعبہ کا طواف کرتے ہوئے یہ الفاظ کہتے تھے۔ "وَاللّٰتِ وَالْعُزّٰی وَمَنَاۃِ الثَّالِثَۃِ الْاُخْرٰی۔ ھٰؤُلَآءِ الْغَرَانِیْقُ الْعُلٰی وَاِنَّ شَفَاعَتَھُنَّ لَتُرْتَجٰی۔"

غرانیق العلیٰ کے واقعہ کی توجیہ کتب تفسیر میں اس موقع پر ایک قصہ نقل کیا گیا ہے جو جمہور محدثین کے اصول پر درجہ صحت کو نہیں پہنچتا۔ اگر فی الواقع اس کی کوئی اصل ہے تو شاید یہ ہی ہوگی کہ آپ نے مسلمانوں اور کافروں کے مخلوط مجمع میں یہ سورت پڑھی۔ کفار کی عادت تھی کہ لوگوں کو قرآن سننے نہ دیں اور بیچ میں گڑبڑ مچادیں کما قال تعالٰی "وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِھٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِیْهِ لَعَلَّکُمْ تَغْلِبُوْنَ" (حٰمٓ السجدہ۔ رکوع ۴) جب یہ آیت پڑھی تو کسی کافر شیطان نے آپ کی آواز میں آواز ملا کر آپ ہی کے لب ولہجہ سے وہ الفاظ کہہ دیئے ہوں گے جو ان کی زبانوں پر چڑھے ہوئے تھے۔ "تِلْکَ الْغَرَانِیْقُ الْعُلٰی" آگے تعبیر وادا میں تصرف ہوتے ہوتے کچھ کا کچھ بن گیا۔ ورنہ ظاہر ہے نبی کی زبان پر شیطان کو ایسا تسلط کب حاصل ہوسکتا ہے اور جس چیز کا ابطال آگے کیا جارہا ہے اس کی مدح سرائی کے کیا معنی۔

۹ یاقوت نے معجم البلدان میں لکھا ہے کہ کفار ان بتوں کو خدا کے بیٹیاں کہتے تھے۔ سو اول تو خدا "لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ" ہے اور بالفرض اولاد کا نظریہ تسلیم کیا جائے تب بھی تقسیم کس قدر بھونڈی اور مہمل ہے کہ تم خود تو بیٹے لے جاؤ اور خدا کی حصہ میں بیٹیاں لگادو؟ العیاذ باللہ۔

۱۰ **ان بتوں کی کوئی سند نہیں** یعنی پتھروں اور درختوں کے کچھ نام رکھ چھوڑے ہیں جن کی خدائی کی کوئی سند نہیں۔ بلکہ اس کے خلاف پر دلائل قائم ہیں۔ ان کو اپنے خیال میں خواہ بیٹیاں کہہ لو، یا بیٹے یا اور کچھ محض کہنے کی بات ہے جس کے نیچے حقیقت کچھ بھی نہیں

اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ

اور جو جیوں کی امنگ ہے اور پہنچی ہے ان کو

رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ﴿۲۳﴾ اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى ﴿۲۴﴾ فَلِلّٰهِ

ان کے رب سے راہ کی سوجھ کہیں آدمی کو ملتا ہے جو کچھ چاہے سو اللہ کے

الْاٰخِرَةُ وَ الْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾ وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِى السَّمٰوٰتِ لَا

ہاتھ ہے سب بھلائی پچھلی اور پہلی اور بہت فرشتے ہیں آسمانوں میں کچھ

تُغْنِىْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ

کام نہیں آتی ان کی سفارش مگر جب حکم دے اللہ

لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ﴿۲۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ

جس کے واسطے چاہے اور پسند کرے اور جو لوگ یقین نہیں رکھتے آخرت کا

لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ﴿۲۷﴾ وَمَا لَهُمْ بِهٖ

وہ نام رکھتے ہیں فرشتوں کے زنانے نام اور ان کو

مِنْ عِلْمٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا

اس کی کچھ خبر نہیں محض انکل پر چلتے ہیں اور انکل کچھ کام

يُغْنِىْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ﴿۲۸﴾ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۵

نہ آئے ٹھیک بات میں سو تو دھیان نہ کر اس پر جو منہ موڑے

عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۲۹﴾ ؕ ذٰلِكَ

ہماری یاد سے اور کچھ نہ چاہے مگر دنیا کا جینا بس یہیں تک

یعنی باوجودیکہ اللہ کے پاس سے ہدایت کی روشنی آ چکی اور وہ سیدھی راہ دکھا چکا۔ مگر یہ احمق ان ہی اوہام واہواء کی تاریکیوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ جو کچھ اٹکل پچو ذہن میں آ گیا اور دل میں امنگ پیدا ہوئی کر گذرے۔ تحقیق وبصیرت کی راہ سے کچھ سروکار نہیں۔

بتوں کی سفارش محض وہم ہے یعنی سمجھتے ہیں کہ یہ بت ہمارے سفارشی بنیں گے۔ یہ خالی خیالات اور آرزوئیں ہیں۔ کیا انسان جو تمنا کرے وہ ہی مل جائے گا۔ یاد رہے دنیا اور آخرت کی سب بھلائی اللہ کے ہاتھ ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی بت پوجنے سے کیا ملتا ہے، ملے وہی جو اللہ دے۔"

فرشتے بھی سفارش نہیں کر سکتے یعنی ان بتوں کی تو حقیقت کیا ہے آسمان کے رہنے والے مقرب فرشتوں کی سفارش بھی کچھ کام نہیں دے سکتی۔ ہاں اللہ ہی جس کے حق میں سفارش کرنے کا حکم دے اور اس سے راضی ہو تو وہاں سفارش بیشک کام دے گی۔ ظاہر ہے کہ اس نے نہ بتوں کو سفارش کا حکم دیا اور نہ وہ کفار سے راضی ہے۔

فرشتوں کے متعلق باطل عقیدے یعنی جن کو آخرت کا یقین نہیں وہ سزا کی طرف سے بے فکر ہو کر ایسی گستاخیاں کرتے ہیں۔ مثلاً فرشتوں کو زنانہ قرار دے کر خدا کی بیٹیاں کہہ دیا۔ یہ ان کی محض جہالت ہے۔ بھلا فرشتوں کو مرد اور عورت ہونے سے واسطہ۔ اور خدا کے لئے اولاد کیسی۔ کیا پکی اور ٹھیک بات پر قائم ہونا ہو تو ایسی اٹکلوں اور پادر ہوا اوہام سے کام چل سکتا ہے۔ اور کیا تخمینے اور اٹکلیں حقائق ثابتہ کے قائم مقام ہو سکتی ہیں؟

مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ

پہنچی ان کی سمجھ ❶ تحقیق تیرا رب ہی خوب جانے اس کو جو بہکا

عَنْ سَبِيْلِهٖ ۙ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ۝۳۰ وَلِلّٰهِ مَا

اس کی راہ سے اور وہی خوب جانے اس کو جو راہ پر آیا ❷ اور اللہ کا ہے جو کچھ ہے

فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ

آسمانوں میں اور زمین میں تا کہ وہ بدلہ دے

اَسَاۗءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۝۳۱ۚ

برائی والوں کو ان کے کیے کا اور بدلہ دے بھلائی والوں کو بھلائی سے ❸

اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰۗىِٕرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ۭ

جو کہ بچتے ہیں بڑے گناہوں سے اور بے حیائی کے کاموں سے مگر کچھ آلودگی ❹

اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ

بے شک تیرے رب کی بخشش میں بڑی سمائی ہے ❺ وہ تم کو خوب جانتا ہے جب بنا نکالا تم کو

مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ

زمین سے اور جب تم بچے تھے ماں کے پیٹ میں

فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ۝۳۲ۧ اَفَرَءَيْتَ

سو مت بیان کرو اپنی خوبیاں وہ خوب جانتا ہے اس کو جو بچ کر چلا ❻ بھلا تو نے دیکھا

الَّذِيْ تَوَلّٰى ۝۳۳ۙ وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى ۝۳۴ اَعِنْدَهٗ

اس کو جس نے منہ پھیر لیا ❼ اور لایا تھوڑا سا اور سخت نکلا ❽ کیا اس کے پاس

❶ **کفار کی عقلیں محدود اور ناقص ہیں** | یعنی جس کا اوڑھنا بچھونا یہ ہی دنیا کی چندروزہ زندگی ہو کہ اس میں منہمک ہو کر کبھی خدا کو اور آخرت کو دھیان میں نہ لائے، آپ اس کی بکواس کو دھیان میں نہ لائیں۔ وہ خدا سے منہ موڑتا ہے۔ آپ اُس کی شرارت اور کجروی کی طرف سے منہ پھیر لیں۔ سمجھانا تھا سو سمجھا دیا۔ ایسے بدطینت اشخاص سے قبول حق کی توقع رکھنا اور ان کے غم میں اپنے کو گھلانا بیکار ہے۔ ان کی سمجھ تو بس اسی دنیا کے فوری نفع نقصان تک پہنچتی ہے اس سے آگے ان کی رسائی نہیں۔ وہ کیا سمجھیں کہ مرنے کے بعد مالک حقیقی کی عدالت میں حاضر ہو کر ذرہ ذرہ کا حساب دینا ہے۔ ان کی تمام تر علمی جدوجہد صرف بہائم کی طرح پیٹ بھرنے اور شہوت فرو کرنے کے لئے ہے۔

❷ یعنی جو گمراہی میں پڑا رہا اور جو راہ پر آیا، ان سب کو اور ان کی مخفی استعدادوں کو اللہ تعالیٰ ازل سے جانتا ہے۔ اسی کے موافق ہو کر رہے گا۔ ہزار جتن کرو، اس کے علم کے خلاف ہرگز واقع نہیں ہو سکتا۔ نیز وہ اپنے علم محیط کے موافق ہر ایک سے ٹھیک ٹھیک اس کے احوال کے مناسب معاملہ کرے گا۔ لہٰذا آپ یکسو ہو کر ان معاندین کا معاملہ خدا کے سپرد کر دیں۔

❸ **جزو سزا کا اثبات** | یعنی ہر شخص کا حال اس کو معلوم اور زمین و آسمان کی ہر چیز پر اس کا قبضہ۔ پھر نیک و بد کا بدلہ دینے سے کیا چیز مانع ہو سکتی ہے۔ بلکہ غور سے دیکھو تو زمین و آسمان کا یہ سارا کارخانہ پیدا ہی اس لئے کیا ہے کہ اس کے نتیجہ میں زندگی کا ایک دوسرا غیر فانی سلسلہ قائم کیا جائے جہاں بروں کو ان کی برائی کا بدلہ ملے اور نیکوں کے ساتھ ان کی بھلائی کے صلہ میں بھلائی کی جائے۔

❹ **کبیرہ اور صغیرہ گناہ** | گناہ کبیرہ اور صغیرہ کا فرق سورۂ "نساء" کے فوائد میں مفصل گذر چکا۔ "لَمَمْ" کی تفسیر میں کئی قول ہیں۔ بعض نے کہا کہ جو خیالات وغیرہ گناہ کے دل میں آئیں مگر ان کو عمل میں نہ لائے وہ "لَمَمْ" ہیں۔ بعض نے صغیرہ گناہ مراد لئے ہیں۔ بعض نے کہا کہ جس گناہ پر اصرار نہ کرے یا اس کی عادت نہ ٹھہرائے یا جس گناہ سے توبہ کر لے، وہ مراد ہے، ہمارے نزدیک بہترین تفسیر وہ ہی ہے جو مترجم محقق قدس اللہ روحہٗ نے سورۂ "نساء" کے فوائد میں اختیار کی ہے لیکن یہاں ترجمہ میں دوسرے معانی کی بھی گنجائش رکھی ہے۔

❺ اسی لئے بہت سے چھوٹے موٹے گناہوں سے درگذر فرماتا ہے اور توبہ قبول کرتا ہے۔ گنہگار کو مایوس نہیں ہونے دیتا۔ اگر ہر چھوٹی بڑی خطا پر پکڑنے لگے تو بندہ کا ٹھکانا کہاں۔

❻ **خودستائی کی مذمت** | یعنی اگر تقویٰ کی کچھ توفیق اللہ نے دی تو شیخی نہ مارو۔ اور اپنے کو بہت بزرگ نہ بناؤ۔ وہ سب کی بزرگی اور پاکبازی کو خوب جانتا ہے۔ اور اس وقت سے جانتا ہے جب تم نے ہستی کے اس دائرہ میں قدم بھی نہ رکھا تھا۔ آدمی کو چاہئے کہ اپنی اصل کو نہ بھولے۔ جس کی ابتداء مٹی سے تھی، پھر بطن مادر کی تاریکیوں میں ناپاک خون سے پرورش پاتا رہا۔ اس کے بعد کتنی جسمانی و روحانی کمزوریوں سے دوچار ہوا۔ آخر میں اگر اللہ نے اپنے فضل سے ایک بلند مقام پر پہنچا دیا تو اس کو اس قدر بڑھ چڑھ کر دعوے کرنے کا استحقاق نہیں۔ جو واقعی متقی ہوتے ہیں وہ دعویٰ کرتے ہوئے شرماتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ اب بھی پوری طرح کمزوریوں سے پاک ہو جانا بشریت کی حد سے باہر ہے۔ کچھ نہ کچھ آلودگی سب کو ہو جاتی ہے۔ الا من عصمہ اللہ۔

❼ یعنی اپنی اصل کو بھول کر خالق و مالک حقیقی کی طرف سے منہ پھیر لیا۔

❽ **ولید بن مغیرہ کا واقعہ** | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یعنی تھوڑا سا ایمان لانے لگا پھر اس کا دل سخت ہو گیا۔" مجاہدؒ وغیرہ کہتے ہیں کہ یہ آیات ولید بن مغیرہ کے بارہ میں نازل ہوئیں۔ حضورؐ کی باتیں سن کر اس کو اسلام کی طرف تھوڑی سی رغبت ہو چلی تھی۔ اور کفر کی سزا سے ڈر کر قریب تھا کہ مشرف باسلام ہو جائے۔ ایک کافر نے کہا کہ ایسا مت کر میں تیرے سب جرائم اپنے اوپر لئے لیتا ہوں۔ تیری طرف سے میں سزا بھگت لوں گا۔ بشرطیکہ اس قدر مال مجھ کو دیا جائے۔ اس نے وعدہ کر لیا اور مقررہ رقم کی کچھ قسط ادا کر کے باقی سے انکار کر دیا۔ اس صورت میں "وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى" کے معنی یہ ہوں گے کہ کچھ مال دیا، پھر ہاتھ کھینچ لیا۔

عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى ﴿٣٥﴾ اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ

خبر ہے غیب کی سو وہ دیکھتا ہے ﴿۱﴾ کیا اس کو خبر نہیں پہنچی اس کی جو ہے ورقوں میں

مُوْسٰى ﴿٣٦﴾ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰىٓ ﴿٣٧﴾ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ

موسیٰ کے اور ابراہیم کے جس نے کیا اپنا قول پورا اتارا ﴿۲﴾ کہ اٹھاتا نہیں کوئی اٹھانے والا

وِّزْرَ اُخْرٰى ﴿٣٨﴾ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿٣٩﴾

بوجھ کسی دوسرے کا ﴿۳﴾ اور یہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جو اس نے کمایا ﴿۴﴾

وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ﴿٤٠﴾ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ﴿٤١﴾

اور یہ کہ اس کی کمائی اس کو دکھانی ضرور ہے پھر اس کو بدلہ ملنا ہے اس کا پورا بدلہ ﴿۵﴾

وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ﴿٤٢﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى ﴿٤٣﴾

اور یہ کہ تیرے رب تک سب کو پہنچنا ہے ﴿۶﴾ اور یہ کہ وہی ہے ہنساتا اور رلاتا

وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا ﴿٤٤﴾ وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ

اور یہ کہ وہی ہے مارتا اور جلاتا اور یہ کہ اس نے بنایا جوڑا

الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿٤٥﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ﴿٤٦﴾ وَاَنَّ عَلَيْهِ

نر اور مادہ ﴿۷﴾ ایک بوند سے جب ٹپکائی جائے اور یہ کہ اس کے ذمہ ہے

النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى ﴿٤٧﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى ﴿٤٨﴾ وَاَنَّهٗ

دوسری دفعہ اٹھانا ﴿۸﴾ اور یہ کہ اس نے دولت دی اور خزانہ ﴿۹﴾ اور یہ کہ

هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ﴿٤٩﴾ وَاَنَّهٗٓ اَهْلَكَ عَادَا ۨالْاُوْلٰى ﴿٥٠﴾

وہی ہے رب شعریٰ کا ﴿۱۰﴾ اور یہ کہ اس نے غارت کیا عاد پہلے کو ﴿۱۱﴾

(۱) یعنی کیا یہ غیب کی بات دیکھ آیا ہے کہ آیندہ اس کو کفر کی سزا نہ ملے گی اور دوسرے کو اپنی جگہ پیش کر کے چھوٹ جائے گا۔

(۲) **حضرت ابراہیمؑ کا ایفائے عہد** | یعنی ابراہیمؑ اپنے قول و قرار اور عہد و پیمان کی پابندی میں پورا اترا اور اللہ کے حقوق پوری طرح ادا کئے اور اس کے احکام کی تعمیل میں ذرہ بھر تقصیر نہ کی۔

(۳) یعنی موسیٰ اور ابراہیم کے صحیفوں میں یہ مضمون تھا کہ خدا کے ہاں کوئی مجرم دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ ہر ایک کو اپنی اپنی جوابدہی بذات خود کرنا ہوگی۔

(۴) **ہر شخص اپنے اعمال کا جوابدہ ہے** | یعنی آدمی جو کچھ کوشش کر کے کماتا ہے وہی اس کا ہے۔ کسی دوسرے کی نیکیاں لے اڑے یہ نہیں ہو سکتا باقی کوئی خود اپنی خوشی سے اپنے بعض حقوق دوسرے کو ادا کر دے اور اللہ اس کو منظور کر لے وہ الگ بات ہے جس کی تفصیل حدیث و فقہ سے معلوم ہو سکتی ہے۔

(۵) یعنی ہر ایک کی سعی و کوشش اس کے سامنے رکھ دی جائے گی۔ اور اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

(۶) یعنی تمام علوم و افکار اور سلسلہ وجود کی انتہاء اسی پر ہوتی ہے اور سب کو آخر کار اسی کے پاس پہنچنا ہے۔ وہیں سے ہر ایک کو نیکی بدی کا پھل ملے گا۔

(۷) یعنی اس عالم میں تمام متضاد و متقابل احوال اسی نے پیدا کئے ہیں۔ خیر و شر کا خالق وہی ہے خوشی یا غم کی کیفیات بھیجنا ہنسانا، رلانا، مارنا، جلانا اور کسی کو نر کسی کو مادہ بنانا اسی کا کام ہے۔

(۸) یعنی جس نے ایک قطرۂ آب سے نر و مادہ پیدا کر دیئے، دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔ (یہ درمیان میں ایک پیدائش سے دوسری پیدائش پر متنبہ کر دیا)

(۹) یعنی مال، خزانہ، جائیدادیں سب اسی کی دی ہوئی ہیں اور بعض نے " اَقْنٰی " کے معنی " اَفْقَرَ " کئے ہیں۔ یعنی اسی نے کسی کو غنی اور کسی کو فقیر بنا دیا۔ یہ معنی پہلے سیاق کے مناسب معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ متقابل چیزوں کا ذکر چلا آ رہا ہے۔ اور اگر پہلا مطلب لیا جائے تو اس کے مقابل اہلاک کو رکھا جائے جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ یعنی خزانے اور مال و دولت دے کر وہی بڑھاتا ہے اور وہی بڑی بڑی دولتمند اور طاقتور قوموں کو تباہ و برباد کرتا ہے۔

(۱۰) **شعریٰ ستارے کا رب بھی اللہ ہی ہے** | " شِعْرٰی " ایک بہت بڑا ستارہ ہے جس کو بعض عرب پوجتے تھے اور سمجھتے تھے کہ عالم کے احوال میں اس کی بہت بڑی تاثیر ہے۔ یہاں بتلا دیا کہ " شِعْرٰی " کا رب بھی اللہ ہے۔ دنیا کے تمام الٹ پھیر اسی کے دست قدرت میں ہیں۔ " شِعْرٰی " غریب بھی ایک ادنیٰ مزدور کی طرح اس کا حکم بجا لاتا ہے۔ اس میں مستقل تاثیر کچھ بھی نہیں۔

(۱۱) یعنی حضرت ہود علیہ السلام کی قوم۔

وَثَمُودَا۟ فَمَآ أَبْقَىٰ ﴿٥١﴾ وَقَوْمَ نُوحٍ مِّن قَبْلُ ۖ إِنَّهُمْ

اور ثمود کو | پھر کسی کو باقی نہ چھوڑا | اور نوح کی قوم کو پہلے ان سے | وہ تو

كَانُوا۟ هُمْ أَظْلَمَ وَأَطْغَىٰ ﴿٥٢﴾ وَالْمُؤْتَفِكَةَ أَهْوَىٰ ﴿٥٣﴾

تھے اور بھی ظالم | اور شریر ﴿١﴾ | اور الٹی بستی کو پٹک دیا

فَغَشَّىٰهَا مَا غَشَّىٰ ﴿٥٤﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكَ تَتَمَارَىٰ ﴿٥٥﴾

پھر آ پڑا اس پر جو کچھ کہ آ پڑا ﴿٢﴾ | اب تو کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلائے گا ﴿٣﴾

هَٰذَا نَذِيرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْأُولَىٰ ﴿٥٦﴾ أَزِفَتِ الْآزِفَةُ ﴿٥٧﴾

یہ ایک ڈر سنانے والا ہے | پہلے سنانے والوں میں کا ﴿٤﴾ | آ پہنچی آنے والی

لَيْسَ لَهَا مِن دُونِ اللَّهِ كَاشِفَةٌ ﴿٥٨﴾ أَفَمِنْ هَٰذَا

کوئی نہیں اس کو اللہ کے سوا | کھول کر دکھانے والا ﴿٥﴾ | کیا تم کو اس

الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ ﴿٥٩﴾ وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ ﴿٦٠﴾ وَ

بات سے تعجب ہوتا ہے | اور ہنستے ہو | اور روتے نہیں | اور

أَنتُمْ سَامِدُونَ ﴿٦١﴾ فَاسْجُدُوا۟ لِلَّهِ وَاعْبُدُوا۟ ﴿٦٢﴾ السجدة

تم کھلاڑیاں کرتے ہو ﴿٦﴾ | سو سجدہ کرو اللہ کے آگے | اور بندگی ﴿٧﴾

آیاتها ٥٥ | (٥٤) سُورَةُ الْقَمَرِ مَكِّيَّةٌ (٣٧) | رکوعاتها ٣

سورۂ قمر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی پچپن آیتیں ہیں اور تین رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

کہ سینکڑوں برس تک خدا کے پیغمبر نوح علیہ السلام کو سخت ترین ایذائیں پہنچاتے رہے۔ جن کو پڑھ کر کلیجہ پھٹتا ہے، اور آنے والوں کے لئے بری راہ ڈال گئے۔

یعنی پتھروں کا مینہ (یہ قوم لوط کی بستیوں کا ذکر ہے)

یعنی ایسے مفسد ظالموں اور باغیوں کا تباہ کر ڈالنا بھی اللہ کا بڑا بھاری انعام ہے۔ کیا ایسی نعمتوں کو دیکھ کر بھی انسان اپنے رب کو جھٹلاتا ہی رہے گا۔

یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجرموں کو اسی طرح برے انجام سے ڈرانے والے ہیں جیسے ان سے پیشتر دوسرے نبی ڈرا چکے ہیں۔

قیامت بہت قریب ہے یعنی قیامت قریب ہی آ لگی ہے جس کا ٹھیک وقت اللہ کے سوا کوئی کھول کر نہیں بتا سکتا۔ اور جب وقت معین آ جائے تو کوئی طاقت اس کو دفع نہیں کر سکتی۔ اللہ ہی چاہے تو ہٹے، مگر وہ چاہے گا نہیں۔

کفار کی ہنسی یعنی قیامت اور اس کے قرب کا ذکر سن کر چاہئے تھا خوف خدا سے رونے لگتے اور گھبرا کر اپنے بچاؤ کی تیاری کرتے۔ مگر تم اس کے برخلاف تعجب کرتے اور ہنستے ہو۔ اور غافل و بے فکر ہو کر کھلاڑیاں کرتے ہو۔

تمام مشرکین اور مسلمانوں کا سجدہ یعنی عاقل کو زیبا نہیں کہ انجام سے غافل ہو کر نصیحت و فہمائش کی باتوں پر ہنسے اور مذاق اڑائے۔ بلکہ لازم ہے کہ بندگی کی راہ اختیار کرے۔ اور مطیع و منقاد ہو کر جبین نیاز خداوند قہار کے سامنے جھکا دے۔ **تنبیہ** روایات میں ہے کہ سورہ نجم پڑھ کر آپ نے سجدہ کیا اور تمام مسلمان اور مشرک جو حاضر تھے سجدہ میں گر پڑے۔ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ لکھتے ہیں کہ "اس وقت سب کو ایک غاشیہ الٰہیہ نے گھیر لیا تھا۔ گویا ایک غیبی اور قہری تصرف سے طوعاً و کرہاً سب کو سربسجود ہونا پڑا۔ صرف ایک بدبخت جس کے دل پر سخت مہر تھی اس نے سجدہ نہ کیا مگر زمین سے تھوڑی سی مٹی اٹھا کر اس نے بھی پیشانی کو لگالی اور کہا مجھے اسی قدر کافی ہے۔" (تم سورۃ النجم وللّٰہ الحمد والمنۃ)

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝۱ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً

پاس آ لگی قیامت (وہ گھڑی) اور پھٹ گیا چاند ۝۱ اور اگر وہ دیکھیں کوئی نشانی

يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝۲ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا

تو ٹلا جائیں اور کہیں یہ جادو ہے پہلے سے چلا آتا ۝۲ اور جھٹلایا اور چلے

اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ۝۳ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ

اپنی خوشی پر اور ہر کام ٹھہر رکھا ہے وقت پر ۝۳ اور پہنچ چکے ہیں ان کے پاس

الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ۝۴ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا

احوال جن میں ڈانٹ ہو سکتی ہے ۝۴ پوری عقل کی بات ہے پھر

تُغْنِ النُّذُرُ ۝۵ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى

وقف لازم

ان میں کام (اثر) نہیں کرتے ڈر سنانے والے سو تو ہٹ آ ان کی طرف سے ۝۵ جس دن پکارے پکارنے والا ایک

شَيْءٍ نُّكُرٍ ۝۶ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ

ناگوار چیز کی طرف ۝۶ آنکھیں جھکائے ۝۷ نکل پڑیں

الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۝۷ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى

قبروں سے جیسے ٹڈی پھیلی ہوئی (بکھری پڑی) دوڑتے جائیں اس

الدَّاعِ ۭ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ۝۸ كَذَّبَتْ

پکارنے والے کے پاس ۝۸ کہتے جائیں منکر یہ دن مشکل آیا ۝۹ جھٹلا چکی ہے

قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ

ان سے پہلی نوح کی قوم پھر جھوٹا کہا ہمارے بندہ کو اور بولے دیوانہ ہے

سورۃ القمر

۱ **شق القمر کا واقعہ** ہجرت سے پیشتر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم "منیٰ" میں تشریف فرما تھے کفار کا مجمع تھا، انہوں نے آپ سے کوئی نشانی طلب کی۔ آپ نے فرمایا آسمان کی طرف دیکھو۔ ناگاہ چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک ٹکڑا ان میں سے مغرب کی اور دوسرا مشرق کی طرف چلا گیا۔ بیچ میں پہاڑ حائل تھا۔ جب سب نے خوب اچھی طرح یہ معجزہ دیکھ لیا، دونوں ٹکڑے آپس میں مل گئے۔ کفار کہنے لگے کہ محمدؐ نے چاند پر یا ہم پر جادو کر دیا ہے۔ اس معجزہ کو "شق القمر" کہتے ہیں۔ اور یہ ایک نمونہ اور نشانی تھی قیامت کی کہ آگے سب کچھ یوں ہی پھٹے گا۔ طحاویؒ اور ابن کثیرؒ وغیرہ نے اس واقعہ کے تواتر کا دعویٰ کیا ہے۔ اور کسی دلیل عقلی سے آج تک اس طرح کے واقعات کا محال ہونا ثابت نہیں کیا جا سکا اور محض استبعاد کی بنا پر ایسی قطعی الثبوت چیزوں کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ استبعاد تو اعجاز کے لئے لازم ہے۔ روزمرہ کے معمولی واقعات کو "معجزہ" کون کہے گا۔ (ملاحظہ ہو ہمارا مستقل مضمون جو معجزات و خوارق عادات کے متعلق "الحمود" میں شائع ہوا ہے) باقی یہ کہنا کہ **اس واقعے کی تاریخی حیثیت** "شق القمر" اگر واقع ہوا ہوتا تو تاریخوں میں اس کا وجود کیوں نہیں۔ تو یاد رہے کہ یہ قصہ رات کا ہے۔ بعض ملکوں میں تو اختلاف مطالع کی وجہ سے اس وقت دن ہوگا اور بعض جگہ آدھی رات ہوگی۔ لوگ عموماً سوتے ہوں گے اور جہاں بیدار ہوں گے اور کھلے آسمان کے نیچے بیٹھے ہوں گے تو عادۃً یہ ضروری نہیں کہ سب آسمان کی طرف تک رہے ہوں، زمین پر جو چاندنی پھیلی ہوگی۔ بشرطیکہ مطلع صاف ہو، اس میں دو ٹکڑے ہو جانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ پھر تھوڑی دیر کا قصہ تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بارہا چاند گہن ہوتا ہے اور خاصہ ممتد رہتا ہے، لیکن لاکھوں انسانوں کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ اور اس زمانہ میں آجکل کی طرح رصد وغیرہ کے اتنے وسیع و مکمل انتظامات اور تقاویم (جنتریوں) کی اس قدر اشاعت بھی نہ تھی، بہرحال تاریخوں میں مذکور نہ ہونے سے اس کی تکذیب نہیں ہو سکتی۔ بایں ہمہ "تاریخ فرشتہ" وغیرہ میں اس کا ذکر موجود ہے۔ ہندوستان میں مہاراجہ "مالیبار" کے اسلام کا سبب اسی واقعہ کو لکھتے ہیں۔

۲ یعنی اس طرح کے جادو مدعیان نبوت نے پہلے بھی کئے ہیں، پھر جس طرح وہ چلتے رہے یہ بھی جاتا رہے گا۔

۳ یعنی ان کا عذاب بھی اپنے وقت پر آئے گا۔ اور اللہ کے علم میں ان کی گمراہی اور ہلاکت ٹھہر چکی ہے وہ کسی صورت سے ٹلنے والی نہیں۔

۴ یعنی قرآن کے ذریعہ سے ہر قسم کے احوال اور تباہ شدہ قوموں کے واقعات معلوم کرائے جا چکے ہیں جن میں اگر غور کریں تو خداوند قہار کی طرف سے بڑی ڈانٹ ہے۔

۵ **قرآن حکمت بالغہ ہے** یعنی قرآن کریم پوری حکمت اور عقل کی باتوں کا مجموعہ ہے۔ کوئی ذرا نیک نیتی سے توجہ کرے تو دل میں اترتی چلی جائیں مگر افسوس اتنے سامان ہدایت کی موجودگی میں ان پر کچھ اثر نہیں۔ کوئی نصیحت و فہمائش وہاں کام نہیں دیتی۔ کتنا ہی سمجھاؤ پتھر پر جونک نہیں لگتی۔ لہٰذا ایسے سنگدل بدبختوں کو آپ بھی منہ نہ لگایئے۔ آپ فرض تبلیغ و دعوت باحسن اسلوب ادا کر چکے۔ اب زیادہ تعاقب کرنے کی ضرورت نہیں۔ ان کو ان کے ٹھکانے کی طرف چلنے دیں۔

۶ یعنی میدان حشر کی طرف حساب دینے کو۔

۷ یعنی اس وقت خوف و ہیبت کے مارے ذلت و ندامت کے ساتھ آنکھیں جھکائے ہوں گے۔

۸ **قبروں سے انسانوں کا نکلنا** یعنی تمام اگلے پچھلے قبروں سے نکل کر ٹڈی دل کی طرح پھیل پڑیں گے۔ اور خداوند قدوس کی عدالت میں حاضری دینے کے لئے تیزی کے ساتھ دوڑتے ہوں گے۔

۹ **سختی کا دن** یعنی اس دن کے ہولناک احوال و شدائد اور اپنے جرائم کا تصور کر کے کہیں گے کہ یہ دن بڑا سخت آیا ہے۔ دیکھئے آج کیا گذرے گی۔ آگے بتلاتے ہیں کہ قیامت اور آخرت کا عذاب تو اپنے وقت پر آئے گا۔ بہت سے مکذبین کے لئے اس سے پہلے دنیا ہی میں ایک سخت دن آ چکا ہے۔

وَّازۡدُجِرَ ۝۹ فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّیۡ مَغۡلُوۡبٌ فَانۡتَصِرۡ ۝۱۰

اور جھڑک لیا اس کو ◆ پھر پکارا اپنے رب کو کہ میں عاجز ہو گیا ہوں تو بدلہ لے ◆

فَفَتَحۡنَاۤ اَبۡوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنۡهَمِرٍ ۝۱۱ وَّفَجَّرۡنَا

پھر ہم نے کھول دیے دہانے آسمان کے پانی ٹوٹ کر برسنے والے سے اور بہا دیے

الۡاَرۡضَ عُیُوۡنًا فَالۡتَقَی الۡمَآءُ عَلٰۤی اَمۡرٍ قَدۡ قُدِرَ ۝۱۲

زمین سے چشمے پھر مل گیا سب پانی ایک کام پر جو ٹھہر چکا تھا ◆

وَحَمَلۡنٰهُ عَلٰی ذَاتِ اَلۡوَاحٍ وَّدُسُرٍ ۝۱۳ تَجۡرِیۡ بِاَعۡیُنِنَا ۚ

اور ہم نے اس کو سوار کر دیا ایک تختوں اور کیلوں والی (کشتی) پر بہتی تھی ہماری آنکھوں کے سامنے ◆

جَزَآءً لِّمَنۡ کَانَ کُفِرَ ۝۱۴ وَلَقَدۡ تَّرَکۡنٰهَاۤ اٰیَةً فَهَلۡ

بدلہ لینے کو اس کی طرف سے جس کی قدر نہ جانی تھی ◆ اور اس کو ہم نے رہنے دیا نشانی کے لیے پھر کوئی ہے

مِنۡ مُّدَّکِرٍ ۝۱۵ فَکَیۡفَ کَانَ عَذَابِیۡ وَنُذُرِ ۝۱۶ وَلَقَدۡ

سوچنے والا ◆ پھر کیسا تھا میرا عذاب اور میرا کھڑکھڑانا (ڈرانا) ◆ اور ہم نے

یَسَّرۡنَا الۡقُرۡاٰنَ لِلذِّکۡرِ فَهَلۡ مِنۡ مُّدَّکِرٍ ۝۱۷ کَذَّبَتۡ

آسان کر دیا قرآن سمجھنے کو پھر ہے کوئی سوچنے والا ◆ جھٹلایا

عَادٌ فَکَیۡفَ کَانَ عَذَابِیۡ وَنُذُرِ ۝۱۸ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا عَلَیۡهِمۡ

عاد نے پھر کیسا ہوا میرا عذاب اور میرا کھڑکھڑانا (ڈرانا) ہم نے بھیجی ان پر

رِیۡحًا صَرۡصَرًا فِیۡ یَوۡمِ نَحۡسٍ مُّسۡتَمِرٍّ ۝۱۹ تَنۡزِعُ النَّاسَ

ہوا تند (سناٹے کی) ایک نحوست کے دن جو چلے گئے ◆ اکھاڑ مارا (اکھاڑ ڈالتی) لوگوں کو

◆ کہنے لگے اے نوح! اگر تم اپنی باتوں سے باز نہ آئے تو تم کو سنگسار کر دیا جائے گا۔ گویا دھمکیوں ہی میں اس کی بات رلا دی۔ اور بعض نے "وَازْدُجِرَ" کے معنی یوں کئے ہیں کہ یہ دیوانہ ہے آسیب زدہ۔ جن اس کی عقل لے اڑے ہیں۔ (العیاذ باللہ)

◆ **حضرت نوحؑ کی بددعا** یعنی سینکڑوں برس سمجھانے پر بھی جب کوئی نہ پسیجا تو بددعا کی، اور کہا اے پروردگار! میں ان سے عاجز آ چکا ہوں۔ ہدایت و فہمائش کی کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔ اب آپ اپنے دین اور پیغمبر کا بدلہ لیجئے اور زمین پر کسی کافر کو زندہ نہ چھوڑیے۔

◆ **زمین اور آسمان سے پانی** یعنی پانی اس قدر ٹوٹ کر برسا، گویا آسمان کے دہانے کھل گئے اور نیچے سے زمین کے پردے پھٹ پڑے۔ اتنا پانی ابلا گویا ساری زمین چشموں کا مجموعہ بن کر رہ گئی۔ پھر اوپر اور نیچے کا یہ سب پانی مل کر اس کام کے لئے اکٹھا ہو گیا۔ جو پہلے سے اللہ کے ہاں ٹھہر چکا تھا۔ یعنی قوم نوح کی ہلاکت اور غرقابی۔

◆ **کشتی نوح کے سوار** یعنی اس ہولناک طوفان کے وقت نوح کی کشتی ہماری حفاظت اور نگرانی میں نہایت امن چین سے چلی جا رہی تھی۔

◆ یعنی حضرت نوح علیہ السلام کی بے قدری کی اور اللہ کی باتوں کا انکار کیا، یہ اس کی سزا ملی۔

◆ **کشتی نوح سامان عبرت** یعنی سوچنے والوں کے لئے اس واقعہ میں عبرت کی نشانیاں ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ آج کشتی کا وجود دنیا میں اس کشتی کے قصہ کو یاد دلانے والا اور اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کا نشان ہے۔ اور بعض نے کہا کہ بعینہ وہی کشتی نوح کے بعد مدت تک رہی۔ "جودی" پہاڑ پر نظر آتی تھی۔ اس امت کے لوگوں نے بھی دیکھی۔ واللہ اعلم۔

◆ یعنی دیکھ لیا۔ میرا عذاب کیسا ہولناک اور میرا ڈرانا کس قدر سچا ہے۔

◆ **قرآن سے رہنمائی حاصل کرنا آسان ہے** یعنی قرآن سے نصیحت حاصل کرنا بالکل آسان ہے کیونکہ جو مضامین ترغیب و ترہیب اور انذار و تبشیر سے متعلق ہیں وہ بالکل صاف، سہل اور مؤثر ہیں۔ جو کوئی سوچنے سمجھنے کا ارادہ کرے تو سمجھے۔ تنبیہ

قرآن کے اسرار و عجائبات آیت کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن محض ایک سطحی کتاب ہے جس کے اندر کوئی دقائق و غوامض نہیں۔ اس علیم و خبیر کے کلام کی نسبت ایسا گمان کیونکر کیا جا سکتا ہے۔ کیا یہ فرض کر لیا جائے کہ جب اللہ بندوں سے کلام کرتا ہے تو معاذ اللہ اپنے غیر متناہی علوم سے کورا ہو جاتا ہے؟ یقیناً اس کے کلام میں وہ گہرے حقائق اور باریکیاں ہوں گی جن کا کسی دوسرے کلام میں تلاش کرنا بیکار ہے۔ اسی لئے حدیث میں آیا ہے "لَا تَنْقَضِي عَجَائِبُهُ" (قرآن کے عجائب و اسرار کبھی ختم ہونے والے نہیں) علمائے امت اور حکمائے ملت نے اس کتاب کے دقائق و اسرار کا پتہ لگانے اور جزرہا احکام مستنبط کرنے میں عمریں صرف کر دیں، تب بھی اس کی آخری تہ تک نہیں پہنچ سکے۔

◆ **قوم عاد پر نحوست کا دن** حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یعنی نحوست نہ اٹھی جب تک تمام نہ ہو چکے۔ اور یہ نحوست کا دن ان ہی کے حق میں تھا، یہ نہیں کہ ہمیشہ کو وہ دن منحوس سمجھ لئے جائیں جیسا کہ جاہلوں میں مشہور ہے۔ اور اگر وہ دن عذاب آنے کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے منحوس بن گیا ہے۔ تو مبارک دن کونسا رہے گا۔ قرآن کریم میں تصریح ہے کہ وہ عذاب سات رات اور آٹھ دن برابر رہا۔ بتلایئے اب ہفتہ کے دنوں میں کونسا دن نحوست سے خالی رہیگا۔

كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنقَعِرٍ ۝٢٠ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَ

گویا وہ جڑیں ہیں کھجور کی اکھڑی پڑی ۞ پھر کیسا رہا (ہوا) میرا عذاب اور

نُذُرِ ۝٢١ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن

میرا کھڑکھڑانا (ڈرانا) اور ہم نے آسان کر دیا قرآن سمجھنے کو پھر ہے کوئی

مُّدَّكِرٍ ۝٢٢ كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ ۝٢٣ فَقَالُوا أَبَشَرًا مِّنَّا

سوچنے والا جھٹلایا ثمود نے ڈر سنانے والوں کو ۞ پھر کہنے لگے کیا ایک آدمی ہم میں کا

وَاحِدًا نَّتَّبِعُهُ إِنَّا إِذًا لَّفِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ۝٢٤ أَأُلْقِيَ

اکیلا ہم اس کے کہے پر چلیں گے تو تو ہم غلطی میں پڑے اور سودا میں ۞ کیا اتری

الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِن بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ أَشِرٌ ۝٢٥

اسی پر نصیحت ہم سب میں سے کوئی نہیں یہ جھوٹا ہے بڑائی مارتا ہے ۞

سَيَعْلَمُونَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْأَشِرُ ۝٢٦ إِنَّا مُرْسِلُوا

اب جان لیں گے کل کو کون ہے جھوٹا بڑائی مارنے والا ۞ ہم بھیجتے ہیں

النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ۝٢٧ وَنَبِّئْهُمْ

اونٹنی ان کے جانچنے کے واسطے ۞ سو انتظار کر ان کا (دیکھتا رہ ان کو) اور سہتا رہ ۞ اور سنا دے ان کو

أَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ۝٢٨ فَنَادَوْا

کہ پانی کا بانٹا ہے ان میں ہر باری پر پہنچنا چاہیے ۞ پھر پکارا انہوں نے

صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطَىٰ فَعَقَرَ ۝٢٩ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَ

اپنے رفیق کو پھر ہاتھ چلایا اور کاٹ ڈالا ۞ پھر کیسا ہوا میرا عذاب اور میرا

۱ ''قوم عادؑ'' کے لوگ بڑے تنومند اور قد آور تھے، لیکن ہوا کا جھکڑ ان کو اٹھا کر اس طرح زمین پر پٹکتا تھا جیسے کھجور کا تنہ جڑ سے اکھاڑ کر زمین پر پھینک دیا جائے۔

۲ **قوم ثمود کی تکذیب** یعنی حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا۔ اور ایک نبی کا جھٹلانا سب کا جھٹلانا ہے۔ کیونکہ اصول دین میں سب ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں۔

۳ یعنی کوئی آسمان کا فرشتہ نہیں، بلکہ ہم ہی جیسا ایک آدمی اور وہ بھی اکیلا جس کے ساتھ کوئی قوت اور جتھا نہیں، چاہتا ہے کہ ہمیں دبا لے اور سب کو اپنا تابع بنا لے۔ یہ کبھی نہ ہوگا۔ اگر ہم اس پھندے میں پھنس جائیں تو ہماری بڑی غلطی اور حماقت بلکہ جنون ہوگا۔ وہ تو ہم کو ڈراتا ہے کہ مجھے نہ مانو گے تو آگ میں گرو گے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ ہم اس کے تابع ہو جائیں تو گویا خود اپنے کو آگ میں گرا رہے ہیں۔

۴ یعنی پیغمبری کے لئے بس یہی رہ گیا تھا؟ سب جھوٹ ہے۔ خواہ مخواہ بڑائی مارتا ہے کہ خدا نے مجھے اپنا رسول بنا دیا۔ اور ساری قوم کو میری اطاعت کا حکم دیا ہے۔

۵ یعنی بہت جلد معلوم ہوا چاہتا ہے کہ دونوں فریق میں جھوٹا اور بڑائی مارنے والا کون ہے۔

۶ **اونٹنی کے ذریعہ قوم ثمود کی آزمائش** یعنی ان کی فرمائش کے موافق ہم پتھر سے اونٹنی نکال کر بھیجتے ہیں۔ اس کے ذریعہ سے جانچا جائے گا کہ کون اللہ و رسول کی بات مانتا ہے اور کون نفس کی خواہش پر چلتا ہے۔

۷ یعنی دیکھتا رہ، کیا نتیجہ نکلتا ہے۔

۸ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ''وہ اونٹنی جس پانی پر جاتی سب جانور بھاگتے، تو اللہ نے باری ٹھہرا دی۔ ایک دن وہ جائے، اور ایک دن سب جانور۔''

۹ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ''ایک بدکار عورت تھی اس کے مواشی بہت تھے اپنے ایک آشنا کو اکسا دیا۔ اس نے اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں۔

نُذُرِ ﴿۳۰﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا

کھڑکھڑانا ہم نے بھیجی ان پر ایک چنگھاڑ پھر رہ گئے

كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿۳۱﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ

جیسے روندی ہوئی باڑ کانٹوں کی ﴿۱﴾ اور ہم نے آسان کر دیا قرآن سمجھنے کو

فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۳۲﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍ بِالنُّذُرِ ﴿۳۳﴾

پھر ہے کوئی سوچنے والا جھٹلایا لوط کی قوم نے ڈر سنانے والوں کو ﴿۲﴾

اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ؕ نَجَّيْنٰهُمْ

ہم نے بھیجی ان پر آندھی پتھر برسانے والی سوائے لوط کے گھر کے ان کو ہم نے بچا دیا

بِسَحَرٍ ﴿۳۴﴾ لا نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ

پچھلی رات سے فضل سے اپنی طرف کے ہم یوں بدلہ دیتے ہیں اس کو جو

شَكَرَ ﴿۳۵﴾ وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿۳۶﴾

حق مانے ﴿۳﴾ اور وہ ڈرا چکا تھا ان کو ہماری پکڑ سے پھر لگے مکرانے ڈرانے کو ﴿۴﴾

وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا

اور اس سے لینے لگے اس کے مہمانوں کو پس ہم نے مٹا دیں ان کی آنکھیں اب چکھو

عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۷﴾ وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ

میرا عذاب اور میرا ڈرانا ﴿۵﴾ اور پڑا ان پر صبح کو سویرے عذاب

مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳۸﴾ ج فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۹﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا

جو ٹھہر چکا تھا (ٹھہر رہا تھا) اب چکھو میرا عذاب اور میرا ڈرانا ﴿۶﴾ اور ہم نے آسان کر دیا

۱ **فرشتے کی چیخ** فرشتے نے ایک چیخ ماری، کلیجے پھٹ گئے۔ اور سب چورا ہو کر رہ گئے۔ جیسے کھیت کے گرد کانٹوں کی باڑ لگا دیتے ہیں۔ اور چند روز کے بعد پامال ہو کر اس کا چورا ہو جاتا ہے۔

۲ یعنی حضرت لوط علیہ السلام کو جھٹلایا اور ایک نبی کی تکذیب سب انبیاء کی تکذیب ہے۔

۳ یعنی وہ پچھلی رات میں اپنے گھر والوں کو لے کر صاف نکل گئے۔ ان کو ہم نے عذاب کی ذرا بھی آنچ نہ لگنے دی۔ اور یہ ہی ہماری عادت ہے۔ حق شناس اور شکر گذار بندوں کو ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔

۴ یعنی اس کی باتوں میں واہی تباہی شبہے اور جھگڑے کھڑے کر کے جھٹلانے لگے۔

۵ **مہمان فرشتوں کے ساتھ بدسلوکی** یعنی فرشتے جو حسین لڑکوں کی شکل میں آئے تھے۔ ان کو آدمی سمجھ کر اپنی خوئے بد کی وجہ سے تھینا چاہا۔ ہم نے ان کو اندھا کر دیا کہ ادھر ادھر دھکے کھاتے پھرتے تھے۔ کچھ نظر نہ آتا تھا۔ اور کہا لو! پہلے اس عذاب کا مزہ چکھو۔

۶ یعنی اندھا کرنے کے بعد ان کی بستیاں الٹ دی گئیں۔ اور اوپر سے پتھر برسائے گئے۔ اس چھوٹے عذاب کے بعد یہ بڑا عذاب تھا۔

ع ۲ ۱۸/۹

الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝٤٠ وَلَقَدْ

قرآن سمجھنے کو پھر ہے کوئی سوچنے والا اور

جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ۝٤١ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا

پہنچے فرعون والوں کے پاس ڈرانے والے ① جھٹلایا انہوں نے ہماری نشانیوں کو سب کو

فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ۝٤٢ اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ

پھر پکڑا ہم نے ان کو پکڑنا زبردست کا قابو میں لے کر ② اب تم میں جو منکر ہیں کیا یہ بہتر ہیں

اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ۝٤٣ اَمْ يَقُوْلُوْنَ

ان سب سے یا تمہارے لیے فارغ خطی لکھی دی گئی ورقوں میں کیا کہتے ہیں

نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ۝٤٤ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۝٤٥

ہم سب کا مجمع ہے بدلہ لینے والا ③ اب شکست کھائے گا یہ مجمع اور بھاگیں پیٹھ پھیر کر ④

بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ۝٤٦

بلکہ قیامت ہے ان کے وعدہ کا وقت اور وہ گھڑی بڑی آفت ہے اور بہت کڑوی ⑤

وقف لازم

اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ۝٤٧ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ

جو لوگ گنہگار ہیں غلطی میں پڑے ہیں اور سودا میں جس دن گھسیٹے جائیں گے

فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ۝٤٨ اِنَّا

آگ میں اوندھے منہ چکھو مزا آگ کا ⑥ ہم نے

كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ۝٤٩ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ

ہر چیز بنائی پہلے ٹھہرا کر ⑦ اور ہمارا کام تو یہی ایک دم کی بات ہے

۱ حضرت موسیٰ اور ہارون اور ان کے ڈرانے والے نشان۔

۲ **آل فرعون کا انجام** یعنی خدا کی پکڑ بڑے زبردست کی پکڑ تھی۔ جس کے قابو سے نکل کر کوئی بھاگ نہیں سکتا۔ دیکھ لو! تمام فرعونیوں کا بیڑہ کس طرح بحر قلزم میں غرق کیا کہ ایک بچ کر نہ نکل سکا۔

۳ گذشتہ اقوام کے واقعات سنا کر موجودہ لوگوں کو خطاب ہے یعنی تم میں کے کافر کیا ان پہلے کافروں سے کچھ اچھے ہیں جو کفر و طغیان کی سزا میں تباہ نہیں کیے جائیں گے؟ یا اللہ کے ہاں سے کوئی پروانہ لکھ دیا گیا ہے کہ تم جو چاہو شرارت کرتے رہو، سزا نہیں ملے گی؟ یا یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ ہمارا مجمع اور جتھا بہت بڑا ہے۔ اور سب مل کر جب ایک دوسرے کی مدد پر آ جائیں گے تو سب سے بدلہ لے کر چھوڑیں گے اور کسی کو اپنے مقابلہ میں کامیاب نہ ہونے دیں گے۔

۴ یعنی عنقریب ان کو اپنے مجمع کی حقیقت کھل جائے گی جب مسلمانوں کے سامنے سے شکست کھا کر اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔ چنانچہ "بدر" اور "احزاب" میں یہ پیشین گوئی پوری ہوئی۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر یہ آیت جاری تھی۔ "سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ"۔

۵ یعنی یہاں کیا شکست کھائیں گے، ان کی شکست کا اصلی وقت تو وہ ہوگا جب قیامت سر پر آ کھڑی ہوگی۔ وہ بہت سخت مصیبت کا وقت ہوگا۔

۶ یعنی اس وقت غفلت کے نشہ میں پاگل بن رہے ہیں۔ یہ سودا دماغ میں سے اس وقت نکلے گا جب اوندھے منہ دوزخ کی آگ میں گھسیٹے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ لو! اب ذرا اس کا مزہ چکھو۔

۷ یعنی ہر چیز جو پیش آنے والی ہے اللہ کے علم میں پہلے سے ٹھہر چکی ہے دنیا کی عمر اور قیامت کا وقت بھی اس کے علم میں ٹھہرا ہوا ہے اس سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتا۔

كَلَمْحٍۭ بِالْبَصَرِ ﴿۵۰﴾ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ

جیسے لپک نگاہ کی ۞ اور ہم برباد کر چکے ہیں تمہارے ساتھ والوں کو پھر ہے

مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۵۱﴾ وَكُلُّ شَىْءٍ فَعَلُوْهُ فِى الزُّبُرِ ﴿۵۲﴾ وَكُلُّ

کوئی سوچنے والا ۞ اور جو چیز انہوں نے کی ہے لکھی گئی ورقوں میں ۞ اور ہر

صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿۵۳﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِىْ جَنّٰتٍ وَّ

چھوٹا اور بڑا لکھا جا چکا ۞ جو لوگ ڈرنے والے ہیں باغوں میں ہیں اور

نَهَرٍ ﴿۵۴﴾ فِىْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۵۵﴾ ع

نہروں میں بیٹھے سچی بیٹھک میں نزدیک بادشاہ کے جس کا سب پر قبضہ ہے ۞

۳ ع ۱۵ ۱۰

اٰیاتها ۷۸ (۵۵) سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ مَدَنِيَّةٌ (۹۷) رکوعاتها ۳

سورۃ الرحمٰن مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی اٹھتر آیتیں ہیں اور تین رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلرَّحْمٰنُ ﴿۱﴾ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ﴿۲﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ﴿۳﴾ عَلَّمَهُ

رحمٰن نے سکھلایا قرآن ۞ بنایا آدمی پھر سکھلایا اس کو

الْبَيَانَ ﴿۴﴾ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ﴿۵﴾ وَّالنَّجْمُ وَ

بات کرنا ۞ سورج اور چاند کے لیے ایک حساب ہے ۞ اور جھاڑ اور

الشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ﴿۶﴾ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ﴿۷﴾

درخت مشغول ہیں سجدہ میں ۞ اور آسمان کو اونچا کیا اور رکھی ترازو

◆ چشم زدن میں امرالٰہی کا وقوع | یعنی ہم چشم زدن میں جو چاہیں کر ڈالیں کسی چیز کے بنانے یا بگاڑنے میں ہم کو دیر نہیں لگتی نہ کچھ مشقت ہوتی ہے۔

◆ یعنی تمہاری قماش کے بہت سے کافروں کو پہلے تباہ کر چکے ہیں۔ پھر تم میں کوئی اتنا سوچنے والا نہیں کہ ان کے حال سے عبرت حاصل کر سکے۔

◆ اعمال نامے | یعنی ہر ایک نیکی بدی عمل کے بعد ان کے اعمالناموں میں لکھی گئی ہے۔ وقت پر ساری مسل سامنے کر دی جائے گی۔

◆ لوح محفوظ میں ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے | یعنی اس سے قبل ہر چھوٹی بڑی چیز کی تفصیل "لوح محفوظ" میں لکھی جا چکی۔ تمام دفاتر باقاعدہ مرتب ہیں کوئی چھوٹی موٹی چیز بھی ادھر ادھر نہیں ہو سکتی۔

◆ متقین کیلئے قرب الٰہی | مجرمین کے بعد یہ متقین کا انجام بیان فرما دیا کہ وہ اپنی سچائی کی بدولت اللہ و رسول کے سچے وعدوں کے موافق ایک پسندیدہ مقام میں ہوں گے جہاں اس شہنشاہ مطلق کا قرب حاصل ہوگا۔ "اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ مَلِیْکٌ مُقْتَدِرٌ مَاتَشَآءُ مِنْ اَمْرٍ یَّکُوْنُ فَاَسْعِدْنِیْ فِی الدَّارَیْنِ وَکُنْ لِیْ وَلَا تَکُنْ عَلَیَّ وَاٰتِنِیْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنِیْ عَذَابَ النَّارِ۔" تم سورۃ القمر وللّٰہ الحمد والمنۃ۔

سورۃ الرحمٰن

◆ اللہ ہی قرآن کا اصل معلم ہے | جو اس کے عطایا میں سب سے بڑا عطیہ اور اس کی نعمتوں میں سب سے اونچی نعمت و رحمت ہے، انسان کی بساط اور اس کے ظرف پر خیال کرو اور علم قرآن کے اس دریائے ناپیدا کنار کو دیکھو، بلاشبہ ایسی ضعیف البنیان ہستی کو آسمانوں اور پہاڑوں سے زیادہ بھاری چیز کا حامل بنا دینا رحمان ہی کا کام ہو سکتا ہے۔ ورنہ کہاں بشر اور کہاں خدا کا کلام۔

تنبیہ | سورۃ "النجم" میں فرمایا تھا۔ "عَلَّمَہٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی الخ یہاں کھول دیا کہ قرآن کا اصلی معلم اللہ ہے گو فرشتہ کے توسط سے ہو۔

◆ انسان میں علم بیان کی صفت | "ایجاد" (وجود عطا فرمانا) اللہ کی بڑی نعمت بلکہ نعمتوں کی جڑ ہے اس کی دو قسمیں ہیں، ایجاد ذات، اور ایجاد صفت تو اللہ تعالیٰ نے آدمی کی ذات کو پیدا کیا اور اس میں علم بیان کی صفت بھی رکھی۔ یعنی قدرت دی کہ اپنے مافی الضمیر کو نہایت صفائی اور حسن و خوبی سے ادا کر سکے اور دوسروں کی بات سمجھ سکے۔ اسی صفت کے ذریعہ سے وہ قرآن سیکھتا سکھاتا ہے۔ اور خیر و شر، ہدایت و ضلالت، ایمان و کفر اور دنیا و آخرت کی باتوں کو واضح طور پر سمجھتا اور سمجھاتا ہے۔

◆ شمس و قمر کا حساب | یعنی دونوں کا طلوع و غروب، گھٹنا بڑھنا، یا ایک حالت پر قائم رہنا، پھر ان کے ذریعہ سے فصول و مواسم کا بدلنا اور سفلیات پر مختلف طرح سے اثر ڈالنا، یہ سب کچھ ایک خاص حساب اور ضابطہ اور مضبوط نظام کے ماتحت ہے۔ مجال نہیں کہ اس کے دائرہ سے باہر قدم رکھ سکیں اور اپنے مالک و خالق کے دیئے ہوئے احکام سے روگردانی کر سکیں۔ اس نے اپنے بندوں کی جو خدمات ان دونوں کے سپرد کر دی ہیں۔ ان میں کوتاہی نہیں کر سکتے۔ ہمہ وقت ہماری خدمت میں مشغول ہیں۔

◆ جھاڑیوں اور درختوں کا سجدہ | یعنی علویات کی طرح سفلیات بھی اپنے مالک کی مطیع و منقاد ہیں۔ چھوٹے جھاڑ، زمین پر پھیلی ہوئی بیلیں اور اونچے درخت سب اس کے حکم تکوینی کے سامنے سربسجود ہیں۔ بندے ان کو اپنے کام میں لائیں تو انکار نہیں کر سکتے۔

أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ ﴿٨﴾ وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا

کہ زیادتی نہ کرو ترازو میں اور سیدھی ترازو تولو انصاف سے اور مت

تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ ﴿٩﴾ وَالْأَرْضَ وَضَعَهَا لِلْأَنَامِ ﴿١٠﴾

گھٹاؤ تول کو ◆۱ اور زمین کو بچھایا واسطے خلق کے ◆۲

فِيهَا فَاكِهَةٌ وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْأَكْمَامِ ﴿١١﴾ وَالْحَبُّ

اس میں میوہ ہے اور کھجوریں جن کے میوہ پر غلاف اور اس میں اناج ہے

ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ﴿١٢﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا

جس کے ساتھ بھس ہے اور پھول خوشبودار ◆۳ پھر کیا کیا نعمتیں رب اپنے کی

تُكَذِّبَانِ ﴿١٣﴾ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿١٤﴾

جھٹلاؤ گے تم دونوں ◆۴ بنایا آدمی کو کھنکھناتی (بجنے والی) مٹی سے جیسے ٹھیکرا

وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَارِجٍ مِنْ نَارٍ ﴿١٥﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ

اور بنایا جن کو آگ کی لپیٹ سے ◆۵ پھر کیا کیا نعمتیں

رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿١٦﴾ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ﴿١٧﴾

اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تم دونوں ◆۶ مالک دو مشرق کا اور مالک دو مغرب کا ◆۷

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿١٨﴾ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ

پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے چلائے دو دریا

◆۱ **آسمان اور میزان** اوپر سے دو دو چیزوں کے جوڑے بیان ہوتے چلے آرہے تھے۔ یہاں بھی آسمان کی بلندی کے ساتھ آگے زمین کی پستی کا ذکر ہے۔ درمیان میں میزان (ترازو) کا ذکر شاید اس لئے ہو کہ عموماً ترازو کو تولتے وقت آسمان و زمین کے درمیان معلق رکھنا پڑتا ہے۔ یہ اس تقدیر پر ہے کہ میزان سے مراد ظاہری اور حسی ترازو ہو۔ چونکہ اس کے ساتھ بہت سے معاملات کی درستی

اور حقوق کی حفاظت وابستہ تھی۔ اس لئے ہدایت فرمادی کہ وضع میزان کی یہ غرض جب ہی حاصل ہو سکتی ہے کہ نہ لیتے وقت زیادہ تولو، نہ دیتے وقت کم، ترازو کے دونوں پلے اور باٹ بٹی میں کمی بیشی نہ ہو۔ نہ تو لتے وقت ڈنڈی ماری جائے، بلکہ بدون کم بیشی کے دیانتداری کے ساتھ بالکل ٹھیک ٹھیک تولا جائے۔ تنبیہ اکثر سلف نے وضع میزان سے اس جگہ عدل کا قائم کرنا مراد لیا ہے۔ یعنی اللہ نے آسمان سے زمین تک ہر چیز کو حق و عدل کی بنیاد پر اعلیٰ درجہ کے توازن و تناسب کے ساتھ قائم کیا ہے۔ اگر عدل و حق ملحوظ نہ رہے تو کائنات کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ بندے بھی عدل و حق کے جادہ پر مستقیم رہیں۔ اور انصاف کی ترازو کو اٹھنے یا جھکنے نہ دیں، نہ کسی پر زیادتی کریں نہ کسی کا حق دبائیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ عدل ہی سے زمین و آسمان قائم ہیں۔

◆ کہ اس پر آرام سے چلیں پھریں اور کاروبار جاری رکھیں۔

◆ **زمین کے مختلف میوے اور پھل** یعنی پھل میوے بھی زمین سے نکلتے ہیں اور غلہ اناج بھی۔ پھر غلہ میں دو چیزیں ہیں۔ دانہ، جو انسانوں کی غذا ہے اور بھوسہ جو جانوروں کے لئے ہے۔ اور بعض چیزیں زمین سے وہ پیدا ہوتی ہیں جو کھانے کے کام میں نہیں آتیں لیکن ان کی خوشبو وغیرہ سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔

◆ **جن و انس اللہ کی نعمتوں کو نہیں جھٹلا سکتے** یعنی اے جن و انس! اوپر کی آیات میں تمہارے رب کی جو عظیم الشان نعمتیں اور قدرت کی نشانیاں بیان کی گئیں تم ان میں سے کس کس کے جھٹلانے کی جرأت کرو گے؟ کیا یہ نعمتیں اور نشانیاں ایسی ہیں جن میں سے کسی کا انکار کیا جا سکے؟ علماء نے ایک حدیث صحیح کی بنا پر لکھا ہے کہ جب کوئی شخص یہ آیت " فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ " سنے تو جواب دے " لَا بِشَیْءٍ مِّنْ نِعَمِکَ رَبَّنَا نُکَذِّبُ فَلَکَ الْحَمْدُ " (اے ہمارے رب! ہم تیری کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے۔ سب حمد و ثنا تیرے ہی لئے ہے) تنبیہ گو جن کا ذکر تصریحاً پہلے نہیں ہوا۔ لیکن " اَنَام " میں وہ شامل ہیں۔ اور " وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ " میں دونوں کا عبادت کے لئے پیدا ہونا مذکور ہے۔ اس آیت کے بعد متصل ہی آدمی اور جن کی کیفیت تخلیق بتلائی گئی ہے، اور چند آیات کے بعد " سَنَفْرُغُ لَکُمْ اَیُّهَ الثَّقَلٰنِ " اور " یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ " میں صریحاً جن و انس کو مخاطب کیا گیا ہے، یہ قرائن دلالت کرتے ہیں کہ یہاں مخاطب وہ ہی دونوں ہیں

◆ **جن و انس کی تخلیق مٹی اور آگ سے** یعنی سب آدمیوں کے باپ آدمؑ کو مٹی اور جنوں کے باپ کو آگ کے شعلہ سے پیدا کیا۔

◆ **قرآن کریم میں تکرار کیوں ہے؟** " اٰلَآءِ " کا ترجمہ عموماً " نعمت " کیا گیا ہے۔ لیکن ابن جریر نے بعض سلف سے " قدرت " کے معنی نقل کئے ہیں۔ اس لئے جس مقام پر جو معنی زیادہ چسپاں ہوں وہ اختیار کئے جائیں۔ یہاں اور اس سے پہلی آیت میں دونوں مطلب ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ انس و جن کو خلعت وجود سے سرفراز فرمانا اور جماد لایعقل سے عاقل بنا دینا اللہ کی بڑی نعمت ہے اور اس کی لامحدود قدرت کی نشانی بھی ہے۔ تنبیہ یہ جملہ " فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ " اس سورت میں اکتیس مرتبہ آیا ہے اور ہر مرتبہ کسی خاص نعمت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے یا شئون عظمت و قدرت میں سے کسی خاص شان کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اس قسم کی تکرار عرب و عجم کے کلاموں میں بکثرت پائی جاتی ہے۔ مدت ہوئی رسالہ " القاسم " میں بندہ نے ایک مضمون بعنوان " قرآن مجید میں تکرار کیوں ہے۔ " چھپوایا تھا اس میں چند نظائر شعرائے عرب کے کلاموں سے پیش کی گئی ہیں اور تکرار کے فلسفہ پر بحث کی ہے یہاں اس کے بسط کا موقع نہیں۔

◆ **دو مشرق اور دو مغرب** جاڑے اور گرمی میں جس جس نقطہ سے سورج طلوع ہوتا ہے وہ دو مشرق اور جہاں جہاں غروب ہوتا ہے وہ دو مغرب ہوئیں۔ ان ہی مشرقین اور مغربین کے تغیر و تبدل سے موسم اور فصلیں بدلتی ہیں۔ اور طرح طرح کے انقلابات ہوتے ہیں۔ زمین والوں کے ہزار ہا فوائد و مصالح ان تغیرات سے وابستہ ہیں تو ان کا ادل بدل بھی خدا کی بڑی بھاری نعمت اور اس کی قدرت عظیمہ کی نشانی ہوئی۔ تنبیہ آیت سے پہلے اور پیچھے دور تک دو دو چیزوں کے جوڑے بیان ہوئے ہیں اس لئے یہاں مشرقین و مغربین کا ذکر نہایت ہی لطف دیتا ہے۔

يَلْتَقِيٰنِ ﴿١٩﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ﴿٢٠﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ

مل کر چلنے والے — ان دونوں میں ہے ایک پردہ جو ایک دوسرے پر زیادتی نہ کرے — پھر کیا کیا نعمتیں

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢١﴾ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿٢٢﴾

اپنے رب کی جھٹلاؤ گے — نکلتا ہے ان دونوں سے — موتی — اور مونگا

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٣﴾ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ

پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے — اور اسی کے ہیں جہاز اونچے کھڑے

فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿٢٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٥﴾

دریا میں جیسے پہاڑ — پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ

جو کوئی ہے زمین پر فنا ہونے والا ہے — اور باقی رہے گا منہ تیرے رب کا

ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿٢٧﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

بزرگی اور عظمت والا — پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی

تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٨﴾ يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

جھٹلاؤ گے — اس سے مانگتے ہیں — جو کوئی ہیں آسمانوں میں — اور زمین میں

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ﴿٢٩﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٠﴾

ہر روز اس کو ایک دھندا ہے (اس کا ایک کام ہے) — پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ﴿٣١﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

ہم جلد فارغ ہونے والے ہیں تمہاری طرف اے دو بھاری قافلو — پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی

۱ میٹھا اور کھاری پانی | یعنی ایسا نہیں کہ میٹھا اور کھاری پانی ایک دوسرے پر چڑھائی کر کے اس کی خاصیت وغیرہ کو بالکلیہ زائل کر دے یا دونوں مل کر دنیا کو غرق کر ڈالیں۔ اس آیت کے مضمون کے متعلق کچھ تقریر سورۂ "فرقان" کے اواخر میں گذر چکی ہے۔ اس کو ملاحظہ کر لیا جائے۔

۲ یعنی کشتیاں اور جہاز گو بظاہر تمہارے بنائے ہوئے ہیں مگر خود تم کو اللہ نے بنایا اسی نے وہ قوتیں اور سامان عطا کئے جن سے جہاز تیار کرتے ہو۔ لہٰذا تم اور تمہاری مصنوعات سب کا مالک و خالق وہی خدا ہوا۔ اور یہ سب اسی کی نعمتیں اور قدرت کی نشانیاں ہوئیں تنبیہ | یہ جملہ پہلے جملہ "یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ الخ" کے مقابل ہے، یعنی دریا کے نیچے سے وہ نعمتیں نکلتی ہیں اور اوپر یہ نعمتیں موجود ہیں۔

۳ یعنی زمین و آسمان کی تمام مخلوق زبان حال و قال سے اپنی حاجات اسی خدا سے طلب کرتی ہے۔ کسی کو ایک لحہ کے لئے اس سے استغناء نہیں۔ اور وہ بھی سب کی حاجت روائی اپنی حکمت کے موافق کرتا ہے۔ ہر وقت اس کا الگ کام اور ہر روز اس کی نئی شان ہے۔ کسی کو مارنا، کسی کو جلانا، کسی کو بیمار کرنا، کسی کو تندرست کر دینا، کسی کو بڑھانا، کسی کو گھٹانا، کسی کو دینا، کسی سے لینا اس کی شئون میں داخل ہیں۔ وقس علیٰ ہٰذا۔

۴ ہر دن اللہ کی نئی شان ہے | یعنی دنیا کے یہ کام اور دھندے عنقریب ختم ہونیوالے ہیں۔ اس کے بعد ہم دوسرا دور شروع کریں گے۔ جب تم دونوں بھاری قافلوں (جن وانس) کا حساب کتاب ہوگا مجرموں کی پوری طرح خبر لی جائے گی۔ اور وفاداروں کو پورا صلہ دیا جائے گا۔

تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٢﴾ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ

جھٹلاؤ گے ۔ اے گروہ جنوں کے اور انسانوں کے ۔ اگر تم سے ہو سکے

اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

کہ نکل بھاگو ۔ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے

فَانْفُذُوْا ۭ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴿٣٣﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ

تو نکل بھاگو ۔ نہیں نکل سکنے کے بدون سند کے ﴿۱﴾ پھر کیا کیا نعمتیں

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٤﴾ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ

اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ﴿۲﴾ چھوڑے جائیں تم پر ۔ شعلے

نَّارٍ ڏ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ﴿٣٥﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا

آگ کے صاف ۔ اور دھواں ملے ہوئے ۔ پھر تم بدلہ نہیں لے سکتے ﴿۳﴾ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی

تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٦﴾ فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَاۗءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً

جھٹلاؤ گے ﴿۴﴾ پھر جب پھٹ جائے آسمان ۔ تو ہو جائے گلابی

كَالدِّهَانِ ﴿٣٧﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٨﴾

جیسے نری (تیل کی تلچھٹ) ﴿۵﴾ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے

فَيَوْمَىِٕذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَاۗنٌّ ﴿٣٩﴾

پھر اس دن پوچھ نہیں ۔ اس کے گناہ کی ۔ کسی آدمی سے اور نہ جن سے ﴿۶﴾

فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٠﴾ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ

پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ۔ پہچانے پڑیں گے گنہگار اپنے چہرے سے ﴿۷﴾

١ **اللہ کی حکومت سے فرار ممکن نہیں** یعنی اللہ کی حکومت سے کوئی چاہے کہ نکل بھاگے تو بدون قوت اور غلبہ کے کیسے بھاگ سکتا ہے کیا خدا سے زیادہ کوئی قوی اور زور آور ہے۔ پھر نکل کر جائے گا کہاں، دوسری قلمرو کونسی ہے جہاں پناہ لے گا۔ نیز دنیا کی معمولی حکومتیں بدون سند اور پروانہ راہداری کے اپنی قلمرو سے نکلنے نہیں دیتیں تو اللہ بدون سند کے کیوں نکلنے دے گا۔

٢ یعنی اس طرح کھول کھول کر سمجھانا اور تمام نشیب و فراز پر متنبہ کرنا کتنی بڑی نعمت ہے۔ کیا اس نعمت کی تم قدر نہیں کرو گے اور اللہ کی ایسی عظیم الشان قدرت کو جھٹلاؤ گے۔

٣ **جہنم کا دھواں اور شعلے** یعنی جس وقت مجرموں پر آگ کے صاف شعلے اور دھواں ملے ہوئے شرارے چھوڑے جائیں گے کوئی ان کو دفع نہ کر سکے گا۔ اور نہ وہ اس سزا کا کچھ بدلہ لے سکیں گے۔

٤ **مجرموں کو سزا دینا بھی نعمت ہے** مجرموں کو سزا دینا بھی وفاداروں کے حق میں انعام ہے اور اس سزا کا بیان کرنا تا لوگ سن کر اس جرم سے باز رہیں، یہ مستقل انعام ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "ہر آیت میں نعمت جتائی کوئی اب نعمت ہے اور کسی کی خبر دینا نعمت ہے، کہ اس سے بچیں۔"

٥ یعنی قیامت کے دن آسمان پھٹے گا اور رنگ میں لال نری کی طرح ہو جائے گا۔

٦ یعنی کسی آدمی یا جن سے اس کے گناہوں کے متعلق معلوم کرنے کی غرض سے سوال نہ کیا جائے گا کیونکہ خدا کو پہلے سے سب کچھ معلوم ہے۔ ہاں بطور الزام و توبیخ ضابطہ کا سوال کریں گے۔ کما قال "فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ" (حجر۔ رکوع ٦) یا یہ مطلب ہو کہ قبروں سے اٹھتے وقت سوال نہ ہو گا بعد میں ہونا اس کے منافی نہیں۔

٧ **مجرموں کے چہروں سے پہچان** یعنی چہروں کی سیاہی اور آنکھوں کی نیلگونی سے مجرم خود بخود پہچانے جائیں گے جیسے مؤمنین کی شناخت سجدہ اور وضو کے آثار و انوار سے ہو گی۔

فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ﴿۴۱﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ

پھر پکڑا جائے گا پیشانی کے بال سے اور پاؤں سے ۱ پھر کیا کیا نعمتیں

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۲﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا

اپنے رب کی جھٹلاؤ گے یہ دوزخ ہے جس کو جھوٹ بتاتے تھے

الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ﴿۴۴﴾

گنہگار ۲ پھریں گے بیچ اس کے اور کھولتے پانی کے ۳

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۵﴾ وَلِمَنْ خَافَ

پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے اور جو کوئی ڈرا

مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۷﴾

کھڑے ہونے سے اپنے رب کے آگے اس کے لیے ہیں دو باغ ۴ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے

ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ﴿۴۸﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۹﴾

جن میں بہت سی شاخیں ۵ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے

فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ ﴿۵۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

ان دونوں میں دو چشمے بہتے ہیں ۶ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی

تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۱﴾ فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴿۵۲﴾

جھٹلاؤ گے ان دونوں میں ہر میوہ قسم قسم کا ہو گا

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۳﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ

پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تکیہ لگائے بیٹھے بچھونوں پر

وقف لازم

ع ۲

۱ یعنی کسی کے بال اور کسی کی ٹانگ پکڑ کر جہنم کی طرف گھسیٹا جائے گا۔ یا ہر ایک مجرم کی ہڈیاں پسلیاں توڑ کر پیشانی کو پاؤں سے ملادیں گے اور زنجیر وغیرہ سے جکڑ کر دوزخ میں ڈالیں گے۔

۲ یعنی اس وقت کہا جائے گا کہ یہ وہی دوزخ ہے جس کا دنیا میں انکار کیا کرتے تھے۔

۳ **کھولتے پانی کا عذاب** | یعنی کبھی آگ کا اور کبھی کھولتے پانی کا عذاب ہوگا۔ (اعاذنا اللہ منھما ومن سائر انواع العذاب)

۴ **اللہ سے ڈرنے والوں کیلئے دو باغ** | یعنی جس کو دنیا میں ڈر لگا رہا کہ ایک روز اپنے رب کے آگے کھڑا ہونا اور رتی رتی کا حساب دینا ہے۔ اور اسی ڈر کی وجہ سے اللہ کی نافرمانی سے بچتا رہا اور پوری طرح تقویٰ کے راستوں پر چلا اس کے لئے وہاں دو عالیشان باغ ہیں جن کی صفات آگے بیان کی گئی ہیں۔

۵ یعنی مختلف قسم کے پھل ہوں گے اور درختوں کی شاخیں نہایت پر میوہ اور سایہ دار ہوں گی۔

۶ یعنی جو کسی وقت تھمتے نہیں۔ نہ خشک ہوتے ہیں۔

بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ؕ وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ﴿۵۴﴾

جن کے استر تافتے کے ◆ اور میوہ ان باغوں کا جھک رہا ◆

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۵۵﴾ فِیْهِنَّ قٰصِرٰتُ

پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے — ان میں عورتیں ہیں نیچی

الطَّرْفِ ۙ لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿۵۶﴾

نگاہ والیاں — نہیں قربت کی ان سے کسی آدمی نے ان سے پہلے — اور نہ کسی جن نے ◆

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۵۷﴾ کَاَنَّهُنَّ الْیَاقُوْتُ

پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے — وہ کیسی جیسے کہ لعل

وَالْمَرْجَانُ ﴿۵۸﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۵۹﴾

اور مونگا ◆ — پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴿۶۰﴾ فَبِاَیِّ

اور کیا بدلہ ہے نیکی کا — مگر نیکی ◆ — پھر کیا کیا

اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۶۱﴾ وَمِنْ دُوْنِهِمَا

نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے — اور ان دو کے سوا اور

جَنَّتٰنِ ﴿۶۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۶۳﴾

دو باغ ہیں ◆ — پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے

مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿۶۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۶۵﴾

گہرے سبز جیسے سیاہ ◆ — پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے

۱ اہل جنت کے بچھونے | جب ان کا استر دبیز ریشم کا ہوگا تو ابرے کو اسی سے قیاس کر لو۔ کیسا کچھ ہوگا۔

۲ جس کے چننے میں کلفت نہ ہوگی۔ کھڑے، بیٹھے، لیٹے، ہر حالت میں بے تکلف متمتع ہو سکیں گے۔

۳ جنت کی عورتیں | یعنی ان کی عصمت کو کسی نے بھی نہ چھوا، نہ انہوں نے اپنے ازواج کے سوا کسی کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا۔

۴ یعنی ایسی خوش رنگ اور بیش بہاء۔

۵ یعنی نیک بندگی کا بدلہ نیک ثواب کے سوا کیا ہو سکتا ہے۔ ان جنتیوں نے دنیا میں اللہ کی انتہائی عبادت کی تھی۔ گویا وہ اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے۔ اللہ نے ان کو انتہائی بدلہ دیا۔ ''فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٌ مَّآ أُخۡفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعۡيُنٖ'' (سجدہ۔ رکوع ۲) شاید اس میں دولت دیدار کی طرف بھی اشارہ ہو۔ واللہ اعلم۔

۶ جنت کے دو باغ | شاید پہلے دو باغ مقربین کے لئے تھے اور یہ دونوں اصحاب یمین کے لئے ہیں۔ واللہ اعلم۔

۷ سبزی جب زیادہ گہری ہوتی ہے تو سیاہی مائل ہو جاتی ہے۔

فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿٦٦﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

ان میں دو چشمے ہیں ابلتے ہوئے پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی

تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٧﴾ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ﴿٦٨﴾

جھٹلاؤ گے ان میں میوے ہیں اور کھجوریں اور انار ①

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٩﴾ فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ

پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ان سب باغوں میں اچھی عورتیں ہیں

حِسَانٌ ﴿٧٠﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧١﴾ حُوْرٌ

خوب صورت ② پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے حوریں ہیں

مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ﴿٧٢﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

رکی رہنے والیاں خیموں میں ③ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی

تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٣﴾ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿٧٤﴾

جھٹلاؤ گے نہیں ہاتھ لگایا ان کو کسی آدمی نے ان سے پہلے اور نہ کسی جن نے

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٥﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى

پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تکیہ لگائے بیٹھے

رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ﴿٧٦﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ

سبز مسندوں پر اور قیمتی بچھونے نفیس پر پھر کیا کیا نعمتیں

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٧﴾ تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ

اپنے رب کی جھٹلاؤ گے بڑی برکت ہے نام کو تیرے رب کی جو بڑائی والا

جنت کے انار اور کھجور مگر یہاں کے انار اور کھجوروں پر قیاس نہ کیا جائے۔ ان کی کیفیت اللہ ہی جانے۔

یعنی اچھے اخلاق کی خوبصورت اور خوب سیرت۔

گھروں میں رکنے والی حوریں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت ذات کی خوبی گھر میں رکے رہنے ہی سے ہے۔

وَالْاِكْرَامِ ؏ ﴿٧٨﴾

اور عظمت والا ہے

آیاتھا ۹٦ (۵٦) سُوْرَةُ الْوَاقِعَةِ مَكِّيَّةٌ (٤٦) رکوعاتھا ۳

سورۂ واقعہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چھیانوے آیتیں ہیں اور تین رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿١﴾ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ﴿٢﴾

جب ہو پڑے ہو پڑنے والی — نہیں ہے اس کے ہو پڑنے میں — کچھ جھوٹ

خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ﴿٣﴾ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ﴿٤﴾

پست کرنے والی ہے — بلند کرنے والی — جب لرزے زمین کپکپا کر

وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ﴿٥﴾ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ﴿٦﴾

اور ریزہ ریزہ ہوں پہاڑ ٹوٹ پھوٹ کر — پھر ہو جائیں — غبار اڑتا ہوا

وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ﴿٧﴾ فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ

اور تم ہو جاؤ تین قسم پر — پھر داہنے والے

مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ﴿٨﴾ وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۙ

کیا خوب ہیں داہنے والے — اور بائیں والے

مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ﴿٩﴾ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ﴿١٠﴾

کیا برے لوگ ہیں بائیں والے — اور اگاڑی والے — تو (سو) اگاڑی والے

اللہ کے نام کی برکات | یعنی جس نے اپنے وفاداروں پر ایسے احسان وانعام فرمائے اور غور کروتو تمام نعمتوں میں اصلی خوبی اسی کے نام پاک کی برکت سے ہے۔ اور اسی کا نام لینے سے یہ نعمتیں حاصل ہوتی ہیں پھر سمجھ لو جس کے اسم میں اس قدر برکت ہے مسمّی میں کیا کچھ ہوگی۔ ''وَنَسْاَلُ اللّٰہَ الْکَرِیْمَ الْوَھَّابَ ذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ اَنْ یَّجْعَلَنَا مِنْ اَھْلِ الْجَنَّتَیْنِ الْاُوْلَیَیْنِ''امین۔ تم سورۃ الرحمن وللّٰہ الحمد والمنۃ۔

سورۃ الواقعۃ

وقوع قیامت میں کوئی شبہ نہیں | یعنی قیامت جب ہو پڑے گی اس وقت کھل جائے گا کہ یہ کوئی جھوٹی بات نہ تھی۔ نہ اسے کوئی ٹلا سکے گا۔ نہ واپس کر سکے گا۔ اور'' لَا یَبْعَثُ اللّٰہُ مَنْ یَّمُوْتُ ''وغیرہ کے جھوٹے دعوے سب ختم ہو جائیں۔ کوئی شخص جھوٹی تسلیوں سے اس دن کی ہولناک سختیوں کو گھٹانا چاہے یہ بھی نہ ہوگا۔

قیامت بلند اور پست کرنے والی ہے | یعنی ایک گروہ کو نیچے لے جاتی ہے اور ایک گروہ کو اوپر اٹھاتی ہے۔ بڑے بڑے متکبروں کو جو دنیا میں بہت معزز اور سر بلند سمجھے جاتے تھے اسفل السافلین کی طرف دھکیل کر دوزخ میں پہنچا دے گی اور کتنے ہی متواضعین کو جو دنیا میں پست اور حقیر نظر آتے تھے، ایمان وعمل صالح کی بدولت جنت کے اعلیٰ مقامات پر فائز کرے گی۔

پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے | یعنی زمین میں سخت زلزلہ آئے گا اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر غبار کی طرح اڑتے پھریں گے۔

قیامت میں انسانوں کی تین قسمیں | یعنی وقوع قیامت کے بعد کل آدمیوں کی تین قسمیں کر دی جائیں گی۔ دوزخی، عام جنتی، اور خواص مقربین جو جنت کے نہایت اعلیٰ درجات پر فائز ہوں گے۔ آگے تینوں کا مجملاً ذکر کرتے ہیں۔ پھر ان کے احوال کی تفصیل بیان ہوگی۔

دائیں اور بائیں والے | یعنی جو لوگ عرش عظیم کی داہنی طرف ہوں گے جن کو اخذ میثاق کے وقت آدم کے داہنے پہلو سے نکالا گیا تھا۔ اور ان کا اعمالنامہ بھی داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا اور فرشتے بھی ان کو داہنی طرف سے لیں گے۔ اس روز ان کی خوبی اور یمن وبرکت کا کیا کہنا، شب معراج میں حضور ﷺ نے ان ہی کی نسبت دیکھا تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام اپنی داہنی طرف نظر کر کے ہنستے ہیں اور بائیں طرف دیکھ کر روتے ہیں۔

یہ لوگ آدم کے بائیں پہلو سے نکالے گئے، عرش کے بائیں جانب کھڑے کیے جائیں گے۔ اعمالنامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور فرشتے بائیں طرف سے ان کو پکڑیں گے، ان کی نحوست اور بدبختی کا کیا ٹھکانا۔

أُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۱۱﴾ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۱۲﴾

وہ لوگ ہیں مقرب | باغوں میں نعمت کے ①

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۴﴾

انبوہ ہے پہلوں میں سے | اور تھوڑے ہیں | پچھلوں میں سے ②

عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ﴿۱۵﴾ مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ﴿۱۶﴾

بیٹھے ہیں جڑاؤ تختوں پر ③ | تکیہ لگائے ان پر | ایک دوسرے کے سامنے ④

يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ﴿۱۷﴾ بِاَكْوَابٍ

لئے پھرتے ہیں ان کے پاس | لڑکے سدا رہنے والے ⑤ | آبخورے

وَّاَبَارِيْقَ ۙ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿۱۸﴾ لَّا يُصَدَّعُوْنَ

اور کوزے | اور پیالہ نتھری (صاف) شراب کا | جس سے نہ سر دکھے

عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ﴿۲۰﴾

اور نہ بکواس لگے ⑥ | اور میوہ جونسا پسند کرلیں

وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَحُوْرٌ عِيْنٌ ﴿۲۲﴾

اور گوشت اڑتے جانوروں کا | جس قسم کو جی چاہے ⑦ | اور عورتیں گوری بڑی آنکھوں والیاں

كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ﴿۲۳﴾ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا

جیسے موتی کے دانے اپنے غلاف کے اندر ⑧ | بدلہ | ان کاموں کا جو

يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ﴿۲۵﴾

کرتے تھے | نہیں سنیں گے وہاں بکواس | اور نہ گناہ کی بات

① **سابقین اولین** یعنی جو لوگ کمالات علمیہ وعملیہ اور مراتب تقویٰ میں دوڑ کر اصحاب یمین سے آگے نکل گئے۔ وہ حق تعالیٰ کی رحمتوں اور مراتب قرب و وجاہت میں بھی سب سے آگے ہیں۔ ("وَهُمُ الْاَنْبِيَآءُ وَالرُّسُلُ وَالصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ يَكُوْنُوْنَ بَيْنَ يَدَىْ رَبِّهِمْ عَزَّوَجَلَّ كما قال ابن كثيرؒ")

② **اولین اور آخرین کی تفسیر** حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "پہلے کہا، پہلی امتوں کو، اور پچھلی یہ امت (محمدیہ) یا پہلے پچھلے اسی امت کے (مراد ہوں) یعنی اعلیٰ درجہ کے لوگ پہلے بہت ہو چکے ہیں۔ پیچھے کم ہوتے ہیں۔" **تنبیہ** اکثر مفسرین نے آیت کی تفسیر میں یہ دونوں احتمال بیان کئے ہیں۔ حافظ ابن کثیرؒ نے دوسرے احتمال کو ترجیح دی اور روح المعانی میں طبرانی وغیرہ سے ایک حدیث ابوبکرہ کی بسند حسن نقل کی ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کے متعلق فرمایا هُمَا جَمِيْعًا مِّنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ۔" واللہ اعلم۔ ابن کثیرؒ نے ایک تیسرا مطلب آیت کا بیان کیا ہے۔ احقر کو وہ پسند ہے۔ یعنی ہر امت کے پہلے طبقہ میں نبی کی صحبت یا قرب عہد کی برکت سے اعلیٰ درجہ کے مقربین جس قدر کثرت سے ہوئے ہیں، پچھلے طبقوں میں وہ بات نہیں رہی۔ کما قال صلی اللہ علیہ وسلم۔ "خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ" ہاں اگر ابوبکرہ کی حدیث صحیح ہو جیسا کہ روح المعانی میں ہے تو ظاہر ہے وہی مطلب متعین ہوگا۔

③ **اہل جنت کے احوال** جو سونے کے تاروں سے بنے گئے ہیں۔

④ یعنی نشست ایسی ہوگی کہ کسی ایک کی پیٹھ دوسرے کی طرف نہ رہے گی۔

⑤ یعنی خدمت کے لئے لڑکے ہوں گے جو سدا ایک حالت پر رہیں گے۔

⑥ **جنت کی شراب** یعنی نتھری اور صاف شراب جس کے قدرتی چشمے جاری ہوں گے اس کے پینے سے نہ سر گرانی ہوگی نہ بکواس لگے گی کیونکہ اس میں نشہ نہ ہوگا۔ خالص سرور اور لذت ہوگی۔

⑦ یعنی جس وقت جو میوہ پسند ہو اور جس قسم کا گوشت مرغوب ہو بدون محنت وتعب کے پہنچے گا۔

⑧ **گوشت اور میوے** یعنی صاف موتی کی طرح جس پر گرد وغبار کا ذرا بھی اثر نہ آیا ہو۔

إِلَّا قِيلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴿٢٦﴾ وَأَصْحٰبُ الْيَمِينِ ۙ مَآ

مگر ایک بولنا سلام سلام ۞ اور داہنے والے کیا

أَصْحٰبُ الْيَمِينِ ﴿٢٧﴾ فِى سِدْرٍ مَّخْضُودٍ ﴿٢٨﴾ وَّطَلْحٍ

کیسے داہنے والوں کے ۞ رہتے ہیں بیری کے درختوں میں جن میں کانٹا نہیں ۞ اور کیلے

مَّنضُودٍ ﴿٢٩﴾ وَّظِلٍّ مَّمْدُودٍ ﴿٣٠﴾ وَمَآءٍ مَّسْكُوبٍ ﴿٣١﴾ وَّ

تہ پر تہ ۞ اور سایہ لمبا ۞ اور پانی بہتا ہوا ۞ اور

فٰكِهَةٍ كَثِيرَةٍ ﴿٣٢﴾ لَّا مَقْطُوعَةٍ وَّلَا مَمْنُوعَةٍ ﴿٣٣﴾

میوہ بہت ۞ نہ اس میں سے ٹوٹا اور نہ روکا ہوا ۞

وَّفُرُشٍ مَّرْفُوعَةٍ ﴿٣٤﴾ إِنَّآ أَنشَأْنٰهُنَّ إِنشَآءً ﴿٣٥﴾

اور بچھونے اونچے ۞ ہم نے اٹھایا (پیدا کیا) ان عورتوں کو ایک اچھی اٹھان (پیدائش) پر

فَجَعَلْنٰهُنَّ أَبْكَارًا ﴿٣٦﴾ عُرُبًا أَتْرَابًا ﴿٣٧﴾ لِّأَصْحٰبِ

پھر کیا ان کو کنواریاں پیار دلانے والیاں ہم عمر واسطے داہنے

الْيَمِينِ ﴿٣٨﴾ ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ﴿٣٩﴾ وَثُلَّةٌ مِّنَ

ع ۸ / ۱۴

والوں کے ۞ انبوہ ہے پہلوں میں سے اور انبوہ ہے

الْءَاخِرِينَ ﴿٤٠﴾ وَأَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَآ أَصْحٰبُ

پچھلوں میں سے ۞ اور بائیں والے کیسے

الشِّمَالِ ﴿٤١﴾ فِى سَمُومٍ وَحَمِيمٍ ﴿٤٢﴾ وَّظِلٍّ مِّنْ

بائیں والے ۞ تیز بھاپ میں اور جلتے پانی میں ۞ اور سایہ میں

یعنی لغو اور واہیات باتیں وہاں نہیں ہوں گی نہ کوئی جھوٹ بولے گا نہ کسی پر جھوٹی تہمت رکھے گا۔ بس ہر طرف سے سلام سلام کی آوازیں آئیں گی۔ یعنی جنتی ایک دوسرے کو اور فرشتے جنتیوں کو سلام کریں گے۔ اور رب کریم کا سلام پہنچے گا جو بہت ہی بڑے اعزاز و اکرام کی صورت ہے اور سلام کی یہ کثرت اس کی طرف اشارہ ہے کہ اب یہاں پہنچ کر تم آفات اور مصائب سے محفوظ اور صحیح و سالم رہو گے نہ کسی طرح کا آزار پہنچے گا نہ موت آئیگی نہ فنا۔

جو قسم قسم کے مزیدار پھلوں سے لدے ہوں گے۔

جنت کا موسم یعنی نہ دھوپ ہوگی نہ گرمی سردی لگے گی۔ نہ اندھیرا ہوگا۔ صبح کے بعد اور طلوع شمس سے پہلے جیسا درمیانی وقت ہوتا ہے ایسا معتدل سایہ سمجھو اور لمبا پھیلا ہوا اتنا کہ بہترین تیز رفتار گھوڑا سو برس تک متواتر چلتا رہے تو ختم نہ ہو۔

جنت کے پھل بہت قسم کا میوہ نہ پہلے اس میں سے کسی نے توڑا نہ دنیا کے موسمی میووں کی طرح آئندہ ختم ہو نہ اس کے لینے میں کسی قسم کی روک ٹوک پیش آئے۔

جنت کے فرش یعنی بے حد دبیز اور اونچے ظاہر میں بھی اور رتبہ میں بھی۔

جنت کی عورتیں یعنی حوریں اور دنیا کی عورتیں جو جنت میں ملیں گی وہاں ان کی پیدائش اور اٹھان خدا کی قدرت سے ایسی ہوگی کہ ہمیشہ خوبصورت جوان ہی رہیں گی۔ جن کی باتوں اور طرز و انداز پر بیساختہ پیار آئے اور سب کو آپس میں ہم عمر رکھا جائیگا اور ان کے ازواج کے ساتھ بھی عمر کا تناسب برابر قائم رہے گا۔

یعنی اصحاب یمین پہلوں میں بھی بکثرت ہوئے ہیں اور پچھلوں میں بھی ان کی بہت کثرت ہوگی۔

يَحْمُومٍ ﴿٤٣﴾ لَا بَارِدٍ وَلَا كَرِيمٍ ﴿٤٤﴾ إِنَّهُمْ كَانُوا

دھوئیں کے — نہ ٹھنڈا — اور نہ عزت کا ① — وہ لوگ تھے

قَبْلَ ذَٰلِكَ مُتْرَفِينَ ﴿٤٥﴾ وَكَانُوا يُصِرُّونَ

اس سے پہلے خوش حال — اور ضد کرتے تھے

عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيمِ ﴿٤٦﴾ وَكَانُوا يَقُولُونَ أَئِذَا

اس (ایک) بڑے گناہ پر ② — اور کہا کرتے تھے — کیا

مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ﴿٤٧﴾

جب ہم مر گئے — اور ہو چکے مٹی — اور ہڈیاں — کیا ہم پھر اٹھائے جائیں گے

أَوَآبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ﴿٤٨﴾ قُلْ إِنَّ الْأَوَّلِينَ وَ

اور کیا ہمارے اگلے باپ دادے بھی ③ — تو کہہ دے — کیا اگلے اور

الْآخِرِينَ ﴿٤٩﴾ لَمَجْمُوعُونَ إِلَىٰ مِيقَاتِ يَوْمٍ

پچھلے — سب اکٹھے ہونے والے ہیں — ایک دن مقرر کے

مَعْلُومٍ ﴿٥٠﴾ ثُمَّ إِنَّكُمْ أَيُّهَا الضَّالُّونَ الْمُكَذِّبُونَ ﴿٥١﴾

وقت پر ④ — پھر تم جو ہو — اے بہکے ہوئے جھٹلانے والو

لَآكِلُونَ مِنْ شَجَرٍ مِنْ زَقُّومٍ ﴿٥٢﴾ فَمَالِئُونَ

البتہ کھاؤ گے ایک درخت — سینڈھ کے سے — پھر بھرو گے

مِنْهَا الْبُطُونَ ﴿٥٣﴾ فَشَارِبُونَ عَلَيْهِ مِنَ

اس سے پیٹ ⑤ — پھر پیو گے اس پر ایک

۱ **دوزخ کے مختلف احوال** | یعنی دوزخ کی آگ سے کالا دھواں اٹھے گا۔ اس کے سائے میں رکھے جائیں گے۔ جس سے کوئی جسمانی یا روحانی آرام نہ ملے گا۔ نہ ٹھنڈک پہنچے گی۔ نہ وہ عزت کا سایہ ہو گا۔ ذلیل و خوار اس کی تپش میں بھنتے رہیں گے۔ یہ ان کی دنیوی خوشحالی کا جواب ہوا جس کے غرور میں اللہ اور رسول سے ضد باندھی تھی۔

۲ وہ بڑا گناہ کفر و شرک ہے اور تکذیب انبیاء، یا جھوٹی قسمیں کھا کر یہ کہنا کہ مرنے کے بعد ہرگز کوئی زندگی نہیں۔ کما قال تعالیٰ "وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ" (نحل۔ رکوع ۵)

۳ **گناہ پر کفار کا اصرار** | جو ہم سے بھی بہت پہلے مر چکے۔ یعنی یہ بات نہیں سمجھ میں آ سکتی ہے۔

۴ یعنی قیامت کے دن جس کا وقت اللہ کے علم میں مقرر ہے۔

۵ **دوزخیوں کا کھانا** | یعنی جب بھوک سے مضطر ہوں گے تو یہ درخت کھانے کو ملے گا اور اسی سے پیٹ بھرنا پڑے گا۔

الْحَمِيمِ ﴿٥٤﴾ فَشَٰرِبُونَ شُرْبَ الْهِيمِ ﴿٥٥﴾ هَٰذَا

جلتا پانی پھر پیو گے جیسے پیئیں اونٹ تونسے ہوئے (تشنگی والے) ❶

نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّينِ ﴿٥٦﴾ نَحْنُ خَلَقْنَٰكُمْ فَلَوْلَا

مہمانی ہے ان کی انصاف کے دن ❷ ہم نے تم کو بنایا پھر کیوں نہیں

تُصَدِّقُونَ ﴿٥٧﴾ أَفَرَءَيْتُم مَّا تُمْنُونَ ﴿٥٨﴾ ءَأَنتُمْ

سچ مانتے ❸ بھلا دیکھو تو جو پانی تم ٹپکاتے ہو اب تم

تَخْلُقُونَهُۥٓ أَمْ نَحْنُ الْخَٰلِقُونَ ﴿٥٩﴾ نَحْنُ قَدَّرْنَا

اس کو بناتے ہو یا ہم ہیں بنانے والے ❹ ہم ٹھہرا چکے

بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ﴿٦٠﴾ عَلَىٰٓ أَن

تم میں مرنا ❺ اور ہم عاجز نہیں اس بات سے کہ

نُّبَدِّلَ أَمْثَٰلَكُمْ وَنُنشِئَكُمْ فِي مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٦١﴾

بدلے میں لے آئیں تمہاری طرح کے لوگ اور اٹھا کھڑا کریں تم کو وہاں جہاں تم نہیں جانتے ❻

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْأَةَ الْأُولَىٰ فَلَوْلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٦٢﴾

اور تم جان چکے ہو پہلا اٹھان پھر کیوں نہیں یاد کرتے ❼

أَفَرَءَيْتُم مَّا تَحْرُثُونَ ﴿٦٣﴾ ءَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُۥٓ أَمْ

بھلا دیکھو تو جو تم بوتے ہو کیا تم اس کو کرتے ہو کھیتی یا

نَحْنُ الزَّٰرِعُونَ ﴿٦٤﴾ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَٰهُ حُطَٰمًا

ہم ہیں کھیتی کر دینے والے ❽ اگر ہم چاہیں تو کر ڈالیں اس کو روندا ہوا گھانس

◆ کھولتا ہوا پانی | یعنی گرمی میں تونسا ہوا اونٹ جیسے پیاس کی شدت سے ایک دم پانی چڑھاتا چلا جاتا ہے۔ یہ ہی حال دوزخیوں کا ہوگا لیکن وہ گرم پانی جب منہ کے قریب پہنچائیں گے تو منہ کو بھون ڈالے گا، اور پیٹ میں پہنچے گا تو آنتیں کٹ کر باہر آپڑیں گی (العیاذ باللہ)

◆ یعنی انصاف کا مقتضاء یہ ہی تھا کہ ان کی مہمانی اس شان سے کی جائے۔

◆ یعنی اس بات کو کیوں نہیں مانتے کہ پہلے بھی اس نے پیدا کیا اور وہ ہی دوبارہ پیدا کرے گا۔

◆ انسان کا خالق کون ہے؟ | یعنی رحم مادر میں نطفہ سے انسان کون بناتا ہے۔ وہاں تو تمہارا کسی کا ظاہر تصرف بھی نہیں چلتا۔ پھر ہمارے سوا کون ہے جو پانی کے قطرہ پر ایسی خوبصورت تصویر کھینچتا اور اس میں جان ڈالتا ہے۔

◆ یعنی جلانا مارنا سب ہمارے قبضے میں ہے۔ جب وجود و عدم کی باگ ہمارے ہاتھ میں ہوئی تو مرنے کے بعد اٹھا دینا کیا مشکل ہوگا۔

◆ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یعنی تم کو اور جہان میں لے جائیں۔ تمہاری جگہ یہاں اور خلقت بسا دیں۔"

◆ یعنی پہلی پیدائش کو یاد کر کے دوسری کو بھی سمجھ لو۔

◆ زمین سے تم اُگاتے ہو یا ہم؟ | یعنی بظاہر بیج زمین میں تم ڈالتے ہو لیکن زمین کے اندر اس کی پرورش کرنا پھر باہر نکال کر ایک لہلہاتی کھیتی بنا دینا کس کا کام ہے اس کے متعلق تو ظاہری اور سطحی دعویٰ بھی تم نہیں کر سکتے کہ ہمارے تیار کی ہوئی ہے۔

فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ ﴿۶۵﴾ إِنَّا لَمُغْرَمُونَ ﴿۶۶﴾ بَلْ نَحْنُ

پھر تم سارے دن رہو باتیں بناتے ہم تو قرض دار رہ گئے بلکہ ہم

مَحْرُومُونَ ﴿۶۷﴾ أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ ﴿۶۸﴾

بے نصیب ہو گئے ۱ بھلا دیکھو تو پانی کو جو تم پیتے ہو

ءَأَنْتُمْ أَنْزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُونَ ﴿۶۹﴾

کیا تم نے اتارا اس کو بادل سے یا ہم ہیں اتارنے والے ۲

لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ أُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ ﴿۷۰﴾

اگر ہم چاہیں کر دیں اس کو کھارا پھر کیوں نہیں احسان مانتے ۳

أَفَرَأَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي تُورُونَ ﴿۷۱﴾ ءَأَنْتُمْ أَنْشَأْتُمْ

بھلا دیکھو تو آگ جس کو تم سلگاتے ہو (نکالتے ہو سبز درخت سے) کیا تم نے پیدا کیا

شَجَرَتَهَا أَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُونَ ﴿۷۲﴾ نَحْنُ جَعَلْنَاهَا

اس کا درخت یا ہم ہیں پیدا کرنے والے ۴ ہم نے ہی تو بنایا وہ درخت

تَذْكِرَةً وَمَتَاعًا لِلْمُقْوِينَ ﴿۷۳﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ

یاد دلانے کو ۵ اور برتنے کو جنگل والوں کے ۶ سو بول پاکی اپنے رب کے

رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴿۷۴﴾ ع الثلٰثۃ فَلَا أُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ ﴿۷۵﴾

نام کی جو سب سے بڑا ۷ سو میں قسم کھاتا ہوں تاروں کے ڈوبنے کی ۸

وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لَوْ تَعْلَمُونَ عَظِيمٌ ﴿۷۶﴾ إِنَّهُ لَقُرْآنٌ

اور یہ قسم ہے اگر سمجھو تو بڑی قسم بے شک یہ قرآن ہے

① یعنی کھیتی پیدا کرنے کے بعد اس کا محفوظ اور باقی رکھنا بھی ہمارا ہی کام ہے۔ ہم چاہیں تو کوئی آفت بھیج دیں جس سے ایک دم میں ساری کھیتی تہس نہس ہو کر رہ جائے پھر تم سر پکڑ کر روؤ اور آپس میں بیٹھ کر باتیں بنانے لگو کہ میاں ہمارا تو بڑا بھاری نقصان ہو گیا۔ بلکہ سچ پوچھو تو بالکل خالی ہاتھ ہو گئے۔

② بارش تم برساتے ہو یا ہم؟ یعنی بارش بھی ہمارے حکم سے آتی ہے اور زمین کے خزانوں میں وہ پانی ہم ہی جمع کرتے ہیں۔ تم کو کیا قدرت تھی کہ پانی بنا لیتے یا خوشامد اور زبردستی کر کے بادل سے چھین لیتے۔

③ **میٹھے پانی کی نعمت** | یعنی ہم چاہیں تو میٹھے پانی کو بدل کر کھاری کڑوا بنا دیں جو نہ پی سکو نہ کھیتی کے کام آئے۔ پھر احسان نہیں مانتے کہ ہم نے میٹھے پانی کے کتنے خزانے تمہارے ہاتھ میں دے رکھے ہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پانی پی کر فرماتے ہیں۔ ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ سَقَانَاهُ عَذْبًا فُرَاتًا بِرَحْمَتِهٖ وَلَمْ یَجْعَلْهُ مِلْحًا اُجَاجًا بِذُنُوْبِنَا'' (ابن کثیر)

④ عرب میں کئی درخت سبز ایسے ہیں جن کو رگڑنے سے آگ نکلتی ہے جیسے ہمارے ہاں بانس۔ پہلے سورہ ''یٰسٓ'' میں اس کا بیان ہو چکا۔ یعنی ان درختوں میں آگ کس نے رکھی ہے۔ تم نے یا ہم نے۔

⑤ **نصیحت پکڑو** | یعنی یہ آگ دیکھ کر دوزخ کی آگ کو یاد کریں کہ یہ بھی اس کا ایک حصہ اور ادنیٰ نمونہ ہے اور سوچنے والے کو یہ بات بھی یاد آ سکتی ہے کہ جو خدا سبز درخت سے آگ نکالنے پر قادر ہے وہ یقیناً مردہ کو زندہ کرنے پر بھی قادر ہوگا۔

⑥ جنگل والوں اور مسافروں کو آگ سے بہت کام پڑتا ہے۔ خصوصاً جاڑے کے موسم میں۔ اور یوں تو سب ہی کا کام اس سے چلتا ہے۔

تنبیہ | بعض روایات کی بنا پر علماء نے مستحب سمجھا ہے کہ ان آیات میں ہر جملہ استفہامیہ کو تلاوت کرنے کے بعد کہے ''بَلْ اَنْتَ یَارَبِّ''

⑦ **ان نعمتوں کا شکر کرو** | جس نے ایسی مختلف اور کارآمد چیزیں پیدا کیں اور خالص اپنے فضل و احسان سے ہم کو متمتع کیا اس کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ اور منکرین کی گھڑی ہوئی خرافات سے اس کی اور اس کے نام مبارک کی پاکی بیان کرنا چاہئے۔ تعجب ہے کہ لوگ ایسی آیات باہرہ دیکھنے کے بعد بھی اس کی قدرت و وحدانیت کو کماحقہٗ نہیں سمجھتے۔

⑧ اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ قسم کھاتا ہوں آیتوں کے اترنے کی پیغمبروں کے دلوں میں (موضح) یا آیات قرآن کے اترنے کی آسمان سے زمین پر، آہستہ آہستہ، تھوڑی تھوڑی۔

كَرِيمٌ ﴿۷۷﴾ فِي كِتَابٍ مَكْنُونٍ ﴿۷۸﴾ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا

عزت والا — لکھا ہوا ہے ایک پوشیدہ کتاب میں — اس کو وہی چھوتے ہیں

الْمُطَهَّرُونَ ﴿۷۹﴾ تَنْزِيلٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۸۰﴾

جو پاک بنائے گئے ہیں ۱ — اتارا ہوا ہے — پروردگار عالم کی طرف سے ۲

أَفَبِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَنْتُمْ مُدْهِنُونَ ﴿۸۱﴾ وَتَجْعَلُونَ

اب کیا اس بات میں — تم سستی کرتے ہو — اور اپنا حصہ

رِزْقَكُمْ أَنَّكُمْ تُكَذِّبُونَ ﴿۸۲﴾ فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ

تم یہی لیتے ہو — کہ اس کو جھٹلاتے ہو ۳ — پھر کیوں نہیں جس وقت (کسی کی) جان پہنچے

الْحُلْقُومَ ﴿۸۳﴾ وَأَنْتُمْ حِينَئِذٍ تَنْظُرُونَ ﴿۸۴﴾ وَنَحْنُ

حلق کو — اور تم اس وقت دیکھ رہے ہو — اور ہم

أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلَٰكِنْ لَا تُبْصِرُونَ ﴿۸۵﴾ فَلَوْلَا

اس کے پاس ہیں تم سے زیادہ — پر تم نہیں دیکھتے — پھر کیوں نہیں

إِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ ﴿۸۶﴾ تَرْجِعُونَهَا إِنْ كُنْتُمْ

اگر تم نہیں ہو کسی کے حکم (اختیار) میں — تو کیوں نہیں پھیر لیتے اس روح کو — اگر ہو

صَادِقِينَ ﴿۸۷﴾ فَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿۸۸﴾

تم سچے ۴ — سو جو اگر وہ مردہ ہوا — مقرب لوگوں میں

فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ وَجَنَّتُ نَعِيمٍ ﴿۸۹﴾ وَأَمَّا إِنْ

تو راحت ہے اور روزی ہے — اور باغ نعمت کا — اور جو اگر

قرآن کو چھونے کے آداب حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یعنی فرشتے اس کتاب کو ہاتھ لگاتے ہیں۔ وہ کتاب یہ ہی قرآن لکھا ہوا ہے فرشتوں کے ہاتھوں میں یا لوح محفوظ میں۔" اور بعض نے "لَا یَمَسُّهٗ" کی ضمیر قرآن کی طرف راجع کی ہے یعنی اس قرآن کو نہیں چھوتے مگر پاک لوگ، یعنی جو صاف دل اور پاک اخلاق رکھتے ہیں۔ وہ ہی اس کے علوم وحقائق تک ٹھیک رسائی پا سکتے ہیں۔ یا اس قرآن کو نہ چھوئیں مگر پاک لوگ، یعنی بدون وضو کے ہاتھ لگانا جائز نہیں جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔ اس وقت "لَا یَمَسُّهٗ" کی نفی نہی کے لئے ہوگی۔

رب العلمین کا نازل کردہ کلام یعنی یہ کوئی جادو ٹونا نہیں نہ کاہنوں کی زٹیل اور بے سروپا باتیں ہیں نہ شاعرانہ تک بندیاں بلکہ بڑی مقدس ومعزز کتاب ہے، جو رب العالمین نے عالم کی ہدایت وتربیت کے لئے اتاری، جس خدا نے چاند سورج اور تمام ستاروں کا نہایت محکم اور عجیب وغریب نظام قائم کیا، یہ ستارے ایک اٹل قانون کے ماتحت اپنے روزانہ غروب سے اسی کی عظمت ووحدانیت اور قاہرانہ تصرف واقتدار کا عظیم الشان مظاہرہ کرتے ہیں (کما احتج به ابراهیم علٰی قومه) اور زبان حال سے شہادت دیتے ہیں کہ جس اعلیٰ وبرتر ہستی اور سلطنت غیبیہ کے ہاتھ میں ہماری باگ ہے وہ ہی اکیلا زمین، بادل، پانی، آگ، ہوا، مٹی اور کائنات کے ذرے ذرے کا مالک وخالق ہوگا۔ کیا ایسے روشن آسمانی نشانات کو دیکھ کر ان مضامین کی صداقت میں کوئی شبہ رہ سکتا ہے جو پہلے رکوع میں بیان ہوئے ہیں۔ اور کیا ایک عاقل اس عظیم الشان نظام فلکی پر نظر ڈال کر اتنا نہیں سمجھ سکتا کہ ایک دوسرا باطنی نظام شمسی بھی جو قرآن کریم اور اس کی آیات یا تمام کتب وصحف سماویہ سے عبارت ہے، اسی پروردگار عالم کا قائم کیا ہوا ہے۔ جس نے اپنی قدرت ورحمت کاملہ سے یہ ظاہری نظام قائم فرمایا۔ وہ ہی پاک خدا ہے۔ جس نے روحانی ستاروں کے غروب ہونے کے بعد آفتاب قرآن کو چمکایا۔ اور اپنی مخلوق کو اندھیرے میں نہیں چھوڑا۔ آج تک یہ آفتاب برابر چمک رہا ہے۔ کس کی مجال ہے جو اس کو بدل سکے یا غائب کر دے۔ اس کے انوار اور شعاعیں ان ہی دلوں میں پوری طرح منعکس ہوتی ہیں جو مانجھ کر پاک وصاف کر لئے جائیں۔

کفار کی تکذیب اور ناشکری یعنی کیا یہ ایسی دولت ہے۔ جس سے متمتع ہونے میں تم سستی اور کاہلی کرو۔ اور اپنا حصہ اتنا ہی سمجھو کہ اس کو اور اس کے بتلائے ہوئے حقائق کو جھٹلاتے رہو، جیسے بارش کو دیکھ کر کہہ دیا کرتے ہو کہ فلاں ستارہ فلاں برج میں آ گیا تھا اس سے بارش ہوگئی۔ گویا خدا سے کوئی مطلب ہی نہیں۔ اسی طرح اس باران رحمت کی قدر نہ کرنا جو قرآن کی صورت میں نازل ہوئی ہے اور یہ کہہ دینا کہ وہ اللہ کی اتاری ہوئی نہیں، سخت بدبختی اور حرماں نصیبی ہے۔ کیا ایک نعمت کی شکر گذاری یہ ہی ہے کہ اس کو جھٹلایا جائے۔

کیا تم کسی کے قابو میں نہیں ہو؟ یعنی ایسی بے فکری اور بے خوفی سے اللہ کی باتوں کو جھٹلاتے ہو، گویا تم کسی دوسرے کے حکم اور اختیار میں نہیں، یا کبھی مرنا اور خدا کے ہاں جانا ہی نہیں۔ اچھا جس وقت تمہارے کسی عزیز ومحبوب کی جان نکلنے والی ہو، سانس حلق میں اٹک جائے، موت کی سختیاں گذر رہی ہوں اور تم پاس بیٹھے اس کی بے بسی اور درماندگی کا تماشا دیکھتے ہو، اور دوسری طرف خدا یا اس کے فرشتے تم سے زیادہ اس کے نزدیک ہیں جو تمہیں نظر نہیں آتے اگر تم کسی دوسرے کے قابو میں نہیں تو اس وقت کیوں اپنے پیارے کی جان کو اپنی طرف نہیں پھیر لیتے اور کیوں بادل نخواستہ اپنے سے جدا ہونے دیتے ہو دنیا کی طرف واپس لا کر اسے آنے والی سزا سے کیوں بچا نہیں لیتے۔ اگر اپنے دعووں میں سچے ہو تو ایسا کر دکھاؤ۔

كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝۹۰ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ

وہ ہوا دا ہنے والوں میں تو سلامتی پہنچے تجھ کو

اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝۹۱ وَ اَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ

دا ہنے والوں سے ۱ اور جو اگر وہ ہوا جھٹلانے والوں

الضَّآلِّيْنَ ۝۹۲ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ۝۹۳ وَّ تَصْلِيَةُ

بہکنے والوں میں سے تو مہمانی ہے جلتا پانی اور ڈالنا

جَحِيْمٍ ۝۹۴ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ۝۹۵ فَسَبِّحْ

آگ میں ۲ بے شک یہ بات یہی ہے لائق یقین کے ۳ سو بول پاکی

بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝۹۶

اپنے رب کے نام سے جو سب سے بڑا ۴

ع ۳ / ۲۲ / ۱۶

آیاتها ۲۹ (۵۷) سُوْرَةُ الْحَدِيْدِ مَدَنِيَّةٌ (۹۴) رکوعاتها ۴

سورۂ حدید مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی انتیس آیتیں ہیں اور چار رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ

اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں ۵ اور وہی ہے زبردست

الْحَكِيْمُ ۝۱ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَ

حکمتوں والا اسی کے لیے ہے راج آسمانوں کا اور زمین کا جلاتا ہے اور

◆۱ مقربین اور اصحاب یمین | یعنی تم ایک منٹ کے لئے نہیں روک سکتے۔ اس کو اپنے ٹھکانے پر پہنچنا ضروری ہے۔ اگر وہ مردہ مقربین میں سے ہوگا تو اعلیٰ درجہ کی روحانی وجسمانی راحت وعیش کے سامانوں میں پہنچ جائے گا۔ اور "اصحاب یمین" میں سے ہوا تب بھی کچھ کھٹکا نہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یعنی خاطر جمع رکھ ان کی طرف سے۔" یا یہ مطلب ہے کہ اصحاب یمین کی طرف سے اس کو سلام پہنچے گا۔ یا اس کو کہا جائے گا کہ تیرے لئے آئندہ سلامتی ہی سلامتی ہے، اور تو "اصحاب یمین" میں شامل ہے۔ بعض احادیث میں ہے کہ موت سے پہلے ہی مرنے والے کو یہ بشارتیں مل جاتی ہیں۔ اور اسی طرح مجرموں کو ان کی بدحالی کی اطلاع دے دی جاتی ہے۔

◆۲ یعنی اس کا انجام یہ ہوگا کہ مرنے سے پہلے اسکی خبر سنا دی جائے گی۔

◆۳ آخرت کی یہ تمام خبریں سچی ہیں | یعنی تمہاری تکذیب سے کچھ نہیں ہوتا۔ جو کچھ اس سورت میں مومنین اور مجرمین کی خبر دی گئی ہے بالکل یقینی ہے، اسی طرح ہو کر رہے گا۔ خواہ مخواہ شبہے پیدا کر کے اپنے نفس کو دھوکا نہ دو۔ بلکہ آنے والے وقت کی تیاری کرو۔

◆۴ اللہ کی تسبیح میں مشغول رہو | یعنی تسبیح وتحمید میں مشغول رہو کہ یہ ہی وہاں کی بڑی تیاری ہے۔ اس نیک مشغلہ میں لگ رہکر مکذبین کی دل آزار بیہودگیوں سے بھی یکسوئی رہتی ہے اور ان کے باطل خیالات کا رد بھی ہوتا ہے۔ یہاں سورت کے خاتمہ پر جی چاہتا ہے کہ وہ حدیث نقل کر دی جائے جس پر امام بخاریؒ نے اپنی کتاب کو ختم فرمایا ہے "عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَلِمَتَانِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ" تم سورة الواقعہ وللہ الحمد والمنۃ

سورۃ الحدید

◆۵ ہر شئے تسبیح کرتی ہے | یعنی زبان حال سے یا قال سے یا دونوں سے۔

يُمِيتُ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢﴾ هُوَ الْأَوَّلُ

مارتا ہے — اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے (۱) — وہی ہے سب سے پہلا

وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ

اور سب سے پچھلا (۲) — اور باہر — اور اندر — اور وہ سب کچھ

عَلِيمٌ ﴿٣﴾ هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ

جانتا ہے (۳) — وہی ہے جس نے بنائے — آسمان — اور زمین

فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۚ يَعْلَمُ مَا

چھ دن میں — پھر قائم ہوا — تخت پر (۴) — جانتا ہے جو

يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ

اندر جاتا ہے زمین کے — اور جو اس سے نکلتا ہے (۵) — اور جو کچھ اترتا ہے

مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا ۚ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ

آسمان سے — اور جو کچھ اس میں چڑھتا ہے (۶) — اور وہ تمہارے ساتھ ہے — جہاں

مَا كُنْتُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٤﴾ لَهُ

کہیں تم ہو — اور اللہ جو تم کرتے ہو اس کو دیکھتا ہے (۷) — اسی کے لیے ہے

مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ

راج آسمانوں کا — اور زمین کا — اور اللہ ہی تک پہنچتے ہیں

الْأُمُورُ ﴿٥﴾ يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ

سب کام (۸) — داخل کرتا ہے رات کو — دن میں — اور داخل کرتا ہے دن کو

❶ **موت وحیات اللہ کے ہاتھ میں ہے** یعنی آسمان وزمین میں سب جگہ اسی کا حکم اور اختیار چلتا ہے یا ایجاد واعدام کی باگ اسی کے ہاتھ میں ہے۔ کوئی طاقت اس کے تصرف تکوینی کو روک نہیں سکتی۔

❷ جب کوئی نہ تھا، وہ موجود تھا، اور کوئی نہ رہے وہ موجود رہے گا،

❸ **اللہ ظاہر بھی ہے اور باطن بھی** ہر چیز کا وجود وظہور اس کے وجود سے ہے۔ لہٰذا اس کا وجود اگر ظاہر وباہر نہ ہو تو اور کس کا ہوگا۔ عرش سے فرش تک اور ذرہ سے آفتاب تک ہر چیز کی ہستی اسکی ہستی کی روشن دلیل ہے لیکن اسی کے ساتھ اس کی کنہ ذات اور حقائق صفات تک عقل وادراک کی رسائی نہیں۔ کسی ایک صفت کا احاطہ بھی کوئی نہیں کرسکتا نہ اپنے قیاس وراء سے اس کی کچھ کیفیت بیان کر سکتا ہے۔ بایں لحاظ کہہ سکتے ہیں کہ اس سے زیادہ باطن اور پوشیدہ کوئی نہیں۔ بہر حال وہ اندر بھی باہر بھی، ظاہر بھی باطن بھی، کھلے اور چھپے ہر قسم کے احوال کا جاننے والا ہے۔ ظاہر (بمعنی غالب) ایسا کہ اس سے اوپر کوئی قوت نہیں۔ باطن ایسا کہ اس سے پرے کوئی موقع نہیں جہاں اس کی آنکھ سے اوجھل ہو کر پناہ مل سکے۔ ففی الحدیثِ وَاَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوقَكَ شَىْءٌ وَاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُوْنَكَ شَىْءٌ۔

❹ اس کا بیان سورہ اعراف میں آٹھویں پارے کے ختم سے کچھ پہلے گذر چکا ہے۔

❺ مثلاً بارش کا پانی اور بیج زمین کے اندر جاتا ہے۔ اور کھیتی درخت وغیرہ اس سے باہر نکلتے ہیں۔ اس کا بیان سورۂ ''سبا'' میں گذر چکا۔

❻ آسمان کی طرف سے اترتے ہیں فرشتے، احکام، قضاء وقدر کے فیصلے، اور بارش وغیرہ اور چڑھتے ہیں بندوں کے اعمال اور ملائکۃ اللہ۔

❼ **ہر جگہ اللہ تمہارے ساتھ ہے** یعنی کسی وقت تم سے غائب نہیں۔ بلکہ جہاں کہیں تم ہو اور جس حال میں ہو، وہ خوب جانتا ہے اور تمام کھلے چھپے اعمال کو دیکھتا ہے۔

❽ **زمین وآسمان میں اللہ کی حکومت** یعنی اس کی قلمرو سے نکل کر کہیں نہیں جاسکتے۔ تمام آسمان وزمین میں اسی اکیلے کی حکومت ہے اور آخر کار سب کاموں کا فیصلہ وہیں سے ہوگا۔

فِى الَّيْلِ ؕ وَهُوَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۶ اٰمِنُوْا

رات میں ◆ اور اس کو خبر ہے جیوں کی بات کی ◆ یقین لاؤ

بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ

اللہ پر اور اس کے رسول پر اور خرچ کرو اس میں سے جو تمہارے ہاتھ میں دیا ہے اپنا نائب

فِيْهِ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ

کر کر ◆ سو جو لوگ تم میں یقین لائے ہیں اور خرچ کرتے ہیں ان کو بڑا

كَبِيْرٌ ۝۷ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ

ثواب ہے ◆ اور تم کو کیا ہوا کہ یقین نہیں لاتے اللہ پر اور رسول

يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ

بلاتا ہے تم کو کہ یقین لاؤ اپنے رب پر اور لے چکا ہے تم سے عہد پکا

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۸ هُوَ الَّذِىْ يُنَزِّلُ عَلٰى

اگر ہو تم ماننے والے ◆ وہی ہے جو اتارتا ہے اپنے

عَبْدِهٖۤ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ

بندے پر آیتیں صاف کہ نکال لائے تم کو اندھیروں سے

اِلَى النُّوْرِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۹ وَمَا

اجالے (چاندنی) میں اور اللہ تم پر نرمی کرنے والا ہے مہربان ◆ اور

لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ

تم کو کیا ہوا ہے کہ خرچ نہیں کرتے اللہ کی راہ میں اور اللہ ہی کو بچ رہتی

۱ **اللہ کی قدرت اور علم** یعنی کبھی دن کو گھٹا کر رات بڑی کر دیتا ہے اور کبھی اس کے برعکس رات کو گھٹا کر دن بڑا کر دیتا ہے۔

۲ یعنی دلوں میں جو نیتیں اور ارادے پیدا ہوں یا خطرات ووساوس آئیں، وہ بھی اس کے علم سے باہر نہیں۔

۳ **تم مال کے مالک نہیں بلکہ نائب ہو** یعنی جو مال تمہارے ہاتھ میں ہے اس کا مالک اللہ ہے تم صرف امین اور خزانچی ہو۔ لہٰذا جہاں وہ مالک بتلائے وہاں اس کے نائب کی حیثیت سے خرچ کرو۔ اور یہ بھی ملحوظ رکھو کہ پہلے یہ مال دوسروں کے ہاتھ میں تھا ان کے جانشین تم بنے۔ ظاہر ہے تمہارا جانشین کوئی اور بنایا جائے گا۔ پھر جب معلوم ہے کہ یہ چیز نہ پہلوں کے پاس رہی نہ تمہارے پاس رہے گی، تو ایسی زائل وفانی چیز سے اتنا دل لگانا مناسب نہیں کہ ضروری اور مناسب مواقع میں بھی آدمی خرچ کرنے سے کترائے۔

۴ لہٰذا ضروری ہے کہ جن لوگوں میں یہ صفت وخصلت موجود نہیں، اپنے اندر پیدا کریں اور جن میں موجود ہے اس پر ہمیشہ مستقیم رہیں اور ایمان کے مقتضی پر عمل رکھیں۔

۵ **اللہ پر ایمان کیوں نہیں لاتے؟** یعنی اللہ پر ایمان لانے یا یقین ومعرفت کے راستوں پر چلتے رہنے سے کیا چیز مانع ہو سکتی ہے۔ اور اس معاملہ میں سستی یا تقاعد کیوں ہو جبکہ خدا کا رسول تم کو کسی اجنبی اور غیر معقول چیز کی طرف نہیں بلکہ تمہارے حقیقی پرورش کرنے والے کی طرف دعوت دے رہا ہے جس کا اعتقاد تمہاری اصل فطرت میں ودیعت کر دیا گیا اور جس کی ربوبیت کا اقرار تم دنیا میں آنے سے پہلے کر چکے ہو۔ چنانچہ آج تک اس اقرار کا کچھ نہ کچھ اثر بھی قلوب بنی آدم میں پایا جاتا ہے۔ پھر دلائل وبراہین اور ارسال رسل کے ذریعہ سے اس ازلی عہد وپیمان کی یاد دہانی اور تجدید بھی کی گئی۔ اور انبیائے سابقین نے اپنی امتوں سے یہ عہد بھی لیا کہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کریں گے۔ اور تم میں بہت سے وہ بھی ہیں جو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر سمع وطاعت اور انفاق فی سبیل اللہ وغیرہ امور ایمانیہ پر کاربند رہنے کا پکا عہد کر چکے ہیں۔ پس ان مبادی کے بعد کہاں گنجائش ہے کہ جو ماننے کا ارادہ رکھتا ہو وہ نہ مانے اور جو مان چکا ہو وہ اس سے انحراف کرنے لگے۔

۶ **قرآن کفر وجہل کے اندھیروں سے نکالنے کیلئے ہے** یعنی قرآن اتارا اور صداقت کے نشان دیئے تا ان کے ذریعہ سے تم کو کفر وجہل کے اندھیروں سے نکال کر ایمان وعلم کے اجالے میں لے آئے۔ یہ اللہ کی بہت ہی بڑی شفقت اور مہربانی ہے، اگر سختی کرتا تو ان ہی اندھیروں میں پڑا چھوڑ کر تم کو ہلاک کر دیتا۔ یا ایمان لانے کے بعد بھی پچھلی خطاؤں کو معاف نہ کرتا۔

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ

ہر شے آسمانوں میں اور زمین میں ۞ برابر نہیں تم میں جس نے کہ خرچ کیا

مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً

فتح مکہ سے پہلے ۞ اور لڑائی کی ان لوگوں کا درجہ بڑا ہے

مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ۭ وَكُلًّا

ان سے جو کہ خرچ کریں اس کے بعد اور لڑائی کریں اور سب سے

وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۱۰ ع

وعدہ کیا ہے اللہ نے خوبی کا ۞ اور اللہ کو خبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو ۞

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ

کون ہے ایسا کہ قرض دے اللہ کو اچھی طرح پھر وہ اس کو دونا کر دے

لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝۱۱ يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ

اس کے واسطے اور اس کو ملے ثواب عزت کا ۞ جس دن تو دیکھے ایمان والے مردوں کو اور

الْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ

ایمان والی عورتوں کو دوڑتی ہوئی چلتی ہے ان کی روشنی ان کے آگے اور ان کے داہنے ۞

بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

خوشخبری ہے تم کو آج کے دن باغ ہیں کہ نیچے بہتی ہیں جن کے نہریں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۱۲ يَوْمَ

سدا رہو ان میں یہ جو ہے یہی ہے بڑی مراد ملنی ۞ جس دن

۱ **اللہ کی راہ میں کیوں خرچ نہیں کرتے** یعنی مالک فنا ہو جاتا ہے اور ملک اللہ کا بچ رہتا ہے اور ویسے تو ہمیشہ اسی کا مال تھا۔ پھر اس کے مال میں سے اس کے حکم کے موافق خرچ کرنا بھاری کیوں معلوم ہو، خوشی اور اختیار سے نہ دو گے تو بے اختیار اسی کے پاس پہنچے گا۔ بندگی کا اقتضاء یہ ہے کہ خوش دلی سے پیش کرے اور اس کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے فقر و افلاس سے نہ ڈرے، کیونکہ زمین و آسمان کے خزانوں کا مالک اللہ ہے۔ کیا اس کے راستہ میں خوشدلی سے خرچ کرنے والا بھوکا رہے گا؟" وَلَا تَخْشَ مِنْ ذِی الْعَرْشِ اِقْلَالاً"

۲ **فتح مکہ سے پہلے کے مسلمانوں کا درجہ** اور بعض نے فتح سے مراد صلح حدیبیہ لی ہے۔ اور بعض روایات سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔

۳ یعنی یوں تو اللہ کے راستہ میں کسی وقت بھی خرچ کیا جائے اور جہاد کیا جائے وہ اچھا ہے خدا اس کا بہترین بدلہ دنیا یا آخرت میں دے گا، لیکن جن مقدر والوں نے "فتح مکہ" یا "حدیبیہ" سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا، وہ بڑے درجے لے اڑے، بعد والے مسلمان ان کو نہیں پہنچ سکتے کیونکہ وہ وقت تھا کہ حق کے ماننے والے اور اس پر لڑنے والے اقل قلیل تھے۔ اور دنیا کافروں اور باطل پرستوں سے بھری ہوئی تھی۔ اس وقت اسلام کو جانی اور مالی قربانیوں کی ضرورت زیادہ تھی اور مجاہدین کو بظاہر اسباب اموال وغنائم وغیرہ کی توقعات بہت کم۔ ایسے حالات میں ایمان لانا اور خدا کے راستہ میں جان و مال لٹا دینا بڑے اولوالعزم اور پہاڑ سے زیادہ ثابت قدم انسانوں کا کام ہے۔ **فرضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ورزقنا اللہ اتباعہم وحبہم**۔ آمین۔

۴ یعنی اللہ کو سب خبر ہے کہ کس کا عمل کس درجہ کا ہے اور اس میں اخلاص کا وزن کتنا ہے۔ اپنے اسی علم کے موافق ہر ایک سے معاملہ کرے گا۔

۵ **کون ہے جو اللہ کو قرض دے؟** حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "قرض کے معنی یہ کہ اس وقت جہاد میں خرچ کرو۔ پھر تم ہی دولتیں برتو گے (اور آخرت میں بڑے مرتبے پاؤ گے) یہ ہی معنی ہیں دونے کے۔ ورنہ مالک میں اور غلام میں سود بیاج نہیں۔ جو دیا سو اس کا جو نہ دیا سو اس کا۔"

۶ **پل صراط پر ایمان واعمال کی روشنی** میدان حشر میں جس وقت پل صراط پر جائیں گے سخت اندھیرا ہوگا تب اپنے ایمان اور عمل صالح کی روشنی ساتھ ہوگی۔ شاید ایمان کی روشنی جس کا محل قلب ہے آگے اور عمل صالح کی داہنے کیونکہ نیک عمل داہنی طرف جمع ہوتے ہیں۔ جس درجہ کا کسی کا ایمان وعمل ہوگا اسی درجہ کی روشنی ملے گی۔ اور غالباً اس امت کی روشنی اپنے نبی کے طفیل دوسری امتوں کی روشنی سے زیادہ صاف اور تیز ہوگی۔ بعض روایات سے بائیں جانب بھی روشنی کا ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اس کا مطلب شاید یہ ہوگا کہ روشنی کا اثر ہر طرف پہنچے گا۔ واللہ اعلم۔

۷ کیونکہ جنت اللہ کی خوشنودی کا مقام ہے۔ جو وہاں پہنچ گیا سب مرادیں مل گئیں۔

يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا

کہیں گے دغاباز مرد | اور عورتیں | ایمان والوں کو

انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا

راہ دیکھو ہماری (انتظار کرو ہمارا) ہم بھی روشنی لے لیں (سلگالیں) تمہارے نور سے | کوئی کہے گا لوٹ جاؤ

وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ؕ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ

پیچھے | پھر ڈھونڈ لو روشنی | پھر کھڑی کر دی جائے ان کے بیچ میں ایک دیوار جس میں ہوگا

بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ

دروازہ | اس کے اندر رحمت ہوگی | اور باہر کی طرف

الْعَذَابُ ﴿۱۳﴾ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى

عذاب ① | یہ ان کو پکاریں گے کیا ہم نہ تھے تمہارے ساتھ ② | کہیں گے کیوں نہیں

وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ

لیکن تم نے بچلا دیا اپنے آپ کو | اور راہ دیکھتے رہے | اور دھوکے میں پڑے

وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ

اور بہک گئے اپنے خیالوں پر | یہاں تک کہ آ پہنچا حکم اللہ کا | اور تم کو بہکا دیا

بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۱۴﴾ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ

اللہ کے نام سے اس دغاباز نے ③ | سو آج | تم سے قبول نہ ہوگا فدیہ (معاوضہ) دینا

وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ؕ هِيَ

اور نہ منکروں سے | تم سب کا گھر دوزخ ہے | وہی ہے

① مومنین اور منافقین کے درمیان دیوار یعنی مومنین اور منافقین کے بیچ میں دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس میں دروازہ ہوگا۔ اس دروازے سے مومن جنت کی طرف جا کر منافقوں کی نظر سے اوجھل ہو جائیں گے۔ دروازہ کے اندر پہنچ کر جنت کا سماں ہوگا اور ادھر دروازہ سے باہر عذاب الہی کا منظر دکھائی دے گا۔

② منافقوں کی مومنوں سے التجا قصہ یہ ہے کہ کھلے ہوئے کافر پل صراط پر نہیں چلیں گے بلکہ پہلے ہی دوزخ میں اس کے دروازوں سے دھکیل دیئے جائیں گے ہاں جو کسی نبی کی امت میں ہیں سچے یا کچے انہیں پل صراط سے گذرنے کا حکم ہوگا۔ اس پر چڑھنے سے پہلے ایک سخت اندھیری لوگوں کو گھیر لے گی۔ اس وقت ایمان والوں کے ساتھ روشنی ہوگی۔ منافق بھی ان کی روشنی میں پیچھے پیچھے چلنا چاہیں گے لیکن مومن جلد آگے بڑھ جائیں گے اس لئے ان کی روشنی منافقین سے دور ہوتی جائے گی تب وہ پکاریں گے کہ میاں ذرا ٹھہرو، ہم کو اندھیرے میں پیچھے چھوڑ کر مت جاؤ۔ تھوڑا انتظار کرو کہ ہم بھی تم سے مل جائیں اور تمہاری روشنی سے استفادہ کریں۔ آخر ہم دنیا میں تمہارے ساتھ ہی رہتے تھے اور ہمارا شمار بھی بظاہر مسلمانوں میں ہوتا تھا اب اس مصیبت کے وقت ہم کو اندھیرے میں پڑا چھوڑ کر کہاں جاتے ہو کیا رفاقت کا حق یہی ہے۔ جواب ملے گا کہ پیچھے لوٹ کر روشنی تلاش کرو اگر مل سکے تو وہاں سے لے آؤ۔ یہ سن کر پیچھے ہٹیں گے اتنے میں دیوار دونوں فریق کے درمیان حائل ہو جائے گی۔ یعنی روشنی دنیا میں کمائی جاتی ہے وہ جگہ پیچھے چھوڑ آئے، یا پیچھے سے وہ جگہ مراد ہو جہاں پل صراط پر چڑھنے سے پہلے نور تقسیم کیا گیا تھا۔

③ منافقین کو مسلمانوں کا جواب یعنی بیشک دنیا میں بظاہر تم ہمارے ساتھ تھے اور زبان سے دعویٰ اسلام کا کرتے تھے۔ لیکن اندرونی حال یہ تھا کہ لذات و شہوات میں پڑ کر تم نے نفاق کا راستہ اختیار کیا اور اپنے نفس کو دھوکا دے کر ہلاکت میں ڈالا۔ پھر توبہ نہ کی بلکہ راہ دیکھتے رہے کہ کب اسلام اور مسلمانوں پر کوئی افتاد پڑتی ہے اور دین کے متعلق شکوک و شبہات کی دلدل میں پھنسے رہے۔ یہی دھوکا رہا کہ آگے ان منافقانہ چالوں کا کچھ خمیازہ بھگتنا نہیں۔ بلکہ یہ خیالات اور امیدیں پکالیں کہ چند روز میں اسلام اور مسلمانوں کا یہ سب قصہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔ آخر ہم ہی غالب ہوں گے۔ رہا آخرت کا قصہ سو وہاں بھی کسی نہ کسی طرح چھوٹ ہی جائیں گے۔ ان ہی خیالات میں مست تھے کہ اللہ کا حکم آ پہنچا اور موت نے آ دبایا اور اس بڑے دغاباز (شیطان نے تم کو بہکا کر ایسا کھودیا کہ اب سبیل رستگاری کی نہیں رہی۔

مَوْلٰىكُمْ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۱۵ اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ

رفیق تمہاری اور بری جگہ جا پہنچے ۝۱ کیا وقت نہیں آیا ایمان

اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ

والوں کو کہ گڑگڑائیں ان کے دل اللہ کی یاد سے اور جو اترا ہے

مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

سچا دین ۝ اور نہ ہوں ان جیسے جن کو کتاب ملی تھی

مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ

اس سے پہلے پھر دراز گذری ان پر مدت پھر سخت ہو گئے ان کے دل

وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝۱۶ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ

اور بہت ان میں نافرمان ہیں ۝ جان رکھو کہ اللہ

يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ

زندہ کرتا ہے زمین کو اس کے مرجانے کے بعد ہم نے کھول کر سنا دیے تم کو

الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝۱۷ اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ

پتے اگر تم کو سمجھ ہے ۝ تحقیق جو لوگ خیرات کرنے والے ہیں، مرد

وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ

اور عورتیں اور قرض دیتے ہیں اللہ کو اچھی طرح ان کو ملتا ہے

لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝۱۸ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

دونا اور ان کو ثواب ہے عزت کا ۝ اور جو لوگ یقین لائے

۱ **آج کوئی فدیہ قبول نہیں ہوگا** یعنی بالغرض اگر آج تم (منافق) اور جو کھلے بندوں کافر تھے کچھ معاوضہ وغیرہ دے کر سزا سے بچنا چاہو تو اس کے منظور کیے جانے کی کوئی صورت نہیں۔ بس تم سب کو اب اسی گھر میں رہنا ہے۔ یہ ہی دوزخ کی آگ تمہارا ٹھکانا ہے اور یہ ہی رفیق ہے۔ کسی دوسرے سے رفاقت کی توقع مت رکھو۔

۲ **دلوں کے گڑگڑانے کا وقت آ گیا ہے** یعنی وقت آ گیا ہے کہ مومنین کے دل قرآن اور اللہ کی یاد اور اس کے سچے دین کے سامنے جھک جائیں۔ اور نرم ہو کر گڑگڑانے لگیں۔

۳ **اہل کتاب کی قساوت قلبی** یعنی ایمان وہی ہے کہ دل نرم ہو۔ نصیحت اور خدا کی یاد کا اثر جلد قبول کرے۔ شروع میں اہل کتاب یہ باتیں پیغمبروں کی صحبت میں پاتے تھے۔ مدت کے بعد غفلت چھاتی گئی۔ دل سخت ہو گئے وہ بات نہ رہی، اکثروں نے سخت سرکشی اور نافرمانیاں شروع کر دیں۔ اب مسلمانوں کی باری آئی ہے۔ کہ وہ اپنے پیغمبر کی صحبت میں رہ کر نرم دلی، انقیاد کامل اور خشوع لذکر اللہ کی صفات سے متصف ہوں اور اس مقام بلند پر پہنچیں جہاں کوئی امت نہ پہنچی تھی۔

۴ یعنی عرب لوگ جاہل اور گمراہ تھے جیسے مردہ زمین۔ اب اللہ نے ان کو ایمان اور علم کی روح سے زندہ کیا۔ اور ان میں سب کمال پیدا کر دیئے۔ غرض کسی مردہ سے مردہ انسان کو مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں سچی توبہ کر لے تو اللہ پھر اس کے قالب میں روح حیات پھونک دے گا۔

۵ **اللہ کیلئے خرچ کرنے والوں کا اجر** یعنی جو اللہ کے راستہ میں خالص نیت سے اس کی خوشنودی کی خاطر خرچ کریں اور غیر اللہ سے کسی بدلہ یا شکریہ کے طلبگار نہ ہوں گویا وہ اللہ کو قرض دیتے ہیں۔ سو اطمینان رکھیں کہ ان کا دیا ہوا ضائع نہ ہوگا۔ بلکہ کئی گنا کر کے لوٹایا جائے گا۔

بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖۗ وَالشُّهَدَآءُ

اللہ پر اور اس کے سب رسولوں پر — وہی ہیں سچے ایمان والے — اور لوگوں کا احوال بتلانے والے

عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ؕ وَالَّذِيْنَ

اپنے رب کے پاس — ان کے واسطے ہے ان کا ثواب اور ان کی روشنی ① — اور جو لوگ

كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

منکر ہوئے — اور جھٹلایا ہماری باتوں کو — وہ ہیں دوزخ کے

الْجَحِيْمِ ۝١٩ اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ

ع ۲ ۹ ۱۸

لوگ ② — جان رکھو — کہ دنیا کی زندگانی یہی ہے — کھیل

وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي

اور تماشا — اور بناؤ — اور بڑائیاں کرنی آپس میں — اور بہتایت ڈھونڈنی

الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ

مال کی — اور اولاد کی — جیسے حالت ایک مینہ کی — جو خوش لگا کسانوں کو

نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ

اس کا سبزہ — پھر زور پر آتا ہے — پھر تو دیکھے زرد ہو گیا — پھر ہو جاتا ہے

حُطَامًا ؕ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ

روندا ہوا گھاس — اور آخرت میں سخت عذاب ہے — اور معافی بھی ہے

مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ

اللہ سے — اور رضامندی — اور دنیا کی زندگانی تو یہی ہے

۱ **سچے ایمان والوں کی شہادت** مترجم محقق رحمہ اللہ نے بظاہر "اَلشُّهَدَآءُ" کا عطف "اَلصِّدِّيْقُوْنَ" پر مانا ہے یعنی جو لوگ اللہ پر اور اس کے سب رسولوں پر پوری طرح یقین لائے (اور اس یقین کا اثر ان کے اعمال و احوال میں ظاہر ہونا چاہئے) تو سچے اور پکے ایماندار یہ ہی ہیں۔ اور اللہ کے ہاں یہ ہی حضرات بطور گواہ کے دوسرے لوگوں کا حال بتلائیں گے۔ کما قال "وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا" (بقرہ۔ رکوع ۱۷) آخرت میں ان سچے ایمان داروں کو اپنے اپنے عمل اور درجہ ایمان کے موافق ثواب اور روشنی عطا ہوگی (آیت کی تفسیر اور بھی کئی طرح کی گئی ہے مگر رعایت اختصار ان کے نقل کی اجازت نہیں دیتی۔)

۲ یعنی دوزخ اصل میں ان ہی کے لئے بنی ہے۔

اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۲۰﴾ سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ

مال دغا کا (پونجی دغا کی) ◈ دوڑو اپنے رب کی معافی کی

مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ

طرف کو اور بہشت کو ◈ جس کا پھیلاؤ ہے جیسے پھیلاؤ آسمان

وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ

اور زمین کا ◈ تیار رکھی ہے واسطے ان کے جو یقین لائے اللہ پر اور

رُسُلِهٖ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَ

اس کے رسولوں پر یہ فضل اللہ کا ہے دے اس کو جس کو چاہے

اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۱﴾ مَآ اَصَابَ مِنْ

اور اللہ کا فضل بڑا ہے ◈ کوئی آفت

مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا

نہیں پڑتی ملک میں اور نہ تمہاری جانوں میں جو

فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ

لکھی نہ ہو ایک کتاب میں پہلے اس سے کہ پیدا کریں ہم اس کو دنیا میں ◈ بیشک یہ

عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۲۲﴾ ۚ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰي مَا

اللہ پر آسان ہے ◈ تاکہ تم غم نہ کھایا کرو اس پر جو

فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا

ہاتھ نہ آیا اور نہ شیخی کیا کرو اس پر جو تم کو اس نے دیا ◈ اور اللہ کو

۱ حیات دنیوی کی مثال | آدمی کو اول عمر میں کھیل چاہیئے، پھر تماشا، پھر بناؤ سنگار (اور فیشن) پھر ساکھ بڑھانا، اور نام ونمود حاصل کرنا، پھر موت کے دن قریب آئیں تو مال واولاد کی فکر کے پیچھے میرا گھر بار بنا رہے اور اولاد آسودگی سے بسر کرے۔ مگر یہ سب ٹھاٹھ سامان فانی اور زائل ہیں جیسے کھیتی کی رونق وبہار چندروزہ ہوتی ہے اور پھر زرد پڑ جاتی ہے اور آدمی اور جانور اس کو روند کر چورا کر دیتے ہیں۔ اس شادابی اور خوبصورتی کا نام ونشان نہیں رہتا۔ یہ ہی حال دنیا کی زندگانی اور اس کے ساز وسامان کا سمجھو کہ وہ فی الحقیقت ایک دغا کی پونجی اور دھوکے کی ٹٹی ہے۔ آدمی اس کی عارضی بہار سے فریب کھا کر اپنا انجام تباہ کر لیتا ہے۔ حالانکہ موت کے بعد یہ چیزیں کام آنے والی نہیں۔ وہاں کچھ اور ہی کام آئے گا۔ یعنی ایمان اور عمل صالح۔ جو شخص دنیا سے یہ چیز کما کرلے گیا۔ سمجھو بیڑا پار ہے۔ آخرت میں اس کے لئے مالک کی خوشنودی ورضامندی اور جو دولت ایمان سے تہی دست رہا اور کفر وعصیان کا بوجھ لے کر پہنچا اس کے لئے سخت عذاب اور جس نے ایمان کے باوجود اعمال میں کوتاہی کی اس کے لئے جلد یا بدیر دھکے کھا کر معافی ہے۔ دنیا کا خلاصہ وہ تھا، آخرت کا یہ ہوا۔

۲ بخشش اور جنت کی طرف دوڑو | یعنی موت سے پہلے وہ سامان کر لو جس سے کوتاہیاں معاف ہوں اور بہشت ملے۔ اس کام میں سستی اور دیر کرنا مناسب نہیں۔

۳ یعنی آسمان اور زمین دونوں کو اگر ملا کر رکھا جائے تو اس کے برابر جنت کا عرض ہوگا۔ طول کتنا ہوگا؟ یہ اللہ ہی جانے۔

۴ یعنی ایمان وعمل بیشک حصول جنت کے اسباب ہیں۔ لیکن حقیقت میں ملتی ہے اللہ کے فضل سے۔ اس کا فضل نہ ہو تو سزا سے چھوٹنا ہی مشکل ہے۔ جنت ملنے کا تو ذکر کیا۔

۵ ہر شئے لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے | ملک میں جو عام آفت آئے مثلاً قحط، زلزلہ وغیرہ اور خود تم کو جو مصیبت لاحق ہو مثلاً مرض وغیرہ وہ سب اللہ کے علم میں قدیم سے طے شدہ ہے اور لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔ اسی کے موافق دنیا میں ظہور ہو کر رہیگا۔ ایک ذرہ بھر کم وبیش یا پس وپیش نہیں ہوسکتا۔

۶ یعنی اللہ کو ہر چیز کا علم ذاتی ہے کچھ محنت سے حاصل کرنا نہیں پڑا پھر اپنے علم محیط کے موافق تمام واقعات وحوادث کو قبل از وقوع کتاب (لوح محفوظ) میں درج کر دینا اس کے لیے کیا مشکل ہے۔

۷ تنگی وفراخی میں مسلمان کا طرز عمل | یعنی اس حقیقت پر اس لئے مطلع کر دیا کہ تم خوب سمجھ لو کہ جو بھلائی تمہارے لئے مقدر ہے ضرور پہنچ کر رہیگی اور جو مقدر نہیں وہ کبھی ہاتھ نہیں آسکتی۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے علم قدیم میں ٹھہر چکا ہے، ویسا ہی ہو کر رہیگا۔ لہٰذا جو فائدہ کی چیز ہاتھ نہ لگے اس پر غمگین ومضطرب ہو کر پریشان نہ ہو اور جو قسمت سے ہاتھ لگ جائے اس پر اکڑو اور اتراؤ نہیں بلکہ مصیبت وناکامی کے وقت صبر وتسلیم اور راحت وکامیابی کے وقت شکر وتحمید سے کام لو۔

تنبیہ | پہلے "اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ" الخ میں بتلایا تھا کہ دنیا کے سامان عیش وطرب میں پڑ کر آدمی کو آخرت سے غافل نہ ہونا چاہئے۔ آیہ ہذا میں متنبہ فرما دیا کہ یہاں کی تکالیف ومصائب میں گھبرا کر چاہئے کہ حد اعتدال سے تجاوز نہ کرے۔

يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ۝٢٣ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ

خوش نہیں آتا | کوئی اترانے والا بڑائی مارنے والا | وہ جو کہ آپ نہ دیں

وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّ

اور سکھلائیں لوگوں کو بھی | نہ دینا ◈ | اور جو کوئی منہ موڑے

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝٢٤ لَقَدْ اَرْسَلْنَا

تو اللہ آپ ہے بے پرواہ سب خوبیوں کے ساتھ موصوف ◈ | ہم نے بھیجے ہیں

رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ

اپنے رسول | نشانیاں دیکر | اور اتاری ان کے ساتھ کتاب

وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا

اور ترازو | تاکہ لوگ سیدھے رہیں | انصاف پر ◈ | اور ہم نے اتارا

الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ

لوہا ◈ | اس میں سخت لڑائی ہے | اور لوگوں کے کام چلتے ہیں ◈

وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ؕ

اور تاکہ معلوم کرے اللہ | کون مدد کرتا ہے اس کی | اور اس کے رسولوں کی بن دیکھے ◈

اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝٢٥ ع وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّ

بے شک اللہ زور آور ہے زبردست ◈ | اور ہم نے بھیجا نوح کو | اور

اِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ

ابراہیم کو | اور ٹھہرادی دونوں کی اولاد میں پیغمبری | اور کتاب ◈

۱ **شیخی اور بڑائی اللہ کو پسند نہیں** اکثر متکبر مالداروں کی حالت یہ ہی ہوتی ہے کہ بڑائی اور شیخی تو بہت ماریں گے مگر خرچ کرنے کے نام پیسہ جیب سے نہ نکلے گا۔ کسی اچھے کام میں خود دینے کی توفیق نہ ہوگی اور اپنے قول و فعل سے دوسروں کو بھی یہ ہی سبق پڑھائیں گے۔ موقع پر بڑھ کر خرچ کرنا متوکلوں اور ہمت والوں کا کام ہے جو پیسہ سے محبت نہیں کرتے اور جانتے ہیں کہ تنگی اور نرمی سب اسی مالک علی الاطلاق کی طرف سے ہے۔

۲ **بخل کی مذمت** یعنی تمہارے خرچ کرنے یا نہ کرنے سے اس کو کوئی فائدہ یا نقصان نہیں پہنچتا۔ وہ تو بے نیاز اور بے پرواذات ہے۔ تمام خوبیاں علیٰ وجہ الکمال اس کی ذات میں جمع ہیں۔ تمہارے کسی فعل سے اس کی کسی خوبی میں اضافہ نہیں ہوتا۔ جو کچھ نفع نقصان ہے تمہارا ہے۔ خرچ کرو گے خود فائدہ اٹھاؤ گے، نہ کرو گے گھاٹے میں رہو گے۔

۳ **نزول کتاب و میزان** کتاب اور ترازو۔ شاید اسی تولنے کی ترازو کو کہا کہ اس کے ذریعہ سے بھی حقوق ادا کرنے اور لین دین میں انصاف ہوتا ہے۔ یعنی کتاب اللہ اس لئے اتاری کہ لوگ عقائد اور اخلاق واعمال میں سیدھے انصاف کی راہ چلیں۔ افراط وتفریط کے راستہ پر قدم نہ ڈالیں اور ترازو اس لئے پیدا کی کہ بیع وشراء وغیرہ معاملات میں انصاف کا پلہ کسی طرف اٹھا، یا جھکا نہ رہے۔ اور ممکن ہے "ترازو" شریعت کو فرمایا ہو۔ جو تمام اعمال قلبیہ وقالبیہ کے حسن وقبح کو ٹھیک جانچ تول کر بتلاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

۴ **ہم نے لوہا اُتارا** یعنی اپنی قدرت سے پیدا کیا اور زمین میں اس کی کانیں رکھ دیں۔

۵ یعنی لوہے سے لڑائی کے سامان (اسلحہ وغیرہ) تیار ہوتے ہیں۔ اور لوگوں کے بہت سے کام چلتے ہیں۔

۶ یعنی جو آسمانی کتاب سے راہ راست پر نہ آئیں اور انصاف کی ترازو کو دنیا میں سیدھا نہ رکھیں، ضرورت پڑے گی کہ انکی گوشمالی کی جائے اور ظالم وکجرو معاندین پر اللہ ورسول کے احکام کا وقار واقتدار قائم رکھا جائے۔ اس وقت شمشیر کے قبضہ پر ہاتھ ڈالنا اور ایک خالص دینی جہاد میں اسی لوہے سے کام لینا ہوگا۔ اس وقت کھل جائیگا کہ کونسے وفادار بندے ہیں جو بن دیکھے خدا کی محبت میں آخرت کے غائبانہ اجر وثواب پر یقین کر کے اس کے دین اور اس کے رسولوں کی مدد کرتے ہیں۔

۷ یعنی جہاد کی تعلیم وترغیب اس لئے نہیں دی گئی کہ اللہ کچھ تمہاری امداد واعانت کا محتاج ہے۔ بھلا اس زور آور اور زبردست ہستی کو کمزور مخلوق کی کیا حاجت ہو سکتی تھی۔ ہاں تمہاری وفاداری کا امتحان مقصود ہے تا جو بندے اس میں کامیاب ہوں ان کو اعلیٰ مقامات پر پہنچایا جائے۔

۸ **نبوت اور حضرت نوحؑ وابراہیمؑ کی ذریت** یعنی پیغمبری اور کتاب کے لئے ان دونوں کی نسل کو چن لیا کہ ان کے بعد یہ دولت انکی ذریت سے باہر نہ جائیگی۔

فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُونَ ﴿٢٦﴾ ثُمَّ

پھر کوئی ان میں راہ پر ہے اور بہت ان میں نافرمان ہیں ﴿۱﴾ پھر

قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى

پیچھے بھیجے ان کے قدموں پر اپنے رسول ﴿۲﴾ اور پیچھے بھیجا ہم نے عیسیٰ

ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۙ وَجَعَلْنَا فِيْ

مریم کے بیٹے کو اور اس کو ہم نے دی انجیل ﴿۳﴾ اور رکھ دی

قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ۭ وَرَهْبَانِيَّةَ

اس کے ساتھ چلنے والوں کے دل میں نرمی اور مہربانی ﴿۴﴾ اور ایک ترک کرنا دنیا کا

ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ

جو انہوں نے نئی بات نکالی تھی ہم نے نہیں لکھا تھا یہ ان پر مگر کیا چاہنے کو اللہ کی

اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ

رضامندی پھر نہ نباہا اس کو جیسا چاہیے تھا نباہنا ﴿۵﴾ پھر دیا ہم نے ان لوگوں کو

اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُونَ ﴿٢٧﴾

جو ان میں ایماندار تھے ان کا بدلہ اور بہت ان میں نافرمان ہیں ﴿۶﴾

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ

اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور یقین لاؤ اس کے رسول پر

يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا

دے گا تم کو دو حصے اپنی رحمت سے اور رکھ دے گا تم میں روشنی

۱ جن لوگوں کی طرف وہ بھیجے گئے تھے یا یوں کہو کہ ان دونوں کی اولاد میں سے بعضے راہ پر رہے اور اکثر نافرمان ثابت ہوئے۔

۲ یعنی پچھلے رسول ان ہی پہلوں کے نقش قدم پر تھے اصولی حیثیت سے سب کی تعلیم ایک تھی۔

۳ یعنی آخر میں انبیائے بنی اسرائیل کے خاتم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل دے کر بھیجا۔

۴ **حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کی نرم دلی اور مہربانی** یعنی حضرت مسیحؑ کے ساتھی جو واقعی ان کے طریقہ پر چلنے والے تھے ان کے دلوں میں اللہ نے نرمی رکھی تھی۔ وہ خلق خدا کے ساتھ محبت و شفقت کا برتاؤ کرتے اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مہربانی سے پیش آتے تھے۔

۵ **رہبانیت کی بدعت** یعنی آگے چل کر حضرت مسیحؑ کے متبعین نے بے دین بادشاہوں سے تنگ ہوکر اور دنیا کے مخمصوں سے گھبرا کر ایک بدعت رہبانیت کی نکالی، جس کا حکم اللہ کی طرف سے نہیں دیا گیا تھا مگر نیت انکی یہ ہی تھی کہ اللہ کی خوشنودی حاصل کریں۔ پھر اس کو پوری طرح نباہ نہ سکے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ''یہ فقیری اور تارک الدنیا بننا، نصاریٰ نے رسم نکالی، جنگل میں تکیہ بنا کر بیٹھے۔ نہ جورو رکھتے نہ بیٹا، نہ کماتے نہ جوڑتے، محض عبادت میں لگے رہتے، خلق سے نہ ملتے، اللہ نے بندوں کو یہ حکم نہیں دیا (کہ اس طرح دنیا چھوڑ کر بیٹھ رہیں) مگر جب اپنے اوپر ترک دنیا کا نام رکھا، پھر اس پردے میں دنیا چاہنا بڑا وبال ہے۔'' شریعت حقہ اسلامیہ نے اس اعتدال فطری سے متجاوز رہبانیت کی اجازت نہیں دی۔ ہاں بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ ''اس امت کی رہبانیت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔'' کیونکہ مجاہد اپنے سب حظوظ و تعلقات سے واقعی الگ ہوکر اللہ کے راستہ میں نکلتا ہے۔

تنبیہ ''بدعت'' کہتے ہیں ایسا کام کرنا جس کی اصل کتاب و سنت اور قرون مشہود بہا بالخیر میں نہ ہو، اور اس کو دین اور ثواب کا کام سمجھ کر کیا جائے۔

۶ یعنی ان میں کے اکثر نافرمان ہیں اسی لئے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر باوجود دل میں یقین رکھنے کے ایمان نہیں لاتے۔

تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۲۸

جس کو لیے پھرو — اور تم کو معاف کرے گا — اور اللہ معاف کرنے والا ہے مہربان

لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰي شَيْءٍ

تا کہ نہ جانیں — کتاب والے — کہ پا نہیں سکتے کوئی چیز

مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ

اللہ کے فضل میں سے — اور یہ کہ بزرگی — اللہ کے ہاتھ ہے — دیتا ہے

مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝۲۹

جس کو چاہے — اور اللہ کا فضل بڑا ہے
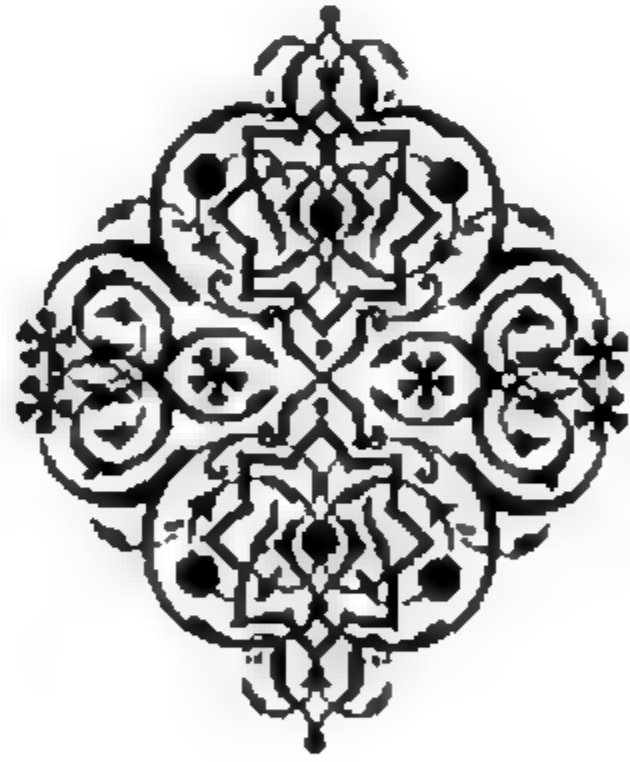
اتباع رسول کے ثمرات وانعامات | یعنی اس رسول کے تابع رہو کہ یہ نعمتیں پاؤ۔ گذشتہ خطاؤں کی معافی اور ہر عمل کا دونا ثواب اور روشنی لیے پھرو۔ یعنی تمہارا وجود ایمان وتقویٰ سے نورانی ہو جائے۔ اور آخرت میں یہی نور تمہارے آگے اور داہنی طرف چلے۔

تنبیہ | احقر کے خیال میں یہ خطاب ان اہل کتاب کو ہے جو حضور ﷺ پر ایمان لا چکے تھے۔ اس تقدیر پر" وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ " سے ایمان پر ثابت ومستقیم رہنا مراد ہوگا۔ باقی اہل کتاب کو دونا ثواب ملنے کا کچھ بیان سورۂ "قصص" میں گذر چکا وہاں دیکھ لیا جائے۔

یعنی اہل کتاب پہلے پیغمبروں کے احوال سن کر پچھتاتے کہ افسوس ہم ان سے دور پڑ گئے۔ ہم کو وہ درجے ملنے محال ہیں جو نبیوں کی صحبت سے حاصل ہوتے ہیں۔ سو یہ رسول، اللہ نے کھڑا کیا اس کی صحبت میں پہلے سے دونا کمال اور بزرگی مل سکتی ہے۔ اور اللہ کا فضل بند نہیں ہوگیا۔

تنبیہ | حضرت شاہ صاحبؒ نے آیت کی تفسیر اسی طرح کی ہے۔ لیکن اکثر سلف سے یہ منقول ہے کہ یہاں " لِئَلَّا يَعْلَمَ " بمعنی " لِكَيْ يَعْلَمَ " کے ہے۔ یعنی تا کہ جان لیں اہل کتاب (جو ایمان نہیں لائے) کہ وہ دسترس نہیں رکھتے اللہ کے فضل پر۔ اور فضل صرف اللہ کے ہاتھ ہے جس پر چاہے کردے۔ چنانچہ اہل کتاب میں سے جو خاتم الانبیاء پر ایمان لائے ان پر یہ فضل کر دیا کہ ان کو دگنا اجر ملتا ہے اور گزشتہ خطاؤں کی معافی اور روشنی مرحمت ہوتی ہے۔ اور جو ایمان نہیں لائے وہ ان انعامات سے محروم ہیں۔ تم سورۃ الحدید فللّٰہِ الحمد والمنۃ۔
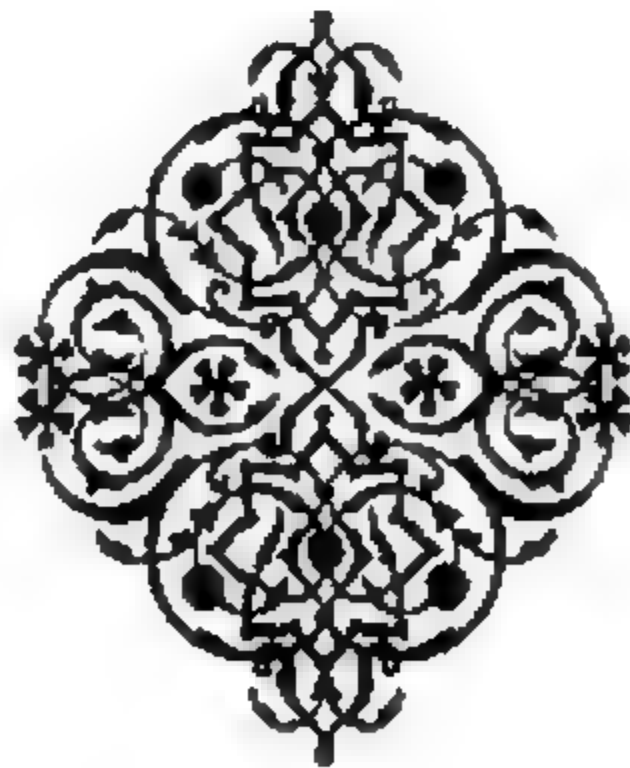
(۵۸) سُوْرَةُ الْمُجَادَلَةِ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۵)

اٰيَاتُهَا ۲۲ — رُكُوْعَاتُهَا ۳

سورۂ مجادلہ مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی بائیس آیتیں ہیں اور تین رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا

سن لی اللہ نے — بات اس عورت کی — جو جھگڑتی تھی تجھ سے اپنے خاوند کے حق میں

وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ

اور جھینکتی تھی اللہ کے آگے ﴿۱﴾ اور اللہ سنتا تھا سوال و جواب تم دونوں کا — بے شک اللہ

سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ ۝۱ اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ

سنتا ہے دیکھتا ہے ﴿۲﴾ جو لوگ ماں کہہ بیٹھیں تم میں سے — اپنی عورتوں کو

مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ۭ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـئِيْ وَلَدْنَهُمْ ۭ وَ

وہ نہیں ہو جاتیں ان کی مائیں — ان کی مائیں تو وہی ہیں — جنہوں نے ان کو جنا — اور

اِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ

وہ بولتے ہیں — ایک ناپسند بات — اور جھوٹی ﴿۳﴾ اور اللہ

لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝۲ وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ

معاف کرنے والا بخشنے والا ہے ﴿۴﴾ اور جو لوگ ماں کہہ بیٹھیں — اپنی عورتوں کو

ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ

پھر کرنا چاہیں وہی کام جس کو کہا ہے — تو آزاد کرنا چاہیے ایک بردہ — پہلے اس سے کہ

سورۃ المجادلۃ

۱ خولہ بنت ثعلبہ کا واقعہ | اسلام سے پہلے مرد اگر اپنی عورت کو کہتا کہ تو میری ماں ہے تو سمجھتے تھے کہ ساری عمر کے لئے اس پر حرام ہو گئی پھر کوئی صورت ان کے ملنے کی نہ تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ایک مسلمان (اوس بن الصامتؓ) اپنی عورت (خولہ بنت ثعلبہ) کو یہ ہی کہہ بیٹھا۔ عورت حضرتؐ کی خدمت میں پہنچی اور سب ماجرا کہہ سنایا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ نے ابھی تک کوئی خاص حکم نہیں دیا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ تو اس پر حرام ہو گئی۔ اب تم دونوں کیونکر مل سکتے ہو۔ وہ شکوہ وزاری کرنے لگی کہ گھر ویران ہوتا ہے اولاد پریشان ہوتی ہے۔ کبھی حضورؐ سے جھگڑتی کہ یا رسول اللہ! اس نے ان الفاظ سے طلاق کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ کبھی اللہ کے آگے رونے جھینکنے لگتی کہ اللہ! میں اپنی تنہائی اور مصیبت کی فریاد تجھ سے کرتی ہوں، ان بچوں کو اگر اپنے پاس رکھوں تو بھوکے مریں گے، اس کے پاس چھوڑوں تو یوں ہی (کس مپرسی میں) ضائع ہو جائیں گے۔ اے اللہ! تو اپنے نبی کی زبان سے میری مشکل کو حل کر۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ اور "ظہار" کے متعلق حکم اترا۔ تنبیہ | حنفیہ کے نزدیک ظہار یہ ہے کہ اپنی بیوی کو محرمات ابدیہ (ماں بہن وغیرہ) کے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دے جس کی طرف دیکھنا اس کو منع ہو۔ مثلاً یوں کہے" اَنْتِ عَلَیَّ کَظَھْرِ اُمِّیْ "(تو مجھ پر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ) "ظہار" کے احکام کی تفصیل کتب فقہ میں ملاحظہ کی جائے۔

۲ اللہ تمہاری گفتگو سنتا ہے | یعنی اللہ تو سب ہی کچھ سنتا دیکھتا ہے۔ جو گفتگو آپؐ کے اور اس عورت کے درمیان ہوئی وہ کیوں نہ سنتا۔ بیشک وہ مصیبت زدہ عورت کی فریاد کو پہنچا۔ اور ہمیشہ کے لئے اس قسم کے حوادث سے عہدہ برآ ہونے کا راستہ بتلا دیا۔ جو آگے آتا ہے۔

۳ ظہار کا حکم | یعنی بیوی (جس نے اس کو جنا نہیں) وہ اس کی واقعی ماں کیونکر بن سکتی ہے جو محض اتنے لفظ پر ہمیشہ کے لئے حقیقی ماں کی طرح حرام ہو جائے؟ ہاں آدمی جب اپنی بدتمیزی سے ایک جھوٹی نامعقول اور بیہودہ بات کہہ دے اس کا بدلہ یہ ہے کہ کفارہ دے، تب اس کے پاس جائے ورنہ نہ جائے۔ پر عورت اسی کی رہی، محض ظہار سے طلاق نہیں پڑ گئی۔

۴ یعنی جاہلیت میں جو ایسی حرکت کر چکے وہ معاف ہے۔ اب ہدایت آچکنے کے بعد ایسا مت کرو۔ اگر غلطی سے کر گذرے تو توبہ کر کے اللہ سے معاف کراؤ۔ اور عورت کے پاس جانے سے پہلے کفارہ ادا کرو۔

يَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

آپس میں ہاتھ لگائیں ❶ اس سے تم کو نصیحت ہوگی ❷ اور اللہ خبر رکھتا ہے جو کچھ تم

خَبِيْرٌ ۝ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ

کرتے ہو ❸ پھر جو کوئی نہ پائے تو روزے ہیں دو مہینے کے لگاتار ❹

مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ

پہلے اس سے کہ آپس میں چھوئیں پھر جو کوئی یہ نہ کر سکے تو کھانا دینا ہے ساٹھ

مِسْكِيْنًا ؕ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ

محتاجوں کا ❺ یہ حکم اس واسطے کہ تابعدار ہو جاؤ اللہ کے اور اس کے رسول کے ❻ اور یہ حدیں باندھی ہیں

اللّٰهِ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ

اللہ کی اور منکروں کے واسطے عذاب ہے دردناک جو لوگ کہ مخالفت کرتے ہیں

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ

اللہ کی اور اس کے رسول کی وہ خوار ہوئے جیسے کہ خوار ہوئے ہیں وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے اور ہم نے

اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ ج

اتاری ہیں آیتیں بہت صاف اور منکروں کے واسطے عذاب ہے ذلت کا ❼

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ

جس دن کہ اٹھائے گا اللہ ان سب کو پھر جتلائے گا ان کو ان کے کئے کام ❽

اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ ع

اللہ نے وہ سب گن رکھے ہیں اور وہ بھول گئے اور اللہ کے سامنے ہے ہر چیز ❾

۱ ظہار کا کفارہ | یعنی یہ لفظ (اَنْتِ عَلَیَّ کَظَھْرِ اُمِّیْ) کہا صحبت موقوف کرنے کو۔ پھر صحبت کرنا چاہیں تو پہلے ایک غلام آزاد کریں اس کے بعد ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں۔ تنبیہ | حنفیہ کے ہاں کفارہ دینے سے پہلے جماع اور دواعی جماع دونوں ممنوع ہیں۔ بعض احادیث میں ہے "اَمَرَہٗ اَنْ لَا یَقْرَبَھَا حَتّٰی یُکَفِّرَ"

۲ یعنی کفارہ کی مشروعیت تمہاری تنبیہ و نصیحت کے لئے ہے کہ پھر ایسی غلطی نہ کرو۔ اور دوسرے بھی باز آئیں۔

۳ یعنی تمہارے احوال کے مناسب احکام بھیجتا ہے اور خبر رکھتا ہے کہ تم کس حد تک ان پر عمل کرتے ہو۔

۴ یعنی بیچ میں دم نہ لے۔

۵ کفارہ میں سہولتیں | "بردہ" (غلام) آزاد کرنیکا مقدور نہ ہو، تب روزے رکھ سکتا ہے۔ اور روزے رکھنے سے مجبور ہو تب کھانا دے سکتا ہے۔ تفصیل کتب فقہ میں ملاحظہ کی جائے۔

۶ یعنی جاہلیت کی باتیں چھوڑ کر اللہ و رسول کے احکام پر چلو، جو مومن کامل کی شان ہے۔

۷ حدود سے آگے نہ بڑھو | یعنی مومنین کا کام نہیں کہ اللہ کی باندھی ہوئی حدود سے تجاوز کریں۔ باقی رہے کافر جو حدود اللہ کی پروا نہیں کرتے اور خود اپنی رائے و خواہش سے حدیں مقرر کرتے ہیں۔ انہیں چھوڑیے کہ ان کے لئے دردناک عذاب تیار ہے۔ ایسے لوگ پہلے زمانہ میں بھی ذلیل و خوار ہوئے اور اب بھی ہو رہے ہیں۔ اللہ کی روشن اور صاف صاف آیتیں سن لینے کے بعد انکار پر جمے رہنا اور خدائی احکام کی عزت و احترام نہ کرنا اپنے کو ذلت کے عذاب میں پھنسانے کا مرادف ہے۔

۸ یعنی جو کام کیے تھے ان سب کا نتیجہ سامنے آجائے گا کوئی ایک عمل بھی غائب نہ ہوگا۔

۹ یعنی ان کو اپنی عمر بھر کے بہت سے کام یاد بھی نہیں رہے، یا ان کی طرف توجہ نہیں رہی۔ لیکن اللہ کے ہاں وہ سب ایک ایک کر کے محفوظ ہیں۔ وہ سارا دفتر اس دن کھول کر سامنے رکھ دیا جائے گا۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ

تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ کو معلوم ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں

مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ

کہیں نہیں ہوتا مشورہ تین کا جہاں وہ نہیں ہوتا ان میں چوتھا اور نہ پانچ کا جہاں

اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَاۤ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ

وہ نہیں ہوتا ان میں چھٹا اور نہ اس سے کم اور نہ زیادہ جہاں وہ نہیں ہوتا

مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ

ان کے ساتھ جہاں کہیں ہوں ۱ پھر جتلا دے گا ان کو جو کچھ انہوں نے کیا قیامت کے دن

اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۞ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا

بے شک اللہ کو معلوم ہے ہر چیز تو نے نہ دیکھا ان لوگوں کو جن کو

عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَيَتَنٰجَوْنَ

منع ہوئی کانا پھوسی (سرگوشی) پھر وہی کرتے ہیں جو منع ہو چکا ہے اور کان میں باتیں کرتے ہیں

بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ ؗ وَاِذَا جَآءُوْكَ

گناہ کی اور زیادتی کی اور رسول کی نافرمانی کی ۲ اور جب آئیں تیرے پاس تجھ کو

حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَيَقُوْلُوْنَ فِىۤ اَنْفُسِهِمْ

وہ دعا دیں جو دعا نہیں دی تجھ کو اللہ نے اور کہتے ہیں اپنے دل میں

لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ؕ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ

کیوں نہیں عذاب کرتا ہم کو اللہ اس پر جو ہم کہتے ہیں کافی ہے ان کو دوزخ داخل ہوں گے اس میں

۱ **اللہ ہر مجلس میں موجود ہے** یعنی صرف ان کے اعمال ہی پر کیا منحصر ہے، اللہ کے علم میں تو آسمان و زمین کی ہر چھوٹی بڑی چیز ہے۔ کوئی مجلس، کوئی سرگوشی اور کوئی خفیہ سے خفیہ مشورہ نہیں ہوتا جہاں اللہ اپنے علم محیط کے ساتھ موجود نہ ہو جہاں تین آدمی چھپ کر مشورہ کرتے ہوں نہ سمجھیں کہ وہاں کوئی چوتھا نہیں سن رہا۔ اور پانچ کی میٹنگ خیال نہ کرے کہ کوئی چھٹا سننے والا نہیں۔ خوب سمجھ لو کہ تین ہوں یا پانچ یا اس سے کم زیادہ، کہیں ہوں، کسی حالت میں ہوں، اللہ تعالیٰ ہر جگہ اپنے علم محیط سے ان کے ساتھ ہے کسی وقت ان سے جدا نہیں۔

طاق عدد کی حکمت تنبیہ مشورہ میں اگر صرف دو شخص ہوں تو بصورت اختلاف ترجیح دشوار ہوتی ہے۔ اسی لئے عموماً معاملات مہمہ میں طاق عدد رکھتے ہیں۔ اور ایک کے بعد پہلا طاق عدد تین تھا پھر پانچ۔ شاید اس لئے ان دو کو اختیار فرمایا اور آگے "**وَلَآ اَدْنٰی مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ**" سے تعمیم فرما دی۔ باقی حضرت عمرؓ کا شوریٰ خلافت کو چھ بزرگوں میں دائر کرنا (حالانکہ چھ کا عدد طاق نہیں) اس لئے ہوگا کہ اس وقت یہی چھ خلافت کے سب سے زیادہ اہل اور مستحق تھے۔ جن میں سے کسی کو چھوڑا نہیں جا سکتا تھا۔ نیز خلیفہ کا انتخاب ان ہی چھ میں سے ہو رہا تھا تو ظاہر ہے جس کا نام آتا، اس کے سوا رائے دینے والے تو پانچ ہی رہتے ہیں۔ پھر بھی احتیاطاً حضرت عمرؓ نے بصورت مساوات ایک جانب کی ترجیح کے لئے عبداللہ بن عمرؓ کا نام لے دیا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲ **حضور ﷺ کی مجلس میں منافقوں کی سرگوشیاں** حضرت ﷺ کی مجلس میں بیٹھ کر منافق سرگوشیاں کرتے۔ مجلس والوں کا مذاق اڑاتے۔ ان پر عیب پکڑتے۔ ایک دوسرے کے کان میں اس طرح بات کہتا اور آنکھوں سے اشارے کرتا جس سے مخلص مسلمانوں کو تکلیف ہوتی۔ اور حضرتؐ کی بات سن کر کہتے۔ "یہ مشکل کام ہم سے کہاں ہو سکے گا۔" پہلے سورہ "نساء" میں اس طرح کی سرگوشیوں سے منع کیا جا چکا تھا۔ لیکن یہ موذی بے حیا، پھر بھی اپنی حرکتوں اور زیادتیوں سے باز نہ آئے۔ اس پر یہ آیتیں اتریں۔

فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝٨ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا

سو بری جگہ پہنچے ① اے ایمان والو جب تم کان میں بات کرو تو مت کرو

تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ

بات گناہ کی اور زیادتی کی اور رسول کی نافرمانی کی

وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ

اور بات کرو احسان کی اور پرہیزگاری کی ② اور ڈرتے رہو اللہ سے جس کے پاس

تُحْشَرُوْنَ ۝٩ اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ

تم کو جمع ہونا ہے ③ یہ جو ہے کانا پھوسی سو شیطان کا کام ہے تاکہ دلگیر کرے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْـًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ

ایمان والوں کو اور وہ ان کا کچھ نہ بگاڑے گا بدون اللہ کے حکم کے

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝١٠ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

اور اللہ پر چاہئے کہ بھروسہ کریں ایمان والے ④ اے ایمان والو

اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِى الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ

جب کوئی تم کو کہے کہ کھل کر بیٹھو ⑤ مجلسوں میں تو کھل جاؤ اللہ کشادگی

اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ

دے تم کو ⑥ اور جب کوئی کہے کہ اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہو ⑦ اللہ بلند کرے گا

① حضور ﷺ کی شان میں یہودیوں کی گستاخی | یعنی اللہ نے تو آپ کو دوسرے انبیاء کے ساتھ یہ دعائیں دی ہیں۔ "سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ" اور "وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى" اور مومنین کی زبانوں سے "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ" مگر بعض یہود جب آپ کے پاس آتے تو بجائے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ کے دبی زبان سے "اَلسَّامُ

عَــلَيْكَ" کہتے جس کے معنی ہیں " تجھے موت آئے۔" گویا اللہ نے جو سلامتی کی دعاء آپ کو دی تھی، اس کے خلاف بددعا دیتے تھے۔ پھر آپس میں کہتے کہ اگر یہ واقعی رسول ہے تو ایسا کہنے سے ہم پر فوراً عذاب کیوں نہیں آتا۔ اس کا جواب دیا۔" حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ " یعنی جلدی نہ کرو۔ ایسا کافی عذاب آئے گا جس کے سامنے دوسرے عذاب کی ضرورت نہ ہوگی۔ تنبیہ احادیث میں "یہود" کے متعلق آیا ہے کہ کہ "اَلسَّلَام" کی جگہ "اَلسَّام" کہتے تھے۔ ممکن ہے بعض منافقین بھی ایسا کہتے ہوں گے۔ کیونکہ منافق عموماً یہودی تھے۔ حضورؐ کی عادت تھی کہ جب کوئی یہودی یہ کہتا آپ جواب میں صرف "وَعَــلَيْكَ" فرمادیتے۔ ایک مرتبہ عائشہ صدیقہؓ نے "اَلسَّامُ عَلَيْكَ" کے جواب میں یہودی کو "عَلَيْكَ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ" کہا تو حضور ﷺ کو کمال خلق سے یہ جواب پسند نہ آیا۔

◆ **سرگوشی کے آداب** یعنی سچے مسلمانوں کو منافقین کی خو سے بچنا چاہئے۔ ان کی سرگوشیاں اور مشورے ظلم و عدوان اور اللہ ورسول کی نافرمانی کے لئے نہیں، بلکہ نیکی اور تقویٰ اور معقول باتوں کی اشاعت کے لئے ہونے چاہئیں جیسا کہ سورہ "نساء" میں گذرا۔" لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْمَعْرُوْفٍ اَوْاِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ (نسآء، رکوع ۱۷)"

◆ یعنی سب کو اللہ کے سامنے جمع ہو کر ذرہ ذرہ کا حساب دینا ہے۔ اس سے کسی کا ظاہر و باطن پوشیدہ نہیں۔ لہٰذا اس سے ڈر کر نیکی اور پرہیزگاری کی بات کرو۔

◆ **منافقین کی سرگوشیاں شیطان کی طرف سے ہیں** یعنی منافقین کی کانا پھوسی (سرگوشی) اس غرض سے تھی کہ ذرا مسلمان رنجیدہ اور دلگیر ہوں اور گھبرا جائیں کہ نہ معلوم یہ لوگ ہماری نسبت کیا منصوبے سوچ رہے ہوں گے۔ یہ کام شیطان ان سے کرا رہا تھا۔ مگر مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ شیطان ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اس کے قبضہ میں کیا چیز ہے۔ نفع نقصان سب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کا حکم نہ ہو تو کتنے ہی مشورے کرلیں اور منصوبے گانٹھ لیں، تمہارا بال بیکا نہ ہوگا۔ لہٰذا تم کو غمگین و دلگیر ہونے کے بجائے اپنے اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔ تنبیہ احادیث میں ممانعت آئی ہے کہ مجلس میں ایک آدمی کو چھوڑ کر دو شخص کانا پھوسی کرنے لگیں۔ کیونکہ وہ تیسرا غمگین ہوگا۔ یہ مسئلہ بھی ایک طرح آیہ ہذا کے تحت میں داخل ہوسکتا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "مجلس میں دو شخص کان میں بات کریں تو دیکھنے والے کو غم ہو کہ مجھ سے کیا حرکت ہوئی جو یہ چھپ کر کہتے ہیں۔"

◆ **مجلس میں بیٹھنے کے آداب** یعنی اس طرح بیٹھو کہ جگہ کھل جائے اور دوسروں کو بھی موقع بیٹھنے کا ملے۔

◆ یعنی اللہ تمہاری تنگیوں کو دور کرے گا اور اپنی رحمت کے دروازے کشادہ کردے گا۔

◆ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یہ آداب ہیں مجلس کے۔ کوئی آئے اور جگہ نہ پائے تو چاہئے سب تھوڑا تھوڑا ہٹیں تا مکان حلقہ کا کشادہ ہو جائے۔ یا (اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوں اور) پرے ہٹ کر حلقہ کرلیں۔ (یا بالکل چلے جانے کو کہا جائے تو چلے جائیں) اتنی حرکت میں غرور (یا بخل) نہ کریں۔ خوئے نیک پر اللہ مہربان ہے اور خوئے بد سے بیزار۔" تنبیہ حضور ﷺ پرنور کی مجلس میں ہر شخص آپ ﷺ کا قرب چاہتا تھا جس سے کبھی مجلس میں تنگی پیش آتی تھی حتیٰ کہ بعض مرتبہ اکابر صحابہؓ کو حضور ﷺ کے قریب جگہ نہ ملتی۔ اس لئے یہ احکام دیئے گئے۔ تا ہر ایک کو درجہ بدرجہ استفادہ کا موقع ملے، اور نظم و ضبط قائم رہے۔ اب بھی اس قسم کی انتظامی چیزوں میں صدر مجلس کے احکام کی اطاعت کرنا چاہئے۔ اسلام ابتری اور بدنظمی نہیں سکھلاتا بلکہ انتہائی نظم و شائستگی سکھلاتا ہے۔ اور جب عام مجالس میں یہ حکم ہے تو میدان جہاد اور صفوف جنگ میں تو اس سے کہیں بڑھ کر ہوگا۔

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ

ان کے لیے جو کہ ایمان رکھتے ہیں تم میں سے اور علم ان کے درجے

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۱۱ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا

اور اللہ کو خبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو اے ایمان والو

اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ

جب تم کان میں بات کہنا چاہو رسول سے تو آگے بھیجو اپنی بات کہنے سے پہلے

صَدَقَةً ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا

خیرات یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اور بہت ستھرا پھر اگر نہ پاؤ

فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۲ ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ

تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے کیا تم ڈر گئے کہ آگے بھیجا کرو کان کی

يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ

بات سے پہلے خیراتیں سو جب تم نے نہ کیا اور اللہ نے معاف کر دیا

عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ

تم کو تو اب قائم رکھو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ اور حکم پر چلو اللہ کے

وَرَسُوْلَهٗ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۱۳ ع اَلَمْ تَرَ اِلَى

اور اس کے رسول کے اور اللہ کو خبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو کیا تو نے نہ دیکھا

ع ۲ ۷

الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ مَا هُمْ مِّنْكُمْ

ان لوگوں کو جو دوست ہوئے ہیں اس قوم کے جن پر غصہ ہوا ہے اللہ نہ وہ تم میں ہیں

یعنی سچا ایمان اور صحیح علم انسان کو ادب و تہذیب سکھلاتا اور متواضع بناتا ہے۔ اہل علم و ایمان جس قدر کمالات و مراتب میں ترقی کرتے ہیں، اسی قدر جھکتے اور اپنے کو ناچیز سمجھتے جاتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ ان کے درجے اور زیادہ بلند کرتا ہے۔ "مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ" یہ متکبر بددین یا جاہل گنوار کا کام ہے کہ اتنی سی بات پر لڑے کہ مجھے یہاں سے کیوں اٹھادیا اور وہاں کیوں بٹھادیا۔ یا مجلس سے اٹھ جانے کو کیوں کہا۔ افسوس کہ آج بہت سے بزرگ اور عالم کہلانے والے اسی خیالی اعزاز کے سلسلہ میں غیر مختتم جنگ آزمائی اور مورچہ بندی شروع کردیتے ہیں۔ "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ"

یعنی ہر ایک کو اس کے کام اور لیاقت کے موافق درجے عطا کرتا ہے اور وہ ہی جانتا ہے کہ کون واقعی ایماندار اور اہل علم ہیں۔

آنحضرت ﷺ سے سرگوشی کے وقت صدقہ کا حکم منافق بے فائدہ باتیں حضرت ﷺ سے کان میں کرتے کہ لوگوں میں اپنی بڑائی جتائیں اور بعض مسلمان غیر اہم باتوں میں سرگوشی کر کے اتنا وقت لے لیتے تھے کہ دوسروں کو حضور ﷺ سے مستفید ہونے کا موقع نہ ملتا تھا، یا کسی وقت آپ خلوت چاہتے تو اس میں بھی تنگی ہوتی تھی۔ لیکن مروت و اخلاق کے سبب کسی کو منع نہ فرماتے۔ اس وقت یہ حکم ہوا کہ جو مقدرت والا آدمی حضورؐ سے سرگوشی کرنا چاہے وہ اس سے پہلے کچھ خیرات کر کے آیا کرے۔ اس میں کئی فائدے ہیں۔ غریبوں کی خدمت، صدقہ کرنے والے کے نفس کا تزکیہ، مخلص و منافق کی تمیز، سرگوشی کرنے والوں کی تقلیل، وغیرہ ذٰلک۔ ہاں جس کے پاس خیرات کرنے کو کچھ نہ ہو، اس سے یہ قید معاف ہے۔ جب یہ حکم اترا منافقین نے مارے بخل کے وہ عادت چھوڑ دی اور مسلمان بھی سمجھ گئے کہ زیادہ سرگوشیاں کرنا اللہ کو پسند نہیں۔ اسی لئے یہ قید لگائی گئی ہے۔ آخر یہ حکم اگلی آیت سے منسوخ فرمادیا۔

صدقہ کا حکم منسوخ یعنی صدقہ کا حکم دینے سے جو مقصد تھا، حاصل ہوگیا۔ اب ہم نے یہ وقتی حکم اٹھالیا ہے چاہئے کہ ان احکام کی اطاعت میں ہمہ تن لگے رہو جو کبھی منسوخ ہونے والے نہیں۔ مثلاً نماز و زکوٰۃ وغیرہ اسی سے کافی تزکیہ نفس ہوجائے گا۔ تنبیہ "فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا" سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حکم پر عام طور پر عمل کرنے کی نوبت نہیں آئی۔ بعض روایات میں حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اس حکم پر امت میں سے صرف میں نے عمل کیا۔

یہ لوگ منافق ہیں اور وہ قوم یہود ہے۔

وَلَا مِنْهُمْ ۙ وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴﴾

اور نہ ان میں ہیں ◆ اور قسمیں کھاتے ہیں جھوٹ بات پر اور ان کو خبر ہے ◆

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۭ اِنَّهُمْ سَاۗءَ مَا كَانُوْا

تیار رکھا ہے اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب ◆ بے شک وہ برے کام ہیں جو وہ

يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ

کرتے ہیں ◆ بنا رکھا ہے اپنی قسموں کو ڈھال پھر روکتے ہیں اللہ کی

سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۶﴾ لَنْ تُغْنِيَ

راہ سے تو ان کو ذلت کا عذاب ہے کام نہ آئیں گے

عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ

ان کو ان کے مال اور نہ ان کی اولاد اللہ کے ہاتھ سے کچھ بھی

اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾ يَوْمَ

وہ لوگ ہیں دوزخ کے وہ اسی میں پڑے رہیں گے ◆ جس دن

يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ

جمع کرے گا اللہ ان سب کو پھر قسمیں کھائیں گے اس کے آگے جیسے کھاتے ہیں تمہارے آگے

وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰي شَيْءٍ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۸﴾

اور خیال رکھتے ہیں کہ وہ کچھ بھلی راہ پر ہیں ◆ سنتا ہے وہی ہیں اصل جھوٹے ◆

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ

قابو کر لیا ہے ان پر شیطان نے پھر بھلا دی ان کو اللہ کی یاد ◆ وہ لوگ ہیں گروہ

۱ **منافقین کی حالت** | یعنی منافق نہ پوری طرح تم مسلمانوں میں شامل کیونکہ دل سے کافر ہیں، اور نہ پوری طرح ان میں شریک کیونکہ بظاہر زبان سے اپنے کو مسلمان کہتے ہیں۔ "مُذَبْذَبِیْنَ بَیْنَ ذٰلِکَ لَآ اِلٰی هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰی هٰٓؤُلَآءِ"

۲ یعنی بے خبری اور غفلت سے نہیں، جان بوجھ کر جھوٹی بات پر قسمیں کھاتے ہیں۔ مسلمان سے کہتے ہیں۔ "اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ" کہ وہ تم میں سے ہیں اور تمہاری طرح سچے ایماندار ہیں۔ حالانکہ ایمان سے کوئی دور کی نسبت بھی نہیں۔

۳ جس کو دوسری جگہ فرمایا۔ "اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ" (نساء۔ رکوع ۲۱)

۴ **نفاق کا انجام برا ہے** | یعنی خواہ ابھی ان کو نظر نہ آئے لیکن نفاق کے کام کر کے وہ اپنے حق میں بہت برا بیج بو رہے ہیں۔

۵ یعنی جھوٹی قسمیں کھا کر مسلمانوں کے ہاتھوں سے اپنی جان و مال کو بچاتے ہیں اور اپنے کو مسلمان ظاہر کر کے دوستی کے پیرایہ میں دوسروں کو اللہ کی راہ پر آنے سے روکتے ہیں۔ سو یاد رہے کہ یہ لوگ اس طرح کچھ عزت نہیں پا سکتے۔ سخت ذلت کے عذاب میں گرفتار ہو کر رہیں گے اور جب سزا کا وقت آئے گا، اللہ کے ہاتھ سے کوئی نہ بچا سکے گا۔ نہ مال کام آئے گا نہ اولاد، جن کی حفاظت کے لئے جھوٹی قسمیں کھاتے پھرتے ہیں۔

۶ **آخرت میں منافقین کی قسمیں** | یعنی یہاں کی عادت پڑی ہوئی وہاں بھی نہ جائے گی۔ جس طرح تمہارے سامنے جھوٹ بول کر بچ جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم بڑے ہوشیار ہیں اور بڑی اچھی چال چل رہے ہیں، اللہ کے سامنے بھی جھوٹی قسمیں کھانے کو تیار ہو جائیں گے کہ پروردگارا ہم تو ایسے نہ تھے، ویسے تھے۔ شاید وہاں بھی خیال ہو کہ اتنا کہہ دینے سے رہائی ہو جائے گی۔

۷ بیشک اصل اور ڈبل جھوٹا وہی ہے جو خدا کے سامنے بھی جھوٹ کہنے سے نہ شرمائے۔

۸ **ان پر شیطان کا قبضہ ہے** | شیطان جس پر پوری طرح قابو کر لے اس کا دل و دماغ اسی طرح مسخ ہو جاتا ہے اسے کچھ یاد نہیں رہتا کہ خدا بھی کوئی چیز ہے۔ بھلا اللہ کی عظمت اور بزرگی و مرتبہ کو وہ کیا سمجھے۔ شاید محشر میں بھی جھوٹ پر قدرت دے کر اس کی بے حیائی اور حماقت کا اعلان کرنا ہو کہ اس ممسوخ کو اتنی سمجھ نہیں کہ اللہ کے آگے میرا جھوٹ کیا چلے گا۔

الشَّيْطٰنِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۱۹ اِنَّ

شیطان کا سنتا ہے جو گروہ ہے شیطان کا وہی خراب ہوتے ہیں ◆ جو

الَّذِيْنَ يُحَاۗدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اُولٰۗىِٕكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ ۝۲۰

لوگ خلاف کرتے ہیں اللہ کا اور اس کے رسول کا وہ لوگ ہیں سب سے بے قدر لوگوں میں

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝۲۱

اللہ لکھ چکا کہ میں غالب ہوں گا اور میرے رسول بے شک اللہ زور آور ہے زبردست ◆

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَاۗدُّوْنَ

تو نہ پائے گا کسی قوم کو جو یقین رکھتے ہوں اللہ پر اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں

مَنْ حَاۗدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَاۗءَهُمْ اَوْ اَبْنَاۗءَهُمْ

ایسوں سے جو مخالف ہوئے اللہ کے اور اس کے رسول کے خواہ وہ اپنے باپ ہوں یا اپنے بیٹے

اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ

یا اپنے بھائی یا اپنے گھرانے کے ان کے دلوں میں اللہ نے لکھ دیا ہے

الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ۭ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

ایمان ◆ اور ان کی مدد کی ہے اپنے غیب کے فیض سے ◆ اور داخل کرے گا ان کو باغوں میں جن کے نیچے

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا

بہتی ہیں نہریں ہمیشہ رہیں ان میں اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے

عَنْهُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۲۲ ع

ع ۳

راضی ◆ وہ لوگ ہیں گروہ (لشکر) اللہ کا سنتا ہے جو گروہ (لشکر) ہے اللہ کا وہی مراد کو پہنچے ◆

۱ شیطانی لشکر کا انجام یقیناً خراب ہے۔ نہ دنیا میں ان کے منصوبے آخری کامیابی کا منہ دیکھ سکتے ہیں، نہ آخرت میں عذاب شدید سے نجات پانے کی کوئی سبیل ہے۔

۲ **غلبہ اللہ اور اس کے رسولوں کا ہی ہوگا** یعنی اللہ و رسول کا مقابلہ کرنے والے جو حق و صداقت کے خلاف جنگ کرتے ہیں سخت ناکام اور ذلیل ہیں۔ اللہ لکھ چکا ہے کہ آخرکار حق ہی غالب ہو کر رہے گا اور اس کے پیغمبر ہی مظفر و منصور ہوں گے۔ اس کی تقریر پہلے کئی جگہ گذر چکی ہے۔

۳ یعنی ایمان ان کے دلوں میں جما دیا اور پتھر کی لکیر کی طرح ثبت کر دیا۔

۴ **مومنین کی اللہ کی طرف سے مدد** یعنی غیبی نور عطا فرمایا جس سے قلب کو ایک خاص قسم کی معنوی حیات ملتی ہے۔ یا روح القدس (جبریل) سے ان کی مدد فرمائی۔

۵ **اللہ کی رضا** یعنی یہ لوگ اللہ کے واسطے سب سے ناراض ہوئے تو اللہ ان سے راضی ہوا۔ پھر جس سے اللہ راضی ہوا سے اور کیا چاہئے۔

۶ **اللہ کا گروہ** حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی جو دوستی نہیں رکھتے اللہ کے مخالف سے اگرچہ باپ بیٹے ہوں وہ ہی سچے ایمان والے ہیں۔ ان کو یہ درجے ملتے ہیں۔" صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان یہ ہی تھی کہ اللہ و رسول کے معاملہ میں کسی چیز اور کسی شخص کی پروا نہیں کی، اسی سلسلہ میں ابو عبیدہؓ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا۔ جنگ "احد" میں ابوبکر صدیقؓ اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کے مقابلہ میں نکلنے کو تیار ہو گئے، مصعبؓ بن عمیر نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو، عمرؓ بن الخطاب نے اپنے ماموں عاص بن ہشام کو، علیؓ بن ابی طالب، حمزہؓ، عبیدہؓ بن الحارث نے اپنے اقارب عتبہ، شیبہ، اور ولید بن عتبہ کو قتل کیا اور رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے بیٹے عبداللہ بن عبداللہ نے جو مخلص مسلمان تھے، عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر آپ ﷺ حکم دیں تو اپنے باپ کا سر کاٹ کر خدمت میں حاضر کر دوں۔ آپ ﷺ نے منع فرما دیا۔ فرضی اللّٰہ تعالٰی عنھم ورضوا عنہ ورزقنا اللّٰہ حُبّھم واتباعھم واماتنا علیہ آمین۔ تم سورۃ المجادلۃ فللّٰہ الحمد والمنۃ۔

ایاتہا ۲۴ (۵۹) سُوْرَةُ الْحَشْرِ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۱) رکوعاتہا ۳

سورۂ حشر مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی چوبیس آیتیں ہیں اور تین رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ

اللہ کی پاکی بیان کرتا ہے (بولتا ہے) جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور وہی ہے

الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ① هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ

زبردست حکمت والا ① وہی ہے جس نے نکال دیا ان کو جو منکر ہیں

اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ؔ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ

کتاب والوں میں ان کے گھروں سے ② پہلے ہی اجتماع پر لشکر کے ③ تم نہ اٹکل کرتے تھے کہ

يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ

نکلیں گے اور وہ خیال رکھتے تھے کہ ان کو بچا لیں گے ان کے قلعے اللہ کے ہاتھ سے پھر پہنچا ان پر

اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۗ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ

اللہ جہاں سے ان کو خیال نہ تھا اور ڈال دی ان کے دلوں میں

الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۤ

دھاک (رعب) ④ اجاڑنے لگے اپنے گھر اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں ⑤

سورۃ الحشر

① چنانچہ اس کے زبردست غلبہ اور حکمت کے آثار میں سے ایک واقعہ آگے بیان کیا جاتا ہے۔

② **بنو نضیر کا اخراج** مدینہ سے مشرقی جانب چند میل کے فاصلہ پر ایک قوم یہود بستی تھی جس کو "بنی نضیر" کہتے تھے۔ یہ لوگ بڑے

جتھے والے اور سرمایہ دار تھے، اپنے مضبوط قلعوں پر ان کو ناز تھا۔ حضورؐ جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو شروع میں انہوں نے آپؐ سے صلح کا معاہدہ کر لیا، کہ ہم آپ کے مقابلہ پر کسی کی مدد نہ کریں گے۔ پھر مکہ کے کافروں سے نامہ و پیام کرنے لگے۔ حتیٰ کہ ان کے ایک بڑے سردار کعب بن اشرف نے چالیس سواروں کے ساتھ مکہ پہنچ کر بیت اللہ شریف کے سامنے مسلمانوں کے خلاف قریش سے عہد و پیمان باندھا۔ آخر چند روز بعد اللہ و رسول کے حکم سے محمد بن مسلمہ نے اس غدار کا کام تمام کر دیا۔ پھر بھی "بنی نضیر" کی طرف سے بدعہدی کا سلسلہ جاری رہا۔ کبھی دغابازی سے حضورؐ کو چند رفیقوں کے ساتھ بلا کر اچانک قتل کرنا چاہا۔ ایک مرتبہ حضورؐ جہاں بیٹھے تھے اوپر سے بھاری چکی کا پاٹ ڈال دیا۔ اگر لگے تو آدمی مر جائے۔ مگر سب مواقع پر اللہ کے فضل نے حفاظت فرمائی۔ آخر حضورؐ نے مسلمانوں کو جمع کیا۔ ارادہ یہ کہ ان سے لڑیں۔ جب مسلمانوں نے نہایت سرعت و مستعدی سے مکانوں اور قلعوں کا محاصرہ کر لیا۔ وہ مرعوب و خوفزدہ ہو گئے۔ عام لڑائی کی نوبت نہ آئی۔ انہوں نے گھبرا کر صلح کی التجا کی۔ آخر یہ قرار پایا کہ وہ مدینہ خالی کر دیں۔ ان کی جانوں سے تعرض نہ کیا جائے گا۔ اور جو مال اسباب اٹھا کر لے جا سکتے ہیں، لے جائیں۔ باقی مکان، زمین، باغ، وغیرہ پر مسلمان قابض ہوئے۔ حق تعالیٰ نے وہ زمین مال غنیمت کی طرح تقسیم نہ کرائی، صرف حضرتؐ کے اختیار پر رکھی۔ حضرتؐ نے اکثر اراضی مہاجرین پر تقسیم کر دی۔ اس طرح انصار پر سے ان کا خرچ ہلکا ہوا۔ اور مہاجرین و انصار دونوں کو فائدہ پہنچا۔ نیز حضرتؐ اپنے گھر کا اور وارد و صادر کا سالانہ خرچ بھی اسی سے لیتے تھے اور جو بچ رہتا اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے تھے۔ اس سورت میں یہی قصہ مذکور ہے۔

۲ **یہود کا پہلا حشر** یعنی ایک ہی ہلہ میں گھبرا گئے اور پہلی ہی مڈبھیڑ پر مکان اور قلعے چھوڑ کر نکل بھاگنے کو تیار ہو بیٹھے۔ کچھ بھی ثابت قدمی نہ دکھائی۔ تنبیہ "اَوَّلِ الْحَشْرِ" سے بعض مفسرین کے نزدیک یہ مراد ہے کہ اس قوم کے لئے اس طرح ترک وطن کرنے کا یہ پہلا ہی موقع تھا۔ قبل ازیں ایسا واقعہ پیش نہ آیا تھا۔ یا "اول الحشر" میں اس طرف اشارہ ہو کہ ان یہود کا پہلا حشر یہ ہے کہ مدینہ چھوڑ کر بہت سے خیبر وغیرہ چلے گئے اور دوسرا حشر وہ ہوگا جو حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں پیش آیا۔ یعنی دوسرے یہود و نصاریٰ کی معیت میں یہ لوگ بھی خیبر سے ملک شام کی طرف نکالے گئے جہاں آخری حشر بھی ہونا ہے۔ اسی لئے "شام" کو "ارض المحشر" بھی کہتے ہیں۔

۳ **یہود کے دلوں پر اللہ نے رعب ڈال دیا** یعنی ان کے سازو سامان، مضبوط قلعے اور جنگجویانہ اطوار دیکھ کر نہ تم کو اندازہ تھا کہ اس قدر جلد اتنی آسانی سے وہ ہتھیار ڈال دیں گے اور نہ ان کو خیال تھا کہ مٹھی بھر بے سرو سامان لوگ اس طرح قافیہ تنگ کر دیں گے۔ وہ اسی خواب خرگوش میں تھے کہ مسلمان (جن کے سروں پر اللہ کا ہاتھ ہے) ہمارے قلعوں تک پہنچنے کا حوصلہ نہ کر سکیں گے۔ اور اس طرح گویا اللہ کے ہاتھ سے بچ نکلیں گے۔ مگر انہوں نے دیکھ لیا کہ کوئی طاقت اللہ کے حکم کو نہ روک سکی۔ ان کے اوپر اللہ کا حکم وہاں سے پہنچا، جہاں سے ان کو خیال و گمان بھی نہ تھا۔ یعنی دل کے اندر سے خدا تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ اور بے سرو سامان مسلمانوں کی دھاک بٹھلا دی۔ ایک تو پہلے ہی اپنے سردار کعب بن اشرف کے ناگہانی قتل سے مرعوب و خوفزدہ ہو رہے تھے۔ اب مسلمانوں کے اچانک حملے نے رہے سہے حواس بھی کھو دیئے۔

۴ **بنو نضیر کا اپنے گھروں کو اجاڑنا** یعنی حرص اور غیظ و غضب کے جوش میں مکانوں کے کڑی، تختے، کواڑ اکھاڑنے لگے تاکوئی چیز جو ساتھ لے جا سکتے ہیں رہ نہ جائے اور مسلمانوں کے ہاتھ نہ لگے۔ اس کام میں مسلمانوں نے بھی ان کا ہاتھ بٹایا۔ ایک طرف سے وہ خود گراتے تھے دوسری طرف سے مسلمان۔ اور غور سے دیکھا جائے تو مسلمانوں کے ہاتھوں جو تباہی و ویرانی عمل میں آئی وہ بھی ان ہی بدبختوں کی بدعہدیوں اور شرارتوں کا نتیجہ تھی۔

فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ۝۲ وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ

سو عبرت پکڑو ! اے آنکھ والو ۝۲ اور اگر نہ ہوتی یہ بات کہ لکھ دیا تھا اللہ نے ان پر

الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ۭ وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ

جلاوطن ہونا تو ان کو عذاب دیتا دنیا میں اور آخرت میں ہے ان کے لیے آگ کا

النَّارِ ۝۳ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاۗقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ

عذاب ۝۳ یہ اس لیے کہ وہ مخالف ہوئے اللہ سے اور اس کے رسول سے اور جو کوئی

يُّشَاۗقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۴ مَا قَطَعْتُمْ

مخالف ہو اللہ سے تو اللہ کا عذاب سخت ہے ۝۴ جو کاٹ ڈالا تم نے

مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَاۗىِٕمَةً عَلٰٓي اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ

کھجور کا درخت یا رہنے دیا کھڑا اپنی جڑ پر سو اللہ کے

اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ۝۵ وَمَآ اَفَاۗءَ اللّٰهُ عَلٰي رَسُوْلِهٖ

حکم سے ۝۵ اور تاکہ رسوا کرے نافرمانوں کو ۝۵ اور جو مال کہ لوٹا دیا اللہ نے اپنے رسول پر

مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ

ان سے سو تم نے نہیں دوڑائے اس پر گھوڑے اور نہ اونٹ

وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي

ولیکن اللہ غلبہ دیتا ہے اپنے رسولوں کو جس پر چاہے اور اللہ سب

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۶ مَآ اَفَاۗءَ اللّٰهُ عَلٰي رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ

کچھ کر سکتا ہے ۝۶ جو مال لوٹایا (ہاتھ لگا دیا) اللہ نے اپنے رسول پر (کو) بستیوں والوں سے

(۱) **بنونضیر کا واقعہ عبرت کا سبق ہے** یعنی اہل بصیرت کے لئے اس واقعہ میں بڑی عبرت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دکھلا دیا کہ کفر، ظلم، شرارت اور بدعہدی کا انجام کیسا ہوتا ہے۔ اور یہ کہ محض ظاہری اسباب پر تکیہ کر کے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے غافل ہو جانا عقلمند کا کام نہیں۔

(۲) **ان کی قسمت میں جلاوطنی لکھی تھی** یعنی ان کی قسمت میں جلاوطنی کی سزا لکھی تھی۔ یہ بات نہ ہوتی تو کوئی دوسری سزا دنیا میں دی جاتی۔ مثلاً بنی قریظہ کی طرح مارے جاتے۔ غرض سزا سے بچ نہیں سکتے۔ یہ خدا کی حکمت ہے کہ قتل کے بجائے محض جلاوطنی پر اکتفا کیا گیا۔ لیکن یہ تخفیف صرف دنیوی سزا میں ہے آخرت کی ابدی سزا کسی طرح ان کافروں سے ٹل نہیں سکتی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "جب یہ قوم ملک شام سے بھاگ کر یہاں آئی تھی تو ان کے بڑوں نے کہا تھا کہ ایک دن تم کو یہاں سے ویران ہو کر پھر شام میں جانا پڑے گا۔ چنانچہ اس وقت اجڑ کر (بعض شام میں چلے گئے اور بعض) خیبر میں رہے۔ پھر حضرت عمرؓ کے زمانہ میں وہاں سے اجڑ کر شام میں گئے۔"

(۳) یعنی ایسے مخالفوں کو ایسی سخت سزا ملتی ہے۔

(۴) **مسلمانوں کا درختوں کو کاٹنا** جب وہ لوگ قلعہ بند ہو گئے تو حضرتؐ نے اجازت دی کہ ان کے درخت کاٹے جائیں اور باغ اجاڑے جائیں تا اس کے درد سے باہر نکل کر لڑنے پر مجبور ہوں اور کھلی ہوئی جنگ کے وقت درختوں کی رکاوٹ باقی نہ رہے۔ اس پر کچھ درخت کاٹے گئے اور کچھ چھوڑ دیئے گئے کہ فتح کے بعد مسلمانوں کے کام آئیں گے۔ کافروں نے طعن کرنا شروع کیا کہ خود تو فساد سے منع کرتے ہیں، کیا درختوں کا کاٹنا اور جلانا فساد نہیں؟ اس پر یہ آیت اتری۔ یعنی یہ سب کچھ اللہ جل شانہٗ کے حکم سے ہے۔ حکم الٰہی کی تعمیل کو فساد نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ گہری حکمتوں اور مصلحتوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ چنانچہ اس حکم کی بعض مصالح اوپر بیان ہو چکیں۔

(۵) **یہود کی رسوائی** یعنی تا کہ مسلمانوں کو عزت دے اور کافروں کو ذلیل کرے۔ چنانچہ جو درخت چھوڑ دیئے گئے اس میں مسلمانوں کی ایک کامیابی اور کفار کو غیظ میں ڈالنا ہے کہ یہ مسلمان ان کو برتیں گے اور نفع اٹھائیں گے اور جو کاٹے یا جلائے گئے اس میں مسلمانوں کی دوسری کامیابی یعنی ظہور آثار غلبہ اور کفار کو غیظ میں ڈالنا ہے کہ مسلمان ہماری چیزوں میں کیسے تصرفات کر رہے ہیں۔ لہٰذا دونوں امر جائز اور حکمت پر مشتمل ہیں۔

(۶) **مال غنیمت اور فیٔ کا فرق** حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "کہ یہ ہی فرق رکھا ہے "غنیمت" میں اور "فیٔ" میں۔ جو مال لڑائی سے ہاتھ لگا وہ غنیمت ہے اس میں پانچواں حصہ اللہ کی نیاز (جس کی تفصیل دسویں پارہ کے شروع میں گذر چکی ہے) اور چار حصے لشکر کو تقسیم کئے جاتے ہیں۔ اور جو بغیر جنگ کے ہاتھ آیا وہ سب کا سب مسلمانوں کے خزانہ میں رہے (ان کی مصالح عامہ میں) اور جو کام ضروری ہو اس پر خرچ ہو" **تنبیہ** اگر قدرے جنگ ہونے کے بعد کفار مرعوب ہو کر صلح کی طرف مسارعت کریں اور مسلمان قبول کر لیں۔ اس صورت میں جو اموال صلح سے حاصل ہوں گے وہ بھی حکم "فیٔ" میں داخل ہیں۔

اموال فیٔ رسول اللہ ﷺ کیلئے ہیں نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں اموال "فیٔ" خالص حضور ﷺ کے اختیار و تصرف میں ہوتے تھے ممکن ہے کہ یہ اختیار مالکانہ ہو جو صرف آپ کے لئے مخصوص تھا۔ جیسا کہ آیت حاضرہ میں "عَلٰی رَسُوْلِهٖ" کے لفظ سے متبادر ہوتا ہے۔ اور احتمال ہے کہ محض حاکمانہ ہو بہرحال اللہ تعالیٰ نے ان اموال کے متعلق آپ کو اگلی آیت میں ہدایت فرما دی کہ جو بایاند بافلاں فلاں مصارف میں صرف کئے جائیں۔ آپ ﷺ کے بعد یہ اموال امام کے اختیار و تصرف میں چلے جاتے ہیں۔ لیکن اس کا تصرف مالکانہ نہیں ہوتا محض حاکمانہ ہوتا ہے۔ وہ ان کو اپنی صوابدید اور مشورہ سے مسلمانوں کی عام ضروریات و مصالح میں خرچ کرے گا۔ باقی اموال غنیمت کا حکم اس سے جداگانہ ہے۔ وہ خمس نکالے جانے کے بعد خالص لشکر کا حق ہوتا ہے۔ كما يدل عليه قوله تعالىٰ "وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ" الخ لشکری اپنی خوشی سے چھوڑ دیں تو وہ علیحدہ بات رہی۔ البتہ شیخ ابوبکر رازی حنفی نے "احکام القرآن" میں نقل کیا ہے کہ یہ حکم اموال منقولہ کا ہے غیر منقولہ میں امام کو اختیار ہے کہ مصلحت سمجھے تو لشکر پر تقسیم کر دے اور مصلحت نہ سمجھے تو مصالح عامہ کے لئے رہنے دے۔ جیسا کہ سواد عراق میں حضرت عمرؓ نے بعض جلیل القدر صحابہؓ کے مشورہ سے یہی عمل درآمد رکھا۔ اس مسلک کے موافق شیخ ابوبکر رازی نے "وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ" الخ کو اموال منقولہ پر اور سورۂ "حشر" کی آیات کو اموال غیر منقولہ پر حمل کیا ہے۔ اس طرح کہ پہلی آیت "وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ" "حکم فیٔ" پر اور دوسری آیت "مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی" "حکم غنیمت" پر محمول ہے۔ اور لغۃً "غنیمت" کو لفظ "فیٔ" سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَ

سو اللہ کے واسطے اور رسول کے ۞ اور قرابت والے کے ۞ اور یتیموں کے اور

الْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً ۢ بَيْنَ

محتاجوں کے اور مسافر کے تا کہ نہ آئے لینے دینے میں

الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ۭ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۤ وَمَا

دولت مندوں کے تم میں سے ۞ اور جو دے تم کو رسول سو لے لو اور جس سے

نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ

منع کرے سو چھوڑ دو ۞ اور ڈرتے رہو اللہ سے بے شک اللہ کا عذاب

الْعِقَابِ ۝۷ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا

سخت ہے ۞ (یہ مال) واسطے ان مفلسوں چھوڑنے والوں کے جو نکالے ہوئے آئے ہیں

وقف لازم

مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ

اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے ڈھونڈتے آئے ہیں اللہ کا فضل

وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ

اور اس کی رضامندی اور مدد کرنے کو اللہ کی اور اس کے رسول کی وہ لوگ وہی ہیں

الصّٰدِقُوْنَ ۝۸ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ

سچے ۞ اور جو لوگ (واسطے ان لوگوں کے) جگہ پکڑ رہے ہیں اس گھر میں اور ایمان

مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ

میں ان سے پہلے ۞ وہ محبت کرتے ہیں اس سے جو وطن چھوڑ کر آئے ان کے پاس ۞ اور نہیں پاتے

اموال فئی کے مصارف پہلی آیت میں صرف اموال "بنی نضیر" کا ذکر تھا۔ اب اموال "فئے" کے متعلق عام ضابطہ بتلاتے ہیں۔ یعنی "فئے" پر قبضہ رسول کا اور رسول کے بعد امام کا۔ اسی پر یہ خرچ پڑتے ہیں۔ باقی اللہ کا ذکر تبرکاً ہوا۔ وہ تو سب ہی کا مالک ہے۔ ہاں کعبہ کا خرچ اور مسجدوں کا بھی جو اللہ کے نامزد ہیں ممکن ہے اس میں درج ہو۔

ان اموال میں اہل بیت کا حصہ یعنی حضرت کے قرابت والوں کے۔ چنانچہ حضورؐ اپنے زمانہ میں اس مال میں سے ان کو بھی دیتے تھے۔ اور ان میں فقیر کی بھی قید نہیں تھی۔ اپنے چچا حضرت عباسؓ کو جو دولتمند تھے آپؐ نے حصہ عطا فرمایا۔ اب آپؐ کے بعد حنفیہ کہتے ہیں کہ حضورؐ کے قرابتدار جو صاحب حاجت ہوں امام کو چاہئے کہ انہیں دوسرے محتاجوں سے مقدم رکھے۔

دولت کی گردش یعنی یہ مصارف اس لئے بتلائے کہ ہمیشہ یتیموں محتاجوں، بیکسوں اور عام مسلمانوں کی خبر گیری ہوتی رہے اور عام اسلامی ضروریات سرانجام پاسکیں۔ یہ اموال محض دولت مندوں کے الٹ پھیر میں پڑ کر ان کی مخصوص جاگیر بن کر نہ رہ جائیں جن سے سرمایہ دار مزے لوٹیں اور غریب فاقوں مریں۔

یعنی مال و جائداد وغیرہ جس طرح پیغمبر اللہ کے حکم سے تقسیم کرے اسے بخوشی و رغبت قبول کرو، جو ملے لے لو، جس سے روکا جائے رک جاؤ اور اسی طرح اس کے تمام احکام اور اوامر و نواہی کی پابندی رکھو۔

یعنی رسولؐ کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے۔ ڈرتے رہو کہیں رسولؐ کی نافرمانی کی صورت میں اللہ تعالیٰ کوئی سخت عذاب مسلط نہ کر دے۔

مہاجرین کا حق مقدم ہے یعنی یوں تو اس مال سے عام مسلمانوں کی ضروریات و حوائج متعلق ہیں۔ لیکن خصوصی طور پر ان ایثار پیشہ جاں نثاروں اور سچے مسلمانوں کا حق مقدم ہے۔ جنہوں نے محض اللہ کی خوشنودی اور رسول کی محبت و اطاعت میں اپنے گھر بار اور مال و دولت سب کو خیرباد کہا اور بالکل خالی ہاتھ ہو کر وطن سے نکل آئے تا اللہ و رسول کے کاموں میں آزادانہ مدد کر سکیں۔

انصار مدینہ کے فضائل اس گھر سے مراد ہے مدینہ طیبہ اور یہ لوگ انصار مدینہ ہیں جو مہاجرین کی آمد سے پہلے مدینہ میں سکونت پذیر تھے۔ اور ایمان و عرفان کی راہوں پر بہت مضبوطی کے ساتھ مستقیم ہو چکے تھے۔

یعنی محبت کے ساتھ مہاجرین کی خدمت کرتے ہیں حتی کہ اپنے اموال وغیرہ میں ان کو برابر کا شریک بنانے کے لئے تیار ہیں۔

فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى

اپنے دل میں تنگی — اس چیز سے جو مہاجرین کو دی جائے — اور مقدم رکھتے ہیں ان کو

اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ۫ وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ

اپنی جان سے — اور اگرچہ ہو اپنے اوپر فاقہ ۞ — اور جو بچایا گیا اپنے جی کے

نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ﴿۹﴾ وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ

لالچ سے — سو وہی لوگ ہیں مراد پانے والے ۞ — اور واسطے ان لوگوں کے جو آئے

مِنْۢ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا

ان کے بعد ۞ — کہتے ہوئے — اے رب بخش ہم کو — اور ہمارے بھائیوں کو

الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا

جو ہم سے پہلے داخل ہوئے — ایمان میں — اور نہ رکھ — ہمارے دلوں میں

غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۰﴾ؑ اَلَمْ

بیر — ایمان والوں کا — اے رب تو ہی ہے — نرمی والا مہربان ۞ — کیا

تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ نَافَقُوْا یَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِیْنَ

تو نے نہیں دیکھا — ان لوگوں کو جو دغاباز ہیں — کہتے ہیں — اپنے بھائیوں کو — جو کہ

كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ

کافر ہیں — اہل کتاب میں سے — اگر تم کو کوئی نکال دے گا — تو ہم بھی نکلیں گے

مَعَكُمْ وَلَا نُطِیْعُ فِیْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ

تمہارے ساتھ — اور کہا نہ مانیں گے کسی کا تمہارے معاملہ میں کبھی — اور اگر

۱ **انصار کا جذبہ ایثار و خلوص** | یعنی مہاجرین کو اللہ تعالیٰ جو فضل و شرف عطا فرمائے یا اموال فئے وغیرہ میں سے حضورؐ جو کچھ عنایت کریں، اسے دیکھ کر انصار دل تنگ نہیں ہوتے نہ حسد کرتے ہیں۔ بلکہ خوش ہوتے ہیں اور ہر اچھی چیز میں ان کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں۔ خود سختیاں اور فاقے اٹھا کر بھی اگر ان کو بھلائی پہنچا سکیں تو دریغ نہیں کرتے۔ ایسا بے مثال ایثار آج تک دنیا کی کس قوم نے کس قوم کے لئے دکھلایا۔

۲ **بخل سے نجات فلاح ہے** | یعنی بڑے کامیاب اور بامراد ہیں وہ لوگ جن کو اللہ کی توفیق و دستگیری نے ان کے دل کے لالچ اور حرص و بخل سے محفوظ رکھا۔ لالچی اور بخیل آدمی اپنے بھائیوں کے لئے کہاں ایثار کر سکتا ہے اور دوسروں کو پھلتا پھولتا دیکھ کر کب خوش ہوتا ہے؟

۳ یعنی ان مہاجرین و انصار کے بعد عالم وجود میں آئے، یا ان کے بعد حلقہ اسلام میں آئے، یا مہاجرین سابقین کے بعد ہجرت کر کے مدینہ آئے۔ **والظاھر ھو الاول**۔

۴ **مسلمانوں کو ایک جامع دعا کی تعلیم** | یعنی سابقین کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور کسی مسلمان بھائی کی طرف سے دل میں بیر اور بغض نہیں رکھتے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ یہ "آیت سب مسلمانوں کے واسطے ہے جو اگلوں کا حق مانیں اور انہی کے پیچھے چلیں اور ان سے بیر نہ رکھیں۔" امام مالکؒ نے یہیں سے فرمایا کہ جو شخص صحابہؓ سے بغض رکھے اور ان کی بدگوئی کرے اس کے لئے مال فئے میں کچھ حصہ نہیں۔

قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝۱۱

تم سے لڑائی ہوئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں

لَىِٕنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَلَىِٕنْ قُوْتِلُوْا لَا

اگر وہ نکالے جائیں یہ نہ نکلیں گے ان کے ساتھ اور اگر ان سے لڑائی ہوئی یہ نہ

يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَلَىِٕنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۣ ثُمَّ لَا

مدد کریں گے ان کی اور اگر مدد کریں گے تو بھاگیں گے پیٹھ پھیر کر پھر کہیں

يُنْصَرُوْنَ ۝۱۲ لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ

مدد نہ پائیں گے البتہ تمہارا ڈر زیادہ ہے ان کے دلوں میں

مِّنَ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۝۱۳ لَا

اللہ کے ڈر سے یہ اس لیے کہ وہ لوگ سمجھ نہیں رکھتے

يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ

لڑ نہ سکیں گے تم سے سب مل کر مگر بستیوں کے کوٹ میں یا

وَّرَاۗءِ جُدُرٍ ۭ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ۭ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا

دیواروں کی اوٹ میں ان کی لڑائی آپس میں سخت ہے تو سمجھے وہ اکٹھے ہیں

وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ۝۱۴ ج

اور ان کے دل جدا جدا ہو رہے ہیں یہ اس لیے کہ وہ لوگ عقل نہیں رکھتے

كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ

جیسے قصہ ان لوگوں کا جو ہو چکے ہیں ان سے پہلے قریب ہی چکھی انہوں نے سزا اپنے کام کی

۱ **منافقین کا یہود سے خفیہ ساز باز** عبداللہ بن ابی وغیرہ منافقین نے یہود "بنی النضیر" کو خفیہ پیام بھیجا تھا کہ گھبرانا نہیں اور اپنے کو اکیلا مت سمجھنا۔ اگر مسلمانوں نے تم کو نکالا۔ ہم تمہارے ساتھ نکلیں گے اور لڑائی کی نوبت آئی تو تمہاری مدد کریں گے۔ یہ ہمارا بالکل اٹل اور قطعی فیصلہ ہے۔ اس کے خلاف تمہارے معاملہ میں ہم کسی کی بات ماننے والے اور پروا کرنے والے نہیں۔

۲ **منافقین جھوٹے ہیں** یعنی دل سے نہیں کہہ رہے۔ محض مسلمانوں کے خلاف اکسانے کے لئے باتیں بنا رہے ہیں۔ اور جو کچھ زبان سے کہہ رہے ہیں ہرگز اس پر عمل نہیں کریں گے۔

۳ **منافقین کا جھوٹ ثابت ہو گیا** چنانچہ لڑائی کا سامان ہوا اور "بنی نضیر" محصور ہو گئے۔ ایسی نازک صورت حال میں کوئی منافق ان کی مدد کو نہ پہنچا۔ اور آخرکار جب وہ نکالے گئے یہ اس وقت آرام سے اپنے گھروں میں چھپے بیٹھے رہے۔

۴ یعنی اگر بفرض محال منافق ان کی مدد کو نکلے بھی تو نتیجہ کیا ہوگا۔ بجز اس کے کہ مسلمانوں کے مقابلہ سے پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔ پھر ان کی مدد تو کیا کر سکتے، خود ان کی مدد کو بھی کوئی نہ پہنچے گا۔

۵ **منافقین کے دلوں میں مسلمانوں کا رُعب** یعنی اللہ کی عظمت کو سمجھتے اور دل میں اس کا ڈر ہوتا، تو کفر و نفاق کیوں اختیار کرتے۔ ہاں مسلمانوں کی شجاعت و بسالت سے ڈرتے ہیں۔ اسی لئے ان کے مقابلہ کی تاب نہیں لا سکتے نہ میدان جنگ میں ثابت قدم رہ سکتے ہیں۔

۶ **منافقین کے بزدلانہ طریقے** یعنی چونکہ ان لوگوں کے دل مسلمانوں سے مرعوب اور خوفزدہ ہیں، اس لئے کھلے میدان میں جنگ نہیں کر سکتے۔ ہاں گنجان بستیوں میں قلعہ نشین ہو کر یا دیواروں اور درختوں کی آڑ میں چھپ کر لڑ سکتے ہیں۔ ہمارے ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے، کہ یورپ نے مسلمانوں کی تلوار سے عاجز ہو کر قسم قسم کے آتشبار اسلحہ اور طریق جنگ ایجاد کئے ہیں۔ تاہم اب بھی اگر کسی وقت دست بدست جنگ کی نوبت آجاتی ہے تو چند ہی منٹ میں دنیا "لَا یُقَاتِلُوْنَکُمْ جَمِیْعًا اِلَّا فِیْ قُرًی مُّحَصَّنَۃٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ" کا مشاہدہ کر لیتی ہے۔ باقی اس قوم کا تو کہنا ہی کیا جس کے نزدیک چھتوں پر چڑھ کر اینٹ پتھر پھینکنا اور تیزاب کی پچکاریاں چلانا ہی سب سے بڑی علامت بہادری کی ہے۔

۷ **آپس کی لڑائی میں سخت ہیں** یعنی آپس میں لڑائی میں بڑے تیز اور سخت ہیں جیسا کہ اسلام سے پہلے "اوس" و "خزرج" کی جنگ میں تجربہ ہو چکا مگر مسلمانوں کے مقابلہ میں ان کی ساری بہادری اور شیخی کرکری ہو جاتی ہے۔

۸ **کفار کا اتحاد دھوکہ ہے** یعنی مسلمانوں کے مقابلہ میں ان کے ظاہری اتفاق و اتحاد سے دھوکہ مت کھاؤ۔ ان کے دل اندر سے پھٹے ہوئے ہیں، ہر ایک اپنی غرض و خواہش کا بندہ، اور خیالات میں ایک دوسرے سے جدا ہے پھر حقیقی یکجہتی کہاں میسر آسکتی ہے۔ اگر عقل ہو تو سمجھیں کہ یہ نمائشی اتحاد کس کام کا۔ اتحاد اسے کہتے ہیں جو مومنین قانتین میں پایا جاتا ہے کہ تمام اغراض و خواہشات سے یکسو ہو کر سب نے ایک اللہ کی رسی کو تھام رکھا ہے، اور ان سب کا مرنا جینا اسی خدائے واحد کے لئے ہے۔

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۵﴾ كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ

اور ان کے لیے عذاب دردناک ہے ﴿۱﴾ جیسے قصہ شیطان کا جب کہے

لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ

انسان کو تو منکر ہو پھر جب وہ منکر ہو گیا کہے میں الگ ہوں تجھ سے میں

اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي

ڈرتا ہوں اللہ سے جو رب سارے جہان کا پھر انجام دونوں کا یہی کہ وہ دونوں ہیں

النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۷﴾ ع

آگ میں ہمیشہ رہیں اسی میں اور یہی ہے سزا گنہگاروں کی ﴿۲﴾

ع ۲/۵

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ

اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور چاہیئے کہ دیکھ لے ہر ایک جی

مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا

کیا بھیجتا ہے کل کے واسطے ﴿۳﴾ اور ڈرتے رہو اللہ سے بے شک اللہ کو خبر ہے جو

تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ

تم کرتے ہو ﴿۴﴾ اور مت ہو ان جیسے جنہوں نے بھلا دیا اللہ کو پھر اللہ نے بھلا دیئے ان کو

اَنْفُسَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۹﴾ لَا يَسْتَوِيْٓ

ان کے جی وہ لوگ وہی ہیں نافرمان ﴿۵﴾ برابر نہیں

اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۭ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ

دوزخ والے اور بہشت والے بہشت والے جو ہیں وہی ہیں

◆١ **پچھلے کفار کے حال سے سبق لو** | یعنی ابھی قریب زمانہ میں یہود "بنی قینقاع" اپنی غداری کا مزہ چکھ چکے ہیں۔ جب انہوں نے بدعہدی کی تو مسلمانوں نے ایک مختصر لڑائی کے بعد نکال باہر کیا۔ اور اس سے پیشتر ماضی قریب میں مکہ والے "بدر" کے دن سزا پا چکے ہیں، وہی انجام "بنی نضیر" کا دیکھ لو کہ دنیا میں مسلمانوں کے ہاتھوں سزا مل چکی اور آخرت کا دردناک عذاب جوں کا توں رہا۔

◆٢ **شیطان اور منافقین میں مناسبت** | یعنی شیطان اول انسان کو کفر و معصیت پر ابھارتا ہے۔ جب انسان دام اغواء میں پھنس جاتا ہے تو کہتا ہے کہ میں تجھ سے الگ اور تیرے کام سے بیزار ہوں مجھے تو اللہ سے ڈر لگتا ہے (یہ کہنا بھی ریاء اور مکاری سے ہوگا) نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خود بھی دوزخ کا کندہ بنا اور اسے بھی بنایا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "شیطان آخرت میں یہ بات کہے گا اور "بدر" کے دن بھی ایک کافر کی صورت میں لوگوں کو لڑواتا تھا۔ جب فرشتے نظر آئے تو بھاگا۔ جس کا ذکر سورہ "انفال" میں گذر چکا ہے۔ یہی مثال منافقوں کی ہے۔" وہ "بنی نضیر" کو اپنی حمایت و رفاقت کا یقین دلا دلا کر بھرے پر چڑھاتے رہے۔ آخر جب وہ مصیبت میں پھنس گئے، آپ الگ ہو بیٹھے۔ لیکن کیا وہ اس طرح اللہ کے عذاب سے بچ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ دونوں کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

◆٣ **تقویٰ اور عمل صالح کا حکم** | یعنی اللہ سے ڈر کر طاعات اور نیکیوں کا ذخیرہ فراہم کرو اور سوچو کل کے لئے کیا سامان تم نے آگے بھیجا ہے جو مرنے کے بعد وہاں پہنچ کر تمہارے کام آئے۔

◆٤ یعنی تمہارا کوئی کام اللہ سے پوشیدہ نہیں لہٰذا اس سے ڈر کر تقویٰ کا راستہ اختیار کرو اور معاصی سے پرہیز رکھو۔

◆٥ **بھولنے والوں کی طرح مت ہو** | یعنی جنہوں نے اللہ کے حقوق بھلا دیئے، اس کی یاد سے غفلت اور بے پروائی برتی۔ اللہ نے خود ان کی جانوں سے ان کو غافل اور بے خبر کر دیا کہ آنے والی آفات سے اپنے بچاؤ کی کچھ فکر نہ کی۔ اور نافرمانیوں میں غرق ہو کر دائمی خسارے اور ابدی ہلاکت میں پڑ گئے۔

الْفَآئِزُوْنَ ۝۲۰ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ

مراد پانے والے ۞ اگر ہم اتارتے یہ قرآن ایک پہاڑ پر

لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ

تو تو دیکھ لیتا کہ وہ دب جاتا پھٹ جاتا اللہ کے ڈر سے ۞

وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ

اور یہ مثالیں ہم سناتے ہیں لوگوں کو تاکہ وہ

يَتَفَكَّرُوْنَ ۝۲۱ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ

غور کریں ۞ وہ اللہ ہے جس کے سوا بندگی نہیں کسی کی

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝۲۲

جانتا ہے جو پوشیدہ (چھپا) ہے اور جو ظاہر (کھلا) ہے وہ ہے بڑا مہربان رحم والا

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ

وہ اللہ ہے جس کے سوا بندگی نہیں کسی کی وہ بادشاہ ہے پاک ذات

السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ

سب عیبوں سے سالم ۞ امان دینے والا ۞ پناہ میں لینے والا زبردست دباؤ والا صاحب عظمت

سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۲۳ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ

پاک ہے اللہ اُن کے شریک بتلانے سے ۞ وہ اللہ ہے بنانے والا نکال کھڑا کرنے والا ۞

الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي

صورت کھینچنے والا ۞ اسی کے ہیں سب نام خاصے (عمدہ) ۞ پاکی بول رہا ہے اس کی جو کچھ ہے

۱ **اہل جنت اور اہل دوزخ برابر نہیں ہیں** یعنی چاہئے کہ آدمی اپنے کو بہشت کا مستحق ثابت کرے جس کا راستہ قرآن کریم کی ہدایات کے سامنے جھکنے کے سوا کچھ نہیں۔

۲ **قرآن کی عظمت سے پہاڑ پھٹ جاتے** یعنی مقام حسرت وافسوس ہے کہ آدمی کے دل پر قرآن کا اثر کچھ نہ ہو، حالانکہ قرآن کی تاثیر اس قدر زبردست اور قوی ہے کہ اگر وہ پہاڑ جیسی سخت چیز پر اتارا جاتا اور اس میں سمجھ کا مادہ موجود ہوتا تو وہ بھی متکلم کی عظمت کے سامنے دب جاتا اور مارے خوف کے پھٹ کر پارہ پارہ ہو جاتا۔ میرے والد مرحوم نے ایک طویل نظم کے ضمن میں یہ تین شعر لکھے تھے۔

سنتے سنتے نغمہ ہائے محفل بدعات کو — کان بہرے ہو گئے دل بدمزہ ہونے کو ہے
آؤ سنوائیں تمہیں وہ نغمہ مشروع بھی — پارہ جس کے لحن سے طور ہدیٰ ہونے کو ہے
حیف گر تاثیر اس کی تیرے دل پر کچھ نہ ہو — کوہ جس سے "خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا" ہونے کو ہے

۳ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یعنی کافروں کے دل بڑے سخت ہیں کہ یہ کلام سن کر بھی ایمان نہیں لاتے۔ اگر پہاڑ سمجھے تو وہ بھی دب جائے۔" **تنبیہ** یہ تو کلام کی عظمت کا ذکر تھا۔ آگے متکلم کی عظمت ورفعت کا بیان ہے۔

۴ **صفات الٰہیہ کا بیان** یعنی سب نقائص اور کمزوریوں سے پاک، اور سب عیوب وآفات سے سالم، نہ کوئی برائی اس کی بارگاہ تک پہنچی نہ پہنچے۔

۵ "مومن" کا ترجمہ "امان دینے والا" کیا ہے۔ اور بعض مفسرین کے نزدیک "مصدق" کے معنی ہیں یعنی اپنی اور اپنے پیغمبروں کی قولاً وفعلاً تصدیق کرنے والا۔ یا مومنین کے ایمان پر مہر تصدیق ثبت کرنیوالا۔

۶ یعنی اس کی ذات وصفات اور افعال میں کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔

۷ "خالق" و "باری" کے فرق کی طرف ہم نے سورہ "بنی اسرائیل" کی آیت "وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ" الخ کے فوائد میں کچھ اشارہ کیا ہے۔

۸ جیسا کہ نطفہ پر انسان کی تصویر کھینچ دی۔

۹ یعنی وہ نام جو اعلیٰ درجہ کی خوبیوں اور کمالات پر دلالت کرتے ہیں۔

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۴﴾

آسمانوں میں اور زمین میں ﴿۱﴾ اور وہی ہے زبردست حکمتوں والا ﴿۲﴾

ایاتھا ۱۳ (۶۰) سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَةِ مَدَنِيَّةٌ (۹۱) رکوعاتھا ۲

سورۂ ممتحنہ مدینہ میں نازل ہوئی اس کی تیرہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ

﴿۳﴾ اے ایمان والو نہ پکڑو میرے اور اپنے دشمنوں کو

اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا

دوست تم ان کو پیغام بھیجتے ہو دوستی سے ﴿۴﴾ اور وہ منکر ہوئے ہیں اس سے جو

جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ

تمہارے پاس آیا سچا دین ﴿۵﴾ نکالتے ہیں رسول کو اور تم کو

اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ۗ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ

اس بات پر کہ تم مانتے ہو اللہ کو جو رب ہے تمہارا ﴿۶﴾ اگر تم نکلے ہو لڑنے کو

سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ۖ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ

میری راہ میں اور طلب کرنے کو میری رضامندی ﴿۷﴾ تم ان کو چھپا کر بھیجتے ہو دوستی کے پیغام

وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ

اور مجھ کو خوب معلوم ہے جو چھپایا تم نے اور جو ظاہر کیا تم نے ﴿۸﴾ اور جو کوئی تم میں

◆ ۱ اسماء الٰہی | یعنی زبان حال سے یا قال سے بھی جس کو ہم نہیں سمجھتے۔

◆ ۲ تمام کمالات وصفات الٰہیہ کا مرجع ان دو صفتوں "عزیز" اور "حکیم" کی طرف ہے۔ کیونکہ "عزیز" کمال قدرت پر، اور "حکیم" کمال علم پر دلالت کرتا ہے۔ اور جتنے کمالات ہیں علم اور قدرت سے کسی نہ کسی طرح وابستہ ہیں۔ روایات میں سورۂ "حشر" کی ان تین آیتوں (هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سے آخر تک) کی بہت فضیلت آئی ہے۔ مومن کو چاہئے کہ صبح وشام ان آیات کی تلاوت پر مواظبت رکھے، تم سورۃ الحشر وللہ الحمد المنۃ۔

سورۃ الممتحنۃ

◆ ۳ حاطبؓ بن ابی بلتعہ کا خط | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صلح مکہ والوں سے ہوئی تھی۔ جس کا ذکر "اِنَّا فَتَحْنَا" میں آچکا۔ دو برس یہ صلح قائم رہی، پھر کافروں کی طرف سے ٹوٹی۔ تب حضرتؐ نے خاموشی کے ساتھ فوج جمع کر کے مکہ فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ خبروں کی بندش کر دی گئی۔ مبادا کفار مکہ آپؐ کی تیاریوں سے آگاہ ہو کر لڑائی کا سامان شروع کر دیں۔ اور اس طرح حرم شریف میں جنگ کرنا ناگزیر ہو جائے۔ ایک مسلمان حاطبؓ بن ابی بلتعہ نے (جو مہاجرین بدریین میں سے تھے) مکہ والوں کو خط لکھ بھیجا کہ محمد ﷺ کا لشکر اندھیری رات اور سیل بے پناہ کی طرح تم پر ٹوٹنے والا ہے۔ حضرتؐ کو وحی سے معلوم ہو گیا آپؐ نے حضرت علیؓ وغیرہ چند صحابہ کو حکم دیا کہ ایک عورت مکہ کے راستہ میں سفر کرتی ہوئی فلاں مقام پر ملے گی۔ اس کے پاس ایک خط ہے، وہ حاصل کر کے لاؤ۔ یہ لوگ تیزی سے روانہ ہوئے اور عورت کو ٹھیک اسی مقام پر پا لیا۔ اس نے بہت لیت ولعل اور رد وکد کے بعد خط ان کے حوالے کیا۔ پڑھنے سے معلوم ہوا کہ حاطبؓ بن ابی بلتعہ کی طرف سے کفار مکہ کے نام ہے۔ اور مسلمانوں کے حملہ کی اطلاع دی گئی ہے۔ آپؐ نے حاطبؓ کو بلا کر پوچھا کہ یہ کیا حرکت ہے۔ بولے یارسول اللہ! نہ میں نے کفر اختیار کیا ہے نہ اسلام سے پھرا ہوں۔ سچی بات یہ ہے کہ میرے اہل وعیال مکہ میں ہیں۔ وہاں ان کی حمایت کرنے والا کوئی نہیں۔ میں نے کافروں پر ایک احسان کر کے یہ چاہا کہ وہ لوگ اس کے معاوضہ میں میرے اہل وعیال کی خبر لیتے رہیں اور ان سے اچھا سلوک کریں (میں نے سمجھا کہ اس سے میرا کچھ فائدہ ہو جائیگا اور اسلام کو کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا) فتح ونصرت کے جو وعدے اللہ نے آپؐ سے کئے ہیں۔ وہ یقیناً پورے ہو کر رہیں گے۔ کسی کے روکے رک نہیں سکتے (چنانچہ نفس خط میں بھی یہ مضمون تھا کہ "خدا کی قسم! اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تن تنہا بھی تم پر حملہ آور ہوں تو اللہ ان کی مدد کرے گا اور جو وعدے ان سے کئے ہیں پورے کر کے چھوڑے گا" بلاشبہ حاطبؓ سے یہ بہت بڑی خطا ہوئی لیکن رحمۃ للعالمین نے فرمایا "لَا تَقُوْلُوْا لَهٗ اِلَّا خَیْرًا" بھلائی کے سوا اس کو کچھ مت کہو۔ اور فرمایا حاطبؓ بدریین میں سے ہے تمہیں کیا معلوم ہے کہ اللہ نے بدریین کی خطائیں معاف فرما دیں۔ سورۂ ہذا کا بڑا حصہ اسی قصہ میں نازل ہوا۔

◆ ۴ کفار سے دوستی کی ممانعت | یعنی کفار مکہ اللہ کے دشمن ہیں اور تمہارے بھی۔ ان سے دوستانہ برتاؤ کرنا اور دوستانہ پیغام ان کی طرف بھیجنا ایمان والوں کو زیبا نہیں۔

◆ ۵ اس لئے اللہ کے دشمن ہوئے۔

◆ ۶ دوستی نہ کرنے کی وجہ | یعنی پیغمبر کو اور تم کو کیسی کیسی ایذائیں دے کر ترک وطن پر مجبور کیا۔ محض اس قصور پر کہ تم ایک اللہ کو جو تمہارا سب کا رب ہے، کیوں مانتے ہو۔ اس سے بڑی دشمنی اور ظلم کیا ہوگا۔ تعجب ہے، کہ ایسوں کی طرف تم دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہو۔

◆ ۷ یعنی تمہارا گھر سے نکلنا اگر میری خوشنودی اور میری راہ میں جہاد کرنے کے لئے ہے اور خالص میری رضا کے واسطے تم نے سب کو دشمن بنایا ہے تو پھر انہی دشمنوں سے دوستی گانٹھنے کا کیا مطلب، کیا جنہیں ناراض کر کے اللہ کو راضی کیا تھا اب انہیں راضی کر کے اللہ کو ناراض کرنا چاہتے ہو؟ العیاذ باللہ۔

◆ ۸ اللہ سے کوئی چیز خفیہ نہیں | یعنی آدمی ایک کام تمام دنیا سے چھپا کر کرنا چاہے تو کیا اس کو اللہ سے بھی چھپا لے گا؟ دیکھو! حاطبؓ نے کس قدر کوشش کی کہ خط کی اطلاع کسی کو نہ ہو۔ مگر اللہ نے اپنے رسول کو مطلع فرما دیا اور راز قبل از وقت فاش ہو گیا۔

مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۱﴾ اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ

یہ کام کرے — تو وہ بھول گیا سیدھی راہ ۱ — اگر تم ان کے ہاتھ آ جاؤ

يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ

ہو جائیں تمہارے دشمن — اور چلائیں تم پر — اپنے ہاتھ

وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۲﴾ لَنْ تَنْفَعَكُمْ

اور اپنی زبانیں برائی کے ساتھ — اور چاہیں کہ کسی طرح تم بھی منکر ہو جاؤ ۲ — ہرگز کام نہ آئیں گے تمہارے

اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚۛ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚۛ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ؕ

رشتے والے — اور نہ تمہاری اولاد — قیامت کے دن — وہ فیصلہ کرے گا تم میں

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۳﴾ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ

اور اللہ جو تم کرتے ہو دیکھتا ہے ۳ — تم کو چال چلنی چاہئے

حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا

اچھی — ابراہیم کی — اور جو اس کے ساتھ تھے — جب انہوں نے کہا

لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ

اپنی قوم کو — ہم الگ ہیں تم سے — اور ان سے کہ جن کو تم پوجتے ہو

دُوْنِ اللّٰهِ ؗ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ

اللہ کے سوا — ہم منکر ہوئے تم سے — اور کھل پڑی ہم میں — اور تم میں

الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ

دشمنی — اور بیر ہمیشہ کو — یہاں تک کہ تم یقین لاؤ — اللہ اکیلے پر

﴿۱﴾ یعنی مسلمان ہو کر کوئی ایسا کام کرے اور سمجھے کہ میں اس کے پوشیدہ رکھنے میں کامیاب ہو جاؤں گا سخت غلطی اور بہت بڑی بھول ہے۔

﴿۲﴾ **کفار مسلمانوں کے دوست نہیں ہو سکتے** یعنی ان کافروں سے بحالت موجودہ کسی بھلائی کی امید مت رکھو۔ خواہ تم کتنی ہی رواداری اور دوستی کا اظہار کرو گے۔ وہ کبھی مسلمان کے خیرخواہ نہیں ہو سکتے۔ باوجود انتہائی رواداری کے اگر تم پر ان کا قابو چڑھ جائے تو کسی قسم کی برائی اور دشمنی سے درگذر نہ کریں۔ زبان سے، ہاتھ سے ہر طرح ایذا پہنچائیں اور یہ چاہیں کہ جیسے خود صداقت سے منکر ہیں، کسی طرح تم کو بھی منکر بنا ڈالیں۔ کیا ایسے شریر و بدباطن اس لائق ہیں کہ ان کو دوستانہ پیغام بھیجا جائے۔

﴿۳﴾ **آخرت میں اولاد اور خاندان کام نہیں آئیں گے** حاطبؓ نے وہ خط اپنے اہل و عیال کی خاطر لکھا تھا۔ اس پر تنبیہ فرمائی کہ اولاد اور رشتہ دار قیامت کے دن کچھ کام نہ آئیں گے، اللہ تعالیٰ سب کا رتی رتی عمل دیکھتا ہے۔ اسی کے موافق فیصلہ فرمائے گا اس کے فیصلہ کو کوئی بیٹا، پوتا، اور عزیز و قریب ہٹا نہیں سکے گا۔ پھر یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ ایک مسلمان اہل و عیال کی خاطر اللہ کو ناراض کر لے۔ یاد رکھو! ہر چیز سے مقدم اللہ کی رضامندی ہے۔ وہ راضی ہو تو اس کے فضل سے سب کام ٹھیک ہو جاتے ہیں لیکن وہ ناخوش ہو تو کوئی کچھ کام نہ آئے گا۔

﴿۴﴾ **حضرت ابراہیمؑ کا اسوہ حسنہ** یعنی جو لوگ مسلمان ہو کر ابراہیمؑ کے ساتھ ہوتے گئے اپنے اپنے وقت پر سب نے قولاً یا فعلاً اسی علیحدگی اور بیزاری کا اعلان کیا۔

﴿۵﴾ یعنی تم اللہ سے منکر ہو۔ اور اس کے احکام کی پروا نہیں کرتے ہم تمہارے طریقہ سے منکر ہیں اور ذرہ برابر تمہاری پروا نہیں کرتے۔

﴿۶﴾ یعنی یہ دشمنی اور بیر اسی وقت ختم ہو سکتا ہے جب تم شرک چھوڑ کر اسی ایک آقا کے غلام بن جاؤ جس کے ہم ہیں۔

إِلَّا قَوْلَ إِبْرٰهِيمَ لِأَبِيهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ

مگر ایک کہنا ابراہیم کا اپنے باپ کو کہ میں مانگوں گا معافی تیرے لیے اور

أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۖ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا

مالک نہیں میں تیرے نفع کا اللہ کے ہاتھ سے کسی چیز کا ﴿۱﴾ اے رب ہمارے ہم نے تجھ پر بھروسہ کیا

وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ۝ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا

اور تیری طرف رجوع ہوئے اور تیری طرف ہے سب کو پھر آنا ﴿۲﴾ اے رب ہمارے مت

فِتْنَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ إِنَّكَ أَنتَ

جانچ ہم پر کافروں کو ﴿۳﴾ اور ہم کو معاف کر اے رب ہمارے ﴿۴﴾ تو ہی ہے

الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

زبردست حکمت والا ﴿۵﴾ البتہ تم کو بھلی چال چلنی چاہئے

لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ ۚ وَمَن يَتَوَلَّ

ان کی جو کوئی امید رکھتا ہو اللہ کی اور پچھلے دن کی اور جو کوئی منہ پھیرے

فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝ عَسَى اللّٰهُ أَن يَجْعَلَ

تو اللہ وہی ہے بے پروا سب تعریفوں والا ﴿۶﴾ امید ہے کہ دے اللہ

بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِينَ عَادَيْتُم مِّنْهُم مَّوَدَّةً ۚ وَاللّٰهُ

تم میں اور جو دشمن ہیں تمہارے ان میں دوستی اور اللہ

قَدِيرٌ ۚ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ لَا يَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ

سب کچھ کر سکتا ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ﴿۷﴾ اللہ تم کو منع نہیں کرتا ان

ع ۱۵

١ **حضرت ابراہیمؑ کا اپنے باپ سے دعا کا وعدہ** | یعنی صرف دعا ہی کر سکتا ہوں۔ کسی نفع و نقصان کا مالک نہیں۔ خدا جو کچھ پہنچانا چاہے اسے میں نہیں روک سکتا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یعنی ابراہیم علیہ السلام نے ہجرت کی پھر اپنی قوم کی طرف منہ نہیں کیا۔ تم بھی وہی کرو۔ ایک ابراہیمؑ نے دعا چاہی تھی، باپ کے واسطے۔ جب تک معلوم نہ تھا تم کو معلوم ہو چکا۔ لہٰذا تم کافر کی بخشش نہ مانگو۔" **تنبیہ** | باپ کے حق میں ابراہیمؑ کے استغفار کا قصہ سورہ "براءۃ" میں گزر چکا۔ آیت "وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ" الخ کے فوائد میں دیکھ لیا جائے۔

٢ **حضرت ابراہیمؑ کی دعا** | یعنی سب کو چھوڑ کر تجھ پر بھروسہ کیا اور قوم سے ٹوٹ کر تیری طرف رجوع ہوئے اور خوب جانتے ہیں کہ سب کو پھر کر تیری ہی طرف آنا ہے۔

٣ یعنی ہم کو کافروں کے واسطے محل آزمائش اور تختۂ مشق نہ بنا۔ اور ایسے حال میں مت رکھ جس کو دیکھ کر کافر خوش ہوں، اسلام اور مسلمانوں پر آوازے کسیں اور ہمارے مقابلہ میں اپنی حقانیت پر استدلال کرنے لگیں۔

٤ یعنی ہماری کوتاہیوں کو معاف فرما۔ اور تقصیرات سے درگذر کر۔

٥ تیری زبردست قوت اور حکمت سے یہی توقع ہے کہ اپنے وفاداروں کو دشمنوں کے مقابلہ میں مغلوب و مقہور نہ ہونے دے گا۔

٦ **اسوۂ ابراہیمی اختیار کرو** | یعنی تم مسلمانوں کو یا بالفاظ دیگر ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ سے ملنے اور آخرت کے قائم ہونے کے امیدوار ہیں، ابراہیمؑ اور اس کے رفقاء کی چال اختیار کرنی چاہئے۔ دنیا خواہ تم کو کتنا ہی متعصب اور سنگدل کہے، تم اس راستہ سے منہ نہ موڑو جو دنیا کے موحد اعظم نے اپنے طرز عمل سے قائم کر دیا۔ مستقبل کی ابدی کامیابی اسی راستہ پر چلنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اگر اس کے خلاف چلو گے اور خدا کے دشمنوں سے دوستانہ گانٹھو گے تو خود نقصان اٹھاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ کو کسی کی دوستی یا دشمنی کی کیا پروا ہے وہ تو بذات خود تمام کمالات اور ہر قسم کی خوبیوں کا مالک ہے۔ اس کو کچھ بھی ضرر نہیں پہنچ سکتا۔

٧ **ترک موالات کے بارے میں مسلمانوں کی تسلی** | یعنی اللہ کی قدرت و رحمت سے کچھ بعید نہیں کہ جو آج بدترین دشمن ہیں کل انہیں مسلمان کر دے اور اس طرح تمہارے اور ان کے درمیان دوستانہ اور برادرانہ تعلقات قائم ہو جائیں۔ چنانچہ فتح مکہ میں ایسا ہی ہوا، تقریباً سب مکہ والے مسلمان ہو گئے اور جو لوگ ایک دوسرے پر تلوار اٹھا رہے تھے اب ایک دوسرے پر جان قربان کرنے لگے۔ اس آیت میں مسلمانوں کی تسلی کر دی کہ مکہ والوں کے مقابلہ میں یہ ترک موالات کا جہاد صرف چند روز کے لئے ہے۔ پھر اس کی ضرورت نہیں رہے گی۔ چاہئے کہ بحالت موجودہ تم مضبوطی سے ترک موالات پر قائم رہو۔ اور جس کسی سے کوئی بے اعتدالی ہو گئی ہو اللہ سے اپنی خطا معاف کرائے۔ وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

الَّذِيْنَ لَمْ يُقٰتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ

لوگوں سے | جو لڑے نہیں تم سے | دین پر | اور نکالا نہیں تم کو

مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ

تمہارے گھروں سے | کہ ان سے کرو بھلائی | اور انصاف کا سلوک | بے شک

اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ

اللہ چاہتا ہے | انصاف والوں کو ﴿۸﴾ | اللہ تو منع کرتا ہے تم کو ان سے

الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ

جو لڑے تم سے | دین پر | اور نکالا تم کو تمہارے

دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓي اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ

گھروں سے | اور شریک ہوئے | تمہارے نکالنے میں | کہ ان سے کرو دوستی

وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا

اور جو کوئی ان سے دوستی کرے | سو وہ لوگ وہی ہیں گنہگار ﴿۹﴾ | اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَاۗءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ

ایمان والو | جب آئیں تمہارے پاس | ایمان والی عورتیں | وطن چھوڑ کر

فَامْتَحِنُوْهُنَّ ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ

تو ان کو جانچ لو | اللہ خوب جانتا ہے ان کے ایمان کو | پھر اگر جانو کہ وہ

مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ۭ لَا هُنَّ حِلٌّ

ایمان پر ہیں | تو مت پھیرو ان کو | کافروں کی طرف | نہ یہ عورتیں حلال ہیں

۱ **نرم خو کفار سے حسن سلوک** | مکہ میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو آپ مسلمان نہ ہوئے اور مسلمان ہونے والوں سے ضد اور پرخاش بھی نہیں رکھی، نہ دین کے معاملہ میں ان سے لڑے، نہ ان کو ستانے اور نکالنے میں ظالموں کے مددگار بنے۔ اس قسم کے کافروں کے ساتھ بھلائی اور خوش خلقی سے پیش آنے کو اسلام نہیں روکتا۔ جب وہ تمہارے ساتھ نرمی اور رواداری سے پیش آتے ہیں۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ تم بھی ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور دنیا کو دکھلا دو کہ اسلامی اخلاق کا معیار کس قدر بلند ہے۔ اسلام کی تعلیم یہ نہیں کہ اگر کافروں کی ایک قوم مسلمانوں سے برسرپیکار ہے، تو تمام کافروں کو بلاتمیز ایک ہی لاٹھی سے ہانکنا شروع کر دیں۔ ایسا کرنا حکمت وانصاف کے خلاف ہوگا۔ ضروری ہے کہ عورت، مرد، بچے، بوڑھے، جوان اور معاند ومسالم میں ان کے حالات کے اعتبار سے فرق کیا جائے۔ جس کی قدرے تفصیل سورۂ "مائدہ" اور "آل عمران" کے فوائد میں گذر چکی۔

۲ یعنی ایسے ظالموں سے دوستانہ برتاؤ کرنا بیشک سخت ظلم اور گناہ کا کام ہے۔ (ربط) یہاں تک کفار کے دو فریق (معاند اور مسالم) کے ساتھ معاملہ کرنے کا ذکر تھا۔ آگے بتلاتے ہیں کہ ان عورتوں کے ساتھ کیا معاملہ ہونا چاہئے جو "دارالحرب" سے "دارالاسلام" میں آئیں یا "دارالحرب" میں مقیم رہیں۔ قصہ یہ ہے کہ "صلح حدیبیہ" میں مکہ والوں نے یہ قرار دیا کہ ہمارا جو آدمی تمہارے پاس جائے اس کو واپس بھیجنا ہوگا۔ حضرتؐ نے اس کو قبول فرما لیا تھا۔ چنانچہ کئی مرد آئے۔ آپؐ نے ان کو واپس کر دیا۔ پھر کئی مسلمان عورتیں آئیں۔ ان کو واپس کرتے تو کافر مرد کے گھر مسلمان عورتیں حرام میں پڑتیں۔ اس پر یہ اگلی آیتیں اتریں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد عورتوں کی واپسی پر کفار نے اصرار نہیں کیا ورنہ صلح قائم نہ رہتی۔

۳ **مکہ کی مسلمان عورتوں کا امتحان** | یعنی دل کا حال تو اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ لیکن ظاہری طور سے ان عورتوں کی جانچ کر لیا کرو۔ آیا واقعی وہ مسلمان ہیں اور محض اسلام کی خاطر وطن چھوڑ کر آئی ہیں۔ کوئی دنیوی یا نفسانی غرض تو ہجرت کا سبب نہیں ہوا۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت عمرؓ ان کا امتحان کرتے تھے۔ اور حضورؐ کی طرف سے ان سے بیعت لیتے تھے۔ اور کبھی حضورؐ خود بنفس نفیس بیعت لیا کرتے تھے جو آگے "یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ" الخ میں مذکور ہے۔

لَهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ۖ وَآتُوهُم مَّا أَنفَقُوا ۚ

ان کافروں کو اور نہ وہ کافر حلال ہیں ان عورتوں کو اور دے دو ان کافروں کو جو ان کا خرچ ہوا ہو

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَن تَنكِحُوهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ

اور گناہ نہیں تم کو کہ نکاح کرلو ان عورتوں سے جب ان کو دو

أُجُورَهُنَّ ۚ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَاسْأَلُوا مَا

ان کے مہر ﴿۱﴾ اور نہ رکھو اپنے قبضہ میں ناموس کافر عورتوں کے اور تم مانگ لو جو

أَنفَقْتُمْ وَلْيَسْأَلُوا مَا أَنفَقُوا ۚ ذَٰلِكُمْ حُكْمُ اللَّهِ ۖ

تم نے خرچ کیا اور وہ کافر مانگ لیں جو انہوں نے خرچ کیا یہ اللہ کا فیصلہ ہے

يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١٠﴾ وَإِن فَاتَكُمْ

تم میں فیصلہ کرتا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے ﴿۲﴾ اور اگر جاتی رہیں

شَيْءٌ مِّنْ أَزْوَاجِكُمْ إِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَآتُوا

تمہارے ہاتھ سے کچھ عورتیں کافروں کی طرف پھر تم ہاتھ مارو تو دے دو

الَّذِينَ ذَهَبَتْ أَزْوَاجُهُم مِّثْلَ مَا أَنفَقُوا ۚ وَاتَّقُوا

ان کو جن کی عورتیں جاتی رہی ہیں جتنا انہوں نے خرچ کیا تھا اور ڈرتے رہو

اللَّهَ الَّذِي أَنتُم بِهِ مُؤْمِنُونَ ﴿١١﴾ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا

اللہ سے جس پر تم کو یقین ہے ﴿۳﴾ اے نبی جب

جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَن لَّا يُشْرِكْنَ

آئیں تیرے پاس مسلمان عورتیں بیعت کرنے کو اس بات پر کہ شریک نہ ٹھہرائیں

ان عورتوں سے نکاح کی شرائط یہ حکم ہوا کہ زوجین میں اگر ایک مسلمان اور دوسرا مشرک ہو تو اختلاف دارین کے بعد تعلق نکاح قائم نہیں رہتا۔ پس اگر کسی کافر کی عورت مسلمان ہو کر "دارالاسلام" میں آجائے تو جو مسلمان اس سے نکاح کرے اس کے ذمہ ہے کہ اس کافر نے جتنا مہر عورت پر خرچ کیا تھا وہ اسے واپس کر دے۔ اور اب عورت کا جو مہر قرار پائے وہ جدا اپنے ذمہ رکھے تب نکاح میں لاسکتا ہے۔

مسلمانوں کی کافر بیویوں کا مسئلہ پہلے حکم کے مقابل دوسری طرف یہ حکم ہوا کہ جس مسلمان کی عورت کافر رہ گئی ہے وہ اس کو چھوڑ دے۔ پھر جو کافر اس سے نکاح کرے اس مسلمان کا خرچ کیا ہوا مہر واپس کرے۔ اس طرح دونوں فریق ایک دوسرے سے اپنا حق طلب کر لیں۔ جب یہ حکم اترا تو مسلمان تیار ہوئے دینے کو بھی اور لینے کو بھی۔ لیکن کافروں نے دینا قبول نہ کیا۔ تب اگلی آیت نازل ہوئی۔

اسلام کی عادلانہ تعلیم یعنی جس مسلمان کی عورت گئی اور کافر اس کا خرچ کیا ہوا نہیں پھیرتے تو جس کافر کی عورت مسلمان کے ہاں آئے اس کا جو خرچ دینا تھا اس کافر کو نہ دیں۔ بلکہ اسی مسلمان کو دیں جس کا حق مارا گیا ہے ہاں اس مسلمان کا حق دے کر جو بچ رہے وہ واپس کر دیں۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی مسلمان کافر کا خرچ کیا ہوا واپس نہیں کر سکتا تو بیت المال سے دیا جائے۔ اللہ اکبر! کس قدر عدل وانصاف کی تعلیم ہے۔ لیکن اس پر کاربند وہی ہوگا جس کے دل میں اللہ کا ڈر ہو اور اس پر ٹھیک ٹھیک ایمان رکھتا ہو **تنبیہ** "فعاقبتم" کے دو ترجمے مترجم محقق نے کئے۔ "پھر تم ہاتھ مارو" اور "پھر تمہاری باری آئے۔" ہم نے دوسرے ترجمے کے لحاظ سے مطلب کی تقریر کی ہے۔ پہلے ترجمہ کے موافق بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس سے مراد مال غنیمت کا حاصل ہونا ہے۔ یعنی مال غنیمت میں سے اس مسلمان کا خرچ کیا ہوا پٹایا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ

اللہ کا کسی کو اور چوری نہ کریں اور بدکاری نہ کریں اور اپنی اولاد کو

اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ

نہ مار ڈالیں ❶ اور طوفان نہ لائیں باندھ کر اپنے ہاتھوں

وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَ

اور پاؤں میں ❷ اور تیری نافرمانی نہ کریں کسی بھلے کام میں تو ان کو بیعت کر لے ❸ اور

اسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۲ يٰٓاَيُّهَا

معافی مانگ ان کے واسطے اللہ سے بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ❹ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَىِٕسُوْا

ایمان والو مت دوستی کرو ان لوگوں سے کہ غصہ ہوا ہے اللہ ان پر ❺ وہ آس توڑ چکے ہیں

مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَىِٕسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ۝۱۳ ع

پچھلے گھر سے جیسے آس توڑی منکروں نے قبر والوں سے ❻

رکوع ۲ / ۸

اٰيَاتُهَا ۱۴ (۶۱) سُوْرَةُ الصَّفِّ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۹) رُكُوْعَاتُهَا ۲

سورۂ صف مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی چودہ آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ

اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں اور وہی ہے زبردست

◈۱◈ **عورتوں کو بیعت کرنے کی شرائط** جیسا کہ جاہلیت میں رواج تھا کہ رسمی ننگ و عار کی وجہ سے لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے اور بعض اوقات فقر و فاقہ کے خوف سے لڑکوں کو بھی قتل کر ڈالتے تھے۔

◈۲◈ طوفان باندھنا ہاتھ پاؤں میں، یہ کہ کسی پر جھوٹا دعویٰ کریں یا جھوٹی گواہی دیں یا کسی معاملہ میں اپنی طرف سے بنا کر جھوٹی قسم کھائیں، اور ایک معنی یہ کہ بیٹا جنا ہو کسی اور سے اور منسوب کر دیں خاوند کی طرف، یا کسی دوسری عورت کی اولاد لے کر مکر و فریب سے اپنی طرف نسبت کر لیں۔ حدیث میں ہے کہ جو کوئی ایک کا بیٹا دوسرے کی طرف لگائے جنت اس پر حرام ہے۔

◈۳◈ **عورتوں کی بیعت میں آنحضرت ﷺ کا طریقہ** پہلے فرمایا تھا کہ مسلمان عورتوں کی (جو ہجرت کر کے آئیں) جانچ کی جائے۔ یہاں بتلا دیا کہ ان کا جانچنا یہی ہے کہ جو احکام اس آیت میں ہیں وہ قبول کر لیں تو ان کا ایمان ثابت رکھو۔ یہ "آیت بیعت" کہلاتی ہے۔ حضرت کے پاس عورتیں بیعت کرتی تھیں تو یہی اقرار لیتے تھے لیکن بیعت کے وقت کبھی کسی عورت کے ہاتھ نے آپ کے ہاتھ کو مس نہیں کیا۔

◈۴◈ **عورتوں کیلئے استغفار کا حکم** یعنی ان امور میں جو کوتاہیاں پہلے ہو چکیں یا امتثال احکام میں آئندہ کچھ تقصیر رہ جائے اس کے لئے آپؐ ان کے حق میں دعائے مغفرت فرمائیں۔ اللہ آپ کی برکت سے ان کی تقصیر معاف فرمائے گا۔

◈۵◈ **اللہ کے دشمنوں سے دوستی کی ممانعت** شروع سورت میں جو مضمون تھا، خاتمہ پر پھر یاد دلا دیا۔ یعنی مومن کی شان نہیں کہ جس پر خدا ناراض ہو اس سے دوستی اور رفاقت کا معاملہ کرے۔ جس پر خدا کا غصہ ہو، خدا کے دوستوں کا بھی غصہ ہونا چاہئے۔

◈۶◈ **کفار کی مایوسی** یعنی منکروں کو توقع نہیں کہ قبر سے کوئی اٹھے گا اور پھر دوسری زندگی میں ایک دوسرے سے ملیں گے۔ یہ کافر بھی ویسے ہی ناامید ہیں۔ **تنبیہ** بعض مفسرین کے نزدیک "مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ" کفار کا بیان ہے یعنی جس طرح کافر جو قبر میں پہنچ چکے وہاں کا حال دیکھ کر اللہ کی مہربانی اور خوشنودی سے بالکلیہ مایوس ہو چکے ہیں اسی طرح یہ کافر بھی آخرت کی طرف سے مایوس ہیں۔ تم سورۃ الممتحنۃ

الْحَكِيْمُ ۝١ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا

حکمت والا | اے ایمان والو | کیوں کہتے ہو منہ سے | جو نہیں

تَفْعَلُوْنَ ۝٢ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا

کرتے | بڑی بیزاری کی بات ہے اللہ کے یہاں | کہ کہو وہ چیز | جو نہ

تَفْعَلُوْنَ ۝٣ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ

کرو | اللہ چاہتا ہے ان لوگوں کو | جو لڑتے ہیں | اس کی

سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝٤ وَاِذْ

راہ میں | قطار (صف) باندھ کر | گویا وہ دیوار ہیں سیسہ پلائی ہوئی ١ | اور جب

قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ

کہا موسیٰ نے | اپنی قوم کو | اے قوم میری | کیوں ستاتے ہو مجھ کو | اور تم کو معلوم ہے

اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ۭ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ

کہ میں اللہ کا بھیجا آیا ہوں تمہارے پاس ٢ | پھر جب وہ پھر گئے | تو پھیر دیئے اللہ نے

قُلُوْبَهُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝٥ وَاِذْ

ان کے دل | اور اللہ راہ نہیں دیتا | نافرمان لوگوں کو ٣ | اور جب

قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اِنِّىْ رَسُوْلُ

کہا | عیسیٰ مریم کے بیٹے نے | اے بنی اسرائیل | میں بھیجا ہوا آیا ہوں

اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ

اللہ کا تمہارے پاس | یقین کرنے والا | اس پر جو مجھ سے آگے ہے | توریت ٤

سورۃ الصّف

◆ **زبانی دعووں کی مذمت** بندہ کو لاف زنی اور دعوے کی بات سے ڈرنا چاہئے کہ پیچھے مشکل پڑتی ہے۔ زبان سے ایک بات کہہ دینا آسان ہے، لیکن اس کا نباہنا آسان نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس شخص سے سخت ناراض اور بیزار ہوتا ہے جو زبان سے کہے بہت کچھ اور کرے کچھ نہیں۔ روایات میں ہے کہ ایک جگہ مسلمان جمع تھے، کہنے لگے ہم کو اگر معلوم ہو جائے کہ کونسا کام اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے تو وہی اختیار کریں۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ یعنی دیکھو! سنبھل کر کہو، لو ہم بتلائے دیتے ہیں۔

جہاد میں دیوار کی طرح ڈٹنے والے کہ اللہ کو سب سے زیادہ ان لوگوں سے محبت ہے جو اللہ کی راہ میں اس کے دشمنوں کے مقابلہ پر ایک آہنی دیوار کی طرح ڈٹ جاتے ہیں اور میدان جنگ میں اس شان سے صف آرائی کرتے ہیں کہ گویا وہ سب مل کر ایک مضبوط دیوار ہیں جس میں سیسہ پلا دیا گیا ہے، اور جس میں کسی جگہ کوئی رخنہ نہیں پڑ سکتا۔ اب اس معیار پر اپنے کو پرکھ لو۔ بیشک تم میں بہت ایسے ہیں جو اس معیار پر کامل و اکمل اتر چکے ہیں مگر بعض مواقع ایسے بھی نکلیں گے جہاں بعضوں کے زبانی دعووں کی ان کے عمل نے تکذیب کی ہے آخر جنگ احد میں وہ بنیان مرصوص کہاں قائم رہی۔ اور جس وقت حکم قتال اترا تو یقیناً بعض نے یہ بھی کہا۔ "رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ لَوْلَا أَخَّرْتَنَا" الخ (نساء۔ رکوع ۱۱) بہرحال زبان سے زیادہ دعوے مت کرو بلکہ خدا کی راہ میں قربانی پیش کرو جس سے اعلیٰ کامیابی نصیب ہو۔ موسیٰ کی قوم کو نہیں دیکھتے کہ زبان سے تعلّی و تفاخر کی باتیں بہت بڑھ چڑھ کر بناتے تھے لیکن عمل کے میدان میں صفر تھے۔ جہاں کوئی موقع کام کا آیا فوراً پھسل گئے اور نہایت تکلیف دہ باتیں کرنے لگے۔ نتیجہ جو کچھ ہوا اس کو آگے بیان فرماتے ہیں۔

◆ **حضرت موسیٰ کی اپنی قوم سے شکایت** یعنی روشن دلائل اور کھلے کھلے معجزات دیکھ کر تم دل میں یقین رکھتے ہو کہ میں اللہ کا سچا پیغمبر ہوں۔ پھر سخت نازیبا اور رنجیدہ حرکتیں کر کے مجھے کیوں ستاتے ہو۔ یہ معاملہ تو کسی معمولی ناصح اور خیر خواہ کے ساتھ بھی نہ ہونا چاہئے۔ چہ جائیکہ ایک اللہ کے رسول کے ساتھ ایسا برتاؤ کرو۔ کیا میرے دل کو تمہاری ان گستاخانہ حرکات سے دکھ نہیں پہنچتا کہ کبھی بے جان بچھڑا بنا کر پوجنے لگے اور اس کو اپنا اور موسیٰ کا خدا بتلانے لگے۔ کبھی "عمالقہ" پر جہاد کرنے کا حکم ہوا تو کہنے لگے ہم تو کبھی نہیں جائیں گے۔ تم اور تمہارا خدا جا کر لڑ لو۔ ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ وغیر ذلک من الخرافات۔ چنانچہ اسی سے تنگ ہو کر حضرت موسیٰ نے فرمایا۔ "رَبِّ إِنِّي لَا أَمْلِكُ إِلَّا نَفْسِي وَأَخِي فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ"

◆ **اللہ نے ان کے دل پھیر دیئے** بدی کرتے کرتے قاعدہ ہے کہ دل سخت اور سیاہ ہوتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ نیکی کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ یہی حال ان کا ہوا۔ جب ہر بات میں رسول سے ضد ہی کرتے رہے اور برابر ٹیڑھی چال چلتے رہے تو آخر مردود ہوئے۔ اور اللہ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا کہ سیدھی بات قبول کرنے کی صلاحیت نہ رہی۔ ایسے ضدی نافرمانوں کے ساتھ اللہ کی یہی عادت ہے۔

◆ **حضرت عیسیٰؑ کا تورات کی تصدیق کرنا** یعنی اصل تورات کے من اللہ ہونے کی تصدیق کرتا ہوں اور اس کے احکام و اخبار پر یقین رکھتا ہوں اور جو کچھ میری تعلیم ہے فی الحقیقت ان ہی اصول کے ماتحت ہے جو تورات میں بتلائے گئے تھے۔ **تنبیہ** ابن کثیر وغیرہ نے "مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ" الخ کا مطلب یہ لیا ہے کہ میرا وجود تورات کی باتوں کی تصدیق کرتا ہے۔ کیونکہ میں ان چیزوں کا مصداق بن کر آیا ہوں جن کی خبر تورات شریف میں دی گئی تھی۔ واللہ اعلم۔

وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِىْ مِنْ بَعْدِى اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ؕ

اور خوش خبری سنانے والا ایک رسول کی — جو آئے گا میرے بعد — اس کا نام ہے احمد ①

فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۶ وَمَنْ

پھر جب آیا ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر — کہنے لگے — یہ جادو ہے صریح ② — اور اس سے

اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى

زیادہ بے انصاف کون — جو باندھے اللہ پر جھوٹ — اور اس کو بلاتے ہیں

اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۷ ج

مسلمان ہونے کو ③ — اور اللہ راہ نہیں دیتا — بے انصاف لوگوں کو ④

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ

چاہتے ہیں — کہ بجھا دیں اللہ کی روشنی — اپنے منہ سے — اور اللہ کو

مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝۸ هُوَ الَّذِىْٓ اَرْسَلَ

پوری کرنی ہے اپنی روشنی — اور پڑے برا مانیں منکر ⑤ — وہی ہے جس نے بھیجا

رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى

اپنا رسول راہ کی سوجھ دے کر — اور سچا دین — کہ اس کو اوپر کرے

الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝۹ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

ع ۹ ۹

سب دینوں سے — اور پڑے برا مانیں شرک کرنے والے ⑥ — اے ایمان

اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ

والو — میں بتلاؤں تم کو — ایسی سوداگری — جو بچائے تم کو ایک عذاب

◆۱ **انجیل میں آنحضرت ﷺ کی پیشینگوئی سے اسم احمد ﷺ** یعنی پچھلے کی تصدیق کرتا ہوں اور اگلے کی بشارت سناتا ہوں۔ یوں تو دوسرے انبیاء سابقین بھی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا مژدہ برابر سناتے آئے ہیں۔ لیکن جس صراحت و وضاحت اور اہتمام کے ساتھ حضرت مسیح علیہ السلام نے آپ کی آمد کی خوشخبری دی وہ کسی اور سے منقول نہیں۔ شاید قرب عہد کی بناء پر یہ خصوصیت ان کے حصہ میں آئی ہوگی۔ کیونکہ ان کے بعد نبی آخر الزمان کے سوا کوئی دوسرا نبی آنے والا نہ تھا۔ یہ سچ ہے کہ یہود و نصاریٰ کی مجرمانہ غفلت اور متعمدانہ دستبرد نے آج دنیا کے ہاتھوں میں اصل تورات وانجیل وغیرہ کا کوئی صحیح نسخہ باقی نہیں چھوڑا جس سے ہم کو ٹھیک پتہ لگ سکتا کہ انبیائے سابقین خصوصاً مسیح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کن الفاظ میں اور کس عنوان سے بشارت دی تھی۔ اور اسی لئے کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ قرآن کریم کے صاف وصریح بیان کو اس تحریف شدہ بائبل میں موجود نہ ہونیکی وجہ سے جھٹلانے لگے۔ تاہم یہ بھی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ سمجھنا چاہئے کہ حق تعالیٰ نے محرفین کو اس قدر قدرت نہیں دی کہ وہ اس کے آخری پیغمبر کے متعلق تمام پیشین گوئیوں کو بالکلیہ محو کر دیں کہ ان کا کچھ نشان باقی نہ رہے۔ موجودہ بائبل میں بھی بیسیوں مواضع ہیں جہاں آنحضرت ﷺ کا ذکر قریب تصریح کے موجود ہے اور عقل وانصاف والوں کے لئے اس میں تاویل وانکار کی قطعاً گنجائش نہیں۔

فارقلیط کے معنی اور انجیل یوحنا میں تو فارقلیط (یا پیرکلوطوس) والی بشارت اتنی صاف ہے کہ کہ اس کا بے تکلف مطلب بجز احمد (بمعنی محمود وستودہ) کے کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ بعض علمائے اہل کتاب کو بھی ناگزیر اس کا اعتراف یا نیم اقرار کرنا پڑا ہے کہ اس پیشین گوئی کا انطباق پوری طرح نہ روح القدس پر اور نہ بجز سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور پر ہو سکتا ہے۔ علمائے اسلام نے بحمد اللہ بشارات پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ اور تفسیر حقانی کے مؤلف فاضل نے "فارقلیط" والی بشارت اور تحریف بائبل پر سورۂ "صف" کی تفسیر میں نہایت مشبع بحث کی ہے۔ اللہ جزائے خیر دے۔

◆۲ **آنحضرت ﷺ کی آمد پر ان کی تکذیب** یعنی حضرت مسیح کھلی نشانیاں لے کر آئے یا جن کی بشارت دی تھی حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کھلے نشان لے کر آئے تو لوگ اسے جادو بتلانے لگے۔

◆۳ یعنی جب مسلمان ہونے کو کہا جاتا ہے تو حق کو چھپا کر اور جھوٹی باتیں بنا کر حضور ﷺ پر ایمان لانے سے انکار کر دیتے ہیں۔ وہ خدا کو بشر یا بشر کو خدا بنانے کا جھوٹ تو ایک طرف رہا، کتب سماویہ میں تحریف کر کے جو چیزیں واقعی موجود تھیں ان کا انکار کرتے اور جو نہیں تھیں ان کو درج کرتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر ظلم اور کیا ہوگا۔

◆۴ **ظالموں کو ہدایت نہیں** یعنی ایسے بے انصافوں کو ہدایت کہاں نصیب ہوتی ہے۔ اور ممکن ہے "لا یھدی" میں ادھر بھی اشارہ ہو کہ یہ ظالم کتنا ہی انکار اور تحریف و تاویل کریں، خدا ان کو کامیابی کی راہ نہ دے گا۔ گویا حضورؐ کے متعلق جن خبروں کو وہ چھپانا یا مٹانا چاہتے ہیں، چھپ یا مٹ نہ سکیں گی۔ چنانچہ باوجود ہزاروں طرح کی قطع وبرید کے آج بھی نبی آخر الزمانؐ کی نسبت بشارات کا ایک کثیر ذخیرہ موجود ہے۔

◆۵ **دین حق کا غلبہ ضرور ہوگا** یعنی منکر پڑے برا مانا کریں اللہ اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا۔ مشیت الٰہی کے خلاف کوئی کوشش کرنا ایسا ہے جیسے کوئی احمق نور آفتاب کو منہ سے پھونک مار کر بجھانا چاہے۔ یہی حال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفوں کا اور ان کی کوششوں کا ہے۔ **تنبیہ** شاید "بافواھھم" کے لفظ سے یہاں اس طرف بھی اشارہ کرنا ہو کہ بشارات کے انکار و اخفاء کے لئے جو جھوٹی باتیں بناتے ہیں وہ کامیاب ہونے والی نہیں۔ ہزار کوشش کریں کہ "فارقلیط" آپ نہیں ہیں، لیکن اللہ منوا کر چھوڑے گا کہ اس کا مصداق آپ کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔

◆۶ اس آیت پر سورۂ "براءۃ" کے فوائد میں کلام ہو چکا ہے، وہاں دیکھ لیا جائے۔

اَلِيۡمٍ ﴿۱۰﴾ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَتُجَاهِدُوۡنَ

دردناک سے ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور لڑو

فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ بِاَمۡوَالِكُمۡ وَاَنۡفُسِكُمۡ ؕ ذٰلِكُمۡ خَيۡرٌ

اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور اپنی جان سے یہ بہتر ہے

لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۱﴾ يَغۡفِرۡ لَكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ

تمہارے حق میں اگر تم سمجھ رکھتے ہو بخشے گا وہ تمہارے گناہ

وَيُدۡخِلۡكُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ وَ

اور داخل کرے گا تم کو باغوں میں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں ﴿۱﴾ اور

مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِىۡ جَنّٰتِ عَدۡنٍ ؕ ذٰلِكَ الۡفَوۡزُ

ستھرے گھروں میں بسنے کے باغوں کے اندر ﴿۲﴾ یہ ہے بڑی مراد

الۡعَظِيۡمُ ﴿۱۲﴾ وَاُخۡرٰى تُحِبُّوۡنَهَا ؕ نَصۡرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتۡحٌ

اور ایک اور چیز دے جس کو تم چاہتے ہو مدد اللہ کی طرف سے اور فتح

قَرِيۡبٌ ؕ وَبَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۳﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا

ملنی جلدی ﴿۳﴾ اور خوشی سنا دے ایمان والوں کو ﴿۴﴾ اے ایمان والو

كُوۡنُوۡۤا اَنۡصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيۡسَى ابۡنُ مَرۡيَمَ

تم ہو جاؤ مددگار اللہ کے ﴿۵﴾ جیسے کہا عیسیٰ مریم کے بیٹے نے

لِلۡحَوَارِيّٖنَ مَنۡ اَنۡصَارِىۡۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الۡحَوَارِيُّوۡنَ

اپنے یاروں کو کون ہے کہ مدد کرے میری اللہ کی راہ میں بولے یار

① **وہ تجارت جس میں خسارہ نہیں** یعنی اس دین کو تمام ادیان پر غالب کرنا تو اللہ کا کام ہے۔ لیکن تمہارا فرض یہ ہے کہ ایمان پر پوری طرح مستقیم رہ کر اس کے راستہ میں جان و مال سے جہاد کرو۔ یہ وہ سوداگری ہے جس میں کبھی خسارہ نہیں، دنیا میں لوگ سینکڑوں طرح کے بیوپار اور تجارتیں کرتے ہیں اور اپنا کل سرمایہ اس میں لگا دیتے ہیں محض اس امید پر کہ اس سے منافع حاصل ہوں گے اور اس طرح راس المال گھٹنے اور تلف ہونے سے بچ جائے گا۔ پھر وہ بذات خود اور اس کے اہل و عیال تنگدستی و افلاس کی تلخیوں سے محفوظ رہیں گے۔ لیکن مؤمنین اپنے جان و مال کا سرمایہ اس اعلیٰ تجارت میں لگائیں گے تو صرف چند روزہ افلاس سے نہیں، بلکہ آخرت کے دردناک عذاب اور تباہ کن خسارہ سے مامون ہو جائیں گے۔ اگر مسلمان سمجھے تو یہ تجارت دنیا کی سب تجارتوں سے بہتر ہے۔ جس کا نفع کامل مغفرت اور دائمی جنت کی صورت میں ملے گا۔ اس سے بڑی کامیابی اور کیا ہو سکتی ہے۔

② **جنت کے مکانات** یعنی وہ ستھرے مکانات ان باغوں کے اندر ہوں گے جن میں مؤمنین کو آباد ہونا ہے۔ یہ تو آخرت کی کامیابی رہی۔ آگے دنیا کی اعلیٰ اور انتہائی کامیابی کا ذکر ہے۔

③ **آخرت کے علاوہ دنیا میں فتح کی خوشخبری** یعنی اصل اور بڑی کامیابی تو وہ ہی ہے جو آخرت میں ملے گی جس کے سامنے ہفت اقلیم کی سلطنت کوئی چیز نہیں لیکن دنیا میں بھی ایک چیز جسے تم طبعاً محبوب رکھتے ہو، دی جائے گی وہ کیا ہے ''نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ '' (اللہ کی طرف سے ایک مخصوص امداد اور جلد حاصل ہونے والی فتح و ظفر، جن میں سے ہر ایک دوسرے کے ساتھ چولی دامن کا تعلق رکھتی ہے) دنیا نے دیکھ لیا کہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے ساتھ یہ وعدہ کیسی صفائی سے پورا ہوا اور آج بھی مسلم قوم اگر سچے معنی میں ایمان اور جہاد فی سبیل اللہ پر ثابت قدم ہو جائے تو یہ ہی کامیابی ان کی قدم بوسی کے لئے حاضر ہے۔

④ کیونکہ یہ خوشخبری سنانا ایک مستقل انعام ہے۔

⑤ **اللہ کے مددگار بن جاؤ** یعنی اس کے دین اور اس کے پیغمبر کے مددگار بن جاؤ۔ اس حکم کی تعمیل خدا کے فضل و توفیق سے مسلمانوں نے ایسی کی کہ ان میں سے ایک جماعت کا تو نام ہی ''انصار'' پڑ گیا۔

نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

ہم ہیں مددگار اللہ کے ۞ پھر ایمان لایا ایک فرقہ بنی اسرائیل سے

وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى

اور منکر ہوا ایک فرقہ پھر قوت دی ہم نے ان کو جو ایمان لائے تھے ان کے

عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ﴿۱۴﴾ ع

دشمنوں پر پھر ہو رہے غالب ۞

ع ۲ ۵ ۱۰

آیاتہا ۱۱ (۶۲) سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ مَدَنِيَّةٌ (۱۱۰) رکوعاتہا ۲

سورۂ جمعہ مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی گیارہ آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ الْمَلِكِ

اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ کہ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ کہ ہے زمین میں بادشاہ

الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱﴾ هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى

پاک ذات زبردست حکمتوں والا وہی ہے جس نے اٹھایا

الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ

اَن پڑھوں میں ایک رسول انہی میں کا پڑھ کر سناتا ہے ان کو اس کی آیتیں اور ان کو سنوارتا ہے

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ

اور سکھلاتا ہے ان کو کتاب اور عقل مندی اور اس سے پہلے وہ پڑے ہوئے تھے

حضرت عیسیٰؑ کے حواریین "حواریین" (یاران مسیح) تھوڑے سے تو گنے چنے آدمی تھے جو اپنے نسب وحسب کے اعتبار سے کچھ معزز نہیں سمجھے جاتے تھے۔ انہوں نے حضرت مسیح کو قبول کیا اور ان کی دعوت کو بڑی قربانیاں کر کے دیار وامصار میں پھیلایا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کے یاروں نے بڑی محنتیں کی ہیں تب ان کا دین نشر ہوا۔ ہمارے حضرت ﷺ کے پیچھے بھی خلفاءؓ نے اس سے زیادہ کیا۔" والحمد للّٰہ علی ذٰلک۔

حضرت عیسیٰؑ کے مومنین کی مدد یعنی "بنی اسرائیل" میں دو فرقے ہو گئے۔ ایک ایمان پر قائم ہوا۔ دوسرے نے انکار کیا۔ پھر حضرت مسیح کے بعد آپس میں دست وگریبان رہے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اس بحث ومناظرہ اور خانہ جنگیوں میں مومنین کو منکرین پر غالب کیا۔ حضرت مسیح کے نام لیوا (نصاریٰ) یہود پر غالب رہے اور نصاریٰ میں سے ان کی عام گمراہی کے بعد جو بچے کھچے افراد صحیح عقیدہ پر قائم رہ گئے تھے ان کو حق تعالیٰ نے نبی آخر الزمان کے ذریعہ سے دوسروں پر غلبہ عنایت فرمایا۔ حجت وبرہان کے اعتبار سے بھی اور قوت وسلطنت کی حیثیت سے بھی۔ فللّٰہ الحمد والمنة۔ تم سورة الصف وللّٰہ الحمد والمنة

لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۙ﴿۲﴾ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ

صریح بھول میں ﴿۱﴾ اور اٹھایا اس رسول کو ایک دوسرے لوگوں کے واسطے بھی انہی میں سے جو ابھی نہیں ملے ان میں ﴿۲﴾

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۳﴾ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ

وہی ہے زبردست حکمت والا ﴿۳﴾ یہ بڑائی اللہ کی ہے دیتا ہے

مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۴﴾ مَثَلُ

جس کو چاہے اور اللہ کا فضل بڑا ہے ﴿۴﴾ مثال

الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ

ان لوگوں کی جن پر لادی توریت پھر نہ اٹھائی انہوں نے جیسے مثال گدھے کی

يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا

کہ پیٹھ پر لے چلتا ہے کتابیں ﴿۵﴾ بری مثال ہے ان لوگوں کی ﴿۶﴾ جنہوں نے جھٹلایا

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵﴾

اللہ کی باتوں کو ﴿۷﴾ اور اللہ راہ نہیں دیتا بے انصاف لوگوں کو ﴿۸﴾

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْۤا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ

تو کہہ اے یہودی ہونے والو اگر تم کو دعویٰ ہے کہ تم دوست ہو

لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ

اللہ کے سب لوگوں کے سوا تو مناؤ اپنے مرنے کو اگر تم

صٰدِقِيْنَ ﴿۶﴾ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗۤ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ

سچے ہو اور وہ کبھی نہ منائیں گے اپنا مرنا ان کاموں کی وجہ سے جن کو آگے بھیج چکے ہیں ان کے ہاتھ

سورۃ الجمعۃ

◆۱◆ **امیین کون ہیں** "اُمِّیّٖنَ" (ان پڑھ) اہل عرب کو کہا۔ جن میں علم و ہنر کچھ نہ تھا نہ کوئی آسمانی کتاب تھی۔ معمولی لکھنا پڑھنا بھی بہت کم آدمی جانتے تھے۔ ان کی جہالت و وحشت ضرب المثل تھی خدا کو بالکل بھولے ہوئے تھے، بت پرستی، اوہام پرستی، اور فسق و فجور کا نام "ملت ابراہیمی" رکھ چھوڑا تھا اور تقریباً ساری قوم صریح گمراہی میں پڑی بھٹک رہی تھی۔

نبی امی کی تعلیمات اور فرائض ناگہاں اللہ تعالیٰ نے اسی قوم میں سے ایک رسول اٹھایا جس کا امتیازی لقب "نبی امی" ہے۔ لیکن باوجود اُمّی ہونے کے اپنی قوم کو اللہ کی سب سے زیادہ عظیم الشان کتاب پڑھ کر سناتا اور عجیب و غریب علوم و معارف اور حکمت و دانائی کی باتیں سکھلا کر ایسا حکیم و شائستہ بناتا ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے حکیم و دانا اور عالم و عارف اس کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرتے ہیں **تنبیہ** اس طرح کی آیت سورۃ "بقرۃ" اور "آل عمران" میں گذر چکی ہے۔ وہاں کے فوائد ملاحظہ کر لئے جائیں۔

◆۲◆ **اہل عجم کے بھی رسول ہیں** یعنی یہ ہی رسول دوسرے آنے والے لوگوں کے واسطے بھی ہے جن کو مبدأ و معاد اور شرائع سماویہ کا پورا اور صحیح علم نہ رکھنے کی وجہ سے ان پڑھ ہی کہنا چاہئے۔ مثلاً فارس، روم، چین اور ہندوستان وغیرہ کی قومیں جو بعد کو امیین کے دین اور اسلامی برادری میں شامل ہو کر ان ہی میں سے ہو گئیں۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "حق تعالیٰ نے اول عرب پیدا کئے اس دین کے تھامنے والے، پیچھے عجم میں ایسے کامل لوگ اٹھے۔" حدیث میں ہے کہ جب آپ سے "وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ" کی نسبت سوال کیا گیا تو سلمان فارسی کے شانہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اگر علم یا دین ثریا پر جا پہنچے گا تو (اس کی قوم فارس کا مرد وہاں سے بھی لے آئے گا) شیخ جلال الدین سیوطیؒ وغیرہ نے تسلیم کیا ہے کہ اس پیشین گوئی کے بڑے مصداق حضرت امام اعظم ابوحنیفۃ النعمان ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

◆۳◆ جس کی زبردست قوت و حکمت نے اس جلیل القدر پیغمبر کے ذریعہ سے قیامت تک کیلئے عرب و عجم کی تعلیم و تزکیہ کا انتظام فرمایا۔ صلی اللہ علیہ وسلم

◆۴◆ **اس امت پر اللہ کا فضل** یعنی رسول کو یہ بڑائی دی اور اس امت کو اتنے بڑے مرتبہ والا رسول دیا۔ فلہ الحمد و المنۃ علیٰ ما انعم۔ چاہئے کہ مسلمان اس انعام و اکرام کی قدر پہچانیں، اور حضورؐ کی شان تعلیم و تزکیہ سے مستفید و متمتع ہونے میں کوتاہی نہ کریں۔ آگے عبرت کے لئے یہود کی مثال بیان فرماتے ہیں جنہوں نے اپنی کتاب اور پیغمبر سے استفادہ کرنے میں سخت غفلت اور کوتاہی برتی۔

◆۵◆ **تورات پر عمل نہ کرنے والے گدھے کی مثل ہیں** یعنی یہود پر "تورات" کا بوجھ رکھا گیا تھا اور وہ اس کے ذمہ دار ٹھہرائے گئے تھے۔ لیکن انہوں نے اس کی تعلیمات و ہدایات کی کچھ پروا نہ کی، نہ اس کو محفوظ رکھا، نہ دل میں جگہ دی، نہ اس پر عمل کر کے اللہ کے فضل و انعام سے بہرہ ور ہوئے۔ بلاشبہ تورات جس کے یہ لوگ حامل بنائے گئے تھے حکمت و ہدایت کا ایک ربانی خزینہ تھا، مگر جب اس سے منتفع نہ ہوئے تو وہ ہی مثال ہوگئی۔ نہ محقق شدی نہ دانشمند چار پائے برو کتابے چند۔ ایک گدھے پر علم و حکمت کی پچاسوں کتابیں لا دو، اس کو بوجھ میں دبنے کے سوا کوئی فائدہ نہیں۔ وہ تو صرف ہری گھاس کی تلاش میں ہے۔ اس بات سے کچھ سروکار نہیں رکھتا کہ پیٹھ پر لعل و جواہر لدے ہوئے ہیں یا خزف و سنگریزے۔ اگر محض اسی پر فخر کرنے لگے کہ دیکھو! میری پیٹھ پر کیسی کیسی عمدہ اور قیمتی کتابیں لدی ہوئی ہیں لہٰذا میں بڑا عالم اور معزز ہوں تو یہ اور زیادہ گدھا پن ہوگا۔

◆۶◆ یعنی بری قوم ہے وہ جس کی مثال یہ ہے۔ اللہ ہم کو پناہ میں رکھے۔

◆۷◆ یعنی اللہ تعالیٰ نے تورات وغیرہ میں جو بشارات نبی آخر الزماں کی دی تھیں اور جو دلائل و براہین آپ کی رسالت پر قائم کیں، ان کو جھٹلانا آیات اللہ کو جھٹلانا ہے۔

◆۸◆ یعنی ایسے معاند، ہٹ دھرم، بے انصاف لوگوں کو ہدایت کی توفیق نہیں دیتا۔

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝۷ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ

اور اللہ کو خوب معلوم ہیں سب گنہگار ① تو کہہ موت وہ (وہی) جس سے

تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ

تم بھاگتے ہو سو وہ تم سے ضرور ملنے والی ہے پھر تم پھیرے جاؤ گے اس

الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۸ ع

چھپے اور کھلے جاننے والے کے پاس پھر جتلا دے گا تم کو جو تم کرتے تھے ②

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ

اے ایمان والو جب اذان ہو نماز کی جمعہ کے

الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۭ ذٰلِكُمْ

دن تو دوڑو اللہ کی یاد کو اور چھوڑ دو خرید و فروخت ③ یہ

خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۹ فَاِذَا قُضِيَتِ

بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم کو سمجھ ہے ④ پھر جب تمام ہو چکے

الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ

نماز تو پھیل پڑو زمین میں اور ڈھونڈو فضل

---

① **یہود کی ولایت کا جھوٹا دعویٰ** یعنی اس گدھے پن اور جہل وحماقت کے باوجود دعویٰ یہ ہے کہ بلاشرکت غیرے ہم ہی اللہ کے دوست اور ولی، اور تنہا جنت کے حق دار ہیں بس دنیا سے چلے اور جنت میں پہنچے۔ لیکن اگر واقعی دل میں یہ ہی یقین ہے اور اپنے دعوے میں سچے ہیں تو ضرور تھا کہ دنیا کے مکدر عیش سے دل برداشتہ ہو کر محبوب حقیقی کے اشتیاق اور جنت الفردوس کی تمنا میں مرنے کی آرزو کرتے۔

موت کی تمنا کرو اگر سچے ہو جس کو یقیناً معلوم ہو جائے کہ میرا اللہ کے ہاں بڑا درجہ ہے اور کوئی خطرہ نہیں۔ وہ بیشک مرنے سے خوش ہوگا اور موت کو ایک پل سمجھے گا جو دوست کو دوست سے ملاتا ہے اس کی زبان پر تو یہ الفاظ ہوں گے۔ " غدًا نلقى الاحبّة، محمدًا وحزبه اور يا حبّذا الجنّةُ واقترابها طيّبة وبارد شرابها اور حبيبٌ جآءَ على فاقةٍ اور يا بني لا

یبالی ابوک سقط علی الموت ام سقط علیه الموت وغیر ذلک''

اولیاء اللہ اور موت کا اشتیاق یہ ان اولیاء اللہ کے کلمات ہیں جو دنیا کی کسی سختی یا مصیبت سے گھبرا کر نہیں، خالص لقاء اللہ اور جنت کے اشتیاق میں موت کی تمنا رکھتے تھے، اور ان کے افعال وحرکات خود شہادت دیتے تھے کہ موت ان کو دنیا کی تمام لذائذ سے زیادہ لذیذ ہے۔ قال النبی صلی اللہ علیه وسلم'' لَوَدِدتُ اَنِّی اُقتَلُ فِی سَبِیلِ اللّٰهِ ثُمَّ اُحیَاثُمَّ اُقتَلُ ''اس کے بالمقابل ان جھوٹے مدعیوں کے افعال وحرکات پر نظر ڈالو کہ ان سے بڑھ کر موت سے ڈرنے والا کوئی نہیں۔ وہ مرنے کا نام سن کر گھبراتے اور بھاگتے ہیں، اس لئے نہیں کہ زیادہ دن زندہ رہیں تو زیادہ نیکیاں کمائیں گے۔ محض اس لئے کہ دنیا کی حرص سے ان کا پیٹ کبھی نہیں بھرتا اور دل میں سمجھتے ہیں کہ جو کرتوت کئے ہیں، یہاں سے چھوٹتے ہی ان کی سزا میں پکڑے جائیں گے۔ غرض ان کے تمامی افعال واطوار سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ وہ ایک لمحہ کے لئے موت کی آرزو نہیں کر سکتے۔ اور ممکن تھا کہ اس زمانہ کے یہود قرآن کے اس دعویٰ کو جھٹلانے کے لئے جھوٹ موٹ زبان سے موت کی تمنا کرنے لگتے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے یہ قدرت بھی ان کو نہ دی۔ روایات میں ہے کہ اگر (ان میں سے) کوئی یہودی موت کی تمنا کر گزرتا تو اسی وقت گلے میں اَچھو لگ کر ہلاک ہو جاتا **تنبیہ** اس مضمون کی آیت سورہ ''بقرہ'' میں گذر چکی ہے، اس کے فوائد دیکھ لئے جائیں۔ بعض سلف کے نزدیک ''تمنیٔ موت'' کا مطلب مباہلہ تھا۔ یعنی معاند یہود سے کہا گیا کہ اگر وہ واقعی اپنے اولیاء ہونے کا یقین رکھتے ہیں اور مسلمانوں کو باطل پر سمجھتے ہیں تو تمنا کریں کہ فریقین میں جو جھوٹا ہو، مر جائے۔ لیکن وہ کبھی ایسا نہ کریں گے کیونکہ ان کو اپنے کذب وظلم کا یقین حاصل ہے۔ ابن کثیرؒ اور ابن قیمؒ وغیرہ نے یہی توجیہ اختیار کی ہے۔ واللہ اعلم۔

موت سے فرار ممکن نہیں یعنی موت سے ڈر کر کہاں بھاگ سکتے ہو۔ ہزار کوشش کرو، مضبوط قلعوں میں دروازے بند کر کے بیٹھ رہو، وہاں بھی موت چھوڑنے والی نہیں۔ اور موت کے بعد پھر وہی اللہ کی عدالت ہے اور تم ہو (ربط) یہود کی بڑی خرابی یہ تھی کہ کتابیں پیٹھ پر لدی ہوئی ہیں، لیکن ان سے منتفع نہیں ہوتے دین کی بہت سی باتیں سمجھتے بوجھتے، پر دنیا کے واسطے چھوڑ بیٹھتے۔ دنیا کے دھندوں میں منہمک ہو کر اللہ کی یاد اور آخرت کے تصور کو فراموش کر دیتے، ایسی روش سے ہم کو منع کیا گیا۔ جمعہ کا تقید بھی ایسا ہی ہے کہ اس وقت دنیا کے کام میں نہ لگو بلکہ پوری توجہ اور خاموشی سے خطبہ سنو اور نماز ادا کرو۔ حدیث میں ہے کہ ''جو کوئی خطبہ کے وقت بات کرے وہ اس گدھے کی طرح ہے جس پر کتابیں لدی ہوں۔'' یعنی اس کی مثال یہود کی سی ہوئی۔ العیاذ باللہ!۔

اذان جمعہ کی اہمیت اور احکام حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ''ہر اذان کا یہ حکم نہیں، کیونکہ جماعت پھر بھی ملے گی۔ اور جمعہ ایک ہی جگہ ہوتا تھا۔ پھر کہاں ملے گا۔'' اور اللہ کی یاد سے مراد خطبہ ہے اور نماز بھی اس کے عموم میں داخل ہے۔ یعنی ایسے وقت جائے کہ خطبہ سنے۔ اس وقت خرید وفروخت حرام ہے۔ اور ''دوڑنے'' سے مراد پورے اہتمام اور مستعدی کے ساتھ جانا ہے۔ بھاگنا مراد نہیں۔ **تنبیہ** ''نُودِیَ'' سے مراد قرآن میں وہ اذان ہے جو نزول آیت کے وقت تھی یعنی جو امام کے سامنے ہوتی ہے۔ کیونکہ اس سے پہلی اذان بعد کو حضرت عثمانؓ کے عہد میں صحابہ کے اجماع سے مقرر ہوئی ہے۔ لیکن حرمت بیع میں اس اذان کا حکم بھی مثل حکم اذان قدیم کے ہے کیونکہ اشتراک علت سے حکم میں اشتراک ہوتا ہے۔ البتہ اذان قدیم میں یہ حکم منصوص وقطعی ہوگا اور اذان حادث میں یہ حکم مجتہد فیہ اور ظنی رہے گا۔ اس تقریر سے تمام علمی اشکالات مرتفع ہو گئے۔ نیز واضح رہے کہ ''یٰاَیُّهَا الَّذِینَ اٰمَنُوا'' یہاں ''عام مخصوص منہ البعض'' ہے۔ کیونکہ بالاجماع بعض مسلمانوں (مثلاً مسافر ومریض وغیرہ) پر جمعہ فرض نہیں۔

ظاہر ہے کہ منافع آخرت کے سامنے دنیوی فوائد کیا حقیقت رکھتے ہیں۔

اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ⑩ وَاِذَا

اللہ کا — اور یاد کرو اللہ کو بہت سا — تا کہ تمہارا بھلا ہو ◆۱۰ — اور جب

رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا ِۨانْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ

دیکھیں سودا بکتا — یا کچھ تماشہ — متفرق ہو جائیں اس کی طرف — اور تجھ کو چھوڑ جائیں

قَآئِمًا ط قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ

کھڑا — تو کہہ — جو اللہ کے پاس ہے — سو بہتر ہے تماشے سے — اور

التِّجَارَةِ ط وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ⑪ ع

سوداگری سے — اور اللہ بہتر ہے روزی دینے والا ◆۱۱

ع ۲ ۱۲

اٰيَاتُهَا ۱۱ — (۶۳) سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْنَ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۴) — رُكُوْعَاتُهَا ۲

سورۂ منافقون مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی گیارہ آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ م

وقف لازم

جب آئیں تیرے پاس منافق — کہیں ہم قائل ہیں — تو رسول ہے اللہ کا ◆۱

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ط وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ

اور اللہ جانتا ہے — کہ تو اس کا رسول ہے — اور اللہ گواہی دیتا ہے — کہ یہ

الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ① اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً

منافق جھوٹے ہیں ◆۱ — انہوں نے رکھا ہے اپنی قسموں کو — ڈھال بنا کر ◆۲

جمعہ کی بعد روزی کی تلاش حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "یہود کے ہاں عبادت کا دن ہفتہ تھا، سارا دن سودا منع تھا اس لئے فرمادیا کہ تم نماز کے بعد روزی تلاش کرو، اور روزی کی تلاش میں بھی اللہ کی یاد نہ بھولو۔"

لہو و تجارت پر مسلمانوں کو تنبیہ ایک مرتبہ جمعہ میں حضرتؐ خطبہ فرما رہے تھے، اسی وقت تجارتی قافلہ باہر سے غلہ لے کر آ پہنچا۔ اس کے ساتھ اعلان کی غرض سے نقارہ بجتا تھا۔ پہلے سے شہر میں اناج کی کمی تھی۔ لوگ دوڑے کہ اس کو ٹھہرائیں (خیال کیا ہوگا کہ خطبہ کا حکم عام وعظوں کی طرح ہے جس میں سے ضرورت کے لئے اٹھ سکتے ہیں۔ نماز پھر آکر پڑھ لیں گے۔ یا نماز ہو چکی ہوگی جیسا کہ بعض کا قول ہے کہ اس وقت نماز جمعہ خطبہ سے پہلے ہوتی تھی۔ بہر حال خطبہ کا حکم معلوم نہ تھا) اکثر لوگ چلے گئے حضرتؐ کے ساتھ بارہ آدمی (جن میں خلفائے راشدین بھی تھے) باقی رہ گئے۔ اس پر یہ آیت اتری۔ یعنی سوداگری اور دنیا کا کھیل تماشا کیا چیز ہے، وہ ابدی دولت حاصل کرو جو اللہ کے پاس ہے اور جو پیغمبر کی صحبت اور مجالس ذکر و عبادت میں ملتی ہے۔ باقی قحط کی وجہ سے روزی کا کھٹکا جس کی بناء پر تم اٹھ کر چلے گئے، سو یاد رکھو روزی اللہ کے ہاتھ میں ہے اور وہی بہترین روزی دینے والا ہے اس مالک کے غلام کو یہ اندیشہ نہیں ہونا چاہئے۔ اس تنبیہ و تادیب کے بعد صحابہ کی شان وہ تھی جو سورۂ "نور" میں ہے "رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللّٰهِ"

تنبیہ "لَهْو" کہتے ہیں ہر اس چیز کو جو اللہ کی یاد سے مشغول (غافل) کردے۔ جیسے کھیل تماشہ۔ شاید اس نقارہ کی آواز کو "لہو" سے تعبیر فرمایا ہو۔ تم سورة الجمعة فلله الحمد والمنة

سورۃ المنٰفقون

یعنی ہم دل سے اعتقاد رکھتے ہیں آپؐ کے رسول ہونے پر۔

منافقین کے کذب پر اللہ کی گواہی یعنی جھوٹ کہتے ہیں کہ ان کو دل سے اعتقاد ہے۔ واقع میں وہ آپ کی رسالت کے قائل نہیں محض اپنی اغراض کے پیش نظر زبان سے باتیں بناتے ہیں اور دل میں سمجھتے ہیں کہ جھوٹ بول رہے ہیں۔ پھر ان ایک بات پر کیا منحصر ہے، جھوٹ بولنا ان کی امتیازی خصلت اور شعار بن چکا ہے۔ بات بات میں کذب و دروغ سے کام لیتے ہیں۔ چنانچہ اسی سورت میں ایک واقعہ کا ذکر آیا چاہتا ہے جس میں انہوں نے صریح جھوٹ بولا، اور اللہ نے آسمان سے ان کی تکذیب کی۔

منافقین کی جھوٹی قسمیں یعنی جھوٹی قسمیں کھالیتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور مجاہدین اسلام کے ہاتھوں سے اپنی جان و مال محفوظ رکھنے کے لئے ان ہی قسموں کی آڑ پکڑتے ہیں۔ جہاں کوئی بات قابل گرفت ان سے سرزد ہوئی اور مسلمانوں کی طرف سے مواخذہ کا خوف ہوا، فوراً جھوٹی قسمیں کھا کر بری ہو گئے۔

فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا

پھر روکتے ہیں اللہ کی راہ سے یہ لوگ برے کام ہیں جو

يَعْمَلُوْنَ ۝٢ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى

کر رہے ہیں ۝١ یہ اس لیے کہ وہ ایمان لائے پھر منکر ہو گئے پھر مہر لگ گئی

قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝٣ وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ

ان کے دل پر سو وہ اب کچھ نہیں سمجھتے ۝٢ اور جب تو دیکھے ان کو تو اچھے لگیں تجھ کو

اَجْسَامُهُمْ ؕ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ

ان کے ڈیل اور اگر بات کہیں سنے تو ان کی بات ۝٣ کیسے ہیں جیسے کہ

خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ؕ هُمُ

لکڑی لگا دی دیوار سے ۝٤ جو کوئی چیخے جانیں ہم ہی پر بلا آئی ۝٥ وہی ہیں

الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ؗ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝٤ وَ

دشمن ان سے بچتا رہ ۝٦ گردن مارے ان کی اللہ کہاں سے پھرے جاتے ہیں ۝٧ اور

اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ

جب کہیے ان کو آؤ معاف کرا دے تم کو رسول اللہ کا

لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝٥

مٹکاتے ہیں اپنے سر اور تو دیکھے کہ وہ رکتے ہیں اور وہ غرور کرتے ہیں ۝٨

سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ

برابر ہے ان پر تو معافی چاہے ان کو یا نہ معافی چاہے

❶ **اللہ کی راہ سے روکتے ہیں** | یعنی اسلام اور مسلمانوں کی نسبت طعن و تشنیع اور عیب جوئی کر کے دوسروں کو اسلام میں داخل ہونے سے روکتے ہیں اور لوگ ان کو بظاہر مسلمان دیکھ کر دھوکا کھا جاتے ہیں، تو ان کی جھوٹی قسموں کا ضرر فساد ان ہی تک محدود نہیں رہتا، بلکہ دوسروں تک متعدی ہوتا ہے۔ اس سے بڑھ کر برا کام اور کیا ہوگا۔ (لیکن ایک شخص جب تک بظاہر ضروریات دین کا اقرار کرتا ہے خواہ جھوٹ اور فریب ہی سے کیوں نہ ہو، اسلام اس کے قتل کی اجازت نہیں دیتا)

❷ **منافقین کے قلوب پر مہر** | یعنی زبان سے ایمان لائے، دل سے منکر رہے اور مدعیٔ ایمان ہو کر کافروں جیسے کام کئے اس بے ایمانی اور انتہائی فریب و دغا کا اثر یہ ہوا کہ ان کے دلوں پر مہر لگ گئی۔ جن میں ایمان و خیر اور حق و صداقت کے سرایت کرنے کی قطعاً گنجائش نہیں رہی۔ ظاہر ہے کہ اب اس حالت پر پہنچ کر ان سے سمجھنے کی کیا توقع کی جاسکتی ہے۔ جب آدمی کا قلب اس کی بدکاریوں اور بے ایمانیوں سے بالکل مسخ ہو جائے پھر نیک و بد کے سمجھنے کی صلاحیت کہاں باقی رہے گی۔

❸ **منافقین کا ظاہر و باطن** | یعنی دل تو مسخ ہو چکے ہیں، لیکن جسم دیکھو تو بہت ڈیل ڈول کے، چکنے چپڑے، بات کریں تو بہت فصاحت اور چرب زبانی سے، نہایت لچھے دار کہ خواہ مخواہ سننے والا ادھر متوجہ ہو۔ اور کلام کی ظاہری سطح دیکھ کر قبول کرنے پر آمادہ ہو جائے۔ کسی نے خوب کہا ہے۔ از بروں چوں گور کافر پر حُلل
واندروں قہر خدائے عزوجل۔ از بروں طعنہ زنی بر بایزید واز درونت ننگ میدارد یزید۔

❹ **دیوار سے لگی خشک لکڑی کی مثال** | خشک اور بیکار لکڑی جو دیوار سے لگا کر کھڑی کر دی جائے محض بیجان اور لایعقل، دیکھنے میں کتنی موٹی، مگر ایک منٹ بھی بدون سہارے کے کھڑی نہیں رہ سکتی۔ ہاں ضرورت پڑے تو جلانے کے کام آسکتی ہے۔ یہی حال ان لوگوں کا ہے۔ ان کے موٹے فربہ جسم، اور تن و توش سب ظاہری خول ہیں، اندر سے خالی اور بے جان، محض دوزخ کا ایندھن بننے کے لائق۔

❺ **منافقین کی بزدلی** | یعنی بزدل، نامرد، ڈرپوک، ذرا کہیں شور و غل ہو تو دل دہل جائے۔ سمجھیں کہ ہم ہی پر کوئی بلا آئی۔ سنگین جرموں اور بے ایمانیوں کی وجہ سے ہر وقت ان کے دل میں دغدغہ لگا رہتا ہے کہ دیکھیے کہیں ہماری دغابازیوں کا پردہ تو چاک نہیں ہو گیا۔ یا ہماری حرکات کی پاداش میں کوئی افتاد تو پڑنے والی نہیں۔

❻ یعنی بڑے خطرناک دشمن یہی ہیں ان کی چالوں سے ہشیار رہو۔

❼ یعنی ایمان کا اظہار کر کے یہ بے ایمانی، اور حق و صداقت کی روشنی آچکنے کے بعد یہ ظلمت پسندی کس قدر عجیب ہے۔

❽ **توبہ سے اعراض اور تکبر** | بعض دفعہ جب ان منافقوں کی کوئی شرارت صاف طور پر کھل جاتی اور کذب و خیانت کا پردہ فاش ہو جاتا تو لوگ کہتے کہ (اب بھی وقت نہیں گیا) آؤ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ سے اپنا قصور معاف کرالو۔ حضورؐ کے استغفار کی برکت سے حق تعالیٰ تمہاری خطا معاف فرما دے گا۔ تو غرور و تکبر سے اس پر آمادہ نہ ہوتے اور بے پروائی سے گردن ہلا کر اور سر مٹکا کر رہ جاتے۔ بلکہ بعض بدبخت صاف کہہ دیتے کہ ہم کو رسول اللہ کے استغفار کی ضرورت نہیں۔

لَهُمْ ط لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي

ہرگز نہ معاف کرے گا ان کو اللہ بے شک اللہ راہ نہیں دیتا

الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۶﴾ هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا

نافرمان لوگوں کو ◆۱ وہی ہیں جو کہتے ہیں مت خرچ کرو

عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ط وَلِلّٰهِ

ان پر جو پاس رہتے ہیں رسول اللہ کے یہاں تک کہ متفرق ہو جائیں ◆۲ اور اللہ کے ہیں

خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا

خزانے آسمانوں اور زمین کے ولیکن منافق نہیں

يَفْقَهُوْنَ ﴿۷﴾ يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ

سمجھتے ◆۳ کہتے ہیں البتہ اگر ہم پھر گئے مدینہ کو

لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ط وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ

تو نکال دے گا جس کا زور ہے وہاں سے کمزور (ذلیل) لوگوں کو اور زور تو اللہ کا ہے اور اس کے رسول کا

وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۸﴾ يٰۤاَيُّهَا ع ۱ ۸ ۱۳

اور ایمان والوں کا لیکن منافق نہیں جانتے ◆۴ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ

ایمان والو غافل نہ کر دیں تم کو تمہارے مال اور تمہاری اولاد

عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ج وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ

اللہ کی یاد سے اور جو کوئی یہ کام کرے تو وہی لوگ ہیں

ان منافقین کیلئے معافی نہیں یعنی ممکن ہے آپ غایت رحمت وشفقت سے ان کے لئے بحالت موجودہ معافی طلب کریں۔ مگر اللہ کسی صورت سے ان کو معاف کرنے والا نہیں، اور نہ ایسے نافرمانوں کو اس کے ہاں سے ہدایت کی توفیق ملتی ہے۔ اس طرح کی ایک آیت سورۂ "براءت" میں آ چکی ہے۔ وہاں کے فوائد دیکھ لئے جائیں۔

عبداللہ بن ابی کی شرارت ایک سفر میں دو شخص لڑ پڑے ایک مہاجرین میں کا اور ایک انصار کا۔ دونوں نے اپنی حمایت کے لئے اپنی جماعت کو پکارا جس پر خاصا ہنگامہ ہو گیا۔ یہ خبر رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کو پہنچی کہنے لگا اگر ہم ان (مہاجرین) کو اپنے شہر میں جگہ نہ دیتے تو ہم سے مقابلہ کیوں کرتے تم ہی خبر گیری کرتے ہو تو یہ لوگ رسول کے ساتھ جمع رہتے ہیں، خبر گیری چھوڑ دو، ابھی خرچ سے تنگ آ کر متفرق ہو جائیں، اور سب مجمع بچھڑ جائے۔ یہ بھی کہا کہ اس سفر سے واپس ہو کر ہم مدینہ پہنچیں تو جس کا اس شہر میں زور واقتدار ہے چاہئے ذلیل بے قدروں کو نکال دے (یعنی ہم لوگ جو معزز لوگ ہیں ذلیل مسلمانوں کو نکال دیں گے) ایک صحابی زیدؓ بن ارقم نے یہ باتیں سن کر حضرتؐ کے پاس نقل کر دیں۔ آپؐ نے عبداللہ بن ابی وغیرہ کو بلا کر تحقیق کی تو قسمیں کھا گئے کہ زیدؓ بن ارقم نے ہماری دشمنی سے جھوٹ کہہ دیا ہے۔ لوگ زیدؓ پر آوازے کسنے لگے وہ بیچارے سخت محجوب اور نادم تھے۔ اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں حضورؐ نے زیدؓ کو فرمایا کہ اللہ نے تجھے سچا کیا۔

زمین کے سارے خزانوں کا مالک اللہ ہے یعنی احمق اتنا نہیں سمجھتے کہ تمام آسمان و زمین کے خزانوں کا مالک تو اللہ ہے کیا جو لوگ خالص اس کی رضا جوئی کے لئے اس کے پیغمبر کی خدمت میں رہتے ہیں وہ ان کو بھوکوں مار دے گا، اور لوگ اگر ان کی امداد بند کر لیں گے تو وہ بھی اپنی روزی کے سب دروازے بند کر لے گا؟ سچ تو یہ ہے کہ جو بندے ان اللہ والوں پر خرچ کر رہے ہیں وہ بھی اللہ ہی کراتا ہے۔ اس کی توفیق نہ ہو تو نیک کام میں کوئی ایک پیسہ خرچ نہ کر سکے۔

عزت اللہ اس کے رسول ﷺ اور مومنوں کیلئے ہے یعنی منافق یہ نہیں جانتے کہ زور آور اور عزت والا کون ہے۔ یاد رکھو اصلی اور ذاتی عزت تو اللہ کی ہے۔ اس کے بعد اس سے تعلق رکھنے کی بدولت درجہ بدرجہ رسول کی اور ایمان والوں کی۔ روایات میں ہے کہ عبداللہ بن ابی کے وہ الفاظ (کہ عزت والا ذلیل کو نکال دے گا) جب اس کے بیٹے حضرت عبداللہ بنؓ عبداللہ کو پہنچے (جو مخلص مسلمان تھے) تو باپ کے سامنے تلوار لے کر کھڑے ہو گئے۔ بولے جب تک اقرار نہ کرے گا کہ رسول اللہ عزت والے ہیں اور تو ذلیل ہے، زندہ نہ چھوڑوں گا اور نہ مدینہ میں گھسنے دوں گا۔ آخر اقرار کرا کر چھوڑا۔ رضی اللہ عنہ۔ منافقین کی توبیخ وتقبیح کے بعد آگے مؤمنین کو چند ہدایات کی گئی ہیں۔ یعنی تم دنیا میں پھنس کر اللہ کی اطاعت اور آخرت کی یاد سے غافل نہ ہو جانا جس طرح یہ لوگ ہو گئے ہیں۔

هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹﴾ وَ اَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ

ٹوٹے میں ◆ اور خرچ کرو کچھ ہمارا دیا ہوا

قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَاۤ

اس سے پہلے کہ آ پہنچے تم میں کسی کو موت تب کہے اے رب کیوں نہ

اَخَّرْتَنِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَ اَكُنْ مِّنَ

ڈھیل دی تو نے مجھ کو ایک تھوڑی سی مدت کہ میں خیرات کرتا اور ہو جاتا

الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ

نیک لوگوں میں اور ہرگز نہ ڈھیل دے گا اللہ کسی جی کو جب آ پہنچا اس کا وعدہ ◆

وَ اللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱﴾ ع

اور اللہ کو خبر ہے جو تم کرتے ہو ◆

ع ۲ ۱۴

ایاتہا ۱۸ (۶۴) سُوْرَةُ التَّغَابُنِ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۸) رکوعاتہا ۲

سورۂ تغابن مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی اٹھارہ آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ

پاکی بول رہا ہے اللہ کی جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں اسی کا

الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۫ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱﴾

راج ہے اور اسی کو تعریف ہے ◆ اور وہی ہر چیز کر سکتا ہے

مال واولاد کی وجہ سے غفلت میں نہ پڑو | یعنی آدمی کے لئے بڑے خسارے اور ٹوٹے کی بات ہے کہ باقی کو چھوڑ کر فانی میں مشغول ہو اور اعلیٰ سے ہٹ کر ادنیٰ میں پھنس جائے۔ مال و اولاد وہ ہی اچھی ہے جو اللہ کی یاد اور اس کی عبادت سے غافل نہ کرے۔ اگر ان دھندوں میں پڑ کر خدا کی یاد سے غافل ہو گیا تو آخرت بھی کھوئی اور دنیا میں قلبی سکون و اطمینان نصیب نہ ہوا۔ "وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰی۔"

موت سے پہلے انفاق کرلو | یہ شاید منافقوں کے قول "لَا تُنْفِقُوْا عَلٰی مَنْ عِنْدَ الخ" کا جواب ہوا کہ خرچ کرنے میں خود تمہارا بھلا ہے جو کچھ صدقہ خیرات کرنا ہے جلدی کرو، ورنہ موت سر پر آ پہنچے گی تو پچھتاؤ گے کہ ہم نے کیوں خدا کے راستہ میں خرچ نہ کیا۔ اس وقت (موت کے قریب) بخیل تمنا کرے گا کہ اے پروردگار! چند روز اور میری موت کو ملتوی کر دیتے کہ میں خوب صدقہ خیرات کر کے اور نیک بن کر حاضر ہوتا۔ لیکن وہاں التواء کیسا؟ جس شخص کی جس قدر عمر لکھ دی اور جو میعاد مقرر کر دی ہے، اس کے پورا ہو جانے پر ایک لمحہ کی ڈھیل اور تاخیر نہیں ہو سکتی۔ **تنبیہ** | ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ وہ اس تمنا کو قیامت کے دن پر حمل کرتے ہیں۔ یعنی محشر میں یہ آرزو کرے گا کہ کاش مجھے پھر دنیا کی طرف تھوڑی مدت کے لئے لوٹا دیا جائے تو خوب صدقہ کر کے اور نیک بن کر آؤں۔

اس کو یہ بھی خبر ہے کہ اگر بالفرض تمہاری موت ملتوی کر دی جائے یا محشر سے پھر دنیا کی طرف واپس کریں تب تم کیسے عمل کرو گے۔ وہ سب کی اندرونی استعدادوں کو جانتا ہے اور سب کے ظاہری و باطنی اعمال سے پوری طرح خبردار ہے۔ اسی کے موافق ہر ایک سے معاملہ کرے گا۔ تم سورۃ المنافقون وللہ الحمد والمنة

سورۃ التغابن

اسی کا راج اور اسی کی تعریف | اور جس کسی کا راج دنیا میں دکھائی دیتا ہے وہ اسی کا دیا ہوا اور جس کسی کی تعریف کی جاتی ہے وہ حقیقت میں اسی کی تعریف ہے۔

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ؕ

وہی ہے جس نے تم کو بنایا پھر کوئی تم میں منکر ہے اور کوئی تم میں ایمان دار ﴿۱﴾

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲﴾ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ

اور اللہ جو تم کرتے ہو دیکھتا ہے بنایا آسمانوں کو اور

الْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ

زمین کو تدبیر سے اور صورت کھینچی تمہاری پھر اچھی بنائی تمہاری صورت ﴿۲﴾

وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۳﴾ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اور اس کی طرف سب کو پھر جانا ہے جانتا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں

وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ

اور جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو کھول کر کرتے ہو اور اللہ کو معلوم ہے

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۴﴾ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

جیوں کی بات کیا پہنچی نہیں تم کو خبر (احوال) ان لوگوں کی جو منکر ہو چکے ہیں

مِنْ قَبْلُ ز فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ

پہلے پھر انہوں نے چکھی سزا اپنے کام کی اور ان کو عذاب

اَلِيْمٌ ﴿۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ

دردناک ہے ﴿۳﴾ یہ اس لیے کہ لاتے تھے ان کے پاس ان کے رسول

بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ز فَكَفَرُوْا وَ

نشانیاں پھر کہتے کیا آدمی ہم کو راہ سمجھائیں گے پھر منکر ہوئے اور منہ

۱ **مسئلہ تقدیر اور اللہ کا علم وارادہ** | یعنی اسی نے سب آدمیوں کو بنایا۔ چاہئے تھا کہ سب اس پر ایمان لاتے اور اس منعم حقیقی کی اطاعت کرتے۔ مگر ہوا یہ کہ بعض منکر بن گئے اور بعض ایماندار۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے آدمی میں دونوں طرف جانے کی استعداد اور قوت رکھی تھی۔ مگر اولاً سب کو فطرت صحیحہ پر پیدا کیا تھا پھر کوئی اس فطرت پر قائم رہا اور کسی نے گردو پیش کے حالات سے متاثر ہو کر اس کے خلاف راہ اختیار کر لی اور ان دونوں کا علم اللہ کو ہمیشہ سے تھا کہ کون اپنے ارادہ اور اختیار سے کس طرف جائے گا۔ اور پھر اسی کے موافق سزا یا انعام و اکرام کا مستحق ہوگا۔ یہ ہی چیز اپنے علم کے موافق اس کی قسمت میں لکھ دی تھی کہ ایسا ہوگا۔ اللہ کا علم محیط اس کو مستلزم نہیں کہ دنیا میں ارادہ و اختیار کی قوت باقی نہ رہے۔ یہ مسئلہ دقیق ہے اور ہم اس پر ایک مستقل مضمون لکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ واللّٰہ الموفق والمعین۔

۲ **انسان کی صورت سب سے بہتر** | سب جانوروں سے انسان کی خلقت اچھی ہے۔ دیکھنے میں بھی خوبصورت، اور ملکات وقویٰ میں بھی تمام عالم سے ممتاز، بلکہ سب کا مجموعہ اور خلاصہ، اسی لئے صوفیا اسے "عالم صغیر" کہتے ہیں۔

۳ یعنی تم سے پہلے بہت قومیں "عاد" و "ثمود" وغیرہ ہلاک کی گئیں اور آخرت کا عذاب الگ رہا۔ یہ خطاب اہل مکہ کو ہے۔

تَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝٦ زَعَمَ

موڑ لیا ۝ اور اللہ نے بے پروائی کی ۔ اور اللہ بے پروا ہے سب تعریفوں والا ۝ دعویٰ کرتے ہیں

الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ

منکر ۔ کہ ہرگز ان کو کوئی نہ اٹھائے گا ۝ تو کہہ کیوں نہیں قسم ہے میرے رب کی

لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ؕ وَذٰلِكَ عَلَى

تم کو بے شک اٹھانا ہے ۔ پھر تم کو جتلانا ہے ۔ جو کچھ تم نے کیا ۔ اور یہ اللہ پر

اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝٧ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ

آسان ہے ۝ سو ایمان لاؤ اللہ پر ۔ اور اس کے رسول پر ۔ اور اس نور پر جو

اَنْزَلْنَا ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝٨ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ

ہم نے اتارا ۝ اور اللہ کو تمہارے سب کام کی خبر ہے ۝ جس دن تم کو اکٹھا کرے گا

لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ

جمع ہونے کے دن ۔ وہ دن ہے ہار جیت کا ۝ اور جو کوئی یقین لائے

بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ

اللہ پر ۔ اور کرے کام بھلا ۔ اتار دے گا اس پر سے ۔ اس کی برائیاں ۝

وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

اور داخل کرے گا اس کو ۔ باغوں میں ۔ جن کے نیچے بہتی ہیں ندیاں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝٩ وَ

رہا کریں ان میں ہمیشہ ۔ یہی ہے بڑی مراد ملنی ۝ اور

◆۱ **بشریت اور رسالت** | یعنی کیا ہم ہی جیسے آدمی ہادی بنا کر بھیجے گئے۔ بھیجنا تھا تو آسمان سے کسی فرشتہ کو بھیجتے گویا ان کے نزدیک بشریت اور رسالت میں منافات تھی۔ اسی لئے انہوں نے کفر اختیار کیا اور رسولوں کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ **تنبیہ** | اس آیت سے یہ ثابت کرنا کہ رسول کو بشر کہنے والا کافر ہے انتہائی جہل والحاد ہے۔ اس کے برعکس اگر کوئی یہ کہہ دے کہ آیت ان لوگوں کے کفر پر دلالت کر رہی ہے۔ جو رسل بنی آدم کے بشر ہونے کا انکار کریں، تو یہ دعویٰ پہلے دعوے سے زیادہ قوی ہوگا۔

◆۲ یعنی اللہ کو کیا پروا تھی۔ انہوں نے منہ موڑ لیا تو اللہ نے ادھر سے نظرِ رحمت اٹھالی۔

◆۳ رسالت کی طرح بعث بعد الموت کا بھی انکار ہے۔

◆۴ **دوبارہ زندہ کرنا اللہ کو آسان ہے** | یعنی دوبارہ اٹھانا اور سب کا حساب کر دینا اللہ کو کیا مشکل ہے پوری طرح یقین رکھو کہ یہ ضرور ہو کر رہے گا۔ کسی کے انکار کرنے سے وہ آنے والی گھڑی ٹل نہیں سکتی۔ لہٰذا مناسب ہے کہ انکار چھوڑ کر اس وقت کی فکر کرو۔

◆۵ یعنی قرآن کریم پر۔

◆۶ یعنی ایمان کے ساتھ عمل بھی ہونا چاہئے۔

◆۷ یعنی اس دن دوزخی ہاریں گے اور جنتی جیتیں گے۔ ہارنا یہی کہ اللہ کی دی ہوئی قوتوں کو بے موقع خرچ کر کے راس المال بھی کھو بیٹھے اور جیتنا یہ کہ ایک ایک کے ہزاروں پائے آگے اسی کی کچھ تفصیل ہے۔

◆۸ یعنی جو تقصیرات ہوئی ہیں ایمان اور نیک کاموں کی برکت سے معاف کر دی جائیں گی۔

◆۹ جو جنت میں پہنچ گیا سب مرادیں مل گئیں۔ اللہ کی رضا اور دیدار کا مقام بھی وہ ہی ہے۔

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

جو لوگ منکر ہوئے اور جھٹلائیں انہوں نے ہماری آیتیں وہ لوگ ہیں

النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۱۰ مَآ اَصَابَ

دوزخ والے رہا کریں اسی میں اور بری جگہ جا پہنچے نہیں پہنچتی

مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ

کوئی تکلیف بدون حکم اللہ کے اور جو کوئی یقین لائے اللہ پر

يَهْدِ قَلْبَهٗ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۱۱ وَاَطِيْعُوا

وہ راہ بتلائے اس کے دل کو ① اور اللہ کو ہر چیز معلوم ہے ② اور حکم مانو

اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا

اللہ کا اور حکم مانو رسول کا پھر اگر تم منہ موڑو تو

عَلٰي رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝۱۲ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ

ہمارے رسول کا تو یہی کام ہے پہنچا دینا کھول کر ③ اللہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں

وَعَلَي اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱۳ يٰٓاَيُّهَا

اور اللہ پر چاہئے بھروسہ کریں ایمان والے ④ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا

ایمان والو تمہاری بعض جوروئیں اور اولاد دشمن ہیں

لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا

تمہارے ⑤ سو ان سے بچتے رہو اور اگر معاف کرو اور درگذرو اور بخشو

کوئی مصیبت اللہ کے حکم کے بغیر نہیں آتی دنیا میں کوئی مصیبت اور سختی اللہ کی مشیت وارادہ کے بدون نہیں پہنچتی۔ مومن کو جب اس بات کا یقین ہے تو اس پر غمگین اور بددل ہونیکی ضرورت نہیں۔ بلکہ بہرصورت مالک حقیقی کے فیصلہ پر راضی رہنا چاہئے اور یوں کہنا چاہئے۔

نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

اس طرح اللہ تعالیٰ مومن کے دل کو صبر وتسلیم کی راہ بتلا دیتا ہے۔ جس کے بعد عرفان وایقان کی عجیب وغریب راہیں کھلتی ہیں۔ اور باطنی ترقیات اور قلبی کیفیات کا دروازہ مفتوح ہوتا ہے۔

یعنی جو تکلیف ومصیبت اس نے بھیجی عین علم وحکمت سے بھیجی، اور وہی جانتا ہے کہ کون تم میں سے واقعی صبر واستقامت اور تسلیم ورضا کی راہ پر چلا۔ اور کس کا دل کن احوال وکیفیات کا مورد بننے کے قابل ہے۔

اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو یعنی نرمی وسختی اور تکلیف وراحت، غرض ہر حالت میں اللہ ورسول کا حکم مانو۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو خود تمہارا ہی نقصان ہے۔ رسول سب نیک وبد سمجھا کر اپنا فرض ادا کر چکا۔ اللہ کو تمہاری طاعت ومعصیت سے کوئی نفع یا نقصان نہیں پہنچ سکتا۔

یعنی معبود اور مستعان تنہا اسی کی ذات ہے۔ نہ کسی اور کی بندگی نہ کوئی دوسرا بھروسہ کے لائق۔

بیویاں اور اولاد تمہاری دشمن ہیں بہت مرتبہ آدمی بیوی بچوں کی محبت اور فکر میں پھنس کر اللہ کو اور اس کے احکام کو بھلا دیتا ہے۔ ان تعلقات کے پیچھے کتنی برائیوں کا ارتکاب کرتا اور کتنی بھلائیوں سے محروم رہتا ہے۔ بیوی اور اولاد کی فرمائشیں اور رضا جوئی اسے کسی وقت دم نہیں لینے دیتی۔ اس چکر میں پڑ کر آخرت سے غافل ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے جو اہل وعیال اتنے بڑے خسارے اور نقصان کا سبب بنیں۔ وہ حقیقۃً اس کے دوست نہیں کہلا سکتے بلکہ بدترین دشمن ہیں۔ جن کی دشمنی کا احساس بھی بسا اوقات انسان کو نہیں ہوتا۔ اسی لئے حق تعالیٰ نے متنبہ فرما دیا کہ ان دشمنوں سے ہشیار رہو اور ایسا رویہ اختیار کرنے سے بچو جس کا نتیجہ ان کی دنیا سنوارنے کی خاطر اپنا دین برباد کرنے کے سوا کچھ نہ ہو لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ دنیا میں سب بیویاں اور ساری اولاد اسی قماش کی ہوتی ہے، بہت اللہ کی بندیاں ہیں جو اپنے شوہروں کے دین کی حفاظت کرتی اور نیک کاموں میں ان کا ہاتھ بٹاتی ہیں، اور کتنی ہی سعادت مند اولاد ہے جو اپنے والدین کے لئے باقیات صالحات بنتی ہے۔ "جَعَلَنَا اللّٰهُ مِنْهُمْ بِفَضْلِهٖ وَمَنِّهٖ"

فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَاۤ اَمۡوَالُكُمۡ وَ

تو اللہ ہے بخشنے والا مہربان ۱ تمہارے مال اور

اَوۡلَادُكُمۡ فِتۡنَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عِنۡدَهٗۤ اَجۡرٌ عَظِيۡمٌ ﴿۱۵﴾

تمہاری اولاد یہی ہیں جانچنے کو اور اللہ جو ہے اس کے پاس ہے ثواب بڑا ۲

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسۡتَطَعۡتُمۡ وَاسۡمَعُوۡا وَ اَطِيۡعُوۡا

سو ڈرو اللہ سے جہاں تک ہو سکے اور سنو اور مانو ۳

وَاَنۡفِقُوۡا خَيۡرًا لِّاَنۡفُسِكُمۡ ؕ وَمَنۡ يُّوۡقَ شُحَّ

اور خرچ کرو اپنے بھلے کو ۴ اور جس کو بچا دیا اپنے جی کے

نَفۡسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿۱۶﴾ اِنۡ تُقۡرِضُوا

لالچ سے سو وہ لوگ وہی مراد کو پہنچے ۵ اگر قرض دو

اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا يُّضٰعِفۡهُ لَكُمۡ وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡ ؕ

اللہ کو اچھی طرح پر قرض دینا وہ دونا کر دے تم کو اور تم کو بخشے ۶

وَاللّٰهُ شَكُوۡرٌ حَلِيۡمٌ ۙ﴿۱۷﴾ عٰلِمُ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ

اور اللہ قدردان ہے تحمل والا ۷ جاننے والا پوشیدہ اور ظاہر کا

الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ﴿۱۸﴾ ع

زبردست حکمت والا ۸

۲ ع ۱۸ ۲

ایاتہا ۱۲ (۶۵) سُوۡرَةُ الطَّلَاقِ مَدَنِيَّةٌ (۹۹) رکوعاتہا ۲

سورۂ طلاق مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی بارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

١ **عفو و درگذر کی تعلیم** یعنی اگر انہوں نے تمہارے ساتھ دشمنی کی اور تم کو دینی یا دنیوی نقصان پہنچ گیا تو اس کا اثر یہ نہ ہونا چاہئے کہ تم انتقام کے درپے ہو جاؤ۔ اور ان پر نا مناسب سختی شروع کر دو۔ ایسا کرنے سے دنیا کا انتظام درہم برہم ہو جائے گا۔ جہاں تک عقلاً و شرعاً گنجائش ہو ان کی حماقتوں اور کوتاہیوں کو معاف کرو اور عفو و درگذر سے کام لو۔ ان مکارم اخلاق پر اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ مہربانی کرے گا اور تمہاری خطاؤں کو معاف فرمائے گا۔

٢ **مال و اولاد امتحان ہیں** یعنی اللہ تعالیٰ مال و اولاد دے کر تم کو جانچتا ہے کہ کون ان فانی و زائل چیزوں میں پھنس کر آخرت کی باقی و دائم نعمتوں کو فراموش کرتا ہے اور کس نے ان سامانوں کو اپنی آخرت کا ذخیرہ بنایا ہے اور وہاں کے اجر عظیم کو یہاں کے حظوظ و مالوفات پر ترجیح دی ہے۔

٣ **امتحان میں کامیابی پر اجر عظیم** یعنی اللہ سے ڈر کر جہاں تک ہو سکے اس جانچ میں ثابت قدم رہو اور اس کی بات سنو اور مانو۔

٤ یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے تمہارا ہی بھلا ہوگا۔

٥ یعنی مراد کو وہ ہی شخص پہنچتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ اس کے دل کے لالچ سے بچا دے۔ اور حرص و بخل سے محفوظ رکھے۔

٦ **اللہ کو قرض حسنہ** یعنی اللہ کی راہ میں اخلاص اور نیک نیتی سے طیب مال خرچ کرو تو اللہ اس سے کہیں زیادہ دے گا اور تمہاری کوتاہیوں کو معاف فرمائے گا۔ اس طرح کا مضمون پہلے کئی جگہ گذر چکا ہے۔ وہیں ہم نے پوری تقریر کی ہے۔

٧ **تھوڑے عمل پر دوگناہ ثواب** قدر دانی کی بات یہ ہے کہ تھوڑے عمل پر بہت سا ثواب دیتا ہے۔ اور تحمل یہ کہ گناہ دیکھ کر فوراً عذاب نہیں بھیجتا۔ پھر بہت سے مجرموں کو بالکل معاف اور بہتیروں کی سزا میں تخفیف کرتا ہے۔

٨ یعنی اسی کو ظاہری اعمال اور باطنی نیتوں کی خبر ہے اپنی زبردست قوت اور حکمت سے اس کے مناسب بدلہ دے گا۔ تم سورۃ التغابن وللہ الحمد والمنۃ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقۡتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوۡہُنَّ

اے نبی — جب تم طلاق دو عورتوں کو — تو ان کو طلاق دو

لِعِدَّتِہِنَّ وَ اَحۡصُوا الۡعِدَّۃَ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ رَبَّکُمۡ ۚ

ان کی عدت پر ۱ — اور گنتے رہو عدت کو ۲ — اور ڈرو اللہ سے جو رب ہے تمہارا

لَا تُخۡرِجُوۡہُنَّ مِنۡۢ بُیُوۡتِہِنَّ وَ لَا یَخۡرُجۡنَ

مت نکالو ان کو — ان کے گھروں سے ۳ — اور وہ بھی نہ نکلیں

اِلَّاۤ اَنۡ یَّاۡتِیۡنَ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ ؕ وَ تِلۡکَ

مگر جو کریں — صریح بے حیائی ۴ — اور یہ

حُدُوۡدُ اللّٰہِ ؕ وَ مَنۡ یَّتَعَدَّ حُدُوۡدَ اللّٰہِ فَقَدۡ

حدیں ہیں باندھی ہوئی اللہ کی — اور جو کوئی بڑھے — اللہ کی حدوں سے — تو اس نے

ظَلَمَ نَفۡسَہٗ ؕ لَا تَدۡرِیۡ لَعَلَّ اللّٰہَ یُحۡدِثُ

برا کیا اپنا ۵ — اس کو خبر نہیں ۶ — شاید اللہ پیدا کر دے اس طلاق

بَعۡدَ ذٰلِکَ اَمۡرًا ﴿۱﴾ فَاِذَا بَلَغۡنَ اَجَلَہُنَّ

کے بعد نئی صورت ۷ — پھر جب پہنچیں — اپنے وعدہ کو

فَاَمۡسِکُوۡہُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ فَارِقُوۡہُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ

تو رکھ لو ان کو — دستور کے موافق — یا چھوڑ دو ان کو — دستور کے موافق ۸

سورۃ الطلاق

❶ **طلاق دینے کا صحیح طریقہ** نبی کو مخاطب بنا کر یہ ساری امت سے خطاب ہے۔ یعنی جب کوئی شخص (کسی ضرورت اور مجبوری سے) اپنی عورت کو طلاق دینے کا ارادہ کرے تو چاہئے کہ عدت پر طلاق دے۔ سورۂ "بقرہ" میں آ چکا کہ مطلقہ کی عدت تین حیض ہیں (کما ھو مذھب الحنفیہ) لہٰذا حیض سے پہلے حالت طہر میں طلاق دینا چاہئے تا سارا حیض گنتی میں آئے اگر فرض کیجئے حالت حیض میں طلاق دے گا تو دو حال سے خالی نہیں۔ جس حیض میں طلاق دی ہے اس کو عدت میں شمار کریں گے یا نہ کریں گے۔ پہلی صورت میں ایقاع طلاق سے پہلے جس قدر وقت حیض کا گذر چکا وہ عدت میں سے کم ہو جائے گا۔ اور پورے تین حیض عدت کے باقی رہیں گے۔ اور دوسری صورت میں جب موجودہ حیض کے علاوہ تین حیض لیں گے تو یہ حیض تین سے زائد ہوگا۔

طہر میں طلاق دو اس لیے مشروع طریقہ یہ ہے کہ طہر میں طلاق دی جائے اور حدیث سے یہ قید بھی ثابت ہے کہ اس طہر میں صحبت نہ کی ہو۔

❷ **عدت کو نہ بھولو** یعنی مرد و عورت دونوں کو چاہئے کہ عدت کو یاد رکھیں۔ کہیں غفلت و بھول کی وجہ سے کوئی بے احتیاطی اور گڑبڑ نہ ہو جائے۔ نیز طلاق ایسی طرح دیں کہ ایام عدت کی گنتی میں کمی بیشی لازم نہ آئے۔ جیسا کہ اوپر کے فائدہ میں بتلایا جا چکا ہے۔

❸ **مطلقہ کو گھر سے نہ نکالو** یعنی اللہ سے ڈر کر احکام شریعت کی پابندی رکھنی چاہئے جن میں سے ایک حکم یہ ہے کہ حالت حیض میں طلاق نہ دی جائے اور تین طلاقیں ایک دم نہ ڈالی جائیں اور مطلقہ عورت کو اس کے رہنے کے گھر سے نہ نکالا جائے۔ وغیر ذلک۔

❹ **بے وجہ گھر سے نہ نکلیں** یعنی عورتیں خود بھی اپنی مرضی سے نہ نکلیں۔ کیونکہ یہ سکنیٰ محض حق العبد نہیں کہ اس کی رضا سے ساقط ہو جائے بلکہ حق الشرع ہے، ہاں کوئی کھلی بے حیائی کریں مثلاً بدکاری یا سرقہ کی مرتکب ہوں یا بقول بعض علماء زبان درازی کریں اور ہر وقت کا رنج و تکرار رکھتی ہوں تو نکالنا جائز ہے اور اگر بے وجہ نکلیں گی تو یہ خود صریح بے حیائی کا کام ہوگا۔

❺ **ان حدود سے تجاوز نہ کرو** یعنی گنہگار ہو کر اللہ کے ہاں سزا کا مستوجب ہوا۔

❻ "لَا تَدْرِیْ" کا ترجمہ "اس کو خبر نہیں" بصیغہ غائب کیا ہے تا معلوم ہو جائے کہ خطاب اسی طلاق دینے والے کو ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں۔

❼ یعنی شاید پھر دونوں میں صلح ہو جائے اور طلاق پر ندامت ہو۔

❽ **عدت ختم ہونے کے بعد کا طریقہ** یعنی طلاق رجعی میں جب عدت ختم ہونے کو آئے تو تم کو دو باتوں میں ایک کا اختیار رہے۔ یا عدت ختم ہونے سے پہلے عورت کو دستور کے موافق رجعت کر کے اپنے نکاح میں رہنے دو یا عدت منقضی ہونے پر معقول طریقہ سے اس کو جدا کر دو۔ مطلب یہ ہے کہ رکھنا ہو تب اور الگ کرنا ہو تب، ہر حالت میں آدمیت اور شرافت کا برتاؤ کرو۔ یہ بات مت کرو کہ رکھنا بھی مقصود نہ ہو اور خواہ مخواہ تطویل عدت کے لئے رجعت کر لیا کرو۔ یا رکھنے کی صورت میں اسے ایذاء پہنچاؤ اور طعن و تشنیع کرو۔

وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا

اور گواہ کرلو — دو معتبر اپنے میں کے ◆ ۱ — اور سیدھی ادا کرو

الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ۭ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ

گواہی اللہ کے واسطے ◆ ۲ — یہ بات جو ہے اس سے سمجھ جائے گا — جو کوئی

يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ڛ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ

یقین رکھتا ہوگا اللہ پر — اور پچھلے دن پر ◆ ۳ — اور جو کوئی ڈرتا ہے اللہ سے

يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝۲ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا

وہ کر دے اس کا گذارہ (چھٹکارا) ◆ ۴ — اور روزی دے اس کو — جہاں سے اس کو

يَحْتَسِبُ ۭ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَي اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۭ

خیال بھی نہ ہو ◆ ۵ — اور جو کوئی بھروسہ رکھے — اللہ پر — تو وہ اس کو کافی ہے

اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ۭ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ

تحقیق اللہ پورا کر لیتا ہے اپنا کام — اللہ نے رکھا ہے — ہر چیز کا

قَدْرًا ۝۳ وَالّٰۗـِٔيْ يَىِٕسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَاۗىِٕكُمْ

اندازہ ◆ ۶ — اور جو عورتیں ناامید ہو گئیں — حیض سے — تمہاری عورتوں میں

اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰۗـِٔيْ لَمْ

اگر تم کو شبہ رہ گیا — تو ان کی عدت ہے تین مہینے — اور ایسے ہی جن کو

يَحِضْنَ ۭ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ

حیض نہیں آیا ◆ ۷ — اور جن کے پیٹ میں بچہ ہے — ان کی عدت یہ ہے کہ

◆ **رجوع کے وقت دو گواہ** یعنی طلاق دے کر عدت ختم ہونے سے پہلے اگر نکاح میں رکھنا چاہے تو رجعت پر دو گواہ کرے تا لوگوں میں متہم نہ ہو۔

◆ یہ گواہوں کو ہدایت ہے کہ شہادت کے وقت ٹیڑھی ترچھی بات نہ کریں، سچی اور سیدھی بات کہنی چاہئے۔

◆ **نکاح وطلاق کے جامع اصول** زمانہ جاہلیت میں عورتوں پر بہت ظلم ہوتا تھا۔ ان کو گائے بھینس یا نہایت ذلیل و مجبور قیدیوں کی طرح سمجھتے تھے۔ بعض لوگ عورت کو سو سو مرتبہ طلاق دیتے تھے اور اس کے بعد بھی اس کی مصیبت کا خاتمہ نہ ہوتا تھا۔ قرآن نے جا بجا ان وحشیانہ مظالم اور بے رحمیوں کے خلاف آواز بلند کی۔ اور نکاح وطلاق کے حقوق وحدود پر نہایت صاف روشنی ڈالی۔ بالخصوص اس سورت میں منجملہ دوسری حکیمانہ ہدایات و نصائح کے ایک نہایت ہی جامع مانع اور ہمہ گیر اصول "فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ" بیان فرمایا جس کا حاصل یہ ہے کہ ان کو رکھو تو معقول طریقہ سے رکھو۔ اور چھوڑو تب بھی معقول طریقہ سے چھوڑو لیکن ان زریں نصیحتوں سے متنفع وہی شخص ہو سکتا ہے جس کو خدا اور یوم آخرت پر یقین ہو۔ کیونکہ یہی یقین انسان کے دل میں اللہ کا ڈر پیدا کرتا ہے۔ اور اسی ڈر سے آدمی کو یہ خیال ہوتا ہے کہ جس طرح ایک کمزور عورت بخت واتفاق سے ہمارے قبضہ واقتدار میں آگئی ہے، ہم سب کسی قہار ہستی کے قبضہ واقتدار میں ہیں۔ یہی ایک خیال ہے جو آدمی کو ہر حالت میں ظلم وتعدی سے روک سکتا اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر ابھارتا ہے۔ اسی لیے سورۂ ہذا میں خصوصی طور پر اتقاء (پرہیز گاری اور خدا کے خوف) پر بہت زور دیا گیا ہے۔

◆ یعنی اللہ سے ڈر کر اس کے احکام کی بہر حال تعمیل کرو۔ خواہ کتنی ہی مشکلات وشدائد کا سامنا کرنا پڑے۔ حق تعالیٰ تمام مشکلات سے نکلنے کا راستہ بنا دے گا۔ اور سختیوں میں بھی گزارہ کا سامان کر دیگا۔

◆ **اللہ کا ڈر تمام خزانوں کی کنجی ہے** اللہ کا ڈر دارین کے خزانوں کی کنجی اور تمام کامیابیوں کا ذریعہ ہے اسی سے مشکلیں آسان ہوتی ہیں، بے قیاس وگمان روزی ملتی ہے گناہ معاف ہوتے ہیں، جنت ہاتھ آتی ہے اجر بڑھتا ہے اور ایک عجیب قلبی سکون واطمینان نصیب ہوتا ہے۔ جس کے بعد کوئی سختی، سختی نہیں رہتی، اور تمام پریشانیاں اندر ہی اندر کافور ہو جاتی ہیں ایک حدیث میں آپؐ نے فرمایا کہ اگر تمام دنیا کے لوگ اس آیت کو پکڑ لیں تو ان کو کافی ہو جائے۔

◆ یعنی اللہ پر بھروسہ رکھو، محض اسباب پر تکیہ مت کرو۔ اللہ کی قدرت ان اسباب کی پابند نہیں۔ جو کام اسے کرنا ہو، وہ پورا ہو کر رہتا ہے۔ اسباب بھی اسی کی مشیت کے تابع ہیں۔ ہاں ہر چیز کا اس کے ہاں ایک اندازہ ہے۔ اسی کے موافق وہ ظہور پذیر ہوتی ہے۔ اس لئے اگر کسی چیز کے حاصل ہونے میں دیر ہو تو متوکل کو گھبرانا نہیں چاہئے۔

◆ **بوڑھی عورتوں کی عدت** یعنی مطلقہ کی عدت قرآن نے تین حیض بتلائی (کما فی سورۃ البقرۃ) اگر شبہ رہا ہو کہ جس کو حیض نہیں آیا یا بڑی عمر کے سبب موقوف ہوا، اس کی عدت کیا ہوگی تو بتلا دیا کہ تین مہینے ہیں۔

يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ

جن لیں پیٹ کا بچہ ◆۱ | اور جو کوئی ڈرتا ہے اللہ سے | کر دے وہ اس کے

مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ﴿۴﴾ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗٓ

کام میں آسانی | یہ حکم ہے اللہ کا | جو اتارا

اِلَيْكُمْ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ

تمہاری طرف | اور جو کوئی ڈرتا رہے اللہ سے | اتار دے اس پر سے | اس کی برائیاں

وَيُعْظِمْ لَهٗٓ اَجْرًا ﴿۵﴾ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ

اور بڑا دے اس کو ثواب ◆۲ | ان کو گھر دو | رہنے کے واسطے | جہاں

سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا

تم آپ رہو | اپنے مقدور کے موافق ◆۳ | اور ایذا دینا نہ چاہو ان کو | تا کہ تنگ پکڑو

عَلَيْهِنَّ ؕ وَاِنْ كُنَّ اُولٰتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ

ان کو ◆۴ | اور اگر رکھتی ہوں پیٹ میں بچہ | تو ان پر خرچ کرو

حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ

جب تک جنیں پیٹ کا بچہ ◆۵ | پھر اگر وہ دودھ پلائیں تمہاری خاطر | تو دو ان کو

اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ

ان کا بدلہ (حق) | اور سکھاؤ آپس میں نیکی ◆۶ | اور اگر

◆۱ **حاملہ کی عدت** | جمہور کے نزدیک حاملہ کی عدت وضع حمل تک ہے خواہ ایک منٹ کے بعد ہو جائے یا کتنی ہی طویل مدت کے بعد ہو۔ اس میں مطلقہ اور متوفی عنہا زوجہا دونوں کا ایک حکم ہے۔ کما هو مصرح فی الاحادیث۔

◆۲ جملہ جملہ کے بعد اتقاء اور اللہ کے ڈر کا مضمون مختلف پیرایوں میں دہرایا گیا ہے تا پڑھنے والا بار بار متنبہ ہو کہ عورتوں کے معاملات

میں اس کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

مرد کے ذمے سکنیٰ ونفقہ | مرد کے ذمہ ضروری ہے کہ مطلقہ کو عدت تک رہنے کے لئے مکان دے (اسکو سکنیٰ کہتے ہیں) اور جب سکنیٰ واجب ہے تو نفقہ بھی اس کے ذمہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ عورت اتنے دنوں تک اسی کی وجہ سے مکان میں مقید ومحبوس رہے گی۔ قرآن کریم کے الفاظ "مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ" میں بھی اس کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے، کہ اس کو اپنے مقدور اور حیثیت کے موافق اپنے گھر میں رکھو۔ ظاہر ہے کہ مقدور کے موافق رکھنا اس کو بھی متضمن ہے کہ اس کے کھانے کپڑے کا مناسب بندوبست کرے۔ چنانچہ مصحف ابن مسعودؓ میں یہ آیت اس طرح تھی۔ "اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ وَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ مِنْ وُّجْدِكُمْ" حنفیہ کے نزدیک یہ حکم سکنیٰ اور نفقہ کا ہر قسم کی مطلقہ کو عام ہے۔ رجعیہ کی قید نہیں کیونکہ پہلے سے جو بیان چلا آتا ہے مثلاً آئسہ، صغیرہ، اور حاملہ کی عدت کا مسئلہ اس میں کوئی تخصیص نہیں تھی۔ پھر اس میں بلاوجہ کیوں تخصیص کی جائے۔ رہی فاطمہ بنت قیس کی حدیث جس میں وہ کہتی ہیں کہ میرے زوج نے تین طلاقیں دے دی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سکنیٰ اور نفقہ نہیں دلایا۔ اول تو اس حدیث میں فاروق اعظمؓ، عائشہ صدیقہؓ اور دوسرے صحابہؓ وتابعین نے انکار فرمایا۔ بلکہ فاروق اعظمؓ نے یہاں تک کہہ دیا کہ ہم ایک عورت کے کہنے سے اللہ کی کتاب اور رسول اللہ کی سنت کو نہیں چھوڑ سکتے۔ ہم کو معلوم نہیں کہ وہ عورت بھول گئی یا اس نے یاد رکھا۔ معلوم ہوا کہ فاروق اعظمؓ کتاب اللہ سے یہی سمجھے ہوئے تھے کہ مطلقہ ثلاث کے لئے نفقہ وسکنیٰ واجب ہے اور اس کی تائید میں رسول اللہ کی کوئی سنت بھی ان کے پاس موجود تھی۔ چنانچہ طحاوی وغیرہ نے روایات نقل کی ہیں جن میں حضرت عمرؓ نے تصریحاً بیان کیا ہے کہ یہ مسئلہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ اور دار قطنی میں جابرؓ کی ایک حدیث بھی اس بارہ میں صریح ہے۔ گو اس کے بعض رواۃ میں اور رفع ووقف میں کلام کیا گیا ہے۔

فاطمہ بنت قیس کا واقعہ | دوسرے یہ بھی ممکن ہے کہ حضورؐ نے فاطمہ بنت قیس کے لئے سکنیٰ اس لئے تجویز نہ کیا ہو کہ یہ اپنے سسرال والوں سے زبان درازی اور سخت کلامی کرتی تھی جیسا کہ بعض روایات میں ہے۔ لہٰذا آپؐ نے حکم دے دیا کہ ان کے گھر سے چلی جائے پھر جب سکنیٰ نہ رہا تو نفقہ بھی ساقط ہو گیا۔ جیسے ناشزہ کا (جو شوہر کی نافرمانی کر کے گھر سے نکل جائے) نفقہ ساقط ہو جاتا ہے، تاوقتیکہ گھر واپس نہ آئے (نبہ علیہ ابو بکر الرازیؒ فی احکام القرآن) نیز جامع ترمذی وغیرہ کی بعض روایات میں ہے کہ اس کو کھانے پینے کے لئے غلہ دیا گیا تھا اس نے اس مقدار سے زائد کا مطالبہ کیا جو منظور نہ ہوا۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ حضورؐ نے اس سے زائد نفقہ تجویز نہیں فرمایا جو مرد کی طرف سے دیا جا رہا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ہاں یہ یاد رہے کہ نسائی، طبرانی، اور مسند احمد کی بعض روایات میں فاطمہ بنت قیس نے حضورؐ کا صریح ارشاد نقل کیا ہے کہ سکنیٰ اور نفقہ صرف اس مطلقہ کے لئے ہے جس سے رجعت کا امکان ہو۔ ان روایات کی سندیں زیادہ قوی نہیں۔ زیلعی نے تخریج ہدایہ میں اس پر بحث کی ہے۔ فلیراجع۔

یعنی ستاؤ نہیں کہ وہ تنگ آ کر نکلنے پر مجبور ہو جائیں۔

حاملہ کا نفقہ | حمل کی مدت کبھی بہت طویل ہو جاتی ہے۔ اس کو خصوصیت سے بتلا دیا کہ خواہ کتنی ہی طویل ہو وضع حمل تک اس کو نفقہ دینا ہوگا یہ نہیں کہ مثلاً تین مہینے نفقہ دے کر بند کر لو۔

مطلقہ کو رضاعت کی اجرت | یعنی وضع حمل کے بعد اگر عورت تمہاری خاطر بچہ کو دودھ پلائے تو جو اجرت کسی دوسری انا کو دیتے وہ اس کو دی جائے۔ اور معقول طریقہ سے دستور کے موافق باہم مشورہ کر کے قرارداد کر لیں خواہ مخواہ ضد اور کجروی اختیار نہ کریں۔ ایک دوسرے کے ساتھ نیکی کا برتاؤ رکھیں نہ عورت دودھ پلانے سے انکار کرے نہ مرد اس کو چھوڑ کر کسی دوسری عورت سے پلوائے۔

تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰی ؕ﴿۶﴾ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ

ضد کرو آپس میں تو دودھ پلائے گی اس کی خاطر اور کوئی عورت ﴿۶﴾ چاہیے خرچ کرے وسعت والا

مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ

اپنی وسعت کے موافق اور جس کو نپی تلی ملتی ہے اس کی روزی تو خرچ کرے

مِمَّاۤ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىهَا ؕ

جیسا کہ دیا ہے اس کو اللہ نے اللہ کسی پر تکلیف نہیں رکھتا مگر اسی قدر جو اس کو دیا

سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ﴿۷﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ

اب کر دے گا اللہ سختی کے پیچھے کچھ آسانی ﴿۷﴾ اور کتنی بستیاں

عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا

کہ نکل چلیں حکم سے اپنے رب کے اور اس کے رسولوں کے پھر ہم نے حساب میں پکڑا ان کو

شَدِيْدًا ۙ وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ﴿۸﴾ فَذَاقَتْ

سخت حساب میں اور آفت ڈالی ان پر بن (ان) دیکھی آفت ﴿۸﴾ پھر چکھی انہوں نے

وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ﴿۹﴾

سزا اپنے کام کی اور آخر کو ان کے کام میں ٹوٹا آ گیا ﴿۹﴾

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ فَاتَّقُوا

تیار رکھا ہے اللہ نے واسطے ان کے سخت عذاب ﴿۵﴾ سو ڈرتے رہو

اللّٰهَ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ ۖۛ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۛ

اللہ سے اے عقل والو جن کو یقین ہے ﴿۶﴾

ع ۱۷ / منزل ۱۴

۱ یعنی اگر آپس کی ضد اور تکرار سے عورت دودھ پلانے پر راضی نہ ہو تو کچھ اس پر موقوف نہیں کوئی دوسری عورت دودھ پلانے والی مل جائے گی۔ اس کو اتنا گھمنڈ نہیں کرنا چاہئے۔ اور اگر مرد خواہ مخواہ بچہ کو اس کی ماں سے دودھ پلوانا نہیں چاہتا تو بہر حال کوئی دوسری عورت دودھ پلانے کو آئے گی آخر اس کو بھی کچھ دینا پڑے گا۔ پھر وہ بچہ کی ماں ہی کو کیوں نہ دے۔

۲ **بچہ کی تربیت و تعلیم کا خرچ باپ کے ذمے** یعنی بچہ کی تربیت کا خرچ باپ پر ہے۔ وسعت والے کو اپنی وسعت کے موافق اور کم حیثیت کو اپنی حیثیت کے مناسب خرچ کرنا چاہئے۔ اگر کسی شخص کو زیادہ فراخی نصیب نہ ہو محض نپی تلی روزی اللہ نے دی ہو، وہ اسی میں سے اپنی گنجائش کے موافق خرچ کیا کرے۔ اللہ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ جب تنگی کی حالت میں اس کے حکم کے موافق خرچ کرو گے، وہ تنگی اور سختی کو فراخی اور آسانی سے بدل دے گا۔

۳ **عورتوں کے حقوق کی اہمیت** یعنی احکام شریعت کی (خصوصاً عورتوں کے بارے میں) پوری پابندی رکھو۔ اگر نافرمانی کرو گے تو یاد رہے کہ کتنی ہی بستیاں اللہ و رسول کی نافرمانی کی پاداش میں تباہ کی جا چکی ہیں۔ جس وقت وہ لوگ تکبر کر کے حد سے نکل گئے ہم نے ان کا جائزہ لیا اور سختی سے لیا کہ ایک عمل کو بھی معاف نہیں کیا۔ پھر ان کو ایسی نرالی آفت میں پھنسایا جو آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔

۴ یعنی عمر بھر جو سودا کیا تھا آخر اس میں سخت خسارہ اٹھایا اور جو پونجی تھی سب کھو کر رہے۔

۵ پہلے دنیوی عذاب کا ذکر تھا۔ یہ اخروی عذاب بیان ہوا۔

۶ یعنی یہ عبرتناک واقعات سن کر عقلمند ایمانداروں کو ڈرتے رہنا چاہئے کہیں ہم سے ایسی بے اعتدالی نہ ہو جائے کہ خدا کی پکڑ میں آ جائیں۔ العیاذ باللہ۔

قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۝١٠ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا

بے شک اللہ نے اتاری ہے تم پر نصیحت ۝١ رسول ہے جو پڑھ کر سناتا ہے

عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ

تم کو اللہ کی آیتیں کھول کر سنانے والی ۝٢ تاکہ نکالے ان لوگوں کو

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ

جو کہ یقین لائے اور کئے بھلے کام اندھیروں سے

اِلَى النُّوْرِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ

اجالے (روشنی) میں ۝٣ اور جو کوئی یقین لائے اللہ پر اور کرے کچھ

صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

بھلائی اس کو داخل کرے باغوں میں نیچے بہتی ہیں جن کے

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ قَدْ اَحْسَنَ

نہریں سدا رہیں ان میں ہمیشہ البتہ خوب دی

اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ۝١١ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ

اللہ نے اس کو روزی ۝٤ اللہ وہ ہے جس نے بنائے سات

سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ يَتَنَزَّلُ

آسمان اور زمین بھی اتنی ہی ۝٥ اترتا ہے

الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ

اس کا حکم ان کے اندر ۝٦ تاکہ تم جانو کہ اللہ ہر

۱ یعنی قرآن، یا "ذکر" بمعنی "ذاکر" ہو تو خود رسولؐ مراد ہوں گے۔

۲ یعنی صاف آیتیں جن میں اللہ کے احکام کھول کھول کر سنائے گئے ہیں۔

۳ یعنی کفر و جہل کے اندھیروں سے نکال کر ایمان اور علم و عمل کے اجالے میں لے آئے۔

۴ جنت سے زیادہ بہتر روزی کہاں ملے گی۔

۵ **سات زمینوں کی تخلیق** | یعنی زمینیں بھی سات پیدا کیں، جیسا کہ ترمذی وغیرہ کی احادیث میں ہے۔ ان میں احتمال ہے کہ نظر نہ آتی ہوں، اور احتمال ہے کہ نظر آتی ہوں۔ مگر لوگ ان کو کواکب سمجھتے ہوں۔ جیسا کہ مریخ وغیرہ کی نسبت آج کل حکمائے یورپ کا گمان ہے کہ اس میں پہاڑ دریا اور آبادیاں ہیں۔ باقی حدیث میں جو ان زمینوں کا اس زمین کے تحت میں ہونا وارد ہے وہ شاید باعتبار بعض حالات کے ہو۔ اور بعض حالات میں وہ زمینیں اس سے فوق ہو جاتی ہوں۔ رہا ابن عباسؓ کا وہ اثر جس میں "ادمهم كادمكم" وغیرہ آیا ہے، اس کی شرح کا یہ موقع نہیں۔ "روح المعانی" میں اس پر بقدر کفایت کلام کیا ہے۔ اور حضرت مولانا محمد قاسمؒ کے بعض رسائل میں اس کے بعض اطراف و جوانب کو بہت خوبی سے صاف کر دیا گیا ہے۔

۶ یعنی عالم کے انتظام تدبیر کے لئے اللہ کے احکام تکوینیہ و تشریعیہ آسمانوں اور زمینوں کے اندر اترتے رہتے ہیں۔

شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ

چیز کر سکتا ہے اور اللہ کے علم میں سمائی ہے ہر

شَیْءٍ عِلْمًا ﴿۱۲﴾

چیز کی ①

ع ۲ ۱۸

اٰیَاتُهَا ۱۲ (۶۶) سُوْرَةُ التَّحْرِیْمِ مَدَنِیَّةٌ (۱۰۷) رُکُوْعَاتُهَا ۲

سورۂ تحریم مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی بارہ آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ

اے نبی ② تو کیوں حرام کرتا ہے جو حلال کیا اللہ نے تجھ پر

تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ

چاہتا ہے تو رضا مندی اپنی عورتوں کی ③ اور اللہ بخشنے والا ہے

رَّحِیْمٌ ﴿۱﴾ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَیْمَانِكُمْ ۚ

مہربان ④ مقرر کر دیا ہے اللہ نے تمہارے لیے کھول ڈالنا تمہاری قسموں کا

① **اللہ کی صفات علم وقدرت** | یعنی آسمان و زمین کے پیدا کرنے اور ان میں انتظامی احکام جاری کرنے سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات علم وقدرت کا اظہار ہو (نبه علیه ابن قیم فی بدائع الفوائد) بقیہ صفات ان ہی دو صفتوں سے کسی نہ کسی طرح تعلق رکھتی ہیں۔ صوفیہ کے ہاں جو ایک حدیث نقل کرتے ہیں۔ "کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ" گو محدثین کے نزدیک صحیح نہیں۔ مگر اس کا مضمون شاید اس آیت کے مضمون سے ماخوذ و مستفاد ہو واللہ اعلم۔ تم سورة الطلاق ولله الحمد والمنة

سورۃ التحریم

◆ **ازواج مطہرات سے آنحضرت ﷺ کے ایلاء کا واقعہ** سورۂ "احزاب" کے فوائد میں گزر چکا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتوحات عنایت فرمائیں اور لوگ آسودہ ہو گئے تو ازواج مطہرات کو بھی خیال آیا کہ ہم کیوں آسودہ نہ ہوں۔ اس سلسلہ میں انہوں نے مل کر حضورؐ سے زیادہ نفقہ کا مطالبہ شروع کیا۔ صحیح مسلم کی ایک حدیث میں ہے۔" وھن حولی یطلبننی النفقة " اور بخاری کے ابواب المناقب میں ہے۔" وحوله نسوة یکلمنه ویستکثرنه اس پر ابوبکرؓ نے عائشہؓ کو اور عمرؓ نے حفصہؓ کو ڈانٹ بتلائی۔ آخر ازواج نے وعدہ کیا کہ آئندہ ہم آپؐ سے اس چیز کا مطالبہ نہیں کریں گی جو آپؐ کے پاس نہیں ہے۔ پھر بھی رفتار واقعات کی ایسی رہی جس سے آپؐ کو ایک ماہ کے لئے ازواج سے "ایلاء" کرنا پڑا۔ تا آنکہ آیہ تخییر نے جو "احزاب" میں ہے نازل ہو کر اس قصہ کا خاتمہ کر دیا۔ اس درمیان میں کچھ واقعات اور بھی پیش آئے۔ جس سے حضورؐ کی طبع مبارک پر گرانی ہوئی۔ اصل یہ ہے کہ ازواج مطہراتؓ کو جو محبت اور تعلق حضورؐ کے ساتھ تھا اس نے قدرتی طور پر آپس میں ایک طرح کی کشمکش پیدا کر دی تھی۔ ہر ایک زوجہ کی تمنا اور کوشش تھی کہ وہ زائد از زائد حضورؐ کی توجہات کا مرکز بن کر دارین کی برکات و فیوض سے متمتع ہو۔ مرد کے لئے یہ موقع تحمل و تدبر اور خوش اخلاقی کے امتحان کا نازک ترین موقع ہوتا ہے۔ مگر اس نازک موقع پر بھی حضورؐ کی ثابت قدمی ویسی ہی غیر متزلزل ثابت ہوئی جس کی توقع سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرت سے ہو سکتی تھی۔ آپؐ کی عادت تھی کہ عصر کے بعد سب ازواج کے ہاں تھوڑی دیر کے لئے تشریف لے جاتے۔ ایک روز حضرت زینبؓ کے ہاں کچھ دیر لگی۔ معلوم ہوا کہ انہوں نے شہد پیش کیا تھا اس کے نوش فرمانے میں وقفہ ہوا پھر کئی روز یہ معمول رہا۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ نے مل کر تدبیر کی کہ آپؐ وہاں شہد پینا چھوڑ دیں۔ آپؐ نے چھوڑ دیا اور حفصہؓ سے فرمایا کہ میں نے زینبؓ کے ہاں شہد پیا تھا مگر اب قسم کھاتا ہوں کہ پھر نہیں پیوں گا۔ نیز یہ خیال فرما کر کہ زینبؓ کو اس کی اطلاع ہوگی تو خواہ مخواہ دل گیر ہوں گی۔ حفصہؓ کو منع کر دیا کہ اس کی اطلاع کسی کو نہ کرنا۔ اسی طرح کا ایک قصہ ماریہ قبطیہ کے متعلق (جو آپ کے حرم سے تھیں جن کے بطن سے صاحبزادے ابراہیم تولد ہوئے) پیش آیا، اس میں آپؐ نے ازواج کی خاطر قسم کھالی کہ ماریہ کے پاس نہ جاؤں گا۔ یہ بات آپؐ نے حضرت حفصہؓ کے سامنے کہی تھی اور تاکید کر دی تھی کہ دوسروں کے سامنے اظہار نہ ہو۔ حضرت حفصہؓ نے ان واقعات کی اطلاع چپکے سے حضرت عائشہؓ کو کر دی اور یہ بھی کہہ دیا کہ اور کسی سے نہ کہنا۔ حضورؐ کو اللہ تعالیٰ نے مطلع فرما دیا آپؐ نے حفصہؓ کو جتلایا کہ تم نے فلاں بات کی اطلاع عائشہؓ کو کر دی حالانکہ منع کر دیا تھا۔ وہ متعجب ہو کر کہنے لگیں کہ آپؐ سے کس نے کہا۔ شاید عائشہؓ کی طرف خیال گیا ہوگا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ "نَبَّانِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ" یعنی حق تعالیٰ نے مجھے اطلاع دی۔ ان ہی واقعات کے سلسلہ میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

◆ **اے رسول حلال کو اپنے اوپر حرام نہ کرو** حلال کو اپنے اوپر حرام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس چیز کو عقیدۃً حلال و مباح سمجھتے ہوئے عہد کر لیا تھا کہ آئندہ اس کو استعمال نہ کروں گا۔ ایسا کرنا اگر کسی مصلحت صحیحہ کی بناء پر ہو تو شرعاً جائز ہے۔ مگر حضورؐ کی شان رفیع کے مناسب نہ تھا کہ بعض ازواج کی خوشنودی کے لئے اس طرح کا اسوہ قائم کریں جو آئندہ امت کے حق میں تنگی کا موجب ہو۔ اس لئے حق تعالیٰ نے متنبہ فرما دیا کہ ازواج کے ساتھ بیشک خوش اخلاقی برتنے کی ضرورت ہے۔ مگر اس حد تک ضرورت نہیں کہ ان کی وجہ سے ایک حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کر کے تکلیف اٹھائیں۔

◆ کہ گناہ کو معاف کر دیتا ہے۔ اور آپؐ سے تو کوئی گناہ بھی نہیں ہوا۔ محض اپنے درجہ میں ایک خلاف اولیٰ بات ہوئی۔

وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝۲ وَ

اور اللہ مالک ہے تمہارا   اور وہی ہے سب کچھ جانتا حکمت والا ۞   اور

اِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ

جب چھپا کر کہی نبی نے   اپنی کسی عورت سے   ایک بات

فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ

پھر جب اس نے خبر دی اس کی   اور اللہ نے جتلا دی نبی کو وہ بات   تو جتلائی نبی نے

بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ

اس میں سے کچھ   اور ٹلا دی کچھ   پھر جب وہ جتلائی عورت کو

قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ۭ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ

بولی   تجھ کو کس نے بتلا دی یہ   کہا   مجھ کو بتایا اس خبر والے

الْخَبِيْرُ ۝۳ اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ

واقف نے ۞   اگر تم دونوں توبہ کرتی ہو   تو جھک پڑے ہیں

قُلُوْبُكُمَا ۚ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ

دل تمہارے ۞   اور اگر تم دونوں چڑھائی کرو گی اس پر   تو اللہ ہے اس کا

مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ

رفیق   اور جبرئیل   اور نیک بخت ایمان والے   اور فرشتے

بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۝۴ عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ

اس کے پیچھے مددگار ہیں ۞   اگر نبی چھوڑ دے تم سب کو ابھی   اس کا رب

قسموں کا کفارہ یعنی اس مالک نے اپنے علم و حکمت سے تمہارے لئے مناسب احکام و ہدایات بھیجے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نامناسب چیز پر قسم کھالے تو کفارہ دے کر (جس کا ذکر سورۂ "مائدہ" میں آ چکا۔) اپنی قسم کھول سکتا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "اب جو کوئی اپنے مال کو کہے یہ مجھ پر حرام ہے تو قسم ہوگئی۔ کفارہ دے، تو اس کو کام میں لائے کھانا ہو یا کپڑا یا لونڈی۔" (و ہذا ما علیہ الحنفیہ)

حضرت حفصہؓ سے آنحضرت ﷺ کے راز کا افشاء شروع سورت میں ہم شہد کا اور ماریہ قبطیہ کا قصہ لکھ چکے ہیں۔ اس آیت میں بتلا دیا کہ بندے ایک بات کو چھپانے کی کتنی ہی کوشش کریں، اللہ جب ظاہر کرنا چاہے تو ہرگز مخفی نہیں رہ سکتی۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن معاشرت اور وسعت اخلاق کا اس سے ثبوت ملتا ہے کہ آپ خلاف طبع کارروائیوں پر کس قدر تساہل اور اغماض برتتے اور کس طرح از راہ عفو و کرم بعض باتوں کو ٹلا جاتے تھے۔ گویا شکایت کے موقع پر بھی پورا الزام نہ دیتے تھے۔ "موضح القرآن" میں ہے کہ بعض کہتے ہیں۔ "اس حرم (ماریہ قبطیہ) کا موقوف کرنا آپؐ نے حضرت حفصہؓ سے کہا اور کسی کو خبر کرنے سے منع کیا۔ اور اس کے ساتھ کچھ اور بات بھی کہی تھی انہوں نے حضرت عائشہؓ کو سب خبر کر دی۔ کیونکہ دونوں باتوں میں دونوں کا مطلب تھا۔ پھر وحی سے معلوم کر کے حضرتؐ نے بی بی حفصہؓ کو حرم کی بات کا الزام دیا اور دوسری بات ذکر میں نہ لائے۔ وہ دوسری بات کیا تھی؟ شاید یہ تھی کہ تیرا باپ عائشہ کے باپ کے بعد خلیفہ ہوگا۔ الغیب عند اللہ۔ جو بات اللہ اور رسول نے ٹلا دی ہم کیا جانیں۔ اسی واسطے ٹلا دی کہ بے ضرورت چرچا نہ ہوتا اور لوگ برا نہ مانیں۔" یہ مضمون خلافت کا بعض ضعیف روایات میں آیا ہے جسے بعض علماء شیعہ نے بھی تسلیم کیا۔

حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کو توبہ کی تاکید یہ عائشہؓ و حفصہؓ کو خطاب ہے کہ اگر تم توبہ کرتی ہو تو بیشک توبہ کا موقع ہے کیونکہ تمہارے دل جادۂ اعتدال سے ہٹ کر ایک طرف کو جھک گئے ہیں۔ لہٰذا آئندہ ایسی بے اعتدالیوں سے پرہیز رکھا جائے۔

ان دونوں ازواج کو تنبیہ زوجین کے خانگی معاملات بعض اوقات ابتداءً بہت معمولی اور حقیر نظر آتے ہیں۔ لیکن اگر ذرا باگ ڈھیلی چھوڑ دی جائے تو آخر کار نہایت خطرناک اور تباہ کن صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ خصوصاً عورت اگر کسی اونچے گھرانے سے تعلق رکھتی ہو تو اس کو طبعاً اپنے باپ بھائی اور خاندان پر بھی گھمنڈ ہو سکتا ہے۔ اس لئے متنبہ فرما دیا کہ دیکھو اگر تم دونوں اسی طرح کی کارروائیاں اور مظاہرے کرتی رہیں تو یاد رکھو ان سے پیغمبر کو کچھ ضرر نہیں پہنچے گا کیونکہ اللہ اور فرشتے اور نیک بخت ایماندار درجہ بدرجہ جس کے رفیق و مددگار ہوں اس کے سامنے کوئی انسانی تدبیر کامیاب نہیں ہو سکتی ہاں تم کو نقصان پہنچ جانے کا امکان ہے۔ **تنبیہ** بعض سلف نے "صالح المومنین" کی تفسیر میں ابوبکرؓ و عمرؓ کا نام لیا ہے۔ شاید یہ عائشہؓ اور حفصہؓ کی مناسبت سے ہوگا۔ واللہ اعلم۔

اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ

بدلے میں دے دے اس کو عورتیں تم سے بہتر حکم بردار

مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ

یقین رکھنے والیاں نماز میں کھڑی ہونے والیاں توبہ کرنے والیاں بندگی بجالانے والیاں روزہ رکھنے والیاں

ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ۝۵ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

بیاہیاں اور کنواریاں ① اے ایمان والو

قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ

بچاؤ اپنی جان کو اور اپنے گھروں کو اس آگ سے جس کی چھپٹیاں ہیں آدمی

وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ

اور پتھر ② اس پر مقرر ہیں فرشتے تند خو زبردست ③

لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا

نافرمانی نہیں کرتے اللہ کی جو بات فرمائے ان کو اور وہی کام کرتے ہیں جو

يُؤْمَرُوْنَ ۝۶ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا

ان کو حکم ہو ④ اے منکر ہونے والو مت بہانے بتلاؤ

الْيَوْمَ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۷ ع

آج کے دن وہی بدلہ پاؤ گے جو تم کرتے تھے ⑤

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً

اے ایمان والو توبہ کرو اللہ کی طرف

۱ یعنی یہ وسوسہ دل میں نہ لانا کہ آخر تو مرد کو بیبیوں کی ضرورت ہوتی ہے اور ہم سے بہتر عورتیں کہاں ہیں اس لئے ناگزیر ہماری سب باتیں سہی جائیں گی۔ یاد رکھو! اللہ چاہے تو تم سے بھی بہتر بیبیاں اپنے نبی کے لئے پیدا کر دے۔ اس کے ہاں کس چیز کی کمی ہے۔ تنبیہ ثیبات (بیواؤں) کا ذکر شاید اس لئے کیا کہ بعض حیثیات سے آدمی ان کو ابکار پر ترجیح دیتا ہے۔

۲ **اپنے گھر والوں کو حق کی تعلیم و تبلیغ** ہر مسلمان کو لازم ہے کہ اپنے ساتھ اپنے گھر والوں کو بھی دین کی راہ پر لائے سمجھا کر، ڈرا کر، پیار سے، مار سے، جس طرح ہو سکے دیندار بنانے کی کوشش کرے۔ اس پر بھی اگر وہ راہ راست پر نہ آئیں تو ان کی کم بختی، یہ بے قصور ہے۔ "وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ" کی تفسیر پارہ "الٓمٓ" کے شروع میں گذر چکی۔

۳ یعنی مجرموں کو نہ رحم کھا کر چھوڑیں نہ ان کی زبردست گرفت سے کوئی چھوٹ کر بھاگ سکے۔

۴ یعنی نہ یہ حکم الٰہی کی خلاف ورزی کرتے ہیں نہ اس کے احکام بجا لانے میں سستی اور دیر ہوتی ہے نہ امتثال حکم سے عاجز ہیں۔

۵ **آخرت میں کوئی حیلہ بہانہ نہیں چلے گا** یعنی قیامت کے دن جب جہنم کا عذاب سامنے ہوگا، اس وقت منکروں سے کہا جائے گا کہ حیلے بہانے مت بتلاؤ۔ آج کوئی بہانہ چلنے والا نہیں بلکہ جو کچھ کرتے تھے اس کی پوری پوری سزا بھگتنے کا دن ہے۔ ہماری طرف سے کوئی ظلم زیادتی نہیں۔ تمہارے ہی اعمال ہیں جو عذاب کی صورت میں نظر آ رہے ہیں۔

نَصُوحًا ؕ عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ

صاف دل کی توبہ ۞ امید ہے تمہارا رب اتار دے تم پر سے

سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ

تمہاری برائیاں اور داخل کرے تم کو باغوں میں جن کے نیچے

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ

بہتی ہیں نہریں جس دن کہ اللہ ذلیل نہ کرے گا نبی کو

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ

اور ان لوگوں کو جو یقین لائے ہیں اس کے ساتھ ۞ ان کی روشنی دوڑتی ہے

اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا

ان کے آگے اور ان کے داہنے ۞ کہتے ہیں اے رب ہمارے پوری کر دے ہم کو

نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۸﴾

ہماری روشنی اور معاف کر ہم کو بے شک تو سب کچھ کر سکتا ہے ۞

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ

اے نبی لڑائی کر منکروں سے اور دغابازوں سے

وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ

اور سختی کر ان پر ۞ اور ان کا گھر دوزخ ہے اور بری جگہ

الْمَصِيْرُ ﴿۹﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ

جا پہنچے ۞ اللہ نے بتلائی ایک مثل (مثال) منکروں کے واسطے عورت

۱ **توبۃ النصوح کی تعریف** صاف دل کی توبہ یہ کہ دل میں پھر اس گناہ کا خیال نہ رہے۔ اگر توبہ کے بعد ان ہی خرافات کا خیال پھر آیا تو سمجھو کہ توبہ میں کچھ کسر رہ گئی ہے۔ اور گناہ کی جڑ دل سے نہیں نکلی۔" رزقنا اللہ منہا حظًا وافرًا بفضلہ وعونہ وھو علٰی کلِّ شیءٍ قدیر۔"

۲ یعنی نبی کا تو کہنا کیا اس کے ساتھیوں کو بھی ذلیل نہ کرے گا بلکہ نہایت اعزاز و اکرام سے فضل و شرف کے بلند مناصب پر سرفراز فرمائے گا۔

۳ اس کا بیان سورۂ "حدید" میں ہو چکا۔

۴ یعنی ہماری روشنی آخر تک قائم رکھیے۔ بجھنے نہ دیجئے جیسے منافقین کی نسبت سورۂ "حدید" میں بیان ہو چکا کہ روشنی بجھ جائے گی اور اندھیرے میں کھڑے رہ جائیں گے مفسرین نے عموماً یہی لکھا ہے۔ لیکن حضرت شاہ صاحب "اتمم لنا نورنا" کی مراد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "روشنی ایمان کی دل میں ہے، دل سے بڑھے تو سارے بدن میں، پھر گوشت پوست میں" (سرایت کرے)

۵ **کفار پر سختی کی تاکید** حضرت کا خلق اور نرم خوئی یہاں تک بڑھی ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ اوروں کو فرماتا ہے تحمل کرو۔ اور آپ کو فرماتا ہے کہ سختی کرو۔

۶ پہلے مومنین کا ٹھکانا بتلایا تھا۔ یہاں ان کے بالمقابل کفار و منافقین کا گھر بتلا دیا۔

نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَیْنِ مِنْ

نوح کی | اور عورت لوط کی | گھر میں تھیں دونوں دو نیک بندوں کے

عِبَادِنَا صَالِحَیْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ یُغْنِیَا

ہمارے نیک بندوں میں سے | پھر انہوں نے ان سے چوری کی | پھر وہ کام نہ آئے

عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا وَّقِیْلَ ادْخُلَا النَّارَ

ان کے | اللہ کے ہاتھ سے کچھ بھی | اور حکم ہوا | کہ چلی جاؤ دوزخ میں

مَعَ الدّٰخِلِیْنَ ۝۱۰ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ

جانے والوں کے ساتھ | اور اللہ نے بتلائی ایک مثل | ایمان والوں

اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ

کے لیے | عورت فرعون کی ◆۱ | جب بولی | اے رب بنا

لِیْ عِنْدَكَ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ وَنَجِّنِیْ مِنْ

میرے واسطے اپنے پاس | ایک گھر | بہشت میں ◆۲ | اور بچا نکال مجھ کو

فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝۱۱

فرعون سے | اور اس کے کام سے | اور بچا نکال مجھ کو | ظالم لوگوں سے ◆۳

وقف لازم

◆۱ **حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی بیویوں کا انجام** | یعنی حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کیسے نیک بندے، مگر دونوں کے گھر میں ان کی بیویاں منافق تھیں۔ بظاہر ان کے ساتھ تعلق تھا لیکن دل سے کافروں کے شریک حال تھیں۔ پھر کیا ہوا؟ عام دوزخیوں کے ساتھ ان کو بھی اللہ نے دوزخ میں دھکیل دیا پیغمبروں کا رشتۂ زوجیت ذرا بھی عذاب الٰہی سے نہ بچا سکا۔ ان کے برعکس فرعون کی بیوی حضرت آسیہ بنت مزاحم، پکی ایماندار، ولی کامل، اور اس کا شوہر خدا کا سب سے بڑا باغی۔ وہ نیک

بیوی میاں کو خدا کے عذاب سے نہ چھڑا سکی۔ نہ میاں کی شرارت وبغاوت کے جرم میں بیوی کو کچھ آنچ پہنچی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ''یعنی اپنا ایمان درست کرو۔ نہ خاوند بچا سکے نہ جورو، یہ (قانون عام طور پر) سب کو سنا دیا ہے۔ یہ وہم نہ کیا جائے کہ (معاذ اللہ) حضرت کی بیبیوں پر کہا۔ ان کے لئے تو وہ کہا ہے (جو سورۂ ''نور'' میں ہے)'' اَلطَّیِّبَاتُ لِلطَّیِّبِیْنَ ''اور اگر بفرض محال ایسا وہم کیا جائے تو امرأۃ فرعون کی مثال کس پر چسپاں کرو گے۔'' لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

◆۱ یعنی اپنا قرب عنایت فرما۔ اور بہشت میں میرے لئے مکان تیار کر۔

◆۲ **فرعون کی بیوی کی فضیلت** | یعنی فرعون کے پنجہ سے چھڑا اور اس کے ظلم سے نجات دے۔ حضرت موسیٰ کو انہوں نے پرورش کیا تھا اور ان کی مددگار تھیں۔ کہتے ہیں کہ فرعون کو جب حال کھلا تو ان کو چومیخا کر کے طرح طرح کی ایذائیں دیتا تھا۔ اس حالت میں اللہ کی طرف سے جنت کا محل ان کو دکھلایا جاتا۔ جس سے سب سختیاں آسان ہو جاتی تھیں۔ آخر فرعون نے ان کو سیاسۃً قتل کر دیا۔ اور جام شہادت نوش کر کے مالک حقیقی کے پاس پہنچ گئیں۔ حدیث صحیح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کامل ہونے کا اعلان فرمایا ہے۔ اور حضرت مریم کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے۔ ہزاراں ہزار رحمتیں ہوں اس پاک روح پر۔

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا

اور مریم بیٹی عمران کی جس نے روکے رکھا اپنی شہوت کی جگہ کو

فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ

پھر ہم نے پھونک دی اس میں ایک اپنی طرف سے جان اور سچا جانا اپنے رب کی

رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ﴿۱۲﴾ ع

باتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور وہ تھی بندگی کرنے والوں میں

۲ ع ۵ ۲۰
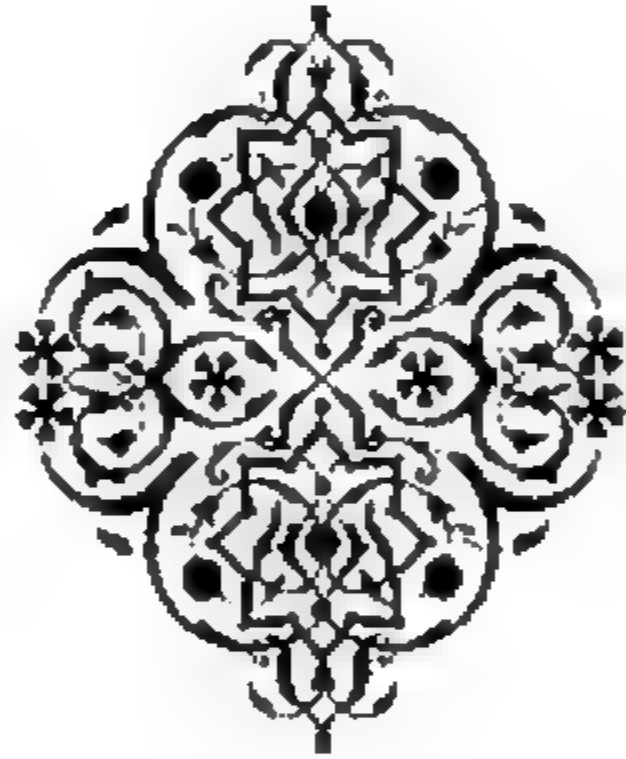
۱ **حضرت مریمؑ** یعنی حلال وحرام سب سے محفوظ رکھا۔

۲ یعنی فرشتہ کے ذریعہ سے ایک روح پھونک دی۔ حضرت جبریل نے گریبان میں پھونک ماری جس کا نتیجہ استقرار حمل ہوا، اور حضرت مسیح علیہ السلام پیدا ہوئے۔ **تنبیہ**

نفخ روح نفخ کی نسبت اپنی طرف اس لئے کی کہ فاعل حقیقی اور مؤثر علی الاطلاق وہی ہے۔ آخر ہر عورت کے رحم میں جو بچہ بنتا ہے اس کا بنانے والا اس کے سوا کون ہے۔ بعض محققین نے یہاں "فَرْج" کے معنی چاک گریبان کے لئے ہیں۔ اس وقت "اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا" کے معنی یہ ہوں گے کہ کسی کا ہاتھ اپنے گریبان تک نہیں پہنچنے دیا۔ اور یہ نہایت بلیغ کنایہ ان کی عصمت وعفت سے ہوگا۔ جیسے ہمارے محاورات میں کہتے ہیں کہ فلاں عورت بہت پاک دامن ہے اور عرب میں کہا جاتا ہے "نقی الحبیب طاهر الذیل" اس سے عفیف النفس ہونا مراد ہوتا ہے۔ کپڑے کا دامن مراد نہیں ہوتا۔ اس تقدیر پر "فَنَفَخْنَا فِيْهِ" میں ضمیر لفظ "فَرْج" کی طرف اس کے لغوی معنی کے اعتبار سے راجع ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۳ رب کی باتیں وہ ہوں گی جو فرشتوں کی زبانی سورۂ آل عمران میں بیان ہوئی ہیں۔ "وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ" الخ اور کتابوں سے عام کتب سماویہ مراد لی جائیں۔ تخصیص کی ضرورت نہیں۔

۴ یعنی کامل مردوں کی طرح بندگی وطاعت پر ثابت قدم تھی۔ یا یوں کہو کہ قانتین کے خاندان سے تھی۔
تم سورة التحريم ولله الحمد والمنة وبه التوفيق والعصمة.

آیاتها ۳۰ (۶۷) سُوْرَةُ الْمُلْكِ مَكِّيَّةٌ (۷۷) رکوعاتها ۲
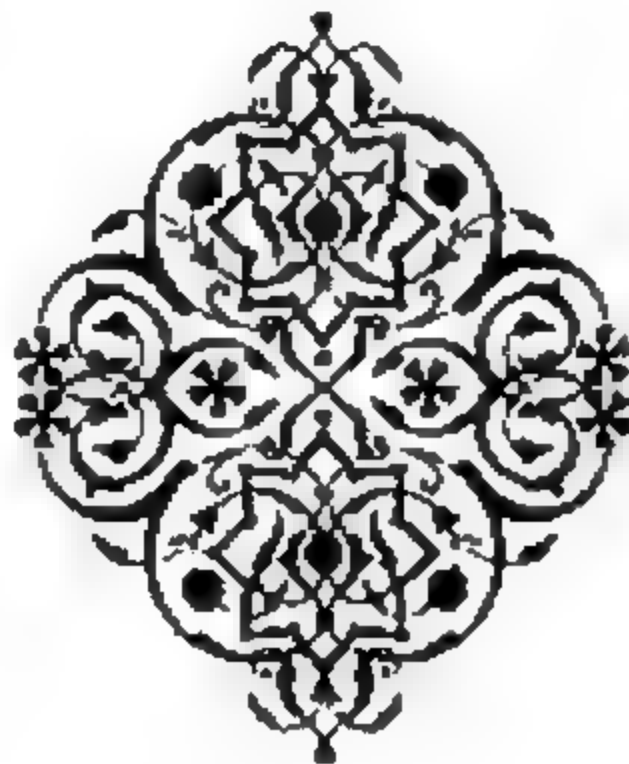
سورۂ ملک مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی تیس آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

بڑی برکت ہے اس کی جس کے ہاتھ میں ہے راج (بادشاہی) اور وہ سب کچھ

قَدِيْرُ ۨ ۝١ الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ

کر سکتا ہے ۱ جس نے بنایا مرنا اور جینا تاکہ تم کو جانچے

اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۝٢ الَّذِيْ

کون تم میں اچھا کرتا ہے کام اور وہ زبردست ہے بخشنے والا ۲ جس نے

خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۭ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ

بنائے سات آسمان تہ پر تہ کیا دیکھتا ہے تو رحمٰن کے بنانے میں

مِنْ تَفٰوُتٍ ۭ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۝٣

کچھ فرق پھر دوبارہ نگاہ کر ۳ کہیں نظر آتی ہے تجھ کو دراڑ (شگاف)

ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ

پھر لوٹا کر نگاہ کر دو دو بار لوٹ آئے گی تیرے پاس تیری نگاہ

خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ۝٤ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا

رد ہو کر تھک کر ۴ اور ہم نے رونق دی سب سے ورلے آسمان کو

سورۃ الملک

۱ یعنی سب ملک اس کا ہے اور تنہا اسی کا اختیار ساری سلطنت میں چلتا ہے۔

۲ **موت و حیات جانچنے کیلئے ہیں** یعنی مرنے جینے کا سلسلہ اسی نے قائم کیا، ہم پہلے کچھ نہ تھے (اسے موت ہی سمجھو) پھر پیدا کیا، اس کے بعد موت بھیجی، پھر مرے پیچھے زندہ کر دیا۔ کما قال "وَكُنتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ" (بقرہ۔ رکوع ۳) موت و حیات کا یہ سارا سلسلہ اس لئے ہے کہ تمہارے اعمال کی جانچ کرے کہ کون برے کام کرتا ہے کون اچھے، اور کون اچھے سے اچھے۔ پہلی زندگی میں یہ امتحان ہوا اور دوسری زندگی میں اس کا مکمل نتیجہ دکھلا دیا گیا۔ فرض کرو اگر پہلی زندگی نہ ہوتی تو عمل کون کرتا، اور موت نہ آتی تو لوگ مبداء ومنتہیٰ سے غافل اور بے فکر ہو کر عمل چھوڑ بیٹھتے اور دوبارہ زندہ نہ کیے جاتے تو بھلے برے کا بدلہ کہاں ملتا۔

۳ یعنی زبردست ہے جس کی پکڑ سے کوئی نہیں نکل سکتا اور بخشنے والا بھی بہت بڑا ہے۔

۴ **اوپر نیچے سات آسمان** حدیث میں آیا کہ ایک آسمان کے اوپر دوسرا آسمان، دوسرے پر تیسرا اسی طرح سات آسمان اوپر نیچے ہیں۔ اور ہر ایک آسمان سے دوسرے تک پانسو برس کی مسافت ہے۔ نصوص میں یہ تصریح نہیں کی گئی کہ اوپر جو نیلگوں چیز ہم کو نظر آتی ہے وہ ہی آسمان ہے ہو سکتا ہے کہ ساتوں آسمان اس کے اوپر ہوں اور یہ نیلگوں چیز آسمان کی چھت گیری کا کام دیتی ہو۔

۵ **اللہ کی تخلیق میں حکمت و بصیرت** یعنی قدرت نے اپنے انتظام اور کاریگری میں کہیں فرق نہیں کیا ہر چیز میں انسان سے لے کر حیوانات، نباتات، عناصر، اجرام علویہ، سبع سماوات اور نیرات تک یکساں کاریگری دکھلائی ہے۔ یہ نہیں کہ بعض اشیاء کو حکمت و بصیرت سے اور بعض کو یونہی کیف ما اتفق، بے تکا یا بیکار و فضول بنا دیا ہو (العیاذ باللہ) اور جہاں کسی کو ایسا وہم گذرے سمجھو اس کی عقل و نظر کا قصور ہے۔

۶ **نظام کائنات میں کوئی کمزوری نہیں** یعنی ساری کائنات نیچے سے اوپر تک ایک قانون اور مضبوط نظام میں جکڑی ہوئی ہے اور کڑی سے کڑی ملی ہوئی ہے، کہیں درز یا دراز نہیں۔ نہ کسی صنعت میں کسی طرح کا اختلال پایا جاتا ہے۔ ہر چیز ویسی ہے جیسا اسے ہونا چاہیئے۔ اور اگر یہ آیتیں صرف آسمان سے متعلق ہیں تو مطلب یہ ہوگا کہ اے مخاطب! اوپر آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ کہیں اونچ نیچ یا درز اور شگاف نہیں پائے گا۔ بلکہ ایک صاف ہموار، متصل، مربوط اور منتظم چیز نظر آئے گی جس میں باوجود مرور دہور اور تطاول ازمان کے آج تک کوئی فرق اور تفاوت نہیں آیا۔

۷ **تمہاری نگاہیں تھک جائیں گی** یعنی ممکن ہے ایک آدھ مرتبہ دیکھنے میں نگاہ خطا کر جائے، اس لئے پوری کوشش سے بار بار دیکھ، کہیں کوئی رخنہ تو دکھائی نہیں دیتا خوب غور و فکر اور نظر ثانی کر کہ قدرت کے انتظام میں کہیں انگلی رکھنے کی جگہ تو نہیں۔ یاد رکھ! تیری نگاہ تھک جائے گی اور ذلیل و درماندہ ہو کر واپس آ جائے گی۔ لیکن خدائی مصنوعات و انتظامات میں کوئی عیب و قصور نہ نکال سکے گی۔

بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ

چراغوں سے ﴿۱﴾ اور ان سے کر رکھی ہے ہم نے پھینک مار شیطانوں کے واسطے ﴿۲﴾ اور رکھا ہے ان کے واسطے

عَذَابَ السَّعِيْرِ ۝ وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ

عذاب دہکتی آگ کا ﴿۳﴾ اور جو لوگ منکر ہوئے اپنے رب سے ان کے واسطے ہے عذاب

جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا

دوزخ کا اور بری جگہ جا پہنچے ﴿۴﴾ جب اس میں ڈالے جائیں گے سنیں گے

لَهَا شَهِيْقًا وَّهِيَ تَفُوْرُ ۝ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ؕ

اس کا دھاڑنا اور وہ اچھل رہی ہوگی ایسا لگتا ہے کہ پھٹ پڑے گی جوش سے ﴿۵﴾

كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ

جس وقت پڑے اس میں ایک گروہ پوچھیں ان سے دوزخ کے داروغہ کیا نہ پہنچا تھا تمہارے پاس کوئی

نَذِيْرٌ ۝ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا

ڈر سنانے والا ﴿۶﴾ وہ بولیں کیوں نہیں ہمارے پاس پہنچا تھا ڈر سنانے والا پھر ہم نے جھٹلایا

وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۚۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ

اور کہا نہیں اتاری اللہ نے کوئی چیز تم تو پڑے ہوئے ہو

ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ۝ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا

بڑے بہکاوے میں ﴿۷﴾ اور کہیں گے اگر ہم ہوتے سنتے یا سمجھتے تو

كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ

نہ ہوتے دوزخ والوں میں ﴿۸﴾ سو قائل ہوگئے اپنے گناہ کے

۱ یعنی آسمان کی طرف دیکھو! رات کے وقت ستاروں کی جگمگاہٹ سے کیسی رونق و شان معلوم ہوتی ہے۔ یہ قدرتی چراغ ہیں جن سے دنیا کے بہت سے منافع وابستہ ہیں۔

۲ یہ مضمون سورہ "حجر" وغیرہ میں کئی جگہ بہت تفصیل سے گذر چکا ہے۔

۳ یعنی دنیا میں تو شہاب پھینکے جاتے ہیں اور آخرت میں ان کے لئے دوزخ کی آگ تیار ہے۔

۴ یعنی کافروں کا ٹھکانا بھی شیاطین کے ساتھ اسی دوزخ میں ہے۔

۵ **دوزخ کی سخت آواز** | یعنی اس وقت دوزخ کی آواز سخت کریہ اور خوفناک ہوگی اور بے انتہا جوش واشتعال سے ایسا معلوم ہوگا گویا غصہ میں آ کر پھٹی پڑتی ہے اعاذنا اللّٰہ منہا بلطفہٖ وکرمہٖ

۶ **دوزخ کے فرشتوں کا سوال** | یہ پوچھنا اور زیادہ ذلیل و محجوب کرنے کے لئے ہوگا یعنی تم جو اس مصیبت میں آ کر پھنسے ہو، کیا کسی نے تم کو متنبہ نہ کیا تھا؟ اور ڈرایا نہ تھا کہ اس راستے سے مت چلو ورنہ سیدھے دوزخ میں گروگے جہاں ایسے ایسے عذاب ہونگے۔

۷ **اہل جہنم کا جواب** | یعنی کھسیانے ہو کر حسرت وندامت سے جواب دیں گے کہ بیشک ڈرانے والے آئے تھے مگر ہم نے ان کی بات نہ مانی برابر جھٹلایا کئے کہ تم سب غلط کہتے ہو۔ نہ اللہ نے تم کو بھیجا نہ تم پر وحی اتاری بلکہ تم عقل وفہم کے راستہ سے بہک کر بڑی سخت گمراہی میں جا پڑے ہو۔

۸ **کفار کی حسرت وندامت** | یعنی کیا خبر تھی کہ یہ ڈرانے والے ہی سچے نکلیں گے۔ اگر ہم اس وقت کسی ناصح کی بات سنتے یا عقل سے کام لیکر معاملہ کی حقیقت کو سمجھ لیتے تو آج دوزخیوں کے زمرہ میں کیوں شامل ہوتے اور تم کو یہ طعن دینے کا موقع کیوں ملتا۔

فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ﴿۱۱﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ

اب دفع ہو جائیں دوزخ والے ۞ جو لوگ ڈرتے ہیں

رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِیْرٌ ﴿۱۲﴾ وَاَسِرُّوْا

اپنے رب سے بن دیکھے ۞ ان کے لیے معافی ہے اور ثواب بڑا اور تم چھپا کر کہو

قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۳﴾

اپنی بات یا کھول کر وہ خوب جانتا ہے جیوں کے بھید ۞

اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ﴿۱۴﴾ ع هُوَ

بھلا وہ نہ جانے جس نے بنایا اور وہی ہے بھید جاننے والا خبردار ۞ وہی ہے

الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا

جس نے کیا تمہارے آگے زمین کو پست اب چلو پھرو اس کے کندھوں پر

وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ؕ وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ ﴿۱۵﴾ ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ

اور کھاؤ کچھ اس کی دی ہوئی روزی اور اسی کی طرف جی اٹھنا ہے ۞ کیا تم نڈر ہو گئے اس سے

فِی السَّمَآءِ اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِیَ

جو آسمان میں ہے اس سے کہ دھنسا دے تم کو زمین میں پھر تب ہی وہ

تَمُوْرُ ﴿۱۶﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یُّرْسِلَ عَلَیْكُمْ

لرزنے لگے ۞ یا نڈر ہو گئے ہو اس سے جو آسمان میں ہے اس بات سے کہ برسا دے تم پر

حَاصِبًا ؕ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَیْفَ نَذِیْرِ ﴿۱۷﴾ وَلَقَدْ كَذَّبَ

مینہ پتھروں کا ۞ سو جان لوگے کیسا ہے میرا ڈرانا (دھمکانا) ۞ اور جھٹلا چکے ہیں

① **اب اقرار گناہ سے کوئی فائدہ نہیں** یعنی خود اقرار کرلیا کہ بیشک ہم مجرم ہیں یوں ہی بے قصور ہم کو دوزخ میں نہیں ڈالا جا رہا لیکن اس ناوقت کے اقرار و اعتراف سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ ارشاد ہوگا" فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِیْرِ "(اب دفع ہو جائیں دوزخ والے) ان کے لئے جوارِ رحمت میں کہیں ٹھکانا نہیں۔

② **اللہ سے ڈرنے والے** یعنی اللہ کو دیکھا نہیں، مگر اس پر اور اس کی صفات پر پورا یقین رکھتے ہیں۔ اور اس کی عظمت و جلال کے تصور سے لرزتے اور اس کے عذاب کا خیال کر کے تھرتھراتے ہیں۔ یا "بالغیب" کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے مجمع سے الگ ہو کر خلوت و عزلت میں اپنے رب کو یاد کر کے لرزاں و ترساں رہتے ہیں۔

③ یعنی گو تم اس کو نہیں دیکھتے مگر وہ تم کو دیکھ رہا ہے اور تمہاری ہر کھلی چھپی بات خلوت میں ہو یا جلوت میں سب کو جانتا ہے بلکہ دلوں میں اور سینوں میں جو خیالات گذرتے ہیں ان کی بھی خبر رکھتا ہے۔ غرض وہ تم سے غائب ہے پر تم اس سے غائب نہیں۔

④ **اللہ لطیف و خبیر** یعنی تمہارا اور تمہارے افعال و اقوال ہر چیز کا خالق و مختار وہ ہے اور خالق و مختار جس چیز کو پیدا کرے ضروری ہے کہ اس کا پورا علم اسے حاصل ہو، ورنہ پیدا کرنا ممکن نہیں، پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ جس نے بنایا وہ ہی نہ جانے۔

⑤ یعنی زمین کو تمہارے سامنے کیسا پست و ذلیل و مسخر و منقاد کر دیا کہ جو چاہو اس میں تصرف کرو تو چاہئے کہ اس پر اور اس کے پہاڑوں پر چلو پھرو اور روزی کماؤ، مگر اتنا یاد رکھو کہ جس نے روزی دی ہے اسی کی طرف پھر لوٹ کر جانا ہے۔

⑥ **اللہ کی ڈھیل سے مغرور مت ہو** پہلے انعامات یاد دلائے تھے۔ اب شانِ قہر و انتقام یاد دلا کر ڈرانا مقصود ہے یعنی زمین بیشک تمہارے لئے مسخر کر دی گئی۔ مگر یاد رہے اس پر حکومت اسی آسمان والے کی ہے وہ اگر چاہے تو تم کو زمین میں دھنسا دے، اس وقت زمین بھونچال سے لرزنے لگے اور تم اس کے اندر اترتے چلے جاؤ لہٰذا آدمی کو جائز نہیں کہ اس مالک مختار سے نڈر ہو کر شرارتیں شروع کر دے اور اس کے ڈھیل دینے پر مغرور ہو جائے۔

⑦ **اللہ کا عذاب کسی وقت بھی آسکتا ہے** یعنی بیشک زمین پر چلو پھرو اور روزی کماؤ، لیکن خدا کو نہ بھولو ورنہ وہ اس پر قادر ہے کہ تم پر ایک سخت آندھی بھیج دے یا پتھروں کا مینہ برسا دے۔ پھر تم کیا کرو گے ساری دوڑ دھوپ یوں ہی رکھی رہ جائے گی۔

⑧ یعنی جس عذاب سے ڈرایا جاتا تھا وہ کیسا تباہ کن اور ہولناک ہے۔

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۱۸﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا

جو ان سے پہلے تھے — پھر کیسا ہوا میرا انکار (عذاب) ◆۱ — اور کیا نہیں دیکھتے ہو

اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ؕۘ مَا يُمْسِكُهُنَّ

اڑتے جانوروں کو — اپنے اوپر — پر کھولے ہوئے — اور پر جھپکتے ہوئے — ان کو کوئی نہیں تھام رہا

اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۢ بَصِيْرٌ ﴿۱۹﴾ اَمَّنْ هٰذَا

رحمٰن کے سوا — اس کی نگاہ میں ہے ہر چیز ◆۲ — بھلا وہ کون ہے

الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؕ

جو فوج ہے تمہاری — مدد کرے تمہاری — رحمٰن کے سوائے

اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ ﴿۲۰﴾ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ

منکر پڑے ہیں بڑے بہکائے میں (دھوکا میں) ◆۳ — بھلا وہ کون ہے — جو

يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّ

روزی دے تم کو — اگر وہ رکھ چھوڑے (روک لیوے) اپنی روزی ◆۴ — کوئی نہیں — پر اڑ رہے ہیں شرارت

نُفُوْرٍ ﴿۲۱﴾ اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى

اور بدکنے پر ◆۵ — بھلا ایک — جو چلے اوندھا — اپنے منہ کے بل — وہ سیدھی راہ پائے

اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۲﴾ قُلْ هُوَ

یا وہ شخص — جو چلے سیدھا — ایک سیدھی راہ پر ◆۶ — تو کہہ — وہی ہے

الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ

جس نے تم کو بنا کھڑا کیا — اور بنا دیے تمہارے واسطے کان — اور آنکھیں

وقف غفران

۱ **پچھلے لوگوں سے عبرت حاصل کرو** | یعنی "عاد" و "ثمود" وغیرہ کے ساتھ جو معاملہ ہو چکا ہے اس سے عبرت پکڑو۔ دیکھ لو! ان کی حرکات پر ہم نے انکار کیا تھا تو وہ انکار کیسے عذاب کی صورت میں ظاہر ہو کر رہا۔

۲ **رحمٰن پرندوں کو ہوا میں تھامتا ہے** | پہلے آسمان و زمین کا ذکر ہوا تھا۔ یہاں درمیانی چیز کا ذکر ہے یعنی خدا کی قدرت دیکھو پرندے، زمین و آسمان کے درمیان کبھی پر کھول کر اور کبھی باز و سمیٹے ہوئے کس طرح اڑتے رہتے ہیں۔ اور باوجود جسم ثقیل مائل الی المرکز ہونے کے نیچے نہیں گر پڑتے نہ زمین کی قوت جاذبہ اس ذرا سے پرندے کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ بتلاؤ رحمان کے سوا کس کا ہاتھ ہے جس نے انہیں فضاء میں تھام رکھا ہے۔ بیشک رحمان نے اپنی رحمت و حکمت سے ان کی ساخت ایسی بنائی اور اس میں وہ قوت رکھی جس سے وہ بے تکلف ہوا میں گھنٹوں ٹھہر سکیں۔ وہ ہی ہر چیز کی استعداد کو جانتا اور تمام مخلوق کو اپنی نگاہ میں رکھتا ہے۔ شاید پرندوں کی مثال بیان کرنے سے یہاں اس طرف بھی اشارہ ہو کہ اللہ آسمان سے عذاب بھیجنے پر قادر ہے اور کفار اپنے کفر و شرارت سے اس کے مستحق بھی ہیں۔ لیکن جس طرح رحمان کی رحمت نے پرندوں کو ہوا میں روک رکھا ہے، عذاب بھی اسی کی رحمت سے رکا ہوا ہے۔

۳ **رحمٰن کے سوا منکروں کی کوئی مدد نہیں کر سکتا** | یعنی منکر سخت دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔ اگر یہ سمجھتے ہیں کہ انکے باطل معبودوں اور فرضی دیوتاؤں کی فوج ان کو اللہ کے عذاب اور آنے والی آفت سے بچالے گی؟ خوب سمجھ لو! رحمان سے الگ ہو کر کوئی مدد کو نہ پہنچے گا۔

۴ یعنی اللہ اگر روزی کے سامان بند کر لے تو کس کی طاقت ہے جو تم پر روزی کا دروازہ کھول دے؟

۵ یعنی دل میں یہ لوگ بھی سمجھتے ہیں کہ اللہ سے الگ ہو کر نہ کوئی نقصان کو روک سکتا ہے نہ نفع پہنچا سکتا ہے۔ مگر محض شرارت اور سرکشی ہے کہ توحید و اسلام کی طرف آتے ہوئے بدکتے ہیں۔

۶ **موحد اور مشرک کی مثال** | یعنی ظاہری کامیابی کی راہ طے کر کے وہی مقصد اصلی تک پہنچے گا جو سیدھے راستہ پر آدمیوں کی طرح سیدھا ہو کر چلے۔ جو شخص ناہموار راستہ پر اوندھا ہو کر منہ کے بل چلتا ہو اس کے منزل مقصود تک پہنچنے کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔ یہ مثال ایک موحد اور ایک مشرک کی ہوئی۔ محشر میں بھی دونوں کی چال میں ایسا ہی فرق ہوگا۔

وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۳﴾ قُلْ هُوَ الَّذِیْ

اور دل — تم بہت تھوڑا احسان مانتے ہو ﴿۱﴾ — تو کہہ — وہی ہے جس نے

ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَ یَقُوْلُوْنَ

کھنڈا (بکھیر) دیا تم کو زمین میں — اور اسی کی طرف اکٹھے کئے جاؤ گے ﴿۲﴾ — اور کہتے ہیں

مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ

کب ہوگا یہ وعدہ — اگر تم سچے ہو ﴿۳﴾ — تو کہہ

اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۪ وَ اِنَّمَاۤ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۲۶﴾

خبر تو ہے اللہ ہی کے پاس — اور میرا کام تو یہی ڈر سنا دینا ہے کھول کر ﴿۴﴾

فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِیْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا

پھر جب دیکھیں گے کہ وہ پاس آ لگا — تو بگڑ جائیں گے — منہ (چہرے) منکروں کے

وَ قِیْلَ هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴿۲۷﴾ قُلْ

اور سب کہے گا — یہی ہے — جس کو تم مانگتے تھے ﴿۵﴾ — تو کہہ

اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِیَ اللّٰهُ وَ مَنْ مَّعِیَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ

بھلا دیکھو تو — اگر ہلاک کر دے مجھ کو اللہ — اور میرے ساتھ والوں کو — یا ہم پر رحم کرے

فَمَنْ یُّجِیْرُ الْكٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۲۸﴾ قُلْ هُوَ

پھر وہ کون ہے — جو بچائے منکروں کو — عذاب دردناک سے ﴿۶﴾ — تو کہہ — وہی

الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَ عَلَیْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ

رحمٰن ہے — ہم نے اس کو مانا — اور اسی پر بھروسہ کیا ﴿۷﴾ — سو اب تم جان لوگے

۱ یعنی اللہ نے سننے کے لئے کان، دیکھنے کے لئے آنکھیں، اور سمجھنے کے لئے دل دیئے تھے کہ اس کا حق مان کر ان قوتوں کو ٹھیک مصرف میں لگاتے، اور اسکی طاعت و فرمانبرداری میں خرچ کرتے مگر ایسے شکر گذار بندے بہت کم ہیں۔ کافروں کو دیکھ لو کہ ان نعمتوں کا کیسا حق ادا کیا؟ اس کی دی ہوئی قوتیں اسی کے مقابلہ میں استعمال کیں۔

۲ یعنی ابتدا بھی اس سے ہوئی انتہا بھی اسی پر ہوگی، جہاں سے آئے تھے وہیں جانا ہے۔ چاہئے تھا کہ اس سے ایک دم غافل نہ ہوتے اور ہمہ وقت اسکی فکر رکھتے کہ مالک کے سامنے خالی ہاتھ نہ جائیں مگر ایسے بندے بہت تھوڑے ہیں۔

۳ یعنی اکٹھے کب کئے جائیں گے؟ اور قیامت کب آئے گی اسے جلدی بلاؤ۔

۴ **قیامت کا علم صرف اللہ کو ہے** یعنی وقت کی تعیین میں نہیں کر سکتا۔ اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ البتہ جو چیز یقیناً آنے والی ہے اس سے آگاہ کر دینا اور خوفناک مستقبل سے ڈرا دینا میرا فرض تھا وہ میں ادا کر چکا۔

۵ یعنی اب تو جلدی مچا رہے ہیں لیکن جس وقت وہ وعدہ قریب آ لگے گا، بڑے بڑے سرکشوں کے منہ بگڑ جائیں گے اور چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگیں گی۔

۶ کفار تمنا کرتے تھے کہ کہیں جلد مر مرا کر ان کا قصہ ختم ہو جائے (العیاذ باللہ) اس کا جواب دیا کہ فرض کرو تمہارے زعم کے موافق میں اور میرے ساتھی دنیا میں سب ہلاک کر دیئے جائیں یا ہمارے عقیدے کے موافق مجھ کو اور میرے رفقاء کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے کامیاب و بامراد کرے۔ ان دونوں صورتوں میں سے جو صورت بھی ہو، مگر تم کو اس سے کیا فائدہ ہے۔ ہمارا انجام دنیا میں جو کچھ ہو، بہرحال آخرت میں بہتری ہے کہ اس کے راستہ میں جدوجہد کر رہے ہیں۔ لیکن تم اپنی فکر کرو کہ اس کفر و سرکشی پر جو دردناک عذاب آنا یقینی ہے، اس سے کون بچائے گا۔ ہمارا اندیشہ چھوڑ دو، اپنی فکر کرو، کیونکہ کافر کسی طرح بھی خدائی عذاب سے نہیں چھوٹ سکتا۔

۷ **رحمٰن پر ایمان اور بھروسہ** یعنی جب ہمارا ایمان اس پر ہے تو ایمان کی بدولت نجات یقینی ہے اور جب ہم صحیح معنی میں اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں تو مقاصد میں کامیابی یقینی ہے۔ "وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ" تم میں دونوں چیزیں نہیں، نہ ایمان، نہ توکل، پھر تم کیسے بے فکر ہو؟

مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۹﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ

کون پڑا ہے صریح بہکاوے میں ◆۱◆ تو کہہ بھلا دیکھو تو اگر ہو

اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ﴿۳۰﴾ ع

جائے صبح کو پانی تمہارا خشک پھر کون ہے جو لائے تمہارے پاس پانی نتھرا (شفاف) ◆۲◆

آیاتہا ۵۲ — (۶۸) سُوْرَةُ الْقَلَمِ مَكِّيَّةٌ (۲) — رکوعاتہا ۲

سورۂ قلم مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی باون آیتیں ہیں اور اس میں دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ﴿۱﴾ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ

قسم ہے قلم کی اور جو کچھ لکھتے ہیں تو نہیں اپنے رب کے فضل سے

بِمَجْنُوْنٍ ﴿۲﴾ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ﴿۳﴾ وَ

دیوانہ ◆۳◆ اور تیرے واسطے بدلہ (ثواب) ہے بے انتہا ◆۴◆ اور

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ﴿۴﴾ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ﴿۵﴾

تو پیدا ہوا ہے بڑے خلق پر ◆۵◆ سو اب تو بھی دیکھ لے گا اور وہ بھی دیکھ لیں گے

◆۱◆ یعنی ہم جیسا کہ تمہارا گمان ہے یا تم جیسا کہ ہمارا عقیدہ ہے۔

◆۲◆ **اللہ کے سوا پانی کون لا سکتا ہے؟** یعنی زندگی اور ہلاکت کے سب اسباب اسی اللہ کے قبضہ میں ہیں۔ ایک پانی ہی کو لے لو، جس سے ہر چیز کی زندگی ہے، اگر فرض کرو! چشموں اور کنوؤں کا پانی خشک ہو کر زمین کے اندر اتر جائے جیسا کہ اکثر موسم گرما میں پیش آجاتا ہے تو کس کی قدرت ہے کہ موتی کی طرح صاف شفاف پانی اس قدر کثیر مقدار میں مہیا کر دے جو تمہاری زندگی اور بقاء کے لئے کافی ہو۔ لہٰذا ایک مومن متوکل کو اسی خالق الکل مالک علی الاطلاق پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔ یہیں سے یہ بھی سمجھ لو کہ جب ہدایت کے سب چشمے خشک ہو چکے، اس وقت ہدایت و معرفت کا خشک نہ ہونے والا چشمہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں جاری کر دینا بھی اسی رحمان مطلق کا کام ہو سکتا ہے جس نے اپنے فضل و انعام سے تمام جانداروں کی ظاہری و باطنی زندگی کے سامان پیدا کئے ہیں اگر بالفرض محال یہ چشمہ خشک ہو جائے، جیسا کہ اشقیاء کی تمنا ہے، تو کون ہے جو مخلوق کے لئے ایسا پاک و صاف نتھرا پانی مہیا کر

سکے۔ تم سورۃ الملک وللہ الحمد والمنۃ۔

سورۃ القلم

۲ **آنحضرت ﷺ پر جنون کے الزام کا رد** مشرکین مکہ حضور ﷺ کو (العیاذ باللہ) دیوانہ کہتے تھے۔ کوئی کہتا کہ شیطان کا اثر ہے جو یک بیک تمام قوم سے الگ ہو کر ایسی باتیں کرنے لگے ہیں جن کو کوئی نہیں مان سکتا۔ حق تعالیٰ نے اس خیال باطل کی تردید اور آپ ﷺ کی تسلی فرما دی۔ یعنی جس پر اللہ تعالیٰ کے ایسے ایسے فضل و انعام ہوں جن کو ہر آنکھ والا مشاہدہ کر رہا ہے۔ مثلاً اعلیٰ درجہ کی فصاحت اور حکمت و دانائی کی باتیں۔ مخالف و موافق کے دل میں اس قدر قوی تاثیر، اور اتنے بلند اور پاکیزہ اخلاق کیا اسے دیوانہ کہنا خود اپنی دیوانگی کی دلیل نہیں؟ دنیا میں بہت دیوانے ہوئے ہیں اور کتنے عظیم الشان مصلحین گذرے ہیں جن کو ابتداء قوم نے دیوانہ کہہ کر پکارا ہے۔ مگر قلم نے تاریخی معلومات کا جو ذخیرہ بطون اوراق میں جمع کیا ہے وہ بانگ دہل شہادت دیتا ہے کہ واقعی دیوانوں، اور ان دیوانہ کہلانے والوں کے حالات میں کس قدر زمین و آسمان کا تفاوت ہے۔ آج آپ ﷺ کو (العیاذ باللہ) مجنون کے لقب سے یاد کرنا بالکل وہی رنگ رکھتا ہے کہ جس رنگ میں دنیا کے تمام جلیل القدر اور اولوالعزم مصلحین کو ہر زمانہ کے شریروں اور بے عقلوں نے یاد کیا ہے۔ لیکن جس طرح تاریخ نے ان مصلحین کے اعلیٰ کارناموں پر بقاء و دوام کی مہر ثبت کی، اور ان مجنون کہنے والوں کا نام و نشان باقی نہ چھوڑا۔ قریب ہے کہ قلم اور اسکے ذریعہ سے لکھی ہوئی تحریریں آپ ﷺ کے ذکر خیر اور آپ ﷺ کے بےمثال کارناموں اور علوم و معارف کو ہمیشہ کے لئے روشن رکھیں گی۔ اور آپ ﷺ کو دیوانہ بتلانے والوں کا، جو صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ کر رہے گا۔ ایک وقت آئے گا جب ساری دنیا آپ ﷺ کی حکمت و دانائی کی داد دے گی اور آپ ﷺ کے کامل ترین انسان ہونے کو بطور ایک اجماعی عقیدہ کے تسلیم کرے گی۔ بھلا خداوند قدوس جس کی فضیلت و برتری کو ازل الآزال میں اپنے قلم نور سے لوح محفوظ کی تختی پر نقش کر چکا، کسی کی طاقت ہے کہ محض مجنون و مفتون کی پھبتیاں کس کر اس کے ایک شوشہ کو مٹا سکے؟ جو ایسا خیال رکھتا ہو پرلے درجہ کا مجنون یا جاہل ہے۔

۳ **آنحضرت ﷺ کیلئے بے انتہا اجر** یعنی آپ غمگین نہ ہوں۔ ان کے دیوانہ کہنے سے آپ کا اجر بڑھتا ہے اور غیر محدود فیض ہدایت بنی نوع انسان کو آپ کی ذات سے پہنچنے والا ہے اس کا بے انتہا اجر و ثواب آپ ﷺ کو ملنے والا ہے کیا دیوانوں اور پاگلوں کا مستقبل ایسا پائدار اور شاندار کسی نے دیکھا ہے؟ یا کسی مجنون کی اسکیم اس طرح کامیاب ہوتے سنی ہے؟ پھر جس کا رتبہ اللہ کے ہاں اتنا بڑا ہو اس کو چند احمقوں کے دیوانہ کہنے کی کیا پروا ہونی چاہئے۔

۵ **آنحضرت ﷺ کے اخلاق کریمانہ** یعنی اللہ تعالیٰ نے جن اعلیٰ اخلاق و ملکات پر آپ ﷺ کو پیدا فرمایا، کیا دیوانوں میں ان اخلاق و ملکات کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ ایک دیوانے کے اقوال و افعال میں قطعاً نظم و ترتیب نہیں ہوتی، نہ اس کا کلام اس کے کاموں پر منطبق ہوتا ہے برخلاف اسکے آپ ﷺ کی زبان قرآن ہے اور آپ ﷺ کے اعمال و اخلاق قرآن کی خاموش تفسیر۔ قرآن جس نیکی، جس خوبی، اور بھلائی کی طرف دعوت دیتا ہے وہ آپ ﷺ میں فطرۃً موجود، اور جس بدی و زشتی سے روکتا ہے آپ ﷺ طبعاً اس سے نفور و بیزار ہیں۔ پیدائشی طور پر آپ ﷺ کی ساخت اور تربیت ایسی واقع ہوئی ہے کہ آپ کی کوئی حرکت اور کوئی چیز حد تناسب و اعتدال سے ایک انچ ادھر ادھر ہٹنے نہیں پائی۔ آپ ﷺ کا حسن اخلاق اجازت نہ دیتا تھا کہ جاہلوں اور کمینوں کے طعن و تشنیع پر کان دھریں۔ جس شخص کا خلق اس قدر عظیم اور مطمح نظر اتنا بلند ہو، بھلا وہ کسی مجنون کے مجنون کہہ دینے پر کیا التفات کرے گا۔ آپ ﷺ تو اپنے دیوانہ کہنے والوں کی نیک خواہی اور دردمندی میں اپنے کو گھلائے ڈالتے تھے جس کی بدولت "فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ" کا خطاب سننے کی نوبت آتی تھی۔ فی الحقیقت اخلاق کی عظمت کا سب سے زیادہ عمیق پہلو یہ ہے کہ آدمی دنیا کی ان حقیر ہستیوں سے معاملہ کرتے وقت خداوند قدوس کی عظیم ہستی سے غافل و ذاہل نہ ہو۔ جب تک یہ چیز قلب میں موجود رہے گی تمام معاملات عدل و اخلاق کی میزان میں پورے اتریں گے۔ کیا خوب فرمایا شیخ جنید بغدادیؒ نے "سمی خلقہٗ عظیما اذلم تکن لہٗ ھمۃٌ سوی اللّٰہ تعالٰی عاشر الخلق بخلقہ وزاھلھم بقلبہ فکان ظاھرہٗ مع الخلق و باطنہ مع الحق" وفی وصیۃ بعض الحکماء "علیک بالخلق مع الخلقِ و بالصدق مع الحق"

بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ﴿٦﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ

کہ کون ہے تم میں جو بچل رہا ہے ﴿۶﴾ بے شک تیرا رب وہی خوب جانے اس کو جو بہکا

عَنْ سَبِيْلِهٖ ۖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿٧﴾ فَلَا تُطِعِ

اس کی راہ سے اور وہی خوب جانتا ہے راہ پانے والوں کو ﴿۷﴾ سو تو کہنا مت مان

الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٨﴾ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ﴿٩﴾ وَلَا

جھٹلانے والوں کا وہ چاہتے ہیں کسی طرح تو ڈھیلا ہو تو وہ بھی ڈھیلے ہوں ﴿۸﴾ اور تو

تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ﴿١٠﴾ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ ﴿١١﴾

کہا مت مان کسی قسمیں کھانے والے بے قدر کا ﴿۹﴾ طعنے دے چغلی کھاتا پھرے

مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ﴿١٢﴾ عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ

بھلے کام سے روکے حد سے بڑھے بڑا گنہگار اجڈ ان سب کے پیچھے

زَنِيْمٍ ﴿١٣﴾ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ ﴿١٤﴾ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ

بدنام ﴿۱۰﴾ اس واسطے کہ رکھتا ہے مال اور بیٹے ﴿۱۱﴾ جب سنائے اس کو

اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٥﴾ سَنَسِمُهٗ عَلَى

ہماری باتیں کہے یہ نقلیں (کہانیاں) ہیں پہلوں کی ﴿۱۲﴾ اب داغ دیں گے ہم اس کو

الْخُرْطُوْمِ ﴿١٦﴾ اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ

سونڈ پر (ناک پر) ﴿۱۳﴾ ہم نے ان کو جانچا ہے جیسے جانچا تھا باغ والوں کو ﴿۱۴﴾

اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ﴿١٧﴾ وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ﴿١٨﴾

جب ان سب نے قسم کھائی کہ اس کا میوہ توڑیں گے صبح ہوتے اور انشاء اللہ نہ کہا ﴿۱۵﴾

۱ **مفتون کون ہے** | یعنی دل میں تو پہلے سے سمجھتے ہیں، لیکن عنقریب فریقین کو آنکھوں سے نظر آ جائے گا کہ دونوں میں سے کون ہشیار اور عاقبت اندیش تھا اور کس کی عقل ماری گئی تھی جس کی وجہ سے پاگلوں کی طرح بہکی بہکی باتیں کرتا تھا۔

۲ یعنی پوری طرح علم تو اللہ ہی کو ہے کہ کون لوگ راہ پر آنیوالے ہیں اور کون بھٹکنے والے لیکن نتائج جب سامنے آئیں گے تو سب کو نظر آ جائے گا کہ کون کامیابی کی منزل پر پہنچا اور کون شیطان کی رہزنی کی بدولت ناکام و نامراد رہا۔

۳ **کفار کیلئے ڈھیل مت دکھاؤ** | یعنی راہ پر آنیوالے اور نہ آنے والے سب اللہ کے علم محیط میں طے شدہ ہیں۔ لہٰذا دعوت و تبلیغ کے معاملہ میں کچھ رو و رعایت کی ضرورت نہیں۔ جس کو راہ پر آنا ہوگا آ رہے گا اور جو محروم ازلی ہے وہ کسی لحاظ و مروت سے ماننے والا نہیں۔ کفار مکہ حضرت ﷺ سے کہتے تھے کہ آپ ﷺ بت پرستی کی نسبت اپنا سخت رویہ ترک کر دیں اور ہمارے معبودوں کی تردید نہ کریں، ہم بھی آپ ﷺ کے خدا کی تعظیم کریں گے اور آپ ﷺ کے طور و طریق اور مسلک و مشرب سے معترض نہ ہونگے۔ ممکن تھا کہ ایک مصلح اعظم کے دل میں جو "خلق عظیم" پر پیدا کیا گیا ہے۔ نیک نیتی سے یہ خیال آ جائے کہ تھوڑی سی نرمی اختیار کرنے اور ڈھیل دینے سے کام بنتا ہے تو برائے چندے نرم روش اختیار کرنے میں کیا مضائقہ ہے۔ اس پر حق تعالیٰ نے متنبہ فرما دیا کہ آپ ﷺ ان مکذبین کا کہنا نہ مانیے۔ ان کی غرض محض آپ ﷺ کو ڈھیلا کرنا ہے۔ ایمان لانا اور صداقت کو قبول کرنا مقصود نہیں۔ آپ کی بعثت کی اصلی غرض اس صورت میں حاصل نہیں ہوتی۔ آپ تو ہر طرف سے قطع نظر کر کے اپنا فرض ادا کرتے رہیے۔ کسی کو منوا دینے اور راہ پر لے آنے کے آپ ذمہ دار نہیں۔ تنبیہ | "مداہنت" اور "مدارات" میں بہت باریک فرق ہے۔ اول الذکر مذموم ہے اور آخر الذکر محمود۔ **فلا تغفل۔**

۴ یعنی جس کے دل میں خدا کے نام کی عظمت نہیں، جھوٹی قسم کھا لینا ایک معمولی بات سمجھتا ہے اور چونکہ لوگ اس کی باتوں پر اعتبار نہیں کرتے۔ اس لئے یقین دلانے کے لئے بار بار قسمیں کھا کر بے قدر اور ذلیل ہوتا ہے۔

۵ **کافر کے اوصاف** | یعنی ان خصلتوں کے ساتھ بدنام اور رسوائے عالم بھی ہے حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "کہ یہ سب کافر کے وصف ہیں آدمی اپنے اندر دیکھے اور یہ خصلتیں چھوڑے۔" تنبیہ | "زنیم" کے معنی بعض سلف کے نزدیک ولد الزنا اور حرام زادے کے ہیں۔ جس کافر کی نسبت یہ آیتیں نازل ہوئیں وہ ایسا ہی تھا۔

۶ **مال و دولت شرافت کا معیار نہیں** | یعنی ایک شخص اگر دنیا میں طالع مند اور خوش قسمت نظر آتا ہے، مثلاً مال و اولاد وغیرہ رکھتا ہے تو محض اتنی بات سے اس لائق نہیں ہو جاتا کہ اس کی بات مانی جائے۔ اصل چیز انسان کے اخلاق و عادات ہیں۔ جس شخص میں شرافت اور خوش اخلاقی نہیں، اللہ والوں کا کام نہیں کہ اس کی ابلہ فریب باتوں کی طرف التفات کریں۔

۷ یعنی اللہ کی باتوں کو یہ کہہ کر جھٹلاتا ہے۔

۸ **ولید بن مغیرہ کی رسوائی** | کہتے ہیں قریش کا ایک سردار ولید بن مغیرہ تھا اس میں یہ سب اوصاف مجتمع تھے اور ناک پر داغ دینے سے مراد اس کی رسوائی اور روسیاہی ہے۔ شاید دنیا میں حسی طور پر بھی کوئی داغ پڑا ہو یا آخرت میں پڑے گا۔

۹ یعنی مال و اولاد کی کثرت کوئی مقبولیت کی علامت نہیں، نہ اللہ کے ہاں اس کی کچھ قدر و قیمت ہے لہٰذا کفار مکہ اس چیز پر مغرور نہ ہوں یہ تو اللہ کی طرف سے ان کی آزمائش اور جانچ ہے جیسے پہلے بعض لوگوں کی جانچ کی گئی۔

۱۰ **تین بھائیوں کی ہوس کا انجام** | کئی بھائی جن کے باپ نے ترکہ میں میوے کا ایک باغ چھوڑا تھا، اس میں کھیتی بھی ہوتی ہوگی۔ سارا گھر اس کی پیداوار سے آسودہ تھا۔ باپ کے زمانہ میں عادت تھی کہ جس دن میوہ توڑا جاتا یا کھیتی کٹتی تو شہر کے سب فقیر محتاج جمع ہو جاتے۔ یہ سب کو تھوڑا بہت دے دیتا اسی سے برکت تھی، اس کے انتقال کے بعد بیٹوں کو خیال ہوا کہ فقیر جو اتنا مال لے جاتے ہیں، وہ اپنے ہی کام آئے تو خوب ہو۔ کیوں ہم ایسی تدبیر نہ کریں کہ فقیروں کو کچھ دینا نہ پڑے اور ساری پیداوار گھر میں آ جائے۔ پھر آپس میں مشورہ کر کے یہ رائے قرار پائی کہ صبح سویرے ہی توڑ کر گھر لے آئیں۔ فقیر جائیں گے تو وہاں کچھ نہ پائیں گے۔ اور اپنی اس تدبیر پر ایسا یقین جمایا کہ "انشاء اللہ" بھی نہ کہا۔

فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿۱۹﴾

پھر پھیرا کر گیا (پھر گیا) اس پر کوئی پھیرے (پھر جانے والا) والا تیرے رب کی طرف سے اور وہ سوتے ہی رہے

فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ﴿۲۰﴾ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ﴿۲۱﴾

پھر صبح تک ہو رہا جیسے ٹوٹ چکا (کٹ چکا، کٹی ہوئی کھیتی) ◆۱◆ پھر آپس میں بولے صبح ہوتے

اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ﴿۲۲﴾

کہ سویرے چلو اپنے کھیت پر اگر تم کو توڑنا (کاٹنا) ہے

فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ﴿۲۳﴾ اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا

پھر چلے اور آپس میں کہتے تھے چپکے چپکے کہ اندر نہ آنے پائے اس میں

الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ﴿۲۴﴾ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ﴿۲۵﴾

آج تمہارے پاس کوئی محتاج اور سویرے چلے لپکتے ہوئے زور کے ساتھ ◆۲◆

فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ﴿۲۶﴾ بَلْ نَحْنُ

پھر جب اس کو دیکھا بولے ہم تو راہ بھول آئے نہیں ہماری تو

مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا

قسمت پھوٹ گئی ◆۳◆ بولا بچلا ان کا میں نے تم کو نہ کہا تھا کہ کیوں نہیں

تُسَبِّحُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾

پاکی بولتے اللہ کی ◆۴◆ بولے پاک ذات ہے ہمارے رب کی ہم ہی تقصیر وار تھے

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ قَالُوْا

پھر منہ کر کر ایک دوسرے کی طرف لگے الاہنا (الزام) دینے ◆۵◆ بولے

◆ ۱ یعنی رات کو بگولا اٹھا آگ لگی یا اور کوئی آفت پڑی، سب کھیت اور باغ صاف ہو رہا۔

◆ ۲ یعنی یہ یقین کرتے ہوئے کہ اب جا کر سب پیداوار اپنے قبضہ میں کر لیں گے۔

◆ ۳ وہ زمین کھیتی اور درختوں سے ایسی صاف ہو چکی تھی کہ وہاں پہنچ کر پہچان نہ سکے، سمجھے کہ ہم راہ بھول کر کہیں اور نکل آئے۔ پھر جب غور کیا تو سمجھے کہ نہیں، جگہ تو وہی ہے۔ مگر ہماری قسمت پھوٹ گئی اور حق تعالیٰ کی درگاہ سے ہم محروم کیے گئے۔

◆ ۴ منجھلا بھائی ان میں زیادہ ہشیار تھا۔ اس نے مشورہ کے وقت متنبہ کیا ہوگا کہ اللہ کو مت بھولو۔ یہ سب اسی کا انعام سمجھو اور فقیر محتاج کی خدمت سے دریغ نہ کرو۔ جب کسی نے اس کی بات پر کان نہ دھرا، چپ ہو رہا اور ان ہی کا شریک حال ہو گیا۔ اب یہ تباہی دیکھ کر اس نے وہ پہلی بات یاد دلائی۔

◆ ۵ **اپنی غلطی کا اعتراف** اب اپنی تقصیر کا اعتراف کر کے رب کی طرف رجوع ہوئے اور جیسا کہ عام مصیبت کے وقت قاعدہ ہے ایک دوسرے کو الزام دینے لگے، ہر ایک دوسرے کو اس مصیبت اور تباہی کا سبب گردانتا تھا۔

يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ﴿٣١﴾ عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا

ہائے خرابی ہماری ہم ہی تھے حد سے بڑھنے والے شاید ہمارا رب بدل دے ہم کو

خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ﴿٣٢﴾ كَذٰلِكَ

اس سے بہتر ہم اپنے رب سے آرزو رکھتے ہیں ❶ یوں

الْعَذَابُ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا

آتی ہے آفت اور آخرت کی آفت تو سب سے بڑی ہے اگر ان کو

وقف لازم

يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٣﴾ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ

سمجھ ہوتی ❷ البتہ ڈرنے والوں کو ان کے رب کے پاس باغ ہیں

ع ۲

النَّعِيْمِ ﴿٣٤﴾ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ﴿٣٥﴾ ؕ

نعمت کے ❸ کیا ہم کر دیں گے حکم برداروں کو برابر گنہگاروں کے

مَا لَكُمْ ۟ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿٣٦﴾ ۚ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ

کیا ہو گیا تم کو کیسے ٹھہراتے ہو بات کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں

تَدْرُسُوْنَ ﴿٣٧﴾ اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ ﴿٣٨﴾ ۚ اَمْ لَكُمْ

پڑھ لیتے ہو اس میں ملتا ہے تم کو ❹ جو تم پسند کرلو کیا تم نے ہم سے

اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۙ اِنَّ لَكُمْ

قسمیں لے لی ہیں ٹھیک پہنچنے والی قیامت کے دن تک کہ تم کو ملے گا

لَمَا تَحْكُمُوْنَ ﴿٣٩﴾ ۚ سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ﴿٤٠﴾ ۚ

جو کچھ تم ٹھہراؤ گے پوچھ ان سے کونسا ان میں اس کا ذمہ لیتا ہے ❺

◆ آخر میں سب مل کر کہنے لگے کہ واقعی ہماری سب کی زیادتی تھی کہ ہم نے فقیروں محتاجوں کا حق مارنا چاہا اور حرص وطمع میں آ کر اصل بھی کھو بیٹھے۔ یہ جو کچھ خرابی آئی اس میں ہم ہی قصوروار ہیں۔ مگر اب بھی ہم اپنے رب سے ناامید نہیں کیا عجب ہے وہ اپنی رحمت سے پہلے باغ سے بہتر باغ ہم کو عطا کر دے۔

◆ **آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے** | یعنی یہ تو دنیا کے عذاب کا ایک چھوٹا سا نمونہ تھا جسے کوئی ٹال نہ سکا۔ بھلا آخرت کی اس بڑی آفت کو تو کون ٹال سکتا ہے۔ سمجھ ہو تو آدمی یہ بات سمجھے۔

◆ **جنت نعیم** | یعنی دنیا کے باغ وبہار کو کیا لئے پھرتے ہو جنت کے باغ ان سے کہیں بہتر ہیں جن میں ہر قسم کی نعمتیں جمع ہیں۔ وہ خاص متقین کے لئے ہیں۔

◆ **کفار کی خوش فہمی اور اسکا جواب** | کفار مکہ نے غرور وتکبر سے اپنے دل میں یہ ٹھہرا رکھا تھا کہ اگر قیامت کے دن مسلمانوں پر عنایت وبخشش ہوگی تو ہم پر ان سے بہتر اور بڑھ کر ہوگی۔ اور جس طرح دنیا میں ہم کو اللہ نے عیش ورفاہیت میں رکھا ہے وہاں بھی یہ ہی معاملہ رہے گا۔ اس کو فرمایا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے اگر ایسا ہو تو یہ مطلب ہوگا کہ ایک وفادار غلام جو ہمیشہ اپنے آقا کی حکم برداری کے لئے تیار رہتا ہے، اور ایک جرائم پیشہ باغی دونوں کا انجام یکساں ہو جائے، بلکہ مجرم اور باغی، وفاداروں سے اچھے رہیں یہ وہ بات ہے جس کو عقل سلیم اور فطرت صحیحہ رد کرتی ہے۔

◆ **کفار کے پاس کوئی سند نہیں** | یعنی یہ بات کہ مسلم اور مجرم دونوں برابر کر دیئے جائیں ظاہر ہے عقل وفطرت کے خلاف ہے۔ پھر کیا کوئی نقلی دلیل اس کی تائید میں تمہارے پاس ہے؟ کیا کسی معتبر کتاب میں یہ مضمون پڑھتے ہو کہ جو تم اپنے لئے پسند کرلو گے وہ ہی ملے گا؟ اور تمہاری من مانی خواہشات پوری کی جائیں گی۔ یا اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے کوئی قسم کھائی ہے کہ تم جو کچھ اپنے دل سے ٹھہرالو گے وہ ہی دیا جائے گا؟ اور جس طرح آج عیش ورفاہیت میں ہو۔ قیامت تک اسی حالت میں رکھے جاؤ گے؟ جو شخص ان میں سے ایسا دعویٰ کرے اور اس کے ثابت کرنے کی ذمہ داری اپنے اوپر لے، لاؤ، اسے سامنے کرو۔ ہم بھی تو دیکھیں کہ وہ کہاں سے کہتا ہے۔

مع

اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ ۚ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا

کیاان کے واسطے کوئی شریک ہیں پھر تو چاہیے لے آئیں اپنے اپنے شریکوں کو اگر وہ

صٰدِقِيْنَ ﴿٤١﴾ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ

سچے ہیں ﴿١﴾ جس دن کہ کھولی جائے پنڈلی اور وہ بلائے جائیں

اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿٤٢﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ

سجدہ کرنے کو پھر نہ کر سکیں ﴿٢﴾ جھکی پڑتی ہوں گی ان کی آنکھیں ﴿٣﴾

تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۗ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ

چڑھی آتی ہوگی ان پر ذلت اور پہلے ان کو بلاتے رہے سجدہ کرنے کو

وَهُمْ سٰلِمُوْنَ ﴿٤٣﴾ فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا

اور وہ تھے اچھے خاصے ﴿٤﴾ اب چھوڑ دے مجھ کو اور ان کو جو کہ جھٹلائیں اس

الْحَدِيْثِ ۗ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٤﴾ وَ

بات کو اب ہم سیڑھی سیڑھی اتاریں گے ان کو جہاں سے ان کو پتہ بھی نہیں ﴿٥﴾ اور

اُمْلِيْ لَهُمْ ۗ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿٤٥﴾ اَمْ تَسْئَلُهُمْ اَجْرًا

ان کو ڈھیل دیئے جاتا ہوں ﴿٦﴾ بے شک میرا داؤ پکا ہے کیا تو مانگتا ہے ان سے کچھ حق

فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿٤٦﴾ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ

سو ان پر تاوان کا بوجھ پڑ رہا ہے کیا ان کے پاس خبر ہے غیب کی

فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿٤٧﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ

سو وہ لکھ لاتے ہیں ﴿٧﴾ اب تو استقلال سے راہ دیکھتا رہ اپنے رب کے حکم کی اور مت ہو

① یعنی اگر عقلی ونقلی دلیل کوئی نہیں محض جھوٹے دیوتاؤں کے بل بوتے پر یہ دعوے کئے جا رہے ہیں کہ وہ ہم کو یوں کر دیں گے اور یوں مرتبے دلا دیں گے، کیونکہ وہ خود خدائی کے شریک اور حصہ دار ہیں تو اس دعوے میں ان کا سچا ہونا اسی وقت ثابت ہوگا جب وہ ان شرکاء کو خدا کے مقابلہ پر بلا لائیں اور اپنی من مانی کارروائی کرا دیں۔ لیکن یاد رہے کہ وہ معبود عابدوں سے زیادہ عاجز اور بے بس ہیں۔ وہ تمہاری کیا مدد کریں گے، خود اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے۔

② **کشف ساق** اس کا قصہ حدیث شیخین میں مرفوعًا اس طرح آیا ہے کہ حق تعالیٰ میدان قیامت میں اپنی ساق ظاہر فرمائے گا "ساق" (پنڈلی) کو کہتے ہیں اور یہ کوئی خاص صفت یا حقیقت ہے صفات وحقائق الٰہیہ میں سے جس کو کسی خاص مناسبت سے "ساق" فرمایا۔ جیسے قرآن میں "ید" (ہاتھ) "وجہ" (چہرہ) کا لفظ آیا ہے۔ یہ مفہومات متشابہات میں سے کہلاتے ہیں۔ ان پر اسی طرح بلا کیف ایمان رکھنا چاہئے جیسے اللہ کی ذات، وجود، حیات اور سمع وبصر وغیرہ صفات پر ایمان رکھتے ہیں۔

اہل ریا ونفاق سجدہ نہیں کر سکیں گے اسی حدیث میں ہے کہ اس تجلی کو دیکھ کر تمام مومنین ومومنات سجدہ میں گر پڑیں گے۔ مگر جو شخص ریاء سے سجدہ کرتا تھا، اس کی کمر نہیں مڑے گی۔ تختہ سی ہو کر رہ جائیگی، اور جب اہل ریاء ونفاق سجدہ پر قادر نہ ہونگے تو کفار کا اس پر قادر نہ ہونا بطریق اولیٰ معلوم ہو گیا۔ یہ سب کچھ محشر میں اس لئے کیا جائے گا کہ مومن وکافر اور مخلص ومنافق صاف طور پر کھل جائیں اور ہر ایک کی اندرونی حالت حسی طور پر مشاہد ہو جائے۔ **تنبیہ** "متشابہات" پر پہلے کلام کیا جا چکا ہے اور حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اس آیت "کشف ساق" کی تفسیر میں نہایت عالی اور عجیب تبصرہ متشابہات پر کیا ہے۔ فلیراجع۔

③ یعنی ندامت اور شرمندگی کے مارے آنکھ اوپر نہ اٹھ سکے گی۔

④ **سجدہ سے محرومی کی وجہ** یعنی دنیا میں سجدہ کا حکم دیا گیا تھا جس وقت اچھے خاصے تندرست تھے اور باختیار خود سجدہ کر سکتے تھے وہاں کبھی اخلاص سے سجدہ نہ کیا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ استعداد ہی باطل ہو گئی۔ اب چاہیں بھی تو سجدہ نہیں کر سکتے۔

⑤ یعنی ان کو عذاب ہونا تو یقینی ہے لیکن چندے عذاب کے توقف سے رنج نہ کیجئے اور ان کا معاملہ میرے اوپر چھوڑ دیجئے میں خود ان سے نبٹ لونگا اور اس طرح بتدریج آہستہ آہستہ دوزخ کی طرف لے جاؤنگا کہ ان کو پتہ بھی نہیں چلے گا۔ یہ اپنی حالت پر مگن رہیں گے اور اندر ہی اندر سکھ کی جڑیں کٹتی چلی جائیں گی۔

⑥ یعنی میری لطیف اور خفیہ تدبیر ایسی پکی ہے، جس کو یہ لوگ سمجھ بھی نہیں سکتے بھلا اس کا توڑ تو کیا کر سکتے ہیں۔

⑦ یعنی افسوس اور تعجب کا مقام ہے کہ یہ لوگ اس طرح تباہی کی طرف چلے جا رہے ہیں لیکن آپ کی بات نہیں مانتے۔ آخر نہ ماننے کی وجہ کیا ہے؟ کیا آپ ان سے کچھ معاوضہ (تنخواہ یا کمیشن وغیرہ) طلب کرتے ہیں؟ جس کے بوجھ میں وہ دبے جا رہے ہیں۔ یا خود انکے پاس غیب کی خبریں اور اللہ کی وحی آتی ہے؟ جسے وہ حفاظت کے لئے قرآن کی طرح لکھ لیتے ہیں۔ اس لئے آپ کی اتباع کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ آخر کچھ سبب تو ہونا چاہئے جب ان پر کچھ بار بھی ڈالا نہیں جاتا اور اس چیز سے استغناء بھی نہیں تو نہ ماننے کا سبب بجز عناد اور ہٹ دھرمی کے اور کیا ہو سکتا ہے۔

كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۘ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ۟ؕ لَوْلَاۤ

جیسا وہ مچھلی والا ۞ جب پکارا اس نے اور وہ غصہ میں بھرا تھا ۞ اگر نہ

اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ

سنبھالتا اس کو احسان تیرے رب کا تو پھینکا گیا ہی تھا (جا ہی چکا تھا) چٹیل میدان میں

مَذْمُوْمٌ ۟ فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۟

الزام کھا کر ۞ پھر نوازا اس کو اس کے رب نے پھر کر دیا اس کو نیکوں میں ۞

وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ

اور منکر تو لگ ہی رہے ہیں کہ پھسلا دیں تجھ کو اپنی نگاہوں سے

لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ۟ۘ

جب سنتے ہیں قرآن اور کہتے ہیں وہ تو باؤلا ہے ۞

وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۟ع

اور یہ قرآن تو یہی نصیحت ہے سارے جہان والوں کو ۞

آیاتھا ۵۲ (۶۹) سُوْرَةُ الْحَاۤقَّةِ مَكِّيَّةٌ (۷۸) رکوعاتھا ۲

سورۂ حاقہ مکہ میں نازل ہوئی اس کی باون آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلْحَاۤقَّةُ ۟ۙ مَا الْحَاۤقَّةُ ۟ۚ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحَاۤقَّةُ ۟ؕ

وہ ثابت ہو چکنے والی کیا ہے وہ ثابت ہو چکنے والی ۞ اور تو نے کیا سوچا کیا ہے وہ ثابت ہو چکنے والی ۞

۱ حضرت یونسؑ کا غصہ | یعنی مچھلی کے پیٹ میں جانے والے پیغمبر (حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی طرح مکذبین کے معاملہ میں تنگ دلی اور گھبراہٹ کا اظہار نہ کیجئے۔ ان کا قصہ پہلے کئی جگہ تھوڑا تھوڑا گذر چکا۔

۲ یعنی قوم کی طرف سے غصہ میں بھرے ہوئے تھے جھنجھلا کر شتابی عذاب کی دعا بلکہ پیشین گوئی کر بیٹھے تنبیہ | "مکظوم" کے معنی بعض مفسرین نے یہ کئے ہیں کہ وہ غم سے گھٹ رہے تھے اور یہ غم مجموعہ تھا کئی غموں کا۔ ایک قوم کے ایمان نہ لانے کا، ایک عذاب کے ٹل جانے کا، ایک بلا اذن صریح شہر چھوڑ کر چلے آنے کا، ایک مچھلی کے پیٹ میں محبوس رہنے کا۔ اس وقت اللہ کو پکارا اور یہ دعاء کی "لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ" اس پر اللہ کا فضل ہوا اور مچھلی کے پیٹ سے نجات ملی۔

۳ یعنی اگر قبول توبہ کے بعد اللہ کا مزید فضل و احسان دستگیری نہ کرتا تو اسی چٹیل میدان میں جہاں مچھلی کے پیٹ سے نکال کر ڈالے گئے تھے الزام کھائے ہوئے پڑے رہتے اور وہ کمالات و کرامات باقی نہ رہنے دیئے جاتے جو محض خدا کی مہربانی سے اس ابتلاء کے وقت بھی باقی رہے۔

۴ یعنی پھر ان کا اور زیادہ رتبہ بڑھایا۔ اور اعلیٰ درجہ کے نیک و شائستہ لوگوں میں داخل رکھا۔ حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص نہ کہے کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں۔

۵ قرآن سن کر کفار کا غیظ و غضب | یعنی قرآن سن کر غیظ و غضب میں بھر جاتے ہیں اور اس قدر تیز نظروں سے تیری طرف گھورتے ہیں جانے تجھ کو اپنی جگہ سے ہٹا دیں گے۔ زبان سے بھی آوازے کستے ہیں کہ یہ شخص تو مجنون ہو گیا ہے۔ اس کی کوئی بات قابل التفات نہیں ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اس طرح آپ کو گھبرا کر مقام صبر و استقلال سے ڈگمگا دیں۔ مگر آپ برابر اپنے مسلک پر جمے رہیے۔ اور تنگدل ہو کر کسی معاملہ میں گھبراہٹ یا جلدی یا مداہنت اختیار نہ کیجئے۔

نظر لگنا | تنبیہ | بعض نے "لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ" سے یہ مطلب لیا ہے کہ کفار نے بعض لوگوں کو جو نظر لگانے میں مشہور تھے اس پر آمادہ کیا تھا کہ وہ آپ کو نظر لگائیں۔ چنانچہ جس وقت حضور ﷺ قرآن تلاوت فرما رہے تھے، ان میں سے ایک آیا اور پوری ہمت سے نظر لگانے کی کوشش کی۔ آپ نے "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" پڑھا اور وہ ناکام و نامراد واپس چلا گیا۔ باقی نظر لگنے یا لگانے کے مسئلہ پر بحث کرنے کا یہ موقع نہیں۔ اور آج کل جبکہ "مسمریزم" ایک باقاعدہ فن بن چکا ہے، اس میں مزید ردوکد کرنا بیکار سا معلوم ہوتا ہے۔

۶ یعنی قرآن میں جنون اور باؤلے پن کی بات کونسی ہے جس کو تم جنون کہہ رہے ہو وہ تو تمام عالم کے لئے اعلیٰ ترین پند و نصیحت کا ذخیرہ ہے۔ اسی سے بنی نوع انسان کی اصلاح اور دنیا کی کایا پلٹ ہو گی۔ اور وہ ہی لوگ دیوانے قرار پائیں گے جو اس کلام کے دیوانے نہیں ہیں۔ تم سورة القلم. وللّٰه الحمد والمنة.

سورة الحاقة

۷ قیامت کی گھڑی کیا ہے | یعنی وہ قیامت کی گھڑی جس کا آنا ازل سے علم الٰہی میں ثابت اور مقرر ہو چکا ہے جبکہ حق باطل سے بالکل واشگاف طور پر بدون کسی طرح کے اشتباہ و التباس کے جدا ہو جائے گا اور تمام حقائق اپنے پورے کمال و سبوغ کے ساتھ نمایاں ہوں گی۔ اور اس کے وجود میں جھگڑا کرنے والے سب اس وقت مغلوب و مقہور ہو کر رہیں گے۔ جانتے ہو وہ گھڑی کیا چیز ہے؟ اور کس قسم کے احوال و کیفیات اپنے اندر رکھتی ہے۔

۸ معذب قوموں کی ہلاکت میں کچھ نمونہ ہے | یعنی کوئی بڑے سے بڑا آدمی بھی کتنا ہی سوچے اور فکر کرے اس دن کے زہرہ گداز اور ہولناک مناظر کا پوری طرح ادراک نہیں کر سکتا ہاں تقریب الی الفہم کے لئے بطور تمثیل و تنظیر چند واقعات آگے بیان کئے جاتے ہیں جو دنیا میں اس قیامت کبریٰ کا نشان دینے میں بالکل ہی حقیر اور ناتمام نمونہ کا کام دے سکتے ہیں۔ گویا ان چھوٹے "حاقوں" کا ذکر اس بڑے "حاقہ" کے بیان کے لئے توطیہ و تمہید ہے۔

كَذَّبَتْ ثَمُودُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ۝٤ فَأَمَّا ثَمُودُ

جھٹلایا ثمود اور عاد نے اس کوٹ ڈالنے والی کو ① سو وہ جو ثمود تھے

فَأُهْلِكُوا بِالطَّاغِيَةِ ۝٥ وَأَمَّا عَادٌ فَأُهْلِكُوا بِرِيحٍ

سو غارت کر دیے گئے اچھال کر ② اور وہ جو عاد تھے سو برباد ہوئے ٹھنڈی سناٹے کی ہوا سے

صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝٦ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَثَمَٰنِيَةَ

نکلی جائے ہاتھوں سے ③ مقرر کر دیا اس کو ان پر سات رات اور آٹھ

أَيَّامٍ حُسُومًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَىٰ كَأَنَّهُمْ

دن تک لگاتار (برابر) پھر تو دیکھے کہ وہ لوگ اس میں پچھڑ گئے گویا وہ

أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝٧ فَهَلْ تَرَىٰ لَهُمْ مِنْ

ڈھنڈ (جڑیں) ہیں کھجور کے کھوکھلے ④ پھر تو دیکھتا ہے کوئی ان میں کا

بَاقِيَةٍ ۝٨ وَجَاءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهُ وَالْمُؤْتَفِكَاتُ

بچا ⑤ اور آیا فرعون اور جو اس سے پہلے تھے اور الٹ جانے والی بستیاں

بِالْخَاطِئَةِ ۝٩ فَعَصَوْا رَسُولَ رَبِّهِمْ فَأَخَذَهُمْ أَخْذَةً

خطائیں کرتے ہوئے پھر حکم نہ مانا اپنے رب کے رسول کا پھر پکڑا ان کو پکڑنا

رَابِيَةً ۝١٠ إِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَاءُ حَمَلْنَاكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ۝١١

سخت ⑥ ہم نے جس وقت پانی ابلا لاد لیا تم کو چلتی کشتی میں

لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَتَعِيَهَا أُذُنٌ وَاعِيَةٌ ۝١٢

تاکہ رکھیں اس کو تمہاری یادگاری کے واسطے اور سینت کر رکھے اس کو کان سینت کر رکھنے والا ⑦

❶ یعنی قوم ''ثمود'' و ''عاد'' نے اس آنے والی گھڑی کو جھٹلایا تھا جو تمام زمین، آسمان، چاند سورج، پہاڑوں اور انسانوں کو کوٹ کر رکھ دے گی۔ اور سخت سے سخت مخلوق کو ریزہ ریزہ کر ڈالے گی۔ پھر دیکھ لو! دونوں کا انجام کیا ہوا۔

❷ **بھونچال** یعنی سخت بھونچال سے جو ایک نہایت ہی سخت آواز کے ساتھ آیا سب تہ و بالا کر دیئے گئے۔

❸ **آندھی** یعنی وہ ہوا اس قدر تیز و تند تھی جس پر کسی مخلوق کا قابو نہ چلتا تھا حتیٰ کہ فرشتے جو ہوا کے انتظام پر مسلط ہیں ان کے ہاتھوں سے نکلی جاتی تھی۔

❹ **قوت کا دعویٰ کرنے والوں کا انجام** یعنی جو قوم لنگوٹ کس کر اکھاڑے میں یہ کہتی ہوئی اتری تھی۔ '' مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّۃً '' (ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے) وہ ہماری ہوا کا مقابلہ نہ کر سکی۔ اور ایسے گرانڈیل پہلوان ہوا کے تھپیڑوں سے اس طرح پچھاڑ کھا کر گرے گویا کھجور کے کھوکھلے اور بے جان تنے ہیں جن کا سرا اوپر سے کٹ گیا ہو۔

❺ یعنی ان قوموں کا بیج بھی باقی رہا؟ اس طرح صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر دی گئیں۔

❻ **فرعون کے تکبر کا انجام** یعنی ''عاد'' و ''ثمود'' کے بعد فرعون بہت بڑھ چڑھ کر باتیں کرتا ہوا آیا اور اس سے پہلے اور کئی قومیں گناہ سمیٹتی ہوئی آئیں (مثلاً قوم نوح، قوم شعیب، اور قوم لوط، جن کی بستیاں الٹ دی گئی تھیں) ان سبھوں نے اپنے اپنے پیغمبر کی نافرمانی کی، اور خدا سے مقابلے باندھے۔ آخر سب کو خدا نے بڑی سخت پکڑ سے پکڑا، اس کے آگے کسی کی کچھ بھی پیش نہ چلی۔

❼ **حضرت نوحؑ پر ایمان لانے والوں پر اللہ کا فضل** یعنی نوح کے زمانہ میں جب پانی کا طوفان آیا تو بظاہر اسباب تمام انسانوں میں سے کوئی بھی نہ بچ سکتا تھا۔ یہ ہماری قدرت و حکمت اور انعام و احسان تھا کہ سب منکروں کو غرق کر کے نوحؑ کو مع اسکے ساتھیوں کے بچا لیا۔ بھلا ایسے عظیم الشان طوفان میں ایک کشتی کے سلامت رہنے کی کیا توقع ہو سکتی تھی۔ لیکن ہم نے اپنی قدرت و حکمت کا کرشمہ دکھلایا۔ تا لوگ رہتی دنیا تک اس واقعہ کو یاد رکھیں اور جو کان کوئی معقول بات سن کر سمجھتے اور محفوظ رکھتے ہیں وہ کبھی نہ بھولیں کہ اللہ کا ہم پر ایک زمانہ میں یہ احسان ہوا ہے اور سمجھیں کہ جس طرح دنیا کے ہنگامہ دار و گیر میں فرمانبرداروں کو نافرمان مجرموں سے علیحدہ رکھا جاتا ہے، یہ ہی حال قیامت کے ہولناک حادثہ میں ہوگا۔ آگے اسی کی طرف کلام منتقل کرتے ہیں۔

فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ وَّحُمِلَتِ

پھر جب پھونکا جائے صور میں ایک بار پھونکنا اور اٹھائی جائے

الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿۱۴﴾

زمین اور پہاڑ پھر کوٹ دیئے جائیں ایک بار

فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿۱۵﴾ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ

پھر اس دن ہو پڑے وہ ہو پڑنے والی ۱ اور پھٹ جائے آسمان پھر وہ

يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ﴿۱۶﴾ وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ۭ وَيَحْمِلُ

اس دن بکھر رہا ہے (بودا ہو رہا ہے) اور فرشتے ہوں گے اس کے کناروں پر ۲ اور اٹھائیں گے

عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴿۱۷﴾ يَوْمَئِذٍ

تخت تیرے رب کا اپنے اوپر اس دن آٹھ شخص ۳ اس دن

تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴿۱۸﴾ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ

سامنے کیے جاؤ گے چھپی نہ رہے گی تمہاری کوئی چھپی بات ۴ سو جس کو ملا

كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ﴿۱۹﴾

اس کا لکھا داہنے ہاتھ میں وہ کہتا ہے لیجیو پڑھیو میرا لکھا ۵

اِنِّىْ ظَنَنْتُ اَنِّىْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ﴿۲۰﴾ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ

میں نے خیال رکھا اس بات کا کہ مجھ کو ملے گا میرا حساب ۶ سو وہ ہے من مانتے

رَّاضِيَةٍ ﴿۲۱﴾ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿۲۲﴾ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ﴿۲۳﴾

گذران میں اونچے باغ میں جس کے میوے جھکے پڑے ہیں ۷

◆ ۱ **نفخ صور** | یعنی صور پھنکنے کے ساتھ زمین اور پہاڑ اپنے حیز کو چھوڑ دیں گے اور سب کو کوٹ پیٹ کر ایک دم ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا۔ بس وہ ہی وقت ہے قیامت کے ہو پڑنے کا۔

◆ ۲ **آسمان پھٹ جائے گا** | یعنی آج جو آسمان اس قدر مضبوط و محکم ہے کہ لاکھوں سال گذرنے پر بھی کہیں ذرا سا شگاف نہیں پڑا اس روز پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ اور جس وقت درمیان سے پھٹنا شروع ہوگا تو فرشتے اس کے کناروں پر چلے جائیں گے۔

◆ ۳ **حاملین عرش** | اب عرش عظیم کو چار فرشتے اٹھا رہے ہیں جن کی بزرگی اور کلانی کا علم اللہ ہی کو ہے۔ اس دن ان چار کے ساتھ چار اور لگیں گے۔ تفسیر عزیزی میں اس عدد کی حکمتوں اور فرشتوں کے حقائق پر بہت دقیق و بسیط بحث کی گئی ہے۔ جس کو شوق ہو وہاں دیکھ لے۔

◆ ۴ **اللہ کی عدالت میں پیشی** | یعنی اس دن اللہ کی عدالت میں حاضر کئے جاؤ گے اور کسی کی کوئی نیکی یا بدی مخفی نہ رہے گی۔ سب منظر عام پر آ جائے گی۔

◆ ۵ **اعمال نامے** | یعنی اس دن جس کا اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دیا گیا جو ناجی و مقبول ہونے کی علامت ہے وہ خوشی کے مارے ہر کسی کو دکھاتا پھرتا ہے کہ لو آؤ! یہ میرا اعمالنامہ پڑھو۔

◆ ۶ **ایمان کا انعام** | یعنی میں نے دنیا میں خیال رکھا تھا کہ ایک دن ضرور میرا حساب کتاب ہونا ہے اس خیال سے میں ڈرتا رہا اور اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہا آج اس کا دل خوش کن نتیجہ دیکھ رہا ہوں کہ خدا کے فضل سے میرا حساب بالکل صاف ہے۔

◆ ۷ جو کھڑے، بیٹھے، لیٹے، ہر حالت میں نہایت سہولت سے چنے جا سکتے ہیں۔

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔۢا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِى الْاَيَّامِ

کھاؤ اور پیو | رچ کر | بدلہ اس کا جو آگے بھیج چکے ہو تم | پہلے دنوں

الْخَالِيَةِ ﴿۲۴﴾ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِىَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ

میں ﴿۱﴾ | اور جس کو ملا | اس کا لکھا | بائیں ہاتھ میں

فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِىْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ﴿۲۵﴾ وَلَمْ اَدْرِ مَا

وہ کہتا ہے | کیا اچھا ہوتا | جو مجھ کو نہ ملتا میرا لکھا | اور مجھ کو خبر نہ ہوتی کہ کیا ہے

حِسَابِيَهْ ﴿۲۶﴾ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ﴿۲۷﴾ مَآ

حساب میرا | کسی طرح وہی موت ختم کر جاتی | کچھ

اَغْنٰى عَنِّىْ مَالِيَهْ ﴿۲۸﴾ هَلَكَ عَنِّىْ سُلْطٰنِيَهْ ﴿۲۹﴾

کام نہ آیا مجھ کو میرا مال | برباد ہوئی مجھ سے | حکومت میری ﴿۲﴾

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ فِىْ

اس کو پکڑو | پھر طوق ڈالو | پھر آگ کے ڈھیر میں اس کو ڈالو (لے جاؤ) | پھر ایک

سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿۳۲﴾

زنجیر میں | جس کا طول ستر گز ہے | اس کو جکڑ دو ﴿۳﴾

اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ﴿۳۳﴾ وَلَا يَحُضُّ

وہ تھا کہ یقین نہ لاتا تھا | اللہ پر | جو سب سے بڑا | اور تاکید نہ کرتا تھا

عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿۳۴﴾ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا

فقیر کے کھانے پر ﴿۴﴾ | سو کوئی نہیں آج اس کا یہاں

اہل جنت کے عیش و آرام یعنی دنیا میں تم نے اللہ کے واسطے اپنے نفس کی خواہشوں کو روکا تھا اور بھوک پیاس وغیرہ کی تکلیفیں اٹھائی تھیں، آج کوئی روک ٹوک نہیں، خوب رچ پچ کر کھاؤ پیو، نہ طبیعت منغص ہوگی نہ بدہضمی نہ بیماری نہ زوال کا کھٹکا۔

کفار کے اعمال نامے اور انکی حسرت یعنی پیٹھ کی طرف سے بائیں ہاتھ میں جس کا اعمالنامہ دیا جائے گا، سمجھ لے گا کہ کم بختی آئی، اس وقت نہایت حسرت سے تمنا کرے گا کہ کاش میرے ہاتھ میں اعمالنامہ نہ دیا جاتا اور مجھے کچھ خبر نہ ہوتی کہ حساب کتاب کیا چیز ہے کاش موت میرا قصہ ہمیشہ کے لیے تمام کر دیتی۔ مرنے کے بعد پھر اٹھنا نصیب نہ ہوتا۔ یا اٹھا تھا تو اب موت آ کر میرا لقمہ کر لیتی۔ افسوس وہ مال و دولت اور جاہ و حکومت کچھ کام نہ آئی۔ آج ان میں سے کسی چیز کا پتہ نہیں۔ نہ میری کوئی حجت اور دلیل چلتی ہے نہ معذرت کی گنجائش ہے۔

کافر کیلئے فرشتوں کو حکم فرشتوں کو حکم ہوگا اسے پکڑو، طوق گلے میں ڈالو، پھر دوزخ کی آگ میں غوطہ دو اور اس زنجیر میں جس کا طول ستر گز ہے اس کو جکڑ دو، تا جلنے کی حالت میں ذرا بھی حرکت نہ کر سکے، کہ ادھر ادھر حرکت کرنے سے بھی جلنے والا قدرے تخفیف محسوس کیا کرتا ہے (تنبیہ) گز سے وہاں کا گز مراد ہے جس کی مقدار اللہ ہی جانے۔

کافر کی اس سزا کی وجہ یعنی اس نے دنیا میں رہ کر نہ اللہ کو جانا نہ بندوں کے حقوق پہچانے، فقیر محتاج کی خود تو کیا خدمت کرتا دوسروں کو بھی ادھر ترغیب نہ دی۔ پھر جب اللہ پر جس طرح چاہئے ایمان نہ لایا تو نجات کہاں؟ اور جب کوئی بھلائی کا چھوٹا بڑا کام بن نہ پڑا تو عذاب میں تخفیف کی بھی کوئی صورت نہیں۔

حَمِيمٌ ﴿٣٥﴾ وَلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ غِسْلِينٍ ﴿٣٦﴾ لَا يَأْكُلُهُ إِلَّا

دوستدار ۱ اور نہ کچھ ملے کھانا مگر زخموں کا دھوون کوئی نہ کھائے اس کو مگر

الْخَاطِئُونَ ﴿٣٧﴾ فَلَا أُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُونَ ﴿٣٨﴾ وَمَا لَا

وہی گنہگار ۲ سو قسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی جو دیکھتے ہو اور جو چیزیں

تُبْصِرُونَ ﴿٣٩﴾ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ﴿٤٠﴾ وَمَا هُوَ

کہ تم نہیں دیکھتے یہ کہا ہے ایک پیغام لانے والے سردار کا ۳ اور نہیں ہے

بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۚ قَلِيلًا مَا تُؤْمِنُونَ ﴿٤١﴾ وَلَا بِقَوْلِ

یہ کہا کسی شاعر کا تم تھوڑا یقین کرتے ہو ۴ اور نہیں ہے کہا

كَاهِنٍ ۚ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ ﴿٤٢﴾ تَنْزِيلٌ

پریوں والے کا تم بہت کم دھیان کرتے ہو ۵ یہ اتارا ہوا ہے

مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٤٣﴾ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ

جہان کے رب کا ۶ اور اگر یہ بنا لاتا ہم پر کوئی

الْأَقَاوِيلِ ﴿٤٤﴾ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ﴿٤٥﴾ ثُمَّ

بات تو ہم پکڑ لیتے اس کا داہنا ہاتھ پھر

لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ﴿٤٦﴾ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ

کاٹ ڈالتے اس کی گردن پھر تم میں کوئی ایسا نہیں

عَنْهُ حَاجِزِينَ ﴿٤٧﴾ وَإِنَّهُ لَتَذْكِرَةٌ لِلْمُتَّقِينَ ﴿٤٨﴾

جو اس سے بچا لے ۷ اور یہ نصیحت ہے ڈرنے والوں کو

۱ یعنی جب اللہ کو دوست نہ بنایا تو آج اس کا دوست کون بن سکتا ہے جو حمایت کر کے عذاب سے بچا دے یا مصیبت کے وقت کچھ تسلی کی بات کرے۔

۲ **دوزخ میں کافر کا کھانا** | کھانے سے بھی انسان کو قوت پہنچتی ہے مگر دوزخیوں کو کوئی ایسا مرغوب کھانا نہ ملے گا جو راحت وقوت کا سبب ہو۔ ہاں دوزخیوں کے زخموں کی پیپ دی جائے گی جسے ان گنہگاروں کے سوا کوئی نہیں کھا سکتا اور وہ بھی بھوک پیاس کی شدت میں غلطی سے یہ سمجھ کر کھائیں گے کہ اس سے کچھ کام چلے گا۔ بعد کو ظاہر ہوگا کہ اس کا کھانا بھوک کے عذاب سے بڑا عذاب ہے (اعاذنا اللّٰہ من سائر انواع العذاب فی الدنیا والاٰخرۃ)

۳ **یہ بیان سچا اور حق ہے** | یعنی جو کچھ جنت ودوزخ وغیرہ کا بیان ہوا، یہ کوئی شاعری نہیں نہ کاہنوں کی اٹکل پچو باتیں ہیں، بلکہ یہ قرآن ہے اللہ کا کلام، جس کو آسمان سے ایک بزرگ فرشتہ لیکر ایک بزرگ ترین پیغمبر پر اترا جو آسمان سے لایا وہ، اور جس نے زمین والوں کو پہنچایا، دونوں رسول کریم ہیں ایک کا کریم ہونا تو تم آنکھوں سے دیکھتے ہو۔ اور دوسرے کی کرامت وبزرگی پہلے کریم کے بیان سے ثابت ہے۔

علم وحی کی فضیلت | تنبیہ عالم میں دو قسم کی چیزیں ہیں۔ ایک جس کو آدمی آنکھوں سے دیکھتا ہے دوسری جو آنکھوں سے نظر نہیں آتی، عقل وغیرہ کے ذریعہ سے ان کے تسلیم کرنے پر مجبور ہے۔ مثلاً ہم کتنا ہی آنکھیں پھاڑ کر زمین کو دیکھیں، وہ چلتی ہوئی نظر نہ آئے گی لیکن حکماء کے دلائل وبراہین سے عاجز ہو کر ہم اپنی آنکھ کو غلطی پر سمجھتے ہیں اور اپنی عقل کے یا دوسرے عقلاء کی عقل کے ذریعہ سے حواس کی ان غلطیوں کی تصحیح واصلاح کر لیتے ہیں لیکن مشکل یہ ہے کہ ہم میں سے کسی کی عقل بھی غلطیوں اور کوتاہیوں سے محفوظ نہیں۔ آخر اس کی غلطیوں کی اصلاح اور کوتاہیوں کی تلافی کس سے ہو۔ بس تمام عالم میں ایک وحی الٰہی کی قوت ہے جو خود غلطی سے محفوظ ومعصوم رہتے ہوئے تمام عقلی قوتوں کی اصلاح وتکمیل کر سکتی ہے۔ جس طرح حواس جہاں پہنچ کر عاجز ہوتے ہیں وہاں عقل کام دیتی ہے، ایسے ہی جس میدان میں عقل مجرد کام نہیں دیتی ٹھوکریں کھاتی ہے اس جگہ وحی الٰہی اس کی دستگیری کر کے ان بلند حقائق سے روشناس کرتی ہے۔ شاید اسی لئے یہاں "بِمَا تُبْصِرُوْنَ وَمَالَا تُبْصِرُوْنَ" کی قسم کھائی۔ یعنی جو حقائق جنت ودوزخ وغیرہ کی پہلی آیات میں بیان ہوئی ہیں، اگر دائرہ محسوسات

سے بلند تر ہونے کی وجہ سے تمہاری سمجھ میں نہ آئیں تو اشیاء میں مبصرات وغیر مبصرات یا بالفاظ دیگر محسوسات وغیر محسوسات کی تقسیم سے سمجھ لو کہ یہ رسول کریم کا کلام ہے جو بذریعہ وحی الٰہی دائرہ حس و عقل سے بالاتر حقائق کی خبر دیتا ہے۔ جب ہم بہت سی غیر محسوس بلکہ مخالف حس چیزوں کو اپنی عقل یا دوسروں کی تقلید سے مان لیتے ہیں تو بعض بہت اونچی چیزوں کو رسول کریم کے کہنے سے ماننے میں کیا اشکال ہے۔

قرآن شاعری نہیں ہے یعنی قرآن کے کلام اللہ ہونے کی نسبت کبھی کبھی یقین کی کچھ جھلک تمہارے دلوں میں آتی ہے، مگر بہت کم جو نجات کے لئے کافی نہیں۔ آخر اس کو شاعری وغیرہ کہہ کر اڑا دیتے ہو۔ کیا واقعی انصاف سے کہہ سکتے ہو کہ یہ کسی شاعر کا کلام ہو سکتا ہے اور شعر کی قسم سے ہے۔ شعر میں وزن و بحر وغیرہ ہونا لازم ہے۔ قرآن میں اس کا پتہ نہیں۔ شاعروں کا کلام اکثر بے اصل ہوتا ہے اور اس کے اکثر مضامین محض وہمی اور خیالی ہوتے ہیں، حالانکہ قرآن کریم میں تمام تر حقائق ثابتہ اور اصول محکمہ کو قطعی دلیلوں اور یقینی حجتوں کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

یہ کاہن کا کلام بھی نہیں ہے یعنی پوری طرح دھیان کرو تو معلوم ہو جائے کہ یہ کسی کاہن کا کلام بھی نہیں۔ کاہن عرب میں وہ لوگ تھے جو بھوت پریت، جنوں اور چڑیلوں سے تعلق یا مناسبت رکھتے تھے۔ وہ ان کو غیب کی بعض جزئی باتیں ایک مقفّٰی و مسجع کلام کے ذریعہ سے بتلاتے تھے۔ لیکن جنوں کا کلام معجز نہیں ہوتا کہ ویسا دوسرا نہ کر سکے، بلکہ ایک جن کسی کاہن کو جو ایک بات سکھلاتا ہے دوسرا جن بھی ویسی بات دوسرے کاہن کو سکھلا سکتا ہے اور یہ کلام یعنی قرآن کریم ایسا معجز ہے کہ سب جن و انس مل کر بھی اس کے مشابہ کلام نہیں بنا سکتے۔ دوسرے کاہنوں کے کلام میں محض قافیہ اور سجع کی رعایت کے لئے بہت الفاظ بھرتی کے بالکل بیکار اور بے فائدہ ہوتے ہیں، اور اس کلام معجز نظام میں ایک حرف یا ایک شوشہ بھی بیکار و بے فائدہ نہیں۔ پھر کاہنوں کی باتیں چند مبہم، جزئی اور معمولی خبروں پر مشتمل ہوتی ہیں۔ لیکن علوم و حقائق پر مطلع ہونا اور ادیان و شرائع کے اصول و قوانین اور معاش و معاد کے دستور و آئین کا معلوم کر لینا اور فرشتوں کے اور آسمانوں کے چھپے ہوئے بھیدوں پر سے آگاہی پانا ان سے نہیں ہو سکتا۔ بخلاف قرآن کریم کے وہ ان ہی مضامین سے پر ہے۔

اسی لئے سارے جہان کی تربیت کے اعلیٰ اور محکم ترین اصول اس میں بیان ہوئے ہیں۔

نبی اللہ کے کلام میں خیانت نہیں کرسکتا حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ لکھتے ہیں "یعنی اگر جھوٹ بناتا اللہ پر تو اول اس کا دشمن اللہ ہوتا اور ہاتھ پکڑتا یہ دستور ہے گردن مارنے کا کہ جلاد اس کا داہنا ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ میں پکڑ رکھتا ہے تا سرک نہ جائے حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں" کہ "تقول" کی ضمیر رسول کی طرف لوٹتی ہے یعنی اگر رسول بالفرض کوئی حرف اللہ کی طرف منسوب کردے یا اس کے کلام میں اپنی طرف سے ملادے جو اللہ نے نہ کہا ہو تو اسی وقت اس پر یہ عذاب کیا جائے (العیاذ باللہ) کیونکہ اس کی تصدیق اور سچائی آیات بینات اور دلائل و براہین کے ذریعہ سے ظاہر کی جاچکی ہے۔ اب اگر اس قسم کی بات پر فوراً عذاب اور سزا نہ کی جائے تو وحی الٰہی سے امن اٹھ جائے گا اور ایسا التباس و اشتباہ پڑ جائے گا جس کی اصلاح ناممکن ہوجائے گی۔ جو حکمت تشریع کے منافی ہے۔

نبوت کے جھوٹے دعوے کو اللہ چلنے نہیں دیتا بخلاف اس شخص کے جس کا رسول ہونا آیات و براہین سے ثابت نہیں ہوا، بلکہ کھلے ہوئے قرآن و دلائل علانیہ اس کی رسالت کی نفی کر چکے ہیں تو اس کی بات بھی بیہودہ اور خرافات ہے کوئی عاقل اس کو درخور اعتناء نہ سمجھے گا اور نہ بحمد اللہ دین الٰہی میں کوئی التباس و اشتباہ واقع ہوگا۔ ہاں ایسے شخص کی معجزات وغیرہ سے تصدیق ہونا محال ہے، ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو جھوٹا ثابت کرنے اور رسوا کرنے کے لئے ایسے امور برروئے کار لائے جو اسکے دعویٰ رسالت کے مخالف ہوں۔ اسکی مثال یوں سمجھو کہ جس طرح بادشاہ ایک شخص کو کسی منصب پر مامور کر کے اور سند و فرمان وغیرہ دے کر کسی طرف روانہ کرتے ہیں۔ اب اگر اس شخص سے اس خدمت میں کچھ خیانت ہوئی یا بادشاہ پر کچھ جھوٹ باندھنا اس سے ثابت ہوا تو اسی وقت بلاتوقف اس کا تدارک کرتے ہیں۔ لیکن اگر سڑک کوٹنے والا مزدور یا جھاڑو دینے والا بھنگی بکتا پھرے کہ گورنمنٹ کا میرے لئے یہ فرمان ہے یا میرے ذریعہ سے یہ احکام دیئے گئے ہیں تو کون اسکی بات پر کان دھرتا ہے اور کون اس کے دعوں سے تعرض کرتا ہے۔ بہرحال آیت ہذا میں حضور ﷺ کی نبوت پر استدلال نہیں کیا گیا۔ بلکہ یہ بتلایا گیا ہے کہ قرآن کریم خالص اللہ کا کلام ہے جس میں ایک حرف یا ایک شوشہ نبی کریم ﷺ بھی اپنی طرف سے شامل نہیں کرسکتے۔ اور نہ باوجود پیغمبر ہونے کے آپ ﷺ کی یہ شان ہے کہ کوئی بات اللہ کی طرف منسوب کردیں جو اس نے نہ کہی ہو۔ تورات سفر استثناء کے اٹھارویں باب میں جیسواں فقرہ یہ ہے "لیکن وہ نبی ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اسے حکم نہیں دیا یا معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے۔" خلاصہ یہ ہے کہ جو نبی ہوگا اس سے ایسا ممکن نہیں فنظیر ھذہ الآیۃ قولہ تعالٰی فی البقرۃ " وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ مَالَکَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ "

وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾ وَاِنَّهٗ

اور ہم کو معلوم ہے کہ تم میں بعضے جھٹلاتے ہیں اور وہ جو ہے

لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۵۱﴾

پچھتاوا ہے منکروں پر ۱ اور وہ جو ہے یقین کرنے کے قابل ہے

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۵۲﴾

اب بول پاکی اپنے رب کے نام کی جو ہے سب سے بڑا ۲

ع ۲ ۱۵ ۶

(۷۰) سُوْرَةُ الْمَعَارِجِ مَكِّيَّةٌ (۷۹)

اٰیاتہا ۴۴ — رکوعاتہا ۲

سورۂ معارج مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چوالیس آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

سَاَلَ سَآئِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ﴿۱﴾ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ

مانگا ایک مانگنے والے نے عذاب پڑنے والا منکروں کے واسطے کوئی نہیں

لَهٗ دَافِعٌ ﴿۲﴾ مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ ﴿۳﴾ تَعْرُجُ

اس کو ہٹانے والا ۳ آئے اللہ کی طرف سے جو چڑھتے درجوں والا ہے ۴ چڑھیں گے

الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ

اس کی طرف فرشتے اور روح ۵ اس دن میں جس کا لنباؤ

خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ﴿۴﴾ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ﴿۵﴾

پچاس ہزار برس ہے ۶ سو تو صبر کر بھلی طرح کا صبر کرنا ۷

◆ یعنی خدا سے ڈرنے والے اس کلام کو سن کر نصیحت حاصل کریں گے اور جن کے دل میں ڈر نہیں وہ جھٹلائیں گے لیکن ایک وقت آنے والا ہے کہ یہی کلام اور ان کا یہ جھٹلانا سخت حسرت و پشیمانی کا موجب ہوگا۔ اس وقت پچھتائیں گے کہ افسوس کیوں ہم نے اس سچی بات کو جھٹلایا تھا جو آج یہ آفت دیکھنی پڑی۔

◆ یعنی یہ کتاب تو ایسی چیز ہے جس پر یقین سے بھی بڑھ کر یقین رکھا جائے کیونکہ اس کے مضامین سرتاپا سچ اور ہر طرح کے شک و شبہ سے بالاتر ہیں۔ لازم ہے کہ آدمی اس پر ایمان لاکر اپنے رب کی تسبیح و تحمید میں مشغول ہو۔ تم سورة الحاقة ولله الحمد۔

سورۃ المعارج

◆ **کفار پر آنے والا عذاب ضرور آئے گا** حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "یعنی پیغمبر نے تم پر عذاب مانگا ہے وہ کسی سے نہ ہٹایا جائے گا۔" یا عذاب مانگنے والے کفار ہوں جو کہا کرتے تھے کہ آخر جس عذاب کا وعدہ ہے وہ جلدی کیوں نہیں آتا، اے اللہ! اگر محمد (ﷺ) کا کہنا سچ ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش کردے۔ یہ باتیں انکار و تمسخر کی راہ سے کہتے تھے اس پر فرمایا کہ عذاب مانگنے والے ایک ایسی آفت مانگ رہے ہیں جو بالیقین ان پر پڑنے والی ہے کسی کے روکے رک نہیں سکتی۔ کفار کی انتہائی حماقت یا شوخ چشمی ہے جو ایسی چیز کا اپنی طرف سے مطالبہ کرتے ہیں۔

◆ **فرشتوں اور روحوں کے درجات** یعنی فرشتے اور مومنین کی روحیں تمام آسمانوں کو درجہ بدرجہ طے کر کے اس کی بارگاہ قرب تک چڑھتی ہیں، یا اسکے بندے اس کے حکموں کی تابعداری میں جان و دل سے کوشش کر کے اور اچھی خصلتوں سے آراستہ ہو کر قرب و وصول کے روحانی مرتبوں اور درجوں سے ترقی کرتے ہوئے اس کی حضوری سے مشرف ہوتے ہیں اور وہ درجے مسافت کی دوری اور نزدیکی میں مختلف اور متفاوت ہیں۔ بعض ایسے ہیں کہ ایک پلک مارنے میں ان کے سبب سے ترقی ہوسکتی ہے جیسے اسلام کا کلمہ زبان سے کہنا، اور بعض ایسے ہیں کہ ایک ساعت میں ان سے ترقی حاصل ہوتی ہے جیسے نماز ادا کرنا، اور بعض سے پورے ایک دن میں، جیسے روزہ، یا ایک مہینہ میں، جیسے پورے رمضان کے روزے، یا ایک سال میں جیسے حج ادا کرنا علیٰ ہذا القیاس اور اسی طرح فرشتوں اور روحوں کا عروج جو کسی کام پر مقرر ہیں اس کام سے فراغت پانے کے بعد مختلف و متفاوت ہے اور اس خداوند قدوس کی تدبیر و انتظام کا اتار چڑھاؤ بیشمار درجے رکھتا ہے۔

◆ یعنی فرشتے اور لوگوں کی روحیں پیشی کے لئے حاضر ہوں گی۔

◆ **پچاس ہزار سال کا دن** پچاس ہزار برس کا دن قیامت کا ہے۔ یعنی پہلی مرتبہ صور پھونکنے کے وقت سے لے کر بہشتیوں کے بہشت میں، اور دوزخیوں کے دوزخ میں قرار پکڑنے تک پچاس ہزار برس کی مدت ہوگی اور کل فرشتے اور تمام قسم کی مخلوقات کی روحیں اس تدبیر میں بطور خدمت گار کے شریک ہونگی۔ پھر اس بڑے کام کے سرانجام کی مدت گذرنے پر ان کو عروج ہوگا۔

تنبیہ حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "خدا کی قسم ایماندار آدمی کو وہ (اتنا لمبا) دن ایسا چھوٹا معلوم ہوگا جتنی دیر میں ایک نماز فرض ادا کر لیتا ہے۔"

◆ یعنی یہ کافر از راہ انکار و تمسخر عذاب کے لئے جلدی مچائیں، تب بھی آپ جلدی نہ کریں بلکہ صبر و استقلال سے رہیں، نہ تنگدل ہوں، نہ حرف شکایت زبان پر آئے آپ کا صبر اور ان کا تمسخر ضرور رنگ لائے گا۔

اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ۙ﴿۶﴾ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ؕ﴿۷﴾ يَوْمَ

وہ دیکھتے ہیں اس کو دور اور ہم دیکھتے ہیں اس کو نزدیک ﴿۱﴾ جس دن

تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ۙ﴿۸﴾ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۙ﴿۹﴾

ہوگا آسمان جیسے تانبا پگھلا ہوا ﴿۲﴾ اور ہوں گے پہاڑ جیسے اون رنگی ہوئی ﴿۳﴾

وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ۚۖ﴿۱۰﴾ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ؕ يَوَدُّ

اور نہ پوچھے گا دوست دار دوست دار کو سب نظر آجائیں گے ان کو ﴿۴﴾ چاہے گا

الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍۭ بِبَنِيْهِ ۙ﴿۱۱﴾

گنہگار کسی طرح چھڑوائی میں دے کر (دے) اس دن کے عذاب سے اپنے بیٹے کو

وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ۙ﴿۱۲﴾ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ ۙ﴿۱۳﴾

اور اپنی ساتھ والی (عورت) کو اور اپنے بھائی کو اور اپنے گھرانے کو جس میں رہتا تھا

وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ ۙ﴿۱۴﴾ كَلَّا ؕ

اور جتنے زمین پر ہیں سب کو پھر اپنے آپ کو بچا لے ہرگز نہیں ﴿۵﴾

اِنَّهَا لَظٰى ۙ﴿۱۵﴾ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ۚۖ﴿۱۶﴾ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ

وہ تپتی (بھڑکتی) ہوئی آگ ہے کھینچ لینے والی کلیجہ ﴿۶﴾ پکارتی ہے اس کو جس نے پیٹھ پھیر لی

وَتَوَلّٰى ۙ﴿۱۷﴾ وَجَمَعَ فَاَوْعٰى ﴿۱۸﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ

اور پھر کر چلا گیا اور جوڑا اور سینت کر رکھا ﴿۷﴾ بے شک آدمی بنا ہے

هَلُوْعًا ۙ﴿۱۹﴾ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ۙ﴿۲۰﴾ وَّاِذَا مَسَّهُ

جی کا کچا جب پہنچے اس کو برائی تو بے صبرا (گھبرالو) اور جب پہنچے اس کو

۱ یعنی ان کے خیال میں قیامت کا آنا بعید از امکان اور دور از عقل ہے۔ اور ہم کو اس قدر قریب نظر آ رہی ہے گویا آئی رکھی ہے۔

۲ **قیامت کے مختلف احوال** بعض نے "مہل" کا ترجمہ تیل کی تلچھٹ سے کیا ہے۔

۳ اون مختلف رنگ کی ہوتی ہے اور پہاڑوں کی رنگتیں بھی مختلف ہیں۔ کما قال تعالیٰ "وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِيضٌ وَحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ۔" (فاطر۔ رکوع ۴) دوسری جگہ فرمایا "كَالْعِهْنِ الْمَنفُوشِ" (القارعہ) یعنی پہاڑ دھنکی ہوئی اون کی طرح اڑتے پھریں گے۔

۴ **دوستوں کی دوستی کام نہ آئے گی** حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "سب نظر آ جائیں گے۔ یعنی دوستی اکی نکمی تھی۔" ایک دوسرے کا حال دیکھے گا۔ مگر کچھ مدد و حمایت نہ کر سکے گا۔ ہر ایک کو اپنی پڑی ہوگی۔

۵ یعنی چاہے گا کہ بس چلے تو سارے کنبہ بلکہ ساری دنیا کو فدیہ میں دے کر اپنی جان بچالے۔ مگر یہ ممکن نہ ہو گا۔

۶ یعنی وہ آگ مجرم کو کہاں چھوڑتی ہے۔ وہ تو کھال اتار کر اندر سے کلیجہ نکال لیتی ہے۔

۷ یعنی دوزخ کی طرف سے ایک کشش اور پکار ہوگی۔ بس جتنے لوگ دنیا میں حق کی طرف سے پیٹھ پھیر کر چل دیے تھے اور عمل صالح کی طرف سے اعراض کرتے اور مال سمیٹنے اور بینت کر رکھنے میں مشغول رہے تھے۔ وہ سب دوزخ کی طرف کھنچے چلے آئیں گے۔ بعض آثار میں ہے کہ دوزخ اول زبان قال سے پکارے گی "اِلَيَّ يا كافر، اِلَيَّ يا منافق اِلَيَّ يا جامع المال" (یعنی او کافر! او منافق! او مال سمیٹ کر رکھنے والے! ادھر آ) لوگ ادھر ادھر بھاگیں گے۔ اس کے بعد ایک بہت لمبی گردن نکلے گی جو کفار کو چن چن کر اس طرح اٹھالے گی جیسے جانور زمین سے دانہ اٹھالیتا ہے (العیاذ باللہ)

الْخَیْرُ مَنُوْعًا ﴿۲۱﴾ اِلَّا الْمُصَلِّیْنَ ﴿۲۲﴾ الَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی

بھلائی تو بے توفیقا ﴿۱﴾ مگر وہ نمازی جو اپنی

صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَالَّذِیْنَ فِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ

نماز پر قائم ہیں ﴿۲﴾ اور جن کے مال میں حصہ

مَّعْلُوْمٌ ﴿۲۴﴾ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۲۵﴾ وَالَّذِیْنَ یُصَدِّقُوْنَ

مقرر ہے مانگنے والے اور ہارے ہوئے کا ﴿۳﴾ اور جو یقین کرتے ہیں

بِیَوْمِ الدِّیْنِ ﴿۲۶﴾ وَالَّذِیْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ

انصاف کے دن پر ﴿۴﴾ اور جو لوگ کہ اپنے رب کے عذاب سے

مُّشْفِقُوْنَ ﴿۲۷﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَیْرُ مَاْمُوْنٍ ﴿۲۸﴾

ڈرتے ہیں ﴿۵﴾ بے شک ان کے رب کے عذاب سے کسی کو نڈر نہ ہونا چاہیے ﴿۶﴾

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِلَّا عَلٰٓی

اور جو اپنی شہوت کی جگہ کو تھامتے ہیں مگر

اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ

اپنی جوروؤں سے یا اپنے ہاتھ کے مال سے (اپنی لونڈیوں) سو ان پر نہیں کچھ

مَلُوْمِیْنَ ﴿۳۰﴾ فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ

الاہنا (الزام) پھر جو کوئی ڈھونڈے اس کے سوائے سو وہی ہیں

الْعٰدُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ

حد سے بڑھنے والے ﴿۷﴾ اور جو لوگ کہ اپنی امانتوں اور اپنے قول کو

۱ **انسان کی کم ہمتی** یعنی کسی طرف پختگی اور ہمت نہیں دکھلاتا۔ فقر فاقہ، بیماری اور سختی آئے تو بے صبر ہو کر گھبرا اٹھے، بلکہ مایوس ہو جائے گویا اب کوئی سبیل مصیبت سے نکلنے کی باقی نہیں رہی اور مال و دولت تندرستی اور فراخی ملے تو نیکی کے لئے ہاتھ نہ اٹھے، اور مالک کے راستہ میں خرچ کرنے کی توفیق نہ ہو۔ ہاں وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جن کا ذکر آگے آتا ہے۔

۲ **مومنین کے آٹھ اوصاف** یعنی گنڈے دار نہیں بلکہ مداومت والتزام سے نماز پڑھتے ہیں اور نماز کی حالت میں نہایت سکون کے ساتھ برابر اپنی نماز ہی کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔

۳ سورۃ "المومنون" میں اس کی تفسیر گذر چکی۔

۴ یعنی اس یقین کی بناء پر اچھے کام کرتے ہیں جو اس دن کام آئیں۔

۵ یعنی اس سے ڈر کر برائیوں کو چھوڑتے ہیں۔

۶ یعنی اللہ کا عذاب ایسی چیز نہیں کہ بندہ اس کی طرف سے مامون اور بے فکر ہو کر بیٹھ رہے۔

۷ یعنی بیوی اور باندی کے سوا جو اور کوئی جگہ قضائے شہوت کے لئے ڈھونڈے وہ حد اعتدال اور حد جواز سے باہر قدم نکالتا ہے۔

رٰعُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَ

نباہتے ہیں ﴿۱﴾ اور جو اپنی گواہیوں پر سیدھے ہیں ﴿۲﴾ اور

الَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ﴿۳۴﴾ اُولٰٓئِكَ

جو اپنی نماز سے خبردار ہیں ﴿۳﴾ وہی لوگ ہیں

فِیْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَمَالِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا

باغوں میں عزت سے ﴿۴﴾ پھر کیا ہوا ہے منکروں کو

قِبَلَكَ مُهْطِعِیْنَ ﴿۳۶﴾ عَنِ الْیَمِیْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ

تیری طرف دوڑتے ہوئے آتے ہیں داہنے سے اور بائیں سے

عِزِیْنَ ﴿۳۷﴾ اَیَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ یُّدْخَلَ جَنَّةَ

غول کے غول کیا طمع رکھتا ہے ہر ایک شخص ان میں کہ داخل ہو جائے نعمت کے

نَعِیْمٍ ﴿۳۸﴾ كَلَّا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ فَلَآ

باغ میں ہرگز نہیں ﴿۵﴾ ہم نے ان کو بنایا ہے جس سے وہ بھی جانتے ہیں ﴿۶﴾ سو

اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ﴿۴۰﴾ عَلٰٓی

میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے مالک کی ﴿۷﴾ تحقیق ہم کر سکتے (قادر) ہیں کہ

اَنْ نُّبَدِّلَ خَیْرًا مِّنْهُمْ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِیْنَ ﴿۴۱﴾

بدل کر لے آئیں ان سے بہتر اور ہمارے قابو سے نکل نہ جائیں گے ﴿۸﴾

فَذَرْهُمْ یَخُوْضُوْا وَیَلْعَبُوْا حَتّٰی یُلٰقُوْا یَوْمَهُمُ

سو چھوڑ دے ان کو کہ باتیں بنائیں اور کھیلا کریں یہاں تک کہ مل جائیں اپنے اس دن سے

ع ۴۵

◆۱ **اللہ اور بندوں کے حقوق** اس میں اللہ کے اور بندوں کے سب حقوق آگئے۔ کیونکہ آدمی کے پاس جس قدر قوتیں ہیں سب اللہ کی امانت ہیں۔ان کو اسی کے بتلائے ہوئے مواقع میں خرچ کرنا چاہئے۔اور جو قول و قرار ازل میں باندھ چکا ہے اس سے پھرنا نہیں چاہئے۔

◆۲ یعنی ضرورت پڑے تو بلا کم وکاست اور بے رو رعایت گواہی دیتے ہیں۔حق پوشی نہیں کرتے۔

◆۳ یعنی نمازوں کے اوقات اور شروط و آداب کی خبر رکھتے ہیں اور اس کی صورت و حقیقت کو ضائع ہونے سے بچاتے ہیں۔

◆۴ **نماز کی اہمیت** جنتیوں کی یہ آٹھ صفتیں ہوئیں جن کو نماز سے شروع اور نماز ہی پر ختم کیا گیا ہے۔تا معلوم ہو کہ نماز اللہ کے ہاں کس قدر مہتم بالشان عبادت ہے جس میں یہ صفات ہونگی وہ "ہلوع" (کچے دل کا) نہ ہوگا بلکہ عزم و ہمت والا ہوگا۔

◆۵ **کفار کا استہزاء اور جنت سے محرومی** یعنی قرآن کی تلاوت اور جنت کا ذکر سن کر کفار ہر طرف سے ٹولیاں بنا کر تیری طرف امڈے چلے آتے ہیں۔پھر ہنسی اور ٹھٹھا کرتے ہیں، کیا اس کے باوجود یہ بھی طمع رکھتے ہیں کہ وہ سب جنت کے باغوں میں داخل کئے جائیں گے؟ جیسا کہ وہ کہا کرتے تھے کہ اگر ہم کو لوٹ کر خدا کی طرف جانا ہوا تو وہاں بھی ہمارے لئے بہتری ہی بہتری ہے۔ہرگز نہیں۔اس خداوند عادل و حکیم کے ہاں ایسا اندھیر نہیں ہوسکتا۔ **تنبیہ** ابن کثیر نے ان آیات کا مطلب یہ لیا ہے کہ تیری طرف کے ان منکروں کو کیا ہوا کہ تیزی کے ساتھ دوڑے چلے جاتے ہیں داہنے اور بائیں، غول کے غول، یعنی قرآن سن کر ایسے کیوں بدکتے اور بھاگتے ہیں۔پھر کیا اس وحشت و نفرت کے باوجود یہ بھی توقع رکھتے ہیں کہ ان میں ہر شخص بے کھٹکے جنت میں جا گھسے گا؟ ہرگز نہیں۔ وھذا کما قال تعالیٰ " فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ " (مدثر۔رکوع۲)

◆۶ **انسان کی حقیقت** یعنی مٹی جیسی حقیر یا منی جیسی گھناؤنی چیز سے پیدا ہوا وہ کہاں لائق ہے بہشت کے۔مگر ہاں جب ایمان کی بدولت پاک وصاف اور معظم و مکرم ہو۔اور ممکن ہے" إِنَّا خَلَقْنَاهُم مِّمَّا يَعْلَمُونَ۔" سے اشارہ ہو۔ إِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا۔کی طرف جو چند آیات پہلے اسی سورت میں آچکا ہے یعنی وہ پیدا تو ہوا ہے ان صفات پر اور " إِلَّا الْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ الخ" کے استثناء میں اپنے کو شامل نہ کیا، پھر بہشت کا مستحق کیسے ہو، اس تقدیر پر " مِمَّا يَعْلَمُونَ " کی ترکیب " خُلِقَ الْإِنسَانُ مِنْ عَجَلٍ " کے قبیل سے ہوگی۔

◆۷ **مشارق و مغارب کی توجیہ** آفتاب ہر روز ایک نئے نقطہ سے طلوع ہوتا اور نئے نقطہ پر غروب ہوتا ہے۔ان کو "مشارق" و "مغارب" کہا۔

◆۸ **ہم تم سے بہتر قوم لاسکتے ہیں** یعنی جب ان کی جگہ ان سے بہتر لاسکتے ہیں تو خود انکو دوبارہ کیوں پیدا نہیں کرسکتے؟ کیا وہ ہمارے قابو سے نکل کر کہیں جاسکتے ہیں؟ یا خَيْرًا مِّنْهُمْ " سے مراد ان ہی کا دوبارہ پیدا کرنا ہو۔کیونکہ عذاب ہو یا ثواب، دوسری زندگی اس زندگی سے بہر حال اکمل ہوگی۔یا یہ مطلب ہو کہ ان کفار مکہ کو ہنسی ٹھٹھا کرنے دیجئے، ہم خدمت اسلام کے لئے اس سے بہتر قوم لے آئیں گے چنانچہ "قریش" کی جگہ اس نے "انصار مدینہ" کو کھڑا کردیا۔اور مکہ والے پھر بھی اس کے قابو سے نکل کر کہیں نہ جاسکے۔آخر اپنی شرارتوں کے مزے چکھنے پڑے۔ **تنبیہ** مشارق و مغارب کی قسم شاید اس لئے کھائی کہ خدا ہر روز مشرق و مغرب کو بدلتا رہتا ہے اس کو تمہارا تبدیل کرنا کیا مشکل ہے۔

الَّذِي يُوعَدُونَ ﴿٤٢﴾ يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ

جس کا ان سے وعدہ ہے ۞ جس دن نکل پڑیں گے قبروں سے

سِرَاعًا كَأَنَّهُمْ إِلَىٰ نُصُبٍ يُوفِضُونَ ﴿٤٣﴾ خَاشِعَةً

دوڑتے ہوئے جیسے کسی نشانی پر دوڑتے جاتے ہیں ۞ جھکی ہوں گی

أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۚ ذَٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي

ان کی آنکھیں چڑھی آتی ہوگی ان پر ذلت یہ ہے وہ دن جس کا

كَانُوا يُوعَدُونَ ﴿٤٤﴾

ان سے وعدہ تھا ۞

ع ۲ ۹ ۸

آیاتها ۲۸ (۷۱) سُورَةُ نُوحٍ مَكِّيَّةٌ (۷۱) رکوعاتها ۲

سورہ نوح مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی اٹھائیس آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ أَنْ أَنذِرْ قَوْمَكَ مِن

ہم نے بھیجا نوح کو اس کی قوم کی طرف کہ ڈرا اپنی قوم کو

قَبْلِ أَن يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١﴾ قَالَ يَا قَوْمِ

اس سے پہلے کہ پہنچے ان پر عذاب دردناک ۞ بولا اے قوم میری

إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٢﴾ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاتَّقُوهُ

میں تم کو ڈر سناتا ہوں کھول کر کہ بندگی کرو اللہ کی اور اس سے ڈرو

یعنی تھوڑے دن کی ڈھیل ہے۔ پھر سزا ہونی یقینی ہے۔

قبروں سے نکل کر دوڑنا | یعنی کسی خاص نشان اور علامت کی طرف جیسے تیزی سے دوڑتے ہیں اور ایک دوسرے سے پہلے پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ یا نصب سے بت مراد ہوں جو کعبہ کے گرد کھڑے کیے ہوئے تھے۔ ان کی طرف بھی بہت عقیدت اور شوق کے ساتھ لپکتے ہوئے جاتے تھے۔

یعنی قیامت کا دن۔ تم سورۃ المعارج وللّٰہ الحمد والمنۃ

سورۃ نوح

حضرت نوحؑ کا واقعہ | یعنی اس سے پہلے کہ کفر و شرارت کی بدولت دنیا میں طوفان کے اور آخرت میں دوزخ کے عذاب کا سامنا ہو۔

وَاَطِيْعُوْنِ ۳ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى

اور میرا کہنا مانو ۱ تا کہ بخشے وہ تم کو کچھ گناہ تمہارے اور ڈھیل دے تم کو ایک

اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَاۗءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ

مقرر وعدہ تک ۲ وہ جو وعدہ کیا ہے اللہ نے جب آپہنچے گا اس کو ڈھیل نہ ہوگی ۳

وقف لازم

لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۴ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ دَعَوْتُ قَوْمِىْ

اگر تم کو سمجھ ہے ۴ بولا اے رب میں بلاتا رہا اپنی قوم کو

لَيْلًا وَّنَهَارًا ۵ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَاۗءِىْٓ اِلَّا فِرَارًا ۶

رات اور دن پھر میرے بلانے سے اور زیادہ بھاگنے لگے ۵

وَاِنِّىْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ

اور میں نے جب کبھی ان کو بلایا تا کہ تو ان کو بخشے ڈالنے لگے انگلیاں

فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا

اپنے کانوں میں ۶ اور لپیٹنے لگے اپنے اوپر کپڑے ۷ اور ضد کی اور غرور کیا

اسْتِكْبَارًا ۷ ثُمَّ اِنِّىْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۸ ثُمَّ اِنِّىْٓ

بڑا غرور ۸ پھر میں نے ان کو بلایا برملا ۹ پھر میں نے

اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ۹ فَقُلْتُ

ان کو کھول کر کہا اور چھپ کر کہا چپکے سے ۱۰ تو میں نے کہا

اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۱۰ يُّرْسِلِ السَّمَاۗءَ

گناہ بخشواؤ اپنے رب سے بے شک وہ ہے بخشنے والا ۱۱ چھوڑ دے گا آسمان کی

① **قوم کو تبلیغ** یعنی اللہ سے ڈر کر کفر و معصیت چھوڑ دو اور طاعت و عبادت کا راستہ اختیار کرو۔

② یعنی ایمان لے آؤ گے تو اس سے پہلے اللہ کے جو حقوق تلف کئے ہیں وہ معاف کر دے گا۔ اور کفر و شرارت پر جو عذاب آنا مقدر ہے ایمان لانے کی صورت میں وہ نہ آئے گا۔ بلکہ ڈھیل دی جائے گی کہ عمر طبعی تک زندہ رہو۔ حتیٰ کہ جانداروں کی موت و حیات کے عام قانون کے موافق اپنے مقرر وقت پر موت آئے۔ کیونکہ اس سے تو بہر حال کسی نیک و بد کو چارہ نہیں۔

③ **عذاب کی وعید** یعنی ایمان نہ لانے کی صورت میں عذاب کا جو وعدہ ہے اگر وہ سر پر آ کھڑا ہوا تو کسی کے ٹالے نہیں ٹلے گا نہ ایک منٹ کی ڈھیل دی جائے گی۔ یا یہ مطلب ہو کہ موت کا وقت معین پر آنا ضروری ہے اس میں تاخیر نہیں ہو سکتی والظاهر هو الاول۔ حضرت شاہ صاحبؒ ان آیات کی تقریر ایک اور طرح کرتے ہیں۔ "یعنی بندگی کرو کہ نوع انسان دنیا میں قیامت تک رہے۔ اور قیامت کو تو دیر نہ لگے گی اور جو سب مل کر بندگی چھوڑ دو تو سارے ابھی ہلاک ہو جاؤ۔" طوفان آیا تھا ایسا ہی کہ ایک نہ بچے۔ حضرت نوحؑ کی بندگی سے ان کا بچاؤ ہو گیا۔

④ یعنی اگر تم کو سمجھ ہے تو یہ باتیں سمجھنے اور عمل کرنے کی ہیں۔

⑤ **حضرت نوحؑ کی اللہ سے قوم کی شکایت** یعنی نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو برس تک ان کو سمجھاتے رہے جب امید کی کوئی جھلک باقی نہ رہی تو مایوس اور تنگدل ہو کر بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ بار خدایا میں نے اپنی طرف سے دعوت و تبلیغ میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ رات کی تاریکی میں اور دن کے اجالے میں برابر ان کو تیری طرف بلاتا رہا۔ مگر نتیجہ یہ ہوا کہ جوں جوں تیری طرف آنے کو کہا گیا یہ بد بخت اور زیادہ ادھر سے منہ پھیر کر بھاگے اور جس قدر میری طرف سے شفقت و دلسوزی کا اظہار ہوا، ان کی جانب سے نفرت اور بیزاری بڑھتی گئی۔

⑥ کیونکہ میری بات سننا ان کو گوارا نہیں۔ چاہتے ہیں کہ یہ آواز کان میں نہ پڑے۔

⑦ **حضرت نوحؑ کی بات سننے سے اعراض** تا وہ میری اور میں ان کی صورت نہ دیکھوں۔ نیز انگلیاں اگر کسی وقت کانوں میں ڈھیلی پڑ جائیں تو کچھ کپڑوں کی روک رہے غرض کوئی بات کسی عنوان سے دل میں اترنے نہ پائے۔

⑧ یعنی کسی طرح اپنے طریقہ سے ہٹنا نہیں چاہتے اور ان کا غرور اجازت نہیں دیتا کہ میری بات کی طرف ذرا بھی کان دھریں۔

⑨ یعنی ان کے مجمعوں میں خطاب کیا اور مجلسوں میں جا کر سمجھایا۔

⑩ یعنی مجمع کے سوا ان سے علیحدگی میں بات کی، صاف کھول کر اور اشاروں میں بھی، زور سے بھی اور آہستہ بھی، غرض نصیحت کا کوئی عنوان اور کوئی رنگ نہیں چھوڑا۔

⑪ **اللہ سے اپنے گناہ بخشواؤ** یعنی باوجود سینکڑوں برس سمجھانے کے اب بھی اگر میری بات مان کر اپنے مالک کی طرف جھکو گے اور اس سے اپنی خطائیں معاف کراؤ گے تو وہ بڑا بخشنے والا ہے، پچھلے سب قصور یک قلم معاف کر دے گا۔

عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ﴿١١﴾ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَ

تم پر دھاریں | اور بڑھادے گا تم کو مال | اور بیٹوں سے | اور

يَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ﴿١٢﴾ مَا لَكُمْ

بنادے گا تمہارے واسطے باغ | اور بنادے گا تمہارے لیے نہریں ﴿۱﴾ | کیا ہوا ہے تم کو

لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ﴿١٣﴾ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ﴿١٤﴾

کیوں نہیں امید رکھتے اللہ سے بڑائی کی ﴿۲﴾ | اور اس نے بنایا تم کو | طرح طرح سے ﴿۳﴾

اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ﴿١٥﴾

کیا تم نے نہیں دیکھا | کیسے بنائے اللہ نے | سات آسمان | تہ پر تہ ﴿۴﴾

وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿١٦﴾

اور رکھا چاند کو | ان میں اجالا (روشنی) | اور رکھا سورج کو چراغ جلتا (چمکتا) ہوا ﴿۵﴾

وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ﴿١٧﴾ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ

اور اللہ نے اگایا تم کو | زمین سے | جما کر ﴿۶﴾ | پھر مکرر ڈالے گا تم کو

فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ﴿١٨﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ

اس میں | اور نکالے گا تم کو باہر ﴿۷﴾ | اور اللہ نے بنا دیا تمہارے لیے

الْاَرْضَ بِسَاطًا ﴿١٩﴾ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿٢٠﴾ ع

زمین کو بچھونا | تاکہ چلو اس میں | کشادہ رستے ﴿۸﴾

ع ۱ / ۹

قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ

کہا نوح نے | اے رب میرے | انہوں نے میرا کہنا نہ مانا | اور مانا ایسے کا جس کو

۱ **اللہ کی نعمتیں برسیں گی** یعنی ایمان و استغفار کی برکت سے قحط و خشک سالی (جس میں وہ برسوں سے مبتلا تھے) دور ہو جائے گی اللہ تعالیٰ دھواں دھار برسنے والا بادل بھیج دے گا جس سے کھیت اور باغ خوب سیراب ہوں گے۔ غلے، پھل، میوہ کی افراط ہوگی، مواشی وغیرہ فربہ ہو جائیں گے، دودھ گھی بڑھ جائیگا اور عورتیں جو کفر و معصیت کی شامت سے بانجھ ہو رہی ہیں اولاد ذکور جننے لگیں گی۔ غرض آخرت کے ساتھ دنیا کے عیش و بہار سے بھی وافر حصہ دیا جائے گا۔

استسقاء کی اصل روح تنبیہ امام حنیفہؒ نے اس آیت سے یہ نکالا ہے کہ استسقاء کی اصل حقیقت اور روح استغفار و انابت ہے اور نماز اس کی کامل ترین صورت ہے، جو سنت صحیحہ سے ثابت ہوئی۔

۲ یعنی اللہ کی بڑائی سے امید رکھنا چاہئے کہ تم اس کی فرمانبرداری کرو گے تو تم کو بزرگی اور عزت و وقار عنایت فرمائے گا۔ یا یہ مطلب ہے کہ تم اللہ کی بڑائی کا اعتقاد کیوں نہیں رکھتے اور اسکی عظمت و جلال سے ڈرتے کیوں نہیں۔

۳ **تمہیں طرح طرح سے پیدا کیا** یعنی ماں کے پیٹ میں تم نے طرح طرح کے رنگ بدلے۔ اور اصلی مادہ سے لیکر موت تک آدمی کتنی پلٹیاں کھاتا ہے اور کتنے اطوار و ادوار اور اتار چڑھاؤ ہیں جن میں کو گذرتا ہے۔

۴ یعنی ایک کے اوپر ایک۔

۵ **آسمان اور چاند سورج پیدا کئے** سورج کا نور تیز اور گرم ہوتا ہے جس کے آتے ہی رات کی تاریکی کافور ہو جاتی ہے۔ شاید اس لئے اس کو جلتے چراغ سے تشبیہ دی۔ اور چاند کے نور کو اسی چراغ کی روشنی کا پھیلاؤ سمجھنا چاہئے جو جرم قمر کے توسط سے ٹھنڈی اور دھیمی ہو جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

۶ یعنی زمین سے خوب اچھی طرح جماؤ کے ساتھ پیدا کیا اول ہمارے باپ آدم مٹی سے پیدا ہوئے، پھر نطفہ جس سے بنی آدم پیدا ہوتے ہیں غذا کا خلاصہ ہے جو مٹی سے نکلتی ہے۔

۷ یعنی مرے پیچھے مٹی میں مل جاتے ہیں پھر قیامت کے دن اسی سے نکالے جائیں گے۔

۸ یعنی اس پر لیٹو، بیٹھو، چلو، پھرو ہر طرف کشادہ راستے نکال دیئے ہیں۔ ایک شخص چاہے اور وسائل ہوں تو ساری زمین کے گرد گھوم سکتا ہے۔ راستہ کی کوئی رکاوٹ نہیں۔

يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗٓ اِلَّا خَسَارًا ﴿۲۱﴾ وَمَكَرُوْا

اس کے مال | اور اولاد نے | اور زیادہ ہو ٹوٹا ﴿۱﴾ | اور داؤ کیا ہے

مَكْرًا كُبَّارًا ﴿۲۲﴾ وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا

بڑا داؤ ﴿۲﴾ | اور بولے | ہرگز نہ چھوڑیو اپنے معبودوں کو ﴿۳﴾ | اور

تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ

نہ چھوڑیو ود کو | اور نہ سواع کو | اور نہ یغوث کو | اور یعوق

وَنَسْرًا ﴿۲۳﴾ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ وَلَا تَزِدِ

اور نسر کو ﴿۴﴾ | اور بہکا دیا بہتوں کو | اور تو نہ زیادہ کرنا

الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴿۲۴﴾ مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا

بے انصافوں کو | مگر بھٹکنا ﴿۵﴾ | کچھ وہ اپنے گناہوں سے | ڈبائے گئے

فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ

پھر ڈالے گئے آگ میں ﴿۶﴾ | پھر نہ پائے اپنے واسطے انہوں نے | اللہ کے

اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴿۲۵﴾ وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى

سوا کوئی مددگار ﴿۷﴾ | اور کہا نوح نے | اے رب | نہ چھوڑیو

الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿۲۶﴾ اِنَّكَ اِنْ

زمین پر | منکروں کا ایک گھر بسنے والا | مقرر اگر

تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا

تو چھوڑ دے گا ان کو | بہکائیں گے تیرے بندوں کو | اور جو جنیں گے سو ڈھیٹھ

۱ **انہوں نے میرا کہا نہیں مانا** یعنی اپنے رئیسوں اور مالداروں کا کہنا مانا جن کے مال و اولاد میں کچھ خوبی اور بہتری نہیں بلکہ وبال پر ٹوٹا ہے۔ ان ہی کے سبب دین سے محروم رہے اور غایت تمرد و تجبر سے اوروں کو بھی محروم رکھا۔

۲ یعنی سب کو سمجھا دیا کہ اس کی بات نہ مانو اور طرح طرح کی ایذا رسانی کے درپے رہے۔

۳ **دوسروں کو بات نہ ماننے کی وصیت** یعنی اپنے معبودوں کی حمایت پر جمے رہنا، نوح کے بہکائے میں نہ آنا، کہتے ہیں کہ سینکڑوں برس تک ہر ایک اپنی اولاد اور اولاد در اولاد کو وصیت کر جاتا تھا کہ کوئی اس بڈھے "نوح" کے فریب میں نہ آئے اور اپنے آبائی دین سے قدم نہ ہٹائے۔

۴ **قوم نوحؑ کے بت** یہ ان کے بتوں کے نام ہیں۔ ہر مطلب کا ایک الگ بت بنا رکھا تھا۔ وہ ہی بت پھر عرب میں آئے اور ہندوستان میں بھی۔ اسی قسم کے بت بشنو، برہما، اندر، شیو اور ہنومان وغیرہ کے ناموں سے مشہور ہیں۔ اس کی مفصل تحقیق حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے تفسیر عزیزی میں کی۔ بعض روایات میں ہے کہ پہلے زمانہ میں کچھ بزرگ لوگ تھے ان کی وفات کے بعد شیطان کے اغواء سے قوم نے ان کی تصویریں بطور یادگار بنا کر کھڑی کر لیں۔ پھر ان کی تعظیم ہونے لگی۔ شدہ شدہ پرستش کرنے لگے۔ (العیاذ باللہ)

۵ **حضرت نوحؑ کی بددعا کی وجہ** حضرت شاہ عبدالقادرؒ لکھتے ہیں "یعنی (بھٹکے رہیں) کوئی تدبیر (سیدھی) بن نہ پڑے۔" اور حضرت شاہ عبدالعزیزؒ لکھتے ہیں کہ "استدراج کے طور پر بھی ان کو اپنی معرفت سے آشنا نہ کر۔" اور عامہ مفسرین نے ظاہری معنے لئے ہیں۔ یعنی اے اللہ ان ظالموں کی گمراہی کو اور بڑھا دیجئے تا جلد شقاوت کا پیمانہ لبریز ہو کر عذاب الٰہی کے مورد بنیں۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ بددعا ان کی ہدایت سے بکلی مایوس ہو کر کی۔ خواہ مایوسی ہزار سالہ تجربہ کی بنا پر ہو یا حق تعالیٰ کا یہ ارشاد سن چکے ہوں گے۔ " اَنَّهٗ لَنۡ يُّؤۡمِنَ مِنۡ قَوۡمِكَ اِلَّا مَنۡ قَدۡ اٰمَنَ " (ھود۔ رکوع ۴) بہرحال ایسی مایوسی کی حالت میں تنگدل اور غضبناک ہو کر یہ دعاء کرنا کچھ مستبعد نہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص یا جماعت کے راہ راست پر آنے کی طرف سے قطعاً مایوسی ہو جائے اور نبی ان کی استعداد کو پوری طرح جانچ کر سمجھ لے کہ خیر کے نفوذ کی ان میں مطلق گنجائش نہیں بلکہ ان کا وجود ایک عضو فاسد کی طرح ہے جو یقیناً باقی جسم کو بھی فاسد اور مسموم کر ڈالے گا تو اس وقت ان کے کاٹ ڈالنے اور صفحہ ہستی سے محو کر دینے کے سوا دوسرا کیا علاج ہے۔ اگر قتال کا حکم ہو تو قتال کے ذریعہ سے ان کو فنا کیا جائے یا قوت توڑ کر ان کے اثر بد کو متعدی نہ ہونے دیا جائے۔ ورنہ آخری صورت یہ ہے کہ اللہ سے دعاء کی جائے کہ وہ ان کے وجود سے دنیا کو پاک کر دے اور ان کے زہریلے جراثیم سے دوسروں کو محفوظ رکھے۔ کما قال۔ " اِنَّكَ اِنۡ تَذَرۡهُمۡ يُضِلُّوۡا عِبَادَكَ " بہرحال نوح کی دعاء اور اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کی دعاء جو سورۂ "یونس" میں گذری، اسی قبیل سے تھی۔ واللہ اعلم۔

۶ **قوم کا انجام** یعنی طوفان آیا۔ اور بظاہر پانی میں ڈبائے گئے۔ لیکن فی الحقیقت برزخ کی آگ میں پہنچ گئے۔

۷ یعنی وہ بت (ود، سواع، یغوث وغیرہ) اس آڑے وقت میں کچھ بھی مدد نہ کر سکے۔ یونہی کس مپرسی کی حالت میں مرکھپ گئے۔

كَفَّارًا ﴿٢٧﴾ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ

حق کا منکر ﴿۱﴾ اے رب معاف کر مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور جو آئے

بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَلَا تَزِدِ

میرے گھر میں ایماندار اور سب ایمان والے مردوں کو اور عورتوں کو ﴿۲﴾ اور گنہگاروں پر

الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ﴿٢٨﴾ ع

بڑھتا رکھیو برباد ہونا

رکوع ۲ ۸ ۲

اٰيَاتُهَا ٢٨ (٧٢) سُوْرَةُ الْجِنِّ مَكِّيَّةٌ (٤٠) رُكُوْعَاتُهَا ٢

سورۂ جن مکہ نازل ہوئی اس کی اٹھائیس آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا

تو کہہ مجھ کو حکم آیا کہ سن گئے کتنے لوگ جنوں کے ﴿۱﴾ پھر کہنے لگے

اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ﴿١﴾ لا يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ

ہم نے سنا ہے ایک قرآن عجیب کہ سمجھاتا ہے نیک راہ

فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ﴿٢﴾ لا وَّاَنَّهٗ

سو ہم اس پر یقین لائے اور ہرگز نہ شریک بتلائیں گے ہم اپنے رب کا کسی کو ﴿۳﴾ اور یہ کہ

تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ﴿٣﴾ لا

اونچی ہے شان ہمارے رب کی نہیں رکھی اس نے جورو نہ بیٹا ﴿۴﴾

١ **کفار کی ہلاکت کی بددعا** یعنی ایک کافر کو زندہ نہ چھوڑیے۔ ان میں کوئی اس لائق نہیں کہ باقی رکھا جائے جو کوئی رہے گا میرا تجربہ یہ کہتا ہے کہ اسکے نطفہ سے بھی بے حیا ڈھیٹ منکر حق اور ناشکرے پیدا ہونگے اور جب تک ان میں سے کوئی موجود رہے گا خود تو وہ راہ راست پر کیا آتا دوسرے ایمانداروں کو بھی گمراہ کرے گا۔

٢ **مومنین کیلئے دُعا** یعنی میرے مرتبہ کے موافق مجھ سے جو تقصیر ہوئی ہو، اپنے فضل سے معاف کیجئے، اور میرے والدین اور جو میری کشتی یا میرے گھر یا میری مسجد میں مومن ہو کر آئے ان سب کی خطاؤں سے درگذر فرمائیے۔ بلکہ قیامت تک جس قدر مرد اور عورتیں مومن ہوں سب کی مغفرت کیجئے۔ اے اللہ! نوحؑ کی دعاء کی برکت سے اس بندہ عاصی و خاطی کو بھی اپنی رحمت و کرم سے مغفور کر کے بدون تعذیب دنیوی و اخروی اپنی رضا، و کرامت کے محل میں پہنچائیے۔" اِنَّکَ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ مُجِیْبُ الدَّعْوَاتِ۔ تم سورۃ نوح وللہ الحمد والمنۃ

سورۃ الجن

٣ **جنوں کا وجود** جنوں کے وجود اور حقیقت پر حضرت شاہ عبد العزیزؒ نے سورہ ہذا کی تفسیر میں نہایت مبسوط و مفصل بحث کی ہے۔ اور عربی میں "آکام المرجان فی احکام الجان" اس موضوع پر نہایت جامع کتاب ہے جس کو شوق ہو مطالعہ کرے۔ یہاں گنجائش نہیں کہ اس قسم کے مباحث درج کئے جائیں۔

٤ **جنوں کا قرآن سن کر ایمان لانا** سورۂ "احقاف" میں گذر چکا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں قرآن پڑھ رہے تھے کئی جن ادھر کو گذرے اور قرآن کی آواز پر فریفتہ ہو کر سچے دل سے ایمان لے آئے۔ پھر اپنی قوم سے جا کر سب ماجرا بیان کیا۔ کہ ہم نے ایک کلام سنا ہے جو (اپنی فصاحت و بلاغت، حسن اسلوب، قوت تاثیر، شیریں بیانی، طرز موعظت اور علوم و مضامین کے اعتبار سے) عجیب و غریب ہے معرفت ربانی اور رشد و فلاح کی طرف رہبری کرتا ہے۔ اور طالب خیر کا ہاتھ پکڑ کر نیکی اور تقویٰ کی منزل پر پہنچا دیتا ہے اس لئے ہم سنتے ہی بلا توقف اس پر یقین لائے اور ہم کو کچھ شک و شبہ باقی نہیں رہا کہ ایسا کلام اللہ کے سوا کسی کا نہیں ہو سکتا۔ اب ہم اس کی تعلیم و ہدایت کے موافق عہد کرتے ہیں کہ آئندہ کسی چیز کو اللہ کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ ان کے اس تمام بیان کی آخر تک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر وحی فرمائی۔ اس کے بعد بہت مرتبہ جن حضور ﷺ سے آکر ملے۔ ایمان لائے اور قرآن سیکھا۔

٥ **جنوں کی گمراہی** یعنی جورو بیٹا رکھنا اس کی عظمت شان کے منافی ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "جو گمراہیاں آدمیوں میں پھیلی ہوئی تھیں وہ جنوں میں بھی تھیں (عیسائیوں کی طرح) اللہ کے جورو بیٹا بتاتے تھے۔"

وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ۙ ﴿۴﴾

اور یہ کہ ہم میں کا بیوقوف اللہ پر بڑھا کر باتیں کہا کرتا تھا ﴿۱﴾

وَّاَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ

اور یہ کہ ہم کو خیال تھا کہ ہرگز نہ بولیں گے آدمی اور جن اللہ پر

كَذِبًا ۙ ﴿۵﴾ وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ

جھوٹ ﴿۲﴾ اور یہ کہ تھے کتنے مرد آدمیوں میں کے پناہ پکڑتے تھے

بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۙ ﴿۶﴾ وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا

کتنے مردوں کی جنوں میں کے پھر تو وہ اور زیادہ سر چڑھنے لگے ﴿۳﴾ اور یہ کہ ان کو (آدمیوں کو) بھی خیال تھا

كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۙ ﴿۷﴾ وَّاَنَّا لَمَسْنَا

جیسا تم کو خیال تھا کہ ہرگز نہ اٹھائے گا (بھیجے گا) اللہ کسی کو ﴿۴﴾ اور یہ کہ ہم نے ٹٹول دیکھا

السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۙ ﴿۸﴾

آسمان کو پھر پایا اس کو بھر رہے ہیں اس میں چوکیدار سخت اور انگارے

وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ

اور یہ کہ ہم بیٹھا کرتے تھے ٹھکانوں میں سننے کے واسطے پھر جو کوئی

يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۙ ﴿۹﴾ وَّاَنَّا لَا

اب سننا چاہے وہ پائے اپنے واسطے انگارا گھات میں ﴿۵﴾ اور یہ کہ

نَدْرِيْۤ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ

ہم نہیں جانتے کہ برا ارادہ ٹھہرا ہے زمین کے رہنے والوں پر یا چاہا ہے ان کے حق میں

۱ یعنی ہم میں جو بیوقوف ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی نسبت ایسی لغو باتیں اپنی طرف سے بڑھا کر کہتے تھے اور ان میں سب سے بڑا بیوقوف ابلیس ہے شاید خاص وہی اس جگہ لفظ "سفیہ" سے مراد ہو۔

۲ یعنی ہم کو یہ خیال تھا کہ اس قدر کثیر التعداد جن اور آدمی مل کر جن میں بڑے بڑے عاقل اور دانا بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نسبت جھوٹی بات کہنے کی جرأت نہ کریں گے۔ یہی خیال کر کے ہم بھی بہک گئے اب قرآن سن کر قلعی کھلی اور اپنے پیشرؤوں کی اندھی تقلید سے نجات ملی۔

۳ **اکثر عرب جنوں کے معتقد تھے** عرب میں یہ جہالت بہت پھیلی ہوئی تھی۔ جنوں سے غیب کی خبریں پوچھتے، ان کے نام کی نذر و نیاز کرتے چڑھاوے چڑھاتے۔ اور جب کسی قافلہ کا گزر یا پڑاؤ کسی خوفناک وادی میں ہوتا تو کہتے کہ اس حلقہ کے جنوں کا جو سردار ہے ہم اس کی پناہ میں آتے ہیں تاکہ وہ اپنے ماتحت جنوں سے ہماری حفاظت کرے۔ ان باتوں سے جن اور زیادہ مغرور ہو گئے اور سر چڑھنے لگے۔ دوسری طرف اس طرح کی شرکیات سے آدمیوں کے عصیان وطغیان میں بھی اضافہ ہوا جب انہوں نے خود اپنے اوپر جنوں کو مسلط کر لیا تو وہ ان کے اغوا میں کیا کمی کرتے۔ آخر قرآن نے آکر ان خرابیوں کی جڑ کاٹی۔

۴ **مسلمان جنوں کا اپنی قوم سے خطاب** مسلمان جن یہ سب گفتگو اپنی قوم سے کر رہے ہیں۔ یعنی جیسا تمہارا خیال ہے، بہت آدمیوں کا بھی یہی خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو ہرگز قبروں سے نہ اٹھائے گا۔ یا آئندہ کوئی پیغمبر مبعوث نہ کرے گا۔ جو رسول پہلے ہو چکے سو ہو چکے۔ اب قرآن سے معلوم ہوا کہ اس نے ایک عظیم الشان رسول بھیجا ہے جو لوگوں کو بتاتا ہے کہ تم سب موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جاؤ گے اور رتی رتی کا حساب دینا ہو گا۔

۵ **آسمان پر جنوں کیلئے پہرے اور انگارے** یعنی ہم اڑ کر آسمان کے قریب تک پہنچے تو دیکھا کہ آج کل بہت سخت جنگی پہرے لگے ہوئے ہیں جو کسی شیطان کو غیب کی خبر سننے نہیں دیتے اور جو شیطان ایسا ارادہ کرتا ہے اس پر انگارے برستے ہیں۔ اس سے پیشتر اتنی سختی اور روک ٹوک نہ تھی۔ جن اور شیاطین آسمان کے قریب گھات میں بیٹھ کر ادھر کی کچھ خبر سن آیا کرتے تھے۔ مگر اب اس قدر سخت ناکہ بندی اور انتظام ہے کہ جو سننے کا ارادہ کرے فوراً شہاب ثاقب کے آتشیں گولے سے اس کا تعاقب کیا جاتا ہے۔ اس کی بحث پہلے سورۂ "حجر" وغیرہ میں گذر چکی وہاں دیکھ لیا جائے۔

رَبُّهُمْ رَشَدًا ﴿١٠﴾ وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ

ان کے رب نے راہ پر لانا ﴿۱﴾ اور یہ کہ کوئی ہم میں نیک ہیں اور کوئی

ذٰلِكَ ؕ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا ﴿١١﴾ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ

اس کے سوا ہم تھے کئی راہ پر پھٹے ہوئے ﴿۲﴾ اور یہ کہ ہمارے خیال میں آگیا کہ ہم

نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِی الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ﴿١٢﴾ وَّاَنَّا

چھپ نہ جائیں گے اللہ سے زمین میں اور نہ تھکا دیں گے اس کو بھاگ کر ﴿۳﴾ اور یہ کہ

لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰۤى اٰمَنَّا بِهٖ ؕ فَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ

جب ہم نے سن لی راہ کی بات تو ہم نے اس کو مان لیا ﴿۴﴾ پھر جو کوئی یقین لائے گا اپنے رب پر

فَلَا یَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ﴿١٣﴾ وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ

سو وہ نہ ڈرے گا نقصان سے اور نہ زبردستی سے ﴿۵﴾ اور یہ کہ کچھ ہم میں حکم بردار ہیں

وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ؕ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا

اور کچھ ہیں بے انصاف سو جو لوگ حکم میں آگئے سو انہوں نے اٹکل کر لیا

رَشَدًا ﴿١٤﴾ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ﴿١٥﴾

نیک راہ کو اور جو بے انصاف ہیں وہ ہوئے دوزخ کے ایندھن ﴿۶﴾

وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِیْقَةِ لَاَسْقَیْنٰهُمْ مَّآءً

اور یہ حکم آیا کہ اگر لوگ سیدھے رہتے راہ پر تو ہم پلاتے ان کو پانی

غَدَقًا ﴿١٦﴾ لِّنَفْتِنَهُمْ فِیْهِ ؕ وَمَنْ یُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ

بھر کر تاکہ ان کو جانچیں اس میں ﴿۷﴾ اور جو کوئی منہ موڑے اپنے رب کی یاد سے

◆ یعنی یہ جدید انتظامات اور سخت ناکہ بندیاں خدا جانے کس غرض سے عمل میں آئی ہیں۔ یہ تو ہم سمجھ چکے کہ قرآن کریم کا نزول اور پیغمبر عربی کی بعثت اس کا سبب ہوا لیکن نتیجہ کیا ہونے والا ہے؟ آیا زمین والے قرآن کو مان کر راہ پر آئیں گے اور اللہ ان پر الطاف خصوصی مبذول فرمائے گا؟ یا یہی ارادہ ٹھہر چکا ہے کہ لوگ قرآنی ہدایات سے اعراض کرنے کی پاداش میں تباہ و برباد کئے جائیں؟ اس کا علم اسی علام الغیوب کو ہے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔

◆ **جنوں کے مختلف فرقے** یعنی نزول قرآن سے پہلے بھی سب جن ایک راہ پر نہ تھے، کچھ نیک اور شائستہ تھے، اور بہت سے بدکار و ناہنجار، ان میں بھی فرقے اور جماعتیں ہوں گی۔ کوئی مشرک، کوئی عیسائی، کوئی یہودی وغیر ذلک۔ اور عملی طور پر ہر ایک کی راہ عمل جدا ہوگی۔ اب قرآن آیا جو اختلافات اور تفرقوں کو مٹانا چاہتا ہے لیکن لوگ ایسے کہاں ہیں کہ سب کے سب حق کو قبول کر کے ایک راستہ پر چلنے لگیں۔ لامحالہ اب بھی اختلاف رہے گا۔

◆ یعنی اگر ہم نے قرآن کو نہ مانا تو اللہ کی سزا سے بچ نہیں سکتے نہ زمین میں کسی جگہ چھپ کر، نہ ادھر ادھر بھاگ کر، یا ہوا میں اڑ کر۔

◆ **سب سے پہلے ایمان لانے والے جن** یعنی ہمارے لئے فخر کا موقع ہے کہ جنوں میں سب سے پہلے ہم نے قرآن سن کر بلا توقف قبول کیا اور ایمان لانے میں ایک منٹ کی دیر نہیں کی۔

◆ یعنی سچے ایماندار کو اللہ کے ہاں کوئی کھٹکا نہیں۔ نہ نقصان کا کہ اس کی کوئی نیکی اور محنت یونہی رائگاں چلی جائے۔ نہ زیادتی کا کہ زبردستی کسی دوسرے کے جرم اس کے سر تھوپ دیئے جائیں، غرض وہ نقصان، تکلیف اور ذلت و رسوائی سب سے مامون و محفوظ ہے۔

◆ یعنی نزول قرآن کے بعد ہم میں دو طرح کے لوگ ہیں ایک وہ جنہوں نے اللہ کا پیغام سن کر قبول کیا اور اس کے احکام کے سامنے گردن جھکا دی۔ یہی ہیں جو تلاش حق میں کامیاب ہوئے۔ اور اپنی تحقیق و تفحص سے نیکی کے راستہ پر پہنچ گئے۔ دوسرا گروہ بے انصافوں کا ہے جو کجروی و بے انصافی کی راہ سے اپنے پروردگار کے احکام کو جھٹلاتا اور اس کی فرمانبرداری سے انحراف کرتا ہے۔ یہ وہ ہیں جن کو جہنم کا کندا اور دوزخ کا ایندھن کہنا چاہئے۔ **تنبیہ** یہاں تک مسلمان جنوں کا کلام نقل فرمایا جو انہوں نے اپنی قوم سے کیا۔ آگے حق تعالیٰ اپنی طرف سے چند نصیحت کی باتیں ارشاد فرماتے ہیں گویا "وَاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا" الخ کا عطف "اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ" پر ہوا۔ مترجم محقق نے ترجمہ میں اور یہ "حکم آیا" کے الفاظ بڑھا کر بتلا دیا کہ یہاں سے اخیر تک "قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ" کے تحت میں داخل ہے۔

◆ **ایمان کے دنیوی منافع** یعنی اگر جن و انس حق کی سیدھی راہ پر چلتے تو ہم ان کو ایمان و طاعت کی بدولت ظاہری و باطنی برکات سے سیراب کر دیتے اور اس میں بھی ان کی آزمائش ہوتی کہ نعمتوں سے بہرہ ور ہو کر شکر بجالاتے اور طاعت میں مزید ترقی کرتے ہیں یا کفران نعمت کر کے اصل سرمایہ بھی کھو بیٹھتے ہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ اس وقت مکہ والوں کے ظلم و شرارت کی سزا میں حضور ﷺ کی دعاء سے کئی سال کا قحط پڑا تھا۔ لوگ خشک سالی سے پریشان ہو رہے تھے۔ اس لئے متنبہ فرما دیا کہ اگر سب لوگ ظلم و شرارت سے باز آ کر اللہ کے راستہ پر چلیں جیسے مسلمان جنوں نے طریقہ اختیار کیا ہے تو قحط دور ہو اور باران رحمت سے ملک سرسبز و شاداب کر دیا جائے۔

يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ﴿١٧﴾ وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا

وہ ڈال دے گا اس کو چڑھتے عذاب میں ◆ اور یہ کہ مسجدیں اللہ کی یاد کے واسطے ہیں سو مت

تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿١٨﴾ وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ

پکارو اللہ کے ساتھ کسی کو ◆ اور یہ کہ جب کھڑا ہوا اللہ کا بندہ ◆

يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿١٩﴾ قُلْ اِنَّمَآ

کہ اس کو پکارے لوگوں کا بندھنے لگتا ہے اس پر ٹھٹھ (جھرمٹ جھتہ) ◆ تو کہہ میں تو

اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ﴿٢٠﴾ قُلْ اِنِّيْ

پکارتا ہوں بس اپنے رب کو اور شریک نہیں کرتا اس کا کسی کو ◆ تو کہہ میرے

لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ﴿٢١﴾ قُلْ اِنِّيْ لَنْ

اختیار میں نہیں تمہارا برا (ضرر) اور نہ راہ پر لانا ◆ تو کہہ مجھ کو نہ

يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ

بچائے گا اللہ کے ہاتھ سے کوئی اور نہ پاؤں گا اس کے سوائے

مُلْتَحَدًا ﴿٢٢﴾ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ۭ وَمَنْ

کہیں سرک رہنے کو جگہ (پناہ) ◆ مگر پہنچانا ہے اللہ کی طرف سے اور اس کے پیغام لانے ◆ اور جو کوئی

يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ

حکم نہ مانے اللہ کا اور اس کے رسول کا سو اس کے لیے آگ ہے دوزخ کی رہا کریں

فِيْهَآ اَبَدًا ﴿٢٣﴾ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ فَسَيَعْلَمُوْنَ

اس میں ہمیشہ ◆ یہاں تک کہ جب دیکھیں گے جو کچھ ان سے وعدہ ہوا تب جان لیں گے

❶ یعنی اللہ کی یاد سے منہ موڑ کر آدمی کو چین نصیب نہیں ہو سکتا۔ وہ تو ایسے راستہ پر چل رہا ہے جہاں پریشانی اور عذاب ہی چڑھتا چلا آتا ہے۔

❷ **مساجد صرف اللہ کیلئے ہیں** یوں تو خدا کی ساری زمین اس امت کے لئے مسجد بنا دی گئی ہے۔ لیکن خصوصیت سے وہ مکانات جو مسجدوں کے نام سے خاص عبادت الٰہی کے لئے بنائے جاتے ہیں۔ ان کو اور زیادہ امتیاز حاصل ہے۔ وہاں جا کر اللہ کے سوا کسی ہستی کو پکارنا ظلم عظیم اور شرک کی بدترین صورت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خالص خدائے واحد کی طرف آؤ اور اس کا شریک کر کے کسی کو کہیں بھی مت پکارو خصوصاً مساجد میں جو اللہ کے نام پر تنہا اسی کی عبادت کے لئے بنائی گئی ہیں۔ بعض مفسرین نے "مساجد" سے مراد وہ اعضا لئے ہیں جو سجدہ کے وقت زمین پر رکھے جاتے ہیں۔ اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ یہ خدا کے دیئے ہوئے اور اس کے بنائے ہوئے اعضاء ہیں جائز نہیں کہ ان کو اس مالک وخالق کے سوا کسی دوسرے کے سامنے جھکاؤ۔

❸ یعنی بندۂ کامل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

❹ **قرآن پڑھنے کے وقت آنحضرت ﷺ کے گرد ہجوم** یعنی آپ جب کھڑے ہو کر قرآن پڑھتے ہیں تو لوگ ٹھٹھ کے ٹھٹھ آپ پر ٹوٹے پڑتے ہیں۔ مومنین تو شوق ورغبت سے قرآن سننے کی خاطر اور کفار عداوت وعناد سے آپ پر ہجوم کرنے کے لئے۔

❺ **کفار سے آنحضرت ﷺ کی دوٹوک گفتگو** یعنی کفار سے کہہ دیجئے کہ تم مخالفت کی راہ سے بھیڑ کیوں کرتے ہو، کونسی بات ایسی ہے جس پر تمہاری خفگی ہے۔ میں کوئی بری اور نامعقول بات تو نہیں کہتا۔ صرف اپنے رب کو پکارتا ہوں اور اس کا شریک کسی کو نہیں سمجھتا۔ تو اس میں لڑنے جھگڑنے کی کونسی بات ہے اور اگر تم سب مل کر مجھ پر ہجوم کرنا چاہتے ہو تو یاد رکھو میرا بھروسا اکیلے اسی خدا پر ہے جو ہر قسم کی شرکت سے پاک اور بے نیاز ہے۔

❻ یعنی میرے اختیار میں نہیں کہ تم کو راہ پر لے آؤں۔ اور نہ آؤ تو کچھ نقصان پہنچا دوں سب بھلائی برائی اور سود وزیاں اسی خدائے واحد کے قبضہ میں ہے۔

❼ **نفع وضرر میرے قبضے میں نہیں ہے** یعنی تم کو نفع نقصان پہنچانا تو کجا، اپنا نفع وضرر میرے قبضہ میں نہیں۔ اگر بالفرض میں اپنے فرائض میں تقصیر کروں تو کوئی شخص نہیں جو مجھ کو اللہ کے ہاتھ سے بچا لے اور کوئی جگہ نہیں جہاں بھاگ کر پناہ حاصل کر سکوں۔

❽ یعنی اللہ کی طرف سے پیغام لانا اور اس کے بندوں کو پہنچا دینا، یہی چیز ہے جو اس نے میرے اختیار میں دی اور یہی فرض ہے جس کے ادا کرنے سے میں اس کی حمایت اور پناہ میں رہ سکتا ہوں۔

❾ یعنی تمہارے نفع نقصان کا مالک میں نہیں۔ لیکن اللہ کی اور میری نافرمانی کرنے سے نقصان پہنچنا ضروری ہے۔

مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ﴿۲۴﴾ قُلْ اِنْ

کس کے مددگار کمزور ہیں — اور گنتی میں تھوڑے ◆ — تو کہہ

اَدْرِیْۤ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ

میں نہیں جانتا — کہ نزدیک ہے جس چیز کا تم سے وعدہ ہوا ہے — یا کر دے اس کو

رَبِّیْۤ اَمَدًا ﴿۲۵﴾ عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ

میرا رب ایک مدت کے بعد ◆ — جاننے والا بھید کا — سو نہیں خبر دیتا اپنے بھید کی

اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ

کسی کو — مگر جو پسند کر لیا — کسی رسول کو — تو وہ

یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿۲۷﴾

چلاتا ہے — اس کے آگے — اور پیچھے چوکیدار ◆

لِّیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ

تا کہ جانے — کہ انہوں نے پہنچائے — پیغام اپنے رب کے ◆ — اور قابو میں رکھا ہے

بِمَا لَدَیْهِمْ وَاَحْصٰی كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا ﴿۲۸﴾

جو ان کے پاس ہے — اور گن لی ہے ہر چیز کی گنتی ◆

ع ۲ / ۹ / ۱۲

اٰیاتها ۲۰ — (۷۳) سُوْرَةُ الْمُزَّمِّلِ مَكِّیَّةٌ (۳) — رکوعاتها ۲

سورہ مزمل مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی بیس آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

۱ یعنی تم جو جتھے باندھ کر ہم پر ہجوم کرتے ہو اور سمجھتے ہو کہ محمد (ﷺ) اور اسکے ساتھی تھوڑے سے آدمی ہیں وہ بھی کمزور تو جب وعدہ کا وقت آئے گا اس وقت پتہ لگے گا کہ کس کے ساتھی کمزور اور گنتی میں تھوڑے تھے۔

۲ **قیامت کا علم انبیاء کو بھی نہیں** یعنی اس کا علم مجھے نہیں دیا گیا کہ وعدہ جلد آنے والا ہے، یا ایک مدت کے بعد۔ کیونکہ قیامت کا وقت معین کر کے اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں بتلایا۔ یہ ان غیوب میں سے ہے جو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

۳ **پیغمبروں کا علم غلطی سے پاک ہے** یعنی اپنے بھید کی پوری خبر کسی کو نہیں دیتا۔ ہاں رسولوں کو جس قدر انکی شان و منصب کے لائق ہو بذریعہ وحی خبر دیتا ہے۔ اس وحی کے ساتھ فرشتوں کے پہرے اور چوکیاں رکھی جاتی ہیں کہ کسی طرف سے شیطان اس میں دخل کرنے نہ پائے۔ اور رسول کا اپنا نفس بھی غلط نہ سمجھے۔ یہی معنی ہیں اس بات کے کہ پیغمبروں کو (اپنے علوم و اخبار میں) عصمت حاصل ہے، اوروں کو نہیں۔ انبیاء کی معلومات میں شک و شبہ کی قطعاً گنجائش نہیں ہوتی۔ دوسروں کی معلومات میں کئی طرح کے احتمال ہیں۔ اسی لئے محققین صوفیہ نے فرمایا ہے کہ ولی اپنے کشف کو قرآن و سنت پر عرض کر کے دیکھے اگر انکے مخالف نہ ہو تو غنیمت سمجھے۔ ورنہ بے تکلف رد کر دے۔ **تنبیہ** اس آیت کی نظیر آل عمران میں ہے۔ "وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ" اور کئی سورتوں میں علم غیب کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے، وہیں ہم فوائد میں اس پر مفصل کلام کر چکے ہیں۔ فلیراجع۔

۴ یعنی یہ زبردست انتظامات اس غرض سے کئے جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دیکھ لے کہ فرشتوں نے پیغمبروں کو یا پیغمبروں نے دوسرے بندوں کو اس کے پیغامات ٹھیک ٹھیک بلاکم و کاست پہنچا دیئے ہیں۔

۵ **وحی الٰہی میں کوئی تغیر نہیں کر سکتا** یعنی ہر چیز اس کی نگرانی اور قبضہ میں ہے۔ کسی کی طاقت نہیں کہ وحی الٰہی میں تغیر و تبدل یا قطع و برید کر سکے۔ اور یہ پہرے چوکیاں بھی شان حکومت کے اظہار اور سلسلہ اسباب کی محافظت کے لئے بہت سی حکمتوں پر مبنی ہیں۔ ورنہ جس کا علم اور قبضہ ہر چیز پر حاوی ہو اس کو ان چیزوں کی کوئی احتیاج نہیں۔ تم سورۃ الجن وللہ الحمد والمنۃ

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلْمُزَّمِّلُ ۝١ قُمِ ٱلَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ۝٢ نِّصْفَهُۥٓ

اے کپڑے میں لپٹنے والے ◆۱ کھڑا رہ رات کو مگر کسی رات ◆۲ آدھی رات

أَوِ ٱنقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ۝٣ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ

یا اس میں سے کم کر دے تھوڑا سا یا زیادہ کر اس پر ◆۳ اور کھول کھول کر

ٱلْقُرْءَانَ تَرْتِيلًا ۝٤ إِنَّا سَنُلْقِى عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا ۝٥

پڑھ قرآن کو صاف ◆۴ ہم ڈالنے والے ہیں تجھ پر ایک بات وزن دار (بھاری بات) ◆۵

إِنَّ نَاشِئَةَ ٱلَّيْلِ هِىَ أَشَدُّ وَطْـًٔا وَأَقْوَمُ قِيلًا ۝٦

البتہ اٹھنا رات کو سخت روندتا ہے اور سیدھی نکلتی ہے بات ◆۶

إِنَّ لَكَ فِى ٱلنَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا ۝٧ وَٱذْكُرِ ٱسْمَ رَبِّكَ

البتہ تجھ کو دن میں شغل رہتا ہے لمبا ◆۷ اور پڑھے جا نام اپنے رب کا

وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ۝٨ رَّبُّ ٱلْمَشْرِقِ وَٱلْمَغْرِبِ

اور چھوٹ کر چلا آ اس کی طرف سب سے الگ ہو کر ◆۸ مالک مشرق اور مغرب کا ◆۹

سورۃ المزمل

◆۱ **اس سورت کے نزول کا پس منظر** یہ سورت ابتدائی سورتوں میں سے ہے جو مکہ میں نازل ہوئیں۔ روایات صحیحہ میں ہے کہ شروع میں جب وحی کی دہشت اور ثقل سے آپ ﷺ کا بدن کانپنے لگا تو آپ ﷺ نے گھر والوں سے فرمایا۔ "زملونی زملونی" (مجھے کپڑا اڑھاؤ کپڑا اڑھاؤ) چنانچہ کپڑا اڑھا دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں اور اس سے اگلی سورت میں آپ کو وہی نام لے کر پکارا۔ اور بعض روایات میں ہے کہ قریش نے "دار الندوہ" میں جمع ہو کر آپ ﷺ کے متعلق مشورہ کیا کہ آپ ﷺ کی حالت کے مناسب کوئی لقب تجویز کرنا چاہئے۔ کسی نے "کاہن" کہا کسی نے "جادوگر" کسی نے "مجنون" مگر اتفاق رائے کسی چیز پر نہ ہوا۔ اخیر میں "ساحر" کی طرف رجحان تھا۔ آپ ﷺ کو خبر ہوئی تو رنجیدہ اور غمگین ہوئے اور کپڑوں میں لپٹ گئے۔ جیسا کہ اکثر سوچ اور غم میں مغموم آدمی اس طرح کر لیتا ہے۔ اس پر حق تعالیٰ نے تانیس و ملاطفت کے لئے اس عنوان سے خطاب فرمایا جیسے آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو ایک مرتبہ "قم ابا تراب" فرمایا تھا جبکہ وہ گھر سے رنجیدہ ہو کر چلے گئے اور مسجد میں زمین پر لیٹے ہوئے تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ لکھتے ہیں "کہ اس سورت میں خرقہ پوشی کے لوازم و شروط بیان ہوئی ہیں۔" گویا یہ سورت اس شخص کی سورت ہے جو درویشوں کا خرقہ پہنے اور اپنے تئیں اس رنگ میں رنگے۔ لغت عرب میں "مزمل" اس شخص کو کہتے ہیں جو بڑے کشادہ کپڑے کو اپنے اوپر لپیٹ لے۔ اور آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کا معمول ایسا تھا کہ جب نماز تہجد اور قرآن شریف کی تلاوت کے لئے رات کو اٹھتے تھے تو ایک کمبل دراز اوڑھ لیتے تھے تا سردی سے بدن محفوظ رہے اور وضو ونماز کی حرکات میں کسی طرح کا حرج واقع نہ ہو۔ نیز اس عنوان کے اختیار کرنے میں ان لوگوں کو ہشیار کرنا ہے جو کپڑوں میں لپٹے ہوئے رات کو آرام کر رہے ہوں کہ رات کا ایک معتد بہ حصہ اللہ کی عبادت میں گذاریں۔

قیام لیل کا حکم | یعنی کسی رات اتفاق سے نہ ہو سکے تو معاف ہے اور اکثر مفسرین کے نزدیک "اِلَّا قَلِیْلًا" کا مطلب یہ ہے کہ رات کو اللہ کی عبادت میں کھڑے رہو ہاں تھوڑا سا حصہ شب کا اگر آرام کرو تو مضائقہ نہیں۔ غالباً تھوڑے سے مراد یہاں نصف ہوگا کیونکہ رات جو آرام کے لئے تھی جب آدھی عبادت میں گذار دی تو اس کے اعتبار سے باقی نصف کو "تھوڑا" ہی کہنا موزوں تھا۔

یعنی آدھی رات سے کچھ کم جو تہائی تک پہنچ سکتی ہے یا آدھی سے زیادہ جو دو تہائی تک ہو۔ بقرینۃ قولہ تعالٰی فیما بعد " اِنَّ رَبَّکَ یَعْلَمُ اَنَّکَ تَقُوْمُ اَدْنٰی مِنْ ثُلُثَیِ الَّیْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ " الخ

تلاوت میں ترتیل کا حکم | یعنی تہجد میں قرآن ٹھہر ٹھہر کر پڑھ کہ ایک ایک حرف صاف سمجھ میں آئے۔ اس طرح پڑھنے سے فہم و تدبر میں مدد ملتی ہے اور دل پر اثر زیادہ ہوتا ہے اور ذوق وشوق بڑھتا ہے۔

قول ثقیل | حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "یعنی ریاضت کر تو بھاری بوجھ آسان ہو" اور وہ بوجھ ایسا ہے کہ جس کے سامنے شب بیداری کو سہل سمجھنا چاہئے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد پے بہ پے قرآن تم پر نازل کریں گے جو اپنی قدر ومنزلت کے اعتبار سے بہت قیمتی اور وزن دار اور اپنی کیفیات ولوازم کے اعتبار سے بہت بھاری اور گرانبار ہے۔

نزول قرآن کے وقت آنحضرت ﷺ کی کیفیت | احادیث میں ہے کہ نزول قرآن کے وقت آپ ﷺ پر بہت گرانی اور سختی گزرتی تھی۔ جاڑے کے موسم میں آپ ﷺ پسینہ پسینہ ہو جاتے تھے۔ اگر اس وقت کسی سواری پر سوار ہوتے تو سواری تحمل نہیں کر سکتی تھی۔ ایک مرتبہ آپ کی فخذ مبارک زید بن ثابتؓ کی ران پر تھی۔ اس وقت وحی نازل ہوئی۔ زید بن ثابتؓ کو ایسا محسوس ہوا کہ ان کی ران بوجھ سے پھٹ جائے گی۔ اس کے علاوہ اس ماحول میں قرآن کی دعوت وتبلیغ اور اس کے حقوق کا پوری طرح ادا کرنا اور اس راہ میں تمام سختیوں کو کشادہ دلی سے برداشت کرنا بھی سخت مشکل اور بھاری کام تھا۔ اور جس طرح ایک حیثیت سے یہ کلام آپ ﷺ پر بھاری تھا دوسری حیثیت سے کافروں اور منکروں پر شاق تھا۔ غرض ان تمام وجوہ کا لحاظ کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ جس قدر قرآن اتر چکا ہے۔ اس کی تلاوت میں رات کو مشغول رہا کریں اور اس عبادت خاص کے انوار سے اپنے تئیں مشرف کر کے اس فیض اعظم کی قبولیت کی استعداد اپنے اندر مستحکم فرمائیں۔

رات کو اٹھ کر عبادت کرنے کی فضیلت | یعنی رات کو اٹھنا کچھ آسان کام نہیں۔ بڑی بھاری ریاضت اور نفس کشی ہے جس سے نفس روندا جاتا ہے اور نیند آرام وغیرہ خواہشات پامال کی جاتی ہیں۔ نیز اس وقت دعا اور ذکر سیدھا دل سے ادا ہوتا ہے۔ زبان اور دل موافق ہوتے ہیں۔ جو بات زبان سے نکلتی ہے ذہن میں خوب جمتی چلی جاتی ہے۔ کیونکہ ہر قسم کے شوروغل اور چیخ پکار سے یکسو ہونے اور خداوند قدوس کے سماء دنیا پر نزول فرمانے سے قلب کو ایک عجیب قسم کے سکون وقرار اور لذت واشتیاق کی کیفیت میسر ہوتی ہے۔

یعنی دن میں لوگوں کو سمجھانا اور دوسرے کئی طرح کے مشاغل رہتے ہیں۔ گو وہ بھی آپ ﷺ کے حق میں بالواسطہ عبادت ہیں۔ تاہم بلا واسطہ پروردگار کی عبادت اور مناجات کے لئے رات کا وقت مخصوص رکھنا چاہئے۔ اگر عبادت میں مشغول ہو کر رات کی بعض حوائج چھوٹ جائیں تو کچھ پروا نہیں۔ دن میں ان کی تلافی ہو سکتی ہے۔

ہمہ وقت ذکر اللہ کرتے رہو | یعنی علاوہ قیام لیل کے دن میں بھی (گو بظاہر مخلوق سے معاملات وعلائق رکھنے پڑتے ہیں لیکن) دل سے اسی پروردگار کا علاقہ سب پر غالب رکھیے اور چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے اسی کی یاد میں مشغول رہیے غیر اللہ کا کوئی تعلق ایک آن کے لئے ادھر سے توجہ کو بٹنے نہ دے بلکہ سب تعلقات کٹ کر باطن میں اسی ایک کا تعلق باقی رہ جائے یا یوں کہو کہ سب تعلقات اسی ایک تعلق میں مدغم ہو جائیں جسے صوفیہ کے ہاں "بے ہمہ وباہمہ" یا "خلوت درانجمن" سے تعبیر کرتے ہیں۔

مشرق دن کا اور مغرب رات کا نشان ہے گویا اشارہ کر دیا کہ دن اور رات دونوں کو اسی مالک مشرق ومغرب کی یاد اور رضا جوئی میں لگانا چاہئے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۝٩ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا

اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں سو پکڑ لے اس کو کام بنانے والا ◆ اور سہتا رہ جو کچھ

يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ۝١٠ وَذَرْنِيْ وَ

کہتے رہیں ◆ اور چھوڑ دے ان کو بھلی طرح کا چھوڑنا ◆ اور چھوڑ دے مجھ کو اور

الْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ۝١١ اِنَّ لَدَيْنَآ

جھٹلانے والوں کو جو آرام میں رہے ہیں اور ڈھیل دے ان کو تھوڑی سی ◆ البتہ ہمارے پاس

اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ۝١٢ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا

بیڑیاں ہیں اور آگ کا ڈھیر اور کھانا گلے میں اٹکنے والا اور عذاب

اَلِيْمًا ۝١٣ يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ

دردناک ◆ جس دن کہ کانپے گی زمین اور پہاڑ اور ہو جائیں گے

الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ۝١٤ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ

پہاڑ ریت کے تودے پھسلتے (پھسلتے ریت کے تودے) ◆ ہم نے بھیجا تمہاری طرف

رَسُوْلًا ۥ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ

رسول بتلانے والا تمہاری باتوں کا ◆ جیسے بھیجا فرعون کے پاس

رَسُوْلًا ۝١٥ فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا

رسول ◆ پھر کہا نہ مانا فرعون نے رسول کا پھر پکڑی ہم نے اس کو

وَّبِيْلًا ۝١٦ فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا

وبال کی پکڑ ◆ پھر کیونکر بچو گے اگر منکر ہو گئے اس دن سے

◆ **اللہ کو وکیل بناؤ** یعنی بندگی بھی اسی کی اور توکل بھی اسی پر ہونا چاہئے۔ جب وہ وکیل وکارساز ہو تو دوسروں سے کٹ جانے اور الگ ہونے کی کیا پروا ہے۔

◆ یعنی کفار آپ ﷺ کو ساحر، کاہن اور مجنون و مسحور وغیرہ کہتے ہیں۔ ان باتوں کو صبر و استقلال سے سہتے رہیے۔

◆ بھلی طرح کا چھوڑنا یہ کہ ظاہر میں ان کی صحبت ترک کرو اور باطن میں ان کے حال سے خبردار رہو کہ کیا کرتے ہیں اور کیا کہتے ہیں اور مجھ کو کس طور سے یاد کرتے ہیں، دوسرے ان کی بدسلوکی کی شکایت کسی کے سامنے نہ کرو، نہ انتقام لینے کے درپے ہو، نہ گفتگو یا مقابلہ کے وقت کج خلقی کا اظہار کرو۔ تیسرے یہ کہ باوجود جدائی اور مفارقت کے ان کی نصیحت میں قصور نہ کیجئے بلکہ جس طرح بن پڑے ان کی ہدایت و رہنمائی میں سعی کرتے رہیے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یعنی خلق سے کنارہ کر لیکن لڑ بھڑ کر نہیں، سلوک سے،" مگر یاد رہے کہ یہ آیت مکی ہے اور آیات قتال کا نزول مدینہ میں ہوا ہے۔

◆ یعنی حق و صداقت کو جھٹلانے والے جو دنیا میں عیش و آرام کر رہے ہیں ان کا معاملہ میرے سپرد کیجئے میں خود ان سے نبٹ لونگا، مگر تھوڑی سی ڈھیل ہے۔

◆ عذاب دردناک سانپوں اور بچھوؤں کا اور خدا جانے کس کس قسم کا (العیاذ باللہ)

◆ **قیامت میں زمین کانپے گی** یعنی اس عذاب کی تمہید اس وقت سے شروع ہوگی جب پہاڑوں کی جڑیں ڈھیلی ہو جائیں گی اور وہ کانپ کر گر پڑیں گے اور ریزہ ریزہ ہو کر ایسے ہو جائیں گے جیسے ریت کے تودے جن پر قدم جم نہ سکے۔

◆ یعنی یہ پیغمبر اللہ کے ہاں گواہی دے گا کہ کس نے اس کا کہنا مانا اور کس نے نہیں مانا تھا۔

◆ **تورات کی پیشنگوئی** یعنی حضرت موسیٰؑ کی طرح تم کو مستقل دین اور عظیم الشان کتاب دیکر بھیجا۔ شاید یہ اس پیشین گوئی کی طرف اشارہ ہے جو تورات سفر استثناء میں ہے کہ "میں انکے لئے انکے بھائیوں (بنی اسمٰعیل) میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کرونگا۔"

◆ جب موسیٰؑ کے منکر کو ایسا سخت پکڑا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے منکرین کو کیوں نہ پکڑے گا۔ جو تمام انبیاء سے افضل اور برتر ہیں۔

يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبَا ﴿١٧﴾ السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ ؕ

جو کر ڈالے لڑکوں کو بوڑھا ﴿١﴾ آسمان پھٹ جائے گا اس دن میں

كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ﴿١٨﴾ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ

اس کا وعدہ ہونے والا ہے ﴿٢﴾ یہ تو نصیحت ہے پھر جو کوئی

شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿١٩﴾ؑ اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ

چاہے بنا لے اپنے رب کی طرف راہ ﴿٣﴾ بے شک تیرا رب جانتا ہے کہ تو

تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَ

اٹھتا ہے (کھڑا رہتا ہے) نزدیک دو تہائی رات کے اور آدھی رات کے اور تہائی رات کے اور

طَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَ

کتنے لوگ تیرے ساتھ کے ﴿٤﴾ اور اللہ ماپتا ہے رات کو اور

النَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ

دن کو اس نے جانا کہ تم اس کو پورا نہ کر سکو گے سو تم پر معافی بھیج دی

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ

اب پڑھو جتنا تم کو آسان ہو قرآن سے ﴿٥﴾ جانا کہ کتنے ہوں گے

مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِى الْاَرْضِ

تم میں بیمار اور کتنے اور لوگ پھریں گے ملک میں

يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ

ڈھونڈتے اللہ کے فضل کو اور کتنے لوگ لڑتے ہوں گے

۱ **بچوں کو بوڑھا کر دینے والا دن** یعنی دنیا میں اگر بچ گئے تو اس دن کیونکر بچو گے جس دن کی شدت اور درازی بچوں کو بوڑھا کر دینے والی ہوگی۔ خواہ فی الحقیقت بچے بوڑھے نہ ہوں لیکن اس روز کی سختی اور لمبائی کا اقتضاء یہی ہوگا۔

۲ یعنی اللہ کا وعدہ اٹل ہے ضرور ہو کر رہے گا۔ خواہ تم اس کو کتنا ہی بعید از امکان سمجھو۔

۳ یعنی نصیحت کر دی گئی اب جو اپنا فائدہ چاہے اس نصیحت پر عمل کر کے اپنے رب سے مل جائے۔ راستہ کھلا پڑا ہے کوئی روک ٹوک نہیں نہ خدا کا کچھ فائدہ ہے۔ تم سو دفعہ اپنا فائدہ سمجھو تو سیدھے چلے آؤ۔ **تنبیہ** رات کے جاگنے کا حکم جو شروع سورت میں تھا تقریباً ایک سال تک رہا۔ پھر اگلی آیت سے منسوخ ہوا۔

۴ **قیام لیل میں آنحضرت ﷺ اور صحابہؓ کی محنت** یعنی اللہ کو معلوم ہے کہ تم نے اور تمہارے ساتھیوں نے اس کے حکم کی پوری تعمیل کی۔ کبھی آدھی کبھی تہائی اور کبھی دو تہائی رات کے قریب اللہ کی عبادت میں گذاری۔ چنانچہ روایات میں ہے کہ صحابہؓ کے پاؤں راتوں کو کھڑے کھڑے سوج جاتے اور پھٹنے لگتے تھے۔ بلکہ بعض تو اپنے بال رسی سے باندھ لیتے تھے کہ نیند آئے تو جھٹکا لگ کر تکلیف سے آنکھ کھل جائے۔

۵ **قیام لیل کے حکم میں تخفیف** یعنی رات اور دن کی پوری پیمائش تو اللہ کو معلوم ہے وہی ایک خاص اندازہ سے کبھی رات کو دن سے گھٹاتا کبھی بڑھاتا اور کبھی دونوں کو برابر کر دیتا ہے۔ بندوں کو اس نیند اور غفلت کے وقت روزانہ آدھی، تہائی، اور دو تہائی رات کی پوری طرح حفاظت کرنا خصوصاً جبکہ گھڑی گھنٹوں کا سامان نہ ہو، سہل کام نہیں تھا، اسی لئے بعض صحابہؓ رات بھر نہ سوتے تھے کہ کہیں نیند میں ایک تہائی رات بھی جاگنا نصیب نہ ہو۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے معافی بھیج دی اور فرمادیا کہ تم اس کو ہمیشہ پوری طرح نباہ نہ سکو گے۔ اس لئے اب جس کو اٹھنے کی توفیق ہو، وہ جتنی نماز اور اس میں جتنا قرآن چاہے پڑھ لے۔ اب امت کے حق میں نہ نماز تہجد فرض ہے نہ وقت کی یا مقدار تلاوت کی کوئی قید ہے۔

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَاَقِيْمُوا

اللہ کی راہ میں سو پڑھ لیا کرو جتنا آسان ہو اس میں سے اور قائم رکھو

الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ۭ

نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ اور قرض دو اللہ کو اچھی طرح پر قرض دینا

وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ

اور جو کچھ آگے بھیجو گے اپنے واسطے کوئی نیکی اس کو پاؤ گے اللہ کے پاس

اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ۭ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۭ

بہتر اور ثواب میں زیادہ اور معافی مانگو اللہ سے

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۲۰

بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

اٰیاتُہَا ۵۶ (۷۴) سُوْرَةُ الْمُدَّثِّرِ مَكِّيَّةٌ (۴) رُکوعاتُہَا ۲

سورۂ مدثر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چھپن آیتیں ہیں اور اس میں دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝۱ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝۲ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝۳

اے لحاف میں لپٹنے والے کھڑا ہو پھر ڈر سنا دے اور اپنے رب کی بڑائی بول

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝۴ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝۵ وَلَا تَمْنُنْ

اور اپنے کپڑے پاک رکھ اور گندگی سے دور رہ اور ایسا نہ کر کہ احسان کرے

◆۱ **حکم میں تخفیف کی حکمت و مصلحت** | یعنی اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ تم میں بیمار بھی ہونگے اور مسافر بھی جو ملک میں روزی یا علم وغیرہ کی تلاش کرتے پھریں گے اور وہ مرد مجاہد بھی ہونگے جو اللہ کی راہ میں جنگ کریں گے ان حالات میں شب بیداری کے احکام پر عمل کرنا سخت دشوار ہوگا۔ اس لئے تم پر تخفیف کر دی کہ نماز میں جس قدر قرآن پڑھنا آسان ہو پڑھ لیا کرو۔ اپنی جان کو زیادہ تکلیف میں ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ ہاں فرض نمازیں نہایت اہتمام سے باقاعدہ پڑھتے رہو۔ اور زکوٰۃ دیتے رہو، اور اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے رہو کہ ان ہی باتوں کی پابندی سے بہت کچھ روحانی فوائد اور ترقیات حاصل ہو سکتی ہیں

قیام لیل کے حکم کی مصلحت | تنبیہ | اولین صحابہؓ سے ایک سال تک بہت تاکید و تحتم کے ساتھ یہ ریاضت شاقہ شاید اس لئے کرائی کہ وہ لوگ آئندہ تمام امت کے ہادی و معلم بننے والے تھے۔ ضرورت تھی کہ وہ اس قدر منجھ جائیں اور روحانیت کے رنگ میں ایسے رنگے جائیں کہ تمام دنیا ان کے آئینہ میں کمالات محمدی ﷺ کا نظارہ کر سکے اور یہ نفوس قدسیہ ساری امت کی اصلاح کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھا سکیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

◆۲ **اللہ کو قرض دینا** | پورے اخلاص سے اللہ کی راہ میں اسکے احکام کے موافق خرچ کرنا یہی اس کو اچھی طرح قرض دینا ہے۔ بندوں کو اگر قرض حسن دیا جائے وہ بھی اس کے عموم میں داخل سمجھو۔ **کما ثبت فضلہ فی الحدیث۔**

◆۳ **ہر نیکی اللہ کے پاس بہتر صورت میں موجود ہوگی** | یعنی جو نیکی یہاں کرو گے۔ اللہ کے ہاں اس کو نہایت بہتر صورت میں پاؤ گے اور بہت بڑا اجر اس پر ملے گا تو یہ مت سمجھو کہ جو نیکی ہم کرتے ہیں یہیں ختم ہو جاتی ہے۔ نہیں، وہ سب سامان تم سے آگے اللہ کے ہاں پہنچ رہا ہے جو عین حاجت کے وقت تمہارے کام آئے گا۔

◆۴ یعنی تمام احکام بجالا کر پھر اللہ سے معافی مانگو۔ کیونکہ کتنا ہی محتاط شخص ہو اس سے بھی کچھ نہ کچھ تقصیر ہو جاتی ہے۔ کون ہے جو دعویٰ کر سکے کہ میں نے اللہ کی بندگی کا حق پوری طرح ادا کر دیا۔ بلکہ جتنا بڑا بندہ ہو اسی قدر اپنے کو تقصیر وار سمجھتا ہے اور اپنی کوتاہیوں کی معافی چاہتا ہے۔ اے غفور و رحیم تو اپنے فضل سے میری خطاؤں اور کوتاہیوں کو بھی معاف فرما۔ **تم سورۃ المزمل وللہ الحمد والمنۃ**

سورۃ المدثر

◆۱ اس کے لئے سورۂ "مزمل" کا پہلا فائدہ ملاحظہ کر لیا جائے۔

◆۲ **انذار کا حکم** | یعنی وحی کے ثقل اور فرشتہ کی ہیبت سے آپ کو گھبرانا اور ڈرنا نہیں چاہئے۔ آپ کا کام تو یہ ہے کہ سب آرام و چین چھوڑ کر دوسروں کو خدا کا خوف دلائیں۔ اور کفر و معصیت کے برے انجام سے ڈرائیں۔

◆۳ کیونکہ رب کی بڑائی بولنے اور بزرگی و عظمت بیان کرنے ہی سے اس کا خوف دلوں میں پیدا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم و تقدیس ہی وہ چیز ہے جس کی معرفت سب اعمال و اخلاق سے پہلے حاصل ہونی چاہئے۔ بہر حال اس کے کمالات و انعامات پر نظر کرتے ہوئے نماز میں اور نماز سے باہر اس کی بڑائی کا اقرار و اعلان کرنا تمہارا کام ہے۔

◆۴ **کپڑوں کی ظاہری اور باطنی طہارت** | اس سورت کے نازل ہونے پر حکم ہوا کہ مخلوق کو خدا کی طرف بلائیں۔ پھر نماز وغیرہ کا حکم ہوا۔ نماز کے لئے شرط ہے کہ کپڑے پاک ہوں اور گندگی سے احتراز کیا جائے۔ ان چیزوں کو یہاں بیان فرما دیا۔ یہ ظاہر ہے کہ جب کپڑوں کا حسی و معنوی نجاستوں سے پاک رکھنا ضروری ہے تو بدن کی پاکی بطریق اولیٰ ضروری ہوگی۔ اس لئے اس کے بیان کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ بعض علماء نے کپڑوں کو پاک رکھنے سے نفس کا برے اخلاق سے پاک رکھنا مراد لیا ہے۔ اور گندگی سے دور رہنے کے معنی یہ لئے ہیں کہ بتوں کی گندگی سے دور رہئے۔ جیسے اب تک دور ہیں۔ بہر حال آیہ ہذا میں طہارت ظاہری و باطنی کی تاکید مقصود ہے۔ کیونکہ بدون اس کے رب کی بڑائی کماحقہٗ دلنشین نہیں ہو سکتی۔

تَسْتَكْثِرُ ۝ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝ فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ ۝

اور بدلہ بہت چاہے اور اپنے رب سے (کے) امید رکھ (حکم کی راہ دیکھ) ۱ پھر جب بجنے لگے وہ کھوکھری چیز ۲

فَذَٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ ۝ عَلَى الْكَافِرِينَ غَيْرُ

پھر وہ اس دن مشکل دن ہے ۳ منکروں پر نہیں

يَسِيرٍ ۝ ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا ۝ وَجَعَلْتُ

آسان ۴ چھوڑ دے مجھ کو اور اس کو جس کو میں نے بنایا اکا (اکیلا) ۵ اور دیا میں نے

لَهُ مَالًا مَمْدُودًا ۝ وَبَنِينَ شُهُودًا ۝ وَمَهَّدْتُ لَهُ

اس کو مال پھیلا کر اور بیٹے مجلس میں بیٹھنے والے ۶ اور تیاری کر دی اس کے لیے

تَمْهِيدًا ۝ ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ ۝ كَلَّا ۚ إِنَّهُ

خوب تیاری ۷ پھر لالچ رکھتا ہے کہ اور بھی دوں ۸ ہرگز نہیں وہ ہے

كَانَ لِآيَاتِنَا عَنِيدًا ۝ سَأُرْهِقُهُ صَعُودًا ۝ إِنَّهُ

ہماری آیتوں کا مخالف ۹ اب اس سے چڑھواؤں گا بڑی چڑھائی ۱۰ اس نے

فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۝ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ

فکر کیا اور دل میں ٹھہرالیا سو مارا جائیو کیسا ٹھہرایا پھر مارا جائیو کیسا

---

۱ **احسان کا بدلہ مت چاہو** یہ ہمت اور اولوالعزمی سکھلائی کہ جو کسی کو دے (روپیہ پیسہ یا علم وہدایت وغیرہ) اس سے بدلہ نہ چاہئے۔ محض اپنے رب کے دیے پر شاکر وصابر رہ اور جو شدائد دعوت وتبلیغ کے راستہ میں پیش آئیں ان کو اللہ کے واسطے صبر وتحمل سے برداشت کر اور اسی کے حکم کی راہ دیکھ کہ یہ عظیم الشان کام بدون اعلیٰ درجہ کی حوصلہ مندی اور صبر واستقلال کے انجام نہیں پائے گا۔ ان آیتوں کی تفسیر اور بھی کئی طرح کی گئی ہے لیکن احقر کے خیال میں یہی بے تکلف ہے۔

۲ یعنی صور پھونکا جائے۔

۳ **مشکل دن** یعنی اس دن کے واقعات میں سے صور کا پھونکا جانا گویا ایک مستقل دن ہے جو سرتاپا مشکلات اور سختیوں سے بھرا ہوگا۔

◆ یعنی منکروں پر کسی طرح کی آسانی نہ ہوگی بلکہ اس دن کی سختی دم بدم ان پر بڑھتی جائے گی۔ بخلاف مومنین کے کہ اگر سختی بھی دیکھیں گے تو کچھ مدت کے بعد پھر آسانی کر دی جائے گی۔

◆ **ولید بن مغیرہ** ہر انسان ماں کے پیٹ سے اکیلا اور جریدہ آتا ہے۔ مال، اولاد، فوج لشکر، سامان وغیرہ کچھ ساتھ نہیں لاتا یا "وحید" سے مراد خاص ولید بن مغیرہ ہو جس کے بارہ میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں۔ وہ اپنے باپ کا اکلوتا بیٹا تھا اور دنیوی ثروت ولیاقت کے اعتبار سے عرب میں فرد اور یکتا سمجھا جاتا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے منکروں کے معاملہ میں جلدی نہ کیجئے، نہ ان کو مہلت ملنے سے تنگدل ہوں۔ بلکہ ان کا قصہ میرے سپرد کرو۔ میں سب کا بھگتان کر دونگا۔ آپ کو غمگین و پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

◆ **حاضر باش بیٹوں کی نعمت** یعنی مال واولاد کا پھیلاوا بہت ہوا۔ دسوں بیٹے ہمہ وقت آنکھوں کے سامنے رہتے اور محفلوں میں باپ کی توقیر بڑھاتے اور دھاک بٹھلاتے تھے۔ تجارتی کاروبار اور دوسرے کام کاج کے لئے نوکر چاکر بہت تھے۔ ضرورت نہیں تھی کہ بیٹے باپ کی نظر سے غائب ہوں۔

◆ یعنی دنیا میں خوب عزت جمادی اور مسند حکومت وریاست اچھی طرح تیار کر دی۔ چنانچہ تمام قریش ہر مشکل کام میں اسی کی طرف رجوع کرتے اور اس کو اپنا حاکم جانتے تھے۔

◆ **ولید کی حرص مال اور ناشکری** یعنی باوجود کثرت نعمت وثروت کے کبھی حرف شکر زبان سے نہ نکالا۔ بلکہ ہمیشہ بت پرستی اور زیادہ مال جمع کرنے کی حرص میں منہمک رہتا اور اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اس کے سامنے بہشت کی نعمتوں کا ذکر فرماتے تو کہتا تھا کہ اگر یہ شخص اپنے بیان میں سچا ہے تو یقین کامل ہے کہ وہاں کی نعمتیں بھی مجھے ہی ملیں گی۔ اس کو فرماتے ہیں کہ باوجود اس قدر ناشکری اور حق ناشناسی کے یہ بھی توقع رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو دنیا وآخرت کی نعمتیں اور زیادہ دے گا۔

◆ **ولید کا زوال** یعنی جب وہ منعم حقیقی کی آیتوں کا مخالف ہے تو اسے ہرگز حق نہیں پہنچتا کہ ایسی توقع باندھے اور خیالی پلاؤ پکائے۔ کہتے ہیں کہ ان آیات کے نزول کے بعد پے بہ پے اس کے مال واسباب میں نقصان ہونا شروع ہوا۔ آخر فقیر ہو کر ذلت کے ساتھ مر گیا۔

◆ یعنی ابھی اس کو بہت بڑی چڑھائی چڑھنا اور سخت ترین مصائب میں گرفتار ہونا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ "صعود" دوزخ میں ایک پہاڑ ہے جس پر کافر کو ہمیشہ چڑھائیں گے اور گرائیں گے یہ بھی عذاب کی ایک قسم ہے **تنبیہ** ولید ایک بار آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے قرآن پڑھ کر سنایا۔ جس سے کسی قدر متاثر ہوا۔ مگر ابوجہل نے اس کو ورغلایا اور قریش میں چرچا ہونے لگا کہ اگر ولید مسلمان ہو گیا تو بڑی خرابی ہوگی۔ غرض سب جمع ہوئے اور آپ ﷺ کے بارے میں گفتگو ہوئی کسی نے کہا شاعر ہیں کسی نے کاہن بتلایا ولید بولا کہ میں شعر میں خود بڑا ماہر ہوں اور کاہنوں کی باتیں بھی سب سنی ہیں، قرآن نہ شعر ہے نہ کہانت۔ لوگوں نے کہا کہ آخر تیری کیا رائے ہے کہنے لگا ذرا سوچ لوں۔ آخر تیوری بدل کر اور منہ بنا کر کہا کچھ نہیں جادو ہے جو باہر والوں سے نقل ہوتا چلا آیا ہے۔ حالانکہ پیشتر قرآن سن کر کہہ چکا تھا کہ یہ سحر بھی نہیں نہ دیوانے کی بڑ معلوم ہوتی ہے بلکہ اللہ کا کلام ہے مگر محض برادری کو خوش کرنے کے لئے اب یہ بات بنادی۔ آگے اسی گفتگو کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

قَدَّرَ ﴿۲۰﴾ ثُمَّ نَظَرَ ﴿۲۱﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ وَ

ٹھہرایا ◆۱ پھر نگاہ کی پھر تیوری چڑھائی اور منہ تھتھایا (ترش رو ہوا) پھر پیٹھ پھیری اور

اسْتَكْبَرَ ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ﴿۲۴﴾ اِنْ

غرور کیا پھر بولا اور کچھ نہیں یہ جادو ہے چلا آتا اور کچھ نہیں

هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿۲۵﴾ سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ﴿۲۶﴾ وَمَآ

یہ کہا ہوا ہے آدمی کا ◆۲ اب اس کو ڈالوں گا آگ میں ◆۳ اور

اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ﴿۲۷﴾ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ﴿۲۸﴾ لَوَّاحَةٌ

تو کیا سمجھا کیسی ہے آگ نہ باقی رکھے اور نہ چھوڑے ◆۴ جلا دینے والی ہے

لِّلْبَشَرِ ﴿۲۹﴾ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿۳۰﴾ وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ

آدمیوں کو (نظر آتی ہے بدن پر) ◆۵ اس پر مقرر ہیں انیس فرشتے ◆۶ اور ہم نے جو رکھے ہیں دوزخ پر

النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۠ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا

داروغہ وہ فرشتے ہی ہیں ◆۷ اور ان کی جو گنتی رکھی ہے سو

فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا

جانچنے کو منکروں کے ◆۸ تاکہ یقین کر لیں وہ لوگ جن کو ملی ہے

الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ

کتاب اور بڑھے ایمانداروں کا ایمان اور دھوکا نہ کھائیں

◆۱ **ولید کا قرآن کو جادو کہنا اور تکبر** یعنی بدبخت نے دل میں سوچ کر ایک بات تجویز کی کہ قرآن جادو ہے۔ خدا غارت کرے کیسی مہمل تجویز کی پھر خدا غارت کرے کہ اپنی قوم کے جذبات کے لحاظ سے کیسی برمحل تجویز نکالی جس کو سن کر سب خوش ہو جائیں۔

◆۲ **ولید کے غرور و تکبر کے افعال** یعنی مجمع پر نگاہ ڈالی پھر خوب منہ بنایا۔ تا دیکھنے والے سمجھیں کہ اس کو قرآن سے بہت

کراہت اور انقباض ہے۔ پھر پیٹھ پھیر لی گویا بہت ہی قابل نفرت چیز کے متعلق کچھ بیان کرتا ہے۔ حالانکہ اس سے قبل اس کی حقانیت کا اقرار کر چکا تھا۔ اب برادری کی خوشنودی کے لئے اس سے پھر گیا۔ آخر نہایت غرور و تکبر کے انداز میں کہنے لگا۔ بس اور کچھ نہیں یہ جادو ہے جو پہلوں سے نقل ہوتا چلا آتا ہے۔ اور یقیناً یہ آدمی کا کلام ہے جو جادو بن کر باپ کو بیٹے سے، میاں کو بیوی سے، اور دوست کو دوست سے جدا کر دیتا ہے۔

۳ یعنی عنقریب اس کو آگ میں ڈال کر عناد و تکبر کا مزہ چکھاؤں گا۔

۴ **اہل جہنم کے جسم کی حالت** یعنی دوزخیوں کی کوئی چیز باقی نہ رہنے دے گی جو جلنے سے بچ جائے۔ پھر جلانے کے بعد اس حالت پر بھی نہ چھوڑے گی بلکہ دوبارہ اصلی حالت پر لوٹائے جائیں گے اور جلیں گے۔ یہی سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔ (العیاذ باللہ)
تنبیہ اکثر سلف سے یہی معنی منقول ہیں۔ بعض مفسرین نے دوسری طرح توجیہ کی ہے۔

۵ **کھال کی حالت** یعنی بدن کی کھال جھلس کر حیثیت بگاڑ دے گی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جیسے دہکتا لوہا سرخ نظر آتا ہے آدمی کی پنڈلی پر وہ سرخی نظر آئے گی۔"

۶ **دوزخ کے انیس داروغہ** یعنی دوزخ کے انتظام پر جو فرشتوں کا لشکر ہوگا اس کے افسر انیس فرشتے ہونگے۔ جن میں سب سے بڑے ذمہ دار کا نام "مالک" ہے **تنبیہ** حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے نہایت تفصیل سے انیس کے عدد کی حکمتیں بیان کی ہیں جو قابل دید ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جہنم میں مجرموں کو عذاب دینے کے لئے انیس قسم کے فرائض ہیں جن میں سے ہر فرض کی انجام دہی ایک ایک فرشتہ کی سرکردگی میں ہوگی۔ کوئی شبہ نہیں کہ فرشتہ کی طاقت بہت بڑی ہے اور ایک فرشتہ وہ کام کر سکتا ہے جو لاکھوں آدمی مل کر نہیں کر سکتے۔ لیکن یاد رہے کہ ہر فرشتہ کی یہ قوت اسی دائرہ میں محدود ہے جس میں کام کرنے کے لئے وہ مامور ہوا ہے۔ مثلاً ملک الموت لاکھوں آدمیوں کی جان ایک آن میں نکال سکتا ہے۔ مگر عورت کے پیٹ میں ایک بچہ کے اندر جان نہیں ڈال سکتا۔ حضرت جبرئیلؑ چشم زدن میں وحی لا سکتے ہیں لیکن پانی برسانا ان کا کام نہیں۔ جس طرح کان دیکھ نہیں سکتا آنکھ سن نہیں سکتی۔ اگرچہ اپنی قسم کے کام کتنے ہی سخت ہوں کر سکتے ہیں۔ مثلاً کان ہو سکتا ہے کہ ہزاروں آوازیں سن لے اور نہ تھکے، آنکھ ہزاروں رنگ دیکھ لے اور عاجز نہ ہو۔ اسی طرح اگر ایک فرشتہ عذاب کے واسطے دوزخیوں پر مقرر ہوتا اس سے ایک ہی قسم کا عذاب دوزخیوں پر ہو سکتا تھا۔ دوسری قسم کا عذاب جو اس کے دائرہ استعداد سے باہر ہے ممکن نہ تھا اس لئے انیس قسم کے عذابوں کے لئے (جن کی تفصیل تفسیر عزیزی میں ہے) انیس ذمہ دار فرشتے مقرر ہوئے ہیں۔ علماء نے اس عدد کی حکمتوں پر بہت کچھ کلام کیا ہے مگر احقر کے نزدیک حضرت شاہ صاحبؒ کا کلام بہت عمیق و لطیف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۷ **انیس کے عدد پر کفار کا استہزاء اور اس کا جواب** انیس کا عدد سن کر مشرکین ٹھٹھا کرنے لگے کہ ہم ہزاروں ہیں۔ انیس ہمارا کیا کر لیں گے۔ بہت ہوا ہم میں سے دس دس ان کے ایک ایک کے مقابلہ میں ڈٹ جائیں گے۔ ایک پہلوان بولا کہ سترہ کو تو میں اکیلا کافی ہوں، دو کا تم مل کر تیاپانچا کر لینا۔ اس پر یہ آیت اتری۔ یعنی وہ انیس تو ہیں مگر آدمی نہیں فرشتہ ہیں۔ جن کی قوت کا یہ حال ہے کہ ایک فرشتہ نے قوم لوط کی ساری بستی کو ایک بازو پر اٹھا کر پٹک دیا تھا۔

۸ **اس عدد میں حکمت ہے** یعنی کافروں کو عذاب دینے کے لئے انیس کی گنتی خاص حکمت سے رکھی جس کی طرف "عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ" کے فائدہ میں اشارہ کیا جا چکا ہے اور اس گنتی کے بیان کرنے میں منکروں کی جانچ ہے۔ دیکھتے ہیں کہ کون اس کو سن کر ڈرتا ہے اور کون ہنسی مذاق اڑاتا ہے۔

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ

جن کو ملی ہے کتاب ◆ اور مسلمان ◆۱ اور تا کہ کہیں وہ لوگ

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ

کہ جن کے دل میں روگ ہے ◆ اور منکر ◆۲ کیا غرض تھی اللہ کو

بِهٰذَا مَثَلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَ

اس مثل سے ◆۳ یوں بچلاتا ہے اللہ جس کو چاہے اور

يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا

راہ دیتا ہے جس کو چاہے ◆۴ اور کوئی نہیں جانتا تیرے رب کے لشکر کو مگر

هُوَ ۭ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ۝۳۱ كَلَّا وَالْقَمَرِ ۝۳۲

خود وہی ◆۵ اور وہ تو سمجھانا ہے لوگوں کے واسطے ◆۶ سچ کہتا ہوں اور قسم ہے چاند کی

وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ۝۳۳ وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ ۝۳۴ اِنَّهَا لَاِحْدَى

اور رات کی جب پیٹھ پھیرے اور صبح کی جب روشن ہووے وہ ایک (وہ دوزخ) ہے بڑی

الْكُبَرِ ۝۳۵ نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ ۝۳۶ لِمَنْ شَاۗءَ مِنْكُمْ اَنْ

چیزوں میں کی ◆۷ ڈرانے والی ہے لوگوں کو جو کوئی چاہے تم میں سے کہ

يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ ۝۳۷ كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ۝۳۸

آگے بڑھے یا پیچھے رہے ◆۸ ہر ایک جی اپنے کئے کاموں میں پھنسا ہوا ہے

اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ۝۳۹ فِيْ جَنّٰتٍ ۛ يَتَسَاۗءَلُوْنَ ۝۴۰ عَنِ

مگر داہنی طرف والے باغوں میں ہیں مل کر پوچھتے ہیں

① **استیقان اہل کتاب** اہل کتاب کو پہلے سے یہ عدد معلوم ہوگا جیسا کہ ترمذی کی ایک روایت میں ہے یا کم از کم کتب سماویہ کے ذریعہ اتنا تو جانتے تھے کہ فرشتوں میں کس قدر طاقت ہے۔ انیس بھی تھوڑے نہیں۔ اور یہ کہ انواع تعذیب کے اعتبار سے مختلف فرشتے دوزخ پر مامور ہونے چاہئیں یہ کام تنہا ایک کا نہیں۔ بہر حال اس بیان سے اہل کتاب کے دلوں میں قرآن کی حقیقت کا یقین پیدا ہوگا۔ اور یہ دیکھ کر مومنین کا ایمان بڑھے گا اور ان دونوں جماعتوں کو قرآن کے بیان میں کوئی شک و تردد نہیں رہے گا۔ نہ مشرکین کے استہزاء و تمسخر سے وہ کچھ دھوکا کھائیں گے۔

② ''اَلَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ'' سے منافقین یا ضعیف الایمان مراد ہیں اور ''اَلْكٰفِرُوْنَ'' سے کھلے ہوئے منکر۔

③ یعنی انیس کے بیان سے کیا غرض تھی۔ بھلا ایسی بے تکی اور غیر موزوں بات کو کون مان سکتا ہے۔ (العیاذ باللہ)

④ یعنی ایک ہی چیز سے بد استعداد آدمی گمراہ ہو جاتا ہے اور سلیم الطبع راہ پالیتا ہے جسے ماننا مقصود نہ ہو وہ کام کی بات کو ہنسی مذاق میں اڑا دیتا ہے اور جس کے دل میں خوف خدا اور نور توفیق ہو اس کے ایمان و یقین میں ترقی ہوتی ہے۔

⑤ **اللہ کے لشکر** یعنی اللہ کے بیشمار لشکروں کی تعداد اسی کو معلوم ہے۔ انیس تو صرف کارکنان جہنم کے افسر بتلائے ہیں۔

⑥ یعنی دوزخ کا ذکر صرف عبرت و نصیحت کے لئے ہے کہ اس کا حال سن کر لوگ غضب الٰہی سے ڈریں اور نافرمانی سے باز آئیں۔

⑦ یعنی جو بڑی بڑی ہولناک اور عظیم الشان چیزیں ظاہر ہونے والی ہیں دوزخ ان میں کی ایک چیز ہے۔

⑧ آگے بڑھے نیکی یا بہشت کی طرف اور پیچھے رہے بدی میں پھنسا ہوا یا دوزخ میں پڑا ہوا۔ بہر حال مقصود یہ ہے کہ دوزخ سب مکلفین کے حق میں بڑے ڈراوے کی چیز ہے اور چونکہ اس ڈرانے کے عواقب و نتائج قیامت میں ظاہر ہونگے۔ اس لئے قسم ایسی چیزوں کی کھائی جو قیامت کے بہت ہی مناسب ہے۔ چنانچہ چاند کا اول بڑھنا پھر گھٹنا نمونہ ہے اس عالم کے نشو و نما اور اضمحلال و فنا کا اسی طرح اس عالم دنیا کو عالم آخرت کے ساتھ حقائق کے اختفاء و انکشاف میں ایسی نسبت ہے جیسے رات کو دن کے ساتھ۔ گویا اس عالم کا ختم ہو جانا رات کے گذر جانے اور اس عالم کا ظہور نور صبح کے پھیل جانے کے مشابہ ہے۔ واللہ اعلم۔

الْمُجْرِمِينَ ﴿٤١﴾ مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ﴿٤٢﴾ قَالُوا لَمْ

گنہگاروں کا حال (۱) تم کو کاہے سے جا پڑے دوزخ میں (۲) وہ بولے

نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ﴿٤٣﴾ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ﴿٤٤﴾

ہم نہ تھے نماز پڑھتے اور نہ تھے کھانا کھلاتے محتاج کو

وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ ﴿٤٥﴾ وَكُنَّا نُكَذِّبُ

اور ہم تھے باتوں میں دھنستے (بحث کرتے) دھنسنے والوں کے ساتھ (بحث کرنے والوں کے ساتھ) اور ہم تھے جھٹلاتے

بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿٤٦﴾ حَتَّىٰ أَتَانَا الْيَقِينُ ﴿٤٧﴾ فَمَا

انصاف کے دن کو یہاں تک کہ آ پہنچی ہم پر وہ یقینی بات (۳) پھر

تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ ﴿٤٨﴾ فَمَا لَهُمْ عَنِ

کام نہ آئے گی ان کے سفارش سفارش کرنے والوں کی (۴) پھر کیا ہوا ہے ان کو

التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ﴿٤٩﴾ كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُسْتَنْفِرَةٌ ﴿٥٠﴾ فَرَّتْ

کہ نصیحت سے منہ موڑتے ہیں (۵) گویا کہ وہ گدھے ہیں بدکنے والے بھاگتے ہیں

مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴿٥١﴾ بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِنْهُمْ أَنْ

غل مچانے سے (شیر سے) (۶) بلکہ چاہتا ہے ہر ایک مرد ان میں کا کہ

يُؤْتَىٰ صُحُفًا مُنَشَّرَةً ﴿٥٢﴾ كَلَّا ۖ بَلْ لَا يَخَافُونَ

ملیں اس کو ورق کھلے ہوئے (۷) ہرگز نہیں (۸) پر وہ ڈرتے نہیں

الْآخِرَةَ ﴿٥٣﴾ كَلَّا إِنَّهُ تَذْكِرَةٌ ﴿٥٤﴾ فَمَنْ شَاءَ ذَكَرَهُ ﴿٥٥﴾

آخرت سے (۹) کوئی نہیں یہ تو نصیحت ہے (۱۰) پھر جو کوئی چاہے اس کو یاد کرے (۱۱)

۱ **داہنے ہاتھ والے** یعنی جولوگ میثاق کے دن حضرت آدمؑ کی پشت سے داہنی طرف سے نکلے تھے اور دنیا میں بھی سیدھی چال چلتے رہے اور موقف میں بھی عرش کے داہنی طرف جدھر بہشت ہے کھڑے ہوئے اور اسی طرف روانہ ہوئے اور انکے نامہ اعمال بھی داہنے ہاتھ میں آئے وہ لوگ البتہ قید میں پھنسے ہوئے نہیں بلکہ جنت کے باغوں میں آزاد ہیں اور نہایت بے فکر اور فارغ البال ہوکر آپس میں ایک دوسرے سے یا فرشتوں سے گنہگاروں کا حال پوچھتے ہیں کہ وہ لوگ کہاں گئے جو نظر نہیں پڑتے۔

۲ **اہل جنت کا اہل دوزخ سے سوال** یعنی جب سنیں گے کہ گنہگاروں کو دوزخ میں داخل کیا گیا ہے، تب ان گنہگاروں کی طرف متوجہ ہوکر یہ سوال کریں گے کہ باوجود عقل و دانائی کے تم اس دوزخ کی آگ میں کیسے آپڑے۔

۳ **اہل جہنم کا جواب** یعنی نہ اللہ کا حق پہچانا نہ بندوں کی خبر لی۔ البتہ دوسرے لوگوں کی طرح حق کے خلاف بحثیں کرتے رہے اور بد صحبتوں میں رہ کر شکوک و شبہات کی دلدل میں دھنستے چلے گئے۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ ہم کو یقین نہ ہوا کہ انصاف کا دن بھی آنے والا ہے۔ ہمیشہ اس بات کو جھٹلایا کیے یہاں تک کہ موت کی گھڑی سر پر آن پہنچی اور آنکھوں سے دیکھ کر ان باتوں کا یقین حاصل ہوا جن کی تکذیب کیا کرتے تھے۔

۴ کافر کے حق میں کوئی سفارش نہ کرے گا اور کرے گا تو قبول نہ ہوگی۔

۵ یعنی یہ مصیبتیں سامنے ہیں۔ مگر نصیحت سن کر ٹس سے مس نہیں ہوتے بلکہ سننا بھی نہیں چاہتے۔

۶ **کفار جنگلی گدھوں کی طرح ہیں** یعنی حق کا شور وغل اور شیران خدا کی آوازیں سن کر جنگلی گدھوں کی طرح بھاگے جاتے ہیں۔

۷ یعنی پیغمبر کی بات ماننا نہیں چاہتے بلکہ ان میں ہر شخص کی آرزو یہ ہے کہ خود اس پر اللہ کے کھلے ہوئے صحیفے اتریں اور پیغمبر بنایا جائے۔ "حَتّٰی نُؤْتٰی مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰهِ" (انعام۔ رکوع ۱۵) یا یہ کہ ان میں سے ہر ایک کے پاس براہ راست ایک نوشتہ خدا کی طرف سے آئے جس میں محمد ﷺ کے اتباع کا حکم دیا گیا ہو۔ "حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیْنَا کِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ" (بنی اسرائیل۔ رکوع ۱۰)

۸ یعنی ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کیونکہ نہ ان میں لیاقت نہ اس کی ضرورت۔

۹ **کفار کی بیہودہ درخواستیں** یعنی یہ بیہودہ درخواستیں بھی کچھ اس لئے نہیں کہ ایسا کر دیا جائے تو واقعی مان جائیں گے بلکہ اصل سبب یہ ہے کہ یہ لوگ آخرت کے عذاب سے نہیں ڈرتے اس لئے حق کی طلب نہیں، اور یہ درخواستیں محض تعنت سے ہیں۔ اگر یہ درخواستیں بالفرض پوری کر دی جائیں تب بھی اتباع نہ کریں۔ کما قال تعالٰی "وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ كِتٰبًا فِیْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَیْدِیْهِمْ لَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ" (انعام۔ رکوع ۱)

۱۰ یعنی ہر ایک کو الگ الگ کتاب دی جائے، ایسا نہیں ہوسکتا۔ یہ ایک کتاب (قرآن کریم) ہی نصیحت کے لئے کافی ہے۔

۱۱ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یعنی (یہ کتاب) ایک پر اتری تو کیا ہوا، کام تو سب کے آتی ہے۔"

وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى

اور وہ یاد بھی کریں کہ چاہے اللہ ﴿۱﴾ وہی ہے جس سے ڈرنا چاہئے

وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿۵۶﴾

اور وہی ہے بخشنے کے لائق ﴿۲﴾

آیاتہا ۴۰ (۷۵) سُوْرَةُ الْقِيٰمَةِ مَكِّيَّةٌ (۳۱) رکوعاتہا ۲

سورۂ قیامت مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چالیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ﴿۱﴾ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ

قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی ﴿۳﴾ اور قسم کھاتا ہوں جی کی

اللَّوَّامَةِ ﴿۲﴾ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ﴿۳﴾

کہ جو ملامت کرے برائی پر ﴿۴﴾ کیا خیال رکھتا ہے آدمی کہ جمع نہ کریں گے ہم اس کی ہڈیاں ﴿۵﴾

﴿۱﴾ اور اللہ کا چاہنا نہ چاہنا سب حکمتوں پر مبنی ہے۔ جن کا احاطہ کوئی بشر نہیں کرسکتا۔ وہی ہر شخص کی استعداد و لیاقت کو ملاحظہ جانتا ہے۔ اور اس کے موافق معاملہ کرتا ہے۔

﴿۲﴾ **تقویٰ مغفرت کا سبب ہے** یعنی آدمی کتنا ہی گناہ کرے۔ لیکن پھر جب تقویٰ کی راہ چلے گا اور اس سے ڈرے گا، وہ اس کے سب گناہ بخش دے گا، اور اس کی توبہ کو قبول کریگا۔ انسؓ ابن مالک سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر بطور حاشیہ منبیہ کے، ایک عبارت اس آیت کی تلاوت کے بعد نقل فرمائی۔ جس کے الفاظ یہ ہیں۔ " قَالَ رَبُّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ انا اهل ان اتقى فلا يشرك بي شيء فاذا اتقاني العبد فانا اهل ان اغفر لهٗ " " یعنی میں اس کے لائق ہوں کہ بندہ مجھ سے ڈرے اور میرے ساتھ کسی کو کسی کام میں شریک نہ کرے، پھر جب بندہ مجھ سے ڈرا (اور شرک سے پاک ہوا) تو میری شان یہ ہے کہ میں اس کے گناہوں کو بخشش دوں۔ " حق تعالیٰ اپنے فضل و رحمت سے ہم کو توحید و ایمان پر ہمیشہ قائم رکھے۔ اور اپنی مہربانی سے ہمارے گناہ معاف فرمائے۔ آمین۔ تم سورة المدثر ولله الحمد والمنة

سورۃ القیٰمۃ

قیامت کے دن کی قسم | یعنی قیامت کا دن جس کا ممکن ہونا عقل سے اور متیقن الوقوع ہونا ایسے مخبر صادق کی خبر سے ثابت ہو چکا ہے جس کے صدق پر دلائل قطعیہ قائم ہیں اس کی قسم کھاتا ہوں کہ تم یقیناً مرے پیچھے اٹھائے جاؤ گے اور ضرور بھلے برے کا حساب ہوگا۔ **تنبیہ** | واضح ہو کہ دنیا میں کئی قسم کی چیزیں ہیں جن کی قسم لوگ کھاتے ہیں اپنے معبود کی، کسی معظم ومحترم ہستی کی، کسی مہتم بالشان چیز کی، کسی محبوب یا نادر شے کی، اس کی خوبی یا ندرت جتانے کے لئے، جیسے کہتے ہیں کہ فلاں کی قسمت کی قسم کھائیے۔ پھر بلغاء یہ بھی رعایت کرتے ہیں کہ مقسم بہ مقسم علیہ کے مناسب ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر جگہ مقسم بہ کو مقسم علیہ کے لئے شاہد ہی گردانا جائے جیسے ذوق نے کہا ہے۔

اتنا ہوں تری تیغ کا شرمندۂ احساں
سر میرا ترے سر کی قسم اٹھ نہیں سکتا

یہاں اپنے سر کے نہ اٹھ سکنے پر محبوب کے سر کی قسم کھانا کس قدر موزوں ہے شریعت حقہ نے غیر اللہ کی قسم کھانا بندوں کے لئے حرام کر دیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی شان بندوں سے جداگانہ ہے۔ وہ اپنے غیر کی قسم کھاتا ہے اور عموماً ان چیزوں کی جو اس کے نزدیک محبوب یا نافع یا وقیع ومہتم بالشان ہوں، یا مقسم علیہ کے لئے بطور شاہد وحجت کے کام دے سکیں یہاں یوم قیامت کی قسم اس کے نہایت وقیع و مہتم بالشان ہونے کی وجہ سے ہے اور جس مضمون پر قسم کھائی ہے اس سے مناسبت ظاہر ہے کیونکہ بعث ومجازات کا ظرف ہی یوم قیامت ہے۔ واللہ اعلم۔

نفس لوامہ اور نفس کی دوسری اقسام | محققین نے لکھا ہے کہ آدمی کا نفس ایک چیز ہے لیکن اسکی تین حالتوں کے اعتبار سے تین نام ہو گئے ہیں۔ اگر نفس عالم علوی کی طرف مائل ہوا اور اللہ کی عبادت وفرمانبرداری میں اس کو خوشی حاصل ہوئی اور شریعت کی پیروی میں سکون اور چین محسوس کیا اس نفس کو "مطمئنہ" کہتے ہیں "یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً" (الفجر) اور اگر عالم سفلی کی طرف جھک پڑا اور دنیا کی لذات وخواہشات میں پھنس کر بدی کی طرف رغبت کی اور شریعت کی پیروی سے بھاگا اس کو "نفس امارہ" کہتے ہیں کیونکہ وہ آدمی کو برائی کا حکم کرتا ہے۔ "وَمَاۤ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ" (یوسف۔ رکوع ۷) اور اگر کبھی عالم سفلی کی طرف جھکتا اور شہوت وغضب میں مبتلا ہوتا ہے اور کبھی عالم علوی کی طرف مائل ہو کر ان چیزوں کو برا جانتا ہے اور ان سے دور بھاگتا ہے اور کوئی برائی یا کوتاہی ہو جانے پر شرمندہ ہو کر اپنے تئیں ملامت کرتا ہے اس کو "نفس لوامہ" کہتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "آدمی کا جی اول کھیل میں اور مزوں میں غرق ہوتا ہے ہرگز نیکی کی طرف رغبت نہیں کرتا۔ ایسے جی کو "امارہ بالسوء" کہتے ہیں۔ پھر ہوش پکڑا، نیک وبد سمجھا تو باز آیا کبھی (غفلت ہوئی تو) اپنی خو پر دوڑ پڑا، پیچھے کچھ سمجھ آئی تو اپنے کئے پر پچھتانے اور ملامت کرنے لگا۔ ایسا نفس (جی) "لوامہ" کہلاتا ہے۔ پھر جب پورا سنور گیا، دل سے رغبت نیکی ہی پر ہو گئی بیہودہ کام سے خود بخود بھاگنے لگا اور بدی کے ارتکاب بلکہ تصور سے تکلیف پہنچنے لگی، وہ نفس "مطمئنہ" ہو گیا۔" اھ بتغییر یسیر۔ یہاں نفس لوامہ کی قسم کھا کر اشارہ فرما دیا کہ اگر فطرت صحیح ہو تو خود انسان کا نفس دنیا ہی میں برائی اور تقصیر پر ملامت کرتا ہے۔ یہی چیز ہے جو اپنی اعلیٰ واکمل ترین صورت میں قیامت کے دن ظاہر ہوگی۔

ہڈیاں جمع کر دی جائیں گی | یعنی یہ خیال ہے کہ ہڈیوں تک کا چورا ہو گیا اور انکے ریزے مٹی وغیرہ کے ذرات میں جا ملے۔ بھلا اب کس طرح اکٹھے کر کے جوڑ دیئے جائیں گے؟ یہ چیز تو محال معلوم ہوتی ہے۔

بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۝٤ بَلْ يُرِيْدُ

کیوں نہیں — ہم ٹھیک کر سکتے ہیں اس کی پوریاں — بلکہ چاہتا ہے

الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۝٥ يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ۝٦

آدمی — کہ ڈھٹائی کرے اس (اپنے) کے سامنے — پوچھتا ہے — کب ہوگا دن قیامت کا

فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝٧ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۝٨ وَجُمِعَ الشَّمْسُ

پھر جب چندھیانے لگے آنکھ — اور گہ جائے چاند — اور اکٹھے ہوں سورج

وَالْقَمَرُ ۝٩ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ۝١٠

اور چاند — کہے گا آدمی — اس دن کہاں — چلا جاؤں بھاگ کر

كَلَّا لَا وَزَرَ ۝١١ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَىِٕذِ ِۨ الْمُسْتَقَرُّ ۝١٢

کوئی نہیں کہیں نہیں ہے بچاؤ — تیرے رب تک ہے اس دن — جا ٹھہرنا

يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ۝١٣ بَلِ

جتلا دیں گے انسان کو — اس دن — جو اس نے آگے بھیجا — اور پیچھے چھوڑا — بلکہ

الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ۝١٤ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ۝١٥

آدمی — اپنے واسطے آپ دلیل ہے — اور پڑا لا ڈالے اپنے بہانے

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝١٦ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ

نہ چلا تو اس کے پڑھنے پر اپنی زبان تا کہ جلدی اس کو سیکھ لے — وہ تو ہمارا ذمہ ہے اس کو جمع رکھنا (کر دینا) تیرے سینہ میں

وَقُرْاٰنَهٗ ۝١٧ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝١٨ ثُمَّ اِنَّ

اور پڑھنا تیری زبان سے — پھر جب ہم پڑھنے لگیں فرشتہ کی زبانی تو ساتھ رہ اس کے پڑھنے کے — پھر مقرر

(۱) **انگلی کی پوریاں** یعنی ہم تو انگلیوں کی پوریاں بھی درست کر سکتے ہیں اور پوریوں کی تخصیص شاید اس لئے کی کہ یہ اطراف بدن ہیں اور ہر چیز کے بننے کی تکمیل اس کے اطراف پر ہوتی ہے۔ چنانچہ ہمارے محاورہ میں ایسے موقع پر بولتے ہیں کہ میری پور پور میں درد ہے۔ اس سے مراد تمام بدن ہوتا ہے۔ دوسرے پوریوں میں باوجود چھوٹی ہونے کے صنعت کی رعایت زیادہ اور عادۃً یہ زیادہ دشوار اور باریک کام ہے۔ لہٰذا جو اس پر قادر ہوگا وہ آسان پر بطریق اولیٰ قادر ہوگا۔

(۲) **قیامت سے انکار کی اصل وجہ** یعنی جو لوگ قیامت کا انکار کرتے اور دوبارہ زندہ کیے جانے کو محال جانتے ہیں اس کا سبب یہ نہیں کہ یہ مسئلہ بہت مشکل ہے اور اللہ کی قدرت کاملہ کے دلائل ونشانات غیر واضح ہیں۔ بلکہ آدمی چاہتا ہے کہ قیامت کے آنے سے پہلے اپنی اگلی عمر میں جو باقی رہ گئی ہے بالکل بے باک ہو کر فسق وفجور کرتا رہے اگر کہیں قیامت کا اقرار کر لیا اور اعمال کے حساب کتاب کا خوف دل میں بیٹھ گیا تو فسق وفجور میں اس قدر بے باکی اور ڈھٹائی اس سے نہ ہو سکے گی۔ اس لئے ایسا خیال دل میں آنے ہی نہیں دیتا۔ جس سے عیش منغص ہو اور لذت میں خلل پڑے۔ بلکہ استہزاء وتعنت اور سینہ زوری سے سوال کرتا ہے کہ ہاں صاحب وہ آپ کی قیامت کب آئے گی۔ اگر واقعی آنے والی ہے تو بقید سنہ وماہ اس کی تاریخ تو بتلائیے۔

(۳) **قیامت کے نشانات** یعنی حق تعالیٰ کی تجلی قہری سے جب آنکھیں چندھیانے لگیں گی اور مارے حیرت کے نگاہیں خیرہ ہو جائیں گی اور سورج بھی سر کے قریب آجائیگا۔

(۴) **چاند کا گہن** یعنی بے نور ہو جائے۔ چاند کو شاید الگ اس لئے ذکر کیا کہ عرب کو بوجہ قمری حساب رکھنے کے اس کا حال دیکھنے کا زیادہ اہتمام تھا۔

(۵) **جمع شمس وقمر** یعنی بے نور ہونے میں دونوں شریک ہونگے۔

(۶) **قیامت کے دن کوئی مفر نہیں** یعنی اب تو کہتا ہے کہ وہ دن کہاں ہے۔ اور اس وقت بد حواس ہو کر کہے گا کہ آج کدھر بھاگوں اور کہاں پناہ لوں۔ ارشاد ہوگا کہ آج نہ بھاگنے کا موقع ہے نہ سوال کرنے کا۔ آج کوئی طاقت تیرا بچاؤ نہیں کر سکتی، نہ پناہ دے سکتی ہے۔ آج کے دن سب کو اپنے پروردگار کی عدالت میں حاضر ہونا اور اسی کی پیشی میں ٹھہرنا ہے پھر وہ جسکے حق میں جو کچھ فیصلہ کرے۔

(۷) **اعمال کا جتلایا جانا** یعنی سب اگلے پچھلے اعمال نیک ہوں یا بد، اس کو جتلا دیئے جائیں گے۔

(۸) **انسان خود اپنے آپ پر مطلع ہوگا** حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "یعنی اپنے احوال میں غور کرے تو رب کی وحدانیت جانے (اور یہ کہ سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے) اور جو کہے میری سمجھ میں نہیں آتا، یہ سب بہانے ہیں۔" لیکن اکثر مفسرین نے اس کا تعلق "یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ" الخ سے رکھا ہے یعنی جتلانے پر بھی موقوف نہیں۔ انسان اپنی حالت پر خود مطلع ہوگا گو باقتضائے طبیعت وہاں بھی بہانے بنائے اور حیلے حوالے پیش لائے جیسے کفار کہیں گے۔" وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ " بلکہ یہاں دنیا میں بھی وہ انسان جس کا ضمیر بالکل مسخ نہ ہو گیا ہو اپنی حالت کو خوب سمجھتا ہے۔ گو دوسروں کے سامنے حیلے بہانے بنا کر اسکے خلاف ثابت کرنے کی کتنی ہی کوشش کرے۔

عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۞۱۹ كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ۞۲۰ وَتَذَرُوْنَ

ہمارا ذمہ ہے اس کو کھول کر بتلانا ◆۱ — کوئی نہیں پر تم چاہتے ہو جو جلد — اور چھوڑتے ہو

الْاٰخِرَةَ ۞۲۱ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۞۲۲ اِلٰى رَبِّهَا

جو دیر میں آئے ◆۲ — کتنے منہ اس دن — تازہ ہیں — اپنے رب کی طرف

نَاظِرَةٌ ۞۲۳ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۢ بَاسِرَةٌ ۞۲۴ تَظُنُّ اَنْ

دیکھنے والے ◆۳ — اور کتنے منہ اس دن — اداس ہیں ◆۴ — خیال کرتے ہیں

يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ۞۲۵ كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۞۲۶

کہ ان پر وہ آئے جس سے ٹوٹے کمر ◆۵ — ہرگز نہیں — جس وقت جان پہنچے ہانس (سینہ کی ہنسلی) تک ◆۶

وَقِيْلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ۞۲۷ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ۞۲۸ وَ

اور لوگ کہیں کون ہے جھاڑنے والا ◆۷ — اور وہ سمجھا کہ اب آیا وقت جدائی کا ◆۸ — اور

الْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۞۲۹ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ

لپٹ گئی پنڈلی پر پنڈلی ◆۹ — تیرے رب کی طرف ہے — اس دن

◆۱ **قرآن کریم کے الفاظ و معانی کا یاد کرا دینا ہمارے ذمہ ہے** | شروع میں جس وقت حضرت جبرئیلؑ اللہ کی طرف سے قرآن لاتے، ان کے پڑھنے کے ساتھ ساتھ حضرت ﷺ بھی دل میں پڑھتے جاتے تھے تاکہ جلد اسے یاد کرلیں اور سیکھ لیں۔ مبادا جبرئیلؑ چلے جائیں اور وحی پوری طرح محفوظ نہ ہو سکے۔ مگر اس صورت میں آپ ﷺ کو سخت مشقت ہوتی تھی۔ جب تک پہلا لفظ کہیں اگلا سننے میں نہ آتا۔ اور سمجھنے میں بھی ظاہر ہے دقت پیش آتی ہوگی اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس وقت پڑھنے اور زبان ہلانے کی حاجت نہیں ہمہ تن متوجہ ہو کر سننا ہی چاہیے۔ یہ فکر مت کرو کہ یاد نہیں رہے گا۔ پھر کیسے پڑھونگا۔ اور لوگوں کو کس طرح سناؤں گا۔ اس کا تمہارے سینے میں حرف بحرف جمع کر دینا اور تمہاری زبان سے پڑھوانا ہمارے ذمہ ہے۔ جبرئیلؑ جس وقت ہماری طرف سے پڑھیں آپ ﷺ تو خاموشی سے سنتے رہیے۔ آگے اس کا یاد کرانا اور اس کے علوم و معارف کا تمہارے اوپر کھولنا اور تمہاری زبان سے دوسروں تک پہنچانا، ان سب باتوں کے ہم ذمہ دار ہیں۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے جبرئیلؑ کے ساتھ ساتھ پڑھنا ترک کر دیا۔ یہ بھی ایک معجزہ ہوا، کہ ساری وحی سنتے رہے اس وقت زبان سے ایک لفظ نہ دہرایا۔ لیکن فرشتے کے جانے کے بعد پوری وحی لفظ بہ لفظ کامل ترتیب کے ساتھ بدون ایک زیر زبر کی تبدیلی کے فر فر سنا دی اور سمجھا دی، یہ اس دنیا میں ایک چھوٹا سا نمونہ ہوا۔ "يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ" کا یعنی

جس طرح اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ اپنی وحی فرشتے کے چلے جانے کے بعد بھی پوری ترتیب کے ساتھ حرف بحرف بدون ادنیٰ فروگذاشت کے اپنے پیغمبر کے سینے میں جمع کر دے، کیا اس پر قادر نہیں کہ بندوں کے اگلے پچھلے اعمال جن میں سے بعض کو کرنے والا بھی بھول گیا ہوگا سب جمع کر کے ایک وقت میں سامنے کر دے اور انکو خوب طرح یاد دلا دے۔ اور اسی طرح ہڈیوں کے منتشر ذرات کو سب جگہ سے اکٹھا کر کے ٹھیک پہلی ترتیب پر انسان کو ازسرنو وجود عطا فرما دے۔ بیشک وہ اس پر اور اس سے کہیں زیادہ پر قادر ہے۔

◆ **دنیا میں انہماک** یعنی تمہارا قیامت وغیرہ سے انکار کرنا ہرگز کسی دلیل صحیح پر مبنی نہیں، بلکہ دنیا میں انہماک اس کا سبب ہے۔ دنیا چونکہ نقد اور جلد ملنے والی چیز ہے اسی کو تم چاہتے ہو۔ اور آخرت کو ادھار سمجھ کر چھوڑتے ہو کہ اس کے ملنے میں ابھی دیر ہے۔ انسان کی طبیعت میں جلد بازی داخل ہے" خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ "(انبیاء۔ رکوع ۳) فرق اتنا ہے کہ نیک لوگ پسندیدہ چیزوں کے حاصل کرنے میں جلدی کرتے ہیں جس کی ایک مثال ابھی " لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ " میں گزری اور بدتمیز آدمی اس چیز کو پسند کرتے ہیں جو جلد ہاتھ آئے خواہ آخر کار اس کا نتیجہ ہلاکت ہی کیوں نہ ہو۔

◆ **مومنین کے چہرے تروتازہ ہوں گے** یہ آخرت کا بیان ہوا۔ یعنی مومنین کے چہرے اس روز تروتازہ اور ہشاش بشاش ہونگے۔ اور انکی آنکھیں محبوب حقیقی کے دیدار مبارک سے روشن ہونگی۔ قرآن کریم اور احادیث متواترہ سے یقینی طور پر معلوم ہو چکا ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ گمراہ لوگ اس کے منکر ہیں کیونکہ یہ دولت ان کے نصیب میں نہیں۔ اَللّٰهُمَّ لا تحرمنا من هذه النعمة التی لیس فوقها نعمة۔

◆ یعنی پریشان اور بے رونق ہونگے۔

◆ یعنی یقین رکھتے ہیں کہ اب وہ معاملہ ہونے والا ہے اور وہ عذاب بھگتنا ہے جو بالکل ہی کمر توڑ دے گا۔

◆ **موت کے وقت جب روح ہنسلی میں آجائے گی** یعنی آخرت کو ہرگز دور مت سمجھو۔ اس سفر آخرت کی پہلی منزل تو موت ہے جو بالکل قریب ہے۔ یہیں سے باقی منزلیں طے کرتے ہوئے آخری ٹھکانے پر جا پہنچو گے۔ گویا ہر آدمی کی موت اس کے حق میں بڑی قیامت کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہے۔ جہاں مریض کی روح سمٹ کر ہنسلی تک پہنچی اور سانس حلق میں رکنے لگی سمجھو کہ سفر آخرت شروع ہو گیا۔

◆ **کون ہے جھاڑ پھونک کرنے والا؟** ایسی مایوسی کے وقت طبیبوں اور ڈاکٹروں کی کچھ نہیں چلتی جب لوگ ظاہر علاج و تدبیر سے عاجز آ جاتے ہیں تو جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈوں کی سوجھتی ہے۔ کہتے ہیں کہ میاں کوئی ایسا شخص ہے جو جھاڑ پھونک کر کے اس کو مرنے سے بچالے اور بعض سلف نے کہا کہ" مَنْ رَاقٍ "فرشتوں کا کلام ہے جو ملک الموت کے ساتھ روح قبض کرنے کے وقت آتے ہیں وہ آپس میں پوچھتے ہیں کہ کون اس مردے کی روح کو لے جائے گا رحمت کے فرشتے یا عذاب کے؟ اس تقدیر پر" راق"" رقی" سے مشتق ہوگیا جس کے معنی اوپر چڑھنے کے ہیں۔" رقیہ" سے نہ ہوگا۔ جو افسوں کے معنی میں ہے۔

◆ **مرنے والے کو جدائی کا احساس** یعنی مرنے والا سمجھ چکا کہ تمام عزیز و اقارب اور محبوب و مالوف چیزوں سے اب اس کو جدا ہونا ہے یا یہ مطلب کہ روح بدن سے جدا ہونے والی ہے۔

◆ **مرنے والے پر دو سختیاں** یعنی بعض اوقات سکرات موت کی سختی سے ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لپٹ لپٹ جاتی ہے۔ نیز نیچے کے بدن سے روح کا تعلق منقطع ہونے کے بعد پنڈلیوں کا ہلانا اور ایک کو دوسرے سے جدا رکھنا اس کے اختیار میں نہیں رہتا۔ اس لئے ایک پنڈلی دوسری پر بے اختیار جا گرتی ہے۔ اور بعض سلف نے کہا کہ عرب کے محاورات میں" ساق" کنایہ ہے سخت مصیبت سے۔ تو آیت کا ترجمہ یوں کیا جائے گا کہ" ملی ایک سختی دوسری سختی کے ساتھ" کیونکہ مرنے والے کو اس وقت دو سختیاں پیش آتی ہیں۔ پہلی سختی تو یہی دنیا سے جانا، مال و اسباب، اہل و عیال، جاہ و حشم، سب کو چھوڑنا دشمنوں کی خوشی و طعنہ زنی، اور دوستوں کے رنج و غم کا خیال آنا، اور دوسری اس سے بڑی قبر اور آخرت کے احوال کی ہے۔ جس کی کیفیت بیان میں نہیں آسکتی۔

الْمَسَاقُ ﴿۳۰﴾ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ﴿۳۱﴾ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۳۲﴾

کھنچ کر چلا جانا ◆ پھر نہ یقین لایا اور نہ نماز پڑھی پھر جھٹلایا اور منہ موڑا

ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ﴿۳۳﴾ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۴﴾ ثُمَّ اَوْلٰى

پھر گیا اپنے گھر کو اکڑتا ہوا ◆ خرابی تیری خرابی پر خرابی تیری پھر خرابی تیری

لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۵﴾ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ﴿۳۶﴾

خرابی پر خرابی تیری ◆ کیا خیال رکھتا ہے آدمی کہ چھوٹا رہے گا بے قید ◆

اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ﴿۳۷﴾ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً

بھلا نہ تھا وہ ایک بوند منی کی جو ٹپکی ◆ پھر تھا لہو جما ہوا

فَخَلَقَ فَسَوّٰى ﴿۳۸﴾ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَ

پھر اس نے بنایا اور ٹھیک کر اٹھایا پھر کیا اس میں جوڑا نر اور

الْاُنْثٰى ﴿۳۹﴾ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ﴿۴۰﴾

مادہ کیا یہ (ایسا) خدا زندہ نہیں کر سکتا مردوں کو ◆

اٰیاتھا ۳۱ (۷۶) سُوْرَةُ الدَّهْرِ مَدَنِيَّةٌ (۹۸) رکوعاتھا ۲

سورۂ دہر مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی اکتیس آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ

کبھی گزرا ہے انسان پر ایک وقت زمانے میں کہ نہ تھا وہ

◆۱ **رب کی طرف کھنچ کر جانا** یعنی سفر آخرت کی ابتداء یہاں سے ہے گویا اب بندہ اپنے رب کی طرف کھنچنا شروع ہوا مگر افسوس اپنی غفلت وحماقت سے کوئی سامان سفر کا پہلے سے درست نہ کیا نہ اتنے بڑے سفر کے لئے کوئی توشہ ساتھ لیا۔

◆۲ یعنی بجائے سچا سمجھنے اور یقین لانے کے پیغمبروں کو جھوٹا بتلاتا رہا، اور بجائے نماز پڑھنے اور مالک کی طرف متوجہ ہونے کے ہمیشہ ادھر سے منہ موڑ کر چلا۔ نہ صرف یہی بلکہ اپنی اس سرکشی اور بدبختی پر اتراتا اور اکڑتا ہوا اپنے متعلقین کے پاس جاتا تھا۔ گویا کوئی بہت بڑی بہادری اور ہنرمندی کا کام کر کے آرہا ہے۔

◆۳ یعنی او بدبخت اب تیری کم بختی آئی، ایک مرتبہ نہیں کئی مرتبہ اب تیرے لئے خرابی پر خرابی اور تباہی پر تباہی ہے۔ تجھ سے بڑھ کر اللہ کی نئی نئی سزاؤں کا مستحق اور کون ہوگا۔ **تنبیہ** شاید اول خرابی یقین نہ لانے اور نماز نہ پڑھنے پر، دوسری اس سے بڑھ کر جھٹلانے اور منہ موڑنے پر، تیسری اور چوتھی ان دونوں امور میں سے ہر ایک کو قابل فخر سمجھنے پر ہو۔ جس کی طرف۔ ''ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى'' میں اشارہ ہے۔ واللہ اعلم۔

◆۴ یعنی کیا آدمی یہ سمجھا ہے کہ اس کو یونہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا؟ اور امر و نہی کی کوئی قید اس پر نہ ہوگی؟ یا مرے پیچھے اٹھایا نہ جائے گا؟ اور سب نیک و بد کا حساب نہ لیں گے؟

◆۵ یعنی عورت کے رحم میں۔

◆۶ **انسان کی اصل حقیقت اور انجام** یعنی نطفہ سے جمے ہوئے خون کی شکل میں آیا۔ پھر اللہ نے اس کی پیدائش کے سب مراتب پورے کر کے انسان بنادیا اور تمام ظاہری اعضاء اور باطنی قوتیں ٹھیک کر دیں۔ ایک نطفہ بیجان سے انسان عاقل بن گیا۔ پھر اسی نطفہ سے عورت اور مرد دو قسم کے آدمی پیدا کئے جن میں سے ہر ایک قسم کی ظاہری و باطنی خصوصیات جداگانہ ہیں۔ کیا وہ قادر مطلق جس نے اولاً سب کو ایسی حکمت وقدرت سے بنایا، اس پر قادر نہیں کہ دوبارہ زندہ کر دے؟ ''سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ فَبَلٰى'' پاک ہے تیری ذات اے خدا! کیوں نہیں، تو بیشک قادر ہے۔ تم سورۃ القیمۃ وللہ الحمد والمنۃ

شَيْـًٔا مَّذْكُورًا ۝١ إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ

کوئی چیز جو زبان پر آتی ۱ ہم نے بنایا آدمی کو ایک دورنگی

أَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ۝٢ إِنَّا هَدَيْنَاهُ

بوند سے ۲ ہم پلٹتے رہے اس کو پھر کر دیا اس کو ہم نے سننے والا دیکھنے والا ۳ ہم نے اس کو سجھائی

السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا ۝٣ إِنَّا أَعْتَدْنَا

راہ یا حق ماننا ہے اور یا ناشکری کرتا ہے ۴ ہم نے تیار کر رکھی ہیں

لِلْكَافِرِينَ سَلَاسِلَا وَأَغْلَالًا وَسَعِيرًا ۝٤ إِنَّ الْأَبْرَارَ

منکروں کے واسطے زنجیریں اور طوق اور آگ دہکتی ۵ البتہ نیک لوگ

يَشْرَبُونَ مِن كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُورًا ۝٥ عَيْنًا يَشْرَبُ

پیتے ہیں پیالہ جس کی ملونی ہے کافور ایک چشمہ ہے جس سے پیتے ہیں

بِهَا عِبَادُ اللَّهِ يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيرًا ۝٦ يُوفُونَ

بندے اللہ کے ۶ چلاتے ہیں وہ اس کی نالیاں ۷ پورا کرتے ہیں

بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ۝٧ وَ

منت کو ۸ اور ڈرتے ہیں اس دن سے کہ اس کی برائی پھیل پڑے گی ۹ اور

يُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا

کھلاتے ہیں کھانا اس کی محبت پر محتاج کو اور یتیم کو

وَأَسِيرًا ۝٨ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ

اور قیدی کو ۱۰ ہم جو تم کو کھلاتے ہیں سو خالص (فقط) اللہ کی خوشی چاہنے کو نہ تم سے

سورۃ الدھر

◆ ۱ **انسان عدم محض تھا** | بیشک انسان پر ایک وقت گزر چکا ہے۔ جب اس کا کچھ نام و نشان نہ تھا۔ پھر کتنے ہی دور طے کر کے نطفہ کی شکل میں آیا۔ وہ حالت بھی اس کی موجودہ شرافت و کرامت کو دیکھتے ہوئے اس قابل نہیں کہ زبان پر لائی جائے۔

◆ ۲ **مخلوط پانی سے انسان کی تخلیق** | یعنی مرد اور عورت کے دو رنگے پانی سے پیدا کیا۔ تنبیہ | "امشاج" کے معنی مخلوط کے ہیں۔ نطفہ جن غذاؤں کا خلاصہ ہے، وہ مختلف چیزوں سے مرکب ہوتی ہیں اس لئے عورت کے پانی سے قطع نظر کر کے بھی اس کو "امشاج" کہہ سکتے ہیں۔

◆ ۳ **الٹ پھیر کے بعد دیکھنے سننے والا بنا دیا** | یعنی نطفہ سے جما ہوا خون، پھر اس سے گوشت کا لوتھڑا بنایا۔ اسی طرح کئی طرح کے الٹ پھیر کرنے کے بعد اس درجہ میں پہنچا دیا کہ اب وہ کانوں سے سنتا اور آنکھوں سے دیکھتا ہے اور ان قوتوں سے وہ کام لیتا ہے جو کوئی دوسرا حیوان نہیں لے سکتا۔ گویا اور سب اس کے سامنے بہرے اور اندھے ہیں۔ تنبیہ | "نبتلیہ" کے معنی اکثر مفسرین نے امتحان و آزمائش کے لئے ہیں۔ یعنی آدمی کا بنانا اس غرض سے تھا کہ اس کو احکام کا مکلف اور امر و نہی کا مخاطب بنا کر امتحان لیا جائے اور دیکھا جائے کہ کہاں تک مالک کے احکام کی تعمیل میں وفاداری دکھلاتا ہے۔ اسی لئے اس کو سننے، دیکھنے، اور سمجھنے کی وہ قوتیں دی گئیں جن پر تکلیف شرعی کا مدار ہے۔

◆ ۴ **ہدایت کے باوجود دو فرقے ہو گئے** | یعنی اولاً اصل فطرت اور پیدائشی عقل و فہم سے، پھر دلائل عقلیہ و نقلیہ سے نیکی کی راہ سجھائی جس کا مقتضی یہ تھا کہ سب انسان ایک راہ پر چلتے لیکن گرد و پیش کے حالات اور خارجی عوارض سے متاثر ہو کر سب ایک راہ پر نہ رہے۔ بعض نے اللہ کو مانا اور اس کا حق پہچانا، اور بعض نے ناشکری اور ناحق کوشی پر کمر باندھ لی۔ آگے دونوں کا انجام مذکور ہے۔

◆ ۵ **منکروں کیلئے طوق اور زنجیریں** | یعنی جو لوگ رسم و رواج اور اوہام و ظنون کی زنجیروں میں جکڑے رہے اور غیر اللہ کی حکومت و اقتدار کے طوق اپنے گلوں سے نہ نکال سکے۔ بلکہ حق و حاملین حق کے خلاف دشمنی اور لڑائی کی آگ بھڑکانے میں عمریں گذار دیں، کبھی بھول کر اللہ کی نعمتوں کو یاد نہ کیا۔ نہ اس کی سچی فرمانبرداری کا خیال دل میں لائے۔ ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے آخرت میں دوزخ کے طوق و سلاسل اور بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔

◆ ۶ **ابرار کیلئے چشمہ کافور کی شراب** | یعنی جام شراب پئیں گے جس میں تھوڑا سا کافور ملایا جائے گا۔ یہ کافور دنیا کا نہیں بلکہ جنت کا ایک خاص چشمہ ہے جو خاص طور پر اللہ کے مقرب و مخصوص بندوں کو ملے گا۔ شاید اس کو ٹھنڈا، خوشبودار، مفرح اور سفید رنگ ہونے کی وجہ سے کافور کہتے ہونگے۔

◆ ۷ **چشمہ کا بہنا عباد اللہ کے اختیار میں** | یعنی وہ چشمہ ان بندوں کے اختیار میں ہوگا جدھر اشارہ کریں گے اسی طرف کو اس کی نالی بہنے لگے گی۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا اصل منبع حضور ﷺ پر نور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قصر میں ہوگا۔ وہاں سے سب انبیاء و مومنین کے مکانوں تک اس کی نالیاں پہنچائی جائیں گی۔ واللہ اعلم۔ آگے ابرار کی خصلتیں بیان فرمائی ہیں۔

◆ ۸ **منت کو پورا کرنے والے** | یعنی جو منت مانی ہوا سے پورا کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب خود اپنی لازم کی ہوئی چیز کو پورا کریں گے تو اللہ کی لازم کی ہوئی باتوں کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔

◆ ۹ یعنی اس دن کی سختی اور برائی درجہ بدرجہ سب کو عام ہوگی۔ کوئی شخص بالکلیہ محفوظ نہ رہے گا۔ "اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰہُ۔"

◆ ۱۰ **قیدیوں سے حسن سلوک کرنے والے** | یعنی اللہ کی محبت کے جوش میں اپنا کھانا باوجود خواہش اور احتیاج کے نہایت شوق اور خلوص سے مسکینوں یتیموں اور قیدیوں کو کھلا دیتے ہیں۔ تنبیہ | قیدی عام ہے مسلم ہو یا کافر۔ حدیث میں ہے کہ "بدر" کے قیدیوں کے متعلق حضور ﷺ نے حکم دیا کہ جس مسلمان کے پاس کوئی قیدی رہے اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔ چنانچہ صحابہؓ اس حکم کی تعمیل میں قیدیوں کو اپنے سے بہتر کھانا کھلاتے تھے حالانکہ وہ قیدی مسلمان نہ تھے مسلمان بھائی کا حق تو اس سے بھی زیادہ ہے۔ اگر لفظ "اسیر" میں ذرا توسع کر لیا جائے تب تو یہ آیت غلام اور مدیون کو بھی شامل ہو سکتی ہے کہ وہ بھی ایک طرح سے قید میں ہیں۔

جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝۹ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا

ہم چاہیں بدلہ اور نہ چاہیں شکر گزاری ﴿۱﴾ ہم ڈرتے ہیں اپنے رب سے ایک دن

عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ۝۱۰ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ

اداسی والے کی سختی سے ﴿۲﴾ پھر بچا لیا ان کو اللہ نے برائی سے اس دن کی

وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ۝۱۱ وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا

اور ملا دی ان کو تازگی اور خوش وقتی ﴿۳﴾ اور بدلہ دیا ان کو ان کے صبر پر

جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ۝۱۲ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ج لَا

باغ اور پوشاک ریشمی ﴿۴﴾ تکیہ لگائے بیٹھیں اس میں تختوں کے اوپر ﴿۵﴾ نہیں

يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ۝۱۳ وَدَانِيَةً

دیکھتے وہاں دھوپ اور نہ ٹھر ﴿۶﴾ اور جھک رہیں

عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ۝۱۴ وَ

ان پر اس کی چھائیں اور پست کر رکھے ہیں اس کے گچھے لٹکا کر ﴿۷﴾ اور

يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ

لوگ لیے پھرتے ہیں ان کے پاس برتن چاندی کے اور آبخورے

كَانَتْ قَوَارِيْرَا ۝۱۵ قَوَارِيْرَا مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا

جو ہو رہے ہیں شیشے کے شیشے ہیں چاندی کے ﴿۸﴾ ماپ رکھا ہے ان کا

تَقْدِيْرًا ۝۱۶ وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا

ماپ ﴿۹﴾ اور ان کو وہاں پلاتے ہیں پیالے جس کی ملونی ہے

قوارير حفص بغیر الف پر ۲ برا، الف کا وقف جائز ہے اور وصل میں بغیر الف ہی ہے اور دوسرا دونوں حالت میں بغیر الف ہے

۱ یہ کھلانے والے زبان حال سے کہتے ہیں اور کہیں مصلحت ہو تو زبان قال سے بھی کہہ سکتے ہیں۔

۲ **اخلاص سے کھانا کھلانے والے** یعنی کیوں نہ کھلائیں اور کھلانے کے بعد کیونکر بدلہ یا شکریہ کے امیدوار رہیں جب کہ ہم کو اپنے پروردگار اور اس دن کا خوف لگا ہوا ہے جو بہت سخت اداس اور غصہ سے چیں بہ جبیں ہوگا۔ ہم تو اخلاص کے ساتھ کھلانے پلانے کے بعد بھی ڈرتے ہیں کہ دیکھئے ہمارا عمل مقبول ہوا یا نہیں۔ مبادا اخلاص وغیرہ میں کمی رہ گئی ہو اور الٹا منہ پر مارا جائے۔

۳ یعنی جس چیز سے وہ ڈرتے تھے۔ اللہ نے اس سے محفوظ و مامون رکھا۔ اور ان کے چہروں کو تازگی اور دلوں کو سرور عطا کیا۔

۴ یعنی از بسکہ یہ لوگ دنیا کی تنگیوں اور سختیوں پر صبر کر کے معاصی سے رکے اور طاعت پر جمے رہے تھے۔ اس لئے اللہ نے ان کو عیش کرنے کے لئے جنت کے باغ اور لباسہائے فاخرہ مرحمت فرمائے۔

۵ بادشاہوں کی طرح۔

۶ **جنت کا موسم** یعنی جنت کا موسم نہایت معتدل ہوگا نہ گرمی کی تکلیف نہ سردی کی۔

۷ **جنت کے پھلوں کے گچھے** یعنی درختوں کی شاخیں مع اپنے پھول پھل وغیرہ کے ان پر جھکی پڑتی ہونگی اور پھلوں کے خوشے ایسی طرح لٹکے ہونگے اور ان کے قبضہ میں کر دیئے جائیں گے کہ جنتی جس حالت میں چاہے کھڑے بیٹھے، لیٹے بے تکلف چن سکے **تنبیہ** شاید درختوں کی شاخوں کو یہاں ظلال سے تعبیر فرمایا ہے یا واقعی سایہ ہو۔ کیونکہ آفتاب کی دھوپ نہ سہی، کوئی دوسری قسم کا نور تو وہاں ضرور ہوگا۔ اس کے سایہ میں بہشتی تفنن وتفریح کی غرض سے کبھی بیٹھنا چاہیں گے۔ واللہ اعلم۔

۸ **جنت کے برتن** یعنی آبخورے اصل میں چاندی کے بنے ہونگے نہایت سفید، بے داغ اور فرحت بخش، لیکن صاف وشفاف اور چمکدار ہونے میں شیشے کی طرح معلوم ہونگے۔ ان کے اندر کی چیز باہر سے صاف نظر آئے گی۔

۹ **اندازے پر بھرے ہوئے** یعنی جنتی کو جس قدر پینے کی خواہش ہوگی ٹھیک اس کے اندازے کے موافق بھرے ہونگے کہ نہ کمی رہے نہ بچے۔ یا بہشتیوں نے اپنے دل سے جیسا اندازہ کر لیا ہوگا بلا کم وکاست اسی کے موافق آئیں گے۔

زَنْجَبِيلًا ﴿١٧﴾ عَيْنًا فِيهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيلًا ﴿١٨﴾ وَ

سونٹھ ◆ ایک چشمہ ہے اس میں اس کا نام کہتے ہیں سلسبیل ◆ اور

يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ۚ إِذَا رَأَيْتَهُمْ

پھرتے ہیں ان کے پاس لڑکے سدا رہنے والے ◆ جب تو ان کو دیکھے

حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُورًا ﴿١٩﴾ وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ

خیال کرے کہ موتی ہیں بکھرے ہوئے ◆ اور جب تو دیکھے وہاں تو دیکھے

نَعِيمًا وَّمُلْكًا كَبِيرًا ﴿٢٠﴾ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ

نعمت اور سلطنت بڑی ◆ اور پر کی پوشاک ان کی کپڑے ہیں باریک

خُضْرٌ وَّإِسْتَبْرَقٌ ۫ وَّحُلُّوٓا أَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَسَقٰهُمْ

ریشم کے سبز اور گاڑھے ◆ اور ان کو پہنائے جائیں گے کنگن چاندی کے ◆ اور پلائے ان کو

رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا ﴿٢١﴾ إِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّ

ان کا رب شراب جو پاک کرے دل کو ◆ یہ ہے تمہارا بدلہ اور

كَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُورًا ﴿٢٢﴾ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ

کمائی تمہاری ٹھکانے لگی ◆ ہم نے اتارا تجھ پر

ع ١ ٢٢ ١٩

الْقُرْاٰنَ تَنْزِيلًا ﴿٢٣﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ

قرآن تج تج اتارنا ◆ سو تو انتظار کر اپنے رب کے حکم کا ◆ اور کہنا مت مان

مِنْهُمْ اٰثِمًا أَوْ كَفُورًا ﴿٢٤﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً

ان میں سے کسی گنہگار کا یا ناشکر کا ◆ اور لیتا رہ نام اپنے رب کا صبح

◈ ۱ **سونٹھ ملے ہوئے مشروب** یعنی ایک جام شراب وہ تھا جس کی ملونی کافور ہے۔ دوسرا وہ ہوگا۔ جس میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی۔ مگر یہ دنیا کی سونٹھ نہ سمجھئے وہ ایک چشمہ ہے جنت میں جس کو سلسبیل کہتے ہیں۔ سونٹھ کی تاثیر گرم ہے اور وہ حرارت غریزیہ میں انتعاش پیدا کرتی ہے۔ عرب کے لوگ اس کو بہت پسند کرتے تھے۔ بہر حال کسی خاص مناسبت سے اس چشمہ کو زنجبیل کا چشمہ کہتے ہیں۔ ابرار کے پیالہ میں اس کی تھوڑی سی آمیزش کی جائے گی۔ اصل میں وہ چشمہ بڑے عالی مقام مقربین کے لئے ہے۔ واللہ اعلم۔

◈ ۲ **جنت کا چشمہ سلسبیل** اس نام کے معنی ہیں پانی صاف بہتا ہوا۔ کذافی الموضح۔

◈ ۳ یعنی ہمیشہ لڑکے رہیں گے یا جنتیوں سے کبھی چھینے نہ جائیں گے۔

◈ ۴ **بکھرے موتیوں کی طرح خوبصورت لڑکے** یعنی اپنے حسن و جمال صفائی اور آب و تاب میں ادھر ادھر پھرتے ہوئے ایسے خوش منظر معلوم ہونگے گویا بہت سے چمکدار خوبصورت موتی زمین پر بکھیر دیئے گئے۔

◈ ۵ **جنت کی عظیم حکومت** یعنی جنت کا حال کیا کہا جائے، کوئی دیکھے تو معلوم ہو کہ کیسی عظیم الشان نعمت اور کتنی بھاری بادشاہت ہے جو ادنیٰ ترین جنتی کو نصیب ہوگی۔ رَزَقَنَا اللّٰہُ مِنۡھَا بِمَنِّهٖ وَ فَضۡلِهٖ.

◈ ۶ **جنت کے لباس** یعنی باریک اور دبیز دونوں قسم کے ریشم کے لباس جنتیوں کو ملیں گے۔

◈ ۷ **چاندی کے کنگن** اس سورت میں تین جگہ چاندی کے برتنوں اور زیور وغیرہ کا ذکر آیا ہے۔ دوسری جگہ سونے کے بیان کئے گئے ہیں۔ ممکن ہے یہ بھی ہوں اور وہ بھی، کسی کو یہ ملیں، کسی کو وہ۔ یا کبھی یہ کبھی وہ۔

◈ ۸ **پروردگار کی طرف سے شراب طہور** یعنی سب نعمتوں کے بعد شراب طہور کا ایک جام محبوب حقیقی کی طرف سے ملے گا، جس میں نہ نجاست ہوگی نہ کدورت، نہ سرگرانی، نہ بدبو، اس کے پینے سے دل پاک اور پیٹ صاف ہونگے، پینے کے بعد بدن سے پسینہ نکلے گا جس کی خوشبو مشک کی طرح مہکنے والی ہوگی۔

◈ ۹ یعنی مزید اعزاز و اکرام اور تطییب قلوب کے لئے کہا جائے گا کہ یہ تمہارے اعمال کا بدلہ ہے۔ تمہاری کوشش مقبول ہوئی۔ اور محنت ٹھکانے لگی۔ اس کو سن کر جنتی اور زیادہ خوش ہونگے۔

◈ ۱۰ **کفار پر صبر کیجئے** تاکہ آپ ﷺ کا دل مضبوط رہے اور لوگ بھی آہستہ آہستہ اپنے نیک و بد کو سمجھ لیں۔ اور معلوم کر لیں کہ جنت کن اعمال کی بدولت ملتی ہے۔ اگر اس طرح سمجھانے پر بھی نہ مانیں اور اپنی ضد و عناد ہی قائم رہیں تو آپ ﷺ اپنے پروردگار کے حکم پر برابر جمے رہئے۔ اور آخری فیصلہ کا انتظار کیجئے۔

◈ ۱۱ **قریش کے سرداروں کی بات نہ مانیئے** عتبہ اور ولید وغیرہ کفار قریش آپ ﷺ کو دنیوی لالچ دے کر اور چکنی چپڑی باتیں بنا کر چاہتے تھے کہ فرض تبلیغ و دعوت سے باز رکھیں۔ اللہ نے متنبہ فرما دیا۔ کہ آپ ﷺ ان میں سے کسی کی بات نہ مانیں۔ کیونکہ کسی گنہگار فاسق یا ناشکر کافر کا کہنا ماننے سے نقصان کے سوا کچھ حاصل نہیں۔ ایسے شریروں اور بدبختوں کی بات پر کان دھرنا نہیں چاہئے۔

وَّ اَصِيْلًا ﴿۲۵﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَ سَبِّحْهُ

اور شام ◆ اور کسی (کچھ) وقت رات کو سجدہ کر اس کو ◆ اور پاکی

لَيْلًا طَوِيْلًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَ

بول اس کی بڑی رات تک ◆ یہ لوگ چاہتے ہیں جلدی ملنے والے کو اور

يَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ﴿۲۷﴾ نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ

چھوڑ رکھا ہے اپنے پیچھے ایک بھاری دن کو ◆ ہم نے ان کو بنایا

وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ ۚ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ

اور مضبوط کیا ان کی جوڑ بندی کو اور جب ہم چاہیں بدل لائیں ان جیسے لوگ

تَبْدِيْلًا ﴿۲۸﴾ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ

بدل کر ◆ یہ تو نصیحت ہے پھر جو کوئی چاہے

اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۲۹﴾ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ

کر رکھے اپنے رب تک راہ ◆ اور تم نہیں چاہو گے مگر

اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۳۰﴾

جو چاہے اللہ بے شک اللہ ہے سب کچھ جاننے والا حکمتوں والا ◆

يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَ الظّٰلِمِيْنَ

داخل کر لے جس کو چاہے اپنی رحمت میں ◆ اور جو گنہگار ہیں

اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۱﴾ ع

تیار ہے ان کے واسطے عذاب دردناک

ع ۲ / ۱۹ / ۲۰

◆١ صبح وشام ذکر اللہ کی تاکید | یعنی ہمہ وقت اس کو یاد رکھو خصوصاً ان دو وقتوں میں سب خرخشوں کا علاج یہی ذکر خدا ہے۔

◆٢ رات کی نماز | یعنی نماز پڑھ، شاید مغرب وعشاء مراد ہو یا تہجد۔

◆٣ تہجد کی نماز | اگر "وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْلَهٗ" سے تہجد مراد لیا جائے تو یہاں تسبیح سے اس کے معنی متبادر مراد لیں گے۔ یعنی شب کو تہجد کے علاوہ بہت زیادہ تسبیح وتہلیل میں مشغول رہئے اور اگر پہلے مغرب وعشاء مراد تھی تو یہاں تسبیح سے تہجد مراد لے سکتے ہیں۔

◆٤ حب دنیا کفر کی وجہ ہے | یعنی یہ لوگ جو آپ ﷺ کی نصیحت وہدایت قبول نہیں کرتے اس کا سبب حب دنیا ہے۔ دنیا چونکہ جلد ہاتھ آنے والی چیز ہے اسی کو یہ چاہتے ہیں اور قیامت کے بھاری دن سے غفلت میں ہیں اس کی کچھ فکر نہیں۔ بلکہ اس کے آنے کا یقین بھی نہیں۔ سمجھتے ہیں کہ مرکر جب گل سڑ گئے پھر کون دوبارہ ہم کو ایسا ہی بنا کر کھڑا کر دے گا؟ آگے اس کا جواب دیا ہے۔

◆٥ یعنی اول پیدا ہم نے کیا اور سب جوڑ بند درست کئے۔ آج ہماری وہ قدرت سلب نہیں ہوگئی۔ ہم جب چاہیں ان کی موجودہ ہستی کو ختم کر کے دوبارہ ایسی ہی ہستی بنا کر کھڑی کر دیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ یہ لوگ نہ مانیں گے تو ہم قادر ہیں کہ جب چاہیں ان کی جگہ دوسرے ایسے ہی آدمی لے آئیں جو ان کی طرح سرکش نہ ہوں گے۔

◆٦ اس نصیحت کو جو چاہے قبول کرے | یعنی جبر وزور سے منوا دینا آپ کا کام نہیں، قرآن کے ذریعہ نصیحت کر دیجئے۔ آگے ہر ایک کو اختیار ہے جس کا جی چاہے اپنے رب کی خوشنودی تک پہنچنے کا راستہ بنا رکھے۔

◆٧ تمہارا چاہنا بھی اللہ کے چاہنے سے ہے | یعنی تمہارا چاہنا بھی اللہ کے چاہے بدون نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ بندہ کی مشیت اللہ کی مشیت کے تابع ہے وہ جانتا ہے کہ کس کی استعداد وقابلیت کس قسم کی ہے اسی کے موافق اس کی مشیت کام کرتی ہے۔ پھر وہ جس کو اپنی مشیت سے راہ راست پر لائے، اور جس کو گمراہی میں پڑا چھوڑ دے عین صواب وحکمت ہے۔

◆٨ یعنی جن کی استعداد اچھی ہوگی ان کو نیکی پر چلنے کی توفیق دے گا۔ اور اپنی رحمت وفضل کا مستوجب بنائے گا، تم سورة الدهر ولله الحمد والمنة

اٰیاتہا ۵۰ (۷۷) سُوْرَةُ الْمُرْسَلٰتِ مَكِّيَّةٌ (۳۳) رکوعاتہا ۲

سورۂ مرسلات مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی پچاس آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۙ﴿۱﴾ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ۙ﴿۲﴾

قسم ہے چلتی ہواؤں کی دل کو خوش آتی ۔ پھر جھونکا دینے والیوں کی زور سے ﴿۱﴾

وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ۙ﴿۳﴾ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ۙ﴿۴﴾

پھر ابھارنے والیوں کی اٹھا کر ۔ پھر پھاڑنے والیوں کی بانٹ کر ﴿۲﴾

فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ۙ﴿۵﴾ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۙ﴿۶﴾

پھر فرشتوں کی جو اتار کر لائیں وحی (نصیحت) ﴿۳﴾ الزام اتارنے کو ۔ یا ڈر سنانے کو ﴿۴﴾

اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ۭ﴿۷﴾ فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۙ﴿۸﴾

مقرر جو تم سے وعدہ ہوا ۔ وہ ضرور ہونا ہے ﴿۵﴾ پھر جب تارے مٹائے جائیں

وَاِذَا السَّمَاۗءُ فُرِجَتْ ۙ﴿۹﴾ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۙ﴿۱۰﴾

اور جب آسمان میں جھروکے پڑ جائیں ﴿۶﴾ اور جب پہاڑ اڑا دیے جائیں ﴿۷﴾

وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ۭ﴿۱۱﴾ لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ ۭ﴿۱۲﴾

اور جب رسولوں کا وقت مقرر ہو جائے ﴿۸﴾ کس دن کے واسطے ان چیزوں میں دیر ہے

لِيَوْمِ الْفَصْلِ ۚ﴿۱۳﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۭ﴿۱۴﴾

اس فیصلے کے دن کے واسطے ﴿۹﴾ اور تو نے کیا بوجھا ۔ کیا ہے فیصلے کا دن

سورۃ المرسلت

◆۱ **چلتی ہواؤں کی قسم** | یعنی اول ہوا نرم اور خوشگوار چلتی ہے، جس سے مخلوق کی بہت سی توقعات اور منافع وابستہ ہوتے ہیں۔ پھر کچھ دیر بعد وہی ہوا ایک تند آندھی اور طوفانی جھکڑ کی شکل اختیار کر کے وہ خرابی اور غضب ڈھاتی ہے کہ لوگ بلبلا اٹھتے ہیں۔ یہی مثال دنیا و آخرت کی سمجھو کتنے ہی کام ہیں جن کو لوگ فی الحال مفید اور نافع تصور کرتے ہیں اور ان پر بڑی امیدیں باندھتے ہیں۔ لیکن وہی کام جب قیامت کے دن اپنی اصلی اور سخت ترین خوفناک صورت میں ظاہر ہوں گے تو لوگ پناہ مانگنے لگیں گے۔

◆۲ **ناشرات اور فارقات ہوائیں** | یعنی ان ہواؤں کی قسم جو بخارات وغیرہ کو اٹھا کر اوپر لے جاتی ہیں اور ابر کو ابھار کر جو میں پھیلا دیتی ہیں پھر جہاں جہاں پہنچانا ہے اللہ کے حکم سے اس کے حصے کر کے بانٹتی ہیں اور بارش کے بعد بادلوں کو پھاڑ کر ادھر ادھر متفرق کرتی ہیں اور کچھ ابر کے ساتھ مخصوص نہیں، ہوا کی عام خاصیت یہ ہے کہ اشیاء کی کیفیات مثلاً خوشبو، بدبو وغیرہ کو پھیلائے ان کے لطیف اجزا کو جدا کر کے لے اڑے اور ایک چیز کو اٹھا کر دوسری چیز سے جا ملائے۔ غرض یہ جمع و تفریق جو ہوا کا خاصہ ہے ایک نمونہ ہے آخرت کا، جہاں حشر و نشر کے بعد لوگ جدا کئے جائیں گے اور ایک جگہ جمع ہونے کے بعد الگ الگ ٹھکانوں پر پہنچائے جائیں گے۔ "هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ"

◆۳ **ان الفاظ کی دوسری تفسیر** | حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے "اَلْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا" سے بھی ہوائیں مراد لی ہیں کیونکہ وحی کی آواز کا لوگوں کے کانوں تک پہنچانا بھی ہوا کے ذریعہ سے ہے۔ تنبیہ | "اَلْمُرْسَلٰتِ" "اَلْعٰصِفٰتِ" "اَلنّٰشِرٰتِ" "اَلْفٰرِقٰتِ" "اَلْمُلْقِيٰتِ" پانچوں کا مصداق کسی نے ہواؤں کو ٹھہرایا ہے، کسی نے فرشتوں کو، کسی نے پیغمبروں کو، اور بعض مفسرین نے پہلی چار سے ہوائیں مراد لیں ہیں اور پانچویں سے فرشتے، جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہے۔ اور بھی اقوال ہیں جن سب کی تفصیل روح المعانی میں ملے گی۔

◆۴ **وحی کفار کیلئے حجت اور مومنین کیلئے انذار ہے** | حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ لکھتے ہیں "کہ (منکروں سے) کافروں کا الزام اتارنا منظور ہے کہ (سزا کے وقت) نہ کہیں ہم کو خبر نہ تھی اور جن کی قسمت میں ایمان ہے ان کو ڈر سنانا تا ایمان لائیں۔" اور حضرت شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ جو کلام الٰہی امر و نہی اور عقائد و احکام پر مشتمل ہے۔ وہ عذر کرنے کے واسطے ہے۔ تا اعمال کی باز پرس کے وقت اس شخص کے لئے عذر اور دستاویز ہو کہ میں نے فلاں کام حق تعالیٰ کے حکم کے بموجب کیا اور فلاں کام اس کے حکم سے ترک کیا۔ اور جو کلام الٰہی قصص و اخبار وغیرہ پر مشتمل ہو وہ عموماً منکرین کو ڈرانے اور خوف دلانے کے لئے ہے۔ اس صورت میں روئے سخن بیشتر مکذبین و منکرین کی طرف تھا۔ اس لئے بشارت کا ذکر نہیں کیا گیا۔ واللہ اعلم۔ بہر حال وحی لانے والے فرشتے اور وحی پہنچانے والی ہوائیں شاہد ہیں کہ ایک وقت ضرور آنا چاہئے جب مجرموں کو ان کی حرکات پر ملزم کیا جائے اور خدا سے ڈرنے والوں کو بالکلیہ مامون و بے فکر کر دیا جائے۔

◆۵ یعنی قیامت کا اور آخرت کے حساب و کتاب اور جزا و سزا کا وعدہ۔

◆۶ **قیامت کے احوال** | یعنی تارے بے نور ہو جائیں، آسمان پھٹ پڑیں اور پھٹنے کی وجہ سے ان میں دریچیاں اور جھروکے سے نظر آنے لگیں۔

◆۷ یعنی روئی کی طرح ہوا میں اڑتے پھریں۔

◆۸ **آخرت میں رسولوں کا مقرر وقت** | تا آگے پیچھے وقت مقرر کے موافق اپنی اپنی امتوں کے ساتھ رب العزت کی سب سے بڑی پیشی میں حاضر ہوں۔

◆۹ **فیصلہ کے دن ہی سب فیصلے ہوں گے** | یعنی جانتے ہو؟ ان امور کو کس دن کے لئے اٹھا رکھا ہے؟ اس دن کے لئے جس میں ہر بات کا بالکل آخری اور دوٹوک فیصلہ ہوگا۔ بیشک اللہ چاہتا تو ابھی ہاتھوں ہاتھ ہر چیز کا فیصلہ کر دیتا۔ لیکن اس کی حکمت مقتضی نہیں ہوئی کہ ایسا کیا جائے۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝١٥ اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ۝١٦

خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی ﴿۱﴾ کیا ہم نے نہیں مار کھپایا پہلوں کو

ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ۝١٧ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ

پھر ان کے پیچھے بھیجتے ہیں پچھلوں کو ہم ایسا ہی کیا کرتے ہیں

بِالْمُجْرِمِيْنَ ۝١٨ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝١٩ اَلَمْ

گنہگاروں کے ساتھ ﴿۲﴾ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی ﴿۳﴾ کیا

نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝٢٠ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ

ہم نے نہیں بنایا تم کو ایک بے قدر پانی سے پھر رکھا اس کو ایک جمے ہوئے

مَّكِيْنٍ ۝٢١ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝٢٢ فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ

ٹھکانے میں ﴿۴﴾ ایک وعدہ مقرر تک ﴿۵﴾ پھر ہم اس کو پورا کر سکے سو ہم کیا

الْقٰدِرُوْنَ ۝٢٣ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝٢٤ اَلَمْ

خوب سکت والے ہیں ﴿۶﴾ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی ﴿۷﴾ کیا

نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ۝٢٥ اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا ۝٢٦

ہم نے نہیں بنائی زمین سمیٹنے والی زندوں کو اور مردوں کو ﴿۸﴾

وَّجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً

اور رکھے ہم نے زمین میں بوجھ کے لیے پہاڑ اونچے اور پلایا ہم نے تم کو پانی میٹھا

فُرَاتًا ۝٢٧ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝٢٨ اِنْطَلِقُوْٓا

پیاس بجھانے والا ﴿۹﴾ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی ﴿۱۰﴾ چل کر دیکھو

۱ **مکذبین کیلئے خرابی ہے** | یعنی کچھ مت پوچھو، فیصلہ کا دن کیا چیز ہے۔ بس یہ سمجھ لو، کہ جھٹلانے والوں کو اس روز سخت تباہی اور مصیبت کا سامنا ہوگا۔ کیونکہ جس چیز کی انہیں امید نہ تھی جب وہ یکایک ایسی ہولناک صورت میں آن پہنچے گی تو ہوش پراں ہو جائیں گے، اور حیرت وندامت سے حواس باختہ ہونگے۔

۲ **قوموں سے پچھلی دنیا کی ہلاکت پر استدلال** | منکرین قیامت سمجھتے تھے کہ اتنی بڑی دنیا کہاں ختم ہوتی ہے؟ بھلا کون باور کرے گا کہ سب آدمی بیک وقت مر جائیں گے اور نسل انسانی بالکل نابود ہو جائے گی؟ یہ دوزخ اور عذاب کے ڈراوے سب فرضی اور بناوٹی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اس کا جواب دیا کہ پہلے کتنے آدمی مر چکے اور کتنی قومیں اپنے گناہوں کی پاداش میں تباہ کی جا چکی ہیں۔ پھر ان کے پیچھے بھی موت وہلاکت کا یہ سلسلہ برابر جاری ہے۔ جب ہماری قدیم عادت مجرموں کی نسبت معلوم ہو چکی تو سمجھ لو کہ دور حاضر کے کفار کو بھی ہم ان ہی اگلوں کے پیچھے چلتا کر دیں گے۔ جو ہستی الگ الگ زمانوں میں بڑے بڑے مضبوط آدمیوں کو مار سکتی اور طاقتور مجرموں کو پکڑ کر ہلاک کر سکتی ہے، وہ اس پر کیوں قادر نہ ہوگی کہ سب مخلوق کو ایک دم میں فنا کر دے۔ اور تمام مجرموں کو بیک وقت عذاب کا مزہ چکھائے۔

۳ یعنی جو قیامت کی آمد کو اس لئے جھٹلاتے تھے کہ سب انسان ایک دم کیسے فنا کر دیئے جائیں گے اور کس طرح سب مجرموں کو بیک وقت گرفتار کر کے سزا دیں گے۔

۴ **قرار مکین** | یعنی ایک ٹھہراؤ کی جگہ میں محفوظ رکھا۔ مراد اس سے رحم مادر ہے جسے ہمارے محاورات میں بچہ دان کہتے ہیں۔

۵ اکثر وہاں ٹھہرنے کی مدت نو مہینے ہوتی ہے۔

۶ **انسان کی تخلیق میں قدرت کی نشانیاں** | یعنی اس پانی کی بوند کو بتدریج پورا کر کے انسان عاقل بنا دیا۔ اس سے ہماری قدرت اور حکمت کو سمجھ لو۔ تو اسی انسان کو مرنے کے بعد ہم دوبارہ زندہ نہیں کر سکتے؟ **تنبیہ** | بعض نے "قدرنا" کے معنی اندازہ کرنے کے لئے ہیں۔ "اندازہ کیا ہم نے" اور ہم کیا خوب اندازہ کرنے والے ہیں کہ اتنی مدت میں کوئی ضروری چیز رہ نہیں جاتی اور کوئی زائد وبیکار چیز پیدا نہیں ہوتی۔

۷ جو یوں کہا کرتے تھے کہ مٹی میں مل کر جب ہماری ہڈیاں تک ریزہ ریزہ ہو جائیں گی، پھر کس طرح زندہ کر دیئے جائیں گے؟ اس وقت اپنے ان لچر پوچ شبہات پر شرمائیں گے۔ اور ندامت سے ہاتھ کاٹیں گے۔

۸ **زندوں اور مردوں کو سمیٹنے والی زمین** | یعنی زندہ مخلوق اسی زمین پر بسر کرتی ہے اور مردے بھی اسی مٹی میں پہنچ جاتے ہیں۔ انسان کو زندگی بھی اسی خاک سے ملی اور موت کے بعد بھی یہی اس کا ٹھکانا ہوا۔ تو دوبارہ اسی خاک سے اس کو اٹھا دینا کیوں مشکل ہوگا۔

۹ **پہاڑ اور میٹھا پانی** | یعنی اسی زمین میں پہاڑ جیسی وزنی اور سخت چیز پیدا کر دی جو اپنی جگہ سے ذرا جنبش نہیں کھاتے اور اسی زمین میں پانی کے چشمے جاری کر دیئے جو نرم وسیال ہونے کی وجہ سے برابر بہتے رہتے ہیں، اور بڑی سہولت سے پینے والے کو سیراب کرتے ہیں۔ پس جو خدا اس حقیر زمین میں اپنی قدرت کے متضاد نمونے دکھلاتا ہے اور موت وحیات اور سختی ونرمی کے مناظر پیش کرتا ہے۔ کیا وہ میدان حشر میں سختی ونرمی اور نجات وہلاکت کے مختلف مناظر نہیں دکھلا سکتا۔ نیز جس کے قبضہ میں پیدا کرنا، ہلاک کرنا، اور حیات وبقاء کے سامان فراہم کرنا یہ سب کام ہوئے اس کی قدرت ونعمت کو جھٹلانا کیوں کر جائز ہوگا۔

۱۰ جو سمجھتے تھے کہ ایک جگہ اور ایک وقت میں تمام اولین وآخرین کی اثابت وتعذیب کے اس قدر مختلف اور متضاد کام کیونکر سرانجام پائیں گے۔

اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝۲۹ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى

جس چیز کو تم جھٹلاتے تھے ﴿۱﴾ چلو ایک

ظِلٍّ ذِىْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ۝۳۰ لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِىْ

چھاؤں میں جس کی تین پھانکیں ہیں ﴿۲﴾ نہ گہری چھاؤں (گھن کی) اور نہ کچھ کام آئے

مِنَ اللَّهَبِ ۝۳۱ اِنَّهَا تَرْمِىْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ۝۳۲

طپش میں ﴿۳﴾ وہ آگ پھینکتی ہے چنگاریاں جیسے محل ﴿۴﴾

كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ۝۳۳ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۳۴

گویا وہ اونٹ ہیں زرد ﴿۵﴾ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی ﴿۶﴾

هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ۝۳۵ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ۝۳۶

یہ وہ دن ہے کہ نہ بولیں گے ﴿۷﴾ اور نہ ان کو حکم ہو کہ توبہ کریں ﴿۸﴾

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۳۷ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ

خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی ﴿۹﴾ یہ ہے دن فیصلے کا

جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ۝۳۸ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ

جمع کیا ہم نے تم کو اور اگلوں کو ﴿۱۰﴾ پھر اگر کچھ داؤ ہے تمہارا

فَكِيْدُوْنِ ۝۳۹ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۴۰ اِنَّ

تو چلا لو مجھ پر ﴿۱۱﴾ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی ﴿۱۲﴾ البتہ

الْمُتَّقِيْنَ فِىْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ۝۴۱ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا

جو ڈرنے والے ہیں وہ سایہ میں ہیں ﴿۱۳﴾ اور نہروں میں اور میوے جس قسم کے

① یعنی قیامت کے دن یوں کہا جائے گا۔

② **کفار کیلئے تین شاخوں والا سایہ** قتادہ وغیرہ سے مروی ہے کہ کافروں کے سایہ کے لئے ایک دھواں دوزخ سے اٹھے گا، جو پھٹ کر کئی ٹکڑے ہو جائے گا کہتے ہیں کہ ان میں سے ہر شخص کو تین طرف سے گھیرے گا۔ ایک ٹکڑا سر کے اوپر سائبان کی طرح ٹھہرے گا۔ دوسرا ٹکڑا داہنے اور تیسرا بائیں ہو جائے گا۔ حساب سے فارغ ہونے تک وہ لوگ اسی سایہ کے نیچے رہیں گے۔ اور ایماندار نیک کردار عرش اعظم کے سایہ میں آرام سے کھڑے ہونگے۔

③ یعنی محض برائے نام سیاہ ہوگا، گہری چھاؤں نہیں ہوگی۔ جس سے آفتاب کی گرمی یا آگ کی تپش سے نجات ملے یا اندر کی گرمی اور پیاس میں کمی ہو۔

④ **اس سائے سے عظیم انگارے گریں گے** یعنی اونچی ہوتی ہیں، چنگاریاں بڑے اونچے محل کے برابر۔ یا اس کے انگارے کلانی میں محل کے برابر ہونگے۔

⑤ **زرد اونٹ کے برابر چنگاریاں** یعنی اگر قصر کے ساتھ تشبیہ بلندی میں تھی تو اونٹ کے ساتھ کلانی میں ہوگی۔ اور اگر وہ تشبیہ کلانی میں ہو تو "كَأَنَّهُ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ" کا مطلب یہ ہوگا کہ ابتداءً چنگاریاں محل کے برابر ہونگی، پھر ٹوٹ کر اور چھوٹی ہو کر اونٹ کے برابر ہو جائیں گی۔ یا اونٹ کے ساتھ رنگت میں تشبیہ ہو۔ لیکن اس صورت میں "جِمٰلَتٌ صُفْرٌ" کا ترجمہ جنہوں نے "کالے اونٹوں" سے کیا ہے وہ زیادہ چسپاں ہوگا۔ کیونکہ روایات سے جہنم کی آگ کا سیاہ وتاریک ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ اور عرب کالے اونٹ کو صفر اس لئے کہتے ہیں کہ عموماً وہ زردی مائل ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

⑥ جو سمجھتے تھے کہ قیامت آنے والی نہیں، اور اگر آئی تو ہم وہاں بھی آرام سے رہیں گے۔

⑦ **کفار بول نہیں سکیں گے** یعنی محشر کے بعض مواطن میں بالکل بول نہ سکیں گے اور جن مواطن میں بولیں گے وہ نافع نہ ہوگا۔ اس لحاظ سے بولنا نہ بولنا برابر ہوا۔

⑧ کیونکہ معذرت اور توبہ کے قبول ہونے کا وقت گزر گیا۔

⑨ یعنی جنہوں نے دنیا کی عدالتوں پر قیاس کر کے سمجھ رکھا ہوگا کہ اگر ایسا موقع پیش آ گیا وہاں بھی زبان چلا کر اور کچھ عذر معذرت کر کے چھوٹ جائیں گے۔

⑩ تا سب کو اکٹھا کر کے پھر الگ الگ کر دیں اور آخری فیصلہ سنائیں۔

⑪ لو اب سب کو ہم نے یہاں جمع کر دیا آپس میں مل کر اور مشورے کر کے جو داؤ تدبیر ہماری گرفت سے نکلنے کی کر سکتے ہو کر دیکھو! دنیا میں حق کو دبانے کی بہت تدبیریں کی تھیں۔ آج ان میں سے کوئی یاد کرو۔

⑫ جو دوسروں پر بھروسہ کئے ہوئے تھے کہ وہ کسی نہ کسی طرح ہم کو چھڑا لیں گے اور بعض گستاخ تو دوزخ کے فرشتوں کی تعداد انیس سن کر یہاں تک کہہ گذرتے تھے کہ ان میں سے سترہ کو میں اکیلا کافی ہوں۔

⑬ یعنی اول عرش کے پھر جنت کے سایوں میں۔

يَشْتَهُوْنَ ﴿۴۲﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ

وہ چاہیں کھاؤ اور پیو مزے سے بدلہ ان کاموں کا

تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۴۴﴾

جو تم نے کیے تھے ◆۱ ہم یونہی دیتے ہیں بدلہ نیکی والوں کو

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۵﴾ كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا

خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی ◆۲ کھالو اور برت لو

قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ

تھوڑے دنوں بے شک تم گنہگار ہو ◆۳ خرابی ہے اس دن

لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا

جھٹلانے والوں کی ◆۴ اور جب کہیے ان کو کہ جھک جاؤ نہیں

يَرْكَعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَبِاَيِّ

جھکتے ◆۵ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی ◆۶ اب کس

حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع

بات پر اس کے بعد یقین لائیں گے ◆۷

ع ۲ / ۲۲

تفسیر

◆۱ **متقین کا حال** مکذبین کے مقابل یہ متقین کا حال بیان فرمادیا کہ "الاشیاء تعرف باضدادہا"۔

◆۲ جو دنیا میں مسلمانوں سے کہا کرتے تھے کہ اگر مرنے کے بعد دوسری زندگی ہے تو وہاں بھی ہم تم سے اچھے رہیں گے۔ اب ان کو عیش میں اور اپنے کو تکلیف میں دیکھ کر اور زیادہ جلیں گے اور ذلیل ورسوا ہوں گے۔

◆ کچھ روز اور عیش کر لو | یہ خطاب مکذبین کو ہے کہ چند روز اور مزے اڑا لو۔ آخر یہ کھایا پیا بہت بری طرح نکلے گا۔ کیونکہ تم اللہ کے مجرم ہو جس کی سزا حبس دوام اور عذاب الیم کے سوا کچھ نہیں۔ "کُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا" فرمانا ایسا ہوا جیسے ایک مجرم کو جس کے لئے پھانسی کا حکم ہو چکا ہو، پھانسی دینے سے قبل کہہ دیتے ہیں کہ کوئی خواہش ہو تو ظاہر کر دو تا اس کے پورا کرنے کی کوشش کی جائے۔

◆ جو دنیا کے عیش و بہار اور لذتوں پر ریجھ رہے تھے، یہ خبر نہ تھی کہ جس چیز کو پھولوں کا ہار سمجھ کر گلے میں ڈال رہے ہیں وہ کالا ناگ ہے۔

◆ یعنی نماز میں یا اللہ کے عام احکام کے سامنے۔

◆ جھکنے سے انکار کرتے ہیں | اس دن پچھتائیں گے کہ دنیا میں احکام الٰہی کے سامنے کیوں نہ جھکے۔ وہاں سر جھکاتے تو آج یہاں سربلند ہوتے۔

◆ قرآن کے بعد یقین کے لئے کس چیز کا انتظار ہے | یعنی قرآن سے بڑھ کر کامل اور موثر بیان کس کا ہوگا۔ اگر یہ مکذبین اس پر یقین نہیں لاتے تو اور کس بات پر ایمان لائیں گے؟ کیا قرآن کے بعد کسی اور کتاب کے منتظر ہیں جو آسمان سے اترے گی؟ تم سورۃ المرسلات وللہ الحمد والمنۃ وبہ التوفیق والعصمۃ.

ایاتها ۴۰ (۷۸) سُورَةُ النَّبَاِ مَكِّيَّةٌ (۸۰) رکوعاتها ۲

سورۂ نبا مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چالیس آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

عَمَّ يَتَسَآءَلُوۡنَ ۚ ﴿۱﴾ عَنِ النَّبَاِ الۡعَظِيۡمِ ۙ ﴿۲﴾ الَّذِىۡ هُمۡ فِيۡهِ

کیا بات پوچھتے ہیں لوگ آپس میں ﴿۱﴾ پوچھتے ہیں اس بڑی خبر سے جس میں وہ

مُخۡتَلِفُوۡنَ ؕ ﴿۳﴾ كَلَّا سَيَعۡلَمُوۡنَ ۙ ﴿۴﴾ ثُمَّ كَلَّا سَيَعۡلَمُوۡنَ ﴿۵﴾ اَلَمۡ نَجۡعَلِ

مختلف ہیں ﴿۲﴾ ہرگز نہیں اب جان لیں گے پھر بھی ہرگز نہیں اب جان لیں گے ﴿۳﴾ کیا ہم نے نہیں بنایا

الۡاَرۡضَ مِهٰدًا ۙ ﴿۶﴾ وَّالۡجِبَالَ اَوۡتَادًا ۙ ﴿۷﴾ وَّخَلَقۡنٰكُمۡ اَزۡوَاجًا ۙ ﴿۸﴾

زمین کو بچھونا ﴿۴﴾ اور پہاڑوں کو میخیں ﴿۵﴾ اور تم کو بنایا ہم نے جوڑے جوڑے ﴿۶﴾

وَّجَعَلۡنَا نَوۡمَكُمۡ سُبَاتًا ۙ ﴿۹﴾ وَّجَعَلۡنَا الَّيۡلَ لِبَاسًا ۙ ﴿۱۰﴾ وَّجَعَلۡنَا

اور بنایا نیند کو تمہاری تکان دفع کرنے کے لیے ﴿۷﴾ اور بنایا رات کو اوڑھنا ﴿۸﴾ اور بنایا

النَّهَارَ مَعَاشًا ۪ ﴿۱۱﴾ وَّبَنَيۡنَا فَوۡقَكُمۡ سَبۡعًا شِدَادًا ۙ ﴿۱۲﴾ وَّجَعَلۡنَا

دن کمائی کرنے کو ﴿۹﴾ اور چنی ہم نے تم سے اوپر سات چنائی مضبوط ﴿۱۰﴾ اور بنایا

سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۪ۙ ﴿۱۳﴾ وَّاَنۡزَلۡنَا مِنَ الۡمُعۡصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ۙ ﴿۱۴﴾

ایک چراغ چمکتا ہوا (جگمگاتا) ﴿۱۱﴾ اور اتارا نچڑنے والی (نچوڑنے والی) بدلیوں سے پانی کا ریلا ﴿۱۲﴾

سورۃ النبا

﴿۱﴾ یعنی لوگ کس بات کا کھوج لگانے اور کس چیز کی تحقیق و تفتیش میں مشغول ہیں۔ کیا ان میں ایسی استعداد ہے کہ بحث پوچھ پاچھ کرنے سے وہ چیز ان کی سمجھ میں آجائے گی۔ ہرگز نہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ کفار جو ازراہ انکار و استہزاء آپس میں ایک دوسرے سے نیز پیغمبر

اور مومنین سے سوال کرتے ہیں کہ ہاں صاحب! وہ قیامت کب آئے گی؟ اتنی دیر کیوں ہو رہی ہے؟ ابھی کیوں نہیں آجاتی؟ جانتے ہو یہ کس چیز کی نسبت سوال کر رہے ہیں؟ وہ بہت عظیم الشان چیز ہے جس کا علم ان کو عنقریب ہو جائے گا۔ جب اپنی آنکھ سے اس کے ہولناک مناظر دیکھیں گے۔

◆ **قیامت پر سوال اور اختلاف** یعنی قیامت کی خبر جس میں لوگوں کا اختلاف ہے، کوئی اس کے آنے پر یقین رکھتا ہے، کوئی منکر ہے کوئی شک میں پڑا ہے، کوئی کہتا ہے بدن اٹھے گا، کوئی کہتا ہے کہ سب عذاب وثواب روح پر گزرے گا بدن سے کچھ تعلق نہیں۔ الی غیر ذلک من الاختلافات۔

◆ **قیامت کو عنقریب جان لیں گے** یعنی پیغمبروں نے ابتداء دنیا سے آج تک بہت کچھ سمجھایا، مگر لوگ اپنے اختلافات اور پوچھ پاچھ سے ہرگز باز آنے والے نہیں۔ اب قریب ہے کہ وہ ہولناک منظر ان کے سامنے آجائے اس وقت جان لیں گے کہ قیامت کیا چیز ہے اور ان کے سوالات واختلافات کی حیثیت کیا تھی۔

◆ **زمین کا بچھونا** جس پر سکون واطمینان سے آرام کرتے اور کروٹیں بدلتے ہیں۔

◆ **پہاڑوں کی میخیں** جیسا کسی چیز میں میخ لگا دینے سے وہ چیز اپنی جگہ سے نہیں ہلتی۔ ایسے ہی ابتداء میں زمین جو کانپتی اور لرزتی تھی، اللہ نے پہاڑ پیدا کر کے اس کے اضطراب اور کپکپی کو دور کیا۔ گویا زمین کو ایک طرح کا سکون پہاڑوں سے حاصل ہوا۔

◆ **مرد وعورت کے جوڑے** یعنی مرد کے سکون وراحت کے لئے عورت کو اس کا جوڑ بنایا۔ "وَمِنۡ اٰیٰتِہٖۤ اَنۡ خَلَقَ لَکُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ اَزۡوَاجًا لِّتَسۡکُنُوۡۤا اِلَیۡہَا" (روم۔ رکوع ۳) یا ازواج سے مراد طرح طرح کی اشکال والوان وغیرہ ہوں۔

◆ **سکون دینے والی نیند** یعنی دن بھر کی دوڑ دھوپ سے تھک کر جب آدمی نیند لیتا ہے تو سب تعب اور تکان دور ہو جاتا ہے گویا نیند تو نام ہی سکون واستراحت کا ہے، آگے نیند کی مناسبت سے رات کا ذکر کرتے ہیں۔

◆ **رات کا لباس** جیسے آدمی کپڑا اوڑھ کر اپنے بدن کو چھپا لیتا ہے۔ اسی طرح رات کی تاریکی مخلوق کی پردہ داری کرتی ہے اور جو کام چھپانے کے لائق ہوں عموماً رات کے اندھیرے میں کئے جاتے ہیں۔ اور حسی طور پر بھی شب کو کپڑا اوڑھنے کی ضرورت دن سے زیادہ ہوتی ہے۔ کیونکہ نسبتاً وہ وقت خنکی اور ٹھنڈک کا ہوتا ہے۔

◆ **معاش کیلئے دن** یعنی عموماً کاروبار اور کمائی کے دھندے دن میں کئے جاتے ہیں جن کا مقصد یہی ہے کہ اپنی اور اپنے بال بچوں کی حوائج کی طرف سے دل کو سکون واطمینان نصیب ہو۔ آگے رات دن کی مناسبت سے آسمانوں اور سورج کا ذکر فرماتے ہیں۔ یا یوں کہو کہ زمین کے مقابل آسمان کا بیان ہے۔

◆ یعنی سات آسمان بہت مضبوط بنائے۔ جن میں آج تک اس قدر مدت گذرنے کے باوجود کوئی رخنہ نہیں پڑا۔

◆ یعنی آفتاب جس میں روشنی اور گرمی دونوں وصف موجود ہیں۔

◆ **لبریز بادل** نچڑنے والی بدلیاں یا نچوڑنے والی ہوائیں۔

لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ﴿۱۵﴾ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ﴿۱۶﴾ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ

تاکہ ہم نکالیں اس سے اناج اور سبزہ اور باغ پتوں میں لپٹے ہوئے ﴿۱﴾ بے شک دن فیصلے کا ہے

كَانَ مِيْقَاتًا ﴿۱۷﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ﴿۱۸﴾ وَّ

ایک وقت ٹھہرا ہوا ﴿۲﴾ جس دن پھونکی جائے صور پھر تم چلے آؤ جتّ کے جتّ (غول کے غول) ﴿۳﴾ اور

فُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ﴿۱۹﴾ وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ

کھولا جائے آسمان تو ہو جائیں اس میں دروازے ﴿۴﴾ اور چلائے جائیں گے پہاڑ تو ہو جائیں گے

سَرَابًا ﴿۲۰﴾ اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿۲۱﴾ لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا ﴿۲۲﴾

چمکتا ریتا ﴿۵﴾ بے شک دوزخ ہے تاک میں شریروں کا ٹھکانا ﴿۶﴾

لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ﴿۲۳﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ﴿۲۴﴾

رہا کریں اس میں قرنوں ﴿۷﴾ نہ چکھیں وہاں کچھ مزہ ٹھنڈک کا اور نہ پینا ملے کچھ

اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ﴿۲۵﴾ جَزَآءً وِّفَاقًا ﴿۲۶﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ

مگر گرم پانی اور بہتی پیپ ﴿۸﴾ بدلہ ہے پورا ان کو توقع نہ تھی

حِسَابًا ﴿۲۷﴾ وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ﴿۲۸﴾ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ

حساب کی اور جھٹلاتے تھے ہماری آیتوں کو مکرا کر ﴿۹﴾ اور ہر چیز ہم نے گن رکھی ہے

كِتٰبًا ﴿۲۹﴾ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ﴿۳۰﴾ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ

ع ۲

لکھ کر ﴿۱۰﴾ اب چکھو کہ ہم نہ بڑھاتے جائیں گے تم پر مگر عذاب ﴿۱۱﴾ بے شک ڈر والوں کو

مَفَازًا ﴿۳۱﴾ حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ﴿۳۲﴾ وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ﴿۳۳﴾ وَّكَاْسًا

ان کی مراد ملنی ہے باغ ہیں اور انگور اور نوجوان عورتیں ایک عمر کی سب ﴿۱۲﴾ اور پیالے

۱ گھنے باغات | یعنی نہایت گنجان اور گھنے باغ، یا یہ مراد ہو کہ ایک ہی زمین میں مختلف قسم کے درخت اور باغ پیدا کئے تنبیہ | قدرت کی عظیم الشان نشانیاں بیان فرما کر بتلا دیا کہ جو خدا ایسی قدرت وحکمت والا ہے، کیا اسے تمہارا دوسری مرتبہ پیدا کر دینا اور حساب وکتاب کے لئے اٹھانا کچھ مشکل ہوگا؟ اور کیا اس کی حکمت کے یہ بات منافی نہ ہوگی کہ اتنے بڑے کارخانہ کو یوں ہی غلط ملط بے نتیجہ پڑا چھوڑ دیا جائے۔ یقیناً دنیا کے اس طویل سلسلہ کا کوئی صاف نتیجہ اور انجام ہونا چاہئے اسی کو ہم "آخرت" کہتے ہیں۔ جس طرح نیند کے بعد بیداری اور رات کے بعد دن آتا ہے، ایسے ہی سمجھو کہ دنیا کے خاتمہ پر آخرت کا آنا یقینی ہے۔

۲ فیصلے کا دن مقرر ہے | فیصلہ کا دن وہ ہوگا جس میں نیک کو بد سے بالکلیہ الگ کر دیا جائے کہ کسی قسم کا اشتراک واجتماع باقی نہ رہے ہر نیکی اپنے معدن میں اور ہر بدی اپنے مرکز پر جا پہنچے۔ ظاہر ہے کہ ایسا کامل امتیاز وافتراق اس دنیا میں نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ یہاں رہتے ہوئے زمین، آسمان، چاند، سورج، رات دن، سونا جاگنا، بارش بادل، باغ کھیت، اور بیوی بچے تمام نیکوں اور بدوں میں مشترک ہیں ہر کافر اور مسلم ان سامانوں سے یکساں متمتع ہوتا ہے۔ اس لئے ضرور ہے کہ "یوم الفصل" ایک دن موجودہ نظام عالم کے ختم کئے جانے کے بعد ہو۔ اس کا تعین اللہ کے علم میں ٹھہرا ہوا ہے۔

۳ یعنی کثرت سے الگ الگ جماعتیں اور ٹولیاں بن کر جن کی تقسیم ان کے ممتاز عقائد واعمال کی بناء پر ہوگی۔

۴ آسمان کا کھلنا اور دروازے پیدا ہونا | یعنی آسمان پھٹ کر ایسا ہو جائے گا گویا دروازے ہی دروازے ہیں۔ شاید اس کی طرف اشارہ ہے جو دوسری جگہ فرمایا۔ "وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا" (الفرقان۔ رکوع ۳)

۵ پہاڑ سراب بن جائیں گے | جیسے چمکتی ریت پر دور سے پانی کا گمان ہو جاتا ہے، ایسے ہی ان پر پہاڑوں کا گمان ہوگا۔ حالانکہ واقع میں وہ پہاڑ نہیں رہیں گے محض ریت کے تودے رہ جائیں گے۔

۶ دوزخ شریروں کی تاک میں ہے | یعنی دوزخ شریروں کی تاک میں ہے اور ان ہی کا ٹھکانا ہے،

۷ جن کا کوئی شمار نہیں۔ قرن پہ قرن گزرتے چلے جائیں گے۔ اور ان کی مصیبت کا خاتمہ نہ ہوگا۔

۸ دوزخ میں پینے کیلئے پیپ | یعنی نہ ٹھنڈک کی راحت پائیں گے، نہ کوئی خوشگوار چیز پینے کو ملے گی۔ ہاں گرم پانی ملے گا جس کی سوزش سے منہ جھلس جائیں گے اور آنتیں کٹ کر پیٹ سے باہر آ پڑیں گی اور دوسری چیز پیپ ملے گی جو دوزخیوں کے زخموں سے نکل کر بہے گی۔ اعاذنا اللّٰہ منہا ومن سائر انواع العذاب فی الدنیا والاٰخرۃ۔

۹ کفار کو فیصلے کی امید نہ تھی | یعنی جس چیز کی امید ان کو نہ تھی وہ ہی سامنے آئی۔ اور جس بات کو جھلاتے تھے آنکھوں سے دیکھ لی۔ اب دیکھیں کیسے جھلاتے اور مکرتے ہیں۔

۱۰ ہر چیز گنی ہوئی ہے | یعنی ہر چیز اللہ کے علم میں ہے اور اسی علم محیط کے موافق دفاتر میں باقاعدہ مندرج ہے۔ کوئی نیک وبدعمل اس کے احاطہ سے باہر نہیں۔ رتی رتی کا بھگتان کیا جائے گا۔

۱۱ اب عذاب کے سوا کچھ نہ بڑھے گا | یعنی جیسے تم تکذیب وانکار میں برابر بڑھتے چلے گئے اور اگر بے اختیار موت نہ آجاتی تو ہمیشہ بڑھتے ہی چلے جاتے۔ اب پڑے عذاب کا مزہ چکھتے رہو۔ ہم بھی عذاب بڑھاتے ہی چلے جائیں گے۔ جس میں کبھی تخفیف نہ ہوگی۔

۱۲ متقین پر مختلف انعامات | یعنی نوخاستہ عورتیں جن کی جوانی پورے ابھار پر ہوگی، اور سب ایک ہی سن وسال کی ہوں گی۔

دِهَاقًا ﴿۳۴﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ﴿۳۵﴾ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً

چھلکتے ہوئے ﴿۱﴾ نہ سنیں گے وہاں بک بک اور نہ مکرانا ﴿۲﴾ بدلہ ہے تیرے رب کا دیا ہوا

حِسَابًا ﴿۳۶﴾ رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ

حساب سے ﴿۳﴾ جو رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے بڑی رحمت والا ﴿۴﴾ قدرت نہیں کہ کوئی

مِنْهُ خِطَابًا ﴿۳۷﴾ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ

اس سے بات کرے ﴿۵﴾ جس دن کھڑی ہو روح اور فرشتے قطار باندھ کر ﴿۶﴾ کوئی نہیں بولتا

اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴿۳۸﴾ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ فَمَنْ

مگر جس کو حکم دیا رحمٰن نے اور بولا بات ٹھیک ﴿۷﴾ وہ دن ہے برحق پھر جو کوئی

شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ﴿۳۹﴾ اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا يَّوْمَ يَنْظُرُ

چاہے بنا رکھے اپنے رب کے پاس ٹھکانا ﴿۸﴾ ہم نے خبر سنا دی تم کو ایک آفت نزدیک آنے والی کی جس دن دیکھ لے گا

الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴿۴۰﴾

آدمی جو آگے بھیجا اس کے ہاتھوں نے ﴿۹﴾ اور کہے گا کافر کسی طرح میں مٹی ہوتا ﴿۱۰﴾

ع ۲

اٰيَاتُهَا ۴۶ (۷۹) سُوْرَةُ النّٰزِعٰتِ مَكِّيَّةٌ (۸۱) رُكُوْعَاتُهَا ۲

سورۂ نازعات مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چھیالیس آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ﴿۱﴾ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ﴿۲﴾ وَّالسّٰبِحٰتِ

قسم ہے گھسیٹ لانے والوں کی غوطہ لگا کر ﴿۱۱﴾ اور بند چھڑا دینے والوں کی کھول کر ﴿۱۲﴾ اور پیرنے والوں کی

۱ یعنی شراب طہور کے لبریز جام۔

۲ **جنت میں جھوٹ اور لغو نہیں ہو گا** یعنی جنت میں بیہودہ بکواس یا جھوٹ فریب کچھ نہ ہوگا۔ نہ کوئی کسی سے جھگڑے گا کہ جھوٹ بولنے اور مکر کرنے کی ضرورت پیش آئے۔

۳ یعنی رتی رتی کا حساب ہو کر بدلہ ملے گا اور بہت کافی بدلہ ملے گا۔

۴ یہ بدلہ بھی محض بخشش اور رحمت سے ہے ورنہ ظاہر ہے، اللہ پر کسی کا قرض یا جبر نہیں۔ آدمی اپنے عمل کی بدولت عذاب سے بچ جائے یہ ہی مشکل ہے، رہی جنت، وہ تو خالص اس کے فضل و رحمت سے ملتی ہے اس کو ہمارے عمل کا بدلہ قرار دینا یہ دوسری ذرہ نوازی اور عزت افزائی ہے۔

۵ **اللہ کا عظمت و جلال** یعنی باوجود اس قدر لطف و رحمت کے عظمت و جلال ایسا ہے کہ کوئی اس کے سامنے لب نہیں ہلا سکتا۔

۶ **روح اور فرشتوں کی قطار** روح فرمایا جانداروں کو یا "روح القدس" (جبریلؑ) مراد ہوں اور بعض مفسرین کے نزدیک وہ روح اعظم مراد ہے جس سے بیشمار روحوں کا انشعاب ہوا ہے۔ واللہ اعلم۔

۷ یعنی اس کے دربار میں جو بولے گا اس کے حکم سے بولے گا۔ اور بات بھی وہ ہی کہے گا، جو ٹھیک اور معقول ہو مثلاً کسی غیر مستحق کی سفارش نہ کرے گا۔ مستحق سفارش کے وہ ہی ہیں جنہوں نے دنیا میں سب باتوں سے زیادہ سچی اور ٹھیک بات کہی تھی یعنی لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

۸ یعنی وہ دن آنا تو ضروری ہے۔ اب جو کوئی اپنی بہتری چاہے اس وقت کی تیاری کر رکھے۔

۹ یعنی سب اچھے برے، اگلے پچھلے اعمال سامنے ہوں گے۔

۱۰ **کافر کہے گا میں مٹی ہوتا** یعنی مٹی ہی رہتا آدمی نہ بنتا کہ آدمی بن کر ہی اس حساب و کتاب کی مصیبت میں گرفتار ہونا پڑا۔

سورۃ النّٰزِعٰت

۱۱ **روح گھسیٹنے والے فرشتے** یعنی ان فرشتوں کی قسم جو کافر کی رگوں میں گھس کر اس کی جان سختی سے گھسیٹ کر نکالیں۔

۱۲ **نیکوں کی روح کا بند کھولنے والے** یعنی جو فرشتے مؤمن کے بدن سے جان کی گرہ کھول دیں، پھر وہ اپنی خوشی سے عالم پاک کی طرف دوڑے۔ جیسے کسی کے بند کھول دیئے جائیں تو آزاد ہو کر بھاگتا ہے۔ مگر یاد رہے یہ ذکر روح کا ہے بدن کا نہیں نیک خوشی سے عالم قدس کی طرف دوڑتا ہے، بد بھاگتا ہے، پھر گھسیٹا جاتا ہے۔

سَبْحًا ﴿۳﴾ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۙ ﴿۴﴾ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ﴿۵﴾ يَوْمَ

وقف لازم

تیزی سے ۔ پھر آگے بڑھنے والوں کی دوڑ کر ۱ ۔ پھر کام بنانے والوں کی حکم سے ۲ ۔ جس دن

تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ﴿۶﴾ ۙ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ﴿۷﴾ ؕ قُلُوْبٌ

کانپے کانپنے والی ۳ ۔ اس کے پیچھے آئے دوسری ۴ ۔ کتنے دل

يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ۙ ﴿۸﴾ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ﴿۹﴾ يَقُوْلُوْنَ

وقف لازم

اس دن دھڑکتے ہیں ۔ ان کی آنکھیں جھک رہی ہیں ۵ ۔ لوگ کہتے ہیں

ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ﴿۱۰﴾ ؕ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ﴿۱۱﴾ ؕ

کیا ہم پھر آئیں گے الٹے پاؤں ۔ کیا جب ہم ہو چکیں ہڈیاں کھوکھری

قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ﴿۱۲﴾ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۙ ﴿۱۳﴾

وقف لازم

بولے تو تو یہ پھر آنا ہے ٹوٹے کا ۶ ۔ سو وہ تو صرف ایک جھڑکی ہے

فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ﴿۱۴﴾ ؕ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ﴿۱۵﴾

وقف لازم

پھر تبھی وہ آ رہیں میدان میں ۷ ۔ کیا (پہنچ) پہنچی ہے تجھ کو بات موسیٰ کی ۸

اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۶﴾ ۚ اِذْهَبْ اِلٰى

جب پکارا اس کو اس کے رب نے ۔ پاک میدان میں جس کا نام طویٰ ہے ۔ جا

فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۱۷﴾ ۖ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ۙ ﴿۱۸﴾ وَ

فرعون کے پاس اس نے سر اٹھایا ۹ ۔ پھر کہہ ۔ تیرا جی چاہتا ہے کہ تو سنور جائے ۔ اور

اَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴿۱۹﴾ ۚ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ﴿۲۰﴾ ۖ

راہ بتلاؤں تجھ کو تیرے رب کی طرف ۔ پھر تجھ کو ڈر ہو ۱۰ ۔ پھر دکھلائی اس کو وہ بڑی نشانی ۱۱

◆۱◆ **خلاؤں میں تیرنے والے فرشتے** یعنی جو فرشتے روحوں کو لے کر زمین سے آسمان کی طرف اس سرعت وسہولت سے چلتے ہیں گویا بے روک ٹوک پانی پر تیر رہے ہیں۔ پھر ان ارواح کے باب میں جو خدا کا حکم ہوتا ہے اس کے امتثال کے لئے تیزی کے ساتھ دوڑ کر آگے بڑھتے ہیں۔

◆۲◆ **کاموں کی تدبیر کرنے والے فرشتے** یعنی اس کے بعد ان ارواح کے متعلق ثواب کا حکم ہو یا عقاب کا دونوں امروں میں سے ہر امر کی تدبیر وانتظام کرتے ہیں یا مطلقاً وہ فرشتے مراد ہوں جو عالم تکوین کی تدبیر وانتظام پر مسلط ہیں۔ والظاہر ہوالاول۔ "وَالنّٰزِعٰتِ" "وَالنّٰشِطٰتِ" وغیرہ کی تعیین میں بہت اقوال ہیں۔ ہم نے مترجم رحمہ اللہ کے مذاق پر تقریر کردی۔

◆۳◆ یعنی زمین میں بھونچال آئے۔ پہلی دفعہ صور پھنکنے سے۔

◆۴◆ **قیامت کے بھونچال** حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یعنی لگاتار (یکے بعد دیگرے) بھونچال چلے آئیں" اور اکثر مفسرین نے "رَادِفَۃ" سے صور کا دوسرا نفخہ مراد لیا ہے۔ واللہ اعلم۔

◆۵◆ **دھڑکنے والے دل اور جھکی آنکھیں** یعنی اضطراب اور گھبراہٹ سے دل دھڑکتے ہوں گے اور ذلت وندامت کے مارے آنکھیں جھک رہی ہوں گی۔

◆۶◆ **دوسری زندگی پر کفار کا استہزاء** یعنی "قبر کے گڑھے میں پہنچ کر کیا پھر ہم الٹے پاؤں زندگی کی طرف واپس کئے جائیں گے۔ ہم تو نہیں سمجھ سکتے کہ کھوکھری ہڈیوں میں دوبارہ جان پڑ جائے گی۔ ایسا ہوا تو یہ صورت ہمارے لئے بڑے ٹوٹے اور خسارہ کی ہوگی۔ کیونکہ ہم نے اس زندگی کے لئے کوئی سامان نہیں کیا۔" یہ تمسخر سے کہتے تھے۔ یعنی مسلمان ہماری نسبت ایسا سمجھتے ہیں حالانکہ وہاں مرنے کے بعد سرے سے دوسری زندگی ہی نہیں، نقصان اور خسارہ کا کیا ذکر۔

◆۷◆ **معمولی جھڑکی سے سب جمع ہو جائیں گے** یعنی یہ لوگ اسے بہت مشکل کام سمجھ رہے ہیں حالانکہ اللہ کے ہاں یہ سب کام دم بھر میں ہو جائیں گے۔ جہاں ایک ڈانٹ پلائی، یعنی صور پھنکا اسی وقت بلا توقف سب اگلے پچھلے میدان حشر میں کھڑے دکھائی دیں گے آگے اس کی ایک مختصر سی جھڑکی اور معمولی سی ڈانٹ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جو دنیا میں ایک بڑے متکبر کو دی گئی تھی۔ یا یوں کہیے کہ ان منکرین کو سنایا جا رہا ہے کہ تم سے پہلے بڑے زبردست منکروں کا کیا حشر ہوا۔

◆۸◆ یہ قصہ کئی جگہ مفصل گذر چکا۔

◆۹◆ یعنی کوہ طور کے پاس۔

◆۱۰◆ **حضرت موسیٰؑ کو اللہ کا پکارنا اور فرعون کی اصلاح کا حکم** یعنی اگر تجھے سنورنے کی خواہش ہو تو میں اللہ کے حکم سے سنوار سکتا ہوں اور ایسی راہ بتا سکتا ہوں جس پر چلنے سے تیرے دل میں اللہ کا خوف اور اس کی کامل معرفت جم جائے کیونکہ خوف کا ہونا بدون کمال معرفت کے متصور نہیں۔ معلوم ہوا حضرت موسیٰ کی بعثت کا مقصد فرعون کی اصلاح بھی تھی۔ محض بنی اسرائیل کو قید سے چھڑانا ہی نہ تھا۔

◆۱۱◆ **فرعون کو تبلیغ** یعنی وہاں پہنچ کر اللہ کا پیغام پہنچایا اور اس پر حجت تمام کرنے کے لئے وہ سب سے بڑا معجزہ عصا کے اژدہا بننے کا دکھلایا۔

فَكَذَّبَ وَعَصٰى ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ﴿۲۲﴾ فَحَشَرَ فَنَادٰى ﴿۲۳﴾

پھر جھٹلایا اس نے اور نہ مانا پھر چلا پیٹھ پھیر کر تلاش کرتا ہوا ﴿۱﴾ پھر سب کو جمع کیا پھر پکارا

فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿۲۴﴾ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ

تو کہا میں ہوں رب تمہارا سب سے اوپر ﴿۲﴾ پھر پکڑا اس کو اللہ نے سزا میں آخرت کی

وَالْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴿۲۶﴾ ع

ع ۳۶ / ۳

اور دنیا کی ﴿۳﴾ بے شک اس میں سوچنے کی جگہ ہے جس کے دل میں ڈر ہے ﴿۴﴾

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ۚ بَنٰىهَا ﴿۲۷﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا

کیا تمہارا بنانا مشکل ہے یا آسمان کا ﴿۵﴾ اس نے اس کو بنالیا اونچا کیا اس کا ابھار

فَسَوّٰىهَا ﴿۲۸﴾ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ﴿۲۹﴾ وَالْاَرْضَ بَعْدَ

پھر اس کو برابر (صاف) کیا اور اندھیری کی رات (تاریک کیا رات کو) اس کی اور کھول نکالی اس کی دھوپ ﴿۶﴾ اور زمین کو اس کے

ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴿۳۰﴾ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ﴿۳۱﴾ وَالْجِبَالَ

پیچھے صاف بچھا دیا ﴿۷﴾ باہر نکالا زمین سے اس کا پانی اور چارا ﴿۸﴾ اور پہاڑوں کو

اَرْسٰىهَا ﴿۳۲﴾ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۳﴾ فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ

قائم کر دیا ﴿۹﴾ کام چلانے کو تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے ﴿۱۰﴾ پھر جب آئے وہ بڑا

الْكُبْرٰى ﴿۳۴﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿۳۵﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ

ہنگامہ جس دن کہ یاد کرے گا آدمی جو اس نے کمایا اور نکال ظاہر کر دیں دوزخ کو

لِمَنْ يَّرٰى ﴿۳۶﴾ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿۳۷﴾ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۳۸﴾ فَاِنَّ

جو چاہے دیکھے ﴿۱۱﴾ سو جس نے کی ہو شرارت اور بہتر سمجھا ہو دنیا کا جینا ﴿۱۲﴾ سو

۱ **فرعون کی تکذیب اور ساحروں کی تلاش** یعنی وہ ملعون ماننے والا کہاں تھا۔ اس فکر میں چلا کہ لوگوں کو جمع کرے اور جادوگروں کو تلاش کر کے بلوائے کہ وہ موسیٰ کے معجزات کا مقابلہ کریں۔

۲ **خدائی کا دعویٰ** یعنی سب سے بڑا رب تو میں ہوں۔ یہ موسیٰ کس کا بھیجا ہوا آیا ہے۔

۳ یعنی یہاں پانی میں ڈوبا، وہاں آگ میں جلے گا۔

۴ **اس قصہ میں عبرت** یعنی اس قصہ میں بہت سی باتیں سوچنے اور عبرت پکڑنے کی ہیں۔ بشرطیکہ آدمی کے دل میں تھوڑا بہت ڈر ہو۔ (ربط) موسیٰ اور فرعون کا قصہ درمیان میں استطراداً آ گیا تھا۔ آگے پھر اسی مضمون قیامت کی طرف عود کرتے ہیں۔

۵ **دوسری زندگی پر شبہ کیوں ہے** یعنی تمہارا پیدا کرنا (اور وہ بھی ایک مرتبہ پیدا کر چکنے کے بعد) آسمان و زمین اور پہاڑوں کے پیدا کرنے سے زیادہ مشکل تو نہیں۔ جب اتنی بڑی بڑی چیزوں کا خالق اس کو مانتے ہو، پھر اپنی دوبارہ پیدائش میں کیوں تردد ہے۔

۶ **آسمان کو دیکھو** یعنی آسمان کو خیال کرو کس قدر اونچا، کتنا مضبوط، کیسا صاف، ہموار، اور کس درجہ مرتب و منتظم ہے، کس قدر زبردست انتظام اور باقاعدگی کے ساتھ اس نے سورج کی رفتار سے رات اور دن کا سلسلہ قائم کیا ہے۔ رات کے اندھیرے میں اس کا سماں کچھ اور ہے اور دن کے اجالے میں ایک دوسری ہی شان نظر آتی ہے۔

۷ **آسمان کے بعد زمین** آسمان اور زمین میں پہلے کون پیدا کیا گیا؟ اس کے متعلق ہم پیشتر کسی جگہ کلام کر چکے ہیں۔ غالباً سورۂ "فصلت" میں۔ **تنبیہ** "دَحٰـی" کے معنی راغب نے کسی چیز کو اس کے مقر (جائے قرار) سے ہٹا دینے کے لکھے ہیں۔ تو شاید اس لفظ میں ادھر اشارہ ہو جو آج کل کی تحقیق ہے کہ زمین اصل میں کسی بڑے جرم سماوی کا ایک حصہ ہے جو اس سے الگ ہو گیا۔ واللہ اعلم۔

۸ یعنی دریا اور چشمے جاری کئے۔ پھر پانی سے سبزہ پیدا کیا۔

۹ **پہاڑوں کا قیام** جو اپنی جگہ سے جنبش نہیں کھاتے اور زمین کو بھی بعض خاص قسم کے اضطرابات سے محفوظ رکھنے والے ہیں۔

۱۰ **انسانوں اور جانوروں کیلئے منافع** یعنی یہ انتظام نہ ہو تو تمہارا اور تمہارے جانوروں کا کام کیسے چلے۔ ان تمام اشیاء کا پیدا کرنا تمہاری حاجت روائی اور راحت رسانی کے لئے ہے۔ چاہئے کہ اس منعم حقیقی کا شکر ادا کرتے رہو۔ اور سمجھو کہ جس قادر مطلق اور حکیم برحق نے ایسے زبردست انتظامات کئے ہیں کیا وہ تمہاری بوسیدہ ہڈیوں میں روح نہیں پھونک سکتا۔ لازم ہے کہ آدمی اس کی قدرت کا اقرار کرے۔ اور اس کی نعمتوں کی شکر گذاری میں لگے ورنہ جب وہ بڑا ہنگامہ قیامت کا آئے گا اور سب کیا کرایا سامنے ہو گا سخت پچھتانا پڑے گا۔

۱۱ **دوزخ منظر عام پر** یعنی دوزخ کو اس طرح منظر عام پر لائیں گے کہ ہر دیکھنے والا دیکھ سکے گا۔ کوئی آڑ پہاڑ درمیان میں حائل نہ رہیگا۔

۱۲ **دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے والے** یعنی دنیا کو آخرت پر ترجیح دی اسے بہتر سمجھ کر اختیار کیا اور اسے بھلا دیا۔

الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوٰى ﴿۳۹﴾ وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى

دوزخ ہی ہے اس کا ٹھکانا اور جو کوئی ڈرا ہو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے اور روکا ہو

النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿۴۰﴾ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰى ﴿۴۱﴾ يَسْئَلُونَكَ

اس نے جی کو خواہش سے سو بہشت ہی ہے اس کا ٹھکانا ﴿۱﴾ تجھ سے پوچھتے ہیں

عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسٰهَا ﴿۴۲﴾ فِيمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا ﴿۴۳﴾

وہ گھڑی ﴿۲﴾ کب ہو گا قیام اس کا تجھ کو کیا کام اس کے ذکر سے

إِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا ﴿۴۴﴾ إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَخْشٰهَا ﴿۴۵﴾

تیرے رب کی طرف ہے پہنچ اس کی ﴿۳﴾ تو تو ڈر سنانے کے واسطے ہے اس کو جو اس سے ڈرتا ہے ﴿۴﴾

كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحٰهَا ﴿۴۶﴾

ایسا لگے گا جس دن دیکھیں گے اس کو کہ نہیں ٹھہرے تھے دنیا میں مگر ایک شام یا صبح اس کی ﴿۵﴾

(۸۰) سُوْرَةُ عَبَسَ مَكِّيَّةٌ (۲۴)

آیاتُها ۴۲ رُکوعُها ۱

سورۂ عبس مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی بیالیس آیتیں ہیں اور ایک رکوع اور اسی طرح آخر تک

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

عَبَسَ وَتَوَلّٰى ﴿۱﴾ أَنْ جَاءَهُ الْأَعْمٰى ﴿۲﴾ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهُ

تیوری چڑھائی اور منہ موڑا ﴿۱﴾ اس بات سے کہ آیا اس کے پاس اندھا ﴿۲﴾ اور تجھ کو کیا خبر ہے شاید کہ وہ

يَزَّكّٰى ﴿۳﴾ أَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ﴿۴﴾ أَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ﴿۵﴾

سنورتا یا سوچتا تو کام آتا اس کے سمجھانا ﴿۴﴾ وہ جو پروا نہیں کرتا

① **جنت کن لوگوں کا ٹھکانہ ہے** یعنی جو اس بات کا خیال کر کے ڈرا کہ مجھے ایک روز اللہ کے سامنے حساب کے لئے کھڑا ہونا ہے اور اسی ڈر سے اپنے نفس کی خواہش پر نہ چلا بلکہ اسے روک کر اپنے قابو میں رکھا اور احکام الٰہی کے تابع بنایا تو اس کا ٹھکانا بہشت کے سوا کہیں نہیں۔

② یعنی آخر وہ گھڑی کب آئے گی اور قیامت کب قائم ہوگی۔

③ یعنی اس کا وقت ٹھیک متعین کر کے بتلانا آپ کا کام نہیں کتنے ہی سوال جواب کرو۔ آخر کار اس کا علم خدا ہی پر حوالہ کرنا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "پوچھتے پوچھتے اسی تک پہنچنا ہے، پیچھے سب بے خبر ہیں۔"

④ **تمہارا کام ڈرسنانا ہے** یعنی آپ کا کام قیامت کی خبر سنا کر لوگوں کو ڈرا دینا ہے۔ اب جس کے دل میں اپنے انجام کی طرف سے کچھ خوف ہوگا یا خوف آخرت کی استعداد ہوگی وہ سن کر ڈرے گا اور ڈر کر تیاری کرے گا۔ گویا آپ کا ڈرانا نتیجہ کے اعتبار سے صرف ان ہی لوگوں کے حق میں ہوا جو اس سے متنفع ہونے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ ورنہ نااہل لوگ تو انجام سے غافل ہو کر ان ہی فضول بحثوں میں پڑے ہوئے ہیں کہ قیامت کس تاریخ، کس دن، کس سن میں آئے گی۔

⑤ **دنیا کی زندگی ایک صبح یا ایک شام کے برابر معلوم ہوگی** یعنی اب تو شور مچا رہے ہیں کہ قیامت کے آنے میں دیر کیوں ہے جلد کیوں نہیں آجاتی۔ مگر اس وقت معلوم ہوگا کہ بہت جلد آئی۔ بیچ میں دیر کچھ نہیں لگی۔

سورۃ عبس

① **سورۂ عبس کے نزول کا واقعہ** آنحضرت ﷺ بعض سرداران قریش کو مذہب اسلام کے متعلق کچھ سمجھا رہے تھے۔ اتنے میں ایک نابینا مسلمان (جن کو ابن ام مکتوم کہتے ہیں) حاضر خدمت ہوئے اور اپنی طرف متوجہ کرنے لگے کہ فلاں آیت کیونکر ہے یارسول اللہ ﷺ! مجھے اس میں سے کچھ سکھائیے جو اللہ نے آپ کو سکھلایا ہے۔ حضرت ﷺ کو ان کا بے وقت کا پوچھنا گراں گزرا۔ آپ کو خیال ہوا ہوگا کہ میں ایک بڑے اہم کام میں مشغول ہوں۔ قریش کے یہ بڑے بڑے سردار اگر ٹھیک سمجھ کر سلام لے آئیں تو بہت لوگوں کے مسلمان ہونے کی توقع ہے۔ **حضرت ابن ام مکتوم** ابن ام مکتوم بہر حال مسلمان ہے اس کو سمجھنے اور تعلیم حاصل کرنے کے ہزار مواقع حاصل ہیں، اس کو دکھائی نہیں دیتا کہ میرے پاس ایسے بااثر اور بارسوخ لوگ بیٹھے ہیں جن کو اگر ہدایت ہو جائے تو ہزاروں اشخاص ہدایت پر آسکتے ہیں، میں ان کو سمجھا رہا ہوں، یہ اپنی کہتا چلا جاتا ہے۔ اتنا بھی نہیں سمجھتا کہ اگر ان لوگوں کی طرف سے ہٹ کر گوشۂ التفات اس کی طرف کروں گا تو ان لوگوں پر کس قدر شاق ہوگا۔ شاید پھر وہ میری بات سننا بھی پسند نہ کریں۔ غرض آپ ﷺ منقبض ہوئے اور انقباض کے آثار چہرے پر ظاہر ہونے لگے۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ روایات میں ہے کہ اس کے بعد جب وہ نابینا آپ ﷺ کی خدمت میں آتے، آپ ﷺ بہت تعظیم و تکریم سے پیش آتے اور فرماتے "مَرْحَبًا بِمَنْ عَاتَبَنِیْ فِیْهِ رَبِّیْ"۔

② **آنحضرت ﷺ پر صیغہ غائب میں عتاب** یعنی پیغمبر نے ایک اندھے کے آنے پر چیں بجبیں ہو کر منہ پھیر لیا۔ حالانکہ اس کو اندھے کی معذوری، شکستہ حالی اور طلب صادق کا لحاظ زیادہ کرنا چاہئے تھا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یہ کلام گویا اوروں کے سامنے گلہ ہے رسول کا (اسی لئے بصیغہ غائب ذکر کیا) آگے خود رسول کو خطاب فرمایا ہے۔" اور محققین کہتے ہیں کہ یہ غایت تکرم و استحیاء متکلم کا، اور غایت کرامت مخاطب کی ہے کہ عتاب کے وقت بھی رو در رو اس امر کی نسبت آپ ﷺ کی طرف نہیں فرمائی اور آگے خطاب کا صیغہ بطور التفات کے اس لئے اختیار کیا کہ شبہ اعراض کا نہ ہو۔ نیز وہ مضمون پہلے مضمون سے ہلکا ہے۔ واللہ اعلم۔

③ **حضرت ابن ام مکتوم کا ذکر خیر** یعنی وہ اندھا طالب صادق تھا۔ تمہیں کیا معلوم کہ تمہارے فیض توجہ سے اس کا حال سنور جاتا اور اس کا نفس مزکی ہو جاتا۔ یا تمہاری کوئی بات کان میں پڑتی، اس کو اخلاص سے سوچتا سمجھتا اور آخر وہ بات کسی وقت اس کے کام آجاتی۔

فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ۝٦ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ۝٧ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ

سو تو اس کی فکر میں ہے اور تجھ پر کچھ الزام نہیں کہ وہ نہیں درست ہوتا ❶ اور وہ جو آیا تیرے پاس

يَسْعٰى ۝٨ وَهُوَ يَخْشٰى ۝٩ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۝١٠ كَلَّآ اِنَّهَا

دوڑتا اور وہ ڈرتا ہے سو تو اس سے تغافل کرتا ہے ❷ یوں نہیں یہ تو

تَذْكِرَةٌ ۝١١ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝١٢ فِىْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝١٣ مَّرْفُوْعَةٍ

نصیحت ہے پھر جو کوئی چاہے اس کو پڑھے ❸ لکھا ہے (لکھی ہے) عزت کے ورقوں میں اونچے رکھے ہوئے

مُّطَهَّرَةٍ ۝١٤ بِاَيْدِىْ سَفَرَةٍ ۝١٥ كِرَامٍۢ بَرَرَةٍ ۝١٦ قُتِلَ الْاِنْسَانُ

نہایت ستھرے ❹ ہاتھوں میں لکھنے والوں کے جو بڑے درجہ والے نیک کار ہیں ❺ مارا جائیو آدمی

مَآ اَكْفَرَهٗ ۝١٧ مِنْ اَىِّ شَىْءٍ خَلَقَهٗ ۝١٨ مِنْ نُّطْفَةٍ

کیسا ناشکرا ہے ❻ کس چیز سے بنایا اس کو ایک بوند (قطرہ) سے ❼

خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۝١٩ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ۝٢٠ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۝٢١

بنایا اس کو پھر اندازہ پر رکھا اس کو ❽ پھر راہ آسان کر دی اس کو ❾ پھر اس کو مردہ کیا پھر قبر میں رکھوا دیا اس کو ❿

ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ۝٢٢ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ۝٢٣ فَلْيَنْظُرِ

پھر جب چاہا اٹھا نکالا اس کو ⓫ ہرگز نہیں پورا نہ کیا جو اس کو فرمایا ⓬ اب دیکھ لے

❶ **کسی کے ایمان نہ لانے کے آپ ذمہ دار نہیں** یعنی جو لوگ اپنے غرور اور شیخی سے حق کی پروا نہیں کرتے اور ان کا تکبر اجازت نہیں دیتا کہ اللہ و رسول کے سامنے جھکیں آپ ﷺ ان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہ یہ کسی طرح مسلمان ہو جائیں تا ان کے اسلام کا اثر دوسروں پر پڑے۔ حالانکہ اللہ کی طرف سے آپ ﷺ پر کوئی الزام نہیں کہ یہ مغرور اور شیخی باز آپ ﷺ کی ہدایت سے درست کیوں نہ ہوئے۔ آپ ﷺ کا فرض دعوت و تبلیغ کا تھا، وہ ادا کر چکے اور کر رہے ہیں۔ آگے ان لاپروا متکبروں کی فکر میں اس قدر انہماک کی ضرورت نہیں کہ سچے طالب اور مخلص ایماندار توجہ سے محروم ہونے لگیں۔ یا معاملہ کی ظاہری سطح دیکھ کر بے سوچے سمجھے لوگوں میں یہ خیال پیدا ہو جائے کہ پیغمبر صاحب کی توجہ امیروں اور تونگروں کی طرف زیادہ ہے۔ شکستہ حال غریبوں کی طرف نہیں۔ اس مہمل خیال کے پھیلنے سے جو ضرر دعوت اسلام کے کام کو پہنچ سکتا ہے وہ اس نفع سے کہیں بڑھ کر ہے جس کی ان چند متکبرین کے مسلمان ہونے سے توقع کی جا سکتی ہے۔

۲ حضرت ابن ام مکتوم کا شوق علم اور خشیت | یعنی اللہ سے ڈرتا ہے یاڈر لگا ہے کہ آپ ﷺ کی ملاقات میسر ہو یا نہ ہو۔ پھر اندھا ہے کوئی ہاتھ پکڑنے والا نہیں۔ اندیشہ ہے کہیں راستہ میں ٹھوکر لگے یا کسی چیز سے ٹکرا جائے یا یہ سمجھ کر کہ آپ کے پاس جا رہا ہے دشمن ستانے لگیں۔

۳ جنگ قادسیہ میں ان صحابی کی شہادت | حالانکہ ایسے ہی لوگوں سے امید ہو سکتی ہے کہ ہدایت سے منتفع ہوں گے۔ اور اسلام کے کام آئیں گے۔ کہتے ہیں کہ یہی نابینا بزرگ زرہ پہنے اور جھنڈا ہاتھ میں لئے جنگ قادسیہ میں شریک تھے۔ آخر اسی معرکہ میں شہید ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۴ جو چاہے اس نصیحت کو پڑھے | یعنی متکبر اغنیاء اگر قرآن کو نہ پڑھیں اور اس نصیحت پر کان نہ دھریں تو اپنا ہی برا کریں گے۔ قرآن کو ان کی کچھ پروا نہیں۔ نہ آپ کو اس درجہ ان کے درپے ہونے کی ضرورت ہے۔ ایک عام نصیحت تھی سو کر دی گئی جو اپنا فائدہ چاہے اس کو پڑھے اور سمجھے۔

۵ قرآن کی عزت و وقعت | یعنی کیا ان مغرور سرپھروں کے ماننے سے قرآن کی عزت و وقعت ہوگی؟ قرآن تو وہ ہے جس کی آیتیں آسمان کے اوپر نہایت معزز، بلند مرتبہ اور صاف ستھرے ورقوں میں لکھی ہوئی ہیں اور زمین پر مخلص ایماندار بھی اس کے اوراق نہایت عزت واحترام اور تقدیس و تطہیر کے ساتھ اونچی جگہ رکھتے ہیں۔

۶ یعنی وہاں فرشتے اس کو لکھتے ہیں اسی کے موافق وحی اترتی ہے۔ اور یہاں بھی اوراق میں لکھنے اور جمع کرنے والے دنیا کے بزرگ ترین پاکباز نیکوکار اور فرشتہ خصلت بندے ہیں جنہوں نے ہر قسم کی کمی بیشی اور تحریف و تبدیل سے اس کو پاک رکھا ہے۔

۷ انسان کیسا ناشکرا ہے | یعنی قرآن جیسی نعمت عظمیٰ کی کچھ قدر نہ کی اور اللہ کا حق کچھ نہ پہچانا۔

۸ انسان کی اصل عروج اور زوال | یعنی ذرا اپنی اصل پر تو غور کیا ہوتا کہ وہ پیدا کس چیز سے ہوا ہے۔ ایک ناچیز اور بے قدر قطرۂ آب سے۔ جس میں حس و شعور، حسن و جمال اور عقل و ادراک کچھ نہ تھا۔ سب کچھ اللہ نے اپنی مہربانی سے عطا فرمایا۔ جس کی حقیقت کل اتنی ہو کیا اسے یہ طمطراق زیبا ہے کہ خالق و منعم حقیقی ایسی عظیم الشان نصیحت اتارے اور یہ بے شرم اپنی اصل حقیقت اور مالک کی سب نعمتوں کو فراموش کر کے اس کی کچھ پروا نہ کرے۔ او احسان فراموش! کچھ تو شرمایا ہوتا۔

۹ یعنی ہاتھ پاؤں وغیرہ سب اعضاء و قویٰ ایک خاص اسلوب اور اندازے سے رکھے۔ کوئی چیز یوں ہی بے تکی اور بے ڈھنگی خلاف حکمت نہیں رکھ دی۔

۱۰ انسان کی راہ آسان کر دی | یعنی ایمان و کفر اور بھلے برے کی سمجھ دی یا ماں کے پیٹ میں سے نکالا آسانی سے۔

۱۱ یعنی مرنے کے بعد اس کی لاش کو قبر میں رکھنے کی ہدایت کر دی۔ تا زندوں کے سامنے یوں ہی بے حرمت نہ ہو۔

۱۲ دوبارہ زندگی | یعنی جس نے ایک مرتبہ جلایا اور مارا۔ اسی کو اختیار ہے کہ جب چاہے دوبارہ زندہ کر کے قبر سے نکالے۔ کیونکہ اس کی قدرت اب کسی نے سلب نہیں کر لی۔ (العیاذ باللہ) بہرحال پیدا کر کے دنیا میں لانا، پھر مار کر برزخ میں لے جانا، پھر زندہ کر کے میدان حشر میں کھڑا کر دینا، یہ امور جس کے قبضہ میں ہوئے کیا اس کی نصیحت سے اعراض و انکار اور اس کی نعمتوں کا استحقار کسی آدمی کیلئے زیبا ہے۔

۱۳ انسان نے مالک کا حق نہیں پہچانا | یعنی انسان نے ہرگز اپنے مالک کا حق نہیں پہچانا اور جو کچھ حکم ہوا تھا ابھی تک اس کو بجا نہیں لایا۔ تنبیہ | ابن کثیرؒ نے "كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَا أَمَرَهُ" کو "ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنْشَرَهُ" سے متعلق رکھا ہے یعنی جب چاہے گا زندہ کر کے اٹھائے گا۔ ابھی ایسا نہیں کیا جا سکتا کیونکہ دنیا کی آبادی کے متعلق اس کا جو حکم کونی وقدری ہے وہ ابھی تک اس نے ختم نہیں کیا۔

الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ﴿۲۴﴾ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ﴿۲۵﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا

آدمی اپنے کھانے کو ﴿۱﴾ کہ ہم نے ڈالا پانی اوپر سے گرتا ہوا پھر چیرا

الْاَرْضَ شَقًّا ﴿۲۶﴾ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ﴿۲۷﴾ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ﴿۲۸﴾

زمین کو پھاڑ کر ﴿۲﴾ پھر اگایا اس میں اناج اور انگور اور ترکاری

وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ﴿۲۹﴾ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ﴿۳۰﴾ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ﴿۳۱﴾

اور زیتون اور کھجوریں اور گھن (گنجان) کے باغ اور میوہ اور گھاس

مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۲﴾ فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿۳۳﴾

کام چلانے کو تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے ﴿۳﴾ پھر جب آئے وہ کان پھوڑنے والی ﴿۴﴾

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿۳۴﴾ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ﴿۳۵﴾ وَصَاحِبَتِهٖ

جس دن کہ بھاگے مرد اپنے بھائی سے اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے اور اپنی ساتھ والی سے

وَبَنِيْهِ ﴿۳۶﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴿۳۷﴾

اور اپنے بیٹوں سے ہر مرد کو ان میں سے اس دن ایک فکر لگا ہوا ہے جو اس کے لیے کافی ہے ﴿۵﴾

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿۳۸﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿۳۹﴾

کتنے منہ اس دن روشن ہیں ہنستے خوشیاں کرتے ﴿۶﴾

وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿۴۰﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿۴۱﴾

اور کتنے منہ اس دن ان پر گرد پڑی ہے چڑھی آتی ہے ان پر سیاہی ﴿۷﴾

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿۴۲﴾

یہ لوگ وہی ہیں جو منکر ہیں ڈھیٹھ ﴿۸﴾

ع ۴۲ ۵

۱ **انسان کی زندگی کے اسباب و سامان** پہلے انسان کے پیدا کرنے اور مارنے کا ذکر تھا۔ اب اس کی زندگی اور بقاء کے سامان یاد دلاتے ہیں۔

۲ **زمین کو پھاڑ کر کونپل کا نکلنا** یعنی ایک گھاس کے تنکے کی کیا طاقت تھی کہ زمین کو چیر پھاڑ کر باہر نکل آتا، یہ قدرت کا ہاتھ ہے جو زمین کو پھاڑ کر اس سے طرح طرح کے غلے، پھل اور سبزے ترکاریاں وغیرہ باہر نکالتا ہے۔

۳ یعنی بعض چیزیں تمہارے کام آتی ہیں اور بعض تمہارے جانوروں کے۔

۴ **صور کی کان پھاڑنے والی آواز** یعنی ایسی سخت آواز جس سے کان بہرے ہو جائیں۔ اس سے مراد نفخہ صور کی آواز ہے۔

۵ **اس دن ہر شخص اپنی ہی فکر میں ہوگا** یعنی اس وقت ہر ایک کو اپنی فکر پڑی ہوگی احباب و اقارب ایک دوسرے کو نہ پوچھیں گے بلکہ اس خیال سے کہ کوئی میری نیکیوں میں سے نہ مانگنے لگے یا اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے لگے ایک دوسرے سے بھاگے گا۔

۶ **مؤمنین کے چہروں پر روشنی اور خوشی** یعنی مؤمنین کے چہرے نورِ ایمان سے روشن اور نہایت مسرت سے خنداں و فرحاں ہوں گے۔

۷ **کافروں کے چہروں پر سیاہی اور کدورت** یعنی کافروں کے چہروں پر کفر کی کدورت چھائی ہوگی اور اوپر سے فسق و فجور کی ظلمت اور زیادہ تیرہ و تاریک کر دے گی۔

۸ یعنی کافر بے حیا کو کتنا ہی سمجھاؤ ذرا نہ پسیجیں۔ نہ خدا سے ڈریں، نہ مخلوق سے شرمائیں۔

آیاتہا ۲۹ (۸۱) سُوْرَةُ التَّكْوِيْرِ مَكِّيَّةٌ (۷) رکوعہا ۱

سورۂ تکویر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی انتیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝۱ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝۲ وَاِذَا الْجِبَالُ

جب سورج کی دھوپ تہ ہو جائے ۝۱ اور جب تارے میلے ہو جائیں ۝۲ اور جب پہاڑ

سُيِّرَتْ ۝۳ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝۴ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝۵

چلائے جائیں ۝۳ اور جب بیاتی اونٹنیاں چھٹی پھریں ۝۴ اور جب جنگل کے جانوروں (جانور) میں رول پڑ جائے (رل مل جائیں) ۝۵

وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝۶ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝۷ وَاِذَا

اور جب دریا جھونکے جائیں ۝۶ اور جب جیوں کے جوڑے باندھے جائیں ۝۷ اور جب

الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝۸ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝۹ وَاِذَا الصُّحُفُ

بیٹی جیتی گاڑ دی گئی کو پوچھیں کہ کس گناہ پر وہ ماری گئی ۝۸ اور جب اعمالنامے

نُشِرَتْ ۝۱۰ وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۝۱۱ وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ۝۱۲

کھولے جائیں اور جب آسمان کا پوست اتار لیں ۝۹ اور جب دوزخ دہکائی جائے

وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ۝۱۳ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ ۝۱۴ فَلَآ

اور جب بہشت پاس لائی جائے ۝۱۰ جان لے گا ہر ایک جی جو لے کر آیا ۝۱۱ سو

اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ۝۱۵ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ۝۱۶ وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ۝۱۷

قسم کھاتا ہوں میں پیچھے ہٹ جانے والوں سیدھے چلنے والوں دبک جانے والوں کی ۝۱۲ اور رات کی جب پھیل جائے (پھیلے) ۝۱۳

سورۃ التکویر

۱ سورج کی روشنی تہہ ہو جائے گی | گویا اس کی لمبی شعاعیں جن سے دھوپ پھیلتی ہے لپیٹ کر رکھ دی جائیں اور آفتاب بے نور ہو کر پنیر کی ٹکی کی مانند رہ جائے یا بالکل نہ رہے۔

۲ ستارے ٹوٹ جائیں گے | یعنی ستارے ٹوٹ کر گر پڑیں اور ان کا نور زائل ہو جائے۔

۳ یعنی ہوا میں اڑتے پھریں۔

۴ قیمتی اونٹنیاں لاوارث پھریں گی | اونٹ عرب کا بہترین مال ہے اور دس مہینے کی گابھن اونٹنی جو بیانے کے قریب ہو دودھ اور بچہ کی توقع پر بہت زیادہ عزیز ہوتی ہے۔ لیکن قیامت کے ہولناک زلازل کے وقت ایسے نفیس و عزیز مال کو کوئی نہ پوچھے گا نہ مالک کو اتنا ہوش ہو گا کہ ایسے بڑھیا مال کی خبر گیری کرے۔ باقی یہ کہنا کہ ریل نکل جانے کی وجہ سے اونٹنیاں بیکار ہو جائیں گی محض ظرافت ہے۔

۵ جانور رل مل جائیں گے | یعنی جنگل کے وحشی جانور جو آدمی کے سایہ سے بھاگتے ہیں مضطرب ہو کر شہر میں آگھسیں اور پالتو جانوروں میں مل جائیں جیسا کہ اکثر خوف کے وقت دیکھا گیا ہے۔ ابھی چند سال ہوئے گنگا جمنا میں سیلاب آیا تھا تو لوگوں نے دیکھا کہ ایک چھپر بہتا جا رہا ہے اس پر آدمی بھی ہیں اور سانپ وغیرہ بھی لپٹ رہے ہیں ایک دوسرے سے کچھ تعرض نہیں کرتا۔ نفسی نفسی پڑی ہوئی ہے بلکہ زیادہ سردی کے زمانہ میں درندے جنگل سے شہر میں گھس آتے ہیں۔ تنبیہ | بعض مفسرین نے "حُشِرَتۡ" کے معنی مارنے کے اور بعض نے مار کر اٹھانے کے لئے ہیں۔ واللہ اعلم۔

۶ سمندر آگ کی طرح جھونکے جائیں گے | یعنی سمندروں کا پانی گرم ہو کر دھواں اور آگ بن جائے جو نہایت گرم ہو کر محشر میں کافروں کو دکھ پہنچائے اور تنور کی طرح جھونکنے سے جالے۔

۷ انسانوں کے مختلف جوڑے اور جماعتیں | یعنی کافر کافر کے اور مسلم مسلم کے ساتھ پھر ہر قسم کا نیک یا بدعمل کرنے والا اپنے جیسے عمل کرنے والوں کے ساتھ جوڑ دیا جائے اور عقائد، اعمال، اخلاق وغیرہ کے اعتبار سے الگ جماعتیں بنا دی جائیں یا یہ مطلب ہے کہ روحوں کو جسموں کے ساتھ جوڑ دیا جائے۔

۸ بیٹیوں پر ظلم کا سوال ہوگا | عرب میں رسم تھی کہ باپ اپنی بیٹی کو نہایت سنگدلی اور بے رحمی سے زندہ زمین میں گاڑ دیتا تھا بعض تو تنگدستی اور شادی بیاہ کے اخراجات کے خوف سے یہ کام کرتے تھے اور بعض کو یہ عار تھی کہ ہم اپنی بیٹی کسی کو دیں گے وہ ہمارا داماد کہلائے گا۔ قرآن نے آگاہ کیا کہ ان مظلوم بچیوں کی نسبت بھی سوال ہو گا کہ کس گناہ پر اس کو قتل کیا تھا۔ یہ مت سمجھنا کہ ہماری اولاد ہے، اس میں ہم جو چاہیں تصرف کریں بلکہ اولاد ہونے کی وجہ سے جرم اور زیادہ سنگین ہو جاتا ہے۔

۹ آسمان کا پوست اُتارا جائے گا | جیسے جانور کا بعد ذبح کے پوست اتار لیتے ہیں۔ اس سے تمام اعضاء اور رگ و ریشہ ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح آسمان کے کھل جانے سے اس کے اوپر کی چیزیں نظر آئیں گی اور غمام کا نزول ہو گا۔ جس کا ذکر انیسویں پارہ میں آیت "وَيَوۡمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالۡغَمَامِ" الخ سے ہوا ہے۔

۱۰ دوزخ دہکائی جائے گی اور جنت قریب لائی جائے گی | یعنی دوزخ بڑے زور و شور کے ساتھ دہکائی جائے اور بہشت متقیوں کے نزدیک کر دی جائے جس کی رونق بہار دیکھنے سے عجیب مسرت و فرحت حاصل ہو۔

۱۱ ہر آدمی اپنا عمل جان لے گا | یعنی ہر ایک کو پتہ لگ جائے گا کہ نیکی یا بدی کا کیا سرمایہ لے کر حاضر ہوا ہے۔

۱۲ سیاروں کی چال کی قسم | کئی سیاروں (مثلاً زحل، مشتری، مریخ، زہرہ، عطارد) کی چال اس ڈھب سے ہے کہ کبھی مغرب سے مشرق کو چلیں یہ سیدھی راہ ہوئی، کبھی ٹھٹک کر الٹے پھریں اور کبھی سورج کے پاس آکر کتنے دنوں تک غائب رہیں۔

۱۳ یا جب جانے لگے۔ اس لفظ کے دونوں معنی آتے ہیں۔

وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۹﴾ ذِىْ

اور صبح کی جب دم بھرے (سانس لیوے) ◆۱◆ مقرر یہ کہا ہے ایک بھیجے ہوئے عزت والے کا

قُوَّةٍ عِنْدَ ذِى الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ﴿۲۰﴾ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ﴿۲۱﴾

قوت والا عرش کے مالک کے پاس درجہ پانے والا سب کا مانا ہوا وہاں کا معتبر ہے ◆۲◆

وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ﴿۲۳﴾

اور یہ تمہارا رفیق کچھ دیوانہ نہیں ◆۳◆ اور اس نے دیکھا ہے اس فرشتہ کو آسمان کے کھلے کنارہ کے پاس ◆۴◆

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ﴿۲۴﴾ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ

اور یہ غیب کی بات بتانے میں بخیل نہیں ◆۵◆ اور یہ کہا ہوا نہیں کسی شیطان

رَّجِيْمٍ ﴿۲۵﴾ فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ﴿۲۶﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۷﴾

مردود کا ◆۶◆ پھر تم کدھر چلے جا رہے ہو ◆۷◆ یہ تو ایک نصیحت ہے جہان بھر کے واسطے ◆۸◆

◆۱◆ **صبح کے سانس لینے کی قسم** حضرت شاہ عبدالعزیزؒ لکھتے ہیں گویا آفتاب کو دریا میں تیرنے والی مچھلی سے تشبیہ دی اور طلوع سے پہلے اس کے نور کے منتشر ہونے کو دم ماہی سے نسبت کی۔ جیسے مچھلی دریا میں آنکھوں سے پوشیدہ گزرتی ہے اور اس کے سانس لینے سے پانی اڑتا اور منتشر ہوتا ہے۔ اسی طرح آفتاب کی حالت قبل طلوع اور قبل روشنی پھیلنے کے ہے۔ اور بعضوں نے کہا کہ دم صبح کنایہ ہے نسیم سے جو طلوع صبح کے قریب موسم بہار میں چلتی ہے۔

ان قسموں کی مناسبت تنبیہ ان قسموں کی مناسبت آئندہ مضمون سے یہ ہے کہ ان ستاروں کا چلنا ٹھہرنا، لوٹنا، اور چھپ جانا ایک نمونہ ہے اگلے انبیاء پر بار بار وحی آنے اور ایک مدت دراز تک اس کے نشان باقی رہنے پھر منقطع ہو کر چھپ جانے اور غائب ہو جانے کا۔ اور رات کا آنا نمونہ ہے اس تاریک دور کا جو خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے پہلے دنیا پر گذرا کہ کسی شخص کو حق و باطل کی تمیز نہ رہی تھی۔ اور وحی کے آثار بالکل مٹ چکے تھے اس کے بعد صبح صادق کا دم بھرنا حضور ﷺ کا اس جہان میں تشریف لانا اور قرآن کا اترنا ہے کہ ہر چیز کو ہدایت کے نور سے دن کی مانند روشن کر دیا۔ گویا اگلے انبیاء کا نور ستاروں کی طرح تھا اور اس نور اعظم کو آفتاب درخشاں کہنا چاہئے۔ ولنعم ماقیل۔

فانه شمس فضل هم كواكبها ۔۔۔ يظهرن انوارها للناس فى الظلم

حتى اذا طلعت فى الكون عم هداها ۔۔۔ للعالمين واحييت سائر الامم

اور بعض علماء نے فرمایا کہ ستاروں کا سیدھا چلنا اور لوٹنا اور چھپ جانا، فرشتے کے آنے اور واپس جانے اور عالم ملکوت میں جا چھپنے

کے مشابہ ہے اور رات کا گذرنا اور صبح کا آنا، قرآن کے سبب ظلمت کفر دور ہو جانے اور نور ہدایت کے پوری طرح ظاہر ہو جانے کے مشابہ ہے۔ اس تقریر کے موافق مقسم بہ کی مناسبت مقسم علیہ سے زیادہ واضح ہے۔ واللہ اعلم۔

◆ **حضرت جبرئیلؑ کی چند صفات** یہ حضرت جبریلؑ کی صفات بیان ہوئیں۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم جو اللہ کے پاس سے ہم تک پہنچا اس میں دو واسطے ہیں۔ ایک وحی لانے والا فرشتہ (جبریل علیہ السلام) اور دوسرا پیغمبر عربی صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کی صفات وہ ہیں جن کے معلوم ہونے کے بعد کسی طرح کا شک وشبہ قرآن کے صادق اور منزل من اللہ ہونے میں نہیں رہتا۔ کسی روایت کی صحت تسلیم کرنے کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ راوی وہ ہوتا ہے جو اعلیٰ درجہ کا ثقہ، عادل، ضابط، اور امانتدار ہو۔ جس سے روایت کرے اس کے پاس عزت وحرمت کے ساتھ رہتا ہو۔ بڑے بڑے معتبر ثقات اس کی امانت وغیرہ پر اعتماد کلی رکھتے ہوں۔ اور اسی لئے اس کی بات بے چون وچرا مانتے ہوں۔ یہ تمام صفات حضرت جبریل میں موجود ہیں وہ کریم (عزت والے) ہیں جن کے لئے اعلیٰ نہایت متقی اور پاکباز ہونا لازم ہے" اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ " وفی الحدیث "الکرم التقوی" بڑی قوت والے ہیں جس میں اشارہ ہے کہ حفظ وضبط اور بیان کی قوت بھی کامل ہے۔ اللہ کے ہاں ان کا بڑا درجہ ہے۔ سب فرشتوں سے زیادہ بارگاہ ربوبیت میں قرب اور رسائی حاصل ہے آسمانوں کے فرشتے ان کی بات مانتے اور ان کا حکم تسلیم کرتے ہیں کیونکہ ان کے امین اور معتبر ہونے میں کسی کو شبہ نہیں۔ یہ تو رسول ملکی کا حال تھا آگے رسول بشری کا حال سن لیجئے۔

◆ **تمہارے رفیق پر جنون کا الزام غلط ہے** یعنی بعثت سے پہلے چالیس سال تک وہ تمہارے اور تم اس کے ساتھ رہے اتنی طویل مدت تک اس کے تمام کھلے چھپے احوال کا تجربہ کیا۔ کبھی ایک مرتبہ اس میں جھوٹ فریب یا دیوانہ پن کی بات نہ دیکھی۔ ہمیشہ اس کے صدق وامانت اور عقل ودانائی کے معترف رہے۔ اب بلاوجہ اسے جھوٹا یا دیوانہ کیونکر کہہ سکتے ہو۔ کیا یہ وہی تمہارا رفیق نہیں ہے جس کے رتی رتی احوال کا تم پہلے سے تجربہ رکھتے ہو۔ اب اس کو دیوانہ کہنا بجز دیوانگی کے کچھ نہیں۔

◆ **حضرت جبرئیلؑ کو اصلی صورت میں دیکھنا** یعنی مشرقی کنارہ کے پاس اس کی اصلی صورت میں صاف صاف دیکھا۔ اس لئے یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ شاید دیکھنے یا پہچاننے میں کچھ اشتباہ والتباس ہو گیا ہوگا جس کو فرشتہ سمجھ لیا وہ واقع میں فرشتہ نہ ہوگا۔ سورۂ "نجم" میں پہلے آچکا " فَاسْتَوٰی وَھُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی "

◆ **آنحضرت ﷺ غیب کی خبر دینے میں بخیل نہیں** یعنی یہ پیغمبر ہر قسم کے غیوب کی خبر دیتا ہے ماضی سے متعلق ہوں یا مستقبل سے۔ یا اللہ کے اسماء وصفات سے یا احکام شرعیہ سے یا مذاہب کی حقیقت وبطلان سے یا جنت ودوزخ کے احوال سے یا واقعات بعد الموت سے اور ان چیزوں کے بتلانے میں ذرا بخل نہیں کرتا نہ اجرت مانگتا ہے۔ نہ نذرانہ، نہ بخشش، پھر کاہن کا لقب اس پر کیسے چسپاں ہو سکتا ہے۔ کاہن محض ایک جزئی اور نامکمل بات غیب کی سو جھوٹ ملا کر بیان کرتا ہے اور اس کے بتلانے میں بھی اس قدر بخیل ہے کہ بدون مٹھائی یا نذرانہ وغیرہ وصول کئے ایک حرف زبان سے نہیں نکالتا پیغمبروں کی سیرت سے کاہنوں کی پوزیشن کو کیا نسبت۔

◆ **یہ شیطان کا قول نہیں** بھلا شیطان ایسی نیکی اور پرہیزگاری کی باتیں کیوں سکھلانے لگا جس میں سراسر بنی آدم کا فائدہ اور خود اس ملعون کی تقبیح ومذمت ہو۔

◆ یعنی جب جھوٹ، دیوانگی، تخیل وتوہم اور کہانت وغیرہ کے سب احتمالات مرفوع ہوئے تو بجز صدق وحق کے اور کیا باقی رہا۔ پھر اس روشن اور صاف راستہ کو چھوڑ کر کدھر بہکے چلے جا رہے ہو۔

◆ قرآن کی نسبت جو احتمالات تم پیدا کرتے ہو سب غلط ہیں۔ اگر اس کے مضامین وہدایات میں غور کرو تو اس کے سوا کچھ نہ نکلے گا کہ یہ سارے جہان کے لئے ایک سچا نصیحت نامہ اور مکمل دستور العمل ہے جس سے ان کی دارین کی فلاح وابستہ ہے۔

لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ﴿۲۸﴾ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ

جو کوئی چاہے تم میں سے کہ سیدھا چلے ﴿۱﴾ اور تم جبھی چاہو کہ

اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۹﴾ ع

چاہے اللہ سارے جہان کا مالک ﴿۲﴾

ع ۶ ۲۹ ۱

ایاتها ۱۹ (۸۲) سُوْرَةُ الْاِنْفِطَارِ مَكِّيَّةٌ (۸۲) رکوعها ۱

سورۂ انفطار مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی انیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ﴿۱﴾ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ﴿۲﴾ وَاِذَا الْبِحَارُ

جب آسمان چر جائے (پھٹ جائے) اور جب تارے جھڑ پڑیں اور جب دریا

فُجِّرَتْ ﴿۳﴾ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ﴿۴﴾ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ

ابل نکلیں ﴿۳﴾ اور جب قبریں زیر و زبر کر دی جائیں ﴿۴﴾ جان لے ہر ایک جی جو کچھ کہ آگے بھیجا

وَاَخَّرَتْ ﴿۵﴾ يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ﴿۶﴾

اور پیچھے چھوڑا ﴿۵﴾ اے آدمی کس چیز سے بہکا تو اپنے رب کریم پر ﴿۶﴾

الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ﴿۷﴾ فِيْۤ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ

جس نے تجھ کو بنایا پھر تجھ کو ٹھیک کیا پھر تجھ کو برابر کیا ﴿۷﴾ جس صورت میں چاہا

رَكَّبَكَ ﴿۸﴾ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ﴿۹﴾ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ

تجھ کو جوڑ دیا ﴿۸﴾ ہرگز نہیں پر تم جھوٹ جانتے ہو انصاف کا ہونا ﴿۹﴾ اور تم پر نگہبان

(۱) یعنی بالخصوص ان کے لئے نصیحت ہے جو سیدھا چلنا چاہیں۔ عناد اور کجروی اختیار نہ کریں۔ کیونکہ ایسے ہی لوگ اس نصیحت سے منتفع ہوں گے۔

(۲) یعنی فی نفسہ قرآن نصیحت ہے لیکن اس کی تاثیر مشیت الٰہی پر موقوف ہے جو بعض لوگوں کے لئے متعلق ہوتی ہے۔ اور بعض کے لئے کسی حکمت سے ان کے سوء استعداد کی بناء پر متعلق نہیں ہوتی۔

سورۃ الانفطار

(۳) **قیامت کی ہولناکیاں** یعنی سمندر کا پانی زمین پر زور کرے۔ آخر میٹھے اور کھاری سب پانی مل جائیں۔

(۴) **قبریں الٹ پلٹ ہو جائیں گی** یعنی جو چیز زمین کی تہ میں تھی اوپر آ جائے۔ اور مردے قبروں سے نکالے جائیں۔

(۵) یعنی جو بھلے برے کام کئے یا نہیں کئے شروع عمر میں کئے یا اخیر میں۔ ان کا اثر اپنے پیچھے چھوڑا یا نہیں چھوڑا۔ سب اس وقت سامنے آ جائیں گے۔

(۶) **اے انسان! رب کریم پر کیوں بہک گیا** یعنی وہ رب کریم کیا اس کا حقدار تھا کہ تو اپنے جہل و حماقت سے اس کے حلم پر مغرور ہو کر نافرمانیاں کرتا رہے؟ اور اس کے لطف و کرم کا جواب کفران و طغیان سے دے؟ اس کا کرم دیکھ کر تو اور زیادہ شرمانا اور حلیم کے غصہ سے بہت زیادہ ڈرنا چاہئے تھا۔ بیشک وہ کریم ہے لیکن منتقم اور حکیم بھی ہے۔ پھر یہ غرور اور دھوکا نہیں تو اور کیا ہوگا کہ اس کی ایک صفت کو لے کر دوسری صفات سے آنکھیں بند کر لی جائیں۔

(۷) **تجھے پیدا کیا اور ٹھیک کیا** حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ''ٹھیک کیا بدن میں برابر کیا خصلت میں'' یا یہ مطلب ہے کہ تیرے اعضاء کے جوڑ بند درست کئے اور حکمت کے موافق ان میں تناسب رکھا۔ پھر مزاج واخلاط میں اعتدال پیدا کیا۔

(۸) **تیری صورت کی ترکیب کی** یعنی سب کی صورتوں میں تھوڑا بہت تفاوت رکھا۔ ہر ایک کو الگ صورت شکل اور رنگ روپ عنایت کیا اور بحیثیت مجموعی انسان کی صورت کو تمام جانداروں کی صورت سے بہتر بنایا۔ بعض سلف اس کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ وہ چاہتا تو تجھے گدھے، کتے، خنزیر کی شکل وصورت میں ڈال دیتا۔ باوجود اس قدرت کے محض اپنے فضل اور مشیت سے انسانی صورت میں رکھا۔ بہرحال جس خدا کی یہ قدرت ہو اور ایسے انعامات ہوں، کیا اس کے ساتھ آدمی کو یہی معاملہ کرنا چاہئے۔

(۹) **تمہیں انصاف کے دن کا یقین نہیں** یعنی بہکنے اور دھوکا کھانے کی اور کوئی وجہ نہیں۔ بات یہ ہے کہ تم انصاف کے دن پر یقین نہیں رکھتے ہو کہ جو چاہیں کرتے رہیں، آگے کوئی حساب اور باز پرس نہیں۔ یہاں جو کچھ عمل ہم کرتے ہیں کون ان کو لکھتا اور محفوظ کرتا ہوگا۔ بس مر گئے سب قصہ ختم ہوا۔

لَحٰفِظِيْنَ ۙ﴿۱۰﴾ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ﴿۱۱﴾ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۱۲﴾

مقرر ہیں عزت والے عمل لکھنے والے جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو ﴿۱﴾

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ﴿۱۳﴾ ۙ وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ﴿۱۴﴾

بے شک نیک لوگ بہشت میں ہیں ﴿۲﴾ اور بے شک گنہگار دوزخ میں ہیں

یَّصْلَوْنَهَا یَوْمَ الدِّیْنِ ﴿۱۵﴾ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِیْنَ ﴿۱۶﴾ ؕ وَمَآ

ڈالے جائیں گے اس میں انصاف کے دن اور نہ ہوں گے اس سے جدا ہونے والے (چھپ جانے والے) ﴿۳﴾ اور تجھ کو

اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ ﴿۱۷﴾ ۙ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ ﴿۱۸﴾ ؕ

کیا خبر ہے کیسا ہے دن انصاف کا پھر بھی تجھ کو کیا خبر ہے کیسا ہے دن انصاف کا

یَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَیْـًٔا ؕ وَالْاَمْرُ یَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ﴿۱۹﴾ ع

جس دن کہ بھلا نہ کر سکے کوئی جی کسی جی کا کچھ بھی ﴿۴﴾ اور حکم اس دن اللہ ہی کا ہے ﴿۵﴾

اٰیَاتُهَا ۳۶ (۸۳) سُوْرَةُ الْمُطَفِّفِیْنَ مَكِّیَّةٌ (۸۶) رُكُوْعُهَا ۱

سورۂ مطففین مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چھتیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ ﴿۱﴾ ۙ الَّذِیْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ

خرابی ہے گھٹانے والوں کی وہ لوگ کہ جب ماپ کر لیں لوگوں سے

یَسْتَوْفُوْنَ ﴿۲﴾ ۖ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ یُخْسِرُوْنَ ﴿۳﴾ ؕ

تو پورا بھر لیں اور جب ماپ کر دیں ان کو یا تول کر تو گھٹا کر دیں ﴿۶﴾

۱ **کراماً کاتبین** جو نہ خیانت کرتے ہیں نہ کوئی عمل لکھے بغیر چھوڑتے ہیں۔ نہ ان سے تمہارے اعمال پوشیدہ ہیں جب سب عمل ایک ایک کر کے اس اہتمام سے لکھے جا رہے ہیں تو کیا یہ سب دفتر یوں ہی بیکار چھوڑ دیا جائے گا؟ ہرگز نہیں۔ یقیناً ہر شخص کے اعمال اس کے آگے آئیں گے اور اس کا اچھا یا برا پھل چکھنا پڑے گا۔ جس کی تفصیل آگے بیان کی۔

۲ جہاں ہمیشہ کے لئے ہر قسم کی نعمتوں اور راحتوں میں رہنا ہوگا، اگر نکلنے کا کھٹکا لگا رہتا تو راحت ہی کیا ہوتی۔

۳ یعنی نہ بھاگ کر اس سے الگ رہ سکتے ہیں نہ داخل ہونے کے بعد کبھی نکل کر جا سکتے ہیں۔ ہمیشہ وہیں رہنا ہے۔

۴ **فیصلہ کا دن کیا ہے؟** یعنی کتنا ہی سوچو اور غور کرو، پھر بھی اس ہولناک دن کی پوری کیفیت سمجھ میں نہیں آسکتی۔ بس مختصراً اتنا سمجھ لو کہ اس دن جتنے رشتے ناطے خویشی اور آشنائی کے ہیں سب نیست و نابود ہو جائیں گے۔ سب نفسی نفسی پکارتے ہوں گے۔ کوئی شخص بدون حکم مالک الملک کے کسی کی سفارش نہ کر سکے گا۔ عاجزی، چاپلوسی اور صبر و استقلال کچھ کام نہ دیگا۔ "اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ"

۵ **اس دن صرف اسی کا حکم چلے گا** یعنی دنیا میں جس طرح بادشاہ کا حکم رعیت پر، ماں باپ کا اولاد پر، اور آقا کا نوکر پر جاری ہوتا ہے اس دن یہ سب حکم ختم ہو جائیں گے اور اس شہنشاہ مطلق کے سوا کسی کو دم مارنے کی قدرت نہ ہوگی تنہا بلا شرکت غیرے ظاہراً و باطناً اسی کا حکم چلے گا۔ اور سارے کام حساً و معناً اکیلے اسی کے قبضہ میں ہوں گے۔

سورۃ المطففین

۶ **ناپ تول میں کمی بیشی کرنے والے** گو لوگوں سے اپنا حق پورا لینا مذموم نہیں مگر یہاں اس کے لانے سے مقصود خود اس بات پر مذمت کرنا نہیں بلکہ کم دینے کی مذمت کو مؤکد کرنا ہے۔ یعنی کم دینا اگرچہ فی نفسہ مذموم ہے لیکن اس کے ساتھ اگر لیتے وقت دوسروں کی بالکل رعایت نہ کی جائے تو اور زیادہ مذموم ہے۔ بخلاف رعایت کرنے والے کے کہ اگر اس میں ایک عیب ہے تو ایک ہنر بھی ہے فتلک بتلک۔ لہٰذا پہلے شخص کا عیب زیادہ شدید ہوا اور چونکہ اصل مقصود مذمت ہے کم دینے کی، اس لئے اس میں ناپ اور تول دونوں کا ذکر کیا جائے تا خوب تصریح ہو جائے کہ ناپنے میں بھی کم ناپتے ہیں اور تولنے میں بھی کم تولتے ہیں اور چونکہ پورا لینا فی نفسہ مذموم نہیں اس لئے وہاں صرف ایک کے ذکر پر اکتفاء کیا پھر تخصیص ناپ کی شاید اس لئے ہو کہ عرب میں اور خصوصاً مدینہ میں زیادہ رواج کیل کا تھا۔ اس کے سوا اور بھی وجوہ تخصیص کی ہو سکتی ہیں۔

أَلَا يَظُنُّ أُولَٰٓئِكَ أَنَّهُم مَّبْعُوثُونَ ﴿۴﴾ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿۵﴾

کیا خیال نہیں رکھتے وہ لوگ کہ ان کو اٹھنا ہے اس بڑے دن کے واسطے ﴿۱﴾

يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَٰلَمِينَ ﴿۶﴾ كَلَّآ إِنَّ كِتَٰبَ

جس دن کھڑے رہیں لوگ راہ (سامنے) دیکھتے جہان کے مالک کی ﴿۲﴾ ہرگز نہیں ﴿۳﴾ بے شک اعمال نامہ

الْفُجَّارِ لَفِي سِجِّينٍ ﴿۷﴾ وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا سِجِّينٌ ﴿۸﴾ كِتَٰبٌ

گنہگاروں کا سجین میں ہے اور تجھ کو کیا خبر ہے کیا ہے سجین ایک دفتر ہے

مَّرْقُومٌ ﴿۹﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿۱۰﴾ الَّذِينَ يُكَذِّبُونَ بِيَوْمِ

لکھا ہوا ﴿۴﴾ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی جو جھوٹ جانتے ہیں انصاف کے

الدِّينِ ﴿۱۱﴾ وَمَا يُكَذِّبُ بِهِۦٓ إِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ﴿۱۲﴾ إِذَا تُتْلَىٰ

دن کو اور اس کو جھٹلاتا ہے وہی جو بڑھ نکلنے (چلنے) والا گنہگار ہے ﴿۵﴾ جب سنائے

عَلَيْهِ ءَايَٰتُنَا قَالَ أَسَٰطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿۱۳﴾ كَلَّا ۖ بَلْ ۜ رَانَ

اس کو ہماری آیتیں کہے نقلیں (کہانیاں) ہیں پہلوں کی ﴿۶﴾ کوئی نہیں پر زنگ پکڑ گیا ہے

عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۱۴﴾ كَلَّآ إِنَّهُمْ عَن رَّبِّهِمْ

ان کے دلوں پر جو وہ کماتے تھے ﴿۷﴾ کوئی نہیں وہ اپنے رب سے

يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيمِ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ

اس دن روک دیئے جائیں گے ﴿۸﴾ پھر مقرر وہ گرنے والے ہیں دوزخ میں پھر

يُقَالُ هَٰذَا الَّذِي كُنتُم بِهِۦ تُكَذِّبُونَ ﴿۱۷﴾ كَلَّآ إِنَّ كِتَٰبَ

کہا جائے گا یہ وہی ہے جس کو تم جھوٹ جانتے تھے ہرگز نہیں ﴿۹﴾ بے شک اعمال نامہ

انہیں جواب دہی کا یقین نہیں | یعنی اگر انہیں خیال ہوتا کہ مرنے کے بعد ایک دن پھر اٹھنا اور اللہ کے سامنے تمام حقوق و فرائض کا حساب دینا ہے، تو ہرگز ایسی حرکت نہ کرتے۔

کہ کب تجلی فرماتا اور کب حساب کتاب کر کے ہمارے حق میں کوئی فیصلہ سناتا ہے۔

یوم حساب ضرور آئے گا | یعنی ہرگز گمان نہ کیا جائے کہ ایسا دن نہیں آئے گا۔ وہ ضرور آتا ہے اور اس کے لئے سب نیکوں اور بدوں کے اعمالنامے اپنے اپنے دفتر میں مرتب کیے رکھے ہیں۔

سجین کا دفتر | یعنی سجین ایک دفتر ہے جس میں نام ہر ایک دوزخی کا درج ہے۔ اور "بندوں کے عمل لکھنے والے فرشتے" جن کا ذکر اس سے پہلی سورت میں آچکا، ان بدکاروں کے مرنے اور عمل منقطع ہونے کے بعد ہر شخص کے عمل علیحدہ علیحدہ فردوں میں لکھ کر اس دفتر میں داخل کرتے ہیں اور اس فرد پر یا ہر ایک دوزخی کے نام پر ایک علامت بنا دیتے ہیں جس کے دیکھتے ہی معلوم ہو جائے کہ یہ شخص دوزخی ہے۔ اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار کی ارواح بھی اسی مقام میں رکھی جاتی ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی ان کے نام وہاں داخل ہوتے ہیں مرکروہیں پہنچیں گے۔" بعض سلف نے کہا ہے کہ یہ مقام ساتویں زمین کے نیچے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جو شخص روز جزا کا منکر ہے فی الحقیقت اللہ کی ربوبیت، اس کی قدرت اور اس کے عدل و حکمت سب کا منکر ہے اور جو ان چیزوں کا منکر ہو وہ جس قدر گناہوں پر دلیر ہو تھوڑا ہے۔

یعنی قرآن اور نصیحت کی باتیں سن کر کہتا ہے کہ ایسی باتیں، لوگ پہلے بھی کرتے آئے ہیں۔ وہ ہی پرانی کہانیاں اور فرسودہ افسانے انہوں نے نقل کر دیئے۔ بھلا ہم ان نقلوں اور کہانیوں سے ڈرنے والے کہاں ہیں۔

کفار کے قلوب کا زنگ | یعنی ہماری آیتوں میں کچھ شک و شبہ کا موقع نہیں۔ اصل یہ ہے کہ گناہوں کی کثرت و مزاولت سے ان کے دلوں پر زنگ چڑھ گئے ہیں۔ اس لئے حقائق صحیحہ کا انعکاس ان میں نہیں ہوتا۔ حدیث میں فرمایا کہ جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے، ایک سیاہ نقطہ اس کے دل پر لگ جاتا ہے۔ اگر توبہ کر لی تو مٹ گیا ورنہ جوں جوں گناہ کرتا جائے گا وہ نقطہ بڑھتا اور پھیلتا رہے گا۔ تا آنکہ قلب بالکل کالا سیاہ ہو جائے کہ حق و باطل کی تمیز باقی نہ رہے۔ یہ ہی حال ان مکذبین کا سمجھو کہ شرارتیں کرتے کرتے ان کے دل بالکل مسخ ہو چکے ہیں۔ اسی لئے آیات اللہ کا مذاق اڑاتے ہیں۔

دیدار الٰہی سے کفار کی محرومی | یعنی اس انکار و تکذیب کے انجام سے بے فکر نہ ہوں۔ وہ وقت ضرور آنے والا ہے جب مؤمنین حق سبحانہ، وتعالیٰ کے دیدار کی دولت سے مشرف ہوں گے اور یہ بدبخت محروم رکھے جائیں گے۔

دفتر علیین | یعنی ان بدمعاشوں کا اور نیکوں کا ایک انجام ہرگز نہیں ہو سکتا۔

الْأَبْرَارِ لَفِي عِلِّيِّينَ ﴿۱۸﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا عِلِّيُّونَ ﴿۱۹﴾ كِتَابٌ

نیکوں کا علیین میں ہے اور تجھ کو کیا خبر ہے کیا ہے علیین ایک دفتر ہے

مَرْقُومٌ ﴿۲۰﴾ يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ ﴿۲۱﴾ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ﴿۲۲﴾

لکھا ہوا ﴿۱﴾ اس کو دیکھتے ہیں نزدیک والے یعنی فرشتے ﴿۲﴾ بے شک نیک لوگ ہیں آرام میں

عَلَى الْأَرَائِكِ يَنْظُرُونَ ﴿۲۳﴾ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ

تختوں پر بیٹھے دیکھتے ہوں گے ﴿۳﴾ پہچان لے تو ان کے منہ پر تازگی

النَّعِيمِ ﴿۲۴﴾ يُسْقَوْنَ مِنْ رَحِيقٍ مَخْتُومٍ ﴿۲۵﴾ خِتَامُهُ مِسْكٌ ۚ وَفِي

آرام کی ﴿۴﴾ ان کو پلائی جاتی ہے شراب خالص مہر لگی ہوئی ﴿۵﴾ جس کی مہر جمتی ہے مشک پر ﴿۶﴾ اور

ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ ﴿۲۶﴾ وَمِزَاجُهُ مِنْ تَسْنِيمٍ ﴿۲۷﴾

اس پر چاہیے کہ ڈھکیں ڈھکنے والے ﴿۷﴾ اور اس کی ملونی ہے تسنیم سے

عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ ﴿۲۸﴾ إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ

وہ ایک چشمہ ہے جس سے پیتے ہیں نزدیک والے (اللہ کے مقرب) ﴿۸﴾ وہ لوگ جو گنہگار ہیں تھے

الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ ﴿۲۹﴾ وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَغَامَزُونَ ﴿۳۰﴾

ایمان والوں سے ہنسا کرتے ﴿۹﴾ اور جب ہو کر نکلتے ان کے پاس کو تو آپس میں آنکھ (سین) مارتے ﴿۱۰﴾

وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمُ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ ﴿۳۱﴾ وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا

اور جب پھر کر جاتے اپنے گھر پھر جاتے باتیں بناتے ﴿۱۱﴾ اور جب ان کو دیکھتے کہتے

إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَضَالُّونَ ﴿۳۲﴾ وَمَا أُرْسِلُوا عَلَيْهِمْ حَافِظِينَ ﴿۳۳﴾ فَالْيَوْمَ

بے شک یہ لوگ بہک رہے ہیں ﴿۱۲﴾ اور ان کو بھیجا نہیں ان پر نگہبان بنا کر ﴿۱۳﴾ سو آج

◆ ۱ **علیین کہاں ہے** یعنی جنتیوں کے نام درج ہیں اور ان کے اعمال کی مسلیں مرتب کر کے رکھی جاتی ہیں اور ان کی ارواح کو اول وہاں لے جا کر پھر اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچایا جاتا ہے اور قبر سے بھی ان ارواح کا ایک گونہ تعلق قائم رکھا جاتا ہے کہتے ہیں کہ یہ مقام ساتویں آسمان کے اوپر ہے اور مقربین کی ارواح اسی جگہ مقیم رہتی ہیں۔ واللہ اعلم۔

◆ ۲ مقرب فرشتے یا اللہ کے مقرب بندے خوش ہو کر مومنین کے اعمالنامے دیکھتے ہیں اور اس مقام پر حاضر رہتے ہیں۔

◆ ۳ **اہل جنت کی مسہریاں** یعنی مسہریوں میں بیٹھے جنت کی سیر کرتے ہوں گے اور دیدار الٰہی سے آنکھیں شاد کریں گے۔

◆ ۴ **اہل جنت کے چہروں کی رونق اور تازگی** یعنی جنت کے عیش و آرام سے ان کے چہرے ایسے پر رونق اور تروتازہ ہوں گے کہ ہر ایک دیکھنے والا دیکھتے ہی پہچان جائے کہ یہ لوگ نہایت عیش و تنعم میں ہیں۔

◆ ۵ **مہر لگی ہوئی شراب** حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "شراب کی نہریں ہیں ہر کسی کے گھر میں۔ لیکن یہ شراب نادر ہے جو سر بمہر رہتی ہے۔"

◆ ۶ **مشک کی مہر** جیسے دنیا میں مہر لاکھ یا مٹی پر جمائی جاتی، وہاں کی مٹی مشک ہے اسی پر جمائی جائے گی، شیشہ ہاتھ میں لیتے ہی دماغ معطر ہو جائے گا اور اخیر تک خوشبو مہکتی رہے گی۔

◆ ۷ **ٹوٹ پڑنے والے اس شراب پر ٹوٹ پڑیں** یعنی دنیا کی ناپاک شراب اس لائق نہیں کہ بھلے آدمی اس کی طرف رغبت کریں۔ ہاں یہ شراب طہور ہے جس کے لئے لوگوں کو ٹوٹ پڑنا چاہئے اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش ہونی چاہئے۔

◆ ۸ **چشمہ تسنیم کی ملونی** یعنی مقرب لوگ اس چشمہ کی شراب کو خالص پیتے ہیں اور ابرار کو اس شراب کی ملونی دی جاتی ہے جو بطور گلاب وغیرہ کے ان کی شراب میں ملاتے ہیں۔

◆ ۹ کہ ان بیوقوفوں کو کیا خیال فاسد دامن گیر ہوا ہے کہ محسوس و موجود لذتوں کو جنت کی خیالی لذتوں کی توقع پر چھوڑتے ہیں۔

◆ ۱۰ **کفار مومنین کی تضحیک کرتے تھے** کہ دیکھو یہ ہی بے عقل اور احمق لوگ ہیں جنہوں نے اپنے کو جنت کے ادھار پر دنیا کے نقد سے محروم کر رکھا ہے۔

◆ ۱۱ یعنی خوش طبعی کرتے اور مسلمانوں پر پھبتیاں کستے تھے اور اپنے عیش و آرام پر مفتون و مغرور ہو کر سمجھتے کہ ہمارے ہی عقیدے اور خیالات درست ہیں ورنہ یہ نعمتیں ہم کو کیوں ملتیں۔

◆ ۱۲ **مومنین کے مجاہدے کا مذاق** کہ خواہ مخواہ زہد و ریاضت کر کے اپنی جانیں کھپاتے اور موہوم لذتوں کو موجودہ لذتوں پر ترجیح دیتے ہیں اور لاحاصل مشقتوں کا کمالات حقیقی نام رکھا ہے۔ کیا کھلی ہوئی گمراہی نہیں کہ سب گھربار اور عیش و آرام چھوڑ کر ایک شخص کے پیچھے ہو لئے اور اپنے آبائی دین کو بھی ترک کر بیٹھے۔

◆ ۱۳ یہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کافروں کو ان مسلمانوں پر کچھ نگہبان نہیں بنایا گیا کہ احمق اپنی تباہ کاریوں سے آنکھیں بند کر کے ان کی حرکات کی نگرانی کیا کریں۔ اپنی اصلاح کی فکر نہ ہو۔ اور سیدھی راہ چلنے والوں کو گمراہ اور احمق بنائیں۔

الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنَ الۡكُفَّارِ يَضۡحَكُوۡنَ ﴿۳۴﴾ عَلَى الۡاَرَآئِكِ ۙ

ایمان والے منکروں سے ہنستے ہیں ﴿۱﴾ تختوں پر بیٹھے

يَنۡظُرُوۡنَ ﴿۳۵﴾ هَلۡ ثُوِّبَ الۡكُفَّارُ مَا كَانُوۡا يَفۡعَلُوۡنَ ﴿۳۶﴾

دیکھتے ہیں ﴿۲﴾ اب بدلہ پایا ہے منکروں نے جیسا کچھ کرتے تھے ﴿۳﴾

اٰيَاتُهَا ۲۵ (۸۴) سُوۡرَةُ الۡاِنۡشِقَاقِ مَكِّيَّةٌ (۸۳) رُكُوۡعُهَا ۱

سورۂ انشقاق مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی پچیس آیتیں ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ ۙ﴿۱﴾ وَاَذِنَتۡ لِرَبِّهَا وَحُقَّتۡ ۙ﴿۲﴾ وَاِذَا

جب آسمان پھٹ جائے اور سن لے حکم اپنے رب کا اور وہ آسمان اسی لائق ہے ﴿۴﴾ اور جب

الۡاَرۡضُ مُدَّتۡ ۙ﴿۳﴾ وَاَلۡقَتۡ مَا فِيۡهَا وَتَخَلَّتۡ ۙ﴿۴﴾ وَاَذِنَتۡ

زمین پھیلا دی جائے ﴿۵﴾ اور نکال ڈالے جو کچھ اس میں ہے اور خالی ہو جائے ﴿۶﴾ اور سن لے

لِرَبِّهَا وَحُقَّتۡ ؕ﴿۵﴾ يٰۤاَيُّهَا الۡاِنۡسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ

حکم اپنے رب کا اور وہ زمین اسی لائق ہے ﴿۷﴾ اے آدمی تجھ کو تکلیف اٹھانی ہے اپنے رب تک پہنچنے

كَدۡحًا فَمُلٰقِيۡهِ ۚ﴿۶﴾ فَاَمَّا مَنۡ اُوۡتِىَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيۡنِهٖ ۙ﴿۷﴾

میں سہ سہ کر (کھپ کھپ کر) پھر اس سے ملنا ہے ﴿۸﴾ سو جس کو ملا اعمالنامہ اس کا داہنے ہاتھ میں

فَسَوۡفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيۡرًا ۙ﴿۸﴾ وَّيَنۡقَلِبُ اِلٰٓى اَهۡلِهٖ

تو اس سے حساب لیں گے آسان حساب ﴿۹﴾ اور پھر کر آئے گا اپنے لوگوں کے پاس

◆ آخرت میں مومنین کفار پر ہنسیں گے | یعنی قیامت کے دن مسلمان ان کافروں پر ہنستے ہیں کہ یہ لوگ کیسے کوتاہ اندیش اور احمق تھے جو خسیس اور فانی چیز کو نفیس اور باقی نعمتوں پر ترجیح دی۔ آخر آج دوزخ میں کس طرح عذاب دائم کا مزہ چکھ رہے ہیں۔

◆ یعنی اپنی خوشحالی اور کافروں کی بدحالی کا نظارہ کر رہے ہیں۔

◆ آج منکروں کو ان کے اعمال کا بدلہ مل گیا | یعنی جو دنیا میں مسلمانوں کی ہنسی اڑاتے تھے، آج ان کا حال قابل مضحکہ ہو رہا ہے اور مسلمان ان کی گزشتہ حماقتوں کا خیال کر کے ہنستے ہیں۔

سورۃ الانشقاق

◆ آسمان کو پھٹنے کا حکم ہوگا | یعنی اللہ کی طرف سے جب پھٹنے کا حکم تکوینی ہوگا، آسمان اس کی تعمیل کرے گا اور وہ مقدور و مقہور ہونے کے لحاظ سے اسی لائق ہے کہ باایں عظمت و رفعت اپنے مالک و خالق کے سامنے گردن ڈال دے اور اس کی فرمانبرداری میں ذرا چون و چرا نہ کرے۔

◆ زمین پھیلا دی جائے گی | محشر کے دن یہ زمین ربڑ کی طرح کھینچ کر پھیلا دی جائے گی اور عمارتیں پہاڑ وغیرہ سب برابر کر دیئے جائیں گے تا ایک سطح مستوی پر سب اولین و آخرین بیک وقت کھڑے ہو سکیں اور کوئی حجاب و حائل باقی نہ رہے۔

◆ زمین اپنے خزانے اگل دے گی | زمین اس دن اپنے خزانے اور مردوں کے اجزاء اگل ڈالے گی اور ان تمام چیزوں سے خالی ہو جائے گی جن کا تعلق اعمال عباد کے مجازات سے ہے۔

◆ زمین و آسمان جس کے حکم تکوینی کے تابع و منقاد ہوں، آدمی کو کیا حق ہے کہ اس کے حکم تشریعی سے سرتابی کرے۔

◆ رب تک پہنچنے میں انسان کی محنت | یعنی رب تک پہنچنے سے پہلے ہر آدمی اپنی استعداد کے موافق مختلف قسم کی جدوجہد کرتا ہے کوئی اس کی طاعت میں محنت و مشقت اٹھاتا ہے، کوئی بدی اور نافرمانی میں جان کھپاتا ہے۔ پھر خیر کی جانب میں ہو یا شر کی، طرح طرح کی تکلیفیں سہ سہ کر آخر پروردگار سے ملتا اور اپنے اعمال کے نتائج سے دوچار ہوتا ہے۔

◆ مومنین کا حساب آسان ہوگا | آسان حساب یہی کہ بات بات پر گرفت نہ ہوگی۔ محض کاغذات پیش ہو جائیں گے اور بدون بحث و مناقشہ کے سستے چھوڑ دیئے جائیں گے۔

مَسْرُوْرًا ۝۹ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۝۱۰ فَسَوْفَ

خوش ہو کر ۝ اور جس کو ملا اس کا اعمالنامہ پیٹھ کے پیچھے سے ۝ سو وہ

يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۝۱۱ وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ۝۱۲ اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ

پکارے گا موت موت ۝ اور پڑے گا آگ میں وہ رہا تھا اپنے گھر میں

مَسْرُوْرًا ۝۱۳ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ۝۱۴ بَلٰٓى ۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ

بے غم ۝ اس نے خیال کیا تھا کہ پھر کر نہ جائے گا ۝ کیوں نہیں اس کا رب

معانقة ۱۷ عند المتأخرین ۱۲

بِهٖ بَصِيْرًا ۝۱۵ فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۝۱۶ وَالَّيْلِ وَمَا

اس کو دیکھتا تھا ۝ سو قسم کھاتا ہوں شام کی سرخی کی اور رات کی اور جو چیزیں

وَسَقَ ۝۱۷ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۝۱۸ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۝۱۹

اس میں سمٹ آتی ہیں ۝ اور چاند کی جب پورا بھر جائے ۝ کہ تم کو چڑھنا ہے سیڑھی پر سیڑھی ۝

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۲۰ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ

پھر کیا ہوا ہے ان کو جو یقین نہیں لاتے ۝ اور جب پڑھیے ان کے پاس قرآن

لَا يَسْجُدُوْنَ ۝۲۱ ۩ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ۝۲۲ وَاللّٰهُ

السجدة ۱۳

وہ سجدہ نہیں کرتے ۝ اوپر سے اور یہ کہ منکر جھٹلاتے ہیں اور اللہ

اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ۝۲۳ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۲۴ اِلَّا

خوب جانتا ہے جو اندر بھر رکھتے ہیں ۝ سو خوشی سنا دے ان کو عذاب دردناک کی ۝ مگر

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝۲۵ ع

ع ۱۵ / ۹

جو لوگ کہ یقین لائے اور کام کئے بھلے ان کے لیے ثواب ہے بے انتہا ۝

① نہ سزا کا خوف رہے گا نہ غصہ کا ڈر، نہایت امن واطمینان سے اپنے احباب واقارب اور مسلمان بھائیوں کے پاس خوشیاں مناتا ہوا آئے گا۔

② **پیٹھ کے پیچھے سے اعمال نامہ کا ملنا** یعنی پیٹھ کے پیچھے سے بائیں ہاتھ میں پکڑایا جائے گا۔ فرشتے سامنے سے اس کی صورت دیکھنا پسند نہیں کریں گے گویا غایت کراہیت کا اظہار کیا جائے گا۔ اور ممکن ہے پیچھے کو مشکیں بندھی ہوں اس لئے اعمالنامہ پشت کی طرف سے دینے کی نوبت آئے۔

③ یعنی عذاب کے ڈر سے موت مانگے گا۔

④ **کافر دنیا میں مسرور تھا** یعنی دنیا میں آخرت سے بے فکر تھا اس کا بدلہ یہ ہے کہ آج سخت غم میں مبتلا ہونا پڑا اس کے برعکس جو لوگ دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی فکر میں گھلے جاتے تھے ان کو آج بالکل بے فکری اور امن چین ہے۔ کافر یہاں مسرور تھا، مؤمن وہاں مسرور ہے۔

⑤ اسے کہاں خیال تھا کہ ایک روز خدا کی طرف واپس ہونا اور رتی رتی کا حساب دینا ہے اسی لئے گناہوں اور شرارتوں پر خوب دلیر رہا۔

⑥ **اللہ اس کو دیکھتا تھا** یعنی پیدائش سے موت تک برابر دیکھتا تھا کہ اس کی روح کہاں سے آئی، بدن کس کس چیز سے بنا۔ پھر کیا اعتقاد رکھا، کیا عمل کیا۔ دل میں کیا بات تھی۔ زبان سے کیا نکلا۔ ہاتھ پاؤں سے کیا کمایا، اور موت کے بعد اس کی روح کہاں گئی اور بدن کے اجزا بکھر کر کہاں کہاں پہنچے۔ وغیر ذلک۔ جو خدا آدمی کے احوال سے اس قدر واقف ہو اور ہر جزئی وکلی حالت کو نگاہ میں رکھتا ہو کیا گمان کر سکتے ہو کہ وہ اس کو یوں ہی مہمل اور معطل چھوڑ دے گا؟ ضرور ہے کہ اس کے اعمال پر ثمرات ونتائج مرتب کرے۔

⑦ **شام کی سرخی کی قسم** یعنی آدمی اور جانور جو دن میں تلاش معاش کے لئے مکانوں سے نکل کر ادھر ادھر منتشر ہوتے ہیں رات کے وقت سب طرف سے سمٹ کر اپنے اپنے ٹھکانوں پر جمع ہو جاتے ہیں۔

⑧ **چودھویں کے چاند کی قسم** یعنی چودھویں رات کا چاند جو اپنی حد کمال کو پہنچ جاتا ہے۔

⑨ **تم کو طبقہ طبقہ چڑھنا ہے** یعنی دنیا کی زندگی میں مختلف دور سے بتدریج گزر کر اخیر میں موت کی سیڑھی ہے، پھر عالم برزخ کی، پھر قیامت کی، پھر قیامت میں خدا جانے کتنے احوال ومراتب درجہ بدرجہ طے کرنے ہیں۔ جیسے رات کے شروع میں شفق کے باقی رہنے تک ایک قسم کی روشنی رہتی ہے۔ جو فی الحقیقت بقیہ ہے آفتاب کے اثرات کا، پھر شفق غائب ہونے پر دوسرا دور تاریکی کا شروع ہوتا ہے جو سب چیزوں کو اپنے اندر سمیٹ لیتی ہے۔ اس میں چاند بھی نکلتا ہے اور درجہ بدرجہ اس کی روشنی بڑھتی ہے آخر چودھویں شب کو ماہ کامل کا نور اس تاریک فضاء میں ساری رات اجالا رکھتا ہے۔ گویا انسانی احوال کے طبقات رات کی مختلف کیفیات سے مشابہ ہوئے۔ واللہ اعلم۔

⑩ کہ ہم کو موت کے بعد بھی کسی طرف رجوع ہونا ہے اور ایک بڑا بھاری سفر درپیش ہے، جس کے لئے کافی توشہ ساتھ ہونا چاہئے۔

⑪ یعنی اگر ان کی عقل خود بخود ان حالات کو دریافت نہیں کر سکتی تھی تو لازم تھا کہ قرآن کے بیان سے فائدہ اٹھاتے لیکن اس کے برخلاف ان کا حال یہ ہے کہ قرآن معجز بیان کو سن کر بھی ذرا عاجزی اور تذلل کا اظہار نہیں کرتے۔ حتیٰ کہ جب مسلمان خدا کی آیات سن کر سجدہ کرتے ہیں، ان کو سجدہ کی توفیق نہیں ہوتی۔

⑫ یعنی فقط اتنا ہی نہیں کہ اللہ کی آیات سن کر انقیاد وتذلل کا اظہار نہیں کرتے بلکہ اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ ان کو زبان سے جھٹلاتے ہیں اور دلوں میں جو تکذیب وانکار، بغض وعناد اور حق کی دشمنی بھری ہوئی ہے اس کو تو اللہ ہی خوب جانتا ہے۔

⑬ **کفار کو عذاب الیم کی خوشخبری** یعنی خوشخبری سنا دیجئے کہ جو کچھ وہ کما رہے ہیں اس کا پھل ضرور ملے گا۔ ان کی یہ کوششیں ہرگز خالی نہیں جائیں گی۔

⑭ جو کبھی ختم نہ ہوگا۔

آیاتھا ۲۲ (۸۵) سُورَةُ الْبُرُوْجِ مَكِّيَّةٌ (۲۷) رکوعھا ۱

سورہ بروج مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی بائیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝۱ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝۲ وَشَاهِدٍ

قسم ہے آسمان کی جس میں برج ہیں ❶ اور اس دن کی جس کا وعدہ ہے ❷ اور اس دن کی جو حاضر ہوتا ہے

وَّمَشْهُوْدٍ ۝۳ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۝۴ النَّارِ ذَاتِ

اور اس کی (اس دن کی) کہ جس کے پاس حاضر ہوتے ہیں ❸ مارے گئے کھائیاں کھودنے والے آگ ہے بہت

الْوَقُوْدِ ۝۵ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۝۶ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ

ایندھن والی ❹ جب وہ اس پر بیٹھے اور جو کچھ وہ کرتے

بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۝۷ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا

مسلمانوں کے ساتھ اپنی آنکھوں سے دیکھتے (سامنے دیکھتے) ❺ اور ان سے بدلہ نہ لیتے تھے مگر اسی بات کا کہ وہ یقین لائے

بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝۸ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

اللہ پر جو زبردست ہے تعریفوں والا جس کا راج ہے آسمانوں میں اور زمین میں

سورۃ البروج

❶ **آسمان کے بروج** برجوں سے مراد یا تو وہ بارہ برج ہیں جن کو آفتاب ایک سال کی مدت میں تمام کرتا ہے یا آسمانی قلعہ کے وہ حصے جن میں فرشتے پہرہ دیتے ہیں یا بڑے بڑے ستارے جو دیکھنے میں آسمان پر معلوم ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

❷ یعنی قیامت کا دن۔

❸ **شاہد اور مشہود کی قسم** سب شہروں میں حاضر ہوتا ہے جمعہ کا دن۔ اور سب ایک جگہ حاضر ہوتے ہیں عرفہ کے دن حج کے لیے اسی لیے روایات میں آیا کہ "شاہد" جمعہ کا دن ہے اور "مشہود" عرفہ کا دن۔ اس کے علاوہ "شاہد" و "مشہود" کی تفسیر میں اقوال بہت

ہیں لیکن اوفق بالروایات یہ ہی قول ہے۔ واللہ اعلم۔ تنبیہ | قرآنی قسموں کے متعلق ہم سورۂ "قیامہ" کے شروع میں جو لکھ چکے ہیں، اس کو ہر جگہ یاد رکھنا چاہئے۔ اور ان قسموں کو جواب قسم سے مناسبت یہ ہے کہ ان سب سے اللہ تعالیٰ کا مالک امکنہ وازمنہ ہونا ظاہر ہوتا ہے اور ایسے مالک الکل کی مخالفت کرنے والے کا مستحق لعن وعقوبت ہونا ظاہر ہے۔

اصحاب الاخدود کون ہیں ایک عجیب واقعہ | یعنی ملعون و مغضوب ہوئے وہ لوگ جنہوں نے بڑی بڑی خندقیں کھود کر آگ سے بھریں اور بہت سا ایندھن ڈال کر ان کو دھونکایا۔ ان "اصحاب الاخدود" سے کون مراد ہیں؟ مفسرین نے کئی واقعات نقل کئے ہیں۔ لیکن صحیح مسلم، جامع ترمذی اور مسند احمد وغیرہ میں جو قصہ مذکور ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے زمانہ میں کوئی کافر بادشاہ تھا۔ اس کے ہاں ایک ساحر (جادوگر) رہتا تھا۔ جب ساحر کی موت کا وقت قریب ہوا۔ اس نے بادشاہ سے درخواست کی کہ ایک ہشیار اور ہونہار لڑکا مجھے دیا جائے تو میں اس کو اپنا علم سکھادوں تا میرے بعد یہ علم مٹ نہ جائے۔ چنانچہ ایک لڑکا تجویز کیا گیا جو روزانہ ساحر کے پاس جاکر اس کا علم سیکھتا تھا۔ راستہ میں ایک عیسائی راہب رہتا تھا جو اس وقت کے اعتبار سے دین حق پر تھا۔ لڑکا اس کے پاس بھی آنے جانے لگا۔ اور خفیہ طور سے راہب کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا، اور اس کے فیض صحبت سے ولایت وکرامت کے درجہ کو پہنچا۔ ایک روز لڑکے نے دیکھا کہ کسی بڑے جانور (شیر وغیرہ) نے راستہ روک رکھا ہے جس کی وجہ سے مخلوق پریشان ہے۔ اس نے ایک پتھر ہاتھ میں لے کر دعا کی کہ اے اللہ! اگر راہب کا دین سچا ہے تو یہ جانور میرے پتھر سے مارا جائے۔ یہ کہہ کر پتھر پھینکا جس سے اس جانور کا کام تمام ہو گیا۔ لوگوں میں شور ہوا کہ اس لڑکے کو عجیب علم آتا ہے کسی اندھے نے سن کر درخواست کی کہ میری آنکھیں اچھی کردو۔ لڑکے نے کہا کہ اچھی کرنے والا میں نہیں۔ وہ اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے۔ اگر تو اس پر ایمان لائے تو میں دعا کروں۔ امید ہے وہ تجھ کو بینا کردے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ شدہ شدہ یہ خبریں بادشاہ کو پہنچیں۔ اس نے برہم ہو کر لڑکے کو مع راہب اور اندھے کے طلب کر لیا اور کچھ بحث وگفتگو کے بعد راہب اور اندھے کو قتل کر دیا اور لڑکے کی نسبت حکم دیا کہ اونچے پہاڑ پر سے گرا کر ہلاک کر دیا جائے۔ مگر خدا کی قدرت جو لوگ اس کو لے گئے تھے، سب پہاڑ سے گر کر ہلاک ہو گئے اور لڑکا صحیح وسالم چلا آیا۔ پھر بادشاہ نے دریا میں غرق کرنے کا حکم دیا۔ وہاں بھی یہ ہی صورت پیش آئی کہ لڑکا صاف بچ کر نکل آیا اور جو لے گئے تھے وہ سب دریا میں ڈوب گئے۔ آخر لڑکے نے بادشاہ سے کہا کہ میں خود اپنے مرنے کی ترکیب بتلاتا ہوں۔ آپ سب لوگوں کو ایک میدان میں جمع کریں۔ ان کے سامنے مجھ کو سولی پر لٹکائیں اور یہ لفظ کہہ کر میرے تیر ماریں۔ "بِسْمِ اللّٰہِ رَبِّ الْغُلَامِ" (اس اللہ کے نام پر جو رب ہے اس لڑکے کا) چنانچہ بادشاہ نے ایسا ہی کیا۔ اور لڑکا اپنے رب کے نام پر قربان ہو گیا۔ یہ عجیب واقعہ دیکھ کر یکلخت لوگوں کی زبان سے ایک نعرہ بلند ہوا کہ "آمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ" (ہم سب لڑکے کے رب پر ایمان لائے) لوگوں نے بادشاہ سے کہا کہ لیجئے۔ جس چیز کی روک تھام کر رہے تھے۔ وہ ہی پیش آئی پہلے تو کوئی اکا دکا مسلمان ہوتا تھا اب خلق کثیر نے اسلام قبول کر لیا۔ بادشاہ نے غصہ میں آکر بڑی بڑی خندقیں کھدوائیں اور ان کو خوب آگ سے بھروا کر اعلان کیا کہ جو شخص اسلام سے نہ پھریگا اس کو ان خندقوں میں جھونک دیا جائے گا۔ آخر لوگ آگ میں ڈالے جا رہے تھے۔ لیکن اسلام سے نہیں ہٹتے تھے۔ ایک مسلمان عورت لائی گئی جس کے پاس دودھ پیتا بچہ تھا۔ شاید بچہ کی وجہ سے آگ میں گرنے سے گھبرائی۔ مگر بچہ نے خدا کے حکم سے آواز دی "اُمَّاہ اصبری فانک علی الحق" (اماں جان صبر کر کہ تو حق پر ہے)

ایمان لانے والوں کیلئے خندقیں اور آگ | یعنی بادشاہ اور اس کے وزیر ومشیر خندقوں کے آس پاس بیٹھے ہوئے نہایت سنگدلی سے مسلمانوں کے جلنے کا تماشہ دیکھ رہے تھے۔ بدبختوں کو ذرا رحم نہ آتا تھا۔

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ شَهِيْدٌ ۝٩ اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ

اور اللہ کے سامنے ہے ہر چیز ۝ تحقیق جو دین سے بچلائے ایمان والے مردوں کو

وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ

اور عورتوں کو پھر توبہ نہ کی تو ان کے لیے عذاب ہے دوزخ کا اور ان کے لیے عذاب ہے

الْحَرِيْقِ ۝١٠ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ

آگ لگنے کا ۝ بے شک جو لوگ یقین لائے اور کیں انہوں نے بھلائیاں ان کے لئے باغ ہیں

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ۝١١ اِنَّ

جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں یہ ہے بڑی مراد ملنی ۝ بے شک

بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ۝١٢ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ۝١٣ وَهُوَ

تیرے رب کی پکڑ سخت ہے ۝ بے شک وہی کرتا ہے پہلی مرتبہ اور دوسری ۝ اور وہی ہے

الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۝١٤ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ۝١٥ فَعَّالٌ لِّمَا

بخشنے والا محبت کرنے والا ۝ مالک عرش کا بڑی شان والا کر ڈالنے والا جو

يُرِيْدُ ۝١٦ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ۝١٧ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ۝١٨

چاہے ۝ کیا (کچھ) پہنچی تجھ کو بات ان لشکروں کی فرعون اور ثمود کے ۝

بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ۝١٩ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ

کوئی نہیں بلکہ منکر جھٹلاتے ہیں ۝ اور اللہ نے ان کو ہر طرف سے

مُّحِيْطٌ ۝٢٠ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۝٢١ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝٢٢

گھیر رکھا ہے ۝ کوئی نہیں یہ قرآن ہے بڑی شان کا ۝ لکھا ہوا لوح محفوظ میں ۝

وقف لازم · ع ۱

۱ **مومنین کا قصور صرف ان کا ایمان تھا** یعنی ان مسلمانوں کا قصور اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ وہ کفر کی ظلمت سے نکل کر ایک زبردست اور ہر طرح کی تعریف کے لائق خدا پر ایمان لائے۔ جس کی بادشاہت سے زمین و آسمان کا کوئی گوشہ باہر نہیں۔ اور جو ہر چیز کے ذرہ ذرہ احوال سے باخبر ہے۔ جب ایسے خدا کے پرستاروں کو محض اس جرم پر کہ وہ کیوں اسی اکیلے کو پوجتے ہیں، آگ میں جلایا جائے تو کیا یہ گمان ہوسکتا ہے کہ ایسا ظلم وستم یوں ہی خالی چلا جائے گا اور وہ خداوند قہار ظالموں کو سخت ترین سزا نہ دے گا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جب اللہ کا غضب آیا وہ ہی آگ پھیل پڑی۔ بادشاہ اور امیروں کے گھر سارے پھونک دیئے۔" مگر روایات صحیحہ میں اس کا ذکر نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

۲ **ایمان سے روکنے کیلئے دوزخ کا عذاب** یعنی کچھ اصحاب الاخدود پر منحصر نہیں۔ جو لوگ ایمانداروں کو دین حق سے برگشتہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ (جیسے کفار مکہ کر رہے تھے) پھر اپنی ان نالائق حرکات سے تائب نہ ہوں گے اُن سب کے لئے دوزخ کا عذاب تیار ہے جس میں بیشمار قسم کی تکلیفیں ہوں گی اور بڑی تکلیف آگ لگنے کی ہوگی جس میں دوزخی کا تن من سب گرفتار ہوگا۔

۳ **ایمان اور عمل صالح کا ثمرہ** یعنی یہاں کی تکلیفوں اور ایذاؤں سے نہ گھبرائیں۔ بڑی اور آخری کامیابی ان ہی کے لئے ہے۔ جس کے مقابلہ میں یہاں کا عیش یا تکلیف سب ہیچ ہے۔

۴ اسی لئے ظالموں اور مجرموں کو پکڑ کر سخت ترین سزا دیتا ہے۔

۵ **حق تعالیٰ کی بعض صفات** یعنی پہلی مرتبہ دنیا کا عذاب اور دوسری مرتبہ آخرت کا (کذا فی الموضح) یا یہ مطلب ہے کہ اول مرتبہ آدمی کو وہ ہی پیدا کرتا ہے اور دوسری مرتبہ موت کے بعد بھی وہ ہی پیدا کرے گا۔ پس مجرم اس دھوکہ میں نہ رہے کہ موت جب ہمارا نام ونشان مٹا دے گی، پھر ہم کس طرح ہاتھ آئیں گے۔

۶ یعنی باوجود اس صفت قہاری وسخت گیری کے اس کی بخشش اور محبت کی بھی کوئی حد نہیں وہ اپنے فرمانبردار بندوں کی خطائیں معاف کرتا، ان کے عیب چھپاتا اور طرح طرح کے لطف وکرم اور عنایت وشفقت سے نوازتا ہے۔

۷ **اللہ اپنے ارادوں میں فعال ہے** یعنی اپنے علم وحکمت کے موافق جو کرنا چاہے کچھ دیر نہیں لگتی نہ کوئی روکنے ٹوکنے کا حق رکھتا ہے۔ بہرحال نہ اس کے انعام پر بندہ کو مغرور ہونا چاہئے نہ انتقام سے بے خوف بلکہ ہمیشہ اس کی صفات جلال وجمال دونوں پر نظر رکھے۔ اور خوف کے ساتھ رجاء اور رجاء کے ساتھ خوف کو دل سے زائل نہ ہونے دے۔

۸ کہ ایک مدت تک انعام کا دروازہ ان پر کھلا رکھا تھا۔ اور ہر طرف سے طرح طرح کی نعمتیں ان کو پہنچی تھیں پھر ان کے کفر وطغیان کی بدولت کیسا سخت انتقام لیا گیا۔

۹ یعنی کفار ان قصوں سے کچھ عبرت نہیں پکڑتے اور عذاب الٰہی سے ذرا نہیں ڈرتے۔ بلکہ ان قصوں کے اور قرآن کے جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں۔

۱۰ **اللہ نے نہیں گھیرا ہوا ہے** یعنی جھٹلانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ ہاں اس تکذیب کی سزا بھگتنا ضروری ہے اللہ کے قبضہ قدرت سے وہ نکل نہیں سکتے نہ سزا سے بچ سکتے ہیں۔

۱۱ **قرآن کی بزرگی اور شان** یعنی ان کا قرآن کو جھٹلانا محض حماقت ہے۔ قرآن ایسی چیز نہیں جو جھٹلانے کے قابل ہو، یا چند احمقوں کے جھٹلانے سے اس کی شان اور بزرگی کم ہو جائے۔

۱۲ **لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے** جہاں کسی قسم کا تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا۔ پھر وہاں سے نہایت حفاظت واہتمام کے ساتھ صاحب وحی کے پاس پہنچایا جاتا ہے۔ "فَاِنَّهٗ یَسْلُکُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا" (الجن۔ رکوع ۲) اور یہاں بھی قدرت کی طرف سے اس کی حفاظت کا ایسا سامان ہے جس میں کوئی طاقت رخنہ نہیں ڈال سکتی۔

(۸۶) سُوْرَةُ الطَّارِقِ مَكِّيَّةٌ (۳۶)

اٰيَاتُهَا ۱۷　رُكُوْعُهَا ۱

سورۂ طارق مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی سترہ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝۱ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۝۲ النَّجْمُ

قسم ہے آسمان کی اور اندھیرے میں آنے والے کی　اور تو نے کیا سمجھا کیا ہے اندھیرے میں آنے والا　وہ تارا

الثَّاقِبُ ۝۳ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝۴ فَلْيَنْظُرِ

چمکتا ہوا　کوئی جی نہیں جس پر نہیں ایک نگہبان　اب دیکھ لے

الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝۵ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝۶ يَّخْرُجُ مِنْۢ

آدمی کہ کاہے سے بنا ہے ◆　بنا ہے ایک اچھلتے ہوئے پانی سے ◆　جو نکلتا ہے

بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝۷ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝۸

پیٹھ کے بیچ سے　اور چھاتی کے بیچ سے ◆　بے شک وہ اس کو پھیر لا سکتا ہے ◆

يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝۹ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۝۱۰ وَالسَّمَآءِ

جس دن جانچے جائیں بھید ◆　تو کچھ نہ ہوگا اس کو زور　اور نہ کوئی مدد کرنے والا ◆　قسم ہے آسمان

ذَاتِ الرَّجْعِ ۝۱۱ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝۱۲ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ

چکر مارنے والے کی ◆　اور زمین پھوٹ نکلنے والی کی ◆　بے شک یہ بات ہے

فَصْلٌ ۝۱۳ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝۱۴ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۝۱۵

دو ٹوک　اور نہیں یہ بات ہنسی کی ◆　البتہ وہ لگے ہوئے ہیں ایک داؤ کرنے میں

سورۃ الطارق

۱ **انسان کے نگہبان فرشتے** یعنی فرشتے رہتے ہیں آدمی کے ساتھ۔ بلاؤں سے بچاتے ہیں یا اس کے عمل لکھتے ہیں (موضح القرآن) اور قسم میں شاید اس طرف اشارہ ہو کہ جس نے آسمان پر ستاروں کی حفاظت کے ایسے سامان کئے ہیں، اس کو زمین پر تمہاری یا تمہارے اعمال کی حفاظت کرنا کیا دشوار ہے۔ نیز جس طرح آسمان پر ستارے ہر وقت محفوظ ہیں مگر ان کا ظہور خاص شب میں ہوتا ہے۔ ایسے ہی سب اعمال، نامہ اعمال میں اس وقت بھی محفوظ ہیں، مگر ظہور ان کا خاص قیامت میں ہوگا۔ جب یہ بات ہے تو انسان کو قیامت کی فکر چاہئے۔ اور اگر اس کو مستبعد سمجھتا ہے تو اسکو غور کرنا چاہئے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔

۲ **اچھلتے پانی سے انسان کی تخلیق** یعنی منی سے جو اچھل کر نکلتی ہے۔

۳ **پیٹھ اور سینے کے درمیان سے نکلنے والا پانی** کہتے ہیں کہ مرد کی منی کا انصباب پیٹھ سے ہوتا ہے اور عورت کا سینہ سے۔ اور بعض علماء نے فرمایا کہ پیٹھ اور سینہ تمام بدن سے کنایہ ہے۔ یعنی مرد کی ہو یا عورت کی تمام بدن میں پیدا ہو کر پھر جدا ہوتی ہے اور اس کنایہ میں تخصیص صلب و ترائب کی شاید اس لئے ہو کہ حصول مادۂ منویہ میں اعضاء رئیسہ (قلب، دماغ، کبد) کو خاص دخل ہے جن میں سے قلب و کبد کا تعلق تلبس ترائب سے اور دماغ کا تعلق بواسطہ نخاع (حرام مغز) کے صلب سے ظاہر ہے۔ واللہ اعلم۔

۴ یعنی اللہ پھیر لائیگا مرنے کے بعد (موضح القرآن) حاصل یہ کہ نطفہ سے انسان بنا دینا بہ نسبت دوبارہ بنانے کے زیادہ عجیب ہے جب یہ امر عجیب اس کی قدرت سے واقع ہو رہا ہے تو جائز نہیں کہ اس سے کم عجیب چیز کے وقوع کا خواہ مخواہ انکار کیا جائے۔

۵ **جس دن بھید کھل جائیں گے** یعنی سب کی قلعی کھل جائے گی۔ اور کل باتیں جو دلوں میں پوشیدہ رکھی ہوں یا چھپ کر کی ہوں ظاہر ہو جائیں گی اور کسی جرم کا اخفاء ممکن نہ ہوگا۔

۶ اس وقت مجرم نہ اپنے زور و قوت سے مدافعت کر سکے گا نہ کوئی حمایتی ملے گا جو مدد کر کے سزا سے بچالے۔

۷ یا بارش لانے والے کی۔

۸ یعنی اس میں سے پھوٹ نکلتے ہیں کھیتی اور درخت۔

۹ **قرآن دوٹوک کلام ہے** یعنی قرآن اور جو کچھ وہ معاد کے متعلق بیان کرتا ہے، کوئی ہنسی مذاق کی بات نہیں۔ بلکہ حق و باطل اور صدق و کذب کا دوٹوک فیصلہ ہے۔ اور لاریب وہ سچا کلام اور ایک طے شدہ معاملہ کی خبر دینے والا ہے جو یقیناً پیش آ کر رہے گا۔ تنبیہ قسم کو اس مضمون سے یہ مناسبت ہوئی کہ قرآن آسمان سے آتا ہے اور جس میں قابلیت ہو مالا مال کر دیتا ہے۔ جیسے بارش آسمان کی طرف سے آتی ہے اور عمدہ زمین کو فیضیاب کرتی ہے۔ نیز قیامت میں ایک غیبی بارش ہوگی جس سے مردے زندہ ہو جائیں گے جس طرح یہاں بارش کا پانی گرنے سے مردہ اور بے جان زمین سرسبز ہو کر لہلہانے لگتی ہے۔

وَّ اَكِيۡدُ كَيۡدًا ۝١٦ۚۖ فَمَهِّلِ الۡكٰفِرِيۡنَ اَمۡهِلۡهُمۡ رُوَيۡدًا ۝١٧ ع

اور میں لگا ہوا ہوں ایک داؤ کرنے میں سو ڈھیل دے منکروں کو ڈھیل دے ان کو تھوڑے دنوں ۱

(۸۷) سُوۡرَةُ الۡاَعۡلٰى مَكِّيَّةٌ (۸)

اٰیاتہا ۱۹ — رکوعہا ۱

سورۂ اعلیٰ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی انیس آیتیں ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّكَ الۡاَعۡلَى ۝١ۙ الَّذِىۡ خَلَقَ فَسَوّٰى ۝٢ۙ وَالَّذِىۡ

پاکی (بول) بیان کر اپنے رب کے نام کی جو سب سے اوپر ۱ جس نے بنایا پھر ٹھیک کیا ۲ اور جس نے

قَدَّرَ فَهَدٰى ۝٣ۙ وَالَّذِىۡۤ اَخۡرَجَ الۡمَرۡعٰى ۝٤ۙ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً

ٹھہرا دیا، پھر راہ بتلائی ۳ اور جس نے نکالا چارا پھر کر ڈالا اس کو کوڑا

اَحۡوٰى ۝٥ؕ سَنُقۡرِئُكَ فَلَا تَنۡسٰٓى ۝٦ۙ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ

سیاہ ۵ البتہ ہم پڑھائیں گے تجھ کو پھر تو نہ بھولے گا مگر جو چاہے اللہ ۶ وہ

يَعۡلَمُ الۡجَهۡرَ وَمَا يَخۡفٰى ۝٧ؕ وَنُيَسِّرُكَ لِلۡيُسۡرٰى ۝٨ۚۖ فَذَكِّرۡ

جانتا ہے پکارنے کو اور جو چھپا ہوا ہے ۷ اور سہج سہج پہنچائیں گے ہم تجھ کو آسانی تک ۸ سو تو سمجھا دے

اِنۡ نَّفَعَتِ الذِّكۡرٰى ۝٩ؕ سَيَذَّكَّرُ مَنۡ يَّخۡشٰى ۝١٠ۙ وَ

اگر فائدہ کرے سمجھانا ۹ سمجھ جائے گا جس کو ڈر ہوگا ۱۰ اور

۱ **منکرین کے داؤ پیچ اور اللہ کی تدبیر** یعنی منکرین داؤ پیچ کرتے رہتے ہیں کہ شکوک و شبہات ڈال کر یا اور کسی تدبیر سے حق کو ابھرنے اور پھیلنے نہ دیں۔ اور میری تدبیر لطیف بھی (جس کا انہیں احساس نہیں) اندر اندر کام کر رہی ہے کہ ان کے تمامی مکر و کید کا جال توڑ پھوڑ کر رکھ دیا جائے اور ان کے سب داؤ پیچ ان ہی کی طرف واپس کئے جائیں۔ اب خود سوچ لو کہ اللہ کی تدبیر کے مقابلہ میں کس کی

چالاکی اور مکاری کیا کام دے سکتی ہے لامحالہ یہ لوگ ناکام اور خائب و خاسر ہو کر رہیں گے۔ اس لئے مناسب ہے کہ آپ ان کی سزا دہی میں جلدی نہ کریں اور ان کی حرکات شنیعہ سے گھبرا کر بددعا نہ فرمائیں بلکہ تھوڑے دن ڈھیل دیں پھر دیکھیں نتیجہ کیا ہوتا ہے۔

سورۃ الاعلٰی

۱ **سبحان ربی الاعلٰی کی اصل** حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی آپ ﷺ نے فرمایا "اِجْعَلُوْهَا فِیْ سُجُوْدِكُمْ" (اس کو اپنے سجود میں رکھو) اسی لئے سجدہ کی حالت میں "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی" کہا جاتا ہے۔

۲ **ہر چیز میں حکمت ہے** یعنی جو چیز بنائی عین حکمت کے موافق بہت ٹھیک بنائی اور باعتبار خواص و صفات اور ان فائدوں کے جو اس چیز سے مقصود ہیں اس کی پیدائش کو درجہ کمال تک پہنچایا اور ایسا معتدل مزاج عطا کیا جس سے وہ منافع و فوائد اس پر مرتب ہو سکیں۔

۳ **مختلف مظاہر قدرت** حضرت شاہ عبدالقادرؒ لکھتے ہیں "یعنی اول تقدیر لکھی پھر اسی کے موافق دنیا میں لایا۔" گویا دنیا میں آنے کی راہ بتا دی۔ اور حضرت شاہ عبدالعزیزؒ تحریر فرماتے ہیں کہ "ہر شخص کے لئے ایک کمال کا اندازہ ٹھہرایا۔ پھر اس کو وہ کمال حاصل کرنے کی راہ بتلا دی۔" وفیہ اقوال اخر لانطول بذکرھا۔

۵ یعنی اول نہایت سبز و خوشنما گھاس چارہ زمین سے پیدا کیا پھر آہستہ آہستہ اس کو خشک و سیاہ کر ڈالا تا خشک ہو کر ایک مدت تک جانوروں کے لئے ذخیرہ کیا جا سکے اور خشک کھیتی کٹ کر کام میں آئے۔

۶ **ہم تمہیں قرآن پڑھوائیں گے** یعنی جس طرح ہم نے اپنی تربیت سے ہر چیز کو بتدریج اس کے کمال مطلوب تک پہنچایا ہے تم کو بھی آہستہ آہستہ کامل قرآن پڑھا دیں گے اور ایسا یاد کرا دیں گے کہ اس کا کوئی حصہ بھولنے نہ پاؤ گے بجز ان آیتوں کے جن کا بالکل بھلا دینا ہی مقصود ہو گا کہ وہ بھی ایک قسم نسخ کی ہے۔

۷ **وہ ہر ظاہر اور چھپی بات جانتا ہے** یعنی وہ تمہاری مخفی استعداد اور ظاہری اعمال کو جانتا ہے اسی کے موافق تم سے معاملہ کرے گا۔ نیز یہ شبہ نہ کیا جائے کہ جو آیات ایک مرتبہ نازل کر دی گئیں، پھر ان کو منسوخ کرنے اور بھلا دینے کے کیا معنی۔ اس کی حکمتوں کا احاطہ کرنا اسی کی شان ہے جو تمام کھلی چھپی چیزوں کا جاننے والا ہے اسی کو معلوم ہے کہ کونسی چیز ہمیشہ باقی رہنی چاہئے۔ اور کس کو ایک مخصوص مدت کے بعد اٹھا لینا چاہئے کیونکہ اب اس کا باقی رکھنا ضروری نہیں ہے۔

۸ **آنحضرت ﷺ کیلئے سہولت کا وعدہ** یعنی وحی کو یاد رکھنا آسان ہو جائے گا اور اللہ کی معرفت و عبادت اور ملک و ملت کی سیاست کے طریقے سب سہل کر دیئے جائیں گے اور کامیابی کے راستے سے تمام مشکلات ہٹا دی جائیں گی۔

۹ **تذکیر اور تبلیغ کا فرق** یعنی اللہ نے جب آپ پر ایسے انعام فرمائے، آپ دوسروں کو فیض پہنچایئے اور اپنے کمال سے دوسروں کی تکمیل کیجئے تنبیہ "اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰی" کی شرط اس لئے لگائی کہ تذکیر و وعظ اس وقت لازم ہے جب مخاطب کی طرف سے اس کا قبول کرنا مظنون ہو۔ اور منصب آنحضرت ﷺ کا وعظ و تذکیر ہر شخص کے لئے نہیں۔ ہاں تبلیغ و انذار (یعنی حکم الٰہی کا پہنچانا اور اللہ کے عذاب سے ڈرانا) تاکہ بندوں پر حجت قائم ہو اور عذر جہل و نادانی کا نہ رہے اتنا باعتبار ہر شخص کے ضرور ہے۔ اس کو عرف میں تذکیر و وعظ نہیں کہتے۔ شاید اسی لئے بعض مفسرین نے زیادہ واضح الفاظ میں آیت کے معنی یوں کئے ہیں کہ بار بار نصیحت کر (اگر ایک بار کی نصیحت نے نفع نہ کیا ہو) اور ہو سکتا ہے کہ "اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰی" کی شرط محض تذکیر کی تاکید کے لئے ہو یعنی اگر کسی کو تذکیر نفع دے تو تجھ کو تذکیر کرنا چاہئے اور یقینی بات ہے کہ تذکیر عالم میں کسی نہ کسی کو ضرور نفع دے گی گو ہر کسی کو نہ دے۔ کما قال تعالٰی "وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ" پس ایک امر کو ایسی چیز پر معلق کرنا جس کا وقوع ضروری ہے اس امر کی تاکید کا موجب ہوا۔

۱۰ سمجھانے سے وہی سمجھتا ہے اور نصیحت سے وہی فائدہ اٹھاتا ہے، جس کے دل میں تھوڑا بہت خدا کا ڈر اور اپنے انجام کی فکر ہو۔

يَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ﴿١١﴾ الَّذِىْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ﴿١٢﴾ ثُمَّ

اور بچتا رہے گا اس سے بڑا بدقسمت ◆ وہ جو داخل ہوگا بڑی آگ میں ◆ پھر

لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴿١٣﴾ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿١٤﴾ وَ

نہ مرے گا اس میں اور نہ جیے گا ◆ بے شک بھلا ہوا اس کا جو سنورا ◆ اور

ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴿١٥﴾ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿١٦﴾

لیا اس نے نام اپنے رب کا پھر نماز پڑھی ◆ کوئی نہیں تم بڑھاتے ہو دنیا کے جینے کو

وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿١٧﴾ اِنَّ هٰذَا لَفِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿١٨﴾

اور پچھلا گھر بہتر ہے اور باقی رہنے والا ◆ یہ لکھا ہوا ہے پہلے ورقوں میں

صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ﴿١٩﴾

صحیفوں میں ابراہیم کے اور موسیٰ کے ◆

ع ۱۹ / ۱۲

اٰيَاتُهَا ٢٦ (٨٨) سُوْرَةُ الْغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ (٦٨) رُكُوْعُهَا ١

سورۂ غاشیہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چھبیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ﴿١﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ﴿٢﴾

کچھ پہنچی تجھ کو بات اس چھپا لینے والی کی ◆ کتنے منہ اس دن ذلیل ہونے والے ہیں

عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ﴿٣﴾ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ﴿٤﴾ تُسْقٰى مِنْ

محنت کرنے والے تھکے ہوئے ◆ گریں گے دہکتی ہوئی آگ میں پانی ملے گا ایک

۱ **متقی لوگوں کا انجام** یعنی جس بدقسمت کے نصیب میں دوزخ کی آگ لکھی ہے وہ کہاں سمجھتا ہے۔ اسے خدا کا اور اپنے انجام کا ڈر ہی نہیں جو نصیحت کی طرف متوجہ ہو اور ٹھیک بات سمجھنے کی کوشش کرے۔

۲ **دوزخ میں نہ موت ہے نہ زندگی** یعنی نہ موت ہی آئے گی کہ تکلیفوں کا خاتمہ کر دے اور نہ آرام کی زندگی ہی نصیب ہو گی۔ ہاں ایسی زندگی ہوگی جس کے مقابلہ میں موت کی تمنا کرے گا۔ العیاذ باللہ۔

۳ **تزکیہ کرنے والوں کا انعام** یعنی ظاہری و باطنی، حسی و معنوی نجاستوں سے پاک ہوا اور اپنے قلب و قالب کو عقائد صحیحہ، اخلاق فاضلہ اور اعمال صالحہ سے آراستہ کیا۔

۴ **تکبیر تحریمہ کا حکم** یعنی پاک و صاف ہو کر تکبیر تحریمہ میں اپنے رب کا نام لیا۔ پھر نماز پڑھی۔ اور بعض سلف نے کہا کہ "تزکّٰی" "زکوٰۃ" سے ہے جس سے مراد یہاں "صدقۃ الفطر" اور "ذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ" سے تکبیرات عید مراد ہیں۔ اور "فصلّٰی" میں نماز عید کا ذکر ہے یعنی عید کے دن اول صدقۃ الفطر پھر تکبیریں، پھر نماز، والظاھر ھو الاول۔ **تنبیہ** حنفیہ نے پہلی تفسیر کے موافق اس آیت سے دو مسئلے نکالے ہیں۔ اول یہ کہ تحریمہ میں خاص لفظ "اللہ اکبر" کہنا فرض نہیں، مطلق ذکر اسم رب کافی ہے جو مشعر تعظیم ہو اور اپنی غرض و حاجت پر مشتمل نہ ہو۔ ہاں "اللہ اکبر" کہنا احادیث صحیحہ کی بناء پر سنت یا واجب قرار پائے گا دوسرے تکبیر تحریمہ نماز کے لئے شرط ہے، رکن نہیں کیونکہ "فَصَلّٰی کا "ذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ" پر عطف کرنا معطوف و معطوف علیہ کی مغایرت پر دال ہے۔ واللہ اعلم۔

۵ **دنیا کو ترجیح دینے کی مذمت** یعنی یہ بھلائی تم کو کیسے حاصل ہو جب کہ آخرت کی فکر ہی نہیں بلکہ دنیا کی زندگی اور یہاں کے عیش و آرام کو اعتقاداً یا عملاً آخرت پر ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ دنیا حقیر و فانی اور آخرت اس سے کہیں بہتر اور پائیدار ہے۔ پھر تعجب ہے کہ جو چیز کماً و کیفاً ہر طرح افضل ہو اسے چھوڑ کر مفضول کو اختیار کیا جائے۔

۶ **یہ تعلیم حضرت ابراہیم و موسیٰؑ کے صحیفوں میں موجود ہے** یعنی یہ مضمون ("قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی" سے یہاں تک) اگلی کتابوں میں بھی مذکور ہے۔ جو کسی وقت منسوخ نہیں ہوا، نہ بدلا گیا۔ اس اعتبار سے اور زیادہ مؤکد ہو گیا۔ **تنبیہ** بعض روایات ضعیفہ میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام پر دس صحیفے اور موسیٰ علیہ السلام پر "تورات" کے علاوہ دس صحیفے نازل ہوئے تھے خدا جانے کہاں تک صحیح ہے۔

سورۃ الغاشیۃ

۱ **قیامت کی بات** یعنی وہ بات سننے کے لائق ہے۔ **تنبیہ** "غاشیۃ" (چھا لینے والی) سے مراد قیامت ہے جو تمام مخلوق پر چھا جائے گی اور جس کا اثر سارے عالم پر محیط ہوگا۔

۲ **بہت سے چہرے ذلیل ہوں گے** یعنی آخرت میں مصیبتیں جھیلنے والے اور مصیبت جھیلنے کی وجہ سے خستہ و درماندہ، اور بعض نے کہا کہ "عَامِلَۃٌ نَّاصِبَۃٌ" سے دنیا کا حال مراد ہے۔ یعنی کتنے لوگ ہیں جو دنیا میں محنتیں کرتے کرتے تھک جاتے ہیں مگر ان کی سب محنتیں طریق حق پر نہ ہونے کی وجہ سے سب اکارت ہیں یہاں بھی تکلیفیں اٹھائیں اور وہاں بھی مصیبت میں رہے "خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃَ" اسی کو کہتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "(کافر لوگ) جو دنیا میں (بڑی بڑی) ریاضت کرتے ہیں (اللہ کے ہاں) کچھ قبول نہیں ہوتی"۔

عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝۵ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝۶ لَّا يُسْمِنُ

چشمے کھولتے ہوئے کا ◆۱◆ نہیں ان کے پاس کھانا مگر جھاڑ کانٹوں والا ◆۲◆ نہ موٹا کرے

وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ۝۷ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۝۸

اور نہ کام آئے بھوک میں ◆۳◆ کتنے منہ اس دن تروتازہ ہیں

لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۝۹ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝۱۰ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا

اپنی کمائی سے راضی ◆۴◆ اونچے باغ میں نہیں سنتے اس میں

لَاغِيَةً ۝۱۱ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۝۱۲ فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ۝۱۳

بکواس ◆۵◆ اس میں ایک چشمہ ہے بہتا ◆۶◆ اس میں تخت ہیں اونچے بچھے ہوئے

وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ۝۱۴ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ۝۱۵ وَّزَرَابِيُّ

اور آب خورے سامنے چنے ہوئے ◆۷◆ اور غالیچے برابر بچھے ہوئے ◆۸◆ اور مخمل کے نہالچے

مَبْثُوْثَةٌ ۝۱۶ اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۝۱۷ وَ

جگہ جگہ پھیلے ہوئے ◆۹◆ بھلا کیا نظر نہیں کرتے اونٹوں پر کہ کیسے بنائے ہیں ◆۱۰◆ اور

اِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۝۱۸ وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ

آسمان پر کہ کیسا اس کو بلند کیا ہے ◆۱۱◆ اور پہاڑوں پر کہ کیسے

نُصِبَتْ ۝۱۹ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ۝۲۰ فَذَكِّرْ اِنَّمَآ

کھڑے کر دیئے ہیں ◆۱۲◆ اور زمین پر کہ کیسی صاف بچھائی ہے ◆۱۳◆ سو تو سمجھائے جا تیرا کام

اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝۲۱ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۝۲۲ اِلَّا مَنْ

تو یہی سمجھانا ہے ◆۱۴◆ تو نہیں ان پر داروغہ مگر جس نے

وقف لازم

◆ **دوزخیوں کیلئے کھولتے چشمے کا پانی** یعنی جب دوزخ کی گرمی ان کے باطن میں سخت تشنگی پیدا کرے گی، بے اختیار پیاس پیاس پکاریں گے کہ شاید پانی پینے سے یہ تشنگی دور ہو۔ اس وقت ایک گرم کھولتے ہوئے چشمہ کا پانی دیا جائے گا جس کے پیتے ہی ہونٹ کباب ہو جائیں گے۔ اور آنتیں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑیں گی۔ پھر فوراً درست کی جائیں گی اور اسی طرح ہمیشہ عذاب میں گرفتار رہیں گے۔ العیاذ باللہ۔

◆ **اہل دوزخ کا کھانا ''ضریع''** ''ضریع'' ایک خاردار درخت ہے دوزخ میں جو تلخی میں ایلوے سے زیادہ اور بدبو میں مردار سے بدتر اور گرمی میں آگ سے بڑھ کر ہے۔ جب دوزخی بھوک کے عذاب سے چلائیں گے تو یہ چیز کھانے کو دی جائے گی۔

◆ **یہ کھانا بھوک نہیں مٹائے گا** کھانے سے مقصود یا محض لذت حاصل کرنا ہوتا ہے یا بدن کو فربہ کرنا یا بھوک کو دفع کرنا، ''ضریع'' کے کھانے سے کوئی بات حاصل نہ ہوگی۔ لذت و مزہ کی نفی تو اس کے نام سے ظاہر ہے، رہے باقی دو فائدے ان کی نفی اس آیت میں تصریحاً کر دی۔ غرض کوئی لذیذ و مرغوب کھانا ان کو میسر نہ ہوگا۔ یہاں تک دوزخیوں کا حال تھا۔ آگے ان کے بالمقابل جنتیوں کا ذکر ہے۔

◆ یعنی خوش ہوں گے کہ اپنی کوشش ٹھکانے لگی اور محنت کا پھل بہت خوب ملا۔

◆ **جنت میں کوئی لغو بات نہیں ہوگی** یعنی کوئی بیہودہ بات نہیں سنیں گے۔ چہ جائے کہ گالی گفتار اور ذلت کی بات ہو۔

◆ **جنت کے چشمے** یعنی ایک عجیب طرح کا چشمہ، اور بعض نے اس کو جنس پر حمل کیا ہے۔ یعنی بہت سے چشمے بہ رہے ہیں۔

◆ **اونچے تختوں پر گلاس چنے ہوئے** کہ جب پینے کو جی چاہے دیر نہ لگے۔

◆ **جنت کے قالین** یعنی نہایت قرینے اور ترتیب سے بچھے ہوئے، اور گاؤ تکیے لگے ہوئے۔

◆ **مخملی فرش** تا کہ جس وقت جہاں چاہیں آرام کریں۔ اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کی کلفت نہ اٹھائیں۔

◆ **اونٹ کی تخلیق پر غور کرو** کہ ہیئت اور خاصیت دونوں اور جانوروں کی نسبت اس میں عجیب ہیں جن کی تفصیل تفسیر عزیزی میں دیکھنے کے قابل ہے۔

◆ بدون ظاہری ستون اور کھمبے کے۔

◆ کہ ذرا اپنی جگہ سے جنبش نہیں کرتے۔

◆ **زمین کی سطح** کہ اپنی کلانی کے سبب باوجود کروی الشکل ہونے کے مسطح معلوم ہوتی ہے۔ اسی لئے اس پر رہنا سہنا آسان ہو گیا۔ یہ سب دلائل قدرت بیان ہوئے۔ یعنی تعجب ہے، ان چیزوں کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکیمانہ انتظامات کو نہیں سمجھتے جس سے بعث بعد الموت پر اس کا قادر ہونا اور عالم آخرت کے عجیب و غریب انتظامات کا ممکن ہونا سمجھ میں آ جاتا اور تخصیص ان چیزوں کی بقول ابن کثیرؒ اس لئے ہے کہ عرب کے لوگ اکثر جنگلوں میں چلتے پھرتے تھے اس وقت ان کے سامنے بیشتر یہی چار چیزیں ہوتی تھیں۔ سواری میں اونٹ، اوپر آسمان، نیچے زمین، اردگرد پہاڑ، اس لئے انہی علامات میں غور کرنے کے لئے ارشاد ہوا۔

◆ **آپ ﷺ ان پر داروغہ نہیں** یعنی جب یہ لوگ باوجود قیام دلائل واضحہ غور نہیں کرتے تو آپ بھی ان کی فکر میں زیادہ نہ پڑیے بلکہ صرف نصیحت کر دیا کیجئے کیونکہ آپ ﷺ نصیحت کرنے اور سمجھانے ہی کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ اگر یہ نہیں سمجھتے تو کوئی آپ ﷺ ان پر داروغہ بنا کر مسلط نہیں کیے گئے کہ زبردستی منوا کر چھوڑیں، اور ان کے دلوں کو بدل ڈالیں، یہ کام مقلب القلوب ہی کا ہے۔

تَوَلّٰى وَكَفَرَ ﴿٢٣﴾ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ﴿٢٤﴾ اِنَّ

منہ موڑا اور منکر ہو گیا تو عذاب کرے گا اس پر اللہ وہ بڑا عذاب بے شک

اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ﴿٢٦﴾

ہمارے پاس ہے ان کو پھر آنا پھر بے شک ہمارا ذمہ ہے ان سے حساب لینا ﴿١﴾

الربع ۱۲

اٰيَاتُهَا ٣٠ (٨٩) سُوْرَةُ الْفَجْرِ مَكِّيَّةٌ (١٠) رُكُوْعُهَا ١

سورۂ فجر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی تیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالْفَجْرِ ﴿١﴾ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ﴿٢﴾ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ﴿٣﴾ وَالَّيْلِ اِذَا

قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی اور جفت اور طاق کی اور اس رات کی جب

يَسْرِ ﴿٤﴾ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ﴿٥﴾ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ

رات کو چلے (اس میں) ﴿٢﴾ ہے ان چیزوں کی قسم پوری (معتبر) عقل مندوں کے واسطے ﴿٣﴾ تو نے نہ دیکھا کیسا

فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ﴿٦﴾ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ﴿٧﴾ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ

کیا تیرے رب نے عاد کے ساتھ وہ جو ارم میں تھے ﴿٤﴾ بڑے ستونوں والے ﴿٥﴾ کہ بنی نہیں

مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ﴿٨﴾ وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ﴿٩﴾

ویسی سارے شہروں میں ﴿٦﴾ اور ثمود کے ساتھ جنہوں نے تراشا پتھروں کو وادی میں ﴿٧﴾

وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ ﴿١٠﴾ الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ﴿١١﴾

اور فرعون کے ساتھ وہ میخوں والا ﴿٨﴾ یہ سب تھے جنہوں نے سر اٹھایا ملکوں میں

۱ منکرین کا حساب ہمارے ذمے ہے | یعنی جس نے اللہ کی طاعت سے روگردانی کی اور اس کی آیتوں کا انکار کیا وہ آخرت کے بڑے عذاب اور اللہ کی سخت ترین سزا سے بچ نہیں سکتا۔ یقیناً ان کو ایک روز ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے اور ہم کو ان سے رتی رتی کا حساب لینا ہے۔ غرض آپ ﷺ اپنا فرض ادا کئے جایئے اور ان کا مستقبل ہمارے سپرد کیجئے۔

سورۃ الفجر

۲ ایام اور اوقات کی قسمیں | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "عید قربان کی فجر بڑا حج ادا ہوتا ہے اور دس رات اس سے پہلے۔ اور جفت اور طاق رمضان کی آخری (عشرہ) راتیں میں ہے۔ اور جب رات کو چلے یعنی پیغمبر معراج کو۔" یہ سب اوقات متبرک تھے اس لئے ان کی قسم کھائی تنبیہ | "وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ" کے معنی عموماً مفسرین نے رات کے گذرنے یا اس کی تاریکی پھیلنے کے لئے ہیں۔ گویا صبح کی قسم کے مقابلہ میں رات کے جانے یا آنے کی قسم کھائی۔ جیسا کہ جفت کے مقابل طاق کی قسم کھائی گئی۔ اور "وَلَيَالٍ عَشْرٍ" سے بھی ممکن ہے مطلق دس راتیں مراد ہوں کیونکہ اسکے افراد ومصادیق میں بھی تقابل پایا جاتا ہے مہینہ کے شروع کی دس راتیں اول روشن ہوتی ہیں پھر تاریک اور اخیر کی دس راتیں ابتداء میں تاریک رہتی ہیں پھر روشن ہوتی ہیں اور درمیانی دس راتوں کا حال ان دونوں سے جداگانہ ہے گویا اس اختلاف وتقابل سے اشارہ فرما دیا کہ آدمی کو عیش وآرام یا مصیبت اور تنگی یا فراخی کی جو حالت پیش آئے مطمئن نہ ہو جائے اور یوں نہ سمجھے کہ اب اس کے خلاف دوسری حالت پیش نہ آئے گی اسے یاد رکھنا چاہئے کہ حق تعالیٰ خالق اضداد ہے جس طرح وہ آفاق میں ایک ضد کے مقابل دوسری ضد کو لاتا ہے۔ ایسے ہی تمہارے حالات وکوائف کو بھی اپنی حکمت ومصلحت کے موافق ادل بدل کرتا رہتا ہے۔ چنانچہ آگے جو واقعات ومضامین مذکور ہیں ان میں اسی اصول پر متنبہ فرمایا ہے۔ تنبیہ دوم | اس آیت کی تفسیر میں دو حدیثیں مرفوع آئی ہیں جابرؓ کی اور عمران بن حصینؓ کی، حافظ ابن کثیرؒ پہلی کی نسبت لکھتے ہیں" وهذا اسناد رجاله لا بأس بهم وعندي ان المتن في رفعه نكارة ۔" اور دوسری کی نسبت فرماتے ہیں۔ وعندي ان وقفه على عمران بن حصين اشبه والله اعلم۔"

۳ یہ قسمیں اہل عقل کیلئے ہیں | یعنی یہ قسمیں معمولی نہیں نہایت معتبر اور مہتم بالشان ہیں اور عقلمند لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ تاکید کلام کے لئے ان میں ایک خاص عظمت ووقعت پائی جاتی ہے۔

۴ عاد اور ارم | "عادؑ" ایک شخص کا نام ہے جس کی طرف یہ قوم منسوب ہوئی، اس کے اجداد میں سے ایک شخص "ارم" نامی تھا۔ اس کی طرف نسبت کرنے سے شاید اس طرف اشارہ ہو کہ یہاں "عادؑ" سے "عاد اولیٰ" مراد ہے۔ "عاد ثانیہ" نہیں، اور بعض نے کہا "قوم عادؑ" میں جو شاہی خاندان تھا اسے "ارم" کہتے تھے۔ واللہ اعلم۔

۵ اونچے ستونوں والے | یعنی ستون کھڑے کر کے بڑی بڑی اونچی عمارتیں بناتے۔ یا یہ مطلب ہے کہ اکثر سیر وسیاحت میں رہتے اور اونچے ستونوں پر خیمے تانتے تھے۔ اور بعض کے نزدیک "ذَاتِ الْعِمَادِ" کہہ کر ان کے اونچے قد وقامت اور ڈیل ڈول کو ستونوں سے تشبیہ دی ہے۔ واللہ اعلم۔

۶ یعنی اس وقت دنیا میں اس قوم جیسی کوئی قوم مضبوط وطاقتور نہ تھی، یا ان کی عمارتیں اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں۔

۷ وادیٔ القریٰ | "وادی القریٰ" ان کے مقام کا نام ہے جہاں پہاڑ کے پتھروں کو تراش کر نہایت محفوظ ومضبوط مکان بناتے تھے۔

۸ یعنی بڑے لاؤ لشکر والا جس کو فوجی ضروریات کے لئے بہت کثیر مقدار میں میخیں رکھنا پڑتی تھیں یا یہ مطلب ہے کہ لوگوں کو چومیخا کر کے سزا دیتا تھا۔

فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ﴿١٢﴾ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ

پھر بہت ڈالی ان میں خرابی پھر پھینکا ان پر تیرے رب نے کوڑا

عَذَابٍ ﴿١٣﴾ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿١٤﴾ فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا

عذاب کا ◆ بے شک تیرا رب لگا ہے گھات میں ◆ سو آدمی جو ہے جب

مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ﴿١٥﴾

جانچے اس کو رب اس کا پھر اس کو عزت دے اور اس کو نعمت دے تو کہے میرے رب نے مجھ کو عزت دی ◆

وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ

اور وہ جس وقت اس کو جانچے پھر کھینچ کرے اس پر روزی کی تو کہے میرے رب نے

اَهَانَنِ ﴿١٦﴾ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ﴿١٧﴾ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ

مجھے ذلیل کیا ◆ کوئی نہیں پر تم عزت سے نہیں رکھتے یتیم کو ◆ اور تاکید نہیں کرتے آپس میں

عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿١٨﴾ وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ﴿١٩﴾

محتاج کے کھلانے (کھانے) کی ◆ اور کھا جاتے ہو مردے کا مال سمیٹ کر سارا ◆

وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿٢٠﴾ كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا

اور پیار کرتے ہو مال کو جی بھر کر ◆ کوئی نہیں جب پست کر دی جائے زمین کوٹ

دَكًّا ﴿٢١﴾ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿٢٢﴾ وَجِايْٓءَ يَوْمَئِذٍۢ

کوٹ کر ◆ اور آئے تیرا رب ◆ اور فرشتے آئیں قطار قطار ◆ اور لائی جائے اس دن

بِجَهَنَّمَ ۙ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ﴿٢٣﴾

دوزخ ◆ اس دن سوچے گا آدمی اور کہاں ملے اس کو سوچنا ◆

◆ **ان سب نے فساد برپا کیا اور ہلاک ہوئے** یعنی ان قوموں نے عیش و دولت اور زور و قوت کے نشہ میں مست ہو کر ملکوں میں خوب اودھم مچایا۔ بڑی بڑی شرارتیں کیں اور ایسا سر اٹھایا گویا ان کے سروں پر کوئی حاکم ہی نہیں؟ ہمیشہ اسی حال میں رہنا ہے! کبھی اس ظلم و شرارت کا خمیازہ بھگتنا نہیں پڑے گا؟ آخر جب ان کے کفر و تکبر اور جور و ستم کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ اور مہلت و درگذر کا کوئی موقع باقی نہ رہا دفعتہً خداوند قہار نے ان پر اپنے عذاب کا کوڑا برسا دیا۔ ان کی سب قوت اور بڑائی خاک میں مل گئی اور وہ ساز و سامان کچھ کام نہ آیا۔

◆ **اللہ ان کی گھات میں ہے** یعنی جیسے کوئی شخص گھات میں پوشیدہ رہ کر آنے جانے والوں کی خبر رکھتا ہے کہ فلاں کیونکر گزرا اور کیا کرتا ہوا گیا، اور فلاں کیا لایا اور کیا لے گیا، پھر وقت آنے پر اپنی ان معلومات کے موافق معاملہ کرتا ہے۔ اسی طرح سمجھ لو کہ حق تعالیٰ انسانوں کی آنکھوں سے پوشیدہ رہ کر سب بندوں کے ذرہ ذرہ احوال و اعمال دیکھتا ہے، کوئی حرکت و سکون اس سے مخفی نہیں۔ ہاں سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ غافل بندے سمجھتے ہیں کہ بس کوئی دیکھنے اور پوچھنے والا نہیں جو چاہو بے دھڑک کئے جاؤ۔ حالانکہ وقت آنے پر ان کا سارا کچا چٹھا کھول کر رکھ دیتا ہے اور ہر ایک سے انہی اعمال کے موافق معاملہ کرتا ہے جو شروع سے اس کے زیر نظر تھے۔ اس وقت پتہ لگتا ہے کہ وہ سب ڈھیل تھی اور بندوں کا امتحان تھا کہ دیکھیں کن حالات میں کیا کچھ کرتے ہیں اور ایک عارضی حالت پر نظر کر کے آخری انجام کو تو نہیں بھولتے۔

◆ **نعمت کے وقت انسان کی خود پسندی** یعنی میں اسی لائق تھا۔ اس لیے عزت دی۔

◆ **تنگی کے وقت شکوہ** یعنی میری قدر نہ کی۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس کی نظر صرف دنیا کی زندگی اور حالت حاضرہ پر ہے پس دنیا کی موجودہ راحت و تکلیف ہی کو عزت و ذلت کا معیار سمجھتا ہے۔ نہیں جانتا کہ دونوں حالتوں میں اس کی آزمائش ہے۔ نعمت دے کر اس کی شکر گذاری اور سختی بھیج کر اس کے صبر و رضا کو جانچا جا رہا ہے۔ نہ یہاں کا عارضی عیش و آرام اللہ کے ہاں مقبول و معزز ہونے کی دلیل ہے۔ نہ محض تنگی اور سختی مردود ہونے کی علامت ہے۔ مگر انسان اپنے افعال و اعمال پر نظر نہیں کرتا۔ اپنی بے عقلی یا بے حیائی سے رب پر الزام رکھتا ہے۔

◆ **یتیموں کی عزت نہ کرنے کا انجام** یعنی خدا کے ہاں تمہاری عزت کیوں ہو، جب تم بیکس یتیموں کی عزت اور خاطر مدارات نہیں کرتے۔

◆ یعنی خود اپنے مال سے مسکینوں کی خبر گیری کرنا تو کجا دوسروں کو بھی اس طرف نہیں ابھارتے کہ بھوکے محتاجوں کی خبر لے لیا کریں۔

◆ **میراث لینے میں بے فکری** یعنی مردے کی میراث لینے میں حلال حرام اور حق ناحق کی کچھ تمیز نہیں، جو قابو چڑھا ہضم کیا، یتیموں اور مسکینوں کے حقوق تلف ہوں، ہونے دو۔

◆ **تمہارے دل حب مال سے پُر ہیں** یعنی جڑ کی بات یہ ہے کہ تمہارا دل مال کی حرص اور محبت سے بھرا ہوا ہے۔ بس کسی طرح مال ہاتھ آئے اور ایک پیسہ کسی نیک کام میں ہاتھ سے نہ نکلے خواہ آگے چل کر نتیجہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ مال کی اس قدر رغبت اور پرستش کہ آدمی اسی کو کعبۂ مقصود ٹھہرا لے، صرف کافر کا شیوہ ہو سکتا ہے۔

◆ یعنی سب ٹیلے اور پہاڑ کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دیے جائیں اور زمین صاف چٹیل میدان ہو جائے۔

◆ **ذرو جب زمین کوٹی جائیگی** یعنی اپنی قہری تجلی کے ساتھ جیسا اس کی شان کے لائق ہے۔

◆ یعنی میدان محشر میں آئیں گے وہاں انتظامات کے لئے۔

◆ یعنی لاکھوں فرشتے اس کی جگہ سے کھینچ کر محشر والوں کے سامنے لائیں گے۔

◆ **اس وقت انسان پچھتائے گا** یعنی اس وقت سمجھے گا کہ میں سخت غلطی اور غفلت میں تھا۔ مگر اس وقت کا سمجھنا کس کام کا۔ سوچنے سمجھنے کا موقع ہاتھ سے نکل چکا۔ دار العمل میں جو کام کرنا چاہئے تھا وہ دار الجزاء میں نہیں ہو سکتا۔

يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ﴿۲۴﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ

کہے کیا اچھا ہوتا جو میں کچھ آگے بھیج دیتا اپنی زندگی میں ﴿۱﴾ پھر اس دن عذاب نہ دے

عَذَابَهٗۤ اَحَدٌ ﴿۲۵﴾ وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗۤ اَحَدٌ ﴿۲۶﴾ يٰۤاَيَّتُهَا

اس کا سا کوئی اور نہ باندھ کر رکھے اس کا سا باندھنا کوئی ﴿۲﴾ اے وہ

النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿۲۷﴾ ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿۲۸﴾

جی جس نے چین پکڑ لیا پھر چل اپنے رب کی طرف تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی

فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ﴿۲۹﴾ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ﴿۳۰﴾

پھر شامل ہو میرے بندوں میں اور داخل ہو میری بہشت میں ﴿۳﴾

آیاتھا ۲۰ (۹۰) سُوْرَةُ الْبَلَدِ مَكِّيَّةٌ (۳۵) رکوعھا ۱

سورۂ بلد مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی بیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

لَاۤ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴿۱﴾ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴿۲﴾ وَ

قسم کھاتا ہوں میں اس شہر کی ﴿۴﴾ اور تجھ پر قید (ممانعت) نہیں رہے گی اس شہر میں ﴿۵﴾ اور

﴿۱﴾ **اس وقت انسان کی حسرت کا حال** | یعنی افسوس دنیا کی زندگی میں کچھ نیکی کر کے آگے نہ بھیجی۔ جو آج اس زندگی میں کام آتی۔ یونہی خالی ہاتھ چلا آیا۔ کاش حسنات کا کوئی ذخیرہ آگے روانہ کر دیتا جو یہاں کے لئے توشہ بنتا۔

﴿۲﴾ **مجرموں کو اللہ کا خاص عذاب** | یعنی اللہ تعالیٰ اس دن مجرموں کو ایسی سخت سزا دے گا اور ایسی سخت قید میں رکھے گا کہ کسی دوسرے کی طرف سے اس طرح کی سختی کسی مجرم کے حق میں متصور نہیں۔ اور حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "اس روز نہ مارے گا اس کا سا مارنا کوئی۔ نہ آگ نہ دوزخ کے موکل نہ سانپ بچھو، جو دوزخ میں ہوں گے، کیونکہ ان کا مارنا اور دکھ دینا عذاب جسمانی ہے، اور حق تعالیٰ کا عذاب اس طور سے ہوگا کہ مجرم کی روح کو حسرت اور ندامت میں گرفتار کر دے گا جو عذاب

روحانی ہے اور ظاہر ہے عذاب روحانی کو عذاب جسمانی سے کیا نسبت، نیز نہ باندھے گا اس کا سا باندھنا کوئی۔ کیونکہ دوزخ کے پیادے ہر چند کہ دوزخیوں کے گلے میں طوق ڈالیں گے اور زنجیروں سے جکڑیں گے اور دوزخ کے دروازے بند کر کے اوپر سے سر پوش رکھ دیں گے، لیکن انکی عقل اور خیال کو بند نہ کر سکیں گے اور عقل وخیال کی عادت ہے کہ بہت سی باتوں کی طرف التفات کرتا ہے اور ان میں سے بعض باتیں دوسری باتوں کے لئے حجاب ہو جاتی ہیں۔ اسی لئے عین قید کی تنگی میں انسان کو عقلی اور خیالی وسعت حاصل ہوتی ہے۔ برخلاف اس شخص کے کہ اللہ تعالیٰ عقل وخیال کو ادھر ادھر جانے سے روک دے اور بالکل ہمہ تن دکھ درد ہی کی طرف متوجہ رکھے۔ تو ایسی قید بدنی قید سے ہزاروں درجے سخت ہے۔ اسی لئے مجنون سودائیوں کو عین باغوں اور جنگلوں کی سیر کے وقت تنگی اور گھبراہٹ وہم وخیال کے سبب سے پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ باغ اور وسیع جنگل اس کی نظر میں تنگ معلوم ہوتے ہیں۔

﴿۲۸﴾ **نفس مطمئنہ کو رضائے حق کی طرف دعوت** | پہلے مجرموں اور ظالموں کا حال بیان ہوا تھا۔ اب اس کے مقابل ان لوگوں کا انجام بتلاتے ہیں جن کے دلوں کو اللہ کے ذکر اور اس کی طاعت سے چین اور آرام ملتا ہے ان سے محشر میں کہا جائے گا کہ اے نفس آرمیدہ بحق! جس محبوب حقیقی سے تو لو لگائے ہوئے تھا اب ہر قسم کے جھگڑوں اور خرخشوں سے یکسو ہو کر راضی خوشی اس کے مقام قرب کی طرف چل، اور اس کے مخصوص بندوں کے زمرہ میں شامل ہو اس کی عالیشان جنت میں قیام کر بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤمن کو موت کے وقت بھی یہ بشارت سنائی جاتی ہے۔ بلکہ عارفین کا تجربہ بتلاتا ہے کہ اس دنیا کی زندگی میں بھی ایسے نفوس مطمئنہ اس طرح کی بشارات کا فی الجملہ حظ اٹھاتے ہیں۔ ''اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡأَلُکَ نَفۡسًا بِکَ مُطۡمَئِنَّۃً تُؤۡمِنُ بِلِقَآئِکَ وَتَرۡضٰی بِقَضَآئِکَ وَتَقۡنَعُ بِعَطَآئِکَ'' **تنبیہ** | نفس مطمئنہ، نفس امارہ اور نفس لوامہ کی تحقیق سورۂ ''قیامہ'' کے شروع میں دیکھ لی جائے۔

سورۃ البلد

﴿۱﴾ **شہر مکہ کی قسم** | یعنی مکہ معظمہ کی۔

﴿۲﴾ **حرم میں آپ ﷺ کیلئے خصوصی رعایت** | مکہ میں ہر شخص کو لڑائی کی ممانعت ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صرف فتح مکہ کے دن یہ ممانعت نہیں رہی تھی جو کوئی آپ ﷺ سے لڑا اس کو مارا۔ اور بعض سنگین مجرموں کو خاص کعبہ کی دیوار کے پاس قتل کیا گیا۔ پھر اس دن کے بعد سے وہی ممانعت قیامت تک کے لئے قائم ہوگئی۔ چونکہ اس آیت میں مکہ کی قسم کھا کر ان شدائد اور سختیوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے جن میں سے انسان کو گزرنا پڑتا ہے اور اس وقت دنیا کا بزرگ ترین انسان اسی شہر مکہ میں دشمنوں کی طرف سے زہرہ گداز سختیاں جھیل رہا تھا۔ اس لئے درمیان میں بطور جملہ معترضہ ''وَاَنۡتَ حِلٌّۢ بِھٰذَا الۡبَلَدِ'' فرما کر تسلی کر دی کہ اگرچہ آج آپ ﷺ کا احترام اس شہر کے جاہلوں میں نہیں ہے۔ لیکن ایک وقت آیا چاہتا ہے جب آپ کا اس شہر میں فاتحانہ داخلہ ہوگا۔ اور اس مقدس مقام کی ابدی تطہیر وتقدیس کے لئے مجرموں کو سزا دینے کی بھی آپ ﷺ کو اجازت ہوگی۔ یہ پیشین گوئی ۸ھ میں خدا کے فضل سے پوری ہوئی۔ **تنبیہ** | بعض نے ''وَاَنۡتَ حِلٌّۢ بِھٰذَا الۡبَلَدِ'' کے معنی ''وانت نازل'' کے لئے ہیں۔ یعنی میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں بحالیکہ آپ اس شہر میں پیدا کئے گئے اور قیام پذیر ہوئے۔

وَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۙ﴿۳﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ ؕ﴿۴﴾

قسم ہے جننے کی اور جو اس نے جنا ﴿۱﴾ تحقیق ہم نے بنایا آدمی کو محنت میں ﴿۲﴾

اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ ﴿۵﴾ يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا

کیا خیال رکھتا ہے وہ کہ اس پر بس نہ چلے گا کسی کا ﴿۳﴾ کہتا ہے میں نے خرچ کر ڈالا مال

لُّبَدًا ﴿۶﴾ؕ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗۤ اَحَدٌ ﴿۷﴾ؕ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ

ڈھیروں ﴿۴﴾ کیا خیال رکھتا ہے کہ دیکھا نہیں اس کو کسی نے ﴿۵﴾ بھلا ہم نے نہیں دیں اس کو

عَيْنَيْنِ ﴿۸﴾ۙ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ﴿۹﴾ۙ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ﴿۱۰﴾ۚ

دو آنکھیں ﴿۶﴾ اور زبان اور دو ہونٹ ﴿۷﴾ اور دکھلا دیں اس کو دو گھاٹیاں ﴿۸﴾

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴿۱۱﴾ۖ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿۱۲﴾ؕ

سو نہ دھمک سکا گھاٹی پر ﴿۹﴾ اور تو کیا سمجھا کیا ہے وہ گھاٹی

فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿۱۳﴾ۙ اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ يَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ ﴿۱۴﴾ۙ يَّتِيْمًا

چھڑانا گردن کا ﴿۱۰﴾ یا کھلانا بھوک کے دن میں ﴿۱۱﴾ یتیم کو

ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿۱۵﴾ۙ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿۱۶﴾ؕ ثُمَّ كَانَ مِنَ

جو قرابت والا ہے ﴿۱۲﴾ یا محتاج کو جو خاک میں رل رہا ہے ﴿۱۳﴾ پھر ہووے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴿۱۷﴾ؕ

ایمان والوں میں ﴿۱۴﴾ جو تاکید کرتے ہیں آپس میں تحمل کی اور تاکید کرتے ہیں رحم کھانے کی ﴿۱۵﴾

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ﴿۱۸﴾ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا

وہ لوگ ہیں بڑے نصیب والے ﴿۱۶﴾ اور جو منکر ہوئے ہماری آیتوں سے

وقف لازم

◆۱ یعنی آدم اور بنی آدم وقیل غیر ذلک۔
◆۲ آدمی کو محنت میں پیدا کیا گیا | یعنی آدمی ابتداء سے انتہا تک مشقت اور رنج میں گرفتار ہے اور طرح طرح کی سختیاں جھیلتا رہتا ہے۔ کبھی مرض میں مبتلا ہے، کبھی رنج میں، کبھی فکر میں شاید عمر بھر میں کوئی لمحہ ایسا آتا ہو جب کوئی انسان تمام قسم کے خرخشوں اور محنت وتکلیف سے آزاد ہو کر بالکل بے فکری کی زندگی بسر کرے۔ حقیقت میں انسان کی پیدائشی ساخت ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ وہ ان سختیوں اور بکھیڑوں سے نجات نہیں پا سکتا۔ آدم اور اولاد آدم کے احوال کا مشاہدہ خود اس کی واضح دلیل ہے۔ اور مکہ جیسے سنگلاخ ملک کی زندگی خصوصاً اس وقت جبکہ وہاں افضل الخلائق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت ترین جور وجفا اور ظلم وستم کے ہدف بنے ہوئے تھے۔ ''لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ'' کی نمایاں شہادت ہے۔
◆۳ کیا انسان پر کسی کا قابو نہیں ہے؟ | یعنی انسان جن سختیوں اور محنت ومشقت کی راہوں سے گزرتا ہے اس کا مقتضاء تو یہ تھا کہ اس میں عجز ودرماندگی پیدا ہوتی اور اپنے کو بستہ حکم وقضا سمجھ کر مطیع امر وتابع رضا ہوتا اور ہر وقت اپنی احتیاج وافتقار کو پیش نظر رکھتا۔ لیکن انسان کی حالت یہ ہے کہ بالکل بھول میں پڑا ہے۔ تو گویا وہ یہ سمجھتا ہے کہ کوئی ہستی ایسی نہیں جو اس پر قابو پا سکے اور اس کی سرکشی کی سزا دے سکے۔
◆۴ کفار کا مال خرچ کرنا | یعنی رسول کی عداوت، اسلام کی مخالفت اور معصیت کے مواقع میں یونہی بے تکے پن سے مال خرچ کرنے کو ہنر سمجھتا ہے۔ پھر اسے بڑھا چڑھا کر فخر سے کہتا ہے کہ میں اتنا کثیر مال خرچ کر چکا ہوں۔ کیا اس کے بعد بھی کوئی میرے مقابلہ میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ لیکن آگے چل کر پتہ لگے گا کہ یہ سب خرچ کیا ہوا مال یونہی برباد گیا۔ بلکہ الٹا وبال جان ہوا۔
◆۵ یعنی اللہ سب دیکھ رہا ہے۔ جتنا مال جس جگہ جس نیت سے خرچ کیا ہے۔ جھوٹی شیخی بگھارنے سے کچھ فائدہ نہیں۔
◆۶ کیا ہم نے اس کو دو آنکھیں نہیں دیں؟ | یعنی جس نے دیکھنے کو آنکھیں دیں، کیا وہ خود دیکھتا نہ ہوگا؟ یقیناً جو سب کو بینائی دے وہ سب سے بڑھ کر بینا ہونا چاہئے۔
◆۷ کیا زبان اور ہونٹ نہیں بنائے | جن سے بات کرنے اور کھانے پینے میں مدد لیتا ہے۔
◆۸ اچھی اور بری دونوں راہیں بتا دیں | یعنی خیر اور شر دونوں کی راہیں بتلا دیں۔ تاکہ برے راستہ سے بچے اور اچھے راستہ پر چلے۔ اور یہ بتلانا اجمالی طور پر عقل وفطرت سے ہوا اور تفصیلی طور پر انبیاء ورسل کی زبان سے تنبیہ | بعض نے ''نجدین'' سے مراد عورت کی پستان لئے ہیں یعنی بچہ کو دودھ پینے اور غذا حاصل کرنے کا راستہ بتلا دیا۔
◆۹ دین کی گھاٹی | یعنی اس قدر انعامات کی بارش اور اسباب ہدایت کی موجودگی میں بھی اسے توفیق نہ ہوئی کہ دین کی گھاٹی پر آدھمکتا۔ اور مکارم اخلاق کے راستوں کو طے کرتا ہوا فوز وفلاح کے بلند مقامات پر پہنچ جاتا۔ تنبیہ | دین کے کاموں کو گھاٹی اس لئے کہا کہ مخالفت ہوا کی وجہ سے ان کا انجام دینا نفس پر شاق اور گراں ہوتا ہے۔
◆۱۰ یعنی غلام آزاد کرنا یا قرضدار کی گردن قرض سے چھڑوانا۔
◆۱۱ بھوک کے دن میں کھانا کھلانا | یعنی قحط کے دنوں میں بھوکوں کی خبر لینا۔
◆۱۲ یتیم کی خدمت کرنا ثواب اور قرابتداروں کے ساتھ سلوک کرنا بھی ثواب، جہاں دونوں جمع ہو جائیں تو دوہرا ثواب ہوگا۔
◆۱۳ یعنی فقر وفاقہ اور تنگدستی سے خاک میں مل رہا ہو، یہ مواقع ہیں مال خرچ کرنے کے نہ یہ کہ شادی غمی کی فضول رسموں اور خدا کی نافرمانیوں میں روپیہ برباد کر کے دنیا کی رسوائی اور آخرت کا وبال سر لیا جائے۔
◆۱۴ یعنی پھر ان سب اعمال کے مقبول ہونے کی سب سے بڑی شرط ایمان ہے۔ اگر یہ چیز نہیں تو سب کیا کرایا اکارت ہے۔
◆۱۵ رحم اور صبر کی ایک دوسرے کو تاکید | یعنی ایک دوسرے کو تاکید کرتے رہتے ہیں کہ حقوق وفرائض کے ادا کرنے میں ہر قسم کی سختیوں کا تحمل کرو اور خدا کی مخلوق پر رحم کھاؤ تاکہ آسمان والا تم پر رحم کھائے۔
◆۱۶ اصحاب المیمنہ | یعنی یہ لوگ بڑے خوش نصیب اور میمون ومبارک ہیں جن کو عرش عظیم کے دائیں جانب جگہ ملے گی اور ان کا اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔

هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ﴿۱۹﴾ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ﴿۲۰﴾

وہ ہیں کم بختی والے ﴿۱۹﴾ انہی کو آگ میں موند دیا ہے ﴿۲۰﴾

ع ۱ ۱۵

اٰيَاتُهَا ۱۵ (۹۱) سُوْرَةُ الشَّمْسِ مَكِّيَّةٌ (۲۶) رُكُوْعُهَا ۱

سورۂ شمس مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی پندرہ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ﴿۱﴾ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ﴿۲﴾ وَالنَّهَارِ

قسم سورج کی اور اس کے دھوپ چڑھنے کی ﴿۱﴾ اور چاند کی جب آئے سورج کے پیچھے ﴿۲﴾ اور دن کی

اِذَا جَلّٰهَا ﴿۳﴾ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا ﴿۴﴾ وَالسَّمَآءِ وَمَا

جب اس کو روشن کرلے ﴿۳﴾ اور رات کی جب اس کو ڈھانک لیوے ﴿۴﴾ اور آسمان کی اور جیسا کہ

بَنٰهَا ﴿۵﴾ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ﴿۶﴾ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ﴿۷﴾

اس کو بنایا ﴿۵﴾ اور زمین کی اور جیسا کہ اس کو پھیلایا ﴿۶﴾ اور جی کی اور جیسا کہ اس کو ٹھیک بنایا ﴿۷﴾

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ﴿۸﴾ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ﴿۹﴾

پھر سمجھ دی اس کو ڈھٹائی (بدی) کی اور بچ کر چلنے (پرہیزگاری) کی ﴿۸﴾ تحقیق مراد کو پہنچا جس نے اس کو سنوار لیا ﴿۹﴾

وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ﴿۱۰﴾ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰهَآ ﴿۱۱﴾

اور نامراد ہوا جس نے اس کو خاک میں ملا چھوڑا ﴿۱۰﴾ جھٹلایا ثمود نے اپنی شرارت سے ﴿۱۱﴾

اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰهَا ﴿۱۲﴾ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ

جب اٹھ کھڑا ہوا ان میں کا بڑا بد بخت ﴿۱۲﴾ پھر کہا ان کو اللہ کے رسول نے خبردار رہو اللہ کی

۱ اصحاب المشئمۃ | یعنی بدنصیب منحوس، شامت زدہ جن کا اعمالنامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور عرش کے بائیں طرف کھڑے کئے جائیں گے۔

۲ آگ میں بند کردیئے جائیں گے | یعنی دوزخ میں ڈال کر سب دروازے نکلنے کے بند کردیئے جائیں گے اعاذنا اللہ منہا۔

سورۃ الشمس

۳ مخلوقات کی قسمیں | یعنی سورج غروب ہونے کے بعد جب اس کی چاندنی پھیلے۔

۴ یعنی جب دن میں سورج پوری روشنی اور صفائی کے ساتھ جلوہ گر ہو۔

۵ یعنی جب رات کی تاریکی خوب چھا جائے اور سورج کی روشنی کا کچھ نشان دکھائی نہ دے۔

۶ یعنی جس شان و عظمت کا اس کو بنایا۔ اور بعض کے نزدیک "مَابَنٰھَا" سے مراد اس کا بنانے والا ہے۔

۷ یعنی جس حکمت سے اس کو پھیلا کر مخلوق کی بود و باش کے قابل کیا۔ یہاں بھی بعض نے "وَمَا طَحٰھَا" سے اس کا پھیلانے والا مراد لیا ہے۔

۸ کہ اعتدال مزاج کا اور حواس ظاہری و باطنی اور قوائے طبعیہ حیوانیہ و نفسانیہ سب اس کو دیئے اور نیکی بدی کے راستوں پر چلنے کی استعداد رکھی۔

۹ آدمی کو فجور اور تقویٰ کی سمجھ دی گئی ہے | یعنی اول تو اجمالی طور پر عقل سلیم اور فطرت صحیحہ کے ذریعہ سے بھلائی برائی میں فرق کرنے کی سمجھ دی۔ پھر تفصیلی طور پر انبیاء و رسل کی زبانی کھول کھول کر بتلا دیا کہ یہ راستہ بدی کا اور یہ پرہیزگاری کا ہے۔ اس کے بعد قلب میں جو نیکی کا رجحان یا بدی کی طرف میلان ہو، ان دونوں کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ گو القاء اول میں فرشتہ واسطہ ہوتا ہے۔ اور ثانی میں شیطان۔ پھر وہ رجحان و میلان کبھی بندہ کے قصد و اختیار سے مرتبہ عزم تک پہنچ کر صدور فعل کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ جس کا خالق اللہ اور کاسب بندہ ہے۔ اسی کسب خیر و شر پر مجازات کا سلسلہ بطریق تسبیب قائم ہے۔ وھذہ المسئلۃ من معضلات المسائل وتفصیلھا یطلب من مظانھا۔ ونرید ان نفرد لھا جزءً ان ساعدنا التوفیق واللہ الموفق والمعین۔

۱۰ تزکیہ نفس ہی کامیابی ہے | نفس کا سنوارنا اور پاک کرنا یہ ہے کہ قوت شہویہ اور قوت غضبیہ کو عقل کے تابع کرے اور عقل کو شریعت الہیہ کا تابعدار بنائے۔ تاکہ روح اور قلب دونوں تجلی الٰہی کی روشنی سے منور ہو جائیں۔

۱۱ نفس کی اطاعت نامرادی | خاک میں ملا چھوڑنے سے یہ مراد ہے کہ نفس کی باگ یکسر شہوت و غضب کے ہاتھ میں دے دے۔ عقل و شرع سے کچھ سروکار نہ رکھے۔ گویا خواہش اور ہویٰ کا بندہ بن جائے۔ ایسا آدمی جانوروں سے بدتر اور ذلیل ہے۔ تنبیہ | "قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا" جواب قسم ہے اور اس کو مناسبت قسموں سے یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے سورج کی دھوپ اور چاند کی چاندنی دن کا اجالا، اور رات کا اندھیرا، آسمان کی بلندی اور زمین کی پستی کو ایک دوسرے کے مقابل پیدا کیا اور نفس انسانی میں خیر و شر کی متقابل قوتیں رکھیں اور دونوں کو سمجھنے اور ان پر چلنے کی قدرت دی۔ اسی طرح متضاد و مختلف اعمال پر مختلف ثمرات و نتائج مرتب کرنا بھی اسی حکیم مطلق کا کام ہے خیر و شر اور ان دونوں کے مختلف آثار و نتائج کا عالم میں پایا جانا بھی حکمت تخلیق کے اعتبار سے ایسا ہی موزوں و مناسب ہے، جیسے اندھیرے اور اجالے کا وجود۔

۱۲ جیسے ثمود نے جھٹلایا | یعنی حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا۔ یہ "وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا" کی ایک مثال عبرت کے لئے بیان فرما دی۔ سورۂ اعراف وغیرہ میں یہ قصہ مفصل گذر چکا ہے۔

۱۳ یہ بدبخت قدار بن سالف تھا۔

اللّٰهِ وَ سُقْيٰهَا ﴿۱۳﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۙ۬ فَدَمْدَمَ

اونٹنی سے اور اس کی پانی پینے کی باری سے ﴿۱۳﴾ پھر انہوں نے جھٹلایا اس کو پھر پاؤں کاٹ ڈالے اس کے پھر الٹ مارا

عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ۪ۙ ﴿۱۴﴾ وَلَا يَخَافُ

ان پر (ان کو) ان کے رب نے بسبب ان گناہوں کے پھر برابر کر دیا سب کو ﴿۱۴﴾ اور وہ نہیں ڈرتا

عُقْبٰهَا ﴿۱۵﴾

پیچھا کرنے سے ﴿۱۵﴾

ع ۱ / ۱۵ / ۱۴

آیاتها ۲۱ (۹۲) سُوْرَةُ الَّيْلِ مَكِّيَّةٌ (۹) رکوعها ۱

سورۂ لیل مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی اکیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۙ﴿۱﴾ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۙ﴿۲﴾ وَمَا خَلَقَ

قسم رات کی جب چھا جائے اور دن کی جب روشن ہو اور اس کی جو اس نے پیدا کئے

الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰٓى ۙ﴿۳﴾ اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ؕ﴿۴﴾ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى

نر اور مادہ تمہاری کمائی طرح طرح پر ہے ﴿۴﴾ سو جس نے دیا

وَاتَّقٰى ۙ﴿۵﴾ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۙ﴿۶﴾ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ؕ﴿۷﴾ وَ

اور ڈرتا رہا اور سچ جانا بھلی بات کو تو اس کو ہم سہج سہج پہنچا دیں گے آسانی میں ﴿۷﴾ اور

اَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۙ﴿۸﴾ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۙ﴿۹﴾ فَسَنُيَسِّرُهٗ

جس نے نہ دیا اور بے پروا رہا اور جھوٹ جانا بھلی بات کو سو اس کو ہم سہج سہج پہنچا دیں گے

۱ **حضرت صالحؑ کی تنبیہ** یعنی خبردار اس کو قتل نہ کرنا اور نہ اس کا پانی بند کرنا۔ پانی کا ذکر اس لئے فرمایا کہ بظاہر اسی سبب سے وہ اس کے قتل پر آمادہ ہوئے تھے۔ اور "اللہ کی اونٹنی" اس اعتبار سے کہا کہ اللہ نے اس کو حضرت صالحؑ کی نبوت کا ایک نشان بنایا تھا۔ اور اس کا احترام واجب کیا تھا۔ یہ قصہ پہلے "اعراف" وغیرہ میں گزر چکا۔

۲ **اونٹنی کے پاؤں کاٹ ڈالے** حضرت صالحؑ نے فرمایا تھا۔ "وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ" (اس اونٹنی کو برائی سے ہاتھ نہ لگانا، ورنہ سخت دردناک عذاب میں پھنس جاؤ گے) ان لوگوں نے اس بات کو جھوٹ سمجھا۔ پیغمبر کی تکذیب کی اور اونٹنی کو ہلاک کر ڈالا۔ آخر وہی ہوا جو حضرت صالحؑ نے کہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سب کو مٹا کر برابر کر دیا۔

۳ **پھر اللہ نے ان کو الٹ مارا** یعنی جیسے بادشاہان دنیا کو کسی بڑی قوم یا جماعت کی سزا دہی کے بعد احتمال ہوتا ہے کہ کہیں ملک میں شورش برپا نہ ہو جائے، یا انتظام ملکی میں خلل نہ پڑے اللہ تعالیٰ کو ان چیزوں کا کوئی اندیشہ نہیں ہو سکتا۔ ایسی کون سی طاقت ہے جو سزا یافتہ مجرموں کا انتقام لینے کے لئے اس کا پیچھا کرے گی؟ العیاذ باللہ۔

سورۃ الیل

۴ **دن رات اور نر اور مادہ کی قسم** یعنی جس طرح دنیا میں رات اور دن، نر اور مادہ مختلف و متضاد چیزیں پیدا کی گئی ہیں، تمہارے اعمال اور کوششیں بھی مختلف و متضاد پھر ان مختلف اعمال و مساعی پر ظاہر ہے ثمرات و نتائج بھی مختلف ہی مرتب ہوں گے۔ جن کا ذکر آگے آتا ہے۔

۵ **متقی اور نیکوکار کیلئے آسانی** یعنی جو شخص نیک راستہ میں مال خرچ کرتا اور دل میں خدا سے ڈرتا ہے اور اسلام کی بھلی باتوں کو سچ جانتا، اور بشارات ربانی کو صحیح سمجھتا ہے، اس کے لئے ہم اپنی عادت کے موافق نیکی کا راستہ آسان کر دیں گے اور انجام کار انتہائی آسانی اور راحت کے مقام پر پہنچا دیں گے جس کا نام جنت ہے۔

لِلْعُسْرٰى ﴿١٠﴾ وَمَا يُغْنِىْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى ﴿١١﴾

سختی میں ◆ اور کام نہ آئے گا اس کے مال اس کا جب گڑھے میں گرے گا ◆

اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ﴿١٢﴾ وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ﴿١٣﴾

ہمارا ذمہ ہے راہ سجھا دینا اور ہمارے ہاتھ میں ہے آخرت اور دنیا ◆

فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ﴿١٤﴾ لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقَى ﴿١٥﴾

سو میں نے سنا دی تم کو خبر ایک بھڑکتی ہوئی آگ کی ◆ اس میں وہی گرے گا جو بڑا بدبخت ہے

الَّذِىْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿١٦﴾ وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ﴿١٧﴾ الَّذِىْ

جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا ◆ اور بچا دیں گے اس سے بڑے ڈرنے والے کو ◆ جو

يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ﴿١٨﴾ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ

دیتا ہے اپنا مال دل پاک کرنے کو ◆ اور نہیں کسی کا اس پر

نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ﴿١٩﴾ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ﴿٢٠﴾

احسان جس کا بدلہ دے مگر واسطے چاہنے مرضی اپنے رب کی جو سب سے برتر ہے

وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ﴿٢١﴾

اور آگے وہ راضی ہوگا ◆

ع ١/٢١ ١٧

آیاتہا ١١ (٩٣) سُوْرَةُ الضُّحٰى مَكِّيَّةٌ (١١) رکوعہا ١

سورۃ الضحٰی مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی گیارہ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

◆ **اچھائی کو جھٹلانے والے کا انجام** یعنی جس نے خدا کی راہ میں خرچ نہ کیا، اس کی خوشنودی اور آخرت کے ثواب کی پروانہ کی اور اسلام کی باتوں اور اللہ کے وعدوں کو جھوٹ جانا، اس کا دل روز بروز تنگ اور سخت ہوتا چلا جائے گا۔ نیکی کی توفیق سلب ہوتی جائے گی اور آخر کار آہستہ آہستہ عذاب الہی کی انتہائی سختی میں پہنچ جائے گا۔ یہی اللہ کی عادت ہے کہ سعداء جب نیک عمل اختیار کرتے ہیں اور اشقیاء جب بدعمل کی طرف چلتے ہیں تو دونوں کے لئے وہی راستہ آسان کر دیا جاتا ہے جو انہوں نے تقدیر الٰہی کے موافق اپنے ارادہ و اختیار سے پسند کر لیا ہے۔
"کُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّکَ وَمَا کَانَ عَطَآءُ رَبِّکَ مَحْظُوْرًا" (اسراء۔ رکوع ۲)

◆ **مال اس کو تباہی سے نہ بچا سکے گا** یعنی جس مال و دولت پر گھمنڈ کر کے یہ آخرت کی طرف سے بے پروا ہو رہا تھا وہ ذرا بھی عذاب الٰہی سے نہ بچا سکے گا۔

◆ **دنیا اور آخرت ہمارے ہاتھ میں ہے** یعنی ہماری حکمت اس کو مقتضی نہیں کہ کسی آدمی کو زبردستی نیک یا بد بننے پر مجبور کریں۔ ہاں یہ ہم نے اپنے ذمہ لیا ہے کہ سب کو نیکی بدی کی راہ سجھا دیں۔ اور بھلائی برائی کو خوب کھول کر بیان کر دیں۔ پھر جو شخص جو راہ اختیار کرے دنیا اور آخرت میں اسی کے موافق اس سے برتاؤ کریں گے۔

◆ **بھڑکتی ہوئی آگ کی خبر** اس ایک بھڑکتی ہوئی آگ سے شاید دوزخ کا وہ طبقہ مراد ہوگا۔ جو بڑے بھاری مجرموں اور بدبختوں کے لئے مخصوص ہے۔

◆ یعنی ہمیشہ کے لئے وہی گرے گا کہ پھر کبھی نکلنا نصیب نہ ہوگا۔ کما تدل علیه النصوص۔

◆ **اتقی اس آگ سے بچالیا جائے گا** یعنی ایسے لوگوں کو اس کی ہوا تک بھی نہیں لگے گی۔ صاف بچا دیئے جائیں گے۔

◆ **اتقی کون ہے؟** یعنی نفس کو رذیلہ بخل وطمع وغیرہ سے پاک کرنا مقصود ہے۔ کسی طرح کا ریاء اور نمود و نمائش یا دنیوی اغراض پیش نظر نہیں۔

◆ **حضرت ابوبکر صدیقؓ کی فضیلت و برتری** یعنی خرچ کرنے سے کسی مخلوق کے احسان کا بدلہ اتارنا مقصود نہیں۔ بلکہ خالص رضاء مولیٰ کی طلب اور دیدار الٰہی کی تمنا میں گھر بار لٹا رہا ہے، تو وہ اطمینان رکھے کہ اسے ضرور خوش کر دیا جائے گا، اور اس کی یہ تمنا ضرور پوری ہو کر رہے گی۔ "اِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ"
تنبیہ اگرچہ مضمون آیات کا عام ہے لیکن روایات کثیرہ شاہد ہیں کہ ان آخری آیات کا نزول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں ہوا۔ اور یہ بہت بڑی دلیل ان کی فضیلت و برتری کی ہے زہے نصیب اس بندے کے جس کے اتقی ہونے کی تصدیق آسمان سے ہو۔ "اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ" اور خود حضرت حق سے اس کو وَلَسَوْفَ یَرْضٰی کی بشارت سنائی جائے۔ فی الحقیقت حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حق میں وَلَسَوْفَ یَرْضٰی کی بشارت ایک انعکاس ہے اس بشارت عظمیٰ کا جو آگے نبی کریم ﷺ کے حق میں آرہی ہے۔ "وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی"

وَالضُّحٰى ۙ﴿۱﴾ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۙ﴿۲﴾ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ؕ﴿۳﴾ وَ

قسم دھوپ چڑھتے وقت کی ﴿۱﴾ اور رات کی جب چھا جائے ﴿۲﴾ نہ رخصت کر دیا تجھ کو تیرے رب نے اور نہ بیزار ہوا ﴿۳﴾ اور

لَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ؕ﴿۴﴾ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ

البتہ پچھلی (آخرت) بہتر ہے تجھ کو پہلی (دنیا) سے ﴿۴﴾ اور آگے دے گا تجھ کو تیرا رب

فَتَرْضٰى ؕ﴿۵﴾ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۪﴿۶﴾ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا

پھر تو راضی ہوگا ﴿۵﴾ بھلا نہیں پایا تجھ کو یتیم پھر جگہ دی ﴿۶﴾ اور پایا تجھ کو بھٹکتا

فَهَدٰى ۪﴿۷﴾ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ؕ﴿۸﴾ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا

پھر راہ سجھائی ﴿۷﴾ اور پایا تجھ کو مفلس پھر بے پروا (غنی) کر دیا ﴿۸﴾ سو جو یتیم ہو اس کو مت

تَقْهَرْ ؕ﴿۹﴾ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ؕ﴿۱۰﴾ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿۱۱﴾ ع

دبا (ڈانٹ) ﴿۹﴾ اور جو مانگتا ہو اس کو مت جھڑک ﴿۱۰﴾ اور جو احسان ہے تیرے رب کا سو بیان کر ﴿۱۱﴾

ع ۱۱ / ۱۸

اٰيَاتُهَا ۸ (۹۴) سُوْرَةُ اَلَمْ نَشْرَحْ مَكِّيَّةٌ (۱۲) رُكُوْعُهَا ۱

سورۃ الم نشرح مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی آٹھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۙ﴿۱﴾ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۙ﴿۲﴾

کیا ہم نے نہیں کھول دیا تیرا سینہ ﴿۱﴾ اور اتار رکھا ہم نے تجھ پر سے بوجھ تیرا

الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۙ﴿۳﴾ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ؕ﴿۴﴾ فَاِنَّ

جس نے جھکا دی تھی پیٹھ تیری ﴿۳﴾ اور بلند کیا ہم نے مذکور تیرا ﴿۴﴾ سو

سورۃ الضحیٰ

❶ فترت وحی اور کفار کے طعنے | روایات صحیحہ میں ہے کہ جبریل علیہ السلام دیر تک رسول اللہ ﷺ کے پاس نہ آئے (یعنی وحی قرآنی بند رہی) مشرکین کہنے لگے کہ (لیجئے) محمدؐ کو اس کے رب نے رخصت کر دیا۔ اس کے جواب میں یہ آیات نازل ہوئیں میرا گمان یہ ہے (واللہ اعلم) کہ یہ زمانہ فترت الوحی کا ہے جب سورۂ "اقرأ" کی ابتدائی آیات نازل ہونے کے بعد ایک طویل مدت تک وحی رکی رہی تھی اور حضور ﷺ خود اس فترت کے زمانہ میں سخت مغموم و مضطرب رہتے تھے، تا آنکہ فرشتہ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے "یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ" کا خطاب سنایا۔ اغلب ہے کہ اس وقت مخالفوں نے اس طرح کی چہ میگوئیاں کی ہوں۔ چنانچہ ابن کثیرؒ نے محمد بن اسحاق وغیرہ سے جو الفاظ نقل کیے ہیں وہ اسی احتمال کی تائید کرتے ہیں۔ ممکن ہے اسی دوران میں وہ قصہ بھی پیش آیا ہو جو بعض احادیث صحیحہ میں بیان ہوا ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ بیماری کی وجہ سے دو تین رات نہ اٹھ سکے، تو ایک (خبیث) عورت کہنے لگی۔ اے محمدؐ! معلوم ہوتا ہے تیرے شیطان نے تجھ کو چھوڑ دیا ہے (العیاذ باللہ) غرض ان سب خرافات کا جواب سورۂ "والضحیٰ" میں دیا گیا ہے۔

اللہ آپ ﷺ سے ناراض نہیں ہے | پہلے قسم کھائی دھوپ چڑھتے وقت کی اور اندھیری رات کی۔ پھر فرمایا کہ (دشمنوں کے سب خیالات غلط ہیں) نہ تیرا رب تجھ سے ناراض اور بیزار ہوا نہ تجھ کو رخصت کیا۔ بلکہ جس طرح ظاہر میں وہ اپنی قدرت و حکمت کے مختلف نشان ظاہر کرتا، اور دن کے پیچھے رات اور رات کے پیچھے دن کو لاتا ہے، یہی کیفیت باطنی حالات کی سمجھو۔ اگر سورج کی دھوپ کے بعد رات کی تاریکی کا آنا اللہ کی خفگی اور ناراضی کی دلیل نہیں، اور نہ اس کا ثبوت ہے کہ اس کے بعد دن کا اجالا کبھی نہ ہوگا۔ تو چند روز نور وحی کے رکے رہنے سے یہ کیونکر سمجھ لیا جائے کہ آج کل خدا اپنے منتخب کیے ہوئے پیغمبر سے خفا اور ناراض ہو گیا اور ہمیشہ کے لئے وحی کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ ایسا کہنا تو خدا کے علم محیط اور حکمت بالغہ پر اعتراض کرنا ہے۔ گویا اسے خبر نہ تھی کہ جس کو میں نبی بنا رہا ہوں وہ آئندہ چل کر اس کا اہل ثابت نہ ہوگا؟ العیاذ باللہ۔

❷ یعنی آپ ﷺ کی پچھلی حالت پہلی حالت سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے وحی کی یہ چند روزہ رکاوٹ آپ کے نزول و انحطاط کا سبب نہیں بلکہ بیش از بیش عروج و ارتقاء کا ذریعہ ہے اور اگر پچھلی سے بھی پچھلی حالت کا تصور کیا جائے۔ یعنی آخرت کی شان و شکوہ کا، جبکہ آدم اور آدم کی ساری اولاد آپ کے جھنڈے تلے جمع ہوگی۔ تو وہاں کی بزرگی اور فضیلت تو یہاں کے اعزاز و اکرام سے بیشمار درجہ بڑھ کر ہے۔

❸ آنحضرت ﷺ کو خوش کر دینے کا وعدہ | یعنی ناراض اور بیزار ہو کر چھوڑ دینا کیسا، ابھی تو تیرا رب تجھ کو (دنیا و آخرت میں) اس قدر دولتیں اور نعمتیں عطا فرمائے گا کہ تو پوری طرح مطمئن اور راضی ہو جائے۔ حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محمد راضی نہیں ہوگا جب تک اس کی امت کا ایک آدمی بھی دوزخ میں رہے (صلی اللہ علیہ وسلم)

آنحضرت ﷺ کی یتیمی حضرت ﷺ کی ولادت باسعادت سے پہلے ہی آپ ﷺ کے والد وفات پاچکے تھے۔ چھ سال کی عمر تھی کہ والدہ نے رحلت کی۔ پھر آٹھ سال کی عمر تک اپنے دادا (عبدالمطلب) کی کفالت میں رہے۔ آخر اس دریتیم اور نادرۂ روزگار کی ظاہری تربیت و پرورش کی سعادت آپ ﷺ کے بے حد شفیق چچا ابو طالب کے حصہ میں آئی۔ انہوں نے زندگی بھر آپ ﷺ کی نصرت وحمایت اور تکریم و تبجیل میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا۔ ہجرت سے کچھ پہلے وہ بھی دنیا سے رخصت ہوئے۔ چندروز بعد یہ امانت الٰہی اللہ کے حکم سے انصار مدینہ کے گھر پہنچ گئی۔ ''اوس'' اور ''خزرج'' کی قسمت کا ستارہ چمک اٹھا۔ اور انہوں نے اس کی حفاظت اس طرح کی جس کی نظیر چشم فلک نے کبھی نہ دیکھی ہوگی۔ یہ سب صورتیں درجہ بدرجہ ایواء کے تحت میں داخل ہیں۔ کما اشار الیہ ابن کثیر رحمہ اللہ۔

ہم نے آپ ﷺ کو ہدایت کاملہ عطاء کی جب حضرت ﷺ جوان ہوئے، قوم کے مشرکانہ اطوار اور بیہودہ رسم وراہ سے سخت بیزار تھے اور قلب میں خدائے واحد کی عبادت کا جذبہ پورے زور کے ساتھ موجزن تھا۔ عشق الٰہی کی آگ سینہ مبارک میں بڑی تیزی سے بھڑک رہی تھی۔ وصول الی اللہ اور ہدایت خلق کی اس اکمل ترین استعداد کا چشمہ جو تمام عالم سے بڑھ کر نفس قدسی میں ودیعت کیا گیا تھا۔ اندر ہی اندر جوش مارتا تھا لیکن کوئی صاف کھلا ہوا راستہ اور مفصل دستور العمل بظاہر دکھائی نہ دیتا تھا جس سے اس عرش و کرسی سے زیادہ وسیع قلب کو تسکین ہوتی۔ اسی جوش طلب اور فرط محبت میں آپ ﷺ بے قرار اور سرگرداں پھرتے اور غاروں اور پہاڑوں میں جا کر مالک کو یاد کرتے اور محبوب حقیقی کو پکارتے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ''غار حرا'' میں فرشتہ کو وحی دے کر بھیجا اور وصول الی اللہ اور اصلاح خلق کی تفصیلی راہیں آپ ﷺ پر کھول دیں۔ یعنی دین حق نازل فرمایا۔ ''مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِیْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا'' (شوریٰ۔ رکوع۵) تنبیہ یہاں ''ضَآلًّا'' کے معنی کرتے وقت سورۂ ''یوسف'' کی آیت ''قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِیْمِ'' کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔

ہم نے آپ ﷺ کو غنی کر دیا اس طرح کہ حضرت خدیجہؓ کی تجارت میں آپ ﷺ مضارب ہوگئے۔ اس میں نفع ملا۔ پھر حضرت خدیجہؓ نے آپ ﷺ سے نکاح کرلیا اور اپنا تمام مال حاضر کردیا۔ یہ تو ظاہری غناء تھا۔ باقی آپ ﷺ کے قلبی اور باطنی غناء کا درجہ تو وہ غنی عن العالمین ہی جانتا ہے۔ کوئی بشر اس کا کیا اندازہ کر سکے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ ابتداء سے مورد انعامات رہے ہیں۔ آئندہ بھی رہیں گے۔ جس پروردگار نے اس شان سے آپ ﷺ کی تربیت فرمائی۔ کیا وہ خفا ہو کر آپ ﷺ کو یونہی درمیان میں چھوڑ دیگا۔ استغفر اللہ!۔

یتیموں کی دلجوئی کرو بلکہ اس کی خبر گیری اور دلجوئی کر۔ جس طرح تم کو یتیمی کی حالت میں اللہ تعالیٰ نے ٹھکانا دیا۔ تم دوسرے یتیموں کو ٹھکانا دو۔ اسی طرح کے مکارم اخلاق اختیار کرنے سے بندہ اللہ کے رنگ میں رنگا

جاتا ہے۔ "صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً" حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا۔ "انا و کافل الیتیم کھاتین" واشار الی السبابة والوسطی۔"

۸ یعنی تم نادار تھے، اللہ تعالیٰ نے غناء عطا فرمایا۔ اب شکر گزار بندے کا حوصلہ یہی ہونا چاہئے کہ مانگنے والوں سے تنگ دل نہ ہو اور حاجتمندوں کے سوال سے گھبرا کر جھڑکنے ڈانٹنے کا شیوہ اختیار نہ کرے۔ بلکہ فراخدلی اور خوش اخلاقی سے پیش آئے۔ احادیث میں سائلین کے مقابلہ پر آپ کی وسعت اخلاق کے جو قصے منقول ہیں وہ بڑے سے بڑے مخالف کو آپ ﷺ کے اخلاق کا گرویدہ بنا دیتے ہیں **تنبیہ** صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ سائل کے زجر کی ممانعت اس صورت میں ہے جب وہ نرمی سے مان جائے۔ ورنہ اگر اڑی لگا کر کھڑا ہو جائے اور کسی طرح نہ مانے اس وقت زجر جائز ہے۔

۹ **اللہ کے احسانات کی تذکیر کیجئے** محسن کے احسانات کا بہ نیت شکر گذاری (نہ بقصد فخر و مباہات) چرچا کرنا شرعاً محمود ہے۔ لہٰذا جو انعامات اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر فرمائے ان کو بیان کیجئے۔ خصوصاً وہ نعمت ہدایت جس کا ذکر "وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى" میں ہوا۔ اس کا لوگوں میں پھیلانا اور کھول کھول کر بیان کرنا تو آپ ﷺ کا فرض منصبی ہے۔ شاید آپ ﷺ کے ارشادات وغیرہ کو جو حدیث کہا جاتا ہے۔ وہ اسی لفظ فحدث سے لیا گیا ہو۔ واللہ اعلم۔

سورۃ الم نشرح

۱۰ **علوم و معارف کیلئے آپ کا سینہ کھول دیا** یعنی اس میں علوم و معارف کے سمندر اتار دیئے اور لوازم نبوت اور فرائض رسالت برداشت کرنے کو بڑا وسیع حوصلہ دیا کہ بیشمار دشمنوں کی عداوت اور مخالفوں کی مزاحمت سے گھبرانے نہ پائیں **تنبیہ** احادیث و سیر سے ثابت ہے کہ ظاہری طور پر بھی فرشتوں نے متعدد مرتبہ آپ ﷺ کا سینہ چاک کیا۔ لیکن مدلول آیت کا بظاہر وہ معلوم نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم۔

۱۱ **آپ ﷺ کا بوجھ اتار دیا** وحی کا اترنا اول سخت مشکل تھا۔ پھر آسان ہو گیا۔ یا منصب رسالت کی ذمہ داریوں کو محسوس کر کے خاطر شریف پر گرانی گزرتی ہوگی۔ وہ رفع کر دی گئی۔ یا "وزر" سے وہ امور مباحہ مراد ہوں جو گاہ بگاہ آپ ﷺ قرین حکمت و صواب سمجھ کر کر لیتے تھے۔ اور بعد میں ان کا خلاف حکمت یا خلاف اولیٰ ہونا ظاہر ہوتا تھا اور آپ ﷺ بوجہ علو شان اور غایت قرب کے اس سے ایسے ہی مغموم ہوتے تھے جس طرح کوئی گناہ سے مغموم ہوتا ہے تو اس آیت میں ان پر مواخذہ نہ ہونے کی بشارت ہوئی کذا روی عن بعض السلف۔ اور حضرت شاہ عبدالعزیز لکھتے ہیں کہ آپ کی ہمت عالی اور پیدائشی استعداد جن کمالات و مقامات پر پہنچنے کا تقاضا کرتی تھی۔ قلب مبارک کو جسمانی ترکیب یا نفسانی تشویشات کی وجہ سے ان پر فائز ہونا دشوار معلوم ہوتا ہوگا۔ اللہ نے جب سینہ کھول دیا اور حوصلہ کشادہ کر دیا، وہ دشواریاں جاتی رہیں اور سب بوجھ ہلکا ہو گیا۔

۱۲ **آپ ﷺ کے ذکر کو بلندی دی** یعنی پیغمبروں اور فرشتوں میں آپ ﷺ کا نام بلند ہے۔ دنیا میں تمام سمجھدار انسان نہایت عزت و وقعت سے آپ کا ذکر کرتے ہیں۔ اذان، اقامت، خطبہ، کلمہ طیبہ اور التحیات وغیرہ میں اللہ کے نام کے بعد آپ کا نام لیا جاتا ہے اور خدا نے جہاں بندوں کو اپنی اطاعت کا حکم دیا ہے وہیں ساتھ کے ساتھ آپ ﷺ کی فرمانبرداری کی تاکید کی ہے۔

مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ﴿۵﴾ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ﴿۶﴾ فَإِذَا

البتہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے البتہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے ﴿۶﴾ پھر جب

فَرَغْتَ فَانْصَبْ ﴿۷﴾ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ ﴿۸﴾

تو فارغ ہو تو محنت کر اور اپنے رب کی طرف دل لگا ﴿۸﴾

ع ۱ / ۸ / ۱۹

اٰیاتہا ۸ (۹۵) سُوْرَۃُ التِّیْنِ مَکِّیَّۃٌ (۲۸) رکوعہا ۱

سورۃ التین مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی آٹھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ ﴿۱﴾ وَطُورِ سِينِينَ ﴿۲﴾ وَهَٰذَا الْبَلَدِ

قسم انجیر کی اور زیتون کی ﴿۱﴾ اور طور سینین کی اور اس شہر

الْأَمِينِ ﴿۳﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ

امن والے کی ﴿۳﴾ ہم نے بنایا آدمی خوب سے انداز ے

تَقْوِيمٍ ﴿۴﴾ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ ﴿۵﴾ إِلَّا الَّذِينَ

پر ﴿۴﴾ پھر پھینک دیا اس کو نیچوں سے نیچے ﴿۵﴾ مگر جو

آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ﴿۶﴾ فَمَا

یقین لائے اور عمل کیے اچھے سو ان کے لیے ثواب ہے بے انتہا ﴿۶﴾ پھر

﴿۱﴾ **مشکل کے بعد آسانی ہے** یعنی اللہ کی رضا جوئی میں جو سختیاں آپ نے برداشت کیں اور رنج و تعب کھینچے۔ ان میں سے ہر ایک سختی کے ساتھ کئی کئی آسانیاں ہیں۔ مثلاً حوصلہ فراخ کر دینا جس سے ان مشکلات کا اٹھانا سہل ہو گیا، اور ذکر کا بلند کرنا، جس کا تصور بڑی بڑی مصیبتوں کے تحمل کو آسان کر دیتا ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ جب ہم نے آپ ﷺ کو روحانی راحت دی اور روحانی کلفت

رفع کردی جیسا کہ " اَلَمْ نَشْرَحْ " الخ سے معلوم ہوا تو اس سے دنیوی راحت و محنت میں بھی ہمارے فضل و کرم کا امیدوار رہنا چاہئے ہم وعدہ کرتے ہیں کہ بیشک موجودہ مشکلات کے بعد آسانی ہونے والی ہے اور تاکید مزید کے لئے پھر کہتے ہیں کہ ضرور موجودہ سختی کے بعد آسانی ہو کر رہے گی۔ چنانچہ احادیث و سیر سے معلوم ہو چکا کہ وہ سب مشکلات ایک ایک کر کے دور کر دی گئیں۔ اور ہر ایک سختی اپنے بعد کئی کئی آسانیاں لے کر آئی۔ اب بھی عادۃ اللہ یہی ہے کہ جو شخص سختی پر صبر کرے اور سچے دل سے اللہ پر اعتماد رکھے اور ہر طرف سے ٹوٹ کر اسی سے لو لگائے۔ اسی کے فضل و رحمت کا امیدوار رہے، امتداد زمانہ سے گھبرا کر آس نہ توڑ بیٹھے ضرور اللہ اس کے حق میں آسانی کرے گا۔ ایک طرح کی نہیں، کئی طرح کی، وفی الحدیث " لَنْ یَّغْلِبَ عُسْرٌ یُسْرَیْنِ " وفیہ ایضا " لو جآء العسر فدخل ھٰذا الحجر لجآء الیسر حتّٰی یدخل علیہ فیخرجہ "

◆ ۲ **تنہائی میں توجہ الی اللہ کی ترغیب** یعنی جب خلق کے سمجھانے سے فراغت پائے تو خلوت میں بیٹھ کر محنت کر، تا مزید یسر کا سبب بنے۔ اور اپنے رب کی طرف (بلاواسطہ) متوجہ ہو **تنبیہ** خلق کو سمجھانا اور نصیحت کرنا آپ ﷺ کی اعلیٰ ترین عبادت تھی۔ لیکن اس میں فی الجملہ مخلوق کا توسط ہوتا تھا۔ مطلوب یہ ہے کہ ادھر سے ہٹ کر بلاواسطہ بھی متوجہ ہونا چاہئے۔ اس کی تفسیر اور کئی طرح کی گئی ہے۔ مگر اقرب یہی معلوم ہوتی ہے۔

سورۃ التین

◆ ۲ **انجیر اور زیتون کی قسم** انجیر اور زیتون دونوں چیزیں نہایت کثیر المنافع اور جامع الفوائد ہونیکی وجہ سے انسان کی حقیقت جامعہ کے ساتھ خصوصی مشابہت رکھتے ہیں۔ اسی لئے " لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ " کے مضمون کو ان دونوں کی قسم سے شروع کیا۔ اور بعض محققین کہتے ہیں کہ یہاں " اَلتِّیْنِ " اور " اَلزَّیْتُوْنِ " سے دو پہاڑوں کی طرف اشارہ ہے جن کے قریب "بیت المقدس" واقع ہے۔ گویا ان درختوں کی قسم مقصود نہیں بلکہ اس مقام مقدس کی قسم کھائی ہے جہاں یہ درخت بکثرت پائے جاتے ہیں اور وہی مولد و مبعث حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے۔

◆ ۳ **طور سیناء** "طور سینین" یا "طور سیناء" وہ پہاڑ ہے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے شرف ہم کلامی بخشا۔ اور "امن والا شہر" مکہ معظمہ ہے جہاں سارے عالم کے سردار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور اللہ کی سب سے بڑی اور آخری امانت (قرآن کریم) اول اسی شہر میں اتاری گئی۔ تورات کے آخر میں ہے "اللہ طور سینا سے آیا اور ساعیر سے چمکا (جو بیت المقدس کا پہاڑ ہے) اور فاران سے بلند ہو کر پھیلا۔" (فاران مکہ کے پہاڑ ہیں)

◆ ۵ **انسان تخلیق میں سب سے بہتر** یعنی یہ سب مقامات متبرکہ جہاں سے ایسے ایسے اولوالعزم پیغمبر اٹھے گواہ ہیں کہ ہم نے انسان کو کیسے اچھے سانچے میں ڈھالا، اور کیسی کچھ قوتیں اور ظاہری و باطنی خوبیاں اس کے وجود میں جمع کی ہیں۔ اگر یہ اپنی صحیح فطرت پر ترقی کرے تو فرشتوں سے گوئے سبقت لے جائے۔ بلکہ مسجود ملائکہ بنے۔

◆ ۶ **جانوروں سے بدتر** حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "اس کو لائق بنایا فرشتوں کے مقام کا۔ پھر جب منکر ہوا تو جانوروں سے بدتر ہے۔"

◆ ۷ جو کبھی کم یا ختم نہ ہوگا۔

يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّينِ ﴿٧﴾ أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ ﴿٨﴾ ع

تو اس کے پیچھے کیوں جھٹلائے بدلے ملنے کو ◆۱ کیا نہیں ہے اللہ سب حاکموں سے بڑا حاکم ◆۲

ایاتہا ۱۹ (۹۶) سُورَةُ الْعَلَقِ مَكِّيَّةٌ (۱) رکوعہا ۱

سورۂ علق مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی انیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ﴿١﴾ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ

پڑھ اپنے رب کے نام سے ◆۳ جو سب کا بنانے والا ◆۴ بنایا آدمی کو جمے ہوئے

عَلَقٍ ﴿٢﴾ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ﴿٣﴾ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ﴿٤﴾

لہو سے ◆۵ پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم ہے ◆۶ جس نے علم سکھایا قلم سے ◆۷

عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ﴿٥﴾ كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَيَطْغَىٰ ﴿٦﴾

سکھلایا آدمی کو جو وہ نہ جانتا تھا ◆۸ کوئی نہیں آدمی سر چڑھتا ہے اس سے

أَنْ رَآهُ اسْتَغْنَىٰ ﴿٧﴾ إِنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الرُّجْعَىٰ ﴿٨﴾ أَرَأَيْتَ الَّذِي

کہ دیکھے اپنے آپ کو بے پروا ◆۹ بے شک تیرے رب کی طرف پھر جانا ہے ◆۱۰ تو نے دیکھا اس کو

◆۱ **ایمان اور عمل صالح پر بے انتہا اجر** | یعنی او آدمی! ان دلائل کے بعد کیا سبب ہے جس کی بناء پر سلسلہ جزاء و سزا کا انکار کیا جا سکتا ہے؟ یا یہ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوگا یعنی ایسے صاف بیانات کے بعد کیا چیز ہے جو منکرین کو جزاء کے معاملہ میں تمہاری تکذیب پر آمادہ کرتی ہے خیال کرو! انسان کو اللہ نے پیدا کیا اور بہترین شکل و صورت میں پیدا کیا۔ اس کا قوام ایسی ترکیب سے بنایا کہ اگر چاہے تو نیکی اور بھلائی میں ترقی کر کے فرشتوں سے آگے نکل جائے، کوئی مخلوق اس کی ہمسری نہ کر سکے۔ چنانچہ اس کے کامل نمونے دنیا نے شام، بیت المقدس، کوہ طور اور مکہ معظمہ میں اپنے اپنے وقت پر دیکھ لئے جن کے نقش قدم پر اگر آدمی چلیں تو انسانی کمالات اور دارین کی کامیابی کے اعلیٰ ترین مقامات پر پہنچ جائیں۔ لیکن انسان خود اپنی بد تمیزی اور بد عملی سے ذلت و ہلاکت کے گڑھے میں گرتا اور اپنی پیدائشی بزرگی کو گنوا دیتا ہے۔ کسی ایماندار اور نیکوکار انسان کو اللہ تعالیٰ خواہ مخواہ نیچے نہیں گراتا بلکہ اس کے

تھوڑے عمل کا بے اندازہ صلہ مرحمت فرماتا ہے۔ کیا ان حالات کے سننے کے بعد بھی کسی کا منہ ہے جو دین فطرت کے اصول اور جزاء وسزا کے ایسے معقول قاعدوں کو جھٹلا سکے؟ ہاں ایک ہی صورت تکذیب وانکار کی ہوسکتی ہے کہ دنیا کو یونہی ایک بے سرا کارخانہ فرض کر لیا جائے۔ جس پر نہ کسی کی حکومت ہو نہ یہاں کوئی آئین وقانون جاری ہو، نہ کسی بھلے برے پر کوئی گرفت کر سکے، اس کا جواب آگے دیتے ہیں "اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَحْکَمِ الْحٰکِمِیْنَ"۔

◆ **کیا اللہ حاکموں کا حاکم نہیں؟** | یعنی اس کی شہنشاہی کے سامنے دنیا کی سب حکومتیں ہیچ ہیں۔ جب یہاں کی چھوٹی چھوٹی حکومتیں اپنے وفاداروں کو انعام اور مجرموں کو سزا دیتی ہیں تو اس احکم الحاکمین کی سرکار سے یہ توقع کیوں نہ رکھی جائے۔

سورۃ العلق

◆ **سب سے پہلی نازل ہونے والی آیات** | یہ پانچ آیتیں (اِقْرَاْ سے مَالَمْ یَعْلَمْ تک) قرآن کی سب آیتوں اور سورتوں سے پہلے اتریں۔ آپ ﷺ "غارحراء" میں خدائے واحد کی عبادت کر رہے تھے کہ اچانک حضرت جبریلؑ وحی لے کر آئے اور آپ کو کہا "اِقْرَاْ" (پڑھیے) آپ نے فرمایا "مَآاَنَا بِقَارِیٍٔ" (میں پڑھا ہوا نہیں) جبریلؑ نے کئی بار آپ ﷺ کو زور زور سے دبایا، اور بار بار وہی لفظ "اِقْرَاْ" کہا۔ آپ وہی "مَآاَنَا بِقَارِیٍٔ" جواب دیتے رہے۔ تیسری مرتبہ جبریلؑ نے زور سے دبا کر کہا۔ "اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ" الخ یعنی اپنے رب کے نام کی برکت اور مدد سے پڑھیے۔ مطلب یہ ہے کہ جس رب نے ولادت سے اس وقت تک آپ ﷺ کی ایک عجیب اور نرالی شان سے تربیت فرمائی جو پتہ دیتی ہے کہ آپ ﷺ سے کوئی بہت بڑا کام لیا جانے والا ہے کیا وہ آپ ﷺ کو ادھر میں چھوڑ دے گا؟ ہرگز نہیں۔ اسی کے نام پر آپ ﷺ کی تعلیم ہوگی جس کی مہربانی سے تربیت ہوئی ہے۔

◆ یعنی جس نے سب چیزوں کو پیدا کیا، کیا وہ تم میں صفت قراءت پیدا نہیں کرسکتا۔

◆ **جمے ہوئے خون سے انسان کی پیدائش** | جمے ہوئے خون میں نہ حس ہے نہ شعور، نہ علم نہ ادراک محض جماد لا یعقل ہے، پھر جو خدا جماد لا یعقل کو انسان عاقل بنا تا ہے، وہ ایک عاقل کو کامل اور ایک امی کو قاری و عالم نہیں بنا سکتا۔ یہاں تک قراءت کا امکان ثابت کرنا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو کچھ مشکل نہیں کہ تم کو باوجود امی ہونے کے قاری بنادے، آگے اس کی فعلیت اور وقوع پر متنبہ فرماتے ہیں۔

◆ یعنی آپ ﷺ کی تربیت جس شان سے کی گئی، اس سے آپ ﷺ کی کامل استعداد اور لیاقت نمایاں ہے جب ادھر سے استعداد میں قصور نہیں اور ادھر سے مبدأ فیاض میں بخل نہیں بلکہ وہ تمام کریموں سے بڑھ کر کریم ہے۔ پھر وصول فیض میں کیا چیز مانع ہوسکتی ہے ضرور ہے کہ یونہی ہو کر رہے۔

◆ **قلم کے ذریعے علم سکھایا** | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "حضرت نے کبھی لکھا پڑھا نہ تھا، فرمایا کہ قلم سے بھی علم وہی دیتا ہے یوں بھی وہی دے گا۔" اور ممکن ہے ادھر بھی اشارہ ہو کہ جس طرح مفیض و مستفیض کے درمیان قلم واسطہ ہوتا ہے، اللہ اور محمد کے درمیان جبریلؑ محض ایک واسطہ ہیں۔ جس طرح قلم کا توسط اس کو مستلزم نہیں کہ وہ مستفیض سے افضل ہو جائے۔ ایسے ہی یہاں حقیقت جبریلیہ کا حقیقت محمدیہ سے افضل ہونا لازم نہیں آتا۔

◆ **انسان کو جہل سے نجات دی** | یعنی انسان کا بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے تو کچھ نہیں جانتا۔ آخر اسے رفتہ رفتہ کون سکھاتا ہے۔ بس وہی رب قدیر جو انسان کو جاہل سے عالم بناتا ہے، اپنے ایک امی کو عارف کامل بلکہ تمام عارفوں کا سردار بنادے گا۔

◆ **آدمی کی حقیقت اور اس کا غرور** | یعنی آدمی کی اصل تو اتنی ہے کہ جمے ہوئے خون سے بنا اور جاہل محض تھا۔ خدا نے علم دیا، مگر وہ اپنی اصل حقیقت کو ذرا یاد نہیں رکھتا دنیا کے مال و دولت پر مغرور ہو کر سرکشی اختیار کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ مجھے کسی کی پروا ہی نہیں۔

◆ **لوٹ کر تو اللہ ہی کے پاس جانا ہے** | یعنی اول بھی اس نے پیدا کیا اور آخر بھی اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ اسی وقت اس تکبر اور خود فراموشی کی حقیقت کھلے گی۔

يَنْهٰى ۝۹ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ۝۱۰ اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى

جو منع کرتا ہے ایک بندہ کو جب وہ نماز پڑھے ◆۱◆ بھلا دیکھو تو اگر ہوتا

الْهُدٰٓى ۝۱۱ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ۝۱۲ اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝۱۳

نیک راہ پر یا سکھلاتا ڈر کے کام بھلا دیکھ تو اگر جھٹلایا اور منہ موڑا ◆۲◆

اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ۝۱۴ كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ۬ لَنَسْفَعًا

یہ نہ جانا کہ اللہ دیکھتا ہے ◆۳◆ کوئی نہیں اگر باز نہ آئے گا ہم گھسیٹیں گے

بِالنَّاصِيَةِ ۝۱۵ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۝۱۶ فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ۝۱۷

چوٹی پکڑ کر ◆۴◆ کیسی چوٹی جھوٹی گنہگار ◆۵◆ اب بلا لیوے اپنی مجلس والوں کو

السجدة ۹ ع ۲۶

سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۝۱۸ كَلَّا ۭ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۝۱۹

ہم بھی بلاتے ہیں پیادے سیاست کرنے کو ◆۶◆ کوئی نہیں مت مان اس کا کہا اور سجدہ کر اور نزدیک ہو ◆۷◆

اٰيَاتُهَا ۵ (۹۷) سُوْرَةُ الْقَدْرِ مَكِّيَّةٌ (۲۵) رُكُوْعُهَا ۱

سورۂ قدر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی پانچ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝۱ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝۲

ہم نے اس کو اتارا شب قدر میں ◆۱◆ اور تو نے کیا سمجھا کہ کیا ہے شب قدر

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ۬ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝۳ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ

شب قدر بہتر ہے ہزار مہینے سے ◆۲◆ اترتے ہیں فرشتے اور روح

۱ ابوجہل کا آپ ﷺ کو نماز سے روکنا | یعنی اس کی سرکشی اور تمرد کو دیکھو کہ خود کو تو اپنے رب کے سامنے جھکنے کی توفیق نہیں، دوسرا بندہ اگر خدا کے سامنے سربسجود ہوتا ہے اسے بھی نہیں دیکھ سکتا۔ ان آیات میں اشارہ ابوجہل ملعون کی طرف ہے۔ جب وہ حضرت کو نماز پڑھتے دیکھتا تو چڑاتا اور دھمکاتا تھا۔ اور طرح طرح سے ایذائیں پہنچانے کی سعی کرتا تھا۔

۲ یعنی نیک راہ پر ہوتا بھلے کام سکھاتا تو کیا اچھا آدمی ہوتا۔ اب جو منہ موڑا تو ہمارا کیا بگاڑا۔ کذافی موضح القرآن وللمفسرین اقوال فی تفسیر ھامن شاء الاطلاع علیھا فلیراجع روح المعانی۔

۳ اللہ اسکو دیکھ رہا ہے | یعنی اس ملعون کی شرارتوں کو اور اس نیک بندے کے خشوع وخضوع کو اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔

۴ اس کی چوٹی پکڑ کر گھسیٹیں گے | یعنی رہنے دو یہ سب کچھ جانتا ہے، پر اپنی شرارت سے باز نہیں آتا۔ اچھا اب کان کھول کر سن لے کہ اگر اپنی شرارت سے باز نہ آیا تو ہم اس کو جانوروں اور ذلیل قیدیوں کی طرح سر کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے۔

۵ یعنی جس سر پر یہ چوٹی ہے وہ جھوٹ اور گناہوں سے بھرا ہوا ہے گویا اس کا دروغ اور گناہ بال بال میں سرایت کر گیا ہے۔

۶ ابوجہل کے تکبر کا جواب | ابوجہل نے ایک مرتبہ حضرت ﷺ کو نماز سے روکنا چاہا۔ آپ ﷺ نے سختی سے جواب دیا۔ کہنے لگا کہ کیا آپ ﷺ جانتے نہیں کہ مکہ میں سب سے بڑی مجلس میری ہے۔ اس پر فرماتے ہیں کہ اب وہ مجلس والے ساتھیوں کو بلالے۔ ہم بھی اس کی گوشمالی کے لئے اپنے سپاہی بلاتے ہیں۔ دیکھیں کون غالب رہتا ہے۔ چند روز بعد "بدر" کے میدان میں دیکھ لیا کہ اسلام کے سپاہیوں نے اسے کس طرح گھسیٹ کر "قلیب بدر" میں پھینک دیا۔ باقی اصل وقت گھسیٹے جانے کا آخرت ہے جب دوزخ کے فرشتے اس کو نہایت ذلت کے ساتھ جہنم رسید کریں گے۔

آنحضرت ﷺ کو نماز سے روکنے کا واقعہ | روایات میں ہے کہ ایک مرتبہ ابوجہل حضرت کو نماز میں دیکھ کر چلا کہ بے ادبی کرے، وہاں پہنچا نہ تھا کہ گھبرا کر پیچھے ہٹا اور لوگوں کے دریافت کرنے پر کہا کہ مجھے اپنے اور محمد ﷺ کے درمیان ایک آگ کی خندق نظر آئی جس میں کچھ پر رکھنے والی مخلوق تھی۔ میں گھبرا کر واپس آگیا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ (ملعون) ذرا آگے بڑھتا فرشتے اس کی بوٹی بوٹی جدا کر دیتے۔ گویا آخرت سے پہلے ہی دنیا میں اس کو "سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ" کا ایک چھوٹا سا نمونہ دکھلا دیا۔

تنبیہ | اکثر مفسرین نے "زبانیۃ" سے دوزخ کے فرشتے مراد لئے ہیں۔

۷ سجدہ اور قرب الٰہی | یعنی آپ ﷺ اس کی ہرگز پروا نہ کیجئے اور اس کی کسی بات پر کان نہ دھریے۔ جہاں چاہو شوق سے اللہ کی عبادت کرو اور اس کی بارگاہ میں سجدے کر کے بیش از بیش قرب حاصل کرتے رہو۔ حدیث میں آیا ہے کہ "بندہ سب حالتوں سے زیادہ سجدہ میں اللہ تعالیٰ سے نزدیک ہوتا ہے۔"

سورۃ القدر

۱ شب قدر میں قرآن کریم کا نزول | یعنی قرآن مجید "لوح محفوظ" سے سماء دنیا پر "شب قدر" میں اتارا گیا اور شاید اسی شب سماء دنیا سے پیغمبر علیہ السلام پر اترنا شروع ہوا۔ اس کے متعلق کچھ مضمون سورۃ "دخان" میں گذر چکا ہے۔ وہاں دیکھ لیا جائے۔

۲ شب قدر میں نیکی کا ہزار گنا سے زائد ثواب | یعنی اس رات میں نیکی کرنا ایسا ہے گویا ہزار مہینے تک نیکی کرتا رہا۔ بلکہ اس سے بھی زائد۔

فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ ④ سَلَٰمٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ ⑤

اس میں اپنے رب کے حکم سے ① ہر کام پر ② امان ہے ③ وہ رات صبح کے نکلنے تک ④

ایاتھا ۸ (۹۸) سُورَةُ الْبَيِّنَةِ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۰) رکوعھا ۱

سورۂ البینۃ مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی آٹھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنفَكِّينَ

نہ تھے وہ لوگ جو منکر ہیں اہل کتاب اور مشرک ⑤ باز آنے والے

حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ① رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ②

یہاں تک کہ پہنچے ان کے پاس کھلی بات ایک رسول اللہ کا پڑھتا ہوا ورق پاک ⑥

فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ③ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ

اس میں لکھی ہیں کتابیں مضبوط ⑦ اور وہ جو پھوٹ پڑی اہل کتاب میں

إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ④ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا

سو جب کہ آ چکی ان کے پاس کھلی بات ⑧ اور ان کو حکم یہی ہوا

① **شب قدر میں حضرت جبریلؑ اور فرشتوں کا نزول** یعنی اللہ کے حکم سے روح القدس (حضرت جبریلؑ) بیشمار فرشتوں کے ہجوم میں نیچے اترتے ہیں تا کہ عظیم الشان خیر و برکت سے زمین والوں کو مستفیض کریں۔ اور ممکن ہے "روح" سے مراد فرشتوں کے علاوہ کوئی اور مخلوق ہو۔ بہرحال اس مبارک شب میں باطنی حیات اور روحانی خیر و برکت کا ایک خاص نزول ہوتا ہے۔

② یعنی انتظام عالم کے متعلق جو کام اس سال میں مقدر ہیں ان کے نفاذ کی تعیین کے لئے فرشتے آتے ہیں۔ کما مر فی سورۃ الدخان۔ یا "مِنْ كُلِّ أَمْرٍ" سے امر خیر مراد ہو۔ یعنی ہر قسم کے امور خیر لے کر آسمان سے اترتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

③ **امن و سلام کی رات** یعنی وہ رات امن و چین اور دلجمعی کی رات ہے۔ اس میں اللہ والے لوگ عجیب و غریب طمانیت اور

لذت و حلاوت اپنی عبادت کے اندر محسوس کرتے ہیں۔ اور یہ اثر ہوتا ہے، نزول رحمت و برکت کا جو روح و ملائکہ کے توسط سے ظہور میں آتا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ اس رات جبریل اور فرشتے عابدین و ذاکرین پر صلوٰۃ و سلام بھیجتے ہیں۔ یعنی ان کے حق میں رحمت اور سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔

◆۴ **شب قدر فجر تک رہتی ہے** یعنی شام سے صبح تک ساری رات یہی سلسلہ رہتا ہے اس طرح وہ پوری رات مبارک ہے **تنبیہ** قرآن سے معلوم ہوا کہ وہ رات رمضان شریف میں ہے" شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ "اور حدیث صحیح میں بتلایا کہ رمضان کے اخیر عشرہ میں خصوصاً عشرہ کی طاق راتوں میں اس کو تلاش کرنا چاہیئے، پھر طاق راتوں میں بھی ستائیسویں شب پر گمان غالب ہوا ہے۔ واللہ اعلم۔ بہت سے علماء نے تصریح کی ہے کہ" شب قدر" ہمیشہ کے لئے کسی ایک رات میں متعین نہیں۔ ممکن ہے ایک رمضان میں کوئی رات ہو، دوسرے میں دوسری۔

سورۃ البیّنۃ

◆۵ **اہل کتاب اور مشرکین** اہل کتاب یہود و نصاریٰ ہوئے، اور مشرکین وہ قومیں جو بت پرستی یا آتش پرستی وغیرہ میں مبتلا تھیں اور کوئی کتاب سماوی ان کے ہاتھ میں نہ تھی۔

◆۶ **کتاب اللہ کی تلاوت کرنے والا رسول ﷺ** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے سب دین والے بگڑ چکے تھے۔ اور ہر ایک اپنی غلطی پر مغرور تھا۔ اب چاہیئے کسی حکیم یا ولی یا بادشاہ عادل کے سمجھانے سے راہ پر آ جائیں تو یہ ممکن نہ تھا جب تک ایک ایسا عظیم القدر رسول نہ آئے جس کے ساتھ اللہ کی پاک کتاب اس کی قوی مدد ہو کہ چند سال میں ایک ایک ملک کو ایمان کی روشنی سے بھر دے اور اپنی زبردست تعلیم اور ہمت و عزیمت سے دنیا کی کایا پلٹ کر دے۔ چنانچہ وہ رسول، اللہ کی کتاب پڑھتا ہوا آیا جو پاک ورقوں میں لکھی ہوئی ہے۔

◆۷ **ہر سورت مستقل ایک کتاب ہے** یعنی قرآن کی ہر سورت گویا ایک مستقل کتاب ہے۔ یا یہ مطلب ہو کہ جو عمدہ کتابیں پہلے آ چکی ہیں ان سب کے ضروری خلاصے اس کتاب میں درج کر دیئے گئے ہیں یا" كُتُبٌ قَيِّمَةٌ "سے علوم و مضامین مراد ہیں۔ یعنی اس کے علوم صحیح و راست اور مضامین نہایت مضبوط و معتدل ہیں۔

◆۸ **اہل کتاب کا تفرقہ** یعنی اس رسول ﷺ اور اس کتاب کے آئے پیچھے شبہ نہیں رہا۔ پھر اب اہل کتاب ضد سے مخالف ہیں۔ شبہ سے نہیں، اسی لئے ان میں دو فریق ہو گئے۔ جس نے ضد کی منکر رہا۔ جس نے انصاف کیا ایمان لے آیا۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ جس پیغمبر آخر الزمان کا انتظار کر رہے تھے۔ اس کے آنے پر اپنے تمام اختلافات کو ختم کر کے سب ایک راستہ پر پڑ لیتے مگر انہوں نے اپنی بدبختی اور عناد سے سبب وحدت و اجتماع کو خلاف و شقاق کا ذریعہ بنا لیا۔ جب اہل کتاب کا یہ حال ہے تو جاہل مشرکوں کا تو پوچھنا کیا **بینہ کی تفسیر** **تنبیہ** حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے یہاں" اَلْبَيِّنَةُ "کا مصداق حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ٹھہرایا ہے۔ یعنی جب حضرت مسیح کھلے کھلے نشان لے کر آئے یہود دشمن ہو گئے۔ اور نصاریٰ نے بھی دنیوی اغراض میں پھنس کر اپنی جماعتیں اور پارٹیاں بنا لیں۔ مدعا یہ ہے کہ پیغمبر کا آنا اور کتاب کا نازل ہونا بھی بغیر حضرت حق کی توفیق کے کفایت نہیں کرتا۔ کتنے ہی سامان ہدایت جمع ہو جائیں جن کو توفیق نہیں ملتی وہ اسی طرح خسارے میں پڑے رہتے ہیں۔

لِيَعۡبُدُوا اللّٰهَ مُخۡلِصِيۡنَ لَهُ الدِّيۡنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيۡمُوا

بندگی کریں اللہ کی خالص کر کے اس کے واسطے بندگی ابراہیم کی راہ پر ۱ اور قائم رکھیں

الصَّلٰوةَ وَيُؤۡتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيۡنُ الۡقَيِّمَةِ ؕ﴿۵﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ

نماز اور دیں زکوٰۃ اور یہ ہے راہ مضبوط لوگوں کی ۲ اور جو

كَفَرُوۡا مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ وَالۡمُشۡرِكِيۡنَ فِىۡ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيۡنَ

منکر ہوئے اہل کتاب اور مشرک ہوں گے دوزخ کی آگ میں سدا رہیں

فِيۡهَا ؕ اُولٰٓئِكَ هُمۡ شَرُّ الۡبَرِيَّةِ ؕ﴿۶﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا

اس میں ۳ وہ لوگ ہیں سب خلق سے بدتر ۴ وہ لوگ جو یقین لائے اور کیے

الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمۡ خَيۡرُ الۡبَرِيَّةِ ؕ﴿۷﴾ جَزَآؤُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ

بھلے کام وہ لوگ ہیں سب خلق سے بہتر ۵ بدلہ ان کا ان کے رب کے یہاں

جَنّٰتُ عَدۡنٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا ؕ

باغ ہیں ہمیشہ رہنے کو نیچے بہتی ہیں ان کے نہریں سدا رہیں ان میں ہمیشہ

رَضِىَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنۡ خَشِىَ رَبَّهٗ ﴿۸﴾ ع

اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی ۶ یہ ملتا ہے اس کو جو ڈرا اپنے رب سے ۷

ع ۲۳/۸

اٰيَاتُهَا ۸ (۹۹) سُوۡرَةُ الزِّلۡزَالِ مَدَنِيَّةٌ (۹۳) رُكُوۡعُهَا ۱

سورۂ زلزال مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی آٹھ آیتیں ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

۱ **عبادت میں اخلاص کا حکم** | یعنی ہر قسم کے باطل اور جھوٹ سے علیحدہ ہوکر خالص خدائے واحد کی بندگی کریں اور ابراہیم حنیف کی طرح سب طرف سے ٹوٹ کر اسی ایک مالک کے غلام بن جائیں۔ تشریع وتکوین کے کسی شعبہ میں کسی دوسرے کو خود مختار نہ سمجھیں۔

۲ یعنی یہ چیزیں ہر دین میں پسندیدہ رہی ہیں، انہی کی تفصیل یہ پیغمبر کرتا ہے۔ پھر خدا جانے ایسی پاکیزہ تعلیم سے کیوں وحشت کھاتے ہیں۔

۳ یعنی علم کا دعویٰ رکھنے والے اہل کتاب ہوں، یا جاہل مشرک، حق کا انکار کرنے پر سب کا انجام ایک ہے وہی دوزخ جس سے کبھی چھٹکارا نہیں۔

۴ **کفار خلائق میں بدترین ہیں** | یعنی بہائم سے بھی زیادہ ذلیل اور بدتر۔ کما قال فی سورۃ "الفرقان" "اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَ نْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلاً۔"

۵ **صالح مومنین مخلوق میں سب سے بہتر ہیں** | یعنی جو لوگ سب رسولوں اور کتابوں پر یقین لائے اور بھلے کاموں میں لگے رہے وہی بہترین خلائق ہیں حتیٰ کہ ان میں کے بعض افراد بعض فرشتوں سے آگے نکل جاتے ہیں۔

۶ **اللہ کی رضا جنت سے بھی بڑی نعمت ہے** | یعنی جنت کے باغوں اور نہروں سے بڑھ کر رضاء مولیٰ کی دولت ہے۔ بلکہ جنت کی تمام نعمتوں کی اصلی روح یہی ہے۔

۷ **یہ نعمت اللہ سے ڈرنے والوں کیلئے ہے** | یعنی یہ مقام بلند ہر ایک کو نہیں ملتا۔ صرف ان بندوں کا حصہ ہے جو اپنے رب کی ناراضی سے ڈرتے ہیں۔ اور اس کی نافرمانی کے پاس نہیں جاتے۔

إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا ﴿١﴾ وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ

جب ہلا ڈالے زمین کو اس کے بھونچال سے ﴿۱﴾ اور نکال باہر کرے زمین

أَثْقَالَهَا ﴿٢﴾ وَقَالَ الْإِنْسَانُ مَا لَهَا ﴿٣﴾ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ

اپنے اندر سے بوجھ ﴿۲﴾ اور کہے آدمی اس کو کیا ہو گیا ﴿۳﴾ اس دن کہہ ڈالے گی

أَخْبَارَهَا ﴿٤﴾ بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا ﴿٥﴾ يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ

وہ اپنی باتیں اس واسطے کہ تیرے رب نے حکم بھیجا اس کو ﴿۴﴾ اس دن ہو پڑیں گے لوگ

أَشْتَاتًا ۥ لِيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ ﴿٦﴾ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ

طرح طرح پر ﴿۵﴾ کہ ان کو دکھا دیئے جائیں ان کے عمل ﴿۶﴾ سو جس نے کی ذرہ بھر

خَيْرًا يَرَهُ ﴿٧﴾ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ﴿٨﴾ ع

بھلائی وہ دیکھ لے گا اسے اور جس نے کی ذرہ بھر برائی وہ دیکھ لے گا اسے ﴿۷﴾

آیاتہا ۱۱ (۱۰۰) سُورَةُ الْعٰدِيٰتِ مَكِّيَّةٌ (۱۴) رکوعہا ۱

سورۂ عادیات مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی گیارہ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ﴿١﴾ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ﴿٢﴾ فَالْمُغِيْرٰتِ

قسم ہے دوڑنے والے گھوڑوں کی ہانپ کر پھر آگ سلگانے والے جھاڑ کر ﴿۸﴾ پھر غارت ڈالنے والے

صُبْحًا ﴿٣﴾ فَأَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ﴿٤﴾ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ﴿٥﴾

صبح کو ﴿۹﴾ پھر اٹھانے والے اس میں گرد ﴿۱۰﴾ پھر گھس جانے والے اس وقت فوج میں ﴿۱۱﴾

سورۃ الزلزال

۱ جب زمین زلزلہ سے ہلا دی جائے | یعنی حق تعالیٰ ساری زمین کو ایک نہایت سخت اور ہولناک زلزلہ سے ہلا ڈالے گا۔ جس کے صدمہ سے کوئی عمارت اور کوئی پہاڑ یا درخت زمین پر قائم نہ رہے گا۔ سب نشیب و فراز برابر ہو جائیں گے۔ تاکہ میدان حشر بالکل ہموار اور صاف ہو جائے اور یہ معاملہ قیامت میں نفخ ثانی کے وقت ہوگا۔

۲ زمین اپنے بوجھ نکال دے گی | یعنی اس وقت زمین جو کچھ اس کے پیٹ میں ہے۔ مثلاً مردے یا سونا چاندی وغیرہ سب باہر اگل ڈالے گی۔ لیکن مال کا کوئی لینے والا نہ ہوگا۔ سب دیکھ لیں گے کہ آج یہ چیز جس پر ہمیشہ لڑا کرتے تھے کس قدر بیکار ہے۔

۳ انسان کی حیرت | یعنی آدمی زندہ ہونے اور اس زلزلہ کے آثار دیکھنے کے بعد یا ان کی روحیں عین زلزلہ کے وقت حیرت زدہ ہو کر کہیں گی کہ اس زمین کو کیا ہو گیا جو اس قدر زور سے ہلنے لگی اور اپنے اندر کی تمام چیزیں ایک دم باہر نکال پھینکیں۔

۴ زمین ساری خبریں دے گی | یعنی بنی آدم نے جو برے بھلے کام اس کے اوپر کیے تھے سب ظاہر کر دے گی۔ مثلاً کہے گی فلاں شخص نے مجھ پر نماز پڑھی تھی، فلاں نے چوری کی تھی۔ فلاں نے خون ناحق کیا تھا، وغیر ذٰلک۔ گویا آج کل کی زبان میں یوں سمجھو کہ جس قدر اعمال زمین پر کیے جاتے ہیں زمین میں ان سب کے ریکارڈ موجود رہتے ہیں۔ قیامت میں وہ پروردگار کے حکم سے کھول دیئے جائیں گے۔

۵ لوگوں کی مختلف جماعتیں | یعنی اس روز آدمی اپنی قبروں سے میدان حشر میں طرح طرح کی جماعتیں بن کر حاضر ہوں گے۔ ایک گروہ شرابیوں کا ہوگا، ایک زانیوں کا، ایک ظالموں کا، ایک چوروں کا، وعلیٰ ہذا القیاس۔ یا یہ مطلب ہے کہ لوگ حساب سے فارغ ہو کر جو لوٹیں گے تو کچھ جماعتیں جنتی اور کچھ دوزخی ہو کر جنت اور دوزخ کی طرف چلی جائیں گی۔

۶ لوگوں کو انکے اعمال دکھائے جائیں گے | یعنی میدان حشر میں ان کے عمل دکھلا دیئے جائیں گے، تا بدکاروں کو ایک طرح کی رسوائی اور نیکوکاروں کو ایک قسم کی سرخروئی حاصل ہو یا ممکن ہے اعمال کے دکھلانے سے ان کے ثمرات و نتائج کا دکھلانا مراد ہو۔

۷ ذرہ برابر عمل بھی دکھا دیا جائے گا | یعنی ہر ایک کا ذرہ ذرہ عمل بھلا ہو یا برا اس کے سامنے ہوگا اور حق تعالیٰ جو کچھ معاملہ ہر ایک عمل کے متعلق فرمائیں گے وہ بھی آنکھوں سے نظر آ جائے گا۔

سورۃ العٰدیٰت

۸ دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم | یعنی جو پتھر یا پتھریلی زمین پر ٹاپ مار کر آگ جھاڑتے ہیں۔

۹ عرب میں اکثر عادت صبح کے وقت تاخت کرنے کی تھی تاکہ رات کے وقت جانے میں دشمن کو خبر نہ ہو صبح کو دفعۃً جا پڑیں اور رات کو حملہ کرنے میں اظہار شجاعت سمجھتے تھے۔

۱۰ یعنی ایسی تیزی اور قوت سے دوڑنے والے کہ صبح کے وقت جبکہ رات کی سردی اور شبنم کی رطوبت سے عموماً غبار دبا رہتا ہے۔ ان کے ٹاپوں سے اس وقت بھی بہت گرد و غبار اٹھتا ہے۔

۱۱ یعنی اس وقت بے خوف و خطر دشمن کی فوج میں جا گھستے ہیں۔

ان قسموں کی توضیح | تنبیہ | ممکن ہے کہ قسم کھانا گھوڑوں کی مقصود ہو جیسا کہ ظاہر ہے، اور ممکن ہے مجاہدین کے رسالہ کی قسم ہو۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "یہ جہاد والے سواروں کی قسم ہے۔ اس سے بڑا کون عمل ہوگا کہ اللہ کے کام پر اپنی جان دینے کو حاضر ہے۔"

اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۚ ﴿۶﴾ وَاِنَّهٗ عَلٰى

بے شک آدمی اپنے رب کا ناشکر ہے ﴿۶﴾ اور وہ آدمی اس کام

ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۚ ﴿۷﴾ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۭ ﴿۸﴾

کو سامنے دیکھتا ہے ﴿۷﴾ اور آدمی محبت پر مال کی بہت پکا ہے ﴿۸﴾

اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ۙ ﴿۹﴾ وَحُصِّلَ

کیا نہیں جانتا وہ وقت کہ کریدا جائے جو کچھ قبروں میں ہے اور تحقیق ہووے

مَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ ﴿۱۰﴾ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ

جو کچھ کہ جیوں میں ہے ﴿۱۰﴾ بے شک ان کے رب کو ان کی اس دن

لَّخَبِيْرٌ ۧ ﴿۱۱﴾

سب خبر ہے ﴿۱۱﴾

ع ۱ ۲۵

آیاتها ۱۱ (۱۰۱) سُوْرَةُ الْقَارِعَةِ مَكِّيَّةٌ (۳۰) رکوعها ۱

سورۂ قارعہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی گیارہ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلْقَارِعَةُ ۙ ﴿۱﴾ مَا الْقَارِعَةُ ۚ ﴿۲﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۭ ﴿۳﴾

وہ کھڑ کھڑا ڈالنے والی ﴿۱﴾ کیا ہے وہ کھڑ کھڑا ڈالنے والی ﴿۲﴾ اور تو کیا سمجھا کیا ہے وہ کھڑ کھڑا ڈالنے والی ﴿۳﴾

يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۙ ﴿۴﴾ وَتَكُوْنُ

جس دن ہوویں لوگ جیسے پتنگے (پروانے) بکھرے ہوئے ﴿۴﴾ اور ہوویں

۱ **انسان کی ناشکری** یعنی جہاد کرنے والے سواروں کی اللہ کی راہ میں سرفروشی و جانبازی بتلاتی ہے کہ وفادار و شکر گذار بندے ایسے ہوتے ہیں۔ جو آدمی اللہ کی دی ہوئی قوتوں کو اس کے راستہ میں خرچ نہیں کرتا وہ پرلے درجہ کا ناشکر اور نالائق ہے بلکہ غور کرو تو خود گھوڑا از بان حال سے شہادت دے رہا ہے کہ جو لوگ مالک حقیقی کی دی ہوئی روزی کھاتے اور اس کی بیشمار نعمتوں سے شب و روز تمتع کرتے ہیں، پھر اس کے باوجود اس کی فرمانبرداری نہیں کرتے، وہ جانوروں سے زیادہ ذلیل و حقیر ہیں۔ ایک شائستہ گھوڑے کو مالک گھاس کے تنکے اور تھوڑا سا دانہ کھلاتا ہے وہ اتنی سی تربیت پر اپنے مالک کی وفاداری میں جان لڑا دیتا ہے۔ جدھر سوار اشارہ کرتا ہے ادھر چلتا ہے، دوڑتا اور ہانپتا ہوا ٹاپیں مارتا اور غبار اٹھاتا ہوا گھمسان کے معرکوں میں بے تکلف گھس جاتا ہے۔ گولیوں کی بارش میں، تلواروں اور سنگینوں کے سامنے پڑ کر سینہ نہیں پھیرتا۔ بلکہ بسا اوقات وفادار گھوڑا سوار کو بچانے کے لئے اپنی جان خطرہ میں ڈال دیتا ہے۔ کیا انسان نے ایسے گھوڑوں سے کچھ سبق سیکھا کہ اس کا بھی کوئی پالنے والا مالک ہے۔ جس کی وفاداری میں اسے جان و مال خرچ کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ بیشک انسان بڑا ناشکر اور نالائق ہے کہ ایک گھوڑے بلکہ کتے کے برابر بھی وفاداری نہیں دکھلا سکتا۔

۲ **خود انسان اس کا گواہ ہے** یعنی سرفروش مجاہدین کی اور ان کے گھوڑوں کی وفاشعاری اور شکر گذاری اس کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ پھر بھی بے حیا ٹس سے مس نہیں ہوتا۔ **تنبیہ** ترجمہ کی رعایت سے ہم نے یہ مطلب لکھا ہے۔ ورنہ اکثر مفسرین اس جملہ کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ انسان خود اپنی ناشکری پر زبان حال سے گواہ ہے۔ ذرا اپنے ضمیر کی آواز کی طرف متوجہ ہو تو سن لے کہ اندر سے خود اس کا دل کہہ رہا ہے کہ تو بڑا ناشکرا ہے بعض سلف نے "اِنَّهٗ" کی ضمیر رب کی طرف لوٹائی ہے۔ یعنی اس کا رب اس کی ناسپاسی اور کفران نعمت کو دیکھ رہا ہے۔

۳ **انسان میں مال کی محبت شدید ہے** یعنی حرص و طمع اور بخل و امساک نے اس کو اندھا بنا رکھا ہے۔ دنیا کے زر و مال کی محبت میں اس قدر غرق ہے کہ منعم حقیقی کو بھی فراموش کر بیٹھا، نہیں سمجھتا کہ آگے چل کر اس کا کیا انجام ہونے والا ہے۔

۴ **دلوں کے چھپے بھید کھل جائیں گے** یعنی وہ وقت بھی آنے والا ہے جب مردہ جسم قبروں سے نکال کر زندہ کئے جائیں گے اور دلوں میں جو چیزیں چھپی ہوئی ہیں سب کھول کر رکھ دی جائیں گی اس وقت دیکھیں یہ مال کہاں تک کام دے گا اور نالائق ناشکرے لوگ کہاں چھوٹ کر جائیں گے۔ اگر یہ بے حیا اس بات کو بھی سمجھ لیتے تو ہرگز مال کی محبت میں غرق ہو کر ایسی حرکتیں نہ کرتے۔

۵ **اللہ کا علم محیط واضح ہو جائے گا** یعنی ہر چند کہ اللہ کا علم ہر وقت بندے کے ظاہر و باطن پر محیط ہے۔ لیکن اس روز اس کا علم ہر شخص پر ظاہر ہو جائے گا۔ اور کسی کو گنجائش انکار کی نہ رہے گی۔

سورۃ القارعۃ

۱ **کھڑکھڑا دینے والی قیامت** مراد قیامت ہے جو قلوب کو سخت فزع اور گھبراہٹ سے اور کانوں کو صوت شدید سے کھڑکھڑا ڈالے گی۔ مطلب یہ ہے کہ حادثہ قیامت کے اس ہولناک منظر کا کیا بیان ہو۔ بس اس کے بعض آثار آگے بیان کر دیئے جاتے ہیں جن سے اس کی سختی اور شدت کا قدرے اندازہ ہو سکتا ہے۔

۲ **انسان بکھرے پتنگوں کی طرح ہونگے** کہ ہر ایک ایک طرف کو بے تابانہ چلا جاتا ہے۔ گویا پروانوں کے ساتھ تشبیہ ضعف، کثرت بیتابی اور حرکت کی بے انتظامی میں ہوئی۔

الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ ۝٥ فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ۝٦

پہاڑ جیسے رنگی ہوئی اون دھنکی ہوئی ۝٥ سو جس کی بھاری ہوئیں (ہوئی تول) تولیں

فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝٧ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ۝٨

تو وہ رہے گا من مانتے گذران میں ۝٧ اور جس کی ہلکی ہوئیں تولیں

فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ ۝٩ وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَهْ ۝١٠ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝١١

تو اس کا ٹھکانا گڑھا ہے اور تو کیا سمجھا وہ کیا ہے آگ ہے دہکتی ہوئی ۝١١

آیاتها ۸ (۱۰۲) سورة التكاثر مكية (۱۶) رکوعها ۱

سورۂ تکاثر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی آٹھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ ۝١ حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝٢ كَلَّا سَوْفَ

غفلت میں رکھا تم کو بہتات کی حرص نے یہاں تک کہ جا دیکھیں قبریں ۝٢ کوئی نہیں آگے

تَعْلَمُونَ ۝٣ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝٤ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ

جان لوگے پھر بھی کوئی نہیں آگے جان لوگے ۝٤ کوئی نہیں اگر جانو

عِلْمَ الْيَقِينِ ۝٥ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ ۝٦ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا

یقین کر کے ۝٥ بے شک تم کو دیکھنا ہے دوزخ پھر دیکھنا ہے اس کو

عَيْنَ الْيَقِينِ ۝٧ ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ۝٨

یقین کی آنکھ سے ۝٧ پھر پوچھیں گے تم سے اس دن آرام (نعمتوں) کی حقیقت ۝٨

① پہاڑ دھنی ہوئی روئی کی طرح ہو جائیں گے | یعنی جیسے دھنیا اون یا روئی کو دھنک کر ایک ایک پھاہا کر کے اڑا دیتا ہے۔ اسی طرح پہاڑ متفرق ہو کر اڑ جائیں گے۔ اور رنگین اون سے شاید اس لئے تشبیہ دی کہ بہت کمزور اور ہلکی ہوتی ہے۔ نیز قرآن میں دوسری جگہ پہاڑوں کے رنگ بھی کئی قسم کے بیان فرمائے ہیں "وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِيضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُوْدٌ" (فاطر۔ رکوع ۴)

② بھاری وزن والے عیش میں ہونگے | یعنی جس کے اعمال وزنی ہوں گے وہ اس روز خاطر خواہ عیش و آرام میں رہے گا اور اعمال کا وزن اخلاص و ایمان کی نسبت سے ہوگا۔ دیکھنے میں کتنا ہی بڑا عمل ہو مگر اخلاص کی روح نہ ہو، وہ اللہ کے ہاں کچھ وزن نہیں رکھتا۔ "فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا" (کہف۔ رکوع ۱۲)

③ ہلکے وزن والے دہکتی آگ کے گڑھے میں | یعنی جو عذاب اس طبقہ میں ہے کچھ آدمی کی سمجھ میں نہیں آ سکتا بس اتنا سمجھ لو کہ ایک آگ ہے نہایت گرم دہکتی ہوئی جس کے مقابلہ میں گویا دوسری آگ کو گرم کہنا نہ چاہئے۔ اعاذنا اللّٰہ منہا ومن سائر وجوہ العذاب بفضلہ ومنہ۔

سورۃ التکاثر

④ کثرت مال کی ہوس | یعنی مال و اولاد کی کثرت اور دنیا کے ساز و سامان کی حرص آدمی کو غفلت میں پھنسائے رکھتی ہے۔ نہ مالک کا دھیان آنے دیتی ہے نہ آخرت کی فکر۔ بس شب و روز یہی دھن لگی رہتی ہے کہ جس طرح بن پڑے مال و دولت کی بہتات ہو، اور میرا کنبہ اور جتھا سب کنبوں اور جتھوں سے غالب رہے۔ یہ پردۂ غفلت کا نہیں اٹھتا یہاں تک کہ موت آ جاتی ہے۔ تب قبر میں پہنچ کر پتہ لگتا ہے کہ سخت غفلت اور بھول میں پڑے ہوئے تھے۔ محض چند روز کی چہل پہل تھی۔ موت کے بعد وہ سب سامان ہیچ بلکہ وبال جان ہیں۔ تنبیہ | بعض روایات میں آیا ہے (اللّٰہ اعلم بصحتہا) کہ ایک مرتبہ دو قبیلے اپنے اپنے جتھے کی کثرت پر فخر کر رہے تھے۔ جب مقابلہ کے وقت ایک کے آدمی دوسرے سے کم رہے تو اس نے کہا کہ ہمارے اتنے آدمی لڑائی میں مارے جا چکے ہیں چل کر قبریں شمار کر لو۔ وہاں پتہ لگے گا کہ ہمارا جتھا تم سے کتنا زیادہ ہے۔ اور ہم میں کیسے کیسے نامور گزر چکے ہیں۔ یہ کہہ کر قبریں شمار کرنے لگے۔ اس جہالت و غفلت پر متنبہ کرنے کے لئے یہ سورت نازل ہوئی۔ ترجمہ میں دونوں مطلبوں کی گنجائش ہے۔

⑤ کثرت مال فخر کی چیز نہیں | یعنی دیکھو بار بار تاکید کہا جاتا ہے کہ تمہارا خیال صحیح نہیں کہ مال و اولاد وغیرہ کی بہتات ہی کام آنے والی چیز ہے۔ عنقریب تم معلوم کر لو گے کہ یہ زائل و فانی چیز ہرگز فخر و مباہات کے لائق نہ تھی پھر سمجھ لو کہ آخرت ایسی چیز نہیں جس سے انکار کیا جائے یا غفلت برتی جائے۔ آگے چل کر تم پر بہت جلد کھل جائے گا کہ اصل زندگی اور عیش آخرت کا ہے اور دنیا اس زندگی کے مقابلہ میں ایک خواب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی۔ یہ حقیقت بعض لوگوں کو دنیا میں تھوڑی بہت کھل جاتی ہے لیکن قبر میں پہنچ کر اور اس کے بعد محشر میں سب کو پوری طرح کھل جائے گی۔

⑥ یعنی تمہارا خیال ہرگز صحیح نہیں اگر تم یقینی طور پر دلائل صحیحہ سے اس بات کو جان لیتے کہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کے سب سامان ہیچ ہیں تو ہرگز اس غفلت میں پڑے نہ رہتے۔

⑦ اس غفلت کا انجام دوزخ ہے | یعنی اس غفلت و انکار کا نتیجہ دوزخ ہے، وہ تم کو دیکھنا پڑے گا۔ اول تو اس کا کچھ اثر برزخ میں نظر آ جائے گا۔ پھر آخرت میں پوری طرح دیکھ کر عین الیقین حاصل ہو جائے گا۔

⑧ تم سے نعمت کے بارے میں پوچھا جائیگا | یعنی اس وقت کہیں گے اب بتلاؤ! دنیا کے عیش و آرام کی کیا حقیقت تھی۔ یا اس وقت سوال کیا جائے گا کہ جو نعمتیں (ظاہری و باطنی، آفاقی و انفسی، جسمانی و روحانی) دنیا میں عطا کی گئی تھیں ان کا حق تم نے کیا ادا کیا اور منعم حقیقی کو کہاں تک خوش رکھنے کی سعی کی۔

آیاتها ۳ (۱۰۳) سُوْرَةُ الْعَصْرِ مَكِّيَّةٌ (۱۳) رکوعها ۱

سورۂ عصر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی تین آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالْعَصْرِ ۝۱ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝۲ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

قسم ہے عصر کی ❶ مقرر انسان ٹوٹے میں ہے ❷ مگر جو لوگ کہ یقین لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝۳

اور کیے بھلے کام اور آپس میں تاکید کرتے رہے سچے دین کی اور آپس میں تاکید کرتے رہے تحمل کی ❸

ع ۲۸

سورۃ العصر

❶ **زمانے یا عصر کی قسم** "عصر" زمانہ کو کہتے ہیں یعنی قسم ہے زمانہ کی جس میں انسان کی عمر بھی داخل ہے جسے تحصیل کمالات و سعادات کے لئے ایک متاع گرانمایہ سمجھنا چاہئے یا قسم ہے نماز عصر کے وقت کی جو کاروباری دنیا میں مشغولیت اور شرعی نقطۂ نظر سے نہایت فضیلت کا وقت ہے (حتیٰ کہ حضور ﷺ نے حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جس کی نماز عصر فوت ہوگئی گویا اس کا سب گھر بار لٹ گیا) یا قسم ہے ہمارے پیغمبر کے زمانہ مبارک کی، جس میں رسالت عظمیٰ اور خلافت کبریٰ کا نور اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمکا۔

❷ **انسان گھاٹے میں ہے** اس سے بڑھ کر ٹوٹا کیا ہوگا کہ برف بیچنے والے دوکاندار کی طرح اس کی تجارت کا راس المال جسے عمر عزیز کہتے ہیں، دم بدم کم ہوتا جارہا ہے۔ اگر اس رواداری میں کوئی ایسا کام نہ کرلیا جس سے یہ عمر رفتہ ٹھکانے لگ جائے، بلکہ ایک ابدی اور غیر فانی متاع بن کر ہمیشہ کے لئے کارآمد بن جائے، تو پھر خسارہ کی کوئی انتہا نہیں۔ زمانہ کی تاریخ پڑھ جاؤ اور خود اپنی زندگی کے واقعات پر غور کرو تو ادنیٰ غور وفکر سے ثابت ہوجائے گا کہ جن لوگوں نے انجام بینی سے کام نہ لیا اور مستقبل سے بے پرواہ ہوکر محض خالی لذتوں میں وقت گزار دیا وہ آخر کار کس طرح ناکام و نامراد بلکہ تباہ و برباد ہوکر رہے۔

زندگی کی قدر و قیمت | آدمی کو چاہئے کہ وقت کی قدر پہچانے اور عمر عزیز کے لمحات کو یونہی غفلت و شرارت یا لہو ولعب میں نہ گنوائے۔ جو اوقات تحصیل شرف و مجد اور اکتساب فضل و کمال کی گرم بازاری کے ہیں۔ خصوصاً وہ گراں مایہ اوقات جن میں آفتاب رسالت اپنی انتہائی نور افشانی سے دنیا کو روشن کر رہا ہے، اگر غفلت و نسیان میں گزار دیئے گئے، تو سمجھو کہ اس سے بڑھ کر آدمی کے لئے کوئی خسارہ نہیں ہوسکتا۔ بس خوش نصیب اور اقبال مند انسان وہی ہیں جو اس عمر فانی کو باقی اور ناکارہ زندگی کو کارآمد بنانے کے لئے جدوجہد کرتے ہیں اور بہترین اوقات اور عمدہ مواقع کو غنیمت سمجھ کر کسب سعادت اور تحصیل کمال کی کوشش میں سرگرم رہتے ہیں۔ اور یہ وہی لوگ ہیں جن کا ذکر آگے "اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ" میں کیا گیا ہے۔

اس نقصان سے بچنے کے چار طریقے | یعنی انسان کو خسارہ سے بچنے کے لئے چار باتوں کی ضرورت ہے۔ اول خدا اور رسول پر ایمان لائے اور ان کی ہدایات اور وعدوں پر خواہ دنیا سے متعلق ہوں یا آخرت سے، پورا یقین رکھے۔ دوسرے اس یقین کا اثر محض قلب و دماغ تک محدود نہ رہے بلکہ جوارح میں ظاہر ہو، اور اس کی عملی زندگی اس کے ایمان قلبی کا آئینہ ہو۔ تیسرے محض اپنی انفرادی صلاح و فلاح پر قناعت نہ کرے بلکہ قوم و ملت کے اجتماعی مفاد کو پیش نظر رکھے۔ جب دو مسلمان ملیں ایک دوسرے کو اپنے قول و فعل سے سچے دین اور معاملہ میں سچائی اختیار کرنے کی تاکید کرتے رہیں۔ چوتھے ہر ایک کو دوسرے کی یہ نصیحت و وصیت رہے کہ حق کے معاملہ میں اور شخصی و قومی اصلاح کے راستہ میں جس قدر سختیاں اور دشواریاں پیش آئیں یا خلاف طبع امور کا تحمل کرنا پڑے، پورے صبر و استقامت سے تحمل کریں، ہرگز قدم نیکی کے راستہ سے ڈگمگانے نہ پائے۔ جو خوش قسمت حضرات ان چار اوصاف کے جامع ہوں گے اور خود کامل ہو کر دوسروں کی تکمیل کریں گے ان کا نام صفحات دہر پر زندہ جاوید رہے گا۔ اور جو آثار چھوڑ کر دنیا سے جائیں گے وہ بطور باقیات صالحات ہمیشہ ان کے اجر کو بڑھاتے رہیں گے۔

سورۂ عصر کی فضیلت | فی الحقیقت یہ چھوٹی سی سورت سارے دین و حکمت کا خلاصہ ہے۔ امام شافعیؒ نے سچ فرمایا کہ اگر قرآن میں سے صرف یہی ایک سورت نازل کر دی جاتی تو (سمجھدار بندوں کی) ہدایت کے لئے کافی تھی۔ بزرگان سلف میں جب دو مسلمان آپس میں ملتے تھے، جدا ہونے سے پہلے ایک دوسرے کو یہ سورت سنایا کرتے تھے۔

آیاتھا ۹ (۱۰۴) سُوْرَةُ الْهُمَزَةِ مَكِّيَّةٌ (۳۲) رکوعھا ۱

سورۂ ہمزہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی نو آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۝١ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝٢ يَحْسَبُ

خرابی ہے ہر طعنہ دینے والے عیب چننے والے کی ◆۱◆ جس نے سمیٹا مال اور گن گن کر رکھا ◆۲◆ خیال کرتا ہے

اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ۝٣ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝٤ وَمَآ

اس کا مال سدا کو رہے گا اس کے ساتھ ◆۳◆ کوئی نہیں وہ پھینکا جائے گا اس روندنے والی (حطمہ) میں ◆۴◆ اور

اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝٥ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝٦ الَّتِيْ تَطَّلِعُ

تو کیا سمجھا کون ہے وہ روندنے والی (حطمہ) ایک آگ ہے اللہ کی سلگائی ہوئی وہ جھانک لیتی ہے

عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۝٧ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝٨ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝٩

دل کو ◆۵◆ ان کو اس میں موند دیا ہے ◆۶◆ لمبے لمبے ستونوں میں ◆۷◆

سورۃ الھمزۃ

◆۱◆ **عیب جوئی اور طعنہ زنی** | یعنی اپنی خبر نہیں لیتا دوسروں کو حقیر سمجھ کر طعنے دیتا ہے اور ان کے واقعی یا غیر واقعی عیب چنتا رہتا ہے۔

◆۲◆ **جمع مال کی مذمت** | یعنی طعنہ زنی اور عیب جوئی کا منشاء تکبر اور تکبر کا سبب مال ہے جس کو مارے حرص کے ہر طرف سے سمیٹتا اور مارے بخل کے گن گن کر رکھتا ہے کہ کوئی پیسہ کہیں خرچ نہ ہو جائے یا نکل کر بھاگ نہ جائے۔ اکثر بخیل مالداروں کو دیکھا ہوگا کہ وہ بار بار روپیہ شمار کرتے اور حساب لگاتے رہتے ہیں۔ اسی میں ان کو مزہ آتا ہے۔

﴿٣﴾ مال سدا نہیں رہتا | یعنی اس کے برتاؤ سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ مال کبھی اس سے جدا نہ ہوگا، بلکہ ہمیشہ اس کو آفات ارضی وسماوی سے بچاتا رہے گا۔

﴿٤﴾ یعنی یہ خیال محض غلط ہے۔ مال تو قبر تک بھی ساتھ نہ جائے گا۔ آگے تو کیا کام آتا۔ سب دولت یونہی پڑی رہ جائے گی۔ اور اس بدبخت کو اٹھا کر دوزخ میں پھینک دیں گے۔

﴿٥﴾ اللہ کی سلگائی ہوئی آگ | یعنی یاد رہے یہ آگ بندوں کی نہیں، اللہ کی سلگائی ہوئی ہے۔ اس کی کیفیت کچھ نہ پوچھو، بڑی سمجھدار ہے۔ دلوں کو جھانک لیتی ہے، جس دل میں ایمان ہو نہ جلائے، جس میں کفر ہو جلا ڈالے۔ اس کی سوزش بدن کو لگتے ہی فوراً دلوں تک نفوذ کر جائیگی۔ بلکہ ایک طرح دل سے شروع ہو کر جسموں میں سرایت کرے گی۔ اور باوجودیکہ قلوب وارواح جسموں کی طرح جلیں گے۔ اس پر بھی مجرم مرنے نہ پائیں گے دوزخی تمنا کرے گا کہ کاش موت آ کر اس عذاب کا خاتمہ کر دے۔ لیکن یہ آرزو پوری نہ ہوگی۔ اعاذنا اللّٰہ منہا ومن سائر وجوہ العذاب۔

﴿٦﴾ یعنی کفار کو دوزخ میں ڈال کر دروازے بند کر دیئے جائیں گے۔ کوئی راستہ نکلنے کا نہ رہے گا۔ ہمیشہ اس میں پڑے جلتے رہیں گے۔

﴿٧﴾ یعنی آگ کے شعلے لمبے لمبے ستونوں کی مانند بلند ہوں گے۔ یا یہ کہ دوزخیوں کو لمبے ستونوں سے باندھ کر خوب جکڑ دیا جائے گا کہ جلتے وقت ذرا حرکت نہ کر سکیں۔ کیونکہ ادھر ادھر حرکت کرنے سے بھی عذاب میں کچھ برائے نام تخفیف ہو سکتی تھی۔ اور بعض نے کہا کہ دوزخ کے منہ کو لمبے لمبے ستون ڈال کر اوپر سے پاٹ دیا جائے گا۔ واللہ اعلم۔

آیاتها ۵ (۱۰۵) سُوْرَةُ الْفِيلِ مَكِّيَّةٌ (۱۹) رکوعها ۱

سورۂ فیل مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی پانچ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝١ اَلَمْ يَجْعَلْ

کیا تو نے نہ دیکھا کیسا کیا تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ ۱ کیا نہیں کر دیا

كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝٢ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝٣

ان کا داؤ غلط ۲ اور بھیجے ان پر اڑتے جانور ٹکڑیاں ٹکڑیاں

تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝٤ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝٥

پھینکتے تھے ان پر پتھریاں کنکر (کھنگر) کی ۳ پھر کر ڈالا ان کو جیسے بھس کھایا ہوا ۴

آیاتها ۴ (۱۰۶) سُوْرَةُ قُرَيْشٍ مَكِّيَّةٌ (۲۹) رکوعها ۱

سورۂ قریش مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چار آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۝١ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۝٢ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ

اس واسطے کہ مانوس رکھا قریش کو مانوس رکھنا ان کو سفر سے جاڑے کے اور گرمی کے تو چاہئے کہ بندگی کریں

هٰذَا الْبَيْتِ ۝٣ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝٤

اس گھر کے رب کی جس نے ان کو کھانا دیا بھوک میں اور امن دیا ڈر میں ۵

سورۃ الفیل

❶ **ہاتھی والوں کا انجام** یعنی ہاتھی والوں کے ساتھ تیرے رب نے جو معاملہ کیا وہ تم کو ضرور معلوم ہوگا۔ کیونکہ یہ واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے چند روز پیشتر ہوا تھا اور غایت شہرت سے بچہ بچہ کی زبان پر تھا اسی قرب عہد اور تواتر کی بناء پر اس کے علم کو رؤیت سے تعبیر فرما دیا۔

❷ **ان کا داؤ غلط کر دیا گیا** یعنی وہ لوگ چاہتے تھے کہ اللہ کا کعبہ اجاڑ کر اپنا مصنوعی کعبہ آباد کریں۔ یہ نہ ہو سکا اللہ نے ان کے سب داؤ پیچ غلط اور کل تدبیریں بے اثر کر دیں۔ کعبہ کی تباہی کی فکر میں وہ خود ہی تباہ و برباد ہو گئے۔

❸ **اصحاب فیل کا واقعہ** "اصحاب فیل" کا قصہ مختصر یہ ہے کہ بادشاہ "حبشہ" کی طرف سے "یمن" میں ایک حاکم "ابرہہ" نامی تھا۔ اس نے دیکھا کہ سارے عرب کعبہ کا حج کرنے جاتے ہیں، چاہا کہ ہمارے پاس جمع ہوا کریں۔ اس کی تدبیر یہ سوچی کہ اپنے مذہب عیسائی کے نام پر ایک عالیشان گرجا بنایا جائے۔ جس میں ہر طرح کے تکلفات اور راحت و دلکشی کے سامان ہوں۔ اس طرح لوگ اصلی اور سادہ کعبہ کو چھوڑ کر اس مکلف و مرصع کعبہ کی طرف آنے لگیں گے اور مکہ کا حج چھوٹ جائے گا۔ چنانچہ "صنعاء" میں (جو یمن کا بڑا شہر ہے) اپنے مصنوعی کعبہ کی بنیاد رکھی اور خوب دل کھول کر روپیہ خرچ کیا اس پر بھی لوگ ادھر متوجہ نہ ہوئے۔ عرب کو خصوصاً قریش کو جب اس کی اطلاع ہوئی، سخت خشمگیں ہوئے کسی نے غصہ میں آ کر وہاں پاخانہ پھر دیا، اور بعض کہتے ہیں کہ بعض عرب نے آگ جلائی تھی ہوا سے اڑ کر اس عمارت میں لگ گئی۔ "ابرہہ" نے جھنجھلا کر کعبہ شریف پر فوج کشی کر دی بہت سا لشکر اور ہاتھی لے کر اس ارادہ سے چلا کہ کعبہ کو منہدم کر دے درمیان میں عرب کے جس قبیلہ نے مزاحمت کی اسے مارا اور مغلوب کیا حضرت ﷺ کے دادا عبدالمطلب اس وقت قریش کے سردار اور کعبہ کے متولی اعظم تھے ان کو خبر ہوئی تو فرمایا لوگو! اپنا بچاؤ کر لو، کعبہ جس کا گھر ہے وہ خود اس کو بچا لے گا۔ "ابرہہ" نے راستہ صاف دیکھ کر یقین کر لیا کہ اب کعبہ کا منہدم کر دینا کوئی مشکل کام نہیں۔ کیونکہ ادھر سے کوئی مقابلہ کرنے والا نہ تھا۔

عجیب وغریب پرندے جب وادی "محسر" (جو مکہ کے قریب جگہ ہے) پہنچا تو سمندر کی طرف سے سبز اور زرد رنگ کے چھوٹے چھوٹے جانوروں کی ٹکڑیاں نظر آئیں۔ ہر ایک کی چونچ اور پنجوں میں چھوٹی چھوٹی کنکریاں تھیں۔ ان عجیب وغریب پرندوں کے غول کے غول کنکریاں لشکر پر برسانے لگے۔ خدا کی قدرت سے وہ کنکر کی پتھریاں بندوق کی گولی سے زیادہ کام کرتی تھیں۔ جس کے لگتی، ایک طرف سے گھس کر دوسری طرف سے نکل جاتی اور ایک عجیب طرح کا سمی مادہ چھوڑ جاتی تھی۔ بہت سے وہیں ہلاک ہو گئے۔ جو بھاگے وہ دوسری بڑی بڑی تکلیفیں اٹھا کر مرے۔

اس واقعہ کا سال یہ واقعہ حضور ﷺ کی ولادت شریف سے پچاس روز پہلے ہوا۔ بلکہ بعض کہتے ہیں کہ خاص اسی روز آپ ﷺ کی ولادت باکرامت ہوئی۔ گویا یہ ایک آسمانی نشان آپ ﷺ کی آمد آمد کا تھا۔ اور ایک غیبی اشارہ تھا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کی فوق العادت حفاظت فرمائی ہے۔ اس گھر کے سب سے مقدس متولی اور سب سے بزرگ پیغمبر کی حفاظت بھی اسی طرح کرے گا اور عیسائی یا کسی دوسرے مذہب کو یہ موقع نہ دے گا کہ وہ کعبہ اور کعبہ کے سچے خادموں کا استیصال کر سکیں۔

❹ جو بیل، گائے وغیرہ کھا کر آخور چھوڑ دیتے ہیں۔ یعنی ایسا پراگندہ منتشر، مبتذل، بدصورت نکما اور چورا چورا۔

سورۃ قریش

❺ **اہل مکہ پر بیت اللہ کی برکات** مکہ میں غلہ وغیرہ پیدا نہیں ہوتا اس لئے قریش کی عادت تھی کہ سال بھر میں تجارت کی غرض سے دو سفر کرتے تھے۔ جاڑوں میں یمن کی طرف کہ وہ ملک گرم ہے اور گرمیوں میں شام کی طرف جو سرد اور شاداب ملک ہے۔ لوگ ان کو اہل حرم اور خادم بیت اللہ سمجھ کر نہایت عزت واحترام کی نظر سے دیکھتے۔ ان کی خدمت کرتے اور ان کے جان و مال سے کچھ تعرض نہ کرتے۔ اس طرح ان کو خاطر خواہ نفع ہوتا۔ پھر امن وچین سے گھر بیٹھ کر کھاتے اور کھلاتے تھے۔ حرم کے چاروں طرف لوٹ کھسوٹ اور چوری ڈکیتی کا بازار گرم رہتا تھا۔ لیکن کعبہ کے ادب سے کوئی چور، ڈاکو قریش پر ہاتھ صاف نہ کرتا تھا۔ اسی انعام کو یہاں یاد دلایا ہے کہ اس گھر کے طفیل تم کو روزی دی، اور امن چین دیا۔ "اصحاب فیل" کی زد سے محفوظ رکھا، پھر اس گھر والے کی بندگی کیوں نہیں کرتے اور اس کے رسول کو کیوں ستاتے ہو۔ کیا یہ انتہائی ناشکری اور احسان فراموشی نہیں۔ اگر دوسری باتیں نہیں سمجھ سکتے تو ایسی کھلی ہوئی حقیقت کا سمجھنا کیا مشکل ہے۔

آیاتھا ۷ (۱۰۷) سُورَةُ الْمَاعُوْنِ مَكِّيَّةٌ (۱۷) رکوعھا ۱

سورۂ ماعون مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی سات آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

أَرَءَيْتَ الَّذِىْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ① فَذٰلِكَ الَّذِىْ يَدُعُّ

تو نے دیکھا اس کو جو جھٹلاتا ہے انصاف ہونے کو ❶ سو یہ وہی ہے جو دھکے دیتا ہے

الْيَتِيْمَ ② وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ③ فَوَيْلٌ

یتیم کو ❷ اور نہیں تاکید کرتا محتاج کے کھانے پر ❸ پھر خرابی ہے

لِّلْمُصَلِّيْنَ ④ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ⑤

ان نمازیوں کی جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں ❹

الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ⑥ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ⑦ ع

وہ جو دکھلاوا کرتے ہیں ❺ اور مانگی نہ دیویں برتنے کی چیز ❻

ع ۳۲

سورۃ الماعون

❶ **فیصلہ کے دن کی تکذیب** | یعنی سمجھتا ہے کہ انصاف نہ ہوگا اور اللہ کی طرف سے نیک و بد کا کبھی بدلہ نہ ملے گا۔ اور بعض نے دین کے معنی "ملت" کے لئے ہیں۔ یعنی ملت اسلام اور مذہب حق کو جھٹلاتا ہے۔ گویا مذہب و ملت اس کے نزدیک کوئی چیز ہی نہیں۔

❷ **یتیم سے بدسلوکی** | یعنی یتیم کی ہمدردی اور غمخواری تو درکنار اس کے ساتھ نہایت سنگدلی اور بد اخلاقی سے پیش آتا ہے۔

◆۳ مساکین کو کھانا نہ کھلانے والا | یعنی غریب محتاج کی نہ خود خبر لے نہ دوسروں کو ترغیب دے۔ ظاہر ہے کہ یتیموں اور محتاجوں کی خبر لینا اور انکے حال پر رحم کھانا دنیا کے ہر مذہب وملت کی تعلیم میں شامل ہے اور ان مکارم اخلاق میں سے ہے جن کی خوبی پر تمام عقلاء اتفاق رکھتے ہیں۔ پھر جو شخص ان ابتدائی اخلاق سے بھی عاری ہو، سمجھو کہ آدمی نہیں، جانور ہے۔ بھلا ایسے کو دین سے کیا واسطہ، اور اللہ سے کیا لگاؤ ہوگا۔

◆۴ نماز میں غفلت کرنے والے | یعنی نہیں جانتے کہ نماز کس کی مناجات ہے اور مقصود اس سے کیا ہے اور کس قدر اہتمام کے لائق ہے یہ کیا نماز ہوئی کہ کبھی پڑھی کبھی نہ پڑھی، وقت بے وقت کھڑے ہو گئے، باتوں میں اور دنیا کے دھندوں میں جان بوجھ کر وقت تنگ کر دیا، پھر پڑھی بھی تو چار ٹکریں لگالیں، کچھ خبر نہیں کس کے روبرو کھڑے ہیں، اور احکم الحاکمین کے دربار میں کس شان سے حاضری دے رہے ہیں۔ کیا خدا صرف ہمارے اٹھنے بیٹھنے، جھک جانے اور سیدھے ہونے کو دیکھتا ہے؟ ہمارے دلوں پر نظر نہیں رکھتا؟ کہ ان میں کہاں تک اخلاص اور خشوع کا رنگ موجود ہے۔ یاد رکھو یہ سب صورتیں "عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ" میں درجہ بدرجہ داخل ہیں۔ کما صرح به بعض السلف۔

◆۵ دکھاوا کرنے والے | یعنی ایک نماز کیا، ان کے دوسرے اعمال بھی ریاکاری اور نمود و نمائش سے خالی نہیں گویا ان کا مقصد خالق سے قطع نظر کر کے صرف مخلوق کو خوش کرنا ہے۔

◆۶ استعمالی چیزیں نہ دینے والے | یعنی زکوٰۃ صدقات وغیرہ تو کیا ادا کرتے معمولی برتنے کی چیزیں بھی مثلاً (ڈول، رسی، ہنڈیا، دیگچی، کلہاڑی، سوئی دھاگا وغیرہ) کسی کو مانگی نہیں دیتے جن کے دے دینے کا دنیا میں عام رواج ہے۔ بخل اور قسق کا جب یہ حال ہو تو ریاء کاری کی نماز سے ہی کیا فائدہ ہوگا۔ اگر ایک آدمی اپنے کو مسلمان نمازی کہتا اور کہلاتا ہے مگر اللہ کے ساتھ اخلاص اور مخلوق کے ساتھ ہمدردی نہیں رکھتا۔ اس کا اسلام لفظ بے معنی، اور اس کی نماز حقیقت سے بہت دور ہے۔ یہ ریاء کاری اور بداخلاقی تو ان بدبختوں کا شیوہ ہونا چاہئے جو اللہ کے دین اور روز جزا پر کوئی اعتقاد نہیں رکھتے۔

آیاتھا ۳ (۱۰۸) سُوْرَةُ الْكَوْثَرِ مَكِّيَّةٌ (۱۵) رکوعھا ۱

سورۂ کوثر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی تین آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

إِنَّا أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝۱ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝۲

بے شک ہم نے دی تجھ کو کوثر ۱ سو نماز پڑھ اپنے رب کے آگے اور قربانی کر ۲

إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ۝۳

بے شک جو دشمن ہے تیرا وہی رہ گیا پیچھا کٹا ۳

سورۃ الکوثر

کوثر کے معنی اور مفاہیم "کوثر" کے معنی "خیر کثیر" کے ہیں۔ یعنی بہت زیادہ بھلائی اور بہتری، یہاں اس سے کیا چیز مراد ہے۔ "البحر المحیط" میں اس کے متعلق چھبیس اقوال ذکر کیے گئے ہیں اور اخیر میں اس کو ترجیح دی ہے کہ اس لفظ کے تحت میں ہر قسم کی دینی و دنیوی دولتیں اور حسی و معنوی نعمتیں داخل ہیں۔ جو آپ ﷺ کو، یا آپ ﷺ کے طفیل میں امت مرحومہ کو ملنے والی تھیں۔ ان نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت وہ "حوض کوثر" بھی ہے جو اسی نام سے مسلمانوں میں مشہور ہے اور جس کے پانی سے آپ ﷺ اپنی امت کو محشر میں سیراب فرمائیں گے۔ (اے ارحم الراحمین! آپ اس خطا کار روسیاہ کو بھی اس سے سیراب کیجئے)

حوض کوثر **تنبیہ** "حوض کوثر" کا ثبوت بعض محدثین کے نزدیک حد تواتر تک پہنچ چکا ہے ہر مسلمان کو اس پر اعتقاد رکھنا لازم ہے۔ احادیث میں اس کی عجیب و غریب خوبیاں بیان ہوئی ہیں۔ بعض روایات سے اس کا محشر میں ہونا اور اکثر سے جنت میں ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اکثر علماء نے تطبیق یوں دی ہے کہ اصل نہر جنت میں ہوگی اور اسی کا پانی میدان حشر میں لا کر کسی حوض میں جمع کر دیا جائے گا۔ دونوں کو "کوثر" ہی کہتے ہوں گے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

نماز اور قربانی کی تاکید یعنی اتنے بڑے انعام واحسان کا شکر بھی بہت بڑا ہونا چاہئے۔ تو چاہئے کہ آپ اپنی روح، بدن اور مال سے برابر اپنے رب کی عبادت میں لگے رہیں، بدنی وروحی عبادات میں سب سے بڑی چیز نماز ہے۔ اور مالی عبادات میں قربانی ایک ممتاز حیثیت رکھتی ہے کیونکہ قربانی کی اصل حقیقت جان کا قربان کرنا تھا۔ جانور کی قربانی کو بعض حکمتوں اور مصلحتوں کی بناء پر اس کے قائم مقام کر دیا گیا۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم واسمٰعیل علیہما السلام کے قصہ سے ظاہر ہے اسی لئے قرآن میں دوسری جگہ بھی نماز اور قربانی کا ذکر ساتھ ساتھ کیا ہے۔ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ (انعام۔ رکوع ۲۰) **تنبیہ** بعض روایات میں "وانحر" کے معنی سینہ پر ہاتھ باندھنے کے آئے ہیں۔ مگر ابن کثیرؒ نے ان روایات میں کلام کیا ہے۔ اور ترجیح اس قول کو دی ہے کہ "نحر" کے معنی قربان کرنے کے ہیں۔ گویا اس میں مشرکین پر تعریض ہوئی کہ وہ نماز اور قربانی بتوں کے لئے کرتے تھے۔ مسلمانوں کو یہ کام خالص خدائے واحد کے لئے کرنے چاہئیں۔

آپ ﷺ کا دشمن ہی ابتر ہے بعض کفار حضور ﷺ کی شان میں کہتے تھے۔ کہ اس شخص کے کوئی بیٹا نہیں۔ بس زندگی تک اس کا نام ہے پیچھے کون نام لے گا۔ ایسے شخص کو ان کے محاورات میں "ابتر" کہتے تھے۔ "ابتر" اصل میں دم کٹے جانور کو کہتے ہیں۔ جس کے پیچھے کوئی نام لینے والا نہ رہے، گویا اس کی دم کٹ گئی۔ قرآن نے بتلایا کہ جس شخص کو اللہ خیر کثیر عنایت فرمائے اور ابدالآباد تک نام روشن کرے اسے "ابتر" کہنا پرلے درجہ کی حماقت ہے۔ حقیقت میں "ابتر" وہ ہے جو ایسی مقدس ومقبول ہستی سے بغض وعناد اور عداوت رکھے اور اپنے پیچھے کوئی ذکر خیر اور اثر نیک نہ چھوڑے۔ آج ساڑھے تیرہ سو برس کے بعد ماشاء اللہ حضور ﷺ کی روحانی اولاد سے دنیا پٹی پڑی ہے اور جسمانی دختری اولاد بھی بکثرت ملکوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ آپ ﷺ کے آثار صالحہ عالم میں چمک رہے ہیں۔ آپ ﷺ کی یاد نیک نامی اور محبت وعقیدت کے ساتھ کروڑوں انسانوں کے دلوں کو گرما رہی ہے۔ دوست دشمن سب آپ ﷺ کے اصلاحی کارناموں کا صدق دل سے اعتراف کر رہے ہیں۔ پھر دنیا سے گزر کر آخرت میں جس مقام محمود پر آپ ﷺ کھڑے ہوں گے اور جو مقبولیت و متبوعیت عامہ آپ ﷺ کو علیٰ رؤس الاشہاد حاصل ہوگی وہ الگ رہی۔ کیا ایسی دائم البرکۃ ہستی کو (العیاذ باللہ) "ابتر" کہا جا سکتا ہے؟ اس کے مقابل اس گستاخ کو خیال کرو جس نے یہ کلمہ زبان سے نکالا تھا۔ اس کا نام ونشان کہیں باقی نہیں۔ نہ آج بھلائی کے ساتھ اسے کوئی یاد کرنے والا ہے۔ یہی حال ان تمام گستاخوں کا ہوا جنہوں نے کسی زمانہ میں آپ ﷺ کے بغض وعداوت پر کمر باندھی اور آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کی اور اسی طرح آئندہ ہوتا رہے گا۔

ایاتها ۶　(۱۰۹) سُوْرَةُ الْكٰفِرُوْنَ مَكِّيَّةٌ (۱۸)　رکوعها ۱

سورۂ کافرون مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝۱ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝۲ وَلَاۤ

تو کہہ　اے منکرو ◆۱　میں نہیں پوجتا　جس کو تم پوجتے ہو　اور نہ

اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۝۳ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝۴ وَلَاۤ

تم پوجو　جس کو میں پوجوں ◆۲　اور نہ مجھ کو پوجنا ہے اس کا　جس کو تم نے پوجا　اور نہ

اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۝۵ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝۶

تم کو پوجنا ہے اس کا　جس کو میں پوجوں ◆۳　تم کو تمہاری راہ　اور مجھ کو میری راہ ◆۴

سورۃ الکفرون

◆۱ **کفار قریش کی ایک پیشکش اور اس کا جواب** چند رؤسائے قریش نے کہا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آؤ! ہم تم صلح کر لیں کہ ایک سال تک آپ ﷺ ہمارے معبودوں کی پرستش کیا کریں، پھر دوسرے سال ہم آپ ﷺ کے معبود کو پوجیں۔ اس طرح دونوں فریق کو ہر ایک کے دین سے کچھ نہ کچھ حصہ مل جائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا خدا کی پناہ کہ میں اس کے ساتھ (ایک لمحہ کے لئے بھی) کسی کو شریک ٹھہراؤں۔ کہنے لگے اچھا تم ہمارے معبودوں کو مان لو (ان کی مذمت نہ کرو) ہم تمہاری تصدیق کریں گے اور تمہارے معبود کو پوجیں گے۔ اس پر یہ سورت نازل ہوئی، اور آپ ﷺ نے ان کے مجمع میں پڑھ کر سنائی۔ جس کا خلاصہ مشرکین کے طور وطریق سے بکلی بیزاری کا اظہار اور انقطاع تعلقات کا اعلان کرنا ہے۔ بھلا انبیاء علیہم السلام جن کا پہلا کام شرک کی جڑیں کاٹنا ہے۔ ایسی ناپاک اور گندی صلح پر کب راضی ہو سکتے ہیں۔ فی الحقیقت اللہ کے معبود ہونے میں تو کسی مذہب والے کو اختلاف ہی نہیں۔ خود مشرکین اس کا اقرار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم بتوں کی پرستش اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو اللہ سے نزدیک کر دیں گے" مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى "(زمر۔ رکوع ۱) اختلاف جو کچھ ہے غیر اللہ کی پرستش میں ہے۔ لہٰذا صلح کی جو صورت قریش نے پیش کی تھی اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ وہ تو برابر اپنی روش پر قائم رہیں۔ یعنی اللہ اور غیر اللہ دونوں کی پرستش کیا کریں اور آپ اپنے مسلک توحید سے دستبردار ہو جائیں۔ اس گفتگوئے مصالحت کو ختم کرنے کے لئے یہ سورت اتاری گئی ہے۔

◈ **میں تمہارے خداؤں کو نہیں پوجتا** یعنی خدا کے سوا جو معبود تم نے بنا رکھے ہیں میں فی الحال ان کو نہیں پوج رہا اور نہ تم اس احد وصمد خدا کو بلا شرکت غیرے پوجتے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔

◈ یعنی آئندہ بھی میں تمہارے معبودوں کو کبھی پوجنے والا نہیں اور نہ تم میرے معبود واحد کی بلا شرکت غیرے پرستش کرنے والے ہو۔ مطلب یہ ہے کہ میں موحد ہو کر شرک نہیں کر سکتا نہ اب نہ آئندہ اور تم مشرک رہ کر موحد نہیں قرار دیئے جا سکتے نہ اب نہ آئندہ، اس تقریر کے موافق آیتوں میں تکرار نہیں رہی۔

اس آیت میں تکرار کی توضیح تنبیہ بعض علماء نے یہاں تکرار کو تاکید پر حمل کیا اور بعض نے پہلے دو جملوں میں حال و استقبال کی نفی، اور اخیر کے دو جملوں میں ماضی کی نفی مراد لی ہے۔ کما صرح بہ الزمخشری اور بعض نے پہلے جملوں میں حال کا اور اخیر کے جملوں میں استقبال کا ارادہ کیا ہے۔ کما یظہر من الترجمۃ۔ لیکن بعض محققین نے پہلے دو جملوں میں "ما" کو موصول اور دوسرے دونوں جملوں میں "ما" کو مصدریہ لے کر یوں تقریر کی ہے کہ میرے اور تمہارے درمیان معبود میں اشتراک ہے نہ طریق عبادت میں۔ تم بتوں کو پوجتے ہو، وہ میرے معبود نہیں، میں اس خدا کو پوجتا ہوں جس کی شان وصفت میں کوئی شریک نہ ہو سکے، ایسا خدا تمہارا معبود نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس تم جس طرح عبادت کرتے ہو، مثلاً ننگے ہو کر کعبہ کے گرد ناچنے لگے یا ذکر اللہ کی جگہ سیٹیاں اور تالیاں بجانے لگے، میں اس طرح کی عبادت کرنے والا نہیں۔ اور میں جس شان سے اللہ کی عبادت بجالاتا ہوں تم کو اس کی توفیق نہیں لہٰذا میرا اور تمہارا راستہ بالکل الگ الگ ہے اور احقر کے خیال میں یوں آتا ہے کہ پہلے جملے کو حال واستقبال کی نفی کے لئے رکھا جائے۔ یعنی میں اب یا آئندہ تمہارے معبودوں کی پرستش نہیں کر سکتا جیسا کہ تم مجھ سے چاہتے ہو۔ اور "وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ" کا مطلب (بقول حافظ ابن تیمیہؒ) یہ لیا جائے کہ جب میں خدا کا رسول ہوں تو) میری شان یہ نہیں اور نہ کسی وقت مجھ سے ممکن ہے (بامکان شرعی) کہ شرک کا ارتکاب کروں۔ حتیٰ کہ گزشتہ زمانہ میں نزول وحی سے پہلے بھی جب تم سب پتھروں اور درختوں کو پوج رہے تھے، میں نے کسی غیر اللہ کی پرستش نہیں کی۔ پھر اب اللہ کی طرف سے نور وحی و بینات و ہدیٰ وغیرہ آنے کے بعد کہاں ممکن ہے کہ شرکیات میں تمہارا ہم نوا ہو جاؤں۔ شاید اسی لئے یہاں "وَلَآ اَنَا عَابِدٌ" میں جملہ اسمیہ، اور "مَا عَبَدْتُّمْ" میں صیغہ ماضی کا عنوان اختیار فرمایا۔ رہا کفار کا حال، اس کا بیان دونوں مرتبہ ایک ہی عنوان سے فرمایا۔ "وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ" یعنی تم لوگ تو اپنی سوء استعداد اور انتہائی بدبختی سے اس لائق نہیں کہ کسی وقت اور کسی حال میں خدائے واحد کی بلا شرکت غیرے پرستش کرنے والے بنو۔ حتیٰ کہ عین گفتگوئے صلح کے وقت بھی شرک کا دم چھلا ساتھ لگائے رکھتے ہو۔ اور ایک جگہ "مَا تَعْبُدُوْنَ" بصیغہ مضارع اور دوسری جگہ "مَا عَبَدْتُّمْ" بصیغہ ماضی لانے میں شاید اس طرف اشارہ ہو کہ ان کے معبود ہر روز بدلتے رہتے ہیں جو چیز عجیب سی نظر آئی یا کوئی خوبصورت سا پتھر نظر پڑا اس کو اٹھا کر معبود بنالیا۔ اور پہلے کو رخصت کیا۔ پھر ہر موسم کا اور ہر کام کا جدا معبود ہے، ایک سفر کا، ایک حضر کا، کوئی روزی دینے والا، کوئی اولاد دینے والا، وقس علیٰ ہذا۔ حافظ شمس الدین ابن قیم نے بدائع الفوائد میں اس سورت کے لطائف ومزایا پر بہت نفیس کلام کیا ہے جس کو معارف قرآنی کا شوق ہو۔ اس کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔

◈ **تمہارا اور میرا دین الگ الگ ہے** حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یعنی تم نے ضد باندھی اب سمجھانا کیا فائدہ کرے گا جب تک اللہ فیصلہ کرے۔" اب ہم تم سے بالکل بیزار ہو کر اسی فیصلہ کے منتظر ہیں۔ اور جو دین قویم اللہ نے ہم کو مرحمت فرمایا ہے اس پر نہایت خوش ہیں، تم نے اپنے لئے بدبختی سے جو روش پسند کی وہ تمہیں مبارک رہے۔ ہر ایک فریق کو اس کی راہ وروش کا نتیجہ مل رہے گا۔

آیاتھا ۳ (۱۱۰) سُوْرَةُ النَّصْرِ مَدَنِيَّةٌ (۱۱۴) رکوعھا ۱

سورۂ نصر مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی تین آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝۱ وَرَاَيْتَ النَّاسَ

جب پہنچ چکے مدد اللہ کی اور فیصلہ ◆۱◆ اور تو دیکھے لوگوں کو

يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝۲ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ

داخل ہوتے دین میں غول کے غول (فوج فوج) تو پاکی بول اپنے رب

رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝۳

کی خوبیاں ◆۲◆ اور گناہ بخشوا اس سے بے شک وہ معاف کرنے والا ہے ◆۳◆

سورۃ النصر

◆۱◆ **فتح مکہ کا وعدہ** بڑی فیصلہ کن چیز یہ تھی کہ مکہ معظمہ (جو گویا زمین پر اللہ کا دار السلطنت ہے) فتح ہو جائے۔ اسی پر اکثر قبائل عرب کی نظریں لگی ہوئی تھی۔ اس سے پہلے ایک ایک دو دو آدمی اسلام میں داخل ہوتے تھے۔ فتح مکہ کے بعد جوق در جوق داخل ہونے لگے۔ حتیٰ کہ سارا جزیرۂ عرب اسلام کا کلمہ پڑھنے لگا۔ اور جو مقصد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے تھا پورا ہوا۔

غلبہ دین کا وعدہ اور تسبیح تحمید کی تاکید | یعنی سمجھ لیجئے کہ مقصود بعثت کا اور دنیا میں رہنے کا (جو تکمیل دین وتمہید خلافت کبریٰ ہے) پورا ہوا، اب سفرِ آخرت قریب ہے۔ لہٰذا ادھر سے فارغ ہو کر ہمہ تن ادھر ہی لگ جایئے اور پہلے سے بھی زیادہ کثرت سے اللہ کی تسبیح وتحمید اور ان فتوحات اور کامیابیوں پر اس کا شکر ادا کیجئے۔

آپ ﷺ کو استغفار کا حکم | یعنی اپنے لئے اور امت کے لئے استغفار کیجئے۔ **تنبیہ** | نبی کریم ﷺ کا اپنے لئے استغفار کرنا پہلے کئی جگہ بیان ہو چکا ہے۔ وہیں دیکھ لیا جائے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ''یعنی قرآن میں ہر جگہ وعدہ ہے فیصلہ کا، اور کافر شتابی کرتے تھے۔ حضرت ﷺ کی آخر عمر میں مکہ فتح ہو چکا، قبائل عرب دل کے دل مسلمان ہونے لگے۔ وعدہ سچا ہوا اب اُمت کے گناہ بخشوایا کر کہ درجہ شفاعت کا بھی ملے۔ یہ سورت اتری آخر عمر میں، حضرت نے جانا کہ میرا جو کام تھا دنیا میں کر چکا اب سفر ہے آخرت کا۔''

ایاتہا ۵ (۱۱۱) سُوْرَةُ اللَّهَبِ مَكِّيَّةٌ (٦) رکوعہا ۱

سورۂ لہب مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی پانچ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝١ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا

ٹوٹ گئے ہاتھ ابی لہب کے اور ٹوٹ گیا وہ آپ ◆۱ کام نہ آیا اس کو مال اس کا اور نہ جو

كَسَبَ ۝٢ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝٣ وَّامْرَاَتُهٗ ؕ

اس نے کمایا ◆۲ اب پڑے گا (ڈیگ) لپٹیں مارتی آگ میں ◆۳ اور اس کی جورو

حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝٤ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝٥

جو سر پر لیے پھرتی ہے ایندھن ◆۴ اس کی گردن میں رسی ہے مونجھ کی ◆۵

سورۃ اللہب

◆۱ **ابولہب کی بدبختی** "ابولہب" (جس کا نام عبد العزیٰ بن عبد المطلب ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی چچا تھا۔ لیکن اپنے کفر و شقاوت کی وجہ سے حضور ﷺ کا شدید ترین دشمن تھا۔ جب آپ ﷺ کسی مجمع میں پیغام حق سناتے یہ بدبخت پتھر پھینکتا۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ کے پائے مبارک لہولہان ہو جاتے اور زبان سے کہتا کہ لوگو! اس کی بات مت سنو، یہ شخص (معاذ اللہ) جھوٹا بے دین ہے۔ کبھی کہتا کہ محمد ہم سے ان چیزوں کا وعدہ کرتے ہیں جو مرنے کے بعد ملیں گی۔ ہم کو تو وہ چیزیں ہوتی نظر نہیں آتیں۔ پھر دونوں ہاتھوں سے خطاب کر کے کہتا۔ "تبا لکما ما اریٰ فیکما شیئا مما یقول محمد" صلی اللہ علیہ وسلم (تم دونوں ٹوٹ جاؤ کہ میں تمہارے اندر اس میں سے کوئی چیز نہیں دیکھتا جو محمد ﷺ بیان کرتا ہے) ایک مرتبہ حضور ﷺ نے کوہ "صفا" پر چڑھ کر سب کو پکارا۔ آپ کی آواز پر تمام لوگ جمع ہو گئے۔ آپ ﷺ نے نہایت مؤثر پیرایہ میں اسلام کی دعوت دی۔

ابولہب کی گستاخیاں ابولہب بھی موجود تھا (بعض روایات میں ہے کہ ہاتھ جھٹک کر) کہنے لگا۔ "تبا لک سائر الیوم الهذا جمعتنا۔" (یعنی تو برباد ہو جائے کیا ہم کو اسی بات کے لئے جمع کیا تھا) اور روح المعانی میں بعض سے نقل کیا ہے کہ اس نے ہاتھوں میں پتھر اٹھایا کہ آپ ﷺ کی طرف پھینکے۔ غرض اس کی شقاوت اور حق سے عداوت انتہا کو پہنچ چکی تھی۔

اس پر جب اللہ کے عذاب سے ڈرایا جاتا تو کہتا کہ سچ مچ یہ بات ہونے والی ہے تو میرے پاس مال واولاد بہت ہے۔ اس سب کو فدیہ میں دے کر عذاب سے چھوٹ جاؤں گا۔

ابولہب کی بیوی اس کی بیوی ام جمیل کو بھی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بہت ضد تھی۔ جو دشمنی کی آگ ابولہب بھڑکاتا تھا، یہ عورت گویا لکڑیاں ڈال کر اس کو اور زیادہ تیز کرتی تھی۔ سورۂ ہذا میں دونوں کا انجام بتلا کر متنبہ کیا ہے کہ مرد ہو یا عورت، اپنا ہو یا بیگانہ بڑا ہو یا چھوٹا، جو حق کی عداوت پر کمر باندھے گا وہ آخرکار ذلیل اور تباہ و برباد ہو کر رہیگا۔ پیغمبر کی قرابت قریبہ بھی اس کو تباہی سے نہ بچا سکے گی۔ یہ ابولہب کیا باتھ جھنک باتیں بناتا اور اپنی قوت بازو پر مغرور ہو کر خدا کے مقدس و معصوم رسول کی طرف دست درازی کرتا ہے، سمجھ لے کہ اب اس کے ہاتھ ٹوٹ چکے۔ اس کی سب کوششیں حق کے دبانے کی برباد ہو چکیں اس کی سرداری ہمیشہ کے لئے مٹ گئی۔ اس کے اعمال اکارت ہوئے اس کا زور ٹوٹ گیا، اور وہ خود تباہی کے گڑھے میں پہنچ چکا، یہ سورت مکی ہے۔ کہتے ہیں کہ غزوۂ "بدر" سے سات روز بعد اس کے زہریلی قسم کا ایک دانہ نکلا۔ اور مرض لگ جانے کے خوف سے سب گھر والوں نے الگ ڈال دیا، وہیں مر گیا اور تین روز تک لاش یوں ہی پڑی رہی۔ کسی نے نہ اٹھائی، جب سڑنے لگی، اس وقت حبشی مزدوروں سے اٹھوا کر دبوائی۔ انہوں نے ایک گڑھا کھود کر اس کو ایک لکڑی سے اندر دھلکا دیا اور اوپر سے پتھر بھر دیئے۔ یہ تو دنیا کی رسوائی اور بربادی تھی۔ "وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ"

◆ **اسکا مال اسکے کام نہیں آیا** یعنی مال، اور اولاد، عزت، وجاہت کوئی چیز اس کو ہلاکت سے نہ بچا سکی۔

◆ **ابولہب کا لقب** یعنی مرنے کے بعد سخت شعلہ زن آگ میں پہنچنے والا ہے۔ شاید اسی مناسبت سے قرآن نے اس کی کنیت "ابولہب" قائم رکھی۔ دنیا تو اس کو "ابولہب" اس لئے کہتی تھی کہ اس کے رخسار آگ کے شعلے کی طرح چمکتے تھے۔ مگر قرآن نے بتلا دیا کہ وہ اپنے آخری انجام کے اعتبار سے بھی "ابولہب" کہلانے کا مستحق ہے۔

◆ **ابولہب کی بیوی کا انجام** ابولہب کی عورت ام جمیل باوجود مالدار ہونے کے سخت بخل اور خست کی بناء پر خود جنگل سے لکڑیاں چن کر لاتی، اور کانٹے حضرت کی راہ میں ڈال دیتی تا حضور ﷺ کو اور آنے والوں کو تکلیف پہنچے۔ فرماتے ہیں کہ وہ جس طرح یہاں حق کی دشمنی اور پیغمبر خدا کی ایذاء رسانی میں اپنے شوہر کی مددگار ہے۔ دوزخ میں بھی اسی ہیئت سے اس کے ہمراہ رہے گی۔ شاید وہاں زقوم اور ضریع کی (جو جہنم کے خاردار درخت ہیں) لکڑیاں اٹھائے پھرے۔ اور ان کے ذریعہ سے اپنے شوہر پر عذاب الٰہی کی آگ کو تیز کرتی رہے۔ کما قال ابن اثیر۔ **تنبیہ** بعض نے "حَمَّالَةَ الْحَطَبِ" کے معنی چغل خور کے لئے ہیں۔ اور محاورات عرب میں یہ لفظ اس معنی میں مستعمل ہوتا ہے جیسے فارسی میں بھی ایسے شخص کو "ہیزم کش" کہتے ہیں۔

◆ یعنی بہت مضبوط بٹی ہوئی چبھنے والی۔ اس سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک دوزخ کے طوق وسلاسل ہیں اور یہ تشبیہ "حَمَّالَةَ الْحَطَبِ" کی مناسبت سے دی گئی ہے۔ کیونکہ لکڑیوں کا بوجھ اٹھانے میں رسی کی ضرورت پڑتی ہے۔ لکھتے ہیں کہ اس عورت کے گلے میں ایک ہار بہت قیمتی تھا۔ کہا کرتی تھی کہ لات وعزیٰ کی قسم۔ اس کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عداوت پر خرچ کر ڈالوں گی۔ ضرور تھا کہ دوزخ میں بھی اس کی گردن ہار سے خالی نہ رہے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ اس بدبخت کی موت بھی اسی طرح واقع ہوئی، لکڑیوں کے گٹھے کی رسی گلے میں آ پڑی جس سے گلا گھٹ کر دم نکل گیا۔

آیاتھا ۴ (۱۱۲) سُوْرَةُ الْاِخْلَاصِ مَكِّيَّةٌ (۲۲) رکوعھا ۱

سورۂ اخلاص مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چار آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝۱ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝۲ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝۳ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝۴

تو کہہ وہ اللہ ایک ہے ۱ اللہ بے نیاز ہے ۲ نہ کسی کو جنا نہ کسی سے جنا ۳ اور نہیں اس کے جوڑ کا کوئی ۴

سورۃ الاخلاص

۱ **کہہ وہ اللہ ایک ہے** | یعنی جو لوگ اللہ کی نسبت پوچھتے ہیں کہ وہ کیسا ہے، ان سے کہہ دیجئے کہ وہ ایک ہے جس کی ذات میں کسی قسم کے تعدد و تکثر اور دوئی کی گنجائش نہیں۔ نہ اس کا کوئی مقابل، نہ مشابہ، اس میں مجوس کے عقیدہ کا رد ہو گیا جو کہتے ہیں کہ خالق دو ہیں۔ خیر کا خالق ''یزداں'' اور شر کا ''اہرمن۔'' نیز ہنود کی تردید ہوئی جو تینتیس کروڑ دیوتاؤں کو خدائی میں حصہ دار ٹھہراتے ہیں۔

۲ **صمد کے معنٰی** | ''صَمَد'' کی تفسیر کئی طرح کی گئی ہے۔ طبرانی ان سب کو نقل کر کے فرماتے ہیں۔ ''وَكُلُّ هٰذه صحيحة وهى صفات ربنا عزوجل هو الّذى يصمد اليه فى الحوائج وهو الّذى قد انتهى سؤددهٗ وهو الصمد الّذى لا جوف لهٗ ولا ياكل ولا يشرب وهو الباقى بعد خلقه '' (ابن کثیر) (یہ سب معانی صحیح ہیں اور یہ سب ہمارے رب کی صفات ہیں۔ وہ ہی ہے جس کی طرف تمام حاجات میں رجوع کیا جاتا ہے۔ یعنی سب اس

کے محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اور وہ ہی ہے جس کی بزرگی اور فوقیت تمام کمالات اور خوبیوں میں انتہاء کو پہنچ چکی ہے۔ اور وہ ہی ہے جو کھانے پینے کی خواہشات سے پاک ہے۔ اور وہ ہی ہے جو خلقت کے فنا ہونے کے بعد بھی باقی رہنے والا ہے) اللہ تعالیٰ کی صفت صمدیت سے ان جاہلوں پر رد ہوا جو کسی غیر اللہ کو کسی درجہ میں مستقل اختیار رکھنے والا سمجھتے ہوں۔ نیز آریوں کے عقیدۂ مادہ وروح کی تردید بھی ہوئی۔ کیونکہ ان کے اصول کے موافق اللہ تو عالم کے بنانے میں ان دونوں کا محتاج ہے اور یہ دونوں اپنے وجود میں اللہ کے محتاج نہیں۔ (العیاذ باللہ)

۳ **اللہ کی نہ اولاد ہے نہ والد** یعنی نہ کوئی اس کی اولاد، نہ وہ کسی کی اولاد، اس میں ان لوگوں کا رد ہوا جو حضرت مسیح کو یا حضرت عزیز کو خدا کا بیٹا اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے ہیں۔ نیز جو لوگ مسیح کو یا کسی بشر کو خدا مانتے ہیں ان کی تردید "لم یولد" میں کر دی گئی۔ یعنی خدا کی شان یہ ہے کہ اس کو کسی نے جنا نہ ہو۔ اور ظاہر ہے حضرت مسیح ایک پاکباز عورت کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ پھر وہ خدا کس طرح ہو سکتے ہیں۔

۴ **خدا کے جوڑ کا کوئی نہیں** جب اس کے جوڑ کا کوئی نہیں تو جورو یا بیٹا کہاں سے ہو۔ اس جملہ میں ان اقوام کا رد ہو گیا جو اللہ کی کسی صفت میں کسی مخلوق کو اس کا ہمسر ٹھہراتے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض گستاخ تو اس سے بڑھ کر صفات دوسروں میں ثابت کر دیتے ہیں۔ یہود کی کتابیں اٹھا کر دیکھو ایک دنگل میں خدا کی کشتی یعقوب علیہ السلام سے ہو رہی ہے، اور یعقوب خدا کو پچھاڑ دیتے ہیں۔ (العیاذ باللہ) "كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا." "اِنِّىْ اَسْاَلُكَ يَا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِىْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ اَنْ تَغْفِرَلِىْ ذُنُوْبِىْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ"

آیاتها ۵ (۱۱۳) سُوْرَةُ الْفَلَقِ مَكِّيَّةٌ (۲۰) رکوعها ۱

سورۂ فلق مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی پانچ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝۱ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝۲ وَ

تو کہہ میں پناہ میں آیا صبح کے رب کی ◆۱ ہر چیز کی بدی سے جو اس نے بنائی ◆۲ اور

مِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝۳ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی

بدی سے اندھیرے کی جب سمٹ آئے ◆۳ اور بدی سے عورتوں کی جو گرہوں میں

الْعُقَدِ ۝۴ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝۵

پھونک ماریں ◆۴ اور بدی سے برا چاہنے والے کی جب لگے ٹوک لگانے (ٹوکنے، ہونسنے) ◆۵

سورۃ الفلق

◆۱ **صبح کے رب کی پناہ** | یعنی جو رات کی ظلمت پھاڑ کر صبح کی روشنی نمودار کرتا ہے۔

◆۲ یعنی ہر ایسی مخلوق جس میں کوئی بدی ہو اس کی بدی سے پناہ مانگتا ہوں۔ آگے بمناسبت مقام چند مخصوص چیزوں کا نام لیا ہے۔

◆۳ **تاریکیوں سے اللہ کی پناہ** | یعنی رات کا اندھیرا کہ اس میں اکثر شرور خصوصاً سحر وغیرہ بکثرت واقع ہوتے ہیں، یا چاند کا گہن یا آفتاب کا غروب مراد ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "اس میں سب تاریکیاں آ گئیں ظاہر اور باطن کی۔ اور تنگدستی اور پریشانی اور گمراہی۔"

۴ **گرہوں میں پھونک مارنے والی عورتیں** نَفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ سے وہ عورتیں یا وہ جماعتیں یا وہ نفوس مراد ہیں جو ساحرانہ عمل کرنے کے وقت کسی تانت یا رسی یا بال وغیرہ میں کچھ پڑھ کر اور پھونک مار کر گرہ لگایا کرتے ہیں۔ حضور ﷺ پر جو سحر لبید بن اعصم نے کیا تھا، لکھا ہے کہ بعض لڑکیاں بھی اس میں شریک تھیں واللہ اعلم۔

۵ **حاسد کے حسد سے پناہ** حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "اس وقت اس کی ٹوک لگ جاتی ہے۔ بیشک ٹوک یا نظر لگ جانا ایک امر واقع ہے۔" لیکن اکثر مفسرین کے نزدیک "وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ" کا مطلب یہ ہے کہ حاسد جب اپنی قلبی کیفیت کو ضبط نہ کر سکے اور عملی طور پر حسد کا اظہار کرنے لگے، اس کی بدی سے پناہ مانگنا چاہئے۔ اگر ایک شخص کے دل میں بے اختیار حسد پیدا ہو مگر وہ اپنے نفس کو قابو میں رکھ کر محسود کے ساتھ کوئی ایسا برتاؤ نہ کرے وہ اس سے خارج ہے۔ نیز یاد رکھنا چاہئے کہ حسد کے معنی یہ ہیں دوسرے سے اللہ کی دی ہوئی نعمت کے زوال کا متمنی ہو۔ باقی یہ آرزو کرنا کہ مجھے بھی ایسی نعمت یا اس سے زائد عطا ہو جو فلاں کو عطا ہوئی ہے۔ حسد میں داخل نہیں۔ اس کو "غبطہ" کہتے ہیں۔ بخاری کی حدیث "لا حسد الا فی اثنتین الخ" میں لفظ "حسد" سے یہی غبطہ مراد ہے۔

اٰیاتُھَا ۶ (۱۱۴) سُوْرَةُ النَّاسِ مَکِّیَّةٌ (۲۱) رُکُوْعُھَا ۱

سورۂ ناس مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝۱ مَلِكِ النَّاسِ ۝۲ اِلٰهِ

تو کہہ میں پناہ میں آیا لوگوں کے رب کی لوگوں کے بادشاہ کی لوگوں کے

النَّاسِ ۝۳ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۵ الْخَنَّاسِ ۝۴ الَّذِیْ

معبود کی ۱ بدی سے اس کی جو پھسلائے (بہکائے) اور چھپ جائے ۲ وہ جو

یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝۵ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝۶ ع

خیال ڈالتا ہے لوگوں کے دل میں جنوں میں اور آدمیوں میں ۳

دُعَاءُ خَتْمِ الْقُرْاٰن

اَللّٰهُمَّ اٰنِسْ وَحْشَتِیْ فِیْ قَبْرِیْ ۚ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِیْ بِالْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ ۝ وَاجْعَلْهُ لِیْ اِمَامًا وَّنُوْرًا وَّهُدًى وَّرَحْمَةً ۝ اَللّٰهُمَّ ذَکِّرْنِیْ مِنْهُ مَا نَسِیْتُ وَعَلِّمْنِیْ مِنْهُ مَا جَهِلْتُ وَارْزُقْنِیْ تِلَاوَتَهٗ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَاٰنَاءَ النَّهَارِ وَاجْعَلْهُ لِیْ حُجَّةً يَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

ترجمہ: اے اللہ میری قبر میں وحشت کی جگہ انس پیدا کر دینا۔ اے اللہ مجھ پر قرآن عظیم کے طفیل میں رحم کرنا اور اسے میرے حق میں رہبر اور نور اور ہدایت اور رحمت بنا دینا۔ اے اللہ مجھ کو اس میں سے جو کچھ بھول گیا ہوں وہ مجھے یاد کرا دے اور اس میں سے جو کچھ میں نہ جانتا ہوں وہ مجھے سکھا دے اور مجھے اس کی تلاوت دن اور رات کے اوقات میں نصیب کرا اور اسے میرے لئے حجت بنا دے اے پروردگار عالم۔

سورۃ الناس

۱ انسانوں کا رب اور بادشاہ | اگرچہ اللہ تعالیٰ کی شان ربوبیت اور بادشاہت وغیرہ تمام مخلوقات کو شامل ہے، لیکن ان صفات کا جیسا کامل ظہور انسانوں میں ہوا، کسی دوسری مخلوق میں نہیں ہوا۔ اس لئے "رب" اور "ملک" وغیرہ کی اضافت ان ہی کی طرف کی گئی۔ نیز وسواس میں مبتلا ہونا بجز انسان کے دوسری مخلوق کی شان بھی نہیں۔

۲ شیطان کے وسوسہ سے پناہ | شیطان نظروں سے غائب رہ کر آدمی کو بہکاتا پھسلاتا ہے۔ جب تک آدمی غفلت میں رہا اس کا تسلط بڑھتا رہا۔ جہاں بیدار ہو کر اللہ کو یاد کیا یہ فوراً پیچھے کو کھسکا۔

۳ جنوں اور آدمیوں کے شیطان | شیطان جنوں میں بھی ہیں اور آدمیوں میں بھی۔ "وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا" (انعام۔ رکوع ۱۴) اللہ تعالیٰ دونوں سے پناہ میں رکھے۔ (تکملہ) ان دونوں سورتوں کی تفسیر میں علماء وحکماء نے بہت کچھ نکتہ آفرینیاں کی ہیں۔ حافظ ابن قیمؒ، امام رازیؒ، ابن سیناؒ، حضرت شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی کے بیانات درج کرنے کی یہاں گنجائش نہیں صرف استاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس اللہ روحہ کی تقریر کا خلاصہ درج کرتا ہوں تا فوائد قرآن کے حسن خاتمہ کے لئے ایک فال نیک ثابت ہو۔

ان دونوں سورتوں کی تفسیر قاسمی | "یہ ایک فطری اور عام دستور ہے کہ باغ میں جب کوئی نیا پودا زمین کو شق کرتا ہوا تخم سے باہر نکل آتا ہے تو باغبان (یا مالی) اس کے تحفظ میں پوری کوشش اور ہمت صرف کر دیتا ہے اور جب تک وہ جملہ آفات ارضی وسماوی سے محفوظ ہو کر اپنے حد کمال کو نہیں پہنچ جاتا اس وقت تک بہت زیادہ تردد اور عرق ریزی کرنا پڑتی ہے۔ اب غور کرنا چاہئے کہ پودے کی زندگی کو فنا کر دینے والی یا اس کے ثمرات کے تمتع سے مالک کو محروم بنا دینے والی وہ کون کون سی آفات ہیں جن کے شر اور مضرت سے بچا لینے میں باغبان کو اپنی مساعی کے کامیاب بنانے کی ہر وقت دھن لگی رہتی ہے۔ ادنیٰ تامل سے معلوم ہو جائے گا کہ ایسی آفات اکثر چار طرح سے ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ جن کے انسداد کے لئے باغبان کو چار امور کی اشد ضرورت ہے (اول) ایسے سبزہ خور جانوروں کے دندان ودہن کو اس پودے تک پہنچنے سے روکا جائے جن کی جبلت اور خاقت میں سبزہ وگیاہ کا کھانا داخل ہے (دوسرے) کنویں یا نہر یا بارش کا پانی اور ہوا اور حرارت آفتاب (غرضیکہ تمام اسباب زندگی و ترقی) کے پہنچنے کا پورا انتظام ہو۔ (تیسرے) اوپر سے برف اولہ وغیرہ جو اس کی حرارت غریزیہ کے اختناق کا باعث ہو، اس پر گرنے نہ پائے۔ یعنی ایسی چیزیں اس کی ترقی اور نشوونما کو روکنے والی ہیں (چوتھے) مالک باغ کا دشمن یا اور کوئی حاسد اس پودے کی شاخ و برگ وغیرہ کو نہ جلا دے یا اس کو جڑ سے اکھاڑ کر نہ پھینک دے۔ اگر ان چار باتوں کا خاطر خواہ بندوبست باغبان نے کر لیا تو خدا سے امید رکھنا چاہئے کہ وہ پودا بار آور ہوگا۔ پھولے پھلے گا، اور مخلوق اس کی پرمیوہ شاخوں سے استفادہ کرے گی۔ ٹھیک اسی طرح ہم کو خالق ارض وسما سے جو رب الفلق اور فالق الحب والنوی اور چمنستان عالم کا حقیقی مالک ومربی ہے اپنے شجرۂ وجود اور شجر ایمان کے متعلق ان ہی چار قسم کی آفات سے پناہ مانگنا چاہئے جو اوپر مذکور ہوئیں۔ پس معلوم کرنا چاہئے کہ جس طرح اول قسم میں سبزہ خور جانوروں کی ضرر رسانی محض ان کی طبیعت کے مقتضیات میں سے تھی،

شر ما خلق | اسی طرح "شر" کی اضافت "ما خلق" کی طرف سے بھی اسی جانب مشیر ہے کہ یہ شر اس مخلوق میں من حیث ھو مخلوق کے واسطے ثابت ہے اور اس کے صدور میں بجز ان کی طبیعت اور پیدائشی دواعی کے اور کسی سبب کو دخل نہیں جیسا کہ سانپ بچھو اور تمام سباع وبہائم وغیرہ میں مشاہدہ کیا جاتا ہے

نیش عقرب نہ از پئے کین است مقتضائے طبیعتش این ست

غاسق اذا وقب کی تفسیر اس کے بعد دوسرے درجہ میں "غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ" سے تعوذ کی تعلیم دی گئی ہے جس سے مفسرین کے نزدیک مراد یا تو رات ہے جب خوب اندھیری ہو، یا آفتاب ہے جب غروب ہو جائے، یا چاند ہے جب اس کو گہن لگ جائے ان میں سے کوئی معنی لو۔ اتنی بات یقینی ہے کہ غاسق میں سے شر کا پیدا ہونا اس کے وقوب (کسی چیز کے نیچے چھپ جانے) پر مبنی ہے اور ظاہر ہے وقوب (چھپ جانے) میں اس کے سوا کوئی بات نہیں کہ ایک چیز کا علاقہ ہم سے منقطع ہو جائے اور جو فوائد اس کے ظہور کے وقت ہم کو حاصل ہوتے تھے وہ اب ہاتھ نہ آئیں۔ لیکن جب یہ ہے تو یہ تمثیل اسباب و مسببات سے زیادہ اور کسی چیز پر چسپاں نہیں ہوتی۔ کیونکہ مسبب کا وجود اسباب و معدات کے وجود پر موقوف ہوتا ہے اور جب تک اسباب کا علاقہ مسببات کے ساتھ قائم نہ ہو، ہرگز کوئی مسبب اپنی ہستی میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اور یہی وہ بات ہے جس کو ہم نے آفت کی دوسری قسم میں یہ کہہ کر بیان کیا تھا کہ پانی، ہوا اور حرارت آفتاب (غرض کل اسباب زندگی و ترقی) کا اگر خاطر خواہ انتظام نہ ہو تو وہ پودا کملا کر خشک ہو جائے گا۔

سحر اور اسکا اثر اب اس کے بعد تیسرا تعوذ "نَفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ" سے کیا گیا، جس سے میں کہہ چکا ہوں ساحرانہ اعمال مراد ہیں۔ جو لوگ سحر کا وجود تسلیم کرتے ہیں وہ یہ مانتے ہیں کہ سحر کے اثر سے مسحور کو ایسے امور عارض ہو جاتے ہیں جن سے طبیعت کے اصلی آثار مغلوب ہو کر دب جائیں تو سحر کی یہ آفت اس آفت سے بہت ہی مشابہ ہوئی جو پودے پر برف وغیرہ گرنے اور حرارت غریزیہ کے مختنق (بند ہونے) کی وجہ سے پیدا ہوتی تھی جس سے اس کا نشو و نما رک جاتا تھا۔ لبید بن اعصم کے قصہ میں جو الفاظ آئے ہیں۔ "فَقَامَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کَاَنَّمَا اُنْشِطَ مِنْ عِقَالٍ" ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کسی چیز نے مستولی ہو کر آپ کے متقضیات طبیعت کو چھپا لیا تھا جو جبریل علیہ السلام کے تعوذ سے باذن اللہ دفع ہو گئی۔ اب ان آفات میں سے جن سے تحرز کرنا ضروری قرار دیا گیا تھا صرف ایک آخری درجہ باقی ہے۔ یعنی کوئی مالک باغ کا دشمن بر بنا عداوت و حسد پودے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے یا اس کی شاخ و برگ کاٹ ڈالے۔ "شر" کے اس مرتبہ کو "مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ" نے بہت ہی وضاحت کے ساتھ ادا کر دیا۔ اس تقریر میں اگر کچھ کمی ہے تو صرف اتنی کہ کبھی کبھی تخم کو ان چاروں آفات میں سے کسی کا سامنا کرنا نہیں پڑتا، بلکہ روئیدگی سے پہلے ہی یا تو بعض چیونٹیاں اس تخم کے باطن میں سے وہ خاص جوہر چوس لیتی ہیں جس سے تخم کی روئیدگی ہوتی ہے اور جس کو ہم "قلب المحبوب" یا "سویدائے تخم" سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ یا اندر ہی اندر گھن لگ کر کھوکھلا ہو جاتا ہے اور قابل نشو و نما نہیں رہتا۔

وسواس اندرونی خطرات ہیں شاید اسی سرسری کمی کی تلافی کے لئے دوسری سورت میں "اَلْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ" کے شر سے استعاذہ کی تعلیم فرمائی گئی۔ کیونکہ "وسواس" ان ہی فاسد خطرات کا نام ہے جو ظاہر ہو کر نہیں، بلکہ اندرونی طور پر ایمان کی قوت میں رخنہ ڈالتے ہیں۔ اور جن کا علاج عالم الخفیات والسرائر کے سوا کسی کے قبضہ میں نہیں۔ لیکن جب وساوس کا مقابلہ ایمان سے ٹھہرا تو دفع وساوس کے واسطے انہی صفات سے تمسک کرنے کی ضرورت ہوئی جو ایمان کے اصل مبادی و مناشی گنے جاتے ہیں اور جن سے ایمان کو مدد پہنچتی ہے۔ اب تجربہ سے معلوم ہوا کہ سب سے اول ایمان (انقیاد و تسلیم) کا نشو و نما حق تعالیٰ کی تربیت ہائے بے پایاں اور انعامات بے غایت ہی کو دیکھ کر حاصل ہوتا ہے۔ پھر جب ہم اس کی ربوبیت مطلقہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمارا ذہن ادھر منتقل ہوتا ہے کہ وہ رب العزت مالک الملک اور شہنشاہ مطلق بھی ہے کیونکہ تربیت مطلقہ کے معنی ہر قسم کی جسمانی و روحانی ضروریات بہم پہنچانے کے ہیں اور یہ کام بجز ایسی ذات منبع الکمالات کے اور کسی سے بن نہیں پڑ سکتا۔ جو ہر قسم کی ضروریات کی مالک ہو اور دنیا کی کوئی ایک چیز بھی اس کے قبضہ اقتدار سے خارج نہ ہو سکے۔

مالک الملک ایسی ہی ذات کو ہم "مالک الملک" اور "شہنشاہ مطلق" کہہ سکتے ہیں۔ اور لاریب اس کی یہ شان ہونی چاہئے "لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ" گویا "مالکیت" یا "ملکیت" ایک ایسی قوت کا نام ہے جس کی فعلیت کا مرتبہ "ربوبیت" سے

موسوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ربوبیت کا کل خلاصہ اعطاء منفعت اور دفع مضرت ہے اور ان دونوں چیزوں پر قادر ہونا یہ ملک علی الاطلاق کا منصب ہے۔ پھر ذرا اور آگے بڑھتے ہیں تو ملک علی الاطلاق ہونے ہی سے ہم کو اس کی معبودیت (الٰہیت) کا سراغ ملتا ہے۔ کیونکہ معبود اسی کو کہتے ہیں جس کے حکم کے سامنے گردن ڈال دی جائے اور اس کے حکم کے مقابلہ میں کسی دوسرے کے حکم کی اصلا پروانہ کی جائے۔ تو ظاہر ہے کہ یہ انقیاد و بندگی بجز محبت کاملہ اور حکومت مطلقہ کے اور کسی کے سامنے سزاوار نہیں اور ان دونوں چیزوں کا اصلی مستحق اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے معبودیت و الٰہیت کی صفت بھی تنہا اسی وحدہٗ لاشریک لہٗ کے لئے ثابت ہو گئی۔ پڑھو "اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا" غرض سب سے اول جو صفت ایمان کا مبدأ بنتی ہے وہ ربوبیت ہے اس کے بعد صفت ملکیت اور سب کے بعد الوہیت کا مرتبہ ہے۔ پس جو شخص اپنے ایمان کو وساوس شیطانی کی مضرت سے بچانے کے لئے حق تعالیٰ کی بارگاہ میں چارہ جوئی کرے گا اس کو اسی طرح درجہ بدرجہ نیچے کی عدالت سے اوپر کی عدالت میں جانا مناسب ہوگا جس طرح خود اس نے بالترتیب اپنی صفات (رَبِّ النَّاسِ، مَلِكِ النَّاسِ، اِلٰهِ النَّاسِ) کو سورۂ "الناس" میں بیان فرما دیا ہے۔

ایک لطیف نکتہ اور عجیب بات یہ ہے کہ جس طرح مستعاذ بہ کی جانب میں یہاں تین صفتیں بغیر واؤ عطف اور بغیر اعادۂ باء جارہ کے مذکور ہیں اسی طرح مستعاذ منہ کی جانب بھی تین چیزیں نظر آتی ہیں جو صفت در صفت کر کے بیان کی گئی ہیں۔ اس کو یوں سمجھ سکتے ہو کہ لفظ وسواس کو صفت الوہیت کے مقابلہ میں رکھو، کیونکہ جس طرح مستعاذ بہ حقیقی "اِلٰهِ النَّاسِ" ہے اور "مَلِكِ" و "رَبِّ" اسی تک رسائی حاصل کرانے کے عنوان قرار دیئے گئے ہیں، اسی طرح مستعاذ منہ کی حقیقت یہ ہی وسواس ہے جس کی صفت آگے "خناس" بیان فرمائی ہے۔ "خناس" سے مراد یہ ہے کہ شیطان بحالت غفلت آدمی کے دل میں وسواس ڈالتا رہتا ہے، اور جب کوئی بیدار ہو جائے تو چوروں کی طرح پیچھے کو کھسک آتا ہے ایسے چوروں اور بدمعاشوں کا بندوبست اور ان کے دست تعدی سے رعایا کو مصئون و مامون بنانا بادشاہان وقت کا خاص فریضہ ہوتا ہے اس لیے مناسب ہوگا کہ اس صفت کے مقابل "ملک الناس" کو رکھا جائے۔ اور "اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ" جو "خناس" کی فعلیت کا درجہ ہے اور جس کو ہم چور کے نقب لگانے سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔ اس کو "رَبِّ النَّاسِ" کے مقابلہ میں (جو حسب تحریر سابق "ملک الناس" کی فعلیت کا مرتبہ ہے) شمار کیا جائے۔ پھر دیکھئے کہ مستعاذ منہ اور مستعاذ بہ میں کس قدر تام اور کامل تقابل ظاہر ہوتا ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم باسرار کلامہ۔

آنحضرتؐ پر سحر کا اثر رسالت کے منافی نہیں **تنبیہ** کئی صحابہ۔ (مثلاً عائشہ صدیقہ، ابن عباس، زید بن ارقم رضی اللہ عنہم) سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بعض یہود نے سحر کیا۔ جس کے اثر سے ایک طرف کا مرض سا بدن مبارک کو لاحق ہو گیا۔ اس دوران میں کبھی ایسا بھی ہوا کہ آپ ایک دنیوی کام کر چکے ہیں، مگر خیال گزرتا تھا کہ نہیں کیا۔ یا ایک کام نہیں کیا اور خیال ہوتا تھا کہ کر چکے ہیں۔ اس کے علاج کے واسطے اللہ تعالیٰ نے یہ دو سورتیں نازل فرمائیں اور ان کی تاثیر سے وہ اثر باذن اللہ زائل ہو گیا۔ واضح رہے کہ یہ واقعہ صحیحین میں موجود ہے جس پر آج تک کسی محدث نے جرح نہیں کی۔ اور اس طرح کی کیفیت منصب رسالت کے قطعاً منافی نہیں۔ جیسے آپ کبھی کبھی بیمار ہوئے۔ بعض اوقات غشی طاری ہو گئی یا کئی مرتبہ نماز میں سہو ہو گیا، اور آپ نے فرمایا "اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اَنْسٰی كَمَا تَنْسَوْنَ فَاِذَا نَسِیْتُ فَذَكِّرُوْنِیْ" (میں بھی ایک بشر ہی ہوں جیسے تم بھولتے ہو، میں بھی بھولتا ہوں، میں بھول جاؤں تو یاد دلا دیا کرو) کیا اس غشی کی کیفیت اور سہو و نسیان کو پڑھ کر کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ اب وحی اور آپ کی دوسری باتوں پر کیسے یقین کریں، ممکن ہے ان میں بھی سہو و نسیان اور بھول چوک ہو گئی ہو۔ اگر وہاں سہو و نسیان کے ثبوت سے یہ لازم نہیں آتا کہ وحی الٰہی اور فرائض تبلیغ میں شکوک و شبہات پیدا کرنے لگیں، تو اتنی بات سے کہ احیاناً آپ ایک کام کر چکے

ہوں اور خیال گزرے کہ نہیں کیا، کس طرح لازم آیا کہ آپ کی تمام تعلیمات اور فرائض بعثت سے اعتبار اٹھ جائے۔ یاد رکھئے سہو و نسیان، مرض اور غشی وغیرہ عوارض خواص بشریت سے ہیں۔ اگر انبیاء بشر ہیں، تو ان خواص کا پایا جانا ان کے رتبہ کو کم نہیں کرتا۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ جب ایک شخص کی نسبت دلائل قطعیہ اور براہین نیرہ سے ثابت ہو جائے کہ وہ یقیناً اللہ کا سچا رسول ہے، تو ماننا پڑے گا کہ اللہ نے اس کی عصمت کا تکفل کیا ہے اور وہی اس کو اپنی وحی کے یاد کرانے سمجھانے اور پہنچانے کا ذمہ دار ہے۔ ناممکن ہے کہ اس کے فرائض دعوت و تبلیغ کی انجام دہی میں کوئی طاقت خلل ڈال سکے۔ نفس ہو، یا شیطان، مرض ہو، یا جادو، کوئی چیز ان امور میں رخنہ اندازی نہیں کر سکتی، جو مقصد بعثت کے متعلق ہیں۔ کفار جو انبیاء کو "مسحور" کہتے تھے، چونکہ ان کا مطلب نبوت کا ابطال اور یہ ظاہر کرنا تھا کہ جادو کے اثر سے ان کی عقل ٹھکانے نہیں رہی، گویا "مسحور" کے معنی "مجنون" کے لیتے تھے اور وحی الٰہی کو جوش جنون قرار دیتے تھے (العیاذ باللہ) اس لیے قرآن میں ان کی تکذیب و تردید ضروری ہوئی۔ یہ دعویٰ کہیں نہیں کیا گیا کہ انبیاء علیہم السلام لوازم بشریت سے مستثنیٰ ہیں۔ اور کسی وقت ایک آن کے لئے کسی نبی پر سحر کا معمولی اثر جو فرائض بعثت میں اصلاً خلل انداز نہ ہو نہیں ہو سکتا۔

دونوں سورتیں قرآن کا حصہ ہیں | **تنبیہ دوم** معوذتین کے قرآن ہونے پر تمام صحابہؓ کا اجماع ہے اور ان کے عہد سے آج تک بتواتر ثابت ہے۔ صرف ابن مسعودؓ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ ان دو سورتوں کو اپنے مصحف میں نہیں لکھتے تھے۔ لیکن واضح رہے کہ ان کو بھی ان سورتوں کے کلام اللہ ہونے میں شبہ نہ تھا۔ وہ مانتے تھے کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور لاریب آسمان سے اترا ہے۔ مگر ان کے نازل کرنے کا مقصد رقیہ اور علاج تھا۔ معلوم نہیں کہ تلاوت کی غرض سے اتاری گئی یا نہیں اس لئے ان کو مصحف میں درج کرنا اور اس قرآن میں شامل کرنا جس کی تلاوت نماز وغیرہ میں مطلوب ہے، خلاف احتیاط ہے۔ روح البیان میں ہے۔ " انہٗ کان لا یعدّ المعوذتین من القران وکان لا یکتبھما فی مصحفه یقول انھما مُنزّلتان مِنَ السَّماءِ وھما من کلام رب العالمین ولکنَّ النبیّ علیه الصلوٰۃ والسلام کان یرقی ویعوذبھما فاشتبه علیه انھما من القران اولیستامنه فلم یکتبھما فی المصحف " (صفحہ ۲۳ے جلد ۴) قاضی ابوبکر باقلانی لکھتے ہیں۔" لم ینکر ابن مسعود کونھما من القران وانما انکر اثباتھما فی المصحف فانه کان یری ان لا یکتب فی المصحف شیئا الا ان کان النبیُّ صلی اللّٰه علیه وسلم اذن فی کتابته فیه وکانه لم یبلغه الاذن " (فتح الباری صفحہ ۵۷۱ جلد ۸) حافظ نے ایک اور عالم کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔" لم یکن اختلاف ابن مسعود مع غیرہ فی قرانیتھما وانما کان فی صفة من صفاتھما۔ " (فتح الباری صفحہ ۵۷۱ جلد ۸) بہر حال ان کی یہ رائے بھی شخصی اور انفرادی تھی اور جیسا کہ بزار نے تصریح کی ہے۔ کسی ایک صحابی نے ان سے اتفاق نہیں کیا اور بہت ممکن ہے کہ جب تواتر سے ان کو ثابت ہو گیا ہو کہ یہ بھی قرآن متلو ہے تو اپنی رائے پر قائم نہ رہے ہوں۔ اس کے علاوہ ان کی یہ انفرادی رائے بھی محض خبر واحد سے معلوم ہوئی ہے جو تواتر قرآن کے مقابلہ میں قابل سماعت نہیں ہو سکتی۔ شرح مواقف میں ہے۔ ان اختلاف الصحابة فی بعض سور القران مروی بالاحاد المفیدة للظن ومجموع القران منقول بالتواتر المفید للیقین الذی یضمحل الظن فی مقابلته فتلک الاحاد مما لایلتفت الیه ثم ان سلمنا اختلافھم فیما ذکر فلنا انھم لم یختلفوا فی نزوله علی النبیّ صلی اللّٰه علیه وسلم ولا فی بلوغه فی البلاغة حدالاعجاز بل فی مجرد کونه من القران وذلک لا یضر فیما نحن بصددہ اھ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ واجیب باحتمال انه کان متواتراً فی عصر ابن مسعود لکن لم یتواتر عند ابن مسعود فانحلت العقدۃ بعون اللّٰه تعالیٰ الخ اور صاحب المعانی کہتے ہیں۔ ولعل ابن مسعود رجع عن ذلک۔ اھ

❁❁❁❁

تشکر از مفسر

اس رب کریم کا شکر کس زبان سے کروں۔ جس کی خالص توفیق وتیسیر سے آج یہ مہتم بالشان کام انجام کو پہنچا۔ الٰہی! آج عرفہ کے مبارک دن اور وقوف بعرفات کے وقت تیرے کلام پاک کی ایک مختصری خدمت جو محض تیرے فضل واعانت سے اختتام پذیر ہوئی، تیری بارگاہ قدس میں بصد عجز ونیاز پیش کرتا ہوں۔ تو اپنے فضل وکرم سے اس کو قبول فرما اور مقبول بنا۔ الٰہی! میں معترف ہوں کہ اس خدمت کی انجام دہی میں حق اخلاص ادا نہیں ہوسکا۔ لیکن تیری رحمت ورافت جب سیئات کو حسنات سے بدل ڈالتی ہے اس کے لئے ایک صورت حسنہ کو حقیقت حسنہ بنا دینا کیا بڑی بات ہے۔ میرا گمان تیرے ساتھ یہی ہے کہ تو اپنی نکتہ نوازی سے اس ناچیز عمل کو زندۂ جاوید بنائیگا اور اس کے نیک ثمرات سے دارین میں مجھ کو متمتع فرمائیگا۔ اے اللہ! تو اپنے قرآن پاک کی برکت سے میری، میرے والدین کی میرے شیوخ واساتذہ کی، میرے اقارب واحباب کی، اور ان کی جو اس کار خیر کے محرک وداعی بنے، یا جنہوں نے اس عظیم الشان کام میں رفاقت واعانت کی، سب کی مغفرت فرمایئے اور سب کو دنیا وآخرت کی بلاؤں سے مامون ومصئون رکھیے اور حضرت مترجم قدس سرہٗ کے ساتھ جنت الفردوس میں جمع کیجئے۔" رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ اَللّٰهُمَّ آنِسْ وَحْشَتِيْ فِيْ قَبْرِيْ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ بِالْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ ۝ وَاجْعَلْهُ لِيْ اِمَامًا وَّنُوْرًا وَّهُدًى وَّرَحْمَةً ۝ اَللّٰهُمَّ ذَكِّرْنِيْ مِنْهُ مَا نَسِيْتُ وَعَلِّمْنِيْ مِنْهُ مَا جَهِلْتُ وَارْزُقْنِيْ تِلَاوَتَهٗ اٰنَآءَ اللَّيْلِ وَاٰنَآءَ النَّهَارِ وَاجْعَلْهُ لِيْ حُجَّةً يَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝"

نعم ما قیل: اول وآخر قرآن زچہ با آمد وسین یعنی اندر دو جہاں رہبر ما قرآن بس۔

۹ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ

دیوبند

العبد الفقیر

فضل اللہ المدعو بہ شبیر احمد ابن مولانا فضل الرحمٰن العثمانی

قد کان ابی عثمانی بفضل اللہ وکان ینشد: ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ ولوکرہ الاعداء من کل حاسد!

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَّسِيْنَا أَوْ أَخْطَأْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۖ وَاعْفُ عَنَّا ۗ وَاغْفِرْ لَنَا ۗ وَارْحَمْنَا ۚ أَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

ترجمہ: اے رب ہمارے نہ پکڑ ہم کو اگر ہم بھولیں یا چوکیں۔ اے رب ہمارے اور نہ رکھ ہم پر بوجھ بھاری جیسا رکھا تھا ہم سے اگلے لوگوں پر۔ اے رب ہمارے اور نہ اٹھوا ہم سے وہ بوجھ کہ جس کی ہم کو طاقت نہیں اور درگزر کر ہم سے اور بخش ہم کو اور رحم کر ہم پر تو ہی ہمارا رب ہے مدد کر ہماری کافروں پر۔

دُعَاءُ خَتْمِ الْقُرْاٰن

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ ۝ وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا بِكُلِّ حَرْفٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ حَلَاوَةً وَّبِكُلِّ جُزْءٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ جَزَآءً ۝ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا بِالْاَلِفِ اُلْفَةً وَّبِالْبَاءِ بَرَكَةً وَّبِالتَّاءِ تَوْبَةً وَّبِالثَّاءِ ثَوَابًا وَّبِالْجِيْمِ جَمَالًا وَّبِالْحَاءِ حِكْمَةً وَّبِالْخَاءِ خَيْرًا وَّبِالدَّالِ دَلِيْلًا وَّبِالذَّالِ ذَكَاءً وَّبِالرَّاءِ رَحْمَةً وَّبِالزَّاءِ زَكٰوةً وَّبِالسِّيْنِ سَعَادَةً وَّبِالشِّيْنِ شِفَآءً وَّبِالصَّادِ صِدْقًا وَّبِالضَّادِ ضِيَآءً وَّبِالطَّاءِ طَرَاوَةً وَّبِالظَّاءِ ظَفَرًا وَّبِالْعَيْنِ عِلْمًا وَّبِالْغَيْنِ غِنًى وَّبِالْفَاءِ فَلَاحًا وَّبِالْقَافِ قُرْبَةً وَّبِالْكَافِ كَرَامَةً وَّبِاللَّامِ لُطْفًا وَّبِالْمِيْمِ مَوْعِظَةً وَّبِالنُّوْنِ نُوْرًا وَّبِالْوَاوِ وُصْلَةً وَّبِالْهَآءِ هِدَايَةً وَّبِالْيَاءِ يَقِيْنًا ۝ اَللّٰهُمَّ انْفَعْنَا بِالْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ وَارْفَعْنَا بِالْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ وَتَقَبَّلْ مِنَّا قِرَآءَتَنَا وَتَجَاوَزْ عَنَّا مَا كَانَ فِيْ تِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ مِنْ خَطَاٍ اَوْ نِسْيَانٍ اَوْ تَحْرِيْفِ كَلِمَةٍ عَنْ مَّوَاضِعِهَآ اَوْ تَقْدِيْمٍ اَوْ تَاْخِيْرٍ اَوْ زِيَادَةٍ اَوْ نُقْصَانٍ اَوْ تَاْوِيْلٍ عَلٰى غَيْرِ مَآ اَنْزَلْتَهٗ عَلَيْهِ اَوْ رَيْبٍ اَوْ شَكٍّ اَوْ سَهْوٍ اَوْ سُوْٓءِ اِلْحَانٍ اَوْ تَعْجِيْلٍ عِنْدَ تِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ اَوْ كَسَلٍ اَوْ سُرْعَةٍ اَوْ زَيْغِ لِسَانٍ اَوْ وَقْفٍ بِغَيْرِ وُقُوْفٍ اَوْ اِدْغَامٍ بِغَيْرِ مُدْغَمٍ اَوْ اِظْهَارٍ بِغَيْرِ بَيَانٍ اَوْ مَدٍّ اَوْ تَشْدِيْدٍ اَوْ هَمْزَةٍ اَوْ جَزْمٍ اَوْ اِعْرَابٍ بِغَيْرِ مَا كَتَبَهٗ اَوْ قِلَّةِ رَغْبَةٍ وَّرَهْبَةٍ عِنْدَ اٰيٰتِ الرَّحْمَةِ وَاٰيٰتِ الْعَذَابِ فَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا وَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ قُلُوْبَنَا بِالْقُرْاٰنِ وَزَيِّنْ اَخْلَاقَنَا بِالْقُرْاٰنِ وَنَجِّنَا مِنَ النَّارِ بِالْقُرْاٰنِ وَاَدْخِلْنَا فِي الْجَنَّةِ بِالْقُرْاٰنِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلِ الْقُرْاٰنَ لَنَا فِي الدُّنْيَا قَرِيْنًا وَّفِي الْقَبْرِ مُوْنِسًا وَّعَلَى الصِّرَاطِ نُوْرًا وَّفِي الْجَنَّةِ رَفِيْقًا وَّمِنَ النَّارِ سِتْرًا وَّحِجَابًا وَّاِلَى الْخَيْرٰتِ كُلِّهَا دَلِيْلًا فَاكْتُبْنَا عَلَى التَّمَامِ وَارْزُقْنَا اَدَآءً بِالْقَلْبِ وَاللِّسَانِ وَحُبَّ الْخَيْرِ وَالسَّعَادَةِ وَالْبِشَارَةِ مِنَ الْاِيْمَانِ ۝ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۝ اٰمِيْنَ ۝ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا اَبَدًا ۝

رموز اوقاف

اوقاف لازمی اور ضروری		
نمبر شمار	علامات	رموز
۱	م	وقف لازم
۲	ط	وقف مطلق
۳	سکتۃ	علامت سکتہ یہاں اس طرح ٹھہرو کہ سانس نہ ٹوٹے۔
۴	وقفہ	علامت وقفہ، یہاں سکتے کی نسبت زیادہ ٹھہرنا چاہئے لیکن سانس نہ توڑے۔
۵	○	ختم آیت کی علامت ہے۔ دائرہ پر اگر کوئی اور علامت نہ ہو تو رک جاؤ ورنہ علامت کے مطابق عمل کرو۔
۶	۵	آیت غیر کوفی کی علامت ہے۔ اس کا حکم بھی وہی ہے جو دائرہ کا ہے۔
وصل یعنی وہ مقام جہاں ملا کر پڑھنا ضروری ہے		
۱	لا	جب ۵ اور ○ کے بغیر ہو تو ملانا ضروری ہے۔
ذیل کی علامت میں وصل بہتر ہے		
۱	ز	وقف مجوز
۲	ص	یہاں وقف کی رخصت ہے۔
۳	ق	وقف کا قول ضعیف ہے۔ ''ق'' قیل علیہ الوقف کا مخفف ہے۔
۴	صلے	الوصل اولیٰ کا مخفف ہے۔ یعنی وصل بہتر ہے۔
۵	صل	قد یوصل کا مخفف ہے۔ بوقتِ ضرورت وقف کر سکتے ہیں۔
جہاں وقف بہتر ہے		
۱	قف	وقف بہتر کی ایک ہی علامت ہے، اس کے علاوہ قرآن مجید میں اکثر حاشیہ پر جو وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقف جبرئیل، وقف غفران، وقف منزل لکھا ہوتا ہے تو وہاں بھی وقف بہتر ہے۔
وقف اور وصل مساوی ہیں		
۱	لا ○ لا ۵	ان دونوں کو آیت لا کہتے ہیں، دونوں کے وقف یا وصل میں اختلاف ہے۔ مختصر یہ کہ دونوں جائز ہیں، کسی امر کو ترجیح نہیں دی جا سکتی، پڑھنے والا حسب معانی وقف یا وصل کر لے۔
۲	ج	وقف جائز۔
علامات متفرقہ		
۱	ك	کذٰلک کا مخفف ہے۔ اس سے مراد ہے کہ جو رمز اس سے پہلی آیت میں آچکی ہے اسی کا حکم اس پر بھی ہے۔
۲	∴ ∴	یہ تین نقاط والے دو وقف قریب قریب آتے ہیں۔ حاشیہ میں معانقہ یا مع لکھ دیتے ہیں، ان میں سے ایک پر ٹھہرنا چاہئے، دوسرے پر نہیں۔

ضروری ہدایت

قرآن مجید میں بیس مقامات ایسے ہیں کہ ذرا سی بے احتیاطی سے نادانستہ کلمۂ کفر کا ارتکاب ہو جاتا ہے یعنی زیر زبر اور پیش کی غلطی سے معنی کچھ کے کچھ ہو جاتے ہیں اور دانستہ پڑھنے سے گناہ کیا بلکہ کفر تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ ذیل میں وہ تمام مقام درج کیے جاتے ہیں۔

نمبر شمار	مقام		صحیح	غلط
۱	سورۃ الفاتحۃ		أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ	أَنْعَمْتُ عَلَيْهِمْ
۲	سورۃ الفاتحۃ		إِيَّاكَ نَعْبُدُ	إِيَاكَ نَعْبُدُ
۳	سورۃ البقرۃ	رکوع ۱۵	وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ	إِبْرَاهِيمُ رَبَّهُ
۴	سورۃ البقرۃ	رکوع ۳۳	وَقَتَلَ دَاوُدُ جَالُوتَ	دَاوُدَ جَالُوتُ
۵	سورۃ البقرۃ	رکوع ۳۴	اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ	اللَّهَ
۶	سورۃ البقرۃ	رکوع ۳۶	وَاللَّهُ يُضٰعِفُ	يُضْعِفُ
۷	سورۃ النساء	رکوع ۲۳	رُسُلًا مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ	مُبَشَّرِينَ وَمُنْذَرِينَ
۸	سورۃ التوبۃ	رکوع ۱	مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَرَسُولُهُ	وَرَسُولِهِ
۹	سورۃ بنی اسرآئیل	رکوع ۲	وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ	مُعَذَّبِينَ
۱۰	سورۃ طٰہٰ	رکوع ۷	وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ	آدَمَ رَبُّهُ
۱۱	سورۃ الانبیاء	رکوع ۶	إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ	إِنِّي كُنْتَ
۱۲	سورۃ الشعراء	رکوع ۱۱	لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ	مُنْذَرِينَ
۱۳	سورۃ فاطر	رکوع ۴	يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ	اللَّهُ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءَ
۱۴	سورۃ الصّٰفّٰت	رکوع ۲	مُنْذِرِينَ	مُنْذَرِينَ
۱۵	سورۃ الفتح	رکوع ۲	صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ	اللَّهَ رَسُولُهُ
۱۶	سورۃ الحشر	رکوع ۳	الْمُصَوِّرُ	الْمُصَوَّرُ
۱۷	سورۃ الحاقۃ	رکوع ۱	إِلَّا الْخَاطِئُونَ	إِلَّا الْخَاطَئُونَ
۱۸	سورۃ المزمل	رکوع ۱	فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ	فِرْعَوْنَ الرَّسُولُ
۱۹	سورۃ المرسلٰت	رکوع ۲	فِي ظِلَالٍ	فِي ضَلَالٍ
۲۰	سورۃ النّٰزعٰت	رکوع ۲	إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرُ	مُنْذَرُ

رسم الخط

- عربی میں یائے مجہول نہیں ہے۔ لیکن قرآن مجید میں صرف ایک موقع پر آئی ہے۔ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا کو "مجرے ہا و مرسٰہا" پڑھیں گے۔
- قرآن میں اکثر جگہ الف لکھا جاتا ہے لیکن پڑھا نہیں جاتا مثلاً علامتِ جمع کے لئے جو الف آتا ہے اس کو نہیں پڑھتے جیسے "قالوا" میں آخری الف نہیں پڑھا جائے گا۔
- اس کے علاوہ قرآن مجید میں بعض اور ایسے کلمات آتے ہیں جن پر عربی رسم الخط میں الف لکھا جاتا ہے لیکن اس کا تلفظ نہیں کیا جاتا۔ ایسے لفظوں پر صفر (گول دائرہ) لگا دیتے ہیں۔ مثلاً أَنَا کو أَنَ پڑھتے ہیں آخری الف نہیں پڑھا جاتا۔ ایسے اور مقامات ذیل میں دئے جاتے ہیں۔ ہر لفظ کے نیچے سورت اور آیت کا حوالہ دیا گیا ہے۔

أَفَا۟ئِن مَّاتَ (۱۴۴:۳) ، مَلَا۟ئِهٖ (۱۰۳:۷) ، لَا۟أَوْضَعُوا۟ (۴۷:۹) ، مَلَا۟ئِهٖ (۷۵:۱۰) ، مَلَا۟ئِهِمْ (۸۳:۱۰) ، ثَمُوْدَا۟ (۳۸:۲۵) ، مَلَا۟ئِهٖ (۹۷:۱۱)

أَمَمْ لِّتَتْلُوَا۟ (۳۰:۱۳) ، لَن نَّدْعُوَا۟ (۱۴:۱۸) ، أَفَا۟ئِن مِّتَّ (۳۴:۲۱) ، مَلَا۟ئِهٖ (۴۶:۲۳) ، ثَمُوْدَا۟ (۳۸:۲۵) ، مَلَا۟ئِهٖ (۳۲:۲۸) ، ثَمُوْدَا۟ (۳۸:۲۹)

أَتَيْتُم مِّن رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ (۳۹:۳۰) ، لَا۟إِلَى الْجَحِيْمِ (۶۸:۳۷) ، مَلَا۟ئِهٖ (۴۶:۴۳) ، وَلٰكِن لِّيَبْلُوَا۟ (۴:۴۷) ، نَبْلُوَا۟ (۳۱:۴۷)

ثَمُوْدَا۟ (۵۱:۵۳) ، سَلَاسِلَا۟ (۴:۷۶) ، قَوَارِيْرَا۟ مِن (۱۶:۷۶) ، أَنَا۟ (ہر جگہ) ، لٰكِنَّا۟ (۳۸:۱۸) ، بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا۟ (۱۰:۳۳) ، أَطَعْنَا الرَّسُوْلَا۟ (۶۶:۳۳)

فَأَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا۟ (۶۷:۳۳) ، لَا۟إِلَى اللّٰهِ (۱۵۸:۳) ، لِشَا۟ىْءٍ (۲۳:۱۸) ، لَا۟أَذْبَحَنَّهٗ (۲۱:۲۷) ، لَا۟أَنتُمْ (۱۳:۵۹)

❁❁❁❁

سجودِ تلاوت

قرآن مجید میں درج ذیل ۱۴ مقامات کے پڑھنے یا کسی اور کو پڑھتے ہوئے سننے سے سجدہ کرنا واجب ہو جاتا ہے۔اس کو سجدہ تلاوت کہتے ہیں۔

نمبر سجدہ	پارہ	نام سورت	شمار سورت	رکوع	آیت	موجب سجدہ	موضع سجدہ	جلد تفسیر	صفحہ
۱	۹	سورۃ الاعراف	۷	۲۴	۲۰۶	یَسْجُدُوْنَ	یَسْجُدُوْنَ	۱	۷۹۸
۲	۱۳	سورۃ الرعد	۱۳	۲	۱۵	وَلِلّٰہِ یَسْجُدُ	وَالْاٰصَالِ	۲	۲۴۲
۳	۱۴	سورۃ النحل	۱۶	۶	۴۹	وَلِلّٰہِ یَسْجُدُ	مَا یُؤْمَرُوْنَ	۲	۳۳۰
۴	۱۵	سورۃ بنی اسرآئیل	۱۷	۱۲	۱۰۹	یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا	خُشُوْعًا	۲	۴۲۲
۵	۱۶	سورۃ مریم	۱۹	۴	۵۸	خَرُّوْا سُجَّدًا	وَبُکِیًّا	۲	۴۹۴
۶	۱۷	سورۃ الحج	۲۲	۲	۱۸	یَسْجُدُ لَہٗ	مَا یَشَآءُ	۲	۵۹۸
۷	۱۹	سورۃ الفرقان	۲۵	۵	۶۰	اُسْجُدُوْا	نُفُوْرًا	۲	۷۲۸
۸	۱۹	سورۃ النمل	۲۷	۲	۲۶	اَلَّا یَسْجُدُوْا لِلّٰہِ	رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ	۲	۷۸۶
۹	۲۱	سورۃ السجدۃ	۳۲	۲	۱۵	خَرُّوْا سُجَّدًا	لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ	۳	۱۰۴
۱۰	۲۳	سورۃ صٓ	۳۸	۲	۲۴	وَخَرَّ رَاکِعًا	وَاَنَابَ	۳	۲۶۴
۱۱	۲۴	سورۃ حٰمٓ السجدۃ	۴۱	۵	۳۸	وَاسْجُدُوْا لِلّٰہِ	لَا یَسْئَمُوْنَ	۳	۳۶۸
۱۲	۲۷	سورۃ النجم	۵۳	۳	۶۲	فَاسْجُدُوْا	وَاعْبُدُوْا	۳	۵۸۰
۱۳	۳۰	سورۃ الانشقاق	۸۴	۱	۲۱	یَسْجُدُوْنَ	یَسْجُدُوْنَ	۳	۸۶۰
۱۴	۳۰	سورۃ العلق	۲۴	۱	۱۹	وَاسْجُدْ	وَاقْتَرِبْ	۳	۸۹۶
نزد الشافعی	۱۷	سورۃ الحج	۲۲	۱۰	۷۷	وَاسْجُدُوْا	تُفْلِحُوْنَ	۲	۶۲۶

☆ بہتر تو یہ ہے کہ جس وقت سجدے کی آیت پڑھی جائے یا سنی جائے اسی وقت سجدہ کر لیا جائے۔لیکن اگر اس وقت سجدہ نہ کیا جب بھی کوئی گناہ نہیں۔البتہ زیادہ تاخیر کرنا مکروہ ہے۔

☆ نماز سے باہر سجدہ تلاوت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کھڑے ہو کر تکبیر (اللہ اکبر) کہتے ہوئے سجدہ کرے اور پھر تکبیر (اللہ اکبر) کہتے ہوئے کھڑے ہو جائے۔لیکن اگر بیٹھے ہی سجدہ کیا اور سجدے سے اٹھ کر بیٹھ گیا تب بھی سجدہ ہو گیا۔

نوٹ: ریکارڈ شدہ تلاوت سننے پر سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا۔

قرآن مجید کی سورتوں کی فہرست (ترتیب تلاوت)

فہرست منازل قرآن

سورتوں کے نام (ترتیب حروف تہجی)

التماس

جامعہ اشرفیہ لاہور کے شعبۂ جدید معہد اُم القریٰ نے حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی کی معروف مستند تالیف ''تفسیر عثمانی'' کو عصری تقاضوں کے مطابق یوں طبع کرانے کی سعی محمود کی ہے کہ اس کے دائیں طرف کے صفحہ پر فقط آیات قرآن پاک اور ترجمہ جلی حروف میں دیا گیا ہے اور اس کے متقابل بائیں صفحہ پر انہی آیات کی مکمل تفسیر موجود ہے جس سے قاری کو مسلسل تلاوت کیلئے فقط دائیں ہاتھ کے صفحات پر نظر رکھنا ہوگی اور تفسیر کیلئے بالمقابل بائیں طرف کے صفحات کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ تادم تحریر یہ سہولت ماضی میں مطبوعہ کسی بھی تفسیر میں ملحوظ نہیں رکھی گئی۔ ذالك فضل الله يوتيه من يشاء

قرآنِ پاک کی یہ قابل تحسین طباعت معہد اُم القریٰ کے صاحب علم احباب اور بالخصوص پرنسپل ادارہ جناب محمد رفیع صاحب کی شب و روز محنت شاقہ کا ثمر ہے۔ اللہ کریم انہیں اور طباعت سے متعلق جملہ احباب کو اجرِ عظیم سے نوازے۔ آمین

نوٹ [illegible]

حافظ فضل الرحیم
جامعہ اشرفیہ لاہور

تصدیق نامہ

تصدیق کی جاتی ہے کہ ''تفسیر عثمانی'' کے اس مطبوعہ نسخے میں قرآن پاک کے متن اور ترجمہ و تفسیر کو راقم الحروف نے حرفاً حرفاً پوری توجہ سے پڑھا ہے اور کوشش کی گئی ہے کہ کوئی غلطی نہ رہ جائے۔ اس لیے امید ہے کہ یہ تفسیر ان شاء اللہ تعالیٰ اغلاط سے مبرا ہوگی۔

مگر دورانِ طباعت اگر زیر، زبر، پیش، مد یا شد کی ٹوٹ پھوٹ ہو جائے تو صحت مواد کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔

مولوی محمد فیصل
معہد اُم القریٰ جامعہ اشرفیہ لاہور

مولوی عطاء الرحمٰن احسن
رجسٹرڈ پروف ریڈر محکمہ اوقاف پنجاب

ضروری گذارش

اس مطبوعہ ''تفسیر عثمانی'' کی تصحیح کیلئے ماہرین کی ایک ٹیم تشکیل کی گئی تھی جس نے ہر ممکن کوشش کی ہے کہ تفسیری مواد، ترجمہ اور متن قرآنی میں کسی قسم کی غلطی یا ابہام نہ رہے پھر بھی اگر سہواً کتابت و طباعت یا جلد بندی میں کوئی غلطی رہ گئی ہو تو قارئین کرام سے گذارش ہے کہ ہمیں ضرور مطلع فرمائیں تاکہ فوری تلافی کی تدبیر کی جا سکے۔ ایسی نشاندہی عین احسان ہوگی۔

ادارہ